غُنیۃ الطالبین (اردو)

از محبوبِ سبحانی حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ترجمہ: مولانا علامہ محمد صدیق ہزاروی سعیدی

فرید بک سٹال ۰ اردو بازار لاہور

اُدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ
تم اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ حکمت اور بہترین نصیحت کے ذریعے،

غُنیۃ الطالبین (اُردو)

از محبوبِ سبحانی حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ترجمہ: مولانا علامہ محمد صدیق ہزاروی سعیدی

تقدیم: علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

فرید بُک سٹال ۳۸، اردو بازار لاہور

کتاب ـــــ غُنْیَۃُ الطّالبین (اُردو)

تصنیف ـــــ محبوب سبحانی حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ترجمہ ـــــ مولانا علامہ محمد صدیق ہزاروی سعیدی

تقدیم و تحریک ـــ علّامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ

پروف ریڈنگ ـــ محمد عالم مختار حق صاحب

طباعت باراول ـــ ۱۱ ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ / ۱۹۸۸ء

مطبع ـــــ رومی پرنٹرز ، لاہور

صفحات ـــــ ۷۷۶

ہدیہ ـــــ روپے

کتابت ـــــ محمد یعقوب خوشنویس حضرت کیلیانوالہ

ناشر : حامد اینڈ کمپنی، ۳۸، اردو بازار ، لاہور نمبر ۲

فون نمبر ۷۲۲۴۸۹۹ - ۷۳۱۲۱۷۳

فہرست مضامین غُنیۃُ الطَّالبین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیم

ایک مختصر سا قافلہ گیلان سے روانہ ہو کر مرکزِ علوم و فنون بغداد جا رہا تھا، منزلوں پر منزلیں طے کرتے ہوئے ہمدان سے کچھ آگے تر بتک پہنچے ہی تھے کہ ڈاکو حملہ آور ہو گئے وہ تعداد میں ساٹھ تھے۔ انہوں نے بے دردی سے لوٹ مار کی اور سب مال و متاع لوٹ کر ایک جگہ جمع کر لیا، تمام مسافر مارے دہشت کے دم بخود تھے، ان میں ایک اٹھارہ سالہ نوجوان ایسا بھی تھا جس کے چہرے پر بلا کا اطمینان جھلک رہا تھا، خوف و ہراس کی پرچھائیں بھی اس کے چہرے بشرے پر دکھائی نہ دیتی تھیں، ایک ڈاکو نے پاس سے گزرتے ہوئے سرسری انداز میں پوچھ لیا کہ نوجوان! تمہارے پاس بھی کچھ ہے؟ نوجوان نے پورے اطمینان سے جواب دیا ہاں! میرے پاس چالیس دینار ہیں جو میری صدری میں بغل کے نیچے سلے ہوئے ہیں۔ ڈاکو نے خیال کیا کہ یہ نوجوان ازراہِ مزاح یہ بات کہہ رہا ہے ورنہ چھپے ہوئے مال کی ڈاکوؤں کو کون نشاندہی کرتا ہے، یہ سوچتے ہوئے وہ آگے بڑھ گیا، کچھ دیر بعد ایک دوسرا ڈاکو ادھر آ نکلا، اس نے بھی وہی سوال کیا، اسے بھی وہی جواب ملا، وہ بھی یہ خیال کر کے آگے بڑھ گیا کہ اس نوجوان کے پاس کچھ ہوتا تو مجھے کیوں بتاتا، یقینی بات ہے کہ یہ مجھے بے وقوف بنانا چاہتا ہے۔

ڈاکوؤں کا سردار ایک ٹیلے کے پاس لوٹا ہوا مال تقسیم کر رہا تھا، ایک ڈاکو نے اسے یہ خبر سنائی تو وہ چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ اس نے بے یقینی کے ساتھ اس ڈاکو کی طرف دیکھا اور کہا کہ جب ہر شخص کی جان کے لالے پڑے ہوئے ہوں اور ہر طرف دہشت ہی دہشت پھیلی ہوئی ہو ایسے وقت میں کس کی رگِ ظرافت پھڑک سکتی ہے، دوسرے ڈاکو نے تصدیق کی کہ میرے ساتھ بھی یہ واقعہ پیش آ چکا ہے تو سردار نے تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر کہا اس نوجوان کو بلایا جائے، جب وہ نوجوان آیا تو سردار اس کے ملکوتی حسن، شاہانہ وقار، تمکنت اور اطمینان و اعتماد سے بھرپور لب و لہجہ سے بے حد متاثر ہوا، اس نے پوچھا صاحبزادے! تیرے پاس چالیس دینار موجود ہیں؟ نوجوان نے اپنی صدری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جواب دیا ہاں! اس جگہ سلے ہوئے ہیں، سردار نے مجسم حیرت بن کر دوسرا سوال کیا کہ تم جانتے ہو کہ ہم ڈاکو ہیں اور تمام قافلے کی ایک ایک پائی لوٹ چکے ہیں، تم نہ بتاتے تو ہم شاید تمہاری طرف متوجہ بھی نہ ہوتے، تم نے یہ بتانے کی ضرورت کیوں محسوس کی؟ کہ تمہارے پاس چالیس دینار موجود ہیں اور صدری میں سلے ہوئے ہیں، نوجوان نے کمال سادگی سے جواب دیا:

میں نے گھر سے روانہ ہوتے وقت اپنی والدہ سے ہمیشہ سچ بولنے کا وعدہ کیا تھا، میرے یہ چالیس دینار جاتے ہیں

تو جائیں لیکن میں اپنی والدہ سے کیا ہوا وعدہ نہیں توڑ سکتا۔"

نوجوان کے سیدھے سادے جملے براہِ راست سردار کے دل و دماغ پر اثر انداز ہوئے، اس کی روح تک کو جھنجھوڑ ڈالا چند لمحوں کے لیے تو وہ مبہوت ہو کر رہ گیا، وہ ڈاکو جو درندوں کی طرح مسافروں کو چیر پھاڑ کر رکھ دیتا تھا، تمام سازو سامان لوٹ کر رفو چکر ہو جاتا تھا اور اس کے دل پر ذرہ بھر بھی ملال نہ آتا تھا، آج ایک نوجوان کے چند جملے اسے گھائل کر گئے۔ اور وہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا، ضبط کے تمام بندھن ٹوٹ چکے تھے، اس کی آنکھیں شاید زندگی میں پہلی بار اشکوں کا سیلاب بہا رہی تھیں، شدت گریہ کے سبب اس کی زبان گنگ ہو گئی تھی، کچھ دیر کے بعد جب اسے قرار ملا تو اس نے بلکتے ہوئے کہا:

صاحبزادے! تو کس قدر مقدس ہستی ہے؟ کہ تو نے اپنی والدہ سے کیا ہوا عہد نہیں توڑا اور میں کتنا بد قسمت ہوں کہ زندگی بھر اپنے رب کریم کے عہد کو توڑتا رہا، ہائے افسوس! میری زندگی ایسا متاعِ عزیز برباد ہو گیا اور میں نے ایک بار بھی نہ سوچا کہ میں کیا کر رہا ہوں؟ صاحبزادے! میں تمہارے ہاتھوں پر اپنے سابقہ گناہوں کی توبہ کرتا ہوں اور تمہیں گواہ بنا کر اپنے رب سے عہد کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی کسی کا ناحق دل نہیں دکھاؤں گا اور بقیہ زندگی خدا اور رسول کے احکام و فرامین پر عمل کرتے ہوئے گزار دوں گا"

اس کے ساتھی اس انقلاب کو حیرت کی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے اور سوچ رہے تھے کہ جو شخص موت کے رقص کو دلچسپی سے دیکھا کرتا تھا، جو مرنے والوں کی دل دہلا دینے والی چیخیں سن کر کبھی نہ پسیجتا تھا اور جو قساوت اور سنگدلی کا پیکر ہوا کرتا تھا آج اسے کیا ہو گیا ہے؟ کہ زار و قطار رو رہا ہے اور پورے اعتماد کے ساتھ اپنی سابقہ زندگی کو چھوڑنے کا اعلان کر رہا ہے، پھر نہ جانے کیا ہوا؟ کہ ہر ایک نے اپنے اپنے دل و دماغ میں ایک برقی رو لہراتے ہوئے محسوس کی اور سب بیک زبان پکار اُٹھے:

سردار! آج تک رہزنی میں تو ہماری قیادت کرتا رہا ہے، بدی کی راہوں پر چلتے ہوئے تو ہماری کمان کرتا رہا ہے، ________ آج جب کہ تو خدا و رسول کی پسندیدہ راہ پر گامزن ہو چکا ہے اگر ہم اپنی اسی راہ پر چلتے رہے تو اس سے بڑھ کر ہماری بدقسمتی نہیں ہو سکتی، تجھے مبارک ہو کہ اس خوش بختی اور طالع مندی میں ہم بھی تیرے ساتھی ہوں گے اور تو پہلے کی طرح آئندہ بھی ہمارا سردار ہو گا اور ہم تیرے وہی جاں نثار ساتھی ہوں گے، ہم سے یہ بے وفائی نہیں ہو سکتی کہ آج جب تم نیکی کے راستے پر چلنے لگے ہو تو ہم تمہارا ساتھ چھوڑ دیں۔

اسی وقت لوٹا ہوا سارے کا سارا مال قافلے والوں کو واپس کر دیا گیا[1]۔ قافلے والوں کی مسرت و شادمانی کا کوئی

---

[1] علی بن یوسف الشطنوفی، علامہ، بہجۃ الاسرار (مصطفیٰ البابی، مصر) ص ۸۷

اندازہ نہ تھا اور وہ اس نوجوان کو عقیدت سے بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے جس کی برکت سے نہ صرف سب کی جان بچ گئی بلکہ وہ مال بھی واپس مل گیا جو لُٹ چکا تھا، ان کی حیرت بھی بجا تھی کیوں کہ یہ تو ایسا ہی تھا جیسے کمان سے نکلا ہوا تیر واپس آجائے۔ انہیں معلوم نہیں تھا کہ مستقبل میں یہ نوجوان، غوثیت کبریٰ کے مقام پر فائز ہوگا اور زمانہ بھر کے اولیاء اس کے سامنے ادب و احترام سے اپنی گردنیں خم کر دیں گے اور اس کی ذات سے شریعت و طریقت کے کبھی نہ خشک ہونے والے سرچشمے جاری ہوں گے؟

یہ نوجوان کون تھا؟

دنیا انہیں محبوب سبحانی، قطب ربانی، الباز الاشہب، محی الدین سیدنا شیخ **عبدالقادر جیلانی** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے یاد کرتی ہے۔ اور یہ پہلی کھیپ تھی جو آپ کے دست اقدس پر تائب ہوئی۔

ولادت ونسب :

۴۷۰ھ/۱۰۷۸ء کو شمالی فارس میں بحیرۂ خزر (کیسپین) کے جنوبی ساحل پر گیلان نامی زرخیز صوبہ کی ایک بستی نیف میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی، یاقوت حموی نے اس بستی کا نام بشتیر بیان کیا ہے، بُستانی نے اپنے دائرۃ المعارف میں یوں تطبیق دی ہے کہ ایک بستی میں ولادت اور دوسری میں پرورش ہوئی ہوگی [۱]

حضرت شیخ کے والد ماجد ابو صالح جنگی دوست موسیٰ کا سلسلۂ نسب سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک [۲] اور والدہ ماجدہ ام الخیر امۃ الجبار فاطمہ بنت سید عبداللہ صومعی کا سلسلۂ نسب سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے [۳]۔ نسبی رشتہ اگرچہ باپ ہی کی طرف منسوب ہوتا ہے لیکن یہ فضیلت معمولی نہیں ہے کہ آپ کی ذات میں دونوں نسبتیں جمع ہو گئیں۔

تو حُسینی حَسَنی کیوں نہ محی الدّیں ہو
اے خضر! مجمع بحرین ہے چشمہ تیرا [۴]

آپ کے والدین کریمین، پھوپھی سیدہ عائشہ اور نانا سید عبداللہ صومعی اپنے دور کے اصحاب کرامت اولیاء میں سے تھے، والد ماجد آپ کے بچپن ہی میں وصال فرما گئے تھے اس لیے آپ کی پرورش جدِ محترم (نانا) نے فرمائی۔

۱۔ عبدالنبی کوکب، علامہ : شاہ جیلان (رضا اکیڈمی، لاہور) ص ۱۹

۲۔ عبدالرزاق سید، ابن شیخ عبدالقادر جیلانی : حاشیہ قلائد الجواہر (مصطفی البابی، مصر) ص ۲

۳۔ حاشیۂ قلائد الجواہر : ص ۱۳۳

۴۔ احمد رضا بریلوی، امام : حدائق بخشش مع ادبی جائزہ (مطبوعہ کراچی) ص ۲۳۳

علامہ شطنوفی فرماتے ہیں :

دبہ کان یعرف حیث کان بجیلان[۱]

آپ جیلان میں تھے تو انہیں کی نسبت سے معروف تھے ۔

علامہ شطنوفی آپ کے نانا کا نام ابو عبداللہ صومعی ، بیان کرتے ہیں[۲]

فطری احترامِ شریعت :

شرعاً نابالغ بچہ ، احکامِ شریعت کا مکلف نہیں ہے لیکن حضرت شیخ مادر زاد ولی تھے اس لیے شیر خواری کے زمانہ میں ماہ رمضان میں دن کے وقت دودھ نہیں پیتے تھے ، آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں :

میرا بیٹا عبدالقادر رمضان المبارک میں دن کے وقت دودھ نہیں پیتا تھا ، ایک دفعہ رمضان کا چاند دکھائی نہ دیا ، کچھ لوگوں نے مجھ سے پوچھا تو میں نے انہیں بتایا کہ آج میرے لختِ جگر نے دودھ نہیں پیا ، بعد میں واضح ہو گیا کہ اس دن رمضان ہی تھا ، چنانچہ جیلان کے علاقے میں مشہور ہو گیا کہ سادات کے گھرانے میں ایک بچہ پیدا ہوا ہے جو رمضان کے دنوں میں دودھ نہیں پیتا[۳]

اشتیاقِ علم :

بچوں کا کھیل کود میں مصروف رہنا ایک فطری تقاضا ہے لیکن حضرت شیخ پر تو ابتدا ہی سے حفاظتِ الٰہیہ کا پہرہ لگا دیا گیا تھا ، فرماتے ہیں جب میں بچوں کے ساتھ کھیلنے کا ارادہ کرتا تو مجھے غیبی آواز سنائی دیتی :

تعال الیّ یا مبارک

اے برکت والے میری طرف آ

تو میں بھاگ کر اپنی والدہ کی آغوش میں پناہ لے لیتا ، آج بھی میں خلوت میں وہ آواز سنتا ہوں[۴]

بچپن میں اپنے علاقہ کے مدرسہ میں پڑھنے کے لیے جاتے ، کسی نے پوچھا کہ آپ کو اپنی ولایت کا علم کب ہوا ؟ فرمایا :

۱؎ علی بن یوسف الشطنوفی ، علامہ : بہجۃ الاسرار ص ۸۸

۲؎ ایضاً : ص ۸۹

۳؎ محمد بن یحییٰ تاذفی ، علامہ : قلائد الجواہر (مصطفی البابی ، مصر) ص ۳

۴؎ عبدالحق محدث دہلوی ، شیخ محقق : زبدۃ الاسرار (بکسلنگ کمپنی ، بمبئی) ص ۶۹

اس وقت جب میں دس سال کا تھا، گھر سے مدرسہ روانہ ہوتا تو میں دیکھتا کہ فرشتے میرے ارد گرد چل پھر رہے ہیں، جب میں مدرسہ پہنچتا تو میں سنتا کہ فرشتے بچوں کو کہہ رہے ہیں:

افسحوا لولیّ اللّٰہ حتّٰی یجلس

اللہ تعالیٰ کے ولی کو بیٹھنے کے لیے جگہ دو[1]

شیخ محمد بن قائد اوانی فرماتے ہیں میں نے سیدی شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ کی ولایت کا دار و مدار کس چیز پر ہے فرمایا:

سچائی پر، میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، حتیٰ کہ اس وقت بھی نہیں جب میں مدرسہ میں پڑھتا تھا،

حضرت شیخ فرماتے ہیں میں نوعمر تھا، عرفہ کے دن (نو ذوالحجہ) بستی کے باہر نکلا اور ایک گائے کے پیچھے چل دیا، گائے نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا عبد القادر! تو اس لیے پیدا نہیں کیا گیا، میں گھبرا کر گھر آگیا، مکان کی چھت پر چڑھا تو حجابات اُٹھا دیے گئے اور میں نے دیکھا کہ حجاج میدانِ عرفات میں مجتمع ہیں، میرے دل میں علم دین حاصل کرنے کا شوق جنوں خیز پیدا ہو گیا میں نے والدہ ماجدہ سے عرض کیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیجیے اور مجھے اجازت دیجیے کہ بغداد جا کر علم حاصل کروں اور اولیاء کرام کی زیارت کروں، والدہ نے سبب پوچھا تو میں نے ماجرا بیان کر دیا، ان کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔ والد کے چھوڑے ہوئے اسی دیناروں میں سے چالیس مجھے دے دیے اور میری صدری میں سی دیے اور چالیس میرے بھائی کے لیے رہنے دیے، مجھ سے ہر حال میں سچ بولنے کا عہد لیا اور رخصت کرتے وقت فرمایا:

یَا وَلَدِیْ! اِذْھَبْ فَقَدْ خَرَجْتُ عَنْكَ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَھٰذَا وَجْهٌ لَا اَرَاهُ اِلٰی یوم القیٰمۃ۔

بیٹے! جا، میں نے تجھے اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا، قیامت سے پہلے میں تیرا چہرہ نہ دیکھ سکوں گی[2]

راستے میں ڈاکوؤں کا واقعہ پیش آیا جس کا تذکرہ اس سے پہلے کیا جا چکا ہے۔ اس کے بعد بھی والدہ ماجدہ نقدی کی صورت میں وقتاً فوقتاً کچھ نہ کچھ ارسال فرماتی رہیں۔

ورودِ بغداد اور تحصیل علم:

حضرت شیخ ۴۸۸ھ/۱۰۹۵ء میں اٹھارہ سال کی عمر میں بغداد پہنچے، پورے غور و خوض اور آگہی کے ساتھ قرآن پاک

---

[1] عبد الحق محدث دہلوی، شیخ محقق: زبدۃ الاسرار (بکسلنگ کمپنی، بمبئی) ص ۶۸

[2] محمد بن یحییٰ تاذفی، علامہ: قلائد الجواہر (مطبوعہ مصر) ص ۹ - ۸

پڑھنے کے بعد اپنے دور کے نابغۂ روزگار علماء و فضلاء سے فقہ، حدیث اور تصوف کا علم حاصل کیا اور عملی طور پر ریاضت و مجاہدہ کے دشوار گزار مراحل طے کیے۔

اساتذۂ فقہ :

ابوالوفاء علی بن عقیل حنبلی، ابوالخطاب محفوظ کلوذانی حنبلی، ابوالحسن محمد ابن قاضی ابو یعلیٰ حنبلی اور قاضی ابوسعید مبارک بن علی مخرمی حنبلی، ان حضرات سے فقہ کے اصول و فروع اور خلافیات پڑھے۔

اساتذۂ حدیث :

ابوغالب محمد بن الحسن باقلانی، ابوسعید محمد بن عبدالکریم ابوبکر احمد بن مظفر، ابوجعفر بن احمد بن الحسین القاری السراج وغیرہم۔

استاذِ ادب :

ابوزکریا یحییٰ بن علی تبریزی

اساتذۂ سلوک :

حضرت ابوالخیر حماد بن مسلم بن دروہ دباس اور قاضی ابوسعید مبارک مخرمی، مؤخر الذکر نے حضرت شیخ کو خرقۂ خلافت بھی عطا فرمایا[1]

حضرت قاضی ابوسعید مخرمی نے فرمایا :

عبدالقادر جیلی نے مجھ سے خرقۂ خلافت پہنا اور میں نے ان سے پہنا، ہم میں سے ہر ایک دوسرے سے برکت حاصل کرے گا۔[2]

---

[1] محمد بن یحییٰ تاذفی، علامہ : قلائد الجواہر ص ۴

نوٹ : مخرمی پہلا حرف مضموم دوسرا مفتوح تیسرا مشدد، مکسور اور آخر میں یاء نسبت، یہ بغداد کے محلہ مخرم کی طرف نسبت ہے (قلائد ص ۵)

[2] ایضاً : ص ۵

ریاضتِ شاقہ :

حضرت شیخ نے اکتساب علم کے ساتھ ساتھ بے مثال ریاضت کے جاں گسل مراحل کمال ثابت قدمی سے طے کئے حضرت شیخ فرماتے ہیں :

میں عراق کے صحرا اور ویرانوں میں پچیس سال تنہا مصروفِ سیاحت رہا، نہ میں کسی کو پہچانتا تھا اور نہ مجھے کوئی پہچانتا تھا، میرے پاس رجالِ غیب اور جنات کے گروہ در گروہ آتے تھے میں انہیں اللہ تعالیٰ کی معرفت کا راستہ دکھاتا تھا، عراق میں داخل ہوتے ہی حضرت خضر علیہ السلام کی مجھ سے دوستی ہوگئی اس وقت میں انہیں نہیں پہچانتا تھا، انہوں نے مجھ سے طے کیا کہ میں ان کے حکم کی خلاف ورزی نہ کروں، ایک دفعہ انہوں نے مجھے ایک جگہ ٹھہرنے کا حکم دیا اور خود چلے گئے، ایک سال کے بعد واپس آئے، اس طرح میں تین سال وہاں ٹھہرا رہا وہ ایک سال کے بعد آتے اور چلے جاتے [1]

ایک دوسرا واقعہ بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا جس سے حضرت شیخ قدس سرہٗ کی بلندیٔ ہمت اور کمال استقامت کا پتا چلتا ہے، فرماتے ہیں :

کئی دن کچھ کھائے بغیر گزر گئے، میں محلہ قطیعہ شرقیہ میں تھا کہ ایک شخص نے مجھے لپٹا ہوا کاغذ دیا اور چلا گیا۔ میں نے وہ کاغذ ایک نانبائی کو دیا تو اس نے مجھے روٹی اور حلوہ دیا، میں وہ لے کر ایک مسجد میں چلا آیا، جہاں اپنا سبق دہرایا کرتا تھا اور بیٹھ کر سوچنے لگا کہ یہ کھانا کھاؤں یا نہ؟ اتنے میں میری نظر ایک کاغذ پر پڑی، اسے اٹھا کر دیکھا تو اس میں لکھا ہوا تھا :

اللہ تعالیٰ نے بعض کتبِ سابقہ میں فرمایا کہ طاقتوروں کا خواہشات سے کیا تعلق؟ خواہشات تو کمزور مومنوں کے لیے ہیں تاکہ ان کی بدولت عبادات کے لیے تیار ہو سکیں،

میں نے کھانا وہیں رہنے دیا، دو رکعت نماز ادا کی اور اپنا رومال لے کر واپس آگیا [2]

یہ وہ دور تھا جب بغداد میں قحط واقع ہوا تھا، غلّے اور خوراک کی شدید قلت پیدا ہوگئی، حضرت شیخ جنگلوں اور ویرانوں کا رُخ کرتے تاکہ درختوں یا سبزی کے پتوں سے بھوک کا علاج کیا جا سکے، جہاں جاتے درویشوں کا ہجوم دیکھ کر واپس آجاتے، ایسے ہی عالم میں ایک دفعہ پھر پھرا کر سوق الریحانیین کی مسجد میں تشریف لائے، فاقے کی شدت اس حد تک پہنچ گئی کہ موت سامنے

---

[1] عبدالوہاب شعرانی، امام : الطبقات الکبریٰ (مصطفیٰ البابی، مصر ۱۹۵۴ء) ج ۱ ص ۱۲۹

[2] محمد بن یحییٰ تاذفی، علامہ : قلائد الجواہر (مصر) ص ۱۰

دکھائی دینے لگی، اتنے میں ایک عجمی شخص مسجد میں آیا اور کھانا کھانے لگا، اس نے قسم دے کر آپ کو بھی اپنے ساتھ شریک کر لیا، اور جب اسے معلوم ہوا کہ یہ عبدالقادر جیلانی ہیں تو وہ پریشان ہو گیا، پوچھنے پر بتایا کہ آپ کی والدہ نے آٹھ دینار آپ کے لیے دیے تھے، تلاشِ بسیار کے باوجود آپ سے ملاقات نہ ہو سکی۔ تین دن سے مجھے کھانے کے لیے کچھ نہیں ملا تو میں نے آپ کی والدہ کی دی ہوئی رقم سے یہ کھانا خریدا ہے، پہلے آپ میرے مہمان تھے لیکن اب میں آپ کا مہمان ہوں، حضرت نے اسے تسلی دی، بچا ہوا کھانا اور کچھ دینار دے کر اسے رخصت کر دیا[1]

کمالِ استقامت

حضرت شیخ ضیاء الدین ابو نصر موسیٰ اپنے والدِ گرامی حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ ایک دفعہ دورانِ سیاحت ایک ایسے جنگل میں چلا گیا جہاں پانی ناپید تھا کئی دن پانی پیے بغیر گزر گئے، پیاس کی شدت حد سے بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک بادل نمودار ہوا، بارش ہوئی اور اس کے چند قطروں سے سکون ملا، اس کے بعد ایک نور ظاہر ہوا جس نے تمام افق کا احاطہ کر لیا اور عجیب صورت نمودار ہوئی، اس نے کہا:

اے عبدالقادر! میں تیرا پروردگار ہوں، میں نے تمہارے لیے وہ سب چیزیں حلال کر دی ہیں جو دوسروں کے لیے حرام کی ہیں، جو چاہو لے لو اور جو چاہو کرو۔

میں نے کہا اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، ملعون! دور ہو، یہ تو کیا کہہ رہا ہے؟ اچانک وہ روشنی تاریکی میں بدل گئی اور وہ صورت دھواں بن گئی، اس نے کہا: اے عبدالقادر! تو نے اللہ تعالیٰ کے احکام کے علم اور اپنی منزلوں کے احوال سے باخبر ہونے کے سبب نجات پائی ہے، ورنہ میں اس حربے سے ستر اہلِ طریق کو گمراہ کر چکا ہوں، جنہیں دوبارہ اپنے مقام پہ کھڑا ہونا نصیب نہیں ہوا۔ میں نے کہا، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے[2]

علامہ ابن تیمیہ یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ حضرت شیخ سے پوچھا گیا کہ آپ نے کیسے جانا؟ کہ یہ شیطان ہے؟ فرمایا: اس لیے کہ اس نے کہا کہ میں نے تمہارے لیے وہ سب کچھ حلال کر دیا جو دوسروں پر حرام ہے، حالانکہ مجھے یقین تھا کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت نہ تو منسوخ ہو سکتی ہے اور نہ ہی اس میں تبدیلی کی جا سکتی ہے، دوسری وجہ یہ تھی کہ اس نے کہا کہ میں تمہارا رب ہوں، وہ یہ نہیں کہہ سکا کہ میں اللہ

---

[1] محمد بن یحییٰ تاذفی، علامہ: قلائد الجواہر (مصر) ص ۱۰

[2] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق: اخبار الاخیار، فارسی (مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر) ص ۱۲

ہوں جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں ہے۔[1]

خرقہ طریقت :

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ میں گیارہ سال (بغداد سے باہر) ایک برج میں مقیم رہا، میرے طویل قیام کے باعث اس کا نام برج عجمی پڑ گیا، ایک دن میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ میں اس وقت تک کچھ کھاؤں گا نہ پیوں گا جب تک مجھے کھلایا اور پلایا نہ جائے، چالیس دن اسی طرح گزر گئے، اس کے بعد ایک شخص آیا اور میرے سامنے کھانا رکھ کر چلا گیا، بھوک کی شدت کے سبب یوں محسوس ہوتا تھا کہ ابھی جان نکل جائے گی، لیکن میں نے کہا کہ میں اپنے رب سے کیا ہوا عہد نہیں توڑوں گا، میرے پیٹ سے الجوع الجوع (ہائے بھوک) کی آوازیں آ رہی تھیں، اتفاقاً حضرت شیخ ابوسعید مخرمی وہاں سے گزر رہے تھے وہ تشریف لائے اور فرمایا یہ آوازیں کیسی ہیں ؟ میں نے بتایا کہ یہ نفس کے اضطراب کی علامات ہیں تاہم روح اپنے مولا کی یاد میں پرسکون ہے۔

وہ تشریف لے گئے اور جاتے ہوئے فرما گئے کہ میرے پاس باب ازج میں آجاؤ، میں نے طے کیا کہ نہیں جاؤں گا اتنے میں حضرت ابوالعباس خضر تشریف لائے اور مجھے جانے کا مشورہ دیا۔ میں شیخ ابوسعید مخرمی کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے اپنے ہاتھ سے مجھے پیٹ بھر کر کھانا کھلایا پھر مجھے خرقہ عطا فرمایا۔[2]

سراپائے اقدس :

علامہ شطنوفی نے بہجۃ الاسرار میں امام علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ مقدسی کے حوالے سے حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی کا حلیہ مبارکہ بیان کیا ہے[3]۔ ۱۶ رجادی الآخرہ بروز دوشنبہ ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء کو سید محمود جان قادری برکاتی کی فرمائش پر امام احمد رضا بریلوی نے ایک نشست میں اس کا ترجمہ اُردو نظم میں کیا، ذیل میں وہ ترجمہ پیش کیا جاتا ہے :

---

[1] احمد بن تیمیہ، علامہ : فتاوی ابن تیمیہ (طبع سعودیہ) ج ۱ ص ۱۷۲

[2] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق : زبدۃ الاسرار ص ۱-۵۰

[3] علی بن یوسف شطنوفی، علامہ : بہجۃ الاسرار ص ۹۰

سراپائے نورانی شاہِ جیلانی محبوب ربانی

۱۳۲۲ ھجری

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَ عَلٰى حَبِيۡبِهِ الۡكَرِيۡمِ وَ اٰلِهِ الصَّلٰوۃُ وَ التَّسۡلِيۡمُ

حمدِ حق نعتِ نبی توصیفِ غوث — بعد ازاں سُن طالبِ تعریفِ غوث
غوثِ اعظم کے سراپائے کان لا — ذکرِ شہ ہے نذرِ شہ کو جان لا
حلیۂ اقدس کہ عین نور ہے — بہجۃ الاسرار میں مذکور ہے
ترجمہ ترتیب وار اس کا لکھوں — گوہرِ منثور کو لڑیوں میں لوں
وہ مبارک نثر ہو نثرہ نثار ! — یہ ثریا نظم ہو شعریٰ شعار

كَانَ شَيۡخُنَا شَيۡخُ الۡاِسۡلَامِ مُحۡيِى الدِّيۡنِ اَبُوۡ مُحَمَّدٍ عَبۡدُ الۡقَادِرِ الۡجِيۡلِىُّ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنۡهُ نَحِيۡفَ الۡبَدَنِ

وہ اکہرا جسم نازک خوش نما — وہ نحافت میں نزاکت کی ادا
جس پہ واریں خلد میں اپنی پھبن — یاسمیں، نسریں، سمن، گل نسترن

رَبۡعَ الۡقَامَةِ عَرِيۡضَ الصَّدۡرِ

قد میانہ سروِ باغِ مصطفےٰ — سینہ چوڑا صحنِ باغِ اصفیا
کیوں نہ ہو سینہ کشادہ دلکشا — حاشیہ ہے شرحِ صدرِ شاہ کا

عَرِيۡضَ اللِّحۡيَةِ طَوِيۡلَهَا

ہے عریض ان کی محاسن اور طویل — ہیں جزیل ان کے محاسن اور طویل
عرض و طولِ ریشِ وافر با وقار — طولِ عرضِ سائلاں کے ذمہ دار

اَسۡمَرَ اللَّوۡنِ

اَسۡمَرُ اللَّوۡنِ ان کی رنگت گندمی — خوبیٔ حسن و ملاحت سے بھری
گندمی رنگت سہانی دل کشا — وہ سنہرا پھول باغِ نور کا

مَقۡرُوۡنُ الۡحَاجِبَيۡنِ

ابروے پیوستہ کی دل کش بہار — سو ہلالِ عید ہوں جس پر نثار

دونوں ماہِ عید کی یکجا ہے دید | لو مبارک قادری عید عید
شاد شاداں جان و دل قرباں کرو | جانِ کہنہ دے کے جانِ تازہ لو
شام تک عید مہِ نو ہے تمام | یہ مہِ جاوید ہے عیدِ دوام

اَدْعَجُ الْعَیْنَیْنِ

اَدْعَجُ الْعَیْنَیْنِ ہے وصف میں | یعنی آنکھیں ہیں بڑی اور سرمگیں
کیا بڑائی ان بڑی آنکھوں کی ہو | جو عیاں دیکھیں رسول اللہ کو
کیا بڑی اللہ اکبر آنکھ ہے | دیدِ اکبر سے مکبّر آنکھ ہے
وہ خدا بیں بندہ پرور آنکھ واہ | مصطفٰے بیں فیض گستر آنکھ واہ
قدرتی بے سرمہ آنکھیں سرمگیں | باغ مَا زَاغَ الْبَصَرُ سے خوشہ چیں

ذَا صَوْتٍ جَهُوْرِيٍّ

جَهُوْرِيُّ الصَّوْتُ خوش اندازہ ہے | وہ بلند آوا بلند آوازہ ہے

وَسَمْتٍ بَهِيٍّ وَقَدْرٍ عَلِيٍّ وَعِلْمٍ وَفِيٍّ

ہے عجب روشن روش رتبہ رفیع | علم والا کامل و پاک و وسیع

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ

بعدِ جد اس جود پر ہر صبح و شام | سو درودیں سو تحیت سو سلام
اس سراپا نور پر بعدِ رسول | سر سے پا تک ہو درودوں کا نزول
بے عدد بے انتہا بے حد مدام | تا ابد ھر آن ہر لحظہ دَوام

دُعاء

یا الٰہی اس سراپا کے لیے | قادریوں پر تری رحمت رہے
تیری رأفت حفظِ ہر آفت سے ہو | ان سے جو کچھ کام ہو رأفت سے ہو
زندگی بھر ناز و نعمت میں پلیں | بعدِ مُردن ظلِّ عزت میں چلیں
جب گروہوں کی پکار اس جا پڑے | یہ پکارے جائیں ان کے نام سے
ان کی دعوت میں ہو شامل ان کا نام | يَوْمَ تَدْعُوْ كُلَّ نَاسٍ بِاِمَامٍ
یہ رضا اور اس کے احباب اقربا | سب انہیں میں پائیں رضوان و رضا
ان میں ہوں ان میں رہیں ان میں مریں | ان میں اٹھیں عیشِ خلد ان میں کریں

جیتے جی بندہ غلام شاہ ہو — بعد مردن ان کی خاک راہ ہو
وہ محرک نظم کے محمود جاں — سید والا نسب صالح جواں
وہ بھی ہوں مسعود تن محمود جاں — میں بھی ہوں محمود تن مسعود جاں

یَا اِلٰہَ الْحَقِّ اَجِبْ قَوْلِیْ اَجِبْ
اِسْتَجِبْ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اِسْتَجِبْ [1]

آغاز رشد و ہدایت

حضرت شیخ نے بغداد میں شریعت و طریقت کے علوم و معارف حاصل کر لیے تو مخلوقِ خدا کو فیض یاب کرنے کا وقت آگیا، ماہِ شوال ۵۲۱ ھ/ ۱۱۲۷ء کو محلہ حلبہ برانیہ میں آپ نے وعظ کا آغاز فرمایا [2]

مدرسہ قادریہ :

بغداد کے محلہ باب الازج میں حضرت شیخ ابو سعید مخرمی کا ایک مدرسہ تھا جو انہوں نے حضرت شیخ کے سپرد کر دیا جہاں آپ نے تدریس، افتار، وعظ اور علمی اجتہاد اور علمی جہاد کا کام شروع کیا، بہت جلد آپ کا شہرہ دور دراز تک پہنچ گیا اور تشنگانِ علومِ شریعت و طریقت پروانہ وار آپ کے گرد جمع ہونے لگے، اس کے ساتھ ہی مدرسہ کی توسیع کی ضرورت محسوس کی جانے لگی۔ چنانچہ اہلِ ثروت عقیدت مندوں نے مالی اور درویشوں نے جسمانی خدمات پیش کر دیں ۵۲۸ھ/ ۱۱۳۴ء میں یہ مدرسہ پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا اور حضرت شیخ کی نسبت سے قادریہ مشہور ہوا [3]

تبلیغ، تدریس اور افتار کا عرصہ :

آپ نے وعظ و تبلیغ کا سلسلہ ۵۲۱/ ۱۱۲۷ء سے شروع کیا اور تدریس کا آغاز ۵۲۸ھ/ ۱۱۳۴ء سے شروع کر کے ظاہری حیات کے آخر (۵۶۱ھ/ ۱۱۶۶ء) تک جاری رکھا، اس طرح آپ نے چالیس سال تبلیغ اور تینتیس سال تدریس و افتار کے فرائض انجام دیے [4]

---

[1] مجلوب علی قادری، مولانا : حدائق بخشش (نابھہ سٹیم پریس، نابھہ) ص ۸۰-۸۱

[2] علی بن یوسف شطنوفی، علامہ : بہجۃ الاسرار ص ۹۰

[3] محمد بن یحییٰ تاذفی علامہ : قلائد الجواہر ص ۵

[4] عبد الحق محدث دہلوی شیخ محقق : زبدۃ الاسرار ص ۳۹

افتاء :

حضرت شیخ، امام احمد بن حنبل اور امام شافعی کے مذہب پر فتویٰ دیا کرتے تھے، علماء عراق آپ کے فتاویٰ کو دیکھ کر حیران رہ جاتے، انہیں اس بات پر حد درجہ تعجب ہوتا کہ آپ قلم برداشتہ جواب تحریر فرماتے ہیں اور بالکل صحیح جواب دیتے ہیں۔

آپ کے پاس ایسے ایسے استفتاء آتے جن کے جواب سے دیگر علماء عاجز آ جاتے تھے آپ فوراً ان کا جواب عنایت فرما دیتے، بلادِ عجم سے ایک سوال پیش ہوا جس کا جواب عراق عرب اور عراقِ عجم کے علماء نہ دے سکے، سوال یہ تھا کہ ایک شخص نے تین طلاق کا قول کیا ہے اگر وہ ایسی عبادت نہ کرے جس میں اس کے ساتھ اس وقت کوئی دوسرا شریک نہ ہو، وہ کونسی عبادت کرے؟ حضرت شیخ نے اسی وقت جواب تحریر فرمایا کہ وہ مکہ معظمہ جائے، اس کے لیے مطاف خالی کرا دیا جائے اور وہ تنہا سات چکر طواف کرے، اس وقت اس عبادت میں کوئی دوسرا اس کے ساتھ شریک نہ ہوگا، سوال کرنے والا ایک رات بھی بغداد میں نہ رہا اور اسی دن مکہ معظمہ روانہ ہو گیا[1]

تدریس :

حضرت شیخ قدس سرہٗ نے درس و تدریس کا آغاز فرمایا تو علماء، صلحاء اور فقہاء کا جمِ غفیر آپ کے پاس جمع ہو گیا، دور دراز سے تشنگانِ علم حاضر ہوتے اور آپ کے چشمۂ صافی سے سیراب ہوتے، آپ چوں کہ ظاہری اور باطنی علوم کے جامع تھے اس لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے والے طلبہ کو کسی دوسرے عالم کے پاس جانے کی حاجت نہ رہتی۔

سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ دن میں تفسیر، علوم حدیث، فقہ، اختلافِ مذاہب، اصول اور نحو کا درس دیتے، ظہر کے بعد قرآن پاک تجوید و قرأت (قرأتِ مختلفہ) کے ساتھ پڑھاتے[2]

حضرت شیخ قدس سرہٗ کا اندازِ تلقین انفرادی حیثیت کا حامل تھا، کسی شخص کو فلسفہ یا علم کلام میں مصروف دیکھتے تو اس کا رخ کمال لطافت کے ساتھ قرآن و حدیث اور معرفتِ الٰہیہ کی طرف پھیر دیتے، حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کو علمِ کلام کے ساتھ گہرا شغف تھا، جوانی کے عالم میں ہی اس علم کی متعدد کتابیں یاد کر چکے تھے، ایک دفعہ اپنے عمِ محترم کے ہمراہ حضرت شیخ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ آپ کے چچا نے عرض کیا جناب: میرا یہ بھتیجا علم کلام کا دلدادہ ہے

---

[1] محمد بن یحییٰ تاذفی، علامہ: قلائد الجواہر ص ۹-۳۸

[2] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق: زبدۃ الاسرار ص ۴۰

کئی دفعہ اسے منع کر چکا ہوں لیکن یہ باز نہیں آتا، شیخ سہروردی کا بیان ہے کہ حضرت نے مجھے فرمایا: تم نے اس علم کی کونسی کتاب یاد کی ہے، میں نے چند کتابوں کے نام عرض کیے،

فَمَرَّ بِيَدِهِ الْمُبَارَكَةِ عَلٰى صَدْرِيْ فَوَاللّٰهِ مَا نَزَعَهَا وَأَنَا أَحْفَظُ مِنْ تِلْكَ الْكُتُبِ لَفْظَةً وَّاحِدَةً وَأَنْسَانِيَ اللّٰهُ مَسَائِلَهَا وَأَقَرَّ اللّٰهُ فِيْ صَدْرِيْ الْعِلْمَ اللَّدُنِّيَّ فِي الْوَقْتِ الْعَاجِلِ وَقُمْتُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَأَنَا أَنْطِقُ بِالْحِكْمَةِ [1]

آپ نے میرے سینے پر دستِ مبارک پھیرا، بخدا: ہاتھ پھیرتے ہی میری یہ حالت ہوگئی کہ مجھے ان کتابوں کا ایک لفظ بھی یاد نہ رہا، اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ مسائل بھلا دیے اور اسی وقت مجھے علمِ لدنی عطا فرما دیا۔ وہاں سے اٹھتے ہی میری زبان پر ایمانی حکمت کے نکات جاری ہو گئے۔

اسی طرح شیخ مظفر منصور بن مبارک فرماتے ہیں کہ میں فلسفے اور روحانیات کی ایک کتاب ساتھ لیے حضرت شیخ کی بارگاہ میں حاضر ہوا، آپ نے کچھ پوچھے بغیر فرمایا: یہ کتاب بُرا ساتھی ہے جاؤ اور جا کر اسے دھو ڈالو، پھر مجھے پس و پیش میں دیکھ کر فرمایا: یہ کتاب مجھے دو، کھول کر دیکھی تو وہ سادہ کاغذوں پر مشتمل تھی، اس میں ایک حرف بھی لکھا ہوا نہ تھا، آپ نے لے کر چند صفحات الٹے اور یہ کہتے ہوئے واپس دے دی کہ یہ فضائل قرآن پر ابن ضریس کی کتاب ہے، جب میں اٹھ کر واپس آیا تو میرے حافظے کے اوراق بالکل سادہ تھے، فلسفہ کا نام و نشان نہ تھا[2]

سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیوض و برکات، ابرِ باراں کی طرح برستے ہیں اور چشم زدن میں جل تھل کر جاتے ہیں ابو محمد خشاب نحوی کہتے ہیں کہ میں نوجوان تھا اور نحو پڑھا کرتا تھا ایک دن بارگاہِ غوثیت میں حاضر ہوا تو میری جانب خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ہمارے پاس رہو ہم تمہیں سیبویہ بنا دیں گے، چنانچہ میں حاضر ہو گیا، میرے پاس نحو کے قواعد و احکام اور دیگر علوم عقلیہ و نقلیہ کا ایسا ذخیرہ جمع ہو گیا جو اس سے پہلے نہ تو مجھے معلوم تھا اور نہ ہی کسی سے سنا تھا اور ایک سال سے بھی کم عرصے میں، میں نے وہ کچھ حاصل کیا جو پوری زندگی میں حاصل نہ کر سکا تھا۔

تعلیم کے شعبے سے تعلق رکھنے والے حضرات جانتے ہیں کہ کند ذہن اور غبی قسم کے طالب علم کس قدر سوہانِ رُوح ہوتے ہیں۔ سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر قسم کے لوگوں کو کمال استقامت سے برداشت فرماتے تھے

---

[1] محمد بن یحییٰ تاذفی، علامہ: قلائد الجواہر ص ۳۰-۲۹

[2] محمد بن یحییٰ تاذفی، علامہ: قلائد الجواہر ص ۲۱

اُبَیّ نامی ایک عجمی طالب علم آپ سے پڑھا کرتا تھا۔ حالت یہ کہ کسی مسئلے کو سمجھنے کا نام ہی نہ لیتا، ابن اسحٰق نے ایک دن یہ کیفیت دیکھی تو اس طالب علم کے جانے کے بعد عرض کیا کہ تعجب ہے آپ ایسے طالب علم کو کس طرح برداشت فرماتے ہیں، فرمایا: میری مشقت کا عرصہ ایک ہفتے سے کم رہ گیا ہے، پھر یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں چلا جائے گا۔ ایک ہفتے سے پہلے ہی وہ فوت ہو گیا[1]

تلامذہ اور خلفاء :

حضرت محبوب سبحانی قدس سرّہٗ کے دریائے علم و معرفت سے ان گنت لوگ سیراب ہوئے، تکمیل علوم کرنے اور خرقہ پہننے والوں کی تعداد بھی ہزاروں تک پہنچتی ہوگی۔ ذیل میں چند نامور علماء و مشائخ کے اسماء درج کیے جاتے ہیں جو چشمہ غوثیہ سے شاد کام ہوئے۔

ابو عمرو عثمان بن مرزوق قرشی، نزیل مصر، شیخ ابو مدین۔ قاضی ابو یعلیٰ محمد بن الفراء، (مصنف الاحکام السلطانیۃ) ابو محمد حسن الفارسی، ابو محمد عبداللہ بن احمد بن خشاب نحوی، ابو العز عبدالمغیث بن زہیر، حافظ العراق، ابو عمرو عثمان بن اسمٰعیل بن ابراہیم سعدی، اپنے دور کے شافعی کہلاتے تھے، ابو عبداللہ محمد بن ابراہیم معروف بہ ابن الکیزانی۔ ابو محمد اسلان بن عبداللہ، ابو السعود احمد بن ابی بکر الحریمی العطار، ابو عبداللہ محمد بن ابی المعالی قائد الاوانی الشہید، قاضی القضاۃ ابو القاسم عبدالملک بن عیسیٰ المار دینی، ابو بکر عبداللہ بن نصر تیمی، مفتی العراق، ابو عبداللہ عبدالغنی بن عبدالواحد المقدسی، امیر المؤمنین فی الحدیث، امام موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ، مقدسی (صاحب المغنی) ابو الحسن علی بن ابراہیم الیمنی، ابو القاسم عمر بن مسعود، معروف بہ بزار، ابو عبداللہ محمد بطائحی نزیل بعلبک، ابو البقاء عبداللہ بن حسین العکبری، البصری (شارح متنبی) ابو محمد عبدالعزیز بن دلف، بغدادی، انہوں نے بہت زیادہ استفادہ کیا، ابو طالب عبداللطیف الحرانی المعروف بہ ابن السقطی، سیدنا غوث اعظم سے سماع کرنے والوں میں سے آخری محدث ہیں۔ وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم[2]

وعظ و ارشاد :

سیدنا غوث اعظم، ہفتے میں تین دن خطاب فرماتے، جمعہ کی صبح، منگل کی شام اور اتوار کی صبح۔ طریقہ یہ تھا کہ پہلے

---

[1] ایضاً : ص ۹

[2] علی بن یوسف شطنوفی، علامہ : بہجۃ الاسرار ۱۲-۱۰۶

قاری صاحب قرآن پاک کی تلاوت کرتے اس کے بعد حضرت خطاب فرماتے، سید مسعود ہاشمی تلاوت کرتے کبھی دوسرے دو حضرات تلاوت کرتے جو دونوں بھائی تھے، تلاوت سادہ انداز میں لحن کے بغیر ہوتی[1]

حضرت غوث اعظم فرماتے ہیں کہ ابتداءً مجھ پر وعظ و تقریر کا اس قدر غلبہ ہوتا کہ خاموش رہنا میری طاقت سے باہر ہو جاتا، میری مجلس میں دو یا تین آدمی سننے والے ہوتے، مگر میں نے سلسلۂ کلام جاری رکھا پھر لوگوں کا ہجوم اس قدر بڑھا کہ جگہ تنگ ہو گئی، پھر عیدگاہ میں خطاب شروع کیا، وہ بھی ناکافی ہوئی تو شہر سے باہر کھلے میدان میں اجتماع ہونے لگا اور ایک ایک مجلس میں ستر ہزار کے قریب سامعین جمع ہونے لگے۔ چار سو افراد، قلم دوات لے کر آپ کے ملفوظات جمع کیا کرتے تھے[2]

جب آپ کرسی پر تشریف فرما ہوتے تو مختلف علوم میں گفتگو فرماتے اور ہیبت اتنی ہوتی کہ مجمع پر سناٹا چھا جاتا پھر اچانک فرماتے: قال ختم ہوا اور اب ہم حال کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، یہ سنتے ہی سامعین کی حالت میں عظیم انقلاب رونما ہوتا، کوئی آہ و بکا میں مصروف ہوتا، کوئی مرغ بسمل کی طرح تڑپ رہا ہوتا، کسی پر وجد کی کیفیت طاری ہوتی اور کوئی کپڑے پھاڑ کر جنگل کی راہ لیتا، کچھ ایسے بھی ہوتے جن پر شوق اور ہیبت کا اس قدر غلبہ ہوتا کہ طائر روح قفس عنصری سے ہی پرواز کر جاتا، غرض یہ کہ حاضرین اور سامعین میں سے کوئی بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا[3]

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ میرے ہاتھوں پر پانچ ہزار سے زیادہ یہود و نصاریٰ تائب ہو کر مشرف باسلام ہوئے رہزنوں اور فسق و فجور میں مبتلا افراد جنہوں نے میرے ہاتھوں پر توبہ کی ان کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ ہے[4]

آپ کی ہر مجلس میں کوئی نہ کوئی یہودی یا عیسائی مشرف باسلام ہوتا، ڈاکو، قاتل اور دیگر جرائم پیشہ اور بدعقیدہ لوگ تائب ہوتے[5]

حضرت شیخ عموماً عربی میں خطاب فرماتے لیکن بعض اوقات فارسی میں بھی خطاب فرماتے اسی لیے آپ کو ذوالبیانین واللسانین اور امام الفریقین کہتے ہیں[6] آپ کی کرامت یہ تھی کہ دور و نزدیک کے لوگ یکساں طور پر آپ کی آواز سنتے تھے[7]

---

[1] محمد بن یحییٰ تاذفی، علامہ : قلائد الجواہر ص ۱۸

[2] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق : اخبار الاخیار، فارسی ص ۱۲

[3] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق : اخبار الاخیار، فارسی ص ۱۲

[4] محمد بن یحییٰ تاذفی، علامہ : قلائد الجواہر ص ۱۹

[5] ایضاً : ص ۱۸

[6] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق : اخبار الاخیار فارسی ص ۲۰

[7] ایضاً : زبدۃ الاسرار ص ۵۸

بارگاہِ نبوت کے فیوض :

سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت جہاں دیگر ارباب علم وفضل سے فیض یاب ہوئی وہاں انہیں براہِ راست بارگاہِ رسالت سے بھی سیراب اور سرشار کیا گیا ۔ ایک دن دورانِ وعظ فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی آپ نے فرمایا : بیٹے ! تم خطاب کیوں نہیں کرتے ؟ عرض کیا : میں عجمی ہوں ، بغداد کے فصحاء کے سامنے لب کشائی کیسے کروں ؟ حضور نے مجھے سات مرتبہ لعابِ دہن عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا لوگوں سے خطاب کرو اور انہیں حکمت اور موعظہ حسنہ سے اپنے رب کی طرف بلاؤ ، اتنے میں نماز ظہر پڑھی اور بیٹھ گیا ، لوگوں کا ایک ہجوم جمع ہے مجھ پر کپکپی طاری ہوگئی ، کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت علی مرتضیٰ تشریف فرما ہیں انہوں نے چھ مرتبہ لعابِ دہن عطا فرمایا ، عرض کیا سات کی تعداد پوری کیوں نہیں فرمائی ؟ فرمایا : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کے پیش نظر [1]

ایک مجلس میں حضرت شیخ علی بن الہیتی کو اونگھ آگئی ، حضرت شیخ نے سلسلہ کلام منقطع کر دیا اور ان کے پاس جا کر باادب کھڑے ہو گئے ۔ جب وہ بیدار ہوئے تو انہوں نے کہا میں نے خواب میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے ، حضرت شیخ نے فرمایا اسی لیے تو میں باادب کھڑا ہوں ، شیخ علی بن ہیتی نے فرمایا :

میں نے جو کچھ خواب میں دیکھا حضرت شیخ نے بیداری میں دیکھ لیا ، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے تاکید فرمائی کہ میں شیخ سے وابستہ رہوں [2]

حضرت شیخ نے ایک دفعہ فرمایا ، ہر ولی کسی نہ کسی نبی کے قدم بقدم ہوتا ہے اور میں اپنے جدِ امجد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدم بقدم ہوں ، آپ نے جہاں سے قدم اٹھایا میں نے وہیں قدم رکھا سوائے مقامِ نبوت کے [3]

نبی کے قدموں پر ہے جز نبوت
کہ ختم اس راہ میں حائل ہے یا غوث
الوہیت ہی احمد نے نہ پائی ،
نبوت ہی سے تو عاطل ہے یا غوث [4]

---

[1] ایضاً ص ۵۶

[2] عبدالحق محدث دہلوی ، شیخ محقق : زبدۃ الاسرار ص ۵۹

[3] محمد بن یحییٰ تاذفی ، علامہ : قلائد الجواہر ص ۲۶

[4] احمد رضا بریلوی ، امام : حدائقِ بخشش (مع ادبی جائزہ) ص ۲۵۲

تبحرِ علمی :

فیضانِ نبوت وولایت کی موسلادھار بارش نے سیدنا غوثِ اعظم کو علم وفضل کا بحرِ بے کراں بنادیا تھا، آپ کے ارشادات کو سُن کر بڑے بڑے اصحابِ کمال، اپنے عجز اور کم مائگی کے اعتراف پر مجبور ہوجاتے، حافظ ابوالعباس احمد بن احمد بندنیجی کہتے ہیں کہ میں اور شیخ جمال الدین ابن جوزی حضرت شیخ عبدالقادر رحمہ اللہ تعالیٰ کی مجلس میں حاضر ہوئے قاری نے ایک آیت تلاوت کی، شیخ نے اس کی ایک تفسیر بیان کی پھر دوسری تفسیر پھر تیسری۔ میں ابنِ جوزی سے پوچھتا کہ آپ کو اس تفسیر کا علم ہے وہ اثبات میں جواب دیتے، یہاں تک کہ حضرت شیخ نے گیارہ تفسیریں بیان کیں۔ ابن جوزی یہی کہتے رہے کہ یہ تفسیر میرے علم میں ہے۔ جب سلسلہ اس سے آگے بڑھا تو انہوں نے کہا یہ تفسیر میرے علم میں نہیں ہے۔ حضرت شیخ نے چالیس تفسیریں بیان فرمائیں اور ہر ایک کا قائل بھی بیان فرماتے گئے، ابن جوزی، شیخ کی وسعتِ علمی پر انگشت بدنداں تھے۔ اتنے میں حضرت شیخ نے فرمایا:

اب ہم قال کی بجائے حال کی طرف متوجہ ہوتے ہیں لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ

سامعین کی کیفیتِ اضطراب اپنی انتہا کو پہنچ گئی، خود ابن جوزی کا یہ حال تھا کہ فرطِ اضطراب میں اپنا گریبان چاک کردیا[۱]

علامہ ابن جوزی :

ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ/۱۲۰۱ء) اپنے دور کے نامور مصنف اور نقادِ حدیث تھے، انہوں نے بہت سی احادیث کو اپنے معلومات کی مخالفت اور وہم کی بنا پر موضوع قرار دے دیا، علامہ ابن حجر عسقلانی نے متعدد مقامات میں ان پر بحث کی ہے اور کہا کہ احادیث کے موضوع قرار دینے میں ان پر اعتماد نہیں ہے، انہوں نے سُنت کے خلاف مروج بدعات پر سخت تنقید کی، اور اس میں اس حد تک آگے چلے گئے کہ صوفیائے کرام سے غلبۂ حال میں سرزد ہونے والے اقوال وافعال پر بھی شدید طعن کیا اور جنون وجہالت کا نتیجہ قرار دیا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

درحقیقت یہ بھی تلبیسِ ابلیس ہے جو اس راستے سے ان پر حملہ آور ہوئی ہے[۲]

---

[۱] محمد بن یحییٰ تاذفی، علامہ : قلائد الجواہر ص ۳۸

[۲] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق : مقدمہ اشعۃ اللمعات (مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر) ص ۲۲

ابن جوزی نے جہاں اپنی کتابوں میں بغداد اور دیگر مقامات کے اولیاء کرام کا ذکر کیا ہے۔ حضرت سیدنا غوث اعظم کا ذکر نہیں کیا، بلکہ بقول حضرت خواجہ محمد پارسا حضرت شیخ پر انکار کیا اور اسی سبب سے پانچ سال جیل میں رہے شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی فرماتے ہیں میں نے مکہ معظمہ میں ایک رسالہ دیکھا جس میں لکھا ہوا تھا کہ بعض مشائخ اور علماء ابن جوزی کو حضرت شیخ عبد القادر کی خدمت میں لے گئے اور معافی کی درخواست کی، شیخ نے انہیں معاف فرما دیا۔ شیخ محقق فرماتے ہیں میں نے یہ واقعہ اپنے شیخ سیدی عبد الوہاب سے بیان کیا تو انہوں نے فرمایا:

ابن جوزی بڑے عالم اور محدث تھے، الحمد للہ! کہ اس ورطہ سے نجات پا گئے۔

پھر فرمایا:

اے فلاں! شیخ عبد القادر عظیم الشان بزرگ ہیں اور ان کا انکار زہر قاتل ہے، اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے [۳]

یَرحَمُكَ اللہ:

ابراہیم الداری فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کے دن جامع مسجد جاتے تو لوگ بازار میں ٹھہر جاتے تاکہ ان کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی حاجتوں کی دعا کریں۔ ایک دن جمعہ کے روز آپ کو چھینک آئی تو مسجد میں حاضرین نے کہا

یَرحَمُكَ اللہُ وَ یَرحَمُ بِكَ اللہُ

اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کی بدولت رحمت نازل فرمائے

لوگوں کی ملی جلی آوازوں کا شور سن کر مقصورۂ مسجد (ایک کمرہ) میں موجود خلیفہ مستنجد باللہ نے پوچھا یہ آوازیں کیسی ہیں جب بتایا گیا کہ شیخ کو چھینک آئی ہے اور لوگ اس کا جواب دے رہے ہیں تو خلیفہ خوف زدہ ہو گیا [۱] کہ جب شیخ کی چھینک کا یہ حال ہے تو ہم کس شمار و قطار میں ہیں۔

قول و فعل کی ہم آہنگی:

ایک خطیب کے لیے ضروری ہے کہ اس کے قول و فعل میں تضاد نہ ہو ورنہ سامعین پر کما حقہٗ اثر نہ ہوگا، سیدنا

---

[۳] ایضاً ص ۴۲

[۱] محمد بن یحییٰ تاذفی۔ علامہ: قلائد الجواہر ص ۱۹

غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن مدرسہ نظامیہ میں خطاب فرما رہے تھے، فقراء اور فقہاء کی ایک جماعت حاضر تھی، اتنے میں چھت سے ایک بڑا سانپ آپ کی گود میں آگرا، حاضرین خوف زدہ ہو کر پیچھے ہٹ گئے، وہ سانپ آپ کے کپڑوں میں داخل ہو گیا اور گردن کے گرد لپٹ گیا، آپ نے نہ تو سلسلۂ کلام قطع کیا اور نہ ہی پہلو بدلا، پھر وہ الگ ہو کر دُم کے بل کھڑا ہو گیا اور کچھ بات کی اور چلا گیا۔ حاضرین نے عرض کیا یہ کیا ماجرا تھا؛ حضرت شیخ نے فرمایا
اس نے مجھ سے کہا کہ میں نے متعدد بار اولیاء کو اس طرح آزمایا مگر کوئی بھی آپ کی طرح ثابت قدم نہ رہا، میں نے کہا کہ میں قضاء و قدر کے موضوع پر تقریر کر رہا تھا اور تو ایک معمولی کیڑا ہے جسے قضاء و قدر حرکت و سکون میں لاتی ہے، میں نہیں چاہتا تھا کہ میرے قول و فعل میں تضاد پایا جائے[1]

جلالتِ علم :

تبلیغ و ہدایت کے لیے علم دین کا حامل ہونا نہایت ضروری ہے جو خود علم نہیں رکھتا اسے حق نہیں پہنچتا کہ دوسروں کو تبلیغ کرتا پھرے، حضرت شیخ نے جب تک علمی کمال حاصل نہ کر لیا میدانِ تبلیغ میں قدم نہ رکھا۔ ایک دفعہ بغداد کے ایک سو نہایت ذکی فقہاء امتحان لینے کے لیے بارگاہِ غوثیت میں حاضر ہوئے، ہر ایک نے متعدد سوالات تیار کیے ہوئے تھے، جب تمام حضرات مجلس میں بیٹھ گئے تو حضرت شیخ نے اپنا سر مبارک جھکا لیا، ان کے سینے سے نور کا ایک شعلہ برآمد ہوا اور تمام علماء کے سینوں پر سے گزر گیا، ان کے دلوں میں جو کچھ تھا سب مٹ گیا، اب ان کے غم و اضطراب کا عالم دیدنی تھا، کوئی چیخ رہا تھا، کسی نے عمامہ اتار پھینکا اور کسی نے گریبان چاک کر دیا۔ حضرت شیخ کرسی پر تشریف فرما ہوئے اور ان کے ایک ایک سوال کا جواب عنایت فرمایا، چنانچہ سب نے بالاتفاق آپ کے علم و فضل کا اعتراف کیا[2]

مقصد کی لگن :

دین متین کی تبلیغ ہر صاحب علم کا فریضہ ہے، آج کل فتنہ و فساد کی کثرت کا بڑا سبب یہ ہے کہ مقررین نے اس شعبے کو ذریعہ معاش بنا لیا ہے اور معمولی سے عذر کو بنیاد بنا کر وعدہ کے باوجود جلسوں میں نہیں پہنچتے، سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو اولاد امجاد میں سے کسی کی وفات کی اطلاع ملتی تو مجلس اور خطاب کو جاری رکھتے اور جب جنازہ حاضر ہوتا

---

[1] ایضاً، ص ۳۴
[2] عبدالوہاب شعرانی، امام، الطبقات الکبریٰ (مصطفی البابی، مصر) ج ۱ ص ۱۲۸

تو کرسی سے اتر کر نماز جنازہ ادا فرماتے[1]

حضرت شیخ فرمایا کرتے تھے:

میرے ہاں جب بھی کوئی بچہ پیدا ہوا تو میں نے اسے ہاتھوں پر اٹھا کر کہا کہ یہ میت ہے، اس کے پیدا ہوتے ہی میں اسے اپنے دل سے نکال دیتا تھا[2]

حضرت شیخ کا زمانہ:

جب آپ بغداد تشریف لائے تو اس وقت ابو العباس مستظہر بامر اللہ (م ۵۱۲ھ) کا عہد تھا، اس کے بعد مسترشد، راشد، المقتفی لامر اللہ اور المستنجد باللہ یکے بعد دیگرے تخت حکومت پر متمکن ہوئے۔ اس دور میں سلجوقی سلاطین اور عباسی خلفاء کی کشمکش اپنے عروج پر تھی، حصولِ اقتدار کے لیے بے دریغ مسلمانوں کا خون بہایا جاتا[3]۔ گویا خوفِ خدا اور خوفِ آخرت کی جگہ اقتدار اور دنیا کی محبت نے لے لی تھی۔ اسی لیے حضرت شیخ کے خطبات میں اخلاص، للّٰہیت اور خشیتِ الٰہیہ پر بہت زور دیا گیا ہے۔

فتنوں کا استیصال:

حضرت شیخ کے دور میں امتِ مسلمہ متعدد فتنوں کی زد میں تھی، آپ نے بیک وقت ان سب کا مقابلہ کیا اور کشتیٔ ملت کو بروقت سہارا دیا۔ اربابِ اقتدار کی رسہ کشی، علماء سوء اور ابن الوقت صوفیاء کی تبلیغِ دین سے بے رغبتی دنیا اور جاہ و زر کی محبت اور مسلمانوں کے سیاسی اضمحلال کے نتیجے میں جو فتنے پیدا ہوئے ان کا اجمالی طور پر ذکر کیا جاتا ہے اور یہ کہ حضرت شیخ نے ان کا کیا علاج تجویز کیا؟

۱۔ اربابِ اقتدار کے باہمی مناقشات اور تختِ حکومت پر قابض ہونے کی ہوس، حضرت شیخ نے اپنے خطبات میں اخلاص، للّٰہیت اور خشیتِ الٰہیہ پر زور دیا، دنیا کے مقابلے میں آخرت اور آخرت کے مقابلے میں رضاء الٰہی کے طلب کرنے کی تلقین فرمائی۔

۲۔ اسلامی خلافت کے رُوبہ زوال ہونے اور مسلمانوں کے سیاسی اور فکری اعتبار سے کمزور ہونے کے سبب عیسائیت

---

[1] عبد الحق محدث دہلوی، شیخ محقق: زبدۃ الاسرار ص ۵۵

[2] عبد الوہاب شعرانی، امام: الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۱۲۹

[3] ابو الحسن علی ندوی: تاریخ دعوت و عزیمت (مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی) ج ۱ ص ۲۶۵

نئے ہتھکنڈوں سے لیس ہو کر علمی، فکری اور معاشرتی لحاظ سے اسلام پر حملہ آور ہو رہی تھی اس لیے حضرت شیخ نے توحید اور اسلام کی حقانیت پر بہت زیادہ زور دیا اور قوم مسلم کی کامیابی کا راستہ صرف اور صرف صحیح معنوں میں مسلمان بننے کو قرار دیا۔

۳۔ پانچویں اور چھٹی صدی میں اُموی اور عباسی خلفاء کے ابتدائی سلسلے نے منطق و فلسفہ اور دیگر علوم کا لٹریچر دوسری زبانوں سے عربی میں منتقل کیا بڑے بڑے فضلاء اس کام کے لیے مختص کیے اور یہ باور کر لیا گیا کہ یہ علم و دانش کی بہت بڑی خدمت ہے، لیکن اس کا اثر یہ ہوا کہ مسلمان فلسفی افکار و نظریات کے زیرِ اثر عقلیت محضہ سے متاثر ہونے لگے یعنی وحی و نبوت کی ہدایت سے بے نیاز ہو کر عقل آوارہ کی راہنمائی کو کافی سمجھنے لگے اور جو باتیں از قبیلِ معجزات و کرامات ان کی سمجھ میں نہ آتیں ان کی بے دھڑک تاویلیں کرنے لگے، حضرت شیخ نے اپنے خطبات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ، صحابۂ کرام اور اولیاء عظام کی پیروی کی اہمیت کو بھرپور انداز میں پیش کیا اس طرح انہوں نے مسلمانوں کو معتزلہ باطنیہ اور فلاسفہ کی راہ پر چلنے سے منع کیا، اس سے پہلے شیخ مظفر منصور کا واقعہ گزر چکا ہے کہ انہیں فلسفہ کی قلمی کتاب دھو ڈالنے اور فضائل قرآن کی کتاب پڑھنے کا حکم دیا۔

۴۔ اس دور میں شیعی تعصب اپنی انتہا کو پہنچا ہوا تھا، ان کے غلط رجحانات روز بروز زور پکڑتے جا رہے تھے بالآخر اس خلفشار نے عباسی خلافت کا خاتمہ کر دیا، حضرت شیخ نے نہ صرف صحابۂ کرام کی عظمت کو اجاگر کیا، اور ان کی پیروی کو ذریعۂ نجات قرار دیا بلکہ ان کے ارشادات کو بطور سند و استشہاد پیش کیا۔

۵۔ فسق و فجور کی کثرت کا علاج، تقویٰ و پرہیزگاری، تزکیۂ نفس اور خدا و رسول کی اطاعت کی تعلیم سے کیا[1]
اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حضرت شیخ کے خطبات سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اس دور کے فتنوں کے استیصال کے لیے ہوتے تھے اور اس مقصد میں کامیابی کا یہ عالم تھا کہ ہر مجلس میں غیر مسلم مشرف با سلام ہوتے، بدمذہب راہِ راست پر آتے اور فساق و فجار تائب ہو کر تقویٰ و طہارت کی راہ پر گامزن ہو جاتے۔

اندازِ بیان:

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خطبات کا مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نہایت سادہ اور عام فہم انداز میں دین کے اسرار و رموز بیان فرما دیتے تھے، آپ کا خطاب نہ تو طویل ہوتا اور نہ ہی اس میں کسی قسم کا الجھاؤ پایا جاتا، آپ کے ہاں فلسفیانہ موشگافی نہیں بلکہ قرآن پاک کا حکیمانہ انداز پایا جاتا ہے، ایک ہی مجلس میں مختصر جملوں

[1] عبدالنبی کوکب، علامہ: شاہِ جیلان (رضا اکیڈمی، لاہور) ص ۶۸-۶۹

ہیں متعدد موضوعات پر اظہار خیال فرماتے، آپ کا ایک ایک جملہ سامعین کے دل و دماغ میں اتر جاتا۔ دینِ متین کی تعلیمات کو پرکشش انداز میں بیان فرماتے، بعض اوقات پرجلال کلمات بھی زبان مبارک سے صادر ہو جاتے جن سے ہر بڑا چھوٹا متاثر ہوتا، موقع ومحل کے مطابق قرآن پاک کی آیات اور احادیثِ طیبہ کو بیان کرتے بعض اوقات صحابہ کرام اور اولیاء عظام کے ارشادات بھی زیبِ سخن بنتے، اسی طرح کبھی کبھی مقصد کو ذہن نشین کرنے کیلیے تمثیلات بھی بیان فرما دیتے۔

عکسِ خطابت

ذیل میں آپ کے ارشادات اور خطبات کے چند اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں جن سے اندازہ ہوگا کہ آپ نے اپنے دور کی ضروریات کو کس طرح پورا کیا، آپ کے ارشادات کی افادیت آج بھی بدستور باقی ہے۔ ضرورت صرف اتنی ہے کہ ہم دل وجان سے متوجہ ہو کر ان کا مطالعہ کریں۔

فریادِ اسلام :

اے قوم۔ اسلام رو رہا ہے، ان فاسقوں، فاجروں، مبتدعین، گمراہوں، جھوٹ کا لباس پہننے والے ظالموں اور جھوٹے دعویداروں سے سر پر ہاتھ رکھ کر پناہ مانگ رہا ہے اور فریاد کر رہا ہے، ان لوگوں کو دیکھو جو تم سے پہلے گزر گئے اور جو تمہارے ساتھ تھے، امر ونہی کے ساتھ حکم چلاتے تھے، کھاتے پیتے تھے اب حالت یہ ہے کہ گویا کبھی موجود تھے ہی نہیں۔

تو کتنا سنگ دل ہے، کتا پورے خلوص کے ساتھ اپنے مالک کے لیے شکار کرتا ہے، اس کی کھیتی اور چوپایوں کی دیکھ بھال کرتا ہے، پہرہ دیتا ہے اور مالک کو دیکھ کر دُم ہلاتا ہے، حالاں کہ وہ اسے رات کے وقت چند لقمے کھلا دیتا ہے یا کوئی اور معمولی چیز کھلا دیتا ہے اور تو پیٹ بھر کر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں کھاتا ہے پھر بھی اس کا شکر بجا نہیں لاتا، اس کا حق ادا نہیں کرتا، اس کے حکم کی تعمیل نہیں کرتا اور اس کی حدود کی پاسداری نہیں کرتا [1]

[1] عبدالقادر جیلانی، غوثِ اعظم سید : الفتح الربانی، عربی (دار المعرفۃ، بیروت) ص ۳۰۱

دینِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت :

دینِ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی دیواریں گر رہی ہیں، بنیاد بکھر رہی ہے، اے زمین کے باسیو! آؤ جو منہدم ہو چکا ہے اسے مضبوط کریں اور جو گر چکا اسے بحال کریں [1]

اللہ تعالٰی کے ہو جاؤ :

اللہ تعالٰی کے ہو جاؤ جیسے اولیاء کرام تھے، تاکہ اللہ تعالٰی کی رحمتیں تمہاری ہو جائیں جیسے ان کے لیے تھیں اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالٰی تمہارا ہو جائے تو اس کی اطاعت کرو، اس کی معیت میں صبر کرو، اس کے افعال پر راضی رہو خواہ وہ تم سے متعلق ہوں یا دوسروں سے، اولیاء کرام دنیا میں رہ کر اس سے بے نیاز رہے، اپنا حصہ اس سے تقوٰی و ورع کے ہاتھ سے لیا، پھر آخرت کو طلب کیا، اس کے لیے اعمالِ صالحہ کیے، اپنے نفسوں کی مخالفت اور اپنے رب کی اطاعت کی، پہلے اپنے آپ کو پھر دوسروں کو نصیحت کی [2]

اسی کی عبادت کرو اور شرک نہ کرو :

افسوس! تو اللہ تعالٰی کا بندہ ہونے کا دعوٰی کرتا ہے اور اطاعت دوسروں کی کرتا ہے، اگر تو فی الواقع اس کا بندہ ہوتا تو تیری دوستی اور دشمنی اسی کی خاطر ہوتی، صاحبِ یقین مومن، اپنے نفس، شیطان اور اس کی خواہش پر عمل پیرا نہیں ہوتا، وہ شیطان کا شناسا ہی نہیں ہے اس کی اطاعت کیوں کرے گا؟ وہ دنیا کی پروا نہیں کرتا اس کے لیے ذلیل کیوں ہوگا، وہ تو اسے ذلیل کرتا ہے اور آخرت کا طلب گار رہے، اور جب اسے آخرت مل جاتی ہے تو اسے بھی ترک کر دیتا ہے اور اپنے مولٰی تعالٰی سے وابستہ ہو جاتا ہے ہر وقت اسی کی مخلصانہ عبادت کرتا ہے، اس نے اپنے رب کا فرمان سن رکھا ہے۔

وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ حُنَفَاءَ انہیں یہی حکم دیا گیا کہ اللہ کی عبادت کریں، دین کو اس کے لیے خالص کرتے اور ہر باطل سے اعراض کرتے ہوئے مخلوق کو شریک بنانا چھوڑ دے، اللہ تعالٰی کو وحدہٗ لاشریک مان، وہی تمام اشیاء کا خالق ہے، تمام چیزیں

---

[1] ایضاً : ص ۲۹۵

[2] عبدالقادر جیلانی، غوثِ اعظم سید : الفتح الربانی ص ۵

اسی کے دستِ قدرت میں ہیں، اس کے غیر سے طلب کرنے والے! تو بے عقل ہے، کوئی چیز ایسی بھی ہے جو اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں نہیں ہے۔

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُہٗ [1]

ہر شے کے خزانے ہمارے پاس ہیں۔

مقامِ فنا:

حدیث شریف میں ہے،

اَلْمُکَاتَبُ عَبْدٌ مَّا بَقِیَ عَلَیْہِ مِنْ مُّکَاتَبَتِہٖ دِرْھَمٌ

مکاتَب (وہ غلام جسے مولا کہے کہ اتنی رقم ادا کردو اور آزادی حاصل کرلو) اس وقت تک غلام ہے جب تک بدل کتابت کا ایک درہم بھی اس کے ذمہ باقی رہے، سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا صوفیانہ مطلب یہ بیان کیا:

جب تک بندے کے وجود کا ایک ذرّہ اور ماسوی اللہ کے ساتھ اس کا معمولی تعلق بھی باقی رہے وہ حُرّیت اور فنا کا چہرہ نہیں دیکھ سکتا۔[2]

ذاتی طور پر مالک نفع وضرر:

جب تو اپنی ماں کے پیٹ میں تھا تو تجھے کس نے طعام دیا؟ تجھے اپنی ذات پر اعتماد ہے، تجھے مخلوق، درہم ودینار، بیع وشراء اور بادشاہِ وقت پر بھروسہ ہے، تو جس پر اعتماد کرتا ہے وہ تیرا خدا ہے، تو جس سے ڈرتا ہے، جس سے امید لگاتا ہے وہ تیرا خدا ہے، جسے تو نفع اور نقصان دینے والا جانتا ہے اور تیرا عقیدہ یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاتھوں پر نفع اور نقصان جاری کیا ہے وہ تیرا خدا ہے، عنقریب تجھے اپنا انجام معلوم ہو جائے گا۔[3]

---

[1] ایضاً: ص ۱۷

[2] عبد الحق محدث دہلوی، شیخ محقق: اشعۃ اللمعات، فارسی (طبع سکھر) ج ۳ ص ۲۰۸

[3] عبد القادر جیلانی، غوثِ اعظم: الفتح الربانی ص ۱۷

اس ارشاد سے ظاہر ہے کہ اگر یہ اعتقاد رکھا جائے کہ مخلوقات میں سے کوئی نفع اور نقصان دیتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاتھوں پر جاری کیا ہے تو یہ اعتقاد نہ تو شرک ہے اور نہ ہی عقیدۂ توحید کے منافی ہے۔

تقدیر:

اے موحدو! اے مشرکو! مخلوق میں سے کسی کے ہاتھ میں (از خود) کوئی چیز نہیں ہے، بادشاہ، غلام، سلطان، غنی اور فقیر سب تقدیرِ الٰہی کے قیدی ہیں، ان سب کے دل اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہیں وہ جیسے چاہتا ہے ان میں ردو بدل فرماتا ہے [۱]

صفاتِ الٰہیہ:

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو پسندیدہ صفات کے ساتھ موصوف بتلایا ہے تم ان کی تاویل کرتے ہو اور اس کے فرمان کی مخالفت کرتے ہو، تمہارے پاس وہ وسعت کہاں؟ جو صحابہ اور تابعین کے پاس تھی، ہمارا رب عزوجل عرش پر ہے جیسے خود اس نے فرمایا بغیر کسی تشبیہ کے اور اسے معطل یا جسم مانے بغیر [۲]

اس میں مسلک اہل سنت کی تائید اور معتزلہ کا رد ہے کہ وہ تاویلات سے کام لیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی صفات کا انکار کرتے ہیں؛

اسمِ اعظم:

علامہ سید احمد طحطاوی فرماتے ہیں؛

قَالَ الْقُطْبُ عَبْدُ الْقَادِرِ الْجِیْلَانِیُّ اَلْاِسْمُ الْاَعْظَمُ هُوَ اللّٰهُ لٰكِنْ بِشَرْطِ اَنْ تَقُوْلَ اَللّٰهُ وَلَيْسَ فِیْ قَلْبِكَ سِوَاهُ [۳]

قطب وقت عبد القادر جیلانی فرماتے ہیں کہ اسم اعظم ”اللہ“ ہے بشرطیکہ اللہ کہتے وقت تمہارے

---

[۱] ایضاً: ص ۶۷

[۲] ایضاً: ص ۷۶

[۳] احمد الطحطاوی، سید: حاشیہ مراقی الفلاح (مطبعہ ازہریہ، مصر) ص ۲

(ب) علی بن یوسف شطنوفی، امام: بہجۃ الاسرار ص ۶۸

دل میں اس کے سوا دوسرا کوئی نہ ہو۔

مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھیں محوِ استراحت ہوتیں اور دل پاک بیدار ہوتا، آپ جس طرح آگے دیکھتے تھے اسی طرح پیچھے دیکھتے، ہر شخص کی بیداری اس کے حال کے مطابق ہے، کوئی شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیداری کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا اور نہ ہی کوئی آپ کی خصوصیات میں شریک ہو سکتا ہے، ہاں آپ کی امت کے ابدال اولیاء آپ کے بچے ہوئے کھانے اور پانی کو تناول کرتے ہیں، انہیں آپ کے مقامات کے دریاؤں میں سے ایک قطرہ اور آپ کی کرامات کے پہاڑوں سے ایک ذرہ دیا جاتا ہے کیوں کہ وہ آپ کے مقتدی ہیں، آپ کے دین پر عمل پیرا ہیں، آپ کے دین کی خدمت اور راہنمائی کرتے ہیں اور آپ کے دین و شریعت کے علم کی اشاعت کرتے ہیں

کتاب و سنت کے پروں کے ساتھ بارگاہِ خداوندی کی طرف پرواز کر، دربارِ الٰہی میں اس حال میں حاضر ہو کہ تیرا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہو، حضور کو اللہ تعالیٰ کا وزیر اور اپنا معلم بنا، سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہیں زیب و زینت دے کر بارگاہِ الٰہی میں پیش کریں گے، آپ روحوں میں حکم فرمانروائے مریدین کے مربی، مقامِ محبوبیت پر فائز ہونے والوں کے سردار، اولیاء کے امام اور ان کے درمیان احوال و مقامات تقسیم کرنے والے ہیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے کارِ تقسیم آپ کے سپرد کر دیا ہے (حدیث شریف میں ہے انما انا قاسم و یعطی اللہ ۱۲ قادری) آپ کو سب کا امیر بنا دیا ہے، دستور ہے کہ جب بادشاہ کی طرف سے لشکر کو خلعتیں دی جاتی ہیں تو انہیں امیر ہی تقسیم کرتا ہے [۱]

مقامِ انبیاء علیہم السلام :

انبیاء علیہم السلام ہمیشہ اپنے نفوس، طبائع اور خواہشات کی مخالفت کرتے رہے یہاں تک کہ ریاضت و مجاہدہ کی کثرت کے سبب حقیقت کے لحاظ سے زمرۂ ملائکہ میں داخل ہو گئے [۲] [۳]

---

[۱] امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں،

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم　　　رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں

[۲] عبد القادر جیلانی، غوثِ اعظم :　　الفتح الربانی ص ۱۴۳

[۳] ایضاً :　　ص ۱۹۷

طریقِ محبّت :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ

تم فرما دو کہ اگر تم اللہ سے محبّت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو

اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیا کہ راہِ محبت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کی پیروی کرو [۱]

اتباعِ شریعت :

جو شخص آدابِ شریعت نہیں اپناتا، قیامت کے دن آگ اسے ادب سکھائے گی [۲]

وہ حقیقت بے دینی ہے جس کے لیے شریعت گواہی نہ دے [۳]

کتاب و سنّت :

جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نہیں کرتا، ایک ہاتھ میں آپ کی شریعت اور دوسرے ہاتھ میں قرآن پاک نہیں تھامتا اس کی رسائی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک نہیں ہو سکتی، وہ تباہ اور برباد ہو جائے گا، گمراہی اور ضلالت اس کا مقدر ہو گی، یہ دونوں بارگاہِ الٰہی تک تیرے راہنما ہیں، قرآن پاک، تمہیں دربارِ خدا تک اور سنّت، بارگاہِ مصطفیٰ تک پہنچائے گی۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم [۴]

تم اپنی نسبت اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ صحیح کر لو، جو صحیح معنوں میں آپ کا پیروکار ہوا اس کی نسبت صحیح ہے، اتباع کے بغیر تمہارا یہ کہہ دینا مفید نہیں کہ میں حضور کی امت میں سے ہوں، جب تم اقوال و افعال میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع کرو گے تو آخرت میں آپ کی صحبت میں ہو گے [۵]

---

[۱] ایضاً : ص ۱۴۳

[۲] ایضاً : ص ۹۱

[۳] ایضاً : ص ۹۰

[۴] عبدالقادر جیلانی، غوثِ اعظم : الفتح الربانی ص ۹۱

[۵] ایضاً : ص ۹۰

اخلاص اور عمل :

اے شہروالو ! تمہارے اندر نفاق بڑھ گیا ہے اور اخلاص کم ہوگیا ہے ، اعمال کے بغیر اقوال کی کثرت ہے عمل کے بغیر قول فائدہ نہیں دیتا ، وہ تیرے حق میں نہیں بلکہ تیرے مخالف دلیل ہے ، وہ بے جان جسم ہے ، وہ ایک ایسا بُت ہے جس کے نہ ہاتھ ہیں نہ پاؤں اور نہ ہی اس میں پکڑنے کی صلاحیت ہے ، تمہارے اکثر اعمال بے رُوح لاشے ہیں ، رُوح کیا ہے ؛ اخلاص ، توحید ، اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت پر ثابت قدمی [1]

وہ علم ـــــ جس کے ساتھ عمل نہ ہو :

علم چھلکا ہے اور عمل مغز ، چھلکے کی حفاظت اس لیے کی جاتی ہے کہ مغز محفوظ رہے اور مغز کی حفاظت اس لیے کی جاتی ہے کہ اس سے تیل نکالا جائے ، وہ چھلکا کس کام کا جس میں مغز نہ ہو ، اور وہ مغز بے کار ہے جس میں تیل نہ ہو ، علم ضائع ہو چکا ہے کیوں کہ جب علم پر عمل نہ رہا تو علم بھی ضائع ہوگیا ، عمل کے بغیر علم کا پڑھنا اور پڑھانا کیا فائدہ دے گا ؛ اے عالم ! اگر تو دنیا اور آخرت کی بھلائی چاہتا ہے تو اپنے علم پر عمل کر اور لوگوں کو علم سکھا [2]

وہ عمل ـــــ جس کے ساتھ علم نہ ہو :

مجھے تیری مدح یا ذم ، دینے اور نہ دینے کی فکر نہیں ہے ، تیری خیر اور شر اور تیرے متوجہ ہونے یا نہ ہونے کو بھی میں خاطر میں نہیں لاتا ، تو جاہل ہے اور جاہل کی پروا نہیں کی جاتی ، اگر تجھے موقع ملے اور تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے تو تیری عبادت مردود ہوگی ، کیوں کہ یہ عبادت ، جہالت پر مبنی ہے اور جہالت تمام تر فساد کا باعث ہے [3]

---

[1] ایضاً : ص ۷۰

[2] ایضاً : ص ۱۰۶

[3] عبدالقادر جیلانی ، غوثِ اعظم : الفتح الربانی ص ۷۰

پہلے فرائض پھر نوافل :

صاحبِ ایمان کو چاہیے کہ پہلے فرائض ادا کرے جب ان سے فارغ ہو تو سنتیں ادا کرے پھر نوافل اور فضائل میں مشغول ہو، فرائض سے فارغ ہوئے بغیر سنتوں کا ادا کرنا بے وقوفی اور سرکشی ہے، فرائض کے ادا کرنے سے پہلے سنتوں اور نفلوں میں مصروف ہوا تو وہ مقبول نہ ہوں گے بلکہ وہ ذلیل کیا جائے گا[1]

نماز اور دیگر اعمال :

اے لڑکے! تو دنیا میں بقا اور عیش کے لیے پیدا نہیں کیا گیا، اللہ تعالیٰ کے ناپسندیدہ امور کو تبدیل کر دے تو نے سمجھ لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ لینا کافی ہے، یہ تیرے لیے اسی وقت مفید ہو گا جب تو اس کے ساتھ کچھ اور امور (اعمالِ صالحہ) ملائے گا، ایمان اقرار اور عمل کا نام ہے، جب تو گناہوں، لغزشوں میں مبتلا اور احکامِ الٰہیہ کی مخالفت کا مرتکب ہو گا ان پر اصرار کرے گا، نماز، روزہ، صدقہ اور افعالِ خیر ترک کرے گا تو یہ دو شہادتیں تجھے کیا فائدہ دیں گی؟

جب تو نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا تو یہ ایک دعویٰ ہے، تجھے کہا جائے گا اس دعوے پر دلیل کیا ہے؛ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کا حکم دیا ہے ان کا ادا کرنا، جن سے منع کیا ہے ان سے باز رہنا آفتوں پر صبر کرنا اور تقدیرِ الٰہی کو تسلیم کرنا اس دعویٰ کی دلیل ہے، جب تو نے یہ عمل کیے تو اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کے بغیر مقبول نہ ہوں گے، قول بغیر عمل کے اور عمل بغیر اخلاص اور اتباعِ سُنّت کے مقبول نہیں[2]

حضرت شیخ نے فرمایا کہ ایمان قول اور عمل کا نام ہے جب کہ محققین متکلمین کے نزدیک ایمان نام ہے ان امور کی تصدیق کا جو نبیٔ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لائے، البتہ احکامِ اسلام تب جاری ہوں گے جب زبان سے اقرار کرے گا اور ایمان کامل تب ہو گا جب اعمالِ صالحہ پائے جائیں گے۔

زہد کیا ہے؟

جو آخرت کا طلب گار ہو اسے دنیا سے بے نیاز ہو جانا چاہیے، اور جو اللہ تعالیٰ کا طالب ہو اسے آخرت

---

[1] ایضاً : قلائد الجواہر عربی، مقالہ ۴۸ ص ۹۰

[2] عبدالقادر جیلانی، غوثِ اعظم : الفتح الربانی ص ۱۰

سے بھی بے نیاز ہو جانا چاہیے، دنیا کو آخرت کے لیے اور آخرت کو اپنے رب کریم کے لیے ترک کر دے جب تک اس کے دل میں دنیا کی خواہش اور لذت باقی رہے گی، اور جب تک وہ کھانے پینے کی اشیاء، لباس، اہل وعیال، مکان، سواری اور اختیار و اقتدار سے راحت حاصل کرنا چاہے، یا فنونِ علمیہ میں سے کسی فن مثلاً مسائل عبادات سے زیادہ فقہ، روایتِ حدیث، یا مختلف قراءات سے قرآن پاک کے پڑھنے، نحو، لغت یا فصاحت و بلاغت میں محو ہو، یا فقر کے زوال اور دولت مندی کے حصول یا مصیبت کے زائل ہونے اور عافیت کے مل جانے کے لیے کوشاں ہو، مختصر یہ کہ نقصان سے بچنے اور نفع کے حاصل کرنے کی فکر میں ہو وہ پورا زاہد نہیں ہے کیوں کہ ان امور میں سے ہر ایک میں نفس کی لذت، خواہش کی موافقت طبیعت کی راحت اور اس کی محبت مضمر ہے اور اس سے اطمینان و سکون میسر ہوتا ہے، لہٰذا کوشش کی جائے کہ ان تمام امور کو دل سے نکال دیا جائے [۱]

تصوّف :

اے لڑکے! اپنے دل کو رزق حلال کے ذریعے صاف کر تجھے معرفتِ الٰہیہ حاصل ہو جائے گی، تو اپنے قمیص کو، اپنے لباس اور دل کو پاک صاف کر تجھے صفائی مل جائے گی، تصوف، صفا سے بنا ہے، اے اون کا لباس پہننے والے! تصوف میں سچا صوفی وہ ہے جو اپنے دل کو اپنے مولا کے ماسوا سے پاک کر لے اور یہ مقام رنگ برنگے کپڑے پہننے، چہروں کے زرد کر لینے اور کندھوں کے جھکا لینے، اولیاء کرام کے واقعات زبان پر سجا لینے اور تسبیح و تہلیل کے ساتھ انگلیوں کے متحرک کرنے سے حاصل نہیں ہوتا، یہ مقام، مولا تعالیٰ کو سچے دل سے طلب کرنے، دنیا سے بے نیاز ہو جانے، مخلوق کو دل سے نکال دینے اور اپنے مولا کے ماسوا سے الگ تھلگ ہو جانے سے حاصل ہوتا ہے [۲]

عظمتِ صحابہ :

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ چوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سچے تھے اس لیے تمام مال سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر خرچ کر دیا، آپ کے وصف کے ساتھ موصوف اور فقر میں

---

[۱] ایضاً : فتوح الغیب (مع قلائد الجواہر) مقالہ ۵ ص ۹۶-۹۷

[۲] عبدالقادر جیلانی، غوثِ اعظم : الفتح الربانی، ص ۹۰

آپ کے شریک ہو گئے، یہاں تک کہ عبا (جُبّہ) پہن لی اور آپ کے ساتھ ظاہراً اور باطناً، سرّاً اور علانیۃً موافقت اختیار کر لی [۱]

صحابۂ کرام کے ورع و تقویٰ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ستر قسم کے مباح اس خوف سے ترک کر دیتے تھے کہ کہیں گناہ میں واقع نہ ہو جائیں اور امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حلال کے دس حصوں میں سے نو حصوں کو اس لیے چھوڑ دیتے تھے کہ کہیں حرام میں واقع نہ ہو جائیں، انہوں نے اس احتیاط کے پیشِ نظر ایسا کیا کہ حرام کا ارتکاب تو کجا اس کے قریب سے بھی گزر نہ ہو [۲]

مقامِ ولایت :

جو شخص اللہ تعالیٰ اور اولیاءِ کرام کے حق میں حسنِ ظن نہیں رکھتا، ان کی بارگاہ میں تواضع اور انکساری اختیار نہیں کرتا حالاں کہ وہ رؤساء اور امراء ہیں، ان کے سامنے تیری کیا حیثیت ہے ؟ اللہ تعالیٰ نے حل و عقد کا سلسلہ ان سے وابستہ کر دیا ہے، انہی کی بدولت آسمان بارش برساتا ہے اور زمین سبزہ اگاتی ہے۔ تمام مخلوق ان کی رعایا ہے، ان میں سے ہر ایک پہاڑ کی طرح ثابت قدم ہے جسے آفات و بلیات کی آندھیاں اپنی جگہ سے ہلا نہیں سکتیں۔ وہ اپنے نفوس یا دوسروں کے طالب ہو کر مقامِ توحید اور اپنے مولا کی رضا سے نہیں ہٹتے [۳]

تکوین :

بندہ جب مقامِ توحید و اخلاص پر فائز ہو جاتا ہے تو بعض اوقات اشیاء اس کے لیے پیدا کی جاتی ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی تکوین میں داخل ہو جاتا ہے اور بعض اوقات تکوین اس کے سپرد کر دی جاتی ہے۔ اب یہ تکوین (باذن اللہ) خود اس کے لیے ہوتی ہے، جو شخص جنت میں داخل ہو گا وہ جس کے لیے کہے گا کُن (ہو جا) تو وہ ہو جائے گی لیکن عظمتِ شان آج کی تکوین میں ہے نہ کہ کل کی تکوین میں [۴]

---

[۱] ایضاً : ص ۹۷

[۲] ایضاً : فتوح الغیب (برحاشیہ قلائد) مقالہ ۳۵ ص ۹-۶۸

[۳] ایضاً : الفتح الربانی، مجلس ۱۴ ص ۵۱

[۴] عبد القادر جیلانی، غوثِ اعظم : الفتح الربانی مجلس ۶۲ ص ۲۳۹

اولیاء کرام کی بے ادبی :

اے اللہ تعالیٰ اور اس کے خواص سے جاہل ! ان کی غیبت کا ذائقہ نہ چکھ کیوں کہ وہ زہر قاتل ہے ، خبردار ، خبردار ! زینہار ! زینہار ! ان کی برائی کے درپے نہ ہو کیوں کہ ان کے بارے میں غیرت کی جاتی ہے [1]

جب کوئی مشکل پیش آجائے :

اگر تجھے کوئی مشکل درپیش ہو اور تو صالح اور منافق میں فرق نہ کر سکے تو رات کو اٹھ کر دو رکعت نماز ادا کر اور اس کے بعد یہ دُعا مانگ ،

اے اللہ ! اپنی مخلوق میں سے صالحین تک میری راہنمائی فرما ، اس شخصیت کی طرف میری راہنمائی فرما جو مجھے تیری راہ دکھائے ، تیرا طعام مجھے کھلائے ، تیرا مشروب مجھے پلائے ، تیرے قرب کے نور کا سرمہ میری آنکھوں میں لگائے اور تقلید کے طور پر نہیں بلکہ کھلم کھلا جو کچھ دیکھے مجھے بتا دے [2]

تبلیغِ دین کا معاوضہ :

میں تمام زندگی اولیاء کرام کے بارے میں حسنِ ظن رکھتا رہا ہوں اور ان کی خدمت کرتا رہا ہوں ، اس چیز نے مجھے فائدہ دیا ، میں تم سے نصیحت اور خطاب کا معاوضہ نہیں چاہتا ، میرے خطاب کا معاوضہ یہ ہے کہ اس پر عمل کرو [3]

میں تجھے نصیحت کرتا ہوں ، نہ تو تیری تلوار سے ڈرتا ہوں اور نہ ہی تیرے سونے کا طلب گار ہوں [4]

علماء اور اولیاء سے بغض :

پہلے لوگ دین اور دلوں کے اطباء ، اولیاء اور صالحین کی تلاش میں مشرق و مغرب کا چکر لگاتے تھے ، جب انہیں

---

[1] ایضاً : مجلس ۲۴ ص ۸۵

[2] ایضاً : مجلس ۲۶ ص ۹۳

[3] عبدالقادر جیلانی ، غوثِ اعظم : الفتح الربانی مجلس ۴۲ ص ۱۳۷

[4] ایضاً : مجلس ۳۹ ص ۱۲۷

ان میں سے کوئی مل جاتا تو اس سے اپنے دین کی دوا طلب کرتے تھے، اور آج تم فقہار، علما اور اولیاء سے بغض رکھتے ہو جو ادب اور علم سکھاتے ہیں، نتیجہ یہ ہے کہ تم دوا حاصل نہیں کر پاتے [۱]

علماءِ سوء :

تم ان علمار کی صحبت اختیار نہ کرو جو اپنے علم پر عمل نہیں کرتے ان کی صحبت تمہارے لیے نحوست کا باعث ہو گی [۲]

تو احوالِ باطنہ کو نہیں پہچانتا تو ان میں کلام کیوں کرتا ہے ؛ تجھے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل نہیں تو اس کی طرف کیوں بلاتا ہے، تو صرف اس مالدار کو پہچانتا ہے، اس بادشاہ کو پہچانتا ہے، تیرے لیے کوئی رسول و مرسل نہیں ہے تو ورع اور پرہیز کے ساتھ نہیں کھاتا، تو حرام طریقے سے کھاتا ہے۔ دین کے بدلے دنیا کا کھانا حرام ہے، تو منافق ہے دجّال ہے، میں منافقوں کی دو کانوں کا دشمن ہوں، ان کی عقلوں کو تباہ کرنے والا ہوں، میرے کدال اس منافق کا گھر تباہ کر دیں گے اور اس کا ایمان سلب کر لیں گے جس کا وہ دعویدار ہے [۳]

ان لوگوں کی بات نہ سنو جو اپنے نفسوں کو خوش کرتے ہیں، بادشاہوں کے سامنے ذلت اختیار کرتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی نہیں سناتے، اگر سنائیں بھی سہی تو از راہِ منافقت اور تکلف سنائیں گے، اللہ تعالیٰ زمین کو ان سے اور ہر منافق سے پاک فرما دے یا انہیں توبہ کی توفیق دے اور اپنے دروازے کی جانب ہدایت عطا فرمائے [۴]

مختصر یہ کہ سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شریعت و طریقت کی تعلیمات بے خوف و خطر بیان کیں اور بد مذہب اور فریبی کو راہِ راست کی طرف بلایا، یقیناً وہ خوش بخت لوگ تھے جو حضرت کے ہاتھوں پر تائب ہوئے اور اپنی دنیا و آخرت کے سنوارنے کا انتظام کر گئے

---

[۱] ایضاً : مجلس ۳۹ ص ۱۲۷

[۲] ایضاً ، مجلس ۱۴ ص ۵۱

[۳] ایضاً ، مجلس ۶۲ ص ۲۴۴

[۴] عبدالقادر جیلانی، غوثِ اعظم : الفتح الربانی مجلس ۶۲ ص ۲۴۵

محی الدین :

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ ۵۱۱ھ میں جمعہ کے روز سیاحت سے برہنہ پا بغداد واپس آرہا تھا، میرا گزر ایک مریض کے پاس سے ہوا جس کا رنگ بدلا ہوا تھا اور جسم کمزور تھا، اس نے مجھے کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا عَبْدَ الْقَادِرِ : میں نے اسے سلام کا جواب دیا، اس نے مجھے قریب بلا کر کہا کہ مجھے بٹھا دو، میں نے اسے بٹھایا تو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اس کا جسم صحت مند ہوگیا، رنگ نکھر گیا اور حالت سدھر گئی، اس نے کہا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا نہیں، اس نے کہا میں دین ہوں، میں موت کے کنارے پہنچ چکا تھا تمہاری بدولت اللہ تعالیٰ نے مجھے زندگی عطا فرما دی ہے، اس سے رخصت ہو کر جامع مسجد پہنچا تو ایک شخص نے یا سیدی محی الدین کہتے ہوئے اپنے جوتے مجھے پیش کر دیے، پھر کیا تھا ہر طرف سے لوگ دوڑتے ہوئے آتے اور یا محی الدین کہتے ہوئے میرے ہاتھوں کو بوسہ دینے لگے [۱]

اخلاق وعادات

خوفِ خدا :

ایمان، خوف ورجا کے درمیان ایک کیفیت کا نام ہے، اولیاء کرام پر اللہ تعالیٰ اور آخرت کا خوف اس قدر غالب ہوتا ہے کہ وہ کسی وقت بھی معصیت کی طرف راغب نہیں ہوتے پھر بھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے طلب گار رہتے ہیں، حضرت شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی فرماتے ہیں کہ لوگوں نے شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو حرم کعبہ میں دیکھا کہ کنکریوں پر چہرہ رکھے ہوئے عرض کر رہے تھے :

اے مالک! بخش دے اور اگر میں مستحقِ سزا ہوں تو قیامت کے دن مجھے نابینا اٹھا تاکہ نیکوں کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑے [۲]

---

[۱] محمد بن یحییٰ تاذفی، علامہ : قلائد الجواہر ص ۵۷

[۲] سعدی شیرازی، مصلح الدین : گلستان (شرکت علمیہ، ملتان) باب ۲ ص ۶۷

علامہ اقبال نے یہ دعا کس خوب صورت انداز میں نظم کی ہے:

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر — روزِ محشر عذر ہائے من پذیر
ور حسابم را تو بینی ناگزیر — از نگاہِ مصطفیٰ پنہاں بگیر

اربابِ اقتدار سے استغنار:

اولیاء کرام کا معمول رہا ہے کہ ان کا بارگاہِ خداوندی میں جھکا ہوا سر، سلاطین و ملوک کے سامنے خم نہ ہوا اور نہ ہی تخت و تاج کے ساتھ وابستگی ان کے لیے سرمایۂ افتخار رہی، سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں حضرت خضر کا بیان ہے کہ میں تیرہ سال شیخ کی خدمت میں حاضر رہا، میں نے نہیں دیکھا کہ وہ کسی بڑے آدمی کے لیے کھڑے ہوئے ہوں یا بادشاہ کے دروازے پر گئے ہوں یا بساطِ شاہی پر بیٹھے ہوں، ایک دفعہ کے علاوہ بادشاہ کا کھانا کبھی تناول نہ فرمایا، شاہانِ وقت اور امراء کے نرم اور گداز بستروں پر بیٹھنے کو ایسی سزا قرار دیتے تھے جو انسان کو دنیا ہی میں دے دی گئی ہو۔ بادشاہ، وزیر اور دیگر ارکانِ سلطنت حاضر ہوتے تو آپ پہلے ہی اُٹھ کر گھر تشریف لے جاتے۔ جب وہ لوگ آکر بیٹھ جاتے تو آپ تشریف لاتے، اس طریقِ کار کا مقصد یہ تھا کہ کھڑے ہو کر ان کا استقبال نہ کرنا پڑے۔ ان سے گفتگو کے دوران آپ کا لب و لہجہ سخت ہوتا اور مؤثر انداز میں انہیں نصیحت فرماتے، وہ عجز و انکسار کا پیکر بنے آپ کے سامنے حاضر رہتے [1]۔

ایک دفعہ خلیفۂ وقت مستنجد باللہ ابوالمظفر یوسف ملاقات کے لیے آیا، سلام کیا اور درخواست کی کہ مجھے کچھ نصیحت فرمائیں اور ساتھ ہی دراہم و دنانیر کی دس تھیلیاں پیش کیں جنہیں دس خادم اٹھائے ہوئے تھے، آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا، خلیفہ کے اصرار پر دو تھیلیاں ہاتھوں میں لے کر دبائیں تو ان میں سے خون ٹپکنے لگا، آپ نے فرمایا:

اے ابوالمظفر! تمہیں اللہ تعالیٰ سے حیا نہیں آتی کہ لوگوں کا خون چوس کر لاتے ہو اور مجھے پیش کرتے ہو،

خلیفہ یہ دیکھ کر بے ہوش ہو گیا، حضرت شیخ نے فرمایا:

خدا کی قسم! اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تعلق کا پاس نہ ہوتا تو یہ خون بہتا ہوا خلیفہ کے محل تک پہنچ جاتا [2]۔

---

[1] محمد بن یحییٰ تاذفی، علامہ: قلائد الجواہر ص ۲۰-۱۹

[2] محمد بن یحییٰ تاذفی، علامہ: قلائد الجواہر ص ۳۰

حضرت شیخ بر عمر منبر سلاطین اور خلفاء و امراء کو کارِ خیر کا حکم دیتے اُور بُرے کاموں سے منع فرماتے، ظالموں کے والی بنانے پر بلا خوف لومۃ لائم انکار فرماتے، جب خلیفۂ وقت مقتفی لامر اللہ نے ابوالوفا یحییٰ بن سعید المعروف بہ ابن مزاحم ظالم کو قاضی مقرر کیا، تو آپ نے بر سرِ منبر خلیفہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

تو نے ایک ظالم ترین شخص کو قاضی مقرر کر دیا ہے، کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین کو کیا جواب دے گا؟

خلیفہ کانپ گیا اور اس کی آنکھوں سے سیل اشک رواں ہو گیا اور اسی وقت قاضی مذکور کو معزول کر دیا[1]
خلیفۂ وقت کو خط لکھتے تو اس انداز میں:

عبدالقادر تمہیں یہ حکم دیتا ہے، اس کا حکم تم پر جاری اور اس کی اطاعت تم پر واجب ہے وہ تیرا مقتدا اور تجھ پر حجت ہے۔

خلیفہ کو مکتوب گرامی ملتا تو کھڑے ہو کر اسے بوسہ دیتا[2]

غریب نوازی:

اس عظمت و جلالت کے باوجود کوئی بچہ بھی درخواست کرتا تو حضرت شیخ اس کی بات توجہ سے سُنتے، بڑے کی عزت کرتے، سلام کہنے میں ابتدا کرتے ضعیفوں اور فقیروں کی مجلس میں بیٹھتے، کبھی کسی معصیت کار اور مال دار کے لیے کھڑے نہ ہوتے[3]
جب کوئی شخص ہدیہ پیش کرتا تو اسے فرماتے کہ جائے نماز کے نیچے رکھ دو، خود اسے ہاتھ نہ لگاتے، جب خادم آتا تو اسے فرماتے کہ جائے نماز کے نیچے جو کچھ ہے لے جاؤ اور نانبائی اور سبزی فروش کو دے آؤ، جب کبھی خلیفہ بہ طور ہدیہ خلعت بھجواتا تو فرماتے کہ ابوالفتح آٹے والے کو دے آؤ، اس سے علماء و فقہاء اور مہمانوں کے لیے آٹا قرض منگوایا کرتے تھے[4]
حضرت شیخ عبدالرزاق قادری فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد کی شہرت دور دور تک پھیل گئی تو اس کے بعد صرف ایک

---

[1] ایضاً: ص ۶

[2] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق: زبدۃ الاسرار ص ۵۴

[3] ایضاً: ص ۹۰

[4] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق: زبدۃ الاسرار ص ۹۲

مرتبہ حج گیا، واپسی پر مقامِ حلّہ میں اترے تو فرمایا اس جگہ سب سے غریب گھرانہ تلاش کرو، ویرانے میں ایک خیمہ ملا جس میں ایک بوڑھا، ایک بڑھیا اور ان کی بچی رہائش پذیر تھی، حضرت شیخ نے ان کی اجازت سے اسی جگہ قیام فرمایا، حلّہ کے رؤسا و امرائ نے حاضر ہو کر درخواست کی کہ ہمارے ہاں قیام فرمائیں، مگر آپ نے منظور نہ فرمائی، عقیدت مند جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انواع و اقسام کے کھانے، جانور اور سونا چاندی کے نذرانے پیش کیے، حضرت شیخ نے سب کچھ اس بوڑھے کو عنایت فرما دیا اور خود صبح کے وقت وہاں سے روانہ ہو گئے [1]

ایک پریشان حال فقیر نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں دریا پار کرنا چاہتا تھا لیکن میری ناداری کے سبب ملاح نے مجھے لے جانے سے انکار کر دیا، اتنے میں کسی عقیدت مند نے تیس دینار کی ایک تھیلی لا کر پیش کی۔ حضرت شیخ نے اس فقیر کو دے دی اور فرمایا ملاح کو دے دو اور اس سے کہو کہ آیندہ کسی فقیر کو مایوس نہ کرے اور اپنی قمیص بھی اتار کر اسے دے دی جو بیس دینار میں فروخت ہو گئی [2]

رزقِ حلال :

صوفیائے کرام باطن کی صفائی کے لیے صدقِ مقال اور رزقِ حلال کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔ حضرت شیخ نے حلال و طیب گندم ایک کاشتکار کو دی ہوئی تھی جسے وہ ہر سال کاشت کرتا، آپ کے بعض معتقدین اسے پیستے اور اس میں سے ہر روز چار پانچ روٹیاں پکا کر شام کے وقت پیش کر دیتے۔ شیخ کچھ اپنے لیے رکھ لیتے اور باقی حاضرین میں تقسیم فرما دیتے [3]

حضرت شیخ فرماتے ہیں میں نے تمام اعمال کی چھان بین کی مگر ان میں کھانا کھلانے سے افضل اور حسنِ اخلاق سے زیادہ شرافت والا کوئی عمل نہ پایا۔ یہ بھی فرماتے کہ میرے ہاتھ میں سوراخ ہے اگر ہزار دینار بھی میرے پاس آجائیں تو وہ ایک رات بھی میرے پاس نہیں رہیں گے [4]

معمولاتِ شب :

(محمد بن) ابو الفتح ہروی کہتے ہیں کہ میں نے چالیس سال حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت کی اس عرصہ

---

[1] ایضاً : ص ۲-۹۱

[2] ایضاً : ص ۹۳

[3] ایضاً : ص ۹۳

[4] محمد بن یحییٰ تاذفی، علامہ : قلائد الجواہر ص ۸

میں آپ عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا فرماتے، اگر کبھی وضو ٹوٹ جاتا تو اسی وقت وضو کرتے اور دو رکعت نماز ادا کرتے، عشاء کی نماز پڑھ کر خلوت خانہ میں چلے جاتے، کسی دوسرے کو وہاں جانے کی اجازت نہ ہوتی اور فجر سے پہلے باہر تشریف نہ لاتے کئی دفعہ ایسا ہوا کہ خلیفۂ وقت ملاقات کے لیے حاضر ہوا لیکن فجر سے پہلے ملاقات نہ کر سکا [1]

ان ہی کا بیان ہے کہ مجھے چند راتیں آپ کے ساتھ گزارنے کا اتفاق ہوا، رات کے کچھ ابتدائی حصہ میں نماز پڑھتے پھر ذکر کرتے یہاں تک کہ رات کا پہلا تہائی حصہ گزر جاتا، پھر کھڑے ہو کر نوافل ادا کرتے یہاں تک کہ رات کا دوسرا تہائی حصہ گزر جاتا، آپ کا سجدہ طویل ہوتا، پھر طلوعِ فجر کے قریب تک مراقبہ کرتے [2]

عفو اور درگزر :

حضرت شیخ حسنِ اخلاق میں اپنی مثال آپ تھے، آپ کی مجلس میں حاضر ہونے والا یہی سمجھتا کہ آپ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ میری عزت افزائی کی جاتی ہے، آپ اپنے احباب کی خطاؤں سے درگزر فرماتے اور جو شخص قسم کھا کر کچھ عرض کرتا اس کی بات تسلیم کر لیتے اور اپنے علم کا اظہار نہ فرماتے۔

ایک دن خادم سے بہت ہی قیمتی چینی آئینہ ٹوٹ گیا، اس نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا

از قضا آئینۂ چینی شکست

آپ نے پورے اطمینان کے ساتھ مسکراتے ہوئے فرمایا :

خوب شد سامانِ خود بینی شکست [3]

حدودِ الٰہیہ کا تحفظ :

حضرت شیخ کسی سائل کو محروم نہ فرماتے اگرچہ زیب تن کیا ہوا کپڑا ہی اتار کر کیوں نہ دینا پڑتا، اپنی ذات کے لیے کسی پر ناراض نہ ہوتے لیکن اللہ تعالیٰ کی قائم فرمائی ہوئی حدود کی خلاف ورزی قطعاً برداشت نہ کرتے اس وقت آپ کا

---

[1] ایضاً : ص ۷۶

[2] علی بن یوسف الشطنوفی، امام : بہجۃ الاسرار ص ۸۵

[3] محمد ضیاء اللہ قادری، مولانا ، سیرت غوث الثقلین (قادری کتب خانہ، سیالکوٹ) ص ۱۴۰

قہر و غضب اپنے عروج کو پہنچ جاتا [۱]

حفظ مراتب :

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ کوئی امتی خواہ وہ کتنا ہی باکمال کیوں نہ ہو مقامِ انبیاء کو نہیں پا سکتا۔ اس سے آگے بڑھنا تو دور کی بات ہے، ایک شخص زہد و طاعت اور کرامت و عبادت میں مشہورِ زمانہ تھے انہوں نے کہیں کہہ دیا کہ :

میں اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت یونس بن متّٰی سے آگے بڑھ گیا ہوں

یہ بات حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کی گئی، اس وقت آپ تکیہ لگائے ہوئے تشریف فرما تھے، آپ کا چہرۂ انور شدتِ غضب سے تمتما اٹھا، آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور تکیہ اٹھا کر اپنے سامنے دے مارا اور فرمایا: میں نے اس کے دل پر وار کیا ہے،، حاضرین دوڑتے ہوئے اس شخص کے پاس پہنچے، دیکھا کہ وہ فوت ہو چکا ہے حالانکہ وہ اس سے پہلے تندرست اور توانا تھا۔

بعد میں انہیں خواب میں عمدہ حالت میں دیکھا گیا، پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا، اور حضرت شیخ عبدالقادر نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میری سفارش کی اور حضرت یونس علیہ السلام سے مجھے اس بات کی معافی دلوا دی، الشیخ کی برکت سے مجھے بڑی خیر ملی ہے [۲]

بزرگانِ دین کا ادب و احترام وجہ سعادت اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ ہے۔ طالب علمی کے دور میں حضرت شیخ اپنے دو ساتھیوں کے ہمراہ ایک بزرگ کی زیارت کے لیے گئے جن کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ مقامِ غوثیت پر فائز ہیں، راستے میں ایک ساتھی ابن السقا نے کہا کہ میں ان سے ایک مسئلہ دریافت کروں گا جس کا وہ جواب نہیں دے سکیں گے، دوسرے ساتھی عبداللہ شامی نے کہا میں ان سے ایک مسئلہ دریافت کروں گا، دیکھیے وہ کیا جواب دیتے ہیں، حضرت شیخ نے فرمایا: خدا کی پناہ! میں ان سے کوئی سوال نہیں کروں گا، میں تو ان کی زیارت کی برکت حاصل کرنے کے لیے جا رہا ہوں۔

جب اس بزرگ کے پاس پہنچے تو انہوں نے ابن السقا کی طرف ناراضگی سے دیکھتے ہوئے فرمایا: اے ابن سقا! تجھ پر افسوس، تو مجھ سے ایک ایسا مسئلہ پوچھنا چاہتا ہے جس کا جواب مجھے معلوم نہیں، وہ مسئلہ یہ ہے اور اس کا جواب

---

۱ عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق : زبدۃ الاسرار ص ۹۵

۲ محمد یحییٰ تاذفی، علامہ : قلائد الجواہر ص ۲۱

یہ ہے، میں دیکھ رہا ہوں کہ آتش کفر کے شعلے تیرے بدن کو چاٹ رہے ہیں، پھر عبداللہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: تم مجھ سے ایک مسئلہ پوچھ کر دیکھنا چاہتے ہو کہ میں کیا جواب دیتا ہوں، تمہارا سوال یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے، تو نے میری بے ادبی کی ہے، میں تمہیں کانوں تک دنیا میں دھنسا ہوا دیکھ رہا ہوں۔

پھر حضرت شیخ کی طرف متوجہ ہوئے، انہیں اپنے پاس بٹھایا، عزت افزائی کی اور فرمایا:

اے عبدالقادر: تم نے ادب ملحوظ رکھ کر اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو راضی کر لیا ہے، میں دیکھ رہا ہوں کہ تم بغداد میں بر سرِ منبر کہہ رہے ہو "قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ"، اور یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ اس وقت کے تمام اولیاء تمہارے احترام میں سرنگوں ہیں [1]

زیارتِ مزارات:

حیاتِ ظاہرہ کے ساتھ اس دنیا میں تشریف فرما بزرگوں کی خدمت میں حاضری کی طرح بعض اوقات بزرگوں کے مزارات پر بھی حاضری دیتے، حضرت امام احمد بن حنبل [2]، حضرت معروف کرخی [3]، حضرت حماد دباس [4] اور دیگر بزرگوں کے مزارات پر حاضر ہونے کا تذکرہ کتب میں ملتا ہے۔

کشف و کرامات

اولیاء کرام کی کرامات برحق ہیں یہی اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے، معتزلہ عقل پرستی میں اتنا آگے بڑھ گئے کہ کرامت کا انکار ہی کر بیٹھے، جب کہ دوسری طرف عامۃ الناس کرامتوں کے اس قدر گرویدہ ہوئے کہ انہوں نے کرامات کا تذکرہ ہی مقصد زندگی اور حاصل حیات سمجھ لیا، حالاں کہ کرامت، اللہ تعالیٰ کا وہ انعام ہے جو اپنے خاص بندوں کو اتباعِ شریعت، تزکیۂ نفس، اخلاص، للّٰہیت اور دینی خدمات کے صلے میں عطا فرماتا ہے، پھر اولیاء کرام کا مقصد بھی ان کرامات کا حاصل

---

[1] عبدالرحمٰن جامی، مولانا: نفحات الانس، فارسی (دستیم پریس، لاہور) ص ۳۵۴-۳۵۳

[2] محمد بن یحییٰ تاذفی، علامہ: قلائد الجواہر ص ۷۰

[3] ایضاً: ص ۳۹

[4] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق: زبدۃ الاسرار ص ۸۷

کرنا نہیں ہوتا وہ تو اپنے عقائد، اعمال، اخلاق اور احوال، اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے سانچے میں ڈھالنے کو حاصل زندگی قرار دیتے ہیں۔

شیخ بقا ابن بطو فرماتے ہیں:

شیخ عبدالقادر رحمہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ قول وفعل کا اتحاد نفس اور قلب کی یگانگت، اخلاص وتسلیم کا باہمی ربط استوار کرنا، ہر تصور، ہر لحظہ، ہر سانس اور تمام واردات واحوال میں کتاب وسنت کو حاکم بنانا اور اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس سے تعلق ہے [۱]

لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ انسان بزرگانِ دین کے نقش قدم پر چلتا ہوا دینِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام پر عمل پیرا ہو اس کا ہر قدم رضائے الٰہی کے لیے اُٹھے اور ہر عمل میزانِ شریعت پر جائز اور مستحسن قرار پائے یہی معراج انسانیت ہے اور یہی بزرگانِ دین کی محبت وعقیدت کا صحیح طریقہ ہے۔

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولایت، عظمت اور دینی خدمات کا ایک جہان معترف ہے آپ کی کرامات کا اعتراف ان لوگوں نے بھی کیا ہے جو متشدد دین میں شمار ہوتے ہیں۔

ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

سیدنا عبدالقادر جیلانی کی کرامات کی کثرت پر مورخین کا اتفاق ہے، شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام اور امام ابن تیمیہ کا قول ہے کہ شیخ کی کرامات حد تواتر کو پہنچ گئی ہیں، ان میں سب سے بڑی کرامت مردہ دلوں کی مسیحائی تھی، اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب کی توجہ اور زبان کی تاثیر سے لاکھوں انسانوں کو نئی ایمانی زندگی عطا فرمائی آپ کا وجود اسلام کے لیے ایک بادبہاری تھا جس نے دلوں کے قبرستان میں نئی جان ڈال دی اور عالمِ اسلام میں ایمان و روحانیت کی ایک نئی لہر پیدا کر دی [۲]

شیخ الحرمین امام عبداللہ یافعی فرماتے ہیں کہ آپ کے مناقب اور فضائل جلیلہ گنتی سے باہر ہیں، شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

یہ کلام بلاشبہ حق ہے کیوں کہ آپ پیدائشی ولی ہیں، ابتدا ہی سے خوارق آپ سے ظاہر ہوتے رہے، آپ نے نوے سال کی عمر شریف پائی اور اس عرصہ میں آپ سے بکثرت کرامات کا

---

[۱] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق: زبدۃ الاسرار ص ۴۸

[۲] ابوالحسن علی ندوی: تاریخ دعوت وعزیمت ج ۱ ص ۲۵۸

ظہور ہوا،

شیخ ابو سعید احمد بن ابی بکر حریمی اور شیخ ابو عمر و عثمان صریفینی فرماتے ہیں:

آپ کی کرامات موتیوں کی لڑیوں کی طرح تھیں کہ ایک کے بعد دوسری ظاہر ہوتی، اگر کوئی حاضر ہونے والا ہر روز متعدد کرامات شمار کرنا چاہتا تو شمار کر لیتا۔

اندازہ کیجیے نوے سال کی عمر میں آپ سے کتنی کرامات صادر ہوئی ہوں گی، یہ تو خوارق کا تذکرہ ہے، آپ کے علمی عملی فضائل، اور ابتداء و انتہاء کے افعال، اخلاق اور احوال الگ ہیں، لہٰذا شک وشبہ کے بغیر کہا جا سکتا ہے کہ آپ کی کرامات اور فضائل کا اندازہ تو کیا جا سکتا ہے یقینی طور پر ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا [1]

رفعت مقام:

یہ واقعہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت شان پر دال ہے کہ آپ نے پچاس سے زائد اکابر مشائخ عراق کی موجودگی میں کرسئی خطابت پر جلوہ افروز ہوتے ہوئے فرمایا:

قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ كُلِّ وَلِیِّ اللّٰهِ

میرا یہ قدم اللہ تعالیٰ کے ہر ولی کی گردن پر ہے

یہ فرمان سنتے ہی تمام اولیاء کرام نے اپنی گردنیں جھکا دیں، [2]

دنیا بھر میں پھیلے ہوئے تین سو تیرہ اجلہ اولیاء نے اپنی اپنی جگہ اپنے سر جھکا دیے جن میں سے حرمین شریفین میں سترہ عراق میں ساٹھ، عجم میں چالیس، شام میں تیس، مصر میں بیس، مغرب میں ستائیس، مشرق میں تئیس، حبشہ میں گیارہ، سدِ یاجوج میں سات، وادئ سراندیپ میں سات، کوہ قاف میں سنتالیس اور سمندری جزیروں میں چوبیس حضرات [3] تھے

حضرت شیخ عدی بن مسافر سے اس قول کا مطلب پوچھا گیا کہ ہر زمانے میں فرد ہوتا ہے؟ فرمایا: ہاں، لیکن شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ کسی کو یہ بات کہنے کا حکم نہیں دیا گیا، ان سے پوچھا گیا کہ انہیں اس کا حکم دیا گیا تھا؟ فرمایا: ہاں، اسی لیے تو تمام اولیاء کرام نے اپنے سر خم کر دیے تھے [4]

---

[1] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق: زبدۃ الاسرار ص ۴-۳

[2] علی بن یوسف شطنوفی، امام: بہجۃ الاسرار ص ۸

[3] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق: زبدۃ الاسرار ص ۱۲

[4] محمد بن یحییٰ تاذفی، علامہ: قلائد الجواہر ص ۲۲

گردنیں جھک گئیں، سر بچھ گئے، دل ٹوٹ گئے
کشف ساق کہاں؟ یہ تو قدم تھا تیرا[1]

علامہ تاذفی فرماتے ہیں کہ بقول بعض حضرات قدم کا حقیقی معنیٰ مراد نہیں ہے بلکہ مجازی معنیٰ مراد ہے، قدم کا استعمال مجازی طور پر طریقہ کے معنیٰ میں ہوتا ہے، مطلب یہ ہوا کہ میرا طریقہ قرب اور کشادگی کے اعتبار سے حالتِ انتہا میں اعلیٰ ترین طریقہ ہے[2]۔

سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کے جلیل القدر فاضل مولانا فقیر اللہ علوی شکارپوری نے اپنے ایک مکتوب میں اس بارے میں اختلاف نقل کیا ہے کہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قدم مبارک صرف اس زمانہ کے اولیاء کی گردن پر ہے یا تمام اولیاء کی گردن پر، پھر طویل گفتگو کے بعد فرماتے ہیں:

گزشتہ تفصیل سے تم نے جان لیا ہوگا کہ حضرت غوث الثقلین قدس سرہ کا مقام تمام اولیاء سے بلند ہے اور یہ حقیقت اولیاء عظام کے کشفِ صحیح سے ثابت ہے، اربابِ کشف کی عدالت اور مختلف مقامات سے تعلق رکھنے کے علاوہ ان کی تعداد اتنی ہے کہ عقل ان کے جھوٹ پر متفق ہونے کو تسلیم نہیں کرتی، اس حقیقت کا انکار محض اس لیے کیا جاتا ہے کہ عقل کی اس تک رسائی نہیں ہوتی، حضرت شیخ کی بارگاہ میں بے ادبی سے خدا کی پناہ[3]

پھر ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

حضرت شیخ قدس سرہٗ کا ارشاد قدمی ہذہٖ الخ ان لوگوں کو شامل ہے جن کی رسائی بارگاہِ حق تعالیٰ میں قرب ولایت کے راستے سے ہو، صحابۂ کرام کی بارگاہِ الٰہی تک رسائی قرب نبوت کی راہ سے ہوئی ہے لہٰذا یہ ارشاد انہیں شامل نہیں ہے۔[3]

حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمان کے بارے میں متقدمین اور متاخرین اولیاء کرام کے ارشادات دیکھنا ہوں تو بہجۃ الاسرار، امام شطنوفی، قلائد الجواہر، علامہ تاذفی اور زبدۃ الاسرار، محدث دہلوی کا مطالعہ کیا جائے۔

چند دیگر کرامات:

معروف کتابوں میں سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جن کرامات کا تذکرہ ہے ان کے احاطہ کے لیے طویل دفتر

[1] احمد رضا بریلوی، امام: حدائق بخشش (مع ادبی جائزہ) ص ۲۳۹

[2] محمد بن یحییٰ تاذفی، علامہ: قلائد الجواہر ص ۲۳

[3] فقیر اللہ علوی شکارپوری، علامہ: مکتوبات شاہ فقیر اللہ علوی (سٹیم پریس، لاہور) مکتوب ۱۹ ص ۲۱

درکار ہے۔ ذیل میں چند کرامات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

* ایک عورت بارگاہِ غوثیت میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوئی کہ آپ مرغ تناول فرما رہے ہیں اور میرا بیٹا جو کی روٹی کھا رہا ہے، آپ نے اپنا دستِ اقدس مرغی کی ہڈیوں پر رکھا اور فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھڑی ہو جا جس کی شان بوسیدہ ہڈیوں کو حیاتِ نو عطا فرماتا ہے

مرغی اسی وقت زندہ ہو گئی اور شور مچانے لگی۔ آپ نے فرمایا جب تیرا بیٹا اس مقام کو پہنچ جائے تو جو چاہے کھائے[1] (ابھی یہ دور اس کے مجاہدہ و ریاضت کا ہے)

* ایک دفعہ دریائے دجلہ میں ایسی طغیانی آئی کہ بغداد کے غرق ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا، لوگ حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ایک چھڑی ہاتھ میں لی اور دریا کے کنارے جا کر ایک جگہ گاڑ دی اور فرمایا یہاں تک، اسی وقت پانی کم ہو گیا[2]

* روافض کی ایک جماعت دو بڑے بڑے سربند ٹوکرے لائی، اور کہا ہمیں بتائیے ان میں کیا ہے؟ حضرت شیخ کرسی سے نیچے اترے اور فرمایا اس میں ایک اپاہج بچہ ہے پھر اپنے صاحبزادے حضرت عبدالرزاق کو اس کے کھولنے کا حکم دیا، جو بچہ برآمد ہوا اسے حکم دیا کہ کھڑا ہو جا وہ اُٹھ کھڑا ہوا اور بھاگنے لگا، دوسرے ٹوکرے کے بارے میں فرمایا کہ اس میں تندرست بچہ ہے، اس میں سے بچہ نکل کر بھاگنے لگا تو اسے فرمایا بیٹھ جا، وہ وہیں بیٹھ گیا اور چلنے کے قابل نہ رہا، اسی وقت پوری جماعت رفض تائب ہو گئی[3]

* ابوالحسن المعروف ابن سطنطنہ بغدادی کہتے ہیں میں حضرت شیخ کے پاس پڑھا کرتا تھا اور رات کا اکثر حصہ اس خیال سے بیدار رہتا کہ شاید میرے متعلق کوئی خدمت ہو۔ ماہِ صفر ۵۵۳ھ کی ایک رات حضرت شیخ گھر سے باہر تشریف

---

[1] ا: علی بن یوسف شطنوفی، امام: بہجۃ الاسرار ص ٦٥
ب: محمد بن یحییٰ تاذفی، علامہ: قلائد الجواہر ص ٣٧
ج: عبدالرحمٰن جامی، مولانا: نفحات الانس (شمیم پریس، لاہور) ص ٣٦١
د: احمد بن حجر المکی الہیتمی، علامہ: فتاوٰی حدیثیہ (مصطفیٰ البابی، مصر) ص ٤١٧
ح: عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق: زبدۃ الاسرار ص ٨-٧٧

[2] محمد بن یحییٰ تاذفی، علامہ: قلائد الجواہر ص ٢٦

[3] علی بن یوسف شطنوفی، امام: بہجۃ الاسرار ص ٦٣
ب، عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی، علامہ: الحاوی للفتاوی (بیروت) ج ٢ ص ٢٥٣

لائے، میں بھی پیچھے پیچھے چل دیا، آپ بغداد سے باہر تشریف لائے کچھ دیر چلنے کے بعد مجھے محسوس ہوا کہ ہم کسی نامعلوم شہر میں پہنچ گئے ہیں۔ آپ ایک مسافر خانہ میں تشریف لے گئے یہاں چھ افراد موجود تھے۔ انہوں نے سلام عرض کیا ایک طرف سے کچھ دیر رونے کی آواز آتی رہی پھر بند ہو گئی، ایک شخص کسی کو اٹھائے ہوئے باہر چلا گیا، اور ایک دوسرا شخص ننگے سر حاضر ہوا جس کی مونچھوں کے بال بڑھے ہوئے تھے، آپ نے اسے کلمہ طیبہ پڑھایا، مونچھوں کے بال درست کیے، ٹوپی پہنائی اور اس کا نام محمد رکھا، اور دوسرے افراد کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: یہ میت کا بدل ہے۔

واپسی بھی اسی طرح ہوئی، دوسرے دن میں نے تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر پوچھ ہی لیا کہ وہ کونسی جگہ تھی؟ اور وہ لوگ کون تھے؟ فرمایا کہ وہ شہر نہاوند تھا، وہ چھ افراد ابدال اور نجباء تھے، رونے والا ان کا ساتھی تھا، میں اس کی وفات پر وہاں پہنچا تھا، میت کو اٹھا کر لے جانے والے ابو العباس خضر علیہ السلام تھے وہ اسے کفن دفن کے لیے لے گئے تھے، اور جسے میں نے کلمہ پڑھایا وہ قسطنطنیہ کا عیسائی تھا۔ مجھے حکم دیا گیا تھا کہ اسے وفات پانے والے کا قائم مقام بنا دیا جائے [1]

مولوی اشرف علی تھانوی کہتے ہیں،

میں نے حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے خود اس سے زیادہ عجیب ایک حکایت سُنی ہے جس میں توجیہ کی بھی ضرورت ہے، اور کوئی بیان کرتا تو شاید یقین ہونا بھی مشکل ہوتا اور بہت ممکن تھا کہ میں سن کر رد کر دیتا وہ یہ کہ ایک دھوبی کا انتقال ہوا، جب دفن کر چکے تو منکر نکیر نے آکر سوال کیا مَنْ رَّبُّكَ؟ مَا دِيْنُكَ؟ مَنْ هٰذَا الرَّجُلُ؟ وہ جواب میں کہتا کہ مجھ کو کچھ خبر نہیں میں تو حضرت غوث اعظم کا دھوبی ہوں۔

اور فی الحقیقت یہ جواب اپنے ایمان کا اجمالی بیان تھا کہ میں ان کا ہم عقیدہ ہوں جو ان کا خدا وہ میرا خدا، جو ان کا دین وہ میرا دین۔ اسی پر اس دھوبی کی نجات ہو گئی، باقی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا ایمان بھی اجمالی ہی تھا، محض تعبیر اجمالی تھی [2]

---

[1] محمد بن یحییٰ تاذفی، علامہ: قلائد الجواہر ص ۳۱

[2] اشرف علی تھانوی: افاضات یومیہ (مطبوعہ ملتان) ج ۲ ص ۹۱

٭ کلماتِ تحسین اور خراجِ عقیدت :

حضرت شیخ ابو سعید قیلوی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو العباس خضر علیہ السلام کو کثرت سے سرکارِ بغداد کی مجلس میں دیکھا اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا :

مَنْ اَرَادَ الْفَلَاحَ فَعَلَیْہِ بِمُلَازَمَۃِ ھٰذَا الْمَجْلِسِ

جو شخص کامرانی چاہتا ہے وہ اس مجلس کو لازم پکڑے ۔[1]

٭ سیدنا غوث اعظم جوانی کے ایام میں حضرت تاج العارفین ابو الوفا کی زیارت کے لیے جاتے تو وہ خود بھی کھڑے ہو جاتے اور حاضرین کو بھی فرماتے اللہ تعالیٰ کے ولی کے لیے کھڑے ہو جاؤ ، ایک دن فرمایا :

اے عبد القادر ! جب تمہارا وقت آئے تو ان سفید بالوں کو یاد رکھنا اور داڑھی کی طرف اشارہ کیا ،

اے عبد القادر ! ہر مرغ آواز نکالے گا اور چپ ہو جائے گا اور تمہارا مرغ روزِ قیامت تک نواسنج رہے گا ۔

جب کئی دفعہ ایسا ہوا تو ان کے اصحاب نے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا :

جب اس جوان کا وقت آئے گا تو خاص و عام اس کے محتاج ہوں گے ، گویا میں انہیں برسرِ مجلس یہ قولِ حق کہتے ہوئے سُن رہا ہوں ۔

قَدَمِیْ ھٰذِہٖ عَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ

اور اولیاء ان کے آگے گردنیں جھکا دیں گے ، تم میں سے جو شخص اس وقت کو پائے تو وہ ان کی خدمت کو لازم پکڑے ۔[2]

٭ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی فرماتے ہیں :

شیخ عبد القادر ، طریقِ معرفت کے سلطان اور بالتحقیق متصرف فی الوجود تھے ، اللہ تعالیٰ نے

---

[1] عبد الحق محدث دہلوی ، شیخ محقق : زبدۃ الاسرار ص ۵۹

[2] ایضاً : ص ۷

انہیں تصرف اور پیہم کرامات میں وسیع دستِ قدرت عطا فرمایا تھا [۱]

• حضرت خواجہ بندہ نواز سید محمد گیسو دراز قدس سرہ لطائف الغرائب میں اپنے شیخ سے روایت کرتے ہیں خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ اس وقت مجاہد تھے اور خراسان کے ایک پہاڑ پر مصروف مجاہدہ، جب انہوں نے حضرت غوث کا یہ فرمان سنا تو فوراً تعمیل کرتے ہوتے اپنا سر زمین پر رکھ دیا اور فرمایا: بَلْ عَلیٰ رَأْسِی بلکہ میرے سر پر، حضرت غوث نے اس وقت اپنی مجلس میں اولیاء کے جم غفیر کے سامنے فرمایا: غیاث الدین سنجری کے بیٹے نے فوراً سر جھکا دیا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو راضی کر دیا، اور اپنے حسنِ ادب اور تواضع کے سبب ممالکِ ہند کا والی بنے گا، چنانچہ اسی طرح ہوا جس طرح غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا [۲]

• حضرت خواجہ بہاء الحق والدین، شاہ نقشبند قدس سرہٗ سے حضرت غوث الثقلین قدس سرہٗ کے ارشاد قَدَمِیْ هٰذِهٖ الخ کے متعلق پوچھا گیا کہ یہ آپ کے زمانۂ مبارک کے ساتھ خاص ہے یا تمام زمانوں کو شامل ہے؟ انہوں نے فرمایا:

آپ کی زبان مبارک سے تخصیص معلوم نہیں ہوتی [۳]

حضرت شاہ نقشبند قدس سرہٗ کو اسم ذات کا نقش، سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توجہ سے حاصل ہوا، حضرت شاہِ نقشبند نے حضرت سید امیر کلال سے اسم ذات کا سبق حاصل کیا، کوشش یہ کی کہ اسمِ ذات دل میں نقش ہو جائے، مگر قلق و اضطراب اور انقباض کا سامنا کرنا پڑا، آبادی کو چھوڑ کر جنگل کا رُخ کیا، ایک دن حضرت خضر سے ملاقات ہوئی، انہوں نے فرمایا، بارگاہِ غوثیت میں التجا کرو، ان کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق التجا کی تو خواب میں حضرت غوث الثقلین کی زیارت ہوئی، انہوں نے اسمِ ذات کی تلقین کی اور دائیں ہاتھ کی انگلیوں سے اشارہ کیا، حضرت خواجہ نقشبند فرماتے ہیں:

میں نے اسی وقت اسم ذات کا نقش اپنے ظاہر و باطن میں اس حد تک دیکھا کہ جس چیز پر نظر ڈالتا وہی نقش دکھائی دیتا اور میری بصارت و بصیرت میں وہی نقش رچ بس گیا میں نے کمخواب اور اس کی بنائی کو دیکھا تو مجھے اس کے نقش و نگار میں بھی اسمِ ذات دکھائی دیا۔

---

[۱] ایضاً: ص ۴

[۲] فقیر اللہ علوی شکارپوری، مولانا علامہ: مکتوبات، مکتوب ۴۹ ص ۲۰۸

[۳] ایضاً: ص ۲۰۹

اسی لیے آپ کی شہرت نقشبند کے لقب سے ہو گئی [1]

* مؤرخ اسلام حافظ ذہبی فرماتے ہیں :

شیخ عبدالقادر بن ابو صالح عبد اللہ بن جنگی دوست ابو محمد جیلی ، زاہد ، شیخ العصر ، مقتدائے عارفین ، صاحب مقامات و کرامات ، حنابلہ کے مدرس ، محی الدین ، وعظ اور لوگوں کے خیالات پر گفتگو کرنے کی سبقت آپ پر ختم ہو گئی . . . . . . شیخ موفق (ابن قدامہ) کہتے ہیں کہ ہم آپ کے مدرسہ میں ایک مہینہ نو دن ٹھہرے ، پھر آپ کا وصال ہو گیا ، اور ہم نے آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کی ، ان کا بیان ہے کہ میں نے ان سے زیادہ کسی کی کرامات کا تذکرہ نہیں سُنا ، اور نہ ہی دیکھا کہ دین کی بنا پر ان سے زیادہ کسی کی تعظیم کی جاتی ہو [2]

* امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں

جب نوبت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ تک پہنچی تو یہ منصب ان کے سپرد ہو گیا ، بارہ اماموں اور حضرت شیخ کے درمیان اس مرکز پر کوئی دوسرا دکھائی نہیں دیتا ، اس راہ میں اقطاب و نجبار کو جو فیوض و برکات پہنچتے ہیں وہ آپ ہی کے واسطے سے معلوم ہوتے ہیں ، کیوں کہ یہ مرکز ان کے علاوہ کسی دوسرے کو میسر نہیں ہوا ، اسی لیے آپ نے فرمایا ہے :

اَفَلَتْ شُمُوْسُ الْاَوَّلِیْنَ وَشَمْسُنَا
اَبَدًا عَلٰی اُفُقِ الْعُلٰی لَا تَغْرُبُ

متقدمین کے سورج غروب ہو گئے اور ہمارا سورج ہمیشہ بلندیوں کے افق پر درخشاں رہے گا اور کبھی غروب نہ ہو گا .

سورج سے مراد ، فیضان ہدایت و ارشاد کا آفتاب ہے اور غروب ہونے سے مراد اس فیضان کا منقطع ہو جانا ہے .

جو معاملہ متقدمین سے متعلق تھا حضرت شیخ کے تشریف لانے پر ان سے متعلق ہو گیا ، اور آپ رشد و ہدایت کے حصول کا واسطہ بن گئے ، جیسے کہ آپ سے پہلے متقدمین تھے ، نیز جب تک فیض کا واسطہ ہونا برقرار ہے اس وقت تک آپ کا وسیلہ ضروری ہے [3]

---

[1] ایضاً : مکتوب ۴۹ ص ۲۰۹

[2] ذہبی ، حافظ ، مؤرخ اسلام : العبر فی خبر من غبر (کویت) ج ۱۰ ص ۶ - ۱۷۵

[3] احمد سرہندی ، شیخ مجدد الف ثانی : مکتوبات (مکتبہ ایشیق ، ترکی) دفتر دوم ص ۵۸۵

پھر ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں :

مجدد الف ثانی اس مقام میں حضرت شیخ کا قائم مقام ہے اور حضرت شیخ کا نائب ہونے کے اعتبار سے یہ معاملہ اس سے متعلق ہے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ چاند کا نور سورج کے نور سے مستفاد ہے [1]

❖ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں :

اولیائے امت اور اصحاب طرق میں سے ، راہِ جذب کی تکمیل کے بعد جو اس نسبت (اولیسیہ) کی اصل کی طرف مضبوط اور مستحکم ترین طریقہ پر مائل ہوئے ہیں اور اس جگہ پوری طرح ثابت قدم ہوئے ہیں حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی ہیں اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ اپنی قبر میں زندوں کی طرح تصرف کرتے ہیں [2]

دوسری جگہ فرماتے ہیں :

حضرت غوث اعظم کی اصل نسبت ، نسبتِ اولیسیہ ہے جو نسبت سکینہ کی برکات کے ساتھ مخلوط ہے مطلب یہ ہے کہ یہ شخص عالمِ بالا کے نفوسِ فلکیہ اور ارواحِ کاملین کی محبت کے ضمن میں اس نقطے کی مراد اور محبوب بن جاتا ہے جو شخص اکبر میں ذاتِ الٰہیہ کے مقابل ہے ، اس محبت کی راہ سے اس پر تجلیاتِ الٰہیہ میں سے ایک تجلی وارد ہوتی ہے جو تخلیق ، تدبیر اور قرب کے درمیان جامع ہے اور بے انتہا انس اور برکت حاصل ہوتی ہے ، اس صورت میں اس کمال کا ارادہ اور اس کی طرف توجہ کی گئی ہو یا نہ ، گویا یہ ایک ایسا امر ہے جو اس کے ارادہ کے بغیر ظاہر ہو جاتا ہے ، اسی لیے حضرت غوثِ اعظم فخر اور بڑائی کے کلمات سے گویا ہوئے ہیں اور ان سے تسخیرِ عالم ظاہر ہوئی ہے [3]

ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں :

اشغالِ طریقت اور نبیٔ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک صحبتِ متصلہ کے حاصل کرنے میں طریقۂ نقشبندیہ میری سند میں قوی ترین ہے اور نسبت باطن میں میری اقتدا طریقۂ جیلانیہ (قادریہ) سے ہے کیوں کہ طریقۂ نقشبندیہ میں اصل اللہ تعالیٰ کے تصور کی حفاظت ہے ، ہر انسان کی عقل میں اس ذاتِ اقدس کی طرف اشارہ واقع ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی صورت اجمالیہ ذہنیہ ہے ، یہ حضرات اس کو واسطہ بناتے ہیں

---

[1] ایضاً ، دفتر دوم ص ۵۸۵

[2] ولی اللہ محدث دہلوی ، شاہ : ہمعات (اکادیمیۃ الشاہ ولی اللہ دہلوی ، حیدرآباد) ص ۶۱

[3] ایضاً : ص ۶۴-۶۳

تاکہ اس پر مداومت کریں اور جس وقت چاہیں اس سے حقیقۃ الحقائق کی طرف منتقل ہوں۔

طریقۂ جیلانیہ (قادریہ) میں اصل، روح اور سِر کی تہذیب ہے، جب یہ مہذب ہو جائیں تو جس وقت ان کو استعمال کریں تجلیٔ اعظم کی معرفت حاصل ہو جائے گی [1]

شاہ اسمٰعیل دہلوی، اپنے پیر سید احمد بریلوی کے لیے نسبتِ قادریہ اور نقشبندیہ کے حصول کا پس منظر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جناب حضرت غوث الثقلین اور جناب حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کی روحیں ان کی طرف متوجہ ہوئیں، اور ایک ماہ تک ان میں اختلاف رہا، ہر ایک امام کا تقاضا تھا کہ سید صاحب کو مکمل طور پر اپنی طرف کھینچ لیں، پھر دونوں حضرات نے ایک پہر تک سید صاحب کے نفسِ نفیس پر قوی اور زور آور توجہ دی یہاں تک کہ اس ایک پہر میں دونوں نسبتیں حاصل ہو گئیں [2] (ملخصاً)

قطع نظر اس سے کہ حقیقت واقعہ کیا ہے؟ اس عبارت میں سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوث الثقلین (انسانوں اور جنوں کے فریاد رس) اور وصال سے کئی صدیاں بعد زور آور توجہ دینا اور نسبتِ قادریہ کا فیضان فرمانا تسلیم کیا گیا ہے۔

- حضرت شاہ فقیر اللہ نقشبندی فرماتے ہیں:

گزشتہ تفصیل سے تمہیں طریقہ عالیہ قادریہ کی دوسرے تمام طرق پر اور اس سلسلے کے تبعین کی باقی تمام سلاسل کے متبعین پر فضیلت معلوم ہو گئی، کیوں کہ تابع کی فضیلت متبوع کی فضیلت کے سبب ہے ..... اس جگہ سے ظاہر ہو گیا کہ طریقہ عالیہ قادریہ کے مرید کو مرشدِ قادری کے ہوتے ہوئے دوسرے سلاسل سے استفادہ نہ کرنا چاہیے کیوں کہ دوسرے سلاسل کے بزرگ، حضرت غوث الثقلین کے توسط سے استفادہ کرتے ہیں اور اول و آخر میں آپ ہی کے واسطے سے کشادِ کار پاتے ہیں اگرچہ اقطابِ وقت اور نجبارِ زمانہ ہی کیوں نہ ہوں، لہٰذا دیگر سلاسل والے اگر سلسلۂ عالیہ قادریہ سے استفادہ کریں تو ان کے حق میں زیادہ فیض کا سبب ہوگا [3]

- امام احمد رضا قادری بریلوی فرماتے ہیں:

سورج اگلوں کے چمکتے تھے چمک کر ڈوبے
افقِ نور پہ ہے مہر ہمیشہ تیرا

---

[1] ایضاً: کلماتِ طیبات فارسی (مجتبائی، دہلی) ص ۱۶۰

[2] محمد اسمٰعیل دہلوی: صراطِ مستقیم فارسی (مکتبہ سلفیہ، لاہور) ص ۱۶۶

[3] فقیر اللہ علوی شکارپوری، مولانا علامہ: مکتوبات، مکتوب ۴۹ ص ۲۱۱

مُرغ سب بولتے ہیں بول کر چپ رہتے ہیں
ہاں اصیل ایک نوا سنج رہے گا تیرا
کس گلستاں کو نہیں فصلِ بہاری سے نیاز؟
کون سے سلسلہ میں فیض نہ آیا تیرا؟
مزرعِ چشت و بخارا و عراق و اجمیر
کون سے کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا؟
تاجِ فرقِ عُرفا کس کے قدم کو کہیے؟
سَر جسے باج دیں وہ پاؤں ہے کس کا تیرا [۱]

حضرت مولانا تقدس علی خاں رحمہ اللہ تعالٰی شیخ الجامعہ، جامعہ راشدیہ، پیر جو گوٹھ، سندھ نے ایک مرتبہ یہ اشعار عنایت فرمائے

قال بعض الشعراء الحنفية

حَسْبِیْ مِنَ الْخَیْرَاتِ مَا اَعْدَدْتُّہٗ ۱ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فِیْ رِضَی الرَّحْمٰنِ
دِیْنُ النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ خَیْرِ الْوَرٰی ۲ ثُمَّ اعْتِقَادِیْ مَذْھَبَ النُّعْمَانِ

و قال الامام احمد رضا القادری البریلوی قدس سره

وَعَقِیْدَتِیْ وَاِرَادَتِیْ وَمَحَبَّتِیْ ۳ لِلشَّیْخِ عَبْدِ الْقَادِرِ الْجِیْلَانِیْ

وقال حجۃ الاسلام فضیلۃ الشیخ حامد رضا البریلوی قدس سره

وَتَشَبُّثِیْ بِذُیُوْلِ عَبْدِ الْمُصْطَفٰی ۴ اَحْمَدْ رِضَا خَاں رَحْمَۃِ الرَّحْمَانِ
وَتَوَسُّلِیْ وَتَوَدُّدِیْ وَاِرَادَتِیْ ۵ بِاَبِی الْحُسَیْنِ اَحْمَدَ النُّوْرَانِیْ

ترجمہ: ـــــــــ ایک حنفی شاعر نے کہا

۱۔ مَیں نے قیامت کے دن اللہ تعالٰی کی رضا کے لیے جو نیکیاں تیار کر رکھی ہیں ان میں سے میرے لیے کافی ہے۔

۲۔ (۱) تمام مخلوق سے افضل، نبی اکرم حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دین

[۱] احمد رضا بریلوی، امام : حدائق بخشش (مع ادبی جائزہ) ص ۹ - ۲۳۸

(۲) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان ابن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب سے وابستگی۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے فرمایا

۳۔ (۳) محبوب سبحانی حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی عقیدت، ارادت اور محبت۔

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں قدس سرہ نے فرمایا

۴۔ (۴) اللہ تعالیٰ کی رحمت، عبدا لمصطفےٰ احمد رضا خاں کے دامن سے تعلق۔

۵۔ (۵) اور حضرت ابوالحسین شاہ احمد نوری کا وسیلہ اور ان کی محبت و ارادت۔

تصانیف مبارکہ :

محبوب سبحانی حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ کی گراں قدر تصنیف عالیہ کے اسمار کتب تذکرہ میں درج ذیل بیان کیے گئے ہیں، چند تصانیف کی تفصیل بعد میں پیش کی جائے گی۔

۱۔ الفتح الربانی والفیض الرحمانی :

۲۔ الغنیۃ لطالبی طریق الحق (غنیۃ الطالبین)

۳۔ سر الاسرار و منظہر الانوار فی مایحتاج الیہ الابرار

۴۔ جلاء الخاطر فی الباطن والظاہر [۲]

۵۔ آداب السلوک والتوصل الی منازل الملوک [۱]

۶۔ فتوح الغیب

۷۔ تحفۃ المتقین وسبیل العارفین

۸۔ حزب الرجاء والانتہاء

---

[۱] عمر رضا کحالہ : معجم المؤلفین (مکتبۃ المثنیٰ، بیروت) ج ۵ ص ۳۰۷

[۲] حال ہی سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ۴۵ مواعظ کا ایک مجموعہ "جلاء الخواطر" کے نام سے مکتبہ نبویہ، لاہور نے پہلی مرتبہ شائع کیا ہے، جس کا ترجمہ ڈاکٹر محمد عبد الکریم طلعی نے کیا ہے ۱۲ قادری

۹۔ الرسالۃ الغوثیہ

۱۰۔ الفیوضات الربانیہ فی الاوراد القادریۃ

۱۱۔ الکبریت الاحمر فی الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۲۔ مراتب الوجود

۱۳۔ معراج لطیف المعانی

۱۴۔ یواقیت الحکم[1]

سرکیس نے معجم المطبوعات میں ایک اور تصنیف بشائر الخیرات کا ذکر کیا ہے جس میں درود پاک کے مختلف صیغے اور کلمات جمع کر دیے گئے ہیں غالباً یہ وہی کتاب ہے جس کا ذکر الکبریت الاحمر کے نام سے اس سے پہلے کیا جا چکا ہے[2]

الفتح الربانی، سیدنا غوث اعظم کے باسٹھ مواعظ اور ملفوظات کا مجموعہ ہے جن میں سے اکثر مختصر اور بعض طویل ہیں اس کتاب کے اسلوب کا تذکرہ اور اس کے اقتباسات گزشتہ صفحات میں پیش کیے جا چکے ہیں۔

یہ بابرکت کتاب ۱۲۸۱ھ اور ۱۳۰۲ء میں قاہرہ میں طبع ہوئی[3] اس وقت دار المعرفۃ، بیروت کا عربی نسخہ مطبوعہ ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء پیش نظر ہے۔ اسی کے اقتباسات کا اردو ترجمہ گزشتہ صفحات میں دیا گیا ہے، اس کے متعدد اردو تراجم چھپ چکے ہیں، فرید بک سٹال، لاہور کے منتظمین کی خوش بختی ہے کہ انہوں نے اس کا عربی متن مع اردو ترجمہ شائع کر دیا ہے یہ ترجمہ اہل سنت کے جلیل القدر عالم مولانا محمد ابراہیم قادری بدایونی نے کیا تھا،

فتوح الغیب، سیدنا غوث اعظم قدس سرہٗ کے اٹھتر مقالات پر مشتمل ہے، استانبول میں ۱۲۸۱ھ میں طبع ہوئی[4] شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی نے فارسی میں اس کا ترجمہ اور شرح کی جو مطبع منشی نولکشور، لکھنؤ سے ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۱ء میں طبع ہوئی، اردو میں متعدد تراجم چھپ چکے ہیں، سید محمد فاروق القادری کا ترجمہ مکتبۃ المعارف، لاہور نے اور راجا رشید محمود کا ترجمہ حامد اینڈ کمپنی، لاہور نے شائع کیا۔

۱؎ اسمٰعیل باشا بغدادی: ہدیۃ العارفین (مکتبۃ المثنیٰ، بغداد) ج ۱ ص ۵۹۶

۲؎ عبد النبی کوکب، قاضی علامہ: اردو دائرۃ المعارف (دانشگاہ پنجاب) ج ۱۲ ص ۹۳۲

۳؎ ایضاً: ص ۹۳۲

۴؎ ایضاً: ص ۹۳۲

فتوح الغیب اگر روشن نہ فرمائے
فتوحات و فصوص آفل ہے یا غوث [1]

غنیۃ الطالبین : اس کتاب کا مشہور نام یہی ہے جب کہ خطبہ میں اس کا نام اَلْغُنْیَۃُ لِطَالِبِیْ طَرِیْقِ الْحَقِّ لکھا گیا ہے، ابتدا ر کتاب میں ارکانِ اسلام اور ان سے متعلقہ مسائل بیان کیے گئے ہیں، کتاب الادب میں انفرادی اور اجتماعی زندگی کے شرعی آداب کا بیان ہے، باب معرفۃ الصانع میں ایمان کی حقیقت اور گمراہ فرقوں کا تذکرہ ہے، باب الاتعاظ بمواعظ القرآن میں نفس، روح اور قلب کی تشریح ہے، صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے اجتناب کی تلقین کے بعد سال کے مہینوں اور دنوں میں کی جانے والی عبادات اور تقریبات کے لیے ہدایات درج کی گئی ہیں۔ آخری فصلوں میں مریدین اور مشائخ کے آداب طریقت بتائے ہیں۔ ان ہی فصلوں میں صحبت، فقر، مجاہدہ، توکل، شکر، صبر، رضا اور صدق کے مباحث بھی ملتے ہیں۔ اس کتاب میں شریعت و طریقت کا نچوڑ پیش کرتے ہوئے مسلمانوں میں ایمان کے استحکام اور عمل کے احیار کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔

یہ کتاب دو جلدوں میں بولاق میں ۱۲۸۸ھ اور ۱۳۲۲ھ میں چھپی، مکہ مکرمہ سے ۱۳۱۴ھ میں ایک ایڈیشن شائع ہوا دہلی سے ۱۳۰۰ھ میں یہ کتاب علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی کے بین السطور فارسی ترجمہ اور ان کے صاحبزادے عبداللہ لبیب کے مقدمہ کے ساتھ شائع ہوئی [2] حاشیہ نمبر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے بھی اس کا فارسی ترجمہ کیا تھا اردو میں اس کے متعدد تراجم چھپ چکے ہیں، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی سے جناب شمس بریلوی کا ترجمہ چھپ کر بے پناہ مقبولیت حاصل کر چکا ہے۔ پیشِ نظر ترجمہ مولانا محمد صدیق ہزاروی کی کوشش کا نتیجہ ہے۔

غنیۃ الطالبین، حضرت غوث اعظم کی تصنیف ہے یا نہیں، اس میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے، حافظ ابن کثیر علامہ محمد بن یحییٰ تاذفی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اسے تسلیم کرتے ہیں۔

ابن کثیر لکھتے ہیں :

وَقَدْ صَنَّفَ كِتَابَ الْغُنْيَةِ [3]

علامہ تاذفی فرماتے ہیں :

وَلَهُ كِتَابُ الْغُنْيَةِ لِطَالِبِي طَرِيْقِ الْحَقِّ وَكِتَابُ فُتُوْحِ الْغَيْبِ [4]

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام : حدائق بخشش (مع ادبی جائزہ) ص ۲۴۹
[2] عبدالنبی کوکب قاضی، مولانا علامہ : اردو دائرۂ معارف اسلامیہ (پنجاب یونیورسٹی) ج ۱۲ ص ۹۳۱
[3] ابن کثیر، حافظ : البدایہ والنہایہ (مکتبۃ المعارف، بیروت) ج ۱۲ ص ۲۵۲
[4] محمد بن یحییٰ تاذفی، علامہ : قلائد الجواہر ص ۷

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں :

حضرت غوث اعظم قدس سرہٗ در کتاب غنیۃ الطالبین وضع تعیین کردہ اند [۱]

اسی طرح کحالہ [۲] اور اسمٰعیل باشا بغدادی [۳] نے بھی تسلیم کیا ہے۔

لیکن شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی کسی حد تک انکار کرتے ہیں، غنیۃ الطالبین کے فارسی ترجمہ کی ابتدا میں فرماتے ہیں :

اس کتاب کی نسبت آنجناب کی طرف اگرچہ مشہور ہے لیکن یہ ہرگز ثابت نہیں ہے، یہ خیال کرتے ہوئے کہ شاید اس میں کچھ کلمات آنجناب کے ہوں میں نے ترجمہ کر دیا ہے۔ [۴]

جب کہ علامہ عبدالعزیز پرہاروی ایک حدیث پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

حضرت غوث اعظم عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کی طرف منسوب غنیۃ الطالبین میں اس حدیث کا واقع ہونا تجھے دھوکے میں نہ ڈال دے کیوں کہ یہ نسبت صحیح نہیں ہے اور اس میں موضوع حدیثیں بکثرت وارد ہیں [۵]

حضرت ملا علی قاری کے استاذ علامہ ابن حجر مکی، اللہ تعالیٰ کی جہت اور جسمیت سے تنزیہہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

امام العارفین، قطب الاسلام والمسلمین، استاذ عبدالقادر جیلانی کی تصنیف غنیہ میں جو کچھ مذکور ہے وہ تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے، کیوں کہ یہ بات کسی نے بطور سازش کتاب میں شامل کر دی ہے اور اللہ تعالیٰ اس شخص سے انتقام لے گا، ورنہ حضرت شیخ اس سے بری ہیں، یہ بے بنیاد مسئلہ ان کی طرف کس طرح منسوب کیا جاسکتا ہے جب کہ وہ کتاب وسنت اور فقہ شافعیہ اور حنابلہ میں کامل دسترس رکھتے تھے، اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ظاہری اور باطنی معارف وخوارق سے نوازا تھا اور ان کے احوال تواتر کے ساتھ منقول ہیں [۶]

---

[۱] شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ : ہمعات (حیدر آباد، سندھ) ص ۲۳

[۲] عمر رضا کحالہ : معجم المؤلفین ج ۵ ص ۳۰۷

[۳] اسمٰعیل باشا بغدادی : ہدیۃ العارفین ج ۱ ص ۵۹۶

[۴] محمد برخوردار ملتانی : حاشیہ نبراس (شاہ عبدالحق محدث دہلوی اکیڈمی، بندیال) ص ۵۷۴

[۵] عبدالعزیز پرہاروی، علامہ : نبراس ص ۵۷۴

[۶] احمد بن حجر مکی ہیتمی، علامہ : فتاویٰ حدیثیہ (مصطفی البابی، مصر) ص ۱۴۷

باب معرفۃ الصانع میں مُرجیۂ کے بارہ فرقوں کا ذکر کرتے ہوئے حنفیہ کو بھی ان کا ایک گروہ شمار کیا ہے اور حنفیہ کا تعارف ان الفاظ میں کرایا گیا ہے۔

حنفیہ، وہ ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کے بعض اصحاب ہیں، انہوں نے کہا کہ ایمان نام ہے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان امور کی معرفت اور اقرار کا جو آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں۔ (ترجمہ عربی عبارت)

اس پر فاضل سیالکوٹی نے حاشیہ پر ایک نوٹ لکھا ہے:

حنفیہ کا مُرجیۂ کے فرقوں میں ذکر کرنا اور یہ کہنا کہ ان کے نزدیک ایمان، معرفت اور اقرار کا نام ہے۔ احناف کے مذہب کے خلاف ہے جو ان کی کتابوں میں ثابت ہے۔ ہو سکتا ہے کہ بعض اہلِ بدعت نے احناف کی دشمنی میں یہ عبارت حضرت شیخ قدس سرہٗ کے کلام میں داخل کر دی ہو۔[۱]

راقم کی رائے یہ ہے کہ اس جگہ مطلقاً احناف کو مرجیۂ میں سے شمار نہیں کیا گیا، بلکہ اس جگہ وہ گروہ مراد ہے جو عقائد میں مرجیۂ سے اور فروع میں حنفیہ سے تعلق رکھتا تھا جیسے کہ "بعض اصحاب ہیں" کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے، جیسے کہ اکثر معتزلہ بھی فقہی مسائل میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے پیروکار تھے۔

قصیدۂ غوثیہ:

حضرت محبوب سبحانی قدس سرہ بعض اوقات شعر و سخن کے ذریعے بھی اظہارِ خیال فرماتے تھے، اس سلسلے میں قصیدۂ غوثیہ کو بے حد شہرت حاصل ہوئی، مشائخ کرام اسے بطور ورد پڑھتے اور اس کی برکتیں حاصل کرتے رہے ہیں۔ یہ قصیدہ بہجۃ الاسرار مطبوعہ ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۲ء، مطبع مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر کے حاشیہ ص ۲ - ۲۳ پر چھپا ہوا ہے، اور اس سے پہلے اس کے فوائد و برکات کا ذکر کیا گیا ہے، نیز یہ کہ عوام اسے قصیدہ غوثیہ کے نام سے اور خواص قصیدہ خمریہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں؛

درجِ ذیل فوائد کا ذکر کیا گیا ہے۔

۱۔ یہ قصیدہ حضرت شیخ نے حالت جذبہ اور استغراق میں لکھا ہے جو شخص ہر روز گیارہ مرتبہ پڑھے وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول اور مخلوق کے نزدیک محبوب ہوگا۔

---

[۱] عبدالنبی کوکب قاضی، علامہ: اردو دائرۃ المعارف ج ۱۲ ص ۹۳۲

۲۔ جو اسے اپنا وِرد بنا لے اس کا حافظہ مضبوط ہو جائے گا جو پڑھے سنے یاد رہے گا۔
۳۔ جو شخص اسے پڑھے اگرچہ عربی نہ ہو، عربی سمجھنے کی لیاقت میں اضافہ ہو۔
۴۔ جو شخص کسی حاجت کے لیے چالیس دن پڑھے، اللہ تعالیٰ کے اذن سے چالیس دن سے پہلے اس کی حاجت پوری ہو جائے۔
۵۔ جو شخص اس قصیدہ مبارکہ کو اپنے پاس رکھے اور ہر دن تین بار پڑھے یا دوسرے سے سنے اور ہر صبح حسنِ عقیدت کے ساتھ اس کی زیارت کرے ان شاء اللہ تعالیٰ خواب میں حضرت غوث الثقلین کی زیارت اور ہمکلامی سے مشرف ہو اور امراء و ملوک کے سامنے محترم ہو۔
۶۔ جس نیت سے پڑھے وہ مراد حاصل ہو لیکن شرط یہ ہے کہ اعتقاد صحیح ہو اور پڑھنے سے پہلے سورۂ فاتحہ کا ثواب بارگاہِ غوثیت میں پیش کرے۔ بعدازاں نبئ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تین بار یہ درود پاک پیش کرے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَّعْدَنِ الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ مَنْبَعِ الْحِلْمِ وَالْکَرَمِ وَ بَارِکْ وَسَلِّمْ [1]

بعض لوگ اس قصیدہ مبارکہ کی نسبت سیدنا غوثِ اعظم کی طرف کرنے میں تامل دکھائی دیتے ہیں، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

> سرکار عالم مدار قادریت ..... کی طرف قصیدۂ مبارکہ لامیہ احمریہ غوثیہ کی نسبت بیشک استفاضہ و شہرت رکھتی ہے، مدت سے مشائخ اس کا وظیفہ کرتے اور اجازتیں دیتے اور ہزاروں خاص و عام اسی نسبت جلیلہ سے اس کا نام لیتے ہیں۔
> مولانا محمد فاضل کلانوری رحمۃ اللہ علیہ معاصر سید علامہ سیدی احمد حموی صاحب غمز العیون والبصائر شرح الاشباہ والنظائر نے اس کی شرح مسمّٰی بہ رموز خمریہ لکھی اور اس میں ہر لفظ و معنی سے اس قصیدہ کے کلام پاک حضور فرزند صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ فعلیہ وبارک وسلم ہونے کی شہادت دی۔
> سیدی (شاہ) ابوالمعالی محمد مسلمی قدس سرہٗ جنہیں شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی نے آخر رسالہ صلوٰۃ الاسرار میں علمائے سلسلۂ طیبہ علیہ عالیہ قادریہ سے شمار کیا، اپنی کتاب مستطاب تحفۂ قادریہ میں فرماتے ہیں:

---

[1] حاشیہ بہجۃ الاسرار، مطبوعہ مصطفیٰ البابی، مصر ص ۳۰ - ۲۲۹

باب یازدہم آنچہ از احوال خود فرمودہ اند، نقل است از شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارہا می فرمود در مدرسۂ خود ہر ولی بر قدم نبی است و من بر قدم جدّ خودم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و بر داشت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قدمے مگر آنکہ نہادم قدم خود بر آں موضع، مگر درا قدامِ نبوت کہ راہ نیست در آں غیر نبی را، در اشعار شریف خود نیز ایں مضمونِ لطیف را بیان فرمودہ اند ۔

وَكُلُّ وَلِيٍّ لَهُ قَدَمٌ وَّاِنِّيْ
عَلٰى قَدَمِ النَّبِيِّ بَدْرِ الْكَمَالِ (انتہیٰ)

اسی طرح کتب مشائخ میں بہت جگہ اس کا نشان ملے گا [1]

بعض لوگ کہتے ہیں کہ قصیدۂ غوثیہ میں بڑے بڑے دعوے کیے گئے ہیں اس لیے یہ سیدنا غوث اعظم کا نہیں ہو سکتا ذیل میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا ایک اقتباس نقل کیا جاتا ہے ممکن ہے کسی کے لیے وجہ تسکین بن جائے ۔ فرماتے ہیں :

حضرت غوث الاعظم کی اصل نسبت، نسبت اویسیہ ہے جو نسبتِ سکینہ کی برکات کے ساتھ مخلوط ہے، مطلب یہ کہ یہ شخص، ذاتِ الٰہیہ کے مقابل شخص اکبر میں پائے جانے والے نقطہ کا نفوس فلکیہ، ملأ اعلیٰ اور ارواح کاملین کی محبت کے ضمن میں محبوب اور مراد بن جاتا ہے، اور اس محبت کی راہ سے تجلیات الٰہیہ میں سے ایک تجلّی اس پر وارد ہوتی ہے جو تخلیق، ابداع، تدبیر اور تدلّی کی جامع ہے، اور بے انتہا انس اور برکت ظاہر ہوتی ہے، خواہ اس کمال کا ارادہ اور اس کی طرف توجہ کی گئی ہو یا نہ، گویا یہ منظم سلسلہ اس کے ارادہ کے بغیر ظاہر ہوتا ہے اسی لیے حضرت غوث اعظم نے فخر اور بڑائی کے کلمات فرمائے ہیں [2]

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، سیدی زرّوق رحمہ اللہ تعالیٰ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

قصیدۂ جیلانیہ (غوثیہ) کی طرز پر ان کا ایک قصیدہ ہے [3]

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام : الزمزمۃ القمریۃ (حزب الاحناف، لاہور) ص ۴

[2] موسیٰ پاک شہید، سید جمال الدین ابو الحسن شیخ : تیسیر الشاغلین (مطبع صدیقی، فیروز پور ۱۳۰۹ھ) ص ۱۰۵

[3] ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ : ہمعات (حیدرآباد، سندھ) ص ۸۳

[4] عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ : بستان المحدثین فارسی اردو (ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی) ص ۳۲۲

جناب محترم حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے الجواہر المضیہ فی شرح القصیدۃ الغوثیہ کے مقدمہ میں قصیدہ غوثیہ کی اٹھارہ شروح اور تراجم کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے، جن میں سے پانچ شروح کے شارحین کے نام معلوم نہیں باقی حضرات کے اسماء یہ ہیں:

۱۔ علامہ شیخ فضل اللہ روزبہان مصنف "سلک السلوک" (م ۹۲۷ھ) شارح
۲۔ فاضل اجل مولانا مولوی محمد فاضل کلانوری (سالِ تصنیف ۱۱۰۸ھ)
۳۔ حافظ رانجھا برخوردار، مترجم پنجابی
۴۔ حضرت ابوالفرح فاضل الدین بٹالوی، شارح
۵۔ فخر المحدثین سید شاہ محمد غوث قادری (م ۱۱۵۲ھ)
۶۔ محمد بن ملا پیر محمد شیرازی، شارح (نوشتہ ۱۲۹۹ھ)
۷۔ مولانا غلام رسول، ساکن ٹانڈا ضلع ہوشیارپور، شارح
۸۔ امام احمد رضا بریلوی مترجم و شارح، فارسی نظم
۹۔ سید ظہیر الدین عرف سید احمد نبیسۂ حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی، ان کے اہتمام سے قصیدہ غوثیہ مترجم اردو، قصیدہ بردہ کے ساتھ طبع ہوا،
۱۰۔ مولانا خواجہ احمد حسین خاں امروہوی شارح (م ۱۳۶۱ھ) خلیفۂ امام احمد رضا بریلوی
۱۱۔ مولانا محمد اعظم قادری نوشاہی، میروال ضلع شیخوپورہ، شارح
۱۲۔ مولانا محمد نظام الدین ملتانی، شارح
۱۳۔ حاجی شمس الدین شایق ایزدی، عرف شمس الہند صوفی معنوی لاہوری (۱۹۳۶ء) [۱]

اس کے علاوہ حضرت علامہ مولانا عبدالمالک کھوڑوی نے الجواہر المضیہ فی شرح القصیدۃ الغوثیہ لکھی جس پر محترم حکیم محمد موسیٰ امرتسری کا گراں قدر مقدمہ ہے۔ اسی طرح مولانا علامہ وکیل احمد سکندرپوری نے اردو میں شرح لکھی [۲] حال ہی میں جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے دو طالب علموں قاری محمد یٰسین اور حافظ امتیاز الحسن قادری نے قصیدہ غوثیہ، منظوم پنجابی ترجمہ کے ساتھ شائع کیا ہے مترجم کا نام معلوم نہ ہوسکا۔

بعض لوگ اس قصیدہ کو سیدنا غوثِ اعظم کا نتیجۂ فکر ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں مولانا عبدالمالک کھوڑوی نے اس

---

[۱] محمد موسیٰ امرتسری، حکیم: مقدمۃ الجواہر المضیہ (نوری بک ڈپو، لاہور) ص ۶-۳۰
[۲] احمد رضا بریلوی، امام: الزمزمۃ القمریۃ ص ۳-۲

پہلو پر تفصیلی گفت گو کی ہے وہ فرماتے ہیں ؛

کسی امر کے ثابت کرنے کے لیے منجملہ دلائل کے ایک دلیل تواتر کی ہے ، قصیدہ غوثیہ علی التواتر حضرت شیخ محی الدین ابو محمد عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز سے منسوب ہے ، تمام ممالک میں مسلمانانِ عقیدت منداس کا وظیفہ کرتے ہیں اور میں نے عربوں کو بھی دیکھا ہے کہ وہ حلقۂ تلقین میں اس کے ورد سے محظوظ ہوتے ہیں اور ہر زمانہ میں اس قصیدہ شریفہ کے یُمن سے صلحاء اور زہاد مستفیض ہوتے رہے ہیں پس اس تواتر کی موجودگی میں اس سے انکار ہدایت کا انکار ہے ۔

وَلَیْسَ یَصِحُّ فِی الْاَعْیَانِ شَیْءٌ
اِذَا احْتَاجَ النَّهَارُ اِلٰی دَلِیْلٍ

اگر دن کا اثبات بھی محتاج دلیل ہو تو پھر حقائق میں سے کوئی حقیقت بھی ثابت نہیں ہو سکتی ۔ نیز جو تاثیرات اس کے وظیفہ سے عقیدت کیشان و مخلصان کے دل پر ظاہر ہوتی ہیں وہ یقینی شہادت اس امر کی ہیں کہ یہ قصیدہ بلاشک وشبہہ حضرت قدس اللہ سرہٗ کے افادات سے ہے ، شک کے رفع کرنے کے لیے اس کا ورد کرنا چاہیے اس کی تاثیر سے یقین حاصل ہوگا کہ یہ لاریب حضرت کا کلام ہے[1]

منکرین اس موقع پر چند شبہات پیش کرتے ہیں ۔

۱۔ اس قصیدہ میں اظہار فخر کیا گیا ہے

مولانا علامہ عبدالمالک کھوڑوی فرماتے ہیں ؛

یہ سوال عدم تدبر کی وجہ سے ہے اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ اگر اظہار واقعہ بارادۂ شکر نعمت ہے تو باتباع آیۃ کریمہ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ اور نیز اولیاء اللہ بعض مطالب کا اس لیے اظہار کرتے ہیں کہ لوگ ایمان لائیں ، اظہار معجزات و کرامات کی یہی غرض ہوتی ہے حضرت کا اپنے مدارج کو ظاہر کرنا اس غرض سے ہے کہ لوگ مطلع ہوں اور ان کے علوم سے فائدہ اٹھائیں [2]

۲ ۔ بعض ایسے امور اپنی طرف منسوب کیے ہیں جو ذات باری تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں ۔ علامہ کھوڑوی لکھتے ہیں ؛

---

[1] محمد عبدالمالک کھوڑوی ، علامہ : الجواہر المضیہ (نوری بک ڈپو ، لاہور) ص ۶۳-۶۴

[2] محمد عبدالمالک کھوڑوی علامہ ؛ الجواہر المضیہ ص ۶۵

یہ سوال کچھ حقیقت نہیں رکھتا، ان تمام امور کے بعد حضرت نے بِقُدْرَةِ الْمَوْلٰی تَعَالٰی کی قید لگائی ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے خدا کے اذن سے ہوتا ہے، پس خوارق کی نسبت خدا کی طرف ہے، نہ حضرت کی طرف [1]

۳- صرف و نحو اور عروض کے اعتبار سے اس قصیدہ پر اعتراضات ہیں۔ علامہ کھوڑوی فرماتے ہیں:

اعتراضاتِ عروض و صرف و نحو جس قدر ہمارے سامنے پیش کیے گئے ہیں ہم نے ہر ایک کا جواب اپنے اپنے محل پر فصحائے عرب کے کلام سے دیا ہے، دراصل یہ اعتراض وہی لوگ کرتے ہیں جن کا دائرہ وسعتِ علم تنگ ہے اور کلام عرب پر پورا پورا عبور نہیں رکھتے [2]

۱۳۰۶ھ/ ۱۸۸۹ء میں حضرت مولانا شاہ محمد ابراہیم قادری حیدرآبادی نے امام احمد رضا بریلوی کو ایک عریضہ ارسال کیا کہ مولانا علامہ وکیل احمد سکندرپوری قصیدہ غوثیہ کی شرح لکھ رہے ہیں اور جو لوگ اس کی عربیت پر معترض ہیں ان کا رد کر رہے ہیں، اس سلسلے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ امام احمد رضا بریلوی نے اس کے جواب میں ایک رسالہ تحریر فرمادیا؛

اَلزَّمْزَمَةُ الْقُمْرِيَّة فِي الذَّبِّ عَنِ الْخَمْرِيَّة

قصیدۂ خمریہ (غوثیہ) کے دفاع میں قمری کا ترانہ

اس رسالۂ مبارکہ میں انہوں نے **دس نکات** تحریر فرمائے کہ اکابر علماء کرام سے بعض اوقات لفظی تسامحات صادر ہو جاتے ہیں جو ان کی **عظمت شان کے خلاف نہیں** ہوتے، آخر میں فرماتے ہیں کہ یہ سب اس تسلیم پر مبنی ہے کہ قصیدۂ مبارکہ میں قوانین عربیہ سے مخالفتیں واقع ہیں۔

مگر ابھی تو ہمیں حضرت معترض کی مزاج پرسی کرنی ہے، ذرا مہربانی فرما کر اپنے اعتراضاتِ تفصیلی سے اطلاع دیں اور اس وقت جواب تفصیلی کے مرتبے میں ہم پر ہمارے آقا کا فیضان دیکھیں ——— ہاں ہاں اصلا نہ شرمائیں، جہاں تک اعتراض خاطر میں آئیں سب ایک ایک کر کے بیان فرمائیں کچھ اٹھا رکھنے کی تکلیف ہرگز نہ اٹھائیں [3]

---

[1] ایضاً : ص ۶۵

[2] ایضاً : ص ۶۳

[3] احمد رضا بریلوی، امام : الزمزمة القمریہ (حزب الاحناف، لاہور) ص ۳۱

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ حالتِ سکر کا کلام ہے، ان پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں؛
رب عزوجل نے حضور (غوث اعظم) کو شطحیاتِ سُکر سے محفوظ رکھا اور حضور کے اقوال وافعال و احوال سب کو احیائے ملّت و اقتضائے سنت کا مرتبہ بخشا، نہیں کہتے جب تک کہلوائے نہ جائیں اور نہیں کرتے جب تک اذن نہ پائیں [۱]

سُکر کے جوش میں جو ہیں وہ تجھے کیا جانیں
خضر کے ہوش سے پوچھے کوئی رتبہ تیرا[۲]

اولادِ امجاد

حضرت غوثِ اعظم کو اللہ تعالیٰ نے دیگر انعامات کی طرح کثرتِ اولاد سے بھی نوازا تھا۔ آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ عبدالرزاق فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد کے ستائیس لڑکے اور بائیس لڑکیاں تھیں۔
امام سہروردی فرماتے ہیں کہ بعض صالحین نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے پوچھا کہ آپ نے نکاح کیوں کیا؟ تو آپ نے فرمایا: میں نے اس وقت تک نکاح نہیں کیا جب تک مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کا حکم نہیں دیا، یہ بھی فرمایا: کہ میں ایک مدت تک نکاح کرنے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن وقت کے مکدر ہونے کے خوف سے جرأت نہیں کرتا تھا، میں نے صبر کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ وقت آگیا، اللہ تعالیٰ نے مجھے چار بیویاں عطا کیں جنہوں نے اپنی خوشی اور رضامندی سے مجھ پر خرچ کیا[۳]
حضرت شیخ کے تمام صاحبزادے علم وعمل، تقویٰ و معرفت میں اپنی مثال آپ تھے۔ چند صاحبزادوں کا ذکر بطور تبرک کیا جاتا ہے۔ حضرت شیخ کی اولاد اور ان کی تفصیل قلائد الجواہر میں ملاحظہ کی جائے۔

شیخ عبدالوہاب:

ولادت: ۵۲۲ھ / ۱۱۲۸ء ـــــ وصال ۵۹۳ھ / ۱۱۹۷ء
والد ماجد اور دیگر علماء سے علم حاصل کیا اور ۵۴۳ھ / ۱۱۴۹ء میں والد گرامی کے مدرسہ میں مدرس مقرر ہوئے

---

[۱] ایضاً ؛ ص ۲۵
[۲] ایضاً : حدائق بخشش (مع ادبی جائزہ) ص ۲۳۹
[۳] عمر سہروردی، شہاب الدین، امام : عوارف المعارف (دار المعرفۃ، بیروت) باب ۲۱ ص ۱۰۶

شیخ عیسیٰ :

سن ولادت معلوم نہ ہوسکا۔ وفات ۵۷۳ھ/ ۱۱۷۸ء

والد ماجد اور ابوالحسن بن ضرما سے استفادہ کیا، پہلے بغداد میں اور والد گرامی کے وصال کے بعد مصر میں درس حدیث، وعظ اور افتار کے فرائض انجام دیے، ان کے مواعظ کو قبولیتِ عامہ حاصل تھی، علم تصوف میں جواہر الاسرار و لطائف الانوار وغیرہ کتب کے مصنف تھے۔

شیخ ابوبکر عبد العزیز :

ولادت ۵۳۲ھ/ ۱۱۳۸ء ــــ وفات ۶۰۲ھ/ ۱۲۰۵ء

والد ماجد کے علاوہ ابن منصور عبدالرحمٰن سے علم حاصل کیا، درس حدیث اور وعظ کے ذریعے دین متین کی خدمت کی متعدد حضرات آپ سے پڑھ کر فارغ ہوئے۔ خوب صورت اور متواضع تھے۔ ۵۸۰ھ/ ۱۱۸۵ء میں عسقلان کی جنگ میں شرکت کے بعد جبال چلے گئے اور وہیں وصال ہوا۔

شیخ عبد الجبار :

۵۷۵ھ/ ۱۱۸۰ء میں جوانی کے عالم میں وصال ہوا

والد ماجد، ابومسعود اور قزاز وغیرھم سے استفادہ کیا، طریق صوفیار پر گامزن تھے، اہل دل کی ہمنشینی میں رہتے آپ کا خط بہت عمدہ تھا۔

شیخ عبد الرزاق :

ولادت : ۵۲۸ھ/ ۱۱۳۴ء ــــ وصال ۶۰۳ھ/ ۱۲۰۷ء

والد مکرم اور ابوالحسن ابن ضرما وغیرہما سے علم حاصل کیا، مدرس، محدث، مناظر، مفتی اور خطیب تھے، علمار کی بہت بڑی جماعت نے آپ سے استفادہ کیا۔

شیخ محمد :

وصال ۶۰۰ھ/ ۱۲۰۴ء اپنے دور کے محدث تھے، مقبرۂ حلبہ میں مزار بنایا گیا۔

ان کے علاوہ شیخ عبداللہ ولادت ۵۰۸ھ/ ۵-۱۱۱۴ء وصال ۵۸۹ھ/ ۱۱۹۳ء، حضرت شیخ یحییٰ ولادت ۵۵۰/ ۱۱۵۵ء وصال ۶۰۰ھ/ ۱۲۰۴ء، حضرت غوث اعظم کے سب سے چھوٹے صاحبزادے، اور شیخ موسیٰ ولادت ۵۳۹ھ/ ۱۱۴۴ء وصال ۶۱۸/ ۱۲۲۱ء بھی اپنے دور کے اجلہ علمار، محدثین اور رہبرانِ طریقت میں سے تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

وصال

چالیس سال تک شریعت و طریقت کے دریاؤں سے خلقِ خدا کو فیض یاب فرمانے، دین متین اور مسلک اہل سُنت کا علم لہرانے کے بعد آخر وہ ساعت آپہنچی کہ زمانے کا غوثِ اعظم، قطب الاقطاب، فرد الافراد، الباز الاشہب، حسب وعدۂ الٰہیہ موت کے دروازے سے ہوتا ہوا محبوبِ حقیقی جل مجدہٗ کی بارگاہ میں حاضر ہوگیا۔ علامہ تاذفی نے تاریخِ وصال کے بارے میں دو روایتیں بیان کی ہیں۔

لَيْلَةَ السَّبْتِ ثَامِنَ شَهْرِ رَبِيعِ الْآخِرِ سَنَةَ اِحْدٰى وَّ سِتِّيْنَ وَخَمْسِمِائَةٍ [1]

۸ ربیع الآخر، ہفتہ کی شب ۵۶۱/ ۱۱۶۶ء کو وصال ہوا

دوسری روایت بقول ابن نجار اور محمد ذہبی یہ ہے:

لَيْلَةَ صَبِيْحَتُهَا السَّبْتُ عَاشِرَ رَبِيعِ الْآخِرِ سَنَةَ اِحْدٰى وَّ سِتِّيْنَ وَخَمْسِمِائَةٍ [2]

ہفتہ کی شب دس ربیع الآخر ۵۶۱ھ/ ۱۱۶۶ء

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے بہجۃ الاسرار سے وصال کی تاریخ ۹ ربیع الآخر نقل کی ہے اور فرمایا اس روایت کے اعتبار سے عرس کی تاریخ ۹ ربیع الآخر ہوگی، ہمارے شیخ عبدالوہاب قادری متقی اسی تاریخ کو عرس کیا کرتے تھے، مزید فرماتے ہیں:

ہمارے علاقہ (ہندوستان) میں گیارہ تاریخ کو عرسِ قادری منایا جاتا ہے، یہی ہمارے مشائخ ہند کے نزدیک معروف ہے جو سیدنا غوثِ اعظم کی اولاد میں سے ہیں، اسی طرح ہمارے شیخ سید موسیٰ حسنی، جیلانی نے اورادِ قادریہ سے نقل کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے [3]

راتوں رات حضرت کی تجہیز و تکفین کا اہتمام کیا گیا، آپ کے فرزند ارجمند حضرت شیخ عبدالوہاب نے حضرت

---

[1] محمد بن یحییٰ تاذفی، علامہ : قلائد الجواہر ص ۴۲-۴۲

[2] ایضاً : ص ۱۳۴

[3] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق : ما ثبت من السنۃ (ادارہ نعیمیہ رضویہ، لاہور) ص ۲۲۲

کی اولاد، خلفاء اور تلامذہ کی موجودگی میں نمازِ جنازہ پڑھائی اور مدرسہ قادریہ میں آپ کی آخری آرام گاہ بنائی گئی، ہجوم خلق اس قدر زیادہ تھا کہ مدرسہ کا دروازہ بند کرنا پڑا، صبح جب دروازہ کھولا گیا تو عقیدت مند جوق در جوق حاضر ہونے لگے[1] اور آج تک آپ کا مزارِ پُر انوار مرجع خلائق ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ آپ کے دم قدم سے بغداد مقدس کو چار چاند لگ گئے تو کچھ مبالغہ نہ ہوگا ؎

شہر بغداد است از وے نوبہار　　نائب رحماں خلیفہ کردگار

بر امید لطف سلطاں آمدہ　　من غریبم از بیاباں آمدہ

سراج الہند حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے ملفوظات میں ہے:

گیارہ تاریخ کو بادشاہ اور اکابرین شہر حضرت غوث اعظم کے مزار پر جمع ہو کر قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں، قصائد مدحیہ اور وہ کلام مغرب تک مزامیر کے بغیر پڑھتے ہیں جو حضرت غوث نے غلبۂ حالات میں فرمایا ہے اور شوق انگیز ہے، مغرب کے بعد صاحب سجادہ درمیان میں اور مریدین ان کے ارد گرد بیٹھ جاتے ہیں۔ صاحب حلقہ کھڑے ہو کر ذکر جہر کرتے ہیں اور بعض لوگوں کو وجد ہو جاتا ہے، یا کچھ مناقب پڑھے جاتے ہیں، پھر جو طعام یا شیرینی بطور نیاز حاضر ہو وہ تقسیم کی جاتی ہے اور لوگ نماز عشاء پڑھ کر رخصت ہو جاتے ہیں[2]

گیارہویں شریف ایصالِ ثواب کا نام ہے اور ایصالِ ثواب کے جائز اور مستحسن ہونے میں اہل سنت میں سے کسی کا اختلاف نہیں ہے، رہا تاریخ کا تعین تو وہ تعین شرعی نہیں ہے کہ اس سے آگے پیچھے جائز نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اہل سنت و جماعت کسی بھی تاریخ کو ایصالِ ثواب کا اہتمام کریں اسے گیارہویں شریف ہی کہتے ہیں، یہ تعین عرفی ہے تاکہ احباب کو جمع ہونے میں سہولت رہے۔

صلوٰۃ غوثیہ

محبوب سبحانی حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ولی اور سرتاجِ اولیاء ہیں، ان کے وسیلے سے دعا مانگنے والا اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے محروم نہیں رہتا۔

سیدنا غوث اعظم فرماتے ہیں:

---

[1] محمد بن یحییٰ تاذفی، علامہ: قلائد الجواہر ص ۱۳۴

[2] عبد العزیز محدث دہلوی، شاہ: ملفوظات فارسی (مطبع مجتبائی، میرٹھ) ص ۶۲

مَنِ اسْتَغَاثَ بِیْ فِیْ کُرْبَۃٍ کُشِفَتْ عَنْہُ وَمَنْ نَادَانِیْ بِاسْمِیْ فِیْ شِدَّۃٍ فُرِجَتْ عَنْہُ وَمَنْ تَوَسَّلَ بِیْ اِلَی اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ فِیْ حَاجَۃٍ قُضِیَتْ لَہٗ وَمَنْ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ یَقْرَأُ فِیْ کُلِّ رَکْعَۃٍ بَعْدَ الْفَاتِحَۃِ سُوْرَۃَ الْاِخْلَاصِ اِحْدٰی عَشَرَۃَ مَرَّۃً ثُمَّ یُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ بَعْدَ السَّلَامِ وَیُسَلِّمُ عَلَیْہِ وَیَذْکُرُنِیْ ثُمَّ یَخْطُوْ اِلٰی جِہَۃِ الْعِرَاقِ اِحْدٰی عَشَرَۃَ خُطْوَۃً وَّ یَذْکُرُ اِسْمِیْ وَیَذْکُرُ حَاجَتَہٗ فَاِنَّہَا تُقْضٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ [1]

جو شخص کسی تکلیف میں میرے وسیلے سے امداد کی درخواست کرے اس کی وہ تکلیف دور کی جائے گی اور جو کسی مصیبت میں میرا نام پکارے وہ مصیبت دور کر دی جائے گی اور جو کسی حاجت میں میرا وسیلہ، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرے اس کی حاجت پوری کر دی جائے گی اور جو شخص دو رکعتیں ادا کرے ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے سلام کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجے، پھر عراق کی جانب گیارہ قدم چلے، میرا نام لے اور اپنی حاجت بیان کرے اللہ تعالیٰ کے اذن سے اس کی حاجت پوری کر دی جائے گی۔

اس کے بعد یہ شعر پڑھے:

اَیُدْرِکُنِیْ ضَیْمٌ وَّاَنْتَ ذَخِیْرَتِیْ	وَاُظْلَمُ فِی الدُّنْیَا وَاَنْتَ نَصِیْرِیْ
وَعَارٌ عَلٰی حَامِی الْحِمٰی وَھُوَ مُنْجِدِیْ	اِذَا ضَلَّ فِی الْبَیْدَا عِقَالُ بَعِیْرِیْ [2]

کیا مجھ پر ظلم کیا جائے گا جب کہ آپ میرا ذخیرہ ہیں اور کیا دنیا میں مجھ پر ظلم کیا جائے گا جب کہ آپ میرے مددگار ہیں۔

حضور غوث پاک کے پشت پناہ ہوتے ہوئے اگر جنگل میں میرے اونٹ کی رسی گم ہو جائے تو یہ بات محافظ کے لیے باعث عار ہے۔

غور کیا جائے تو صلوٰۃ غوثیہ میں شرک کا کوئی پہلو نہیں ہے کیوں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک نابینا صحابی کو حکم فرمایا کہ دو رکعت نماز پڑھ کر میرے وسیلے سے بارگاہِ الٰہی میں دعا مانگو، انہوں نے دعا مانگی تو ان کی بینائی بحال

---

[1] ابوالحسن علی بن یوسف اللخمی الشطنوفی : بہجۃ الاسرار (مصطفی البابی الحلبی ، مصر) ص ۱۰۲

[2] علی بن یوسف شطنوفی، امام : بہجۃ الاسرار ص ۱۰۲

ہو گئی، حضرت عثمان بن حنیف کے فرمانے پر ایک صاحب نے دورِ عثمانی میں یہی عمل کیا تو ان کا مقصد پورا ہو گیا وہی طریقہ اس جگہ ہے کہ دو رکعت پڑھ کر حضور غوث اعظم سے توسل کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حاجت بر آتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ صلوٰۃ غوثیہ کا طریقہ خود سیدنا غوث اعظم نے بیان فرمایا ہے جسے علامہ علی بن یوسف اللخمی الشطنوفی پھر علامہ محمد بن یحییٰ التاذفی الحلبی (م ۹۶۳ھ) پھر حضرت ملا علی قاریؒ اور شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ نے روایت کیا اب اگر کوئی شخص یہ کہہ دے کہ معاذ اللہ! حضور نے شرک کی تعلیم دی ہے تو اس کی مرضی لیکن جہاں تک روایت کا تعلق ہے تو اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اور اسے جھوٹ قرار دینا بھی محض سینہ زوری ہے

امام احمد رضا بریلوی، حضرت علامہ شطنوفی کے بارے میں فرماتے ہیں:

یہ امام ابو الحسن نور الدین علی مصنف بہجۃ الاسرار شریف اعاظم علماء و ائمۂ قرأت و اکابر اولیاء و سادات طریقت سے ہیں، حضور غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک صرف دو واسطے رکھتے ہیں، امام اجل حضرت ابو صالح نصر قدس سرہٗ سے فیض حاصل کیا، انہوں نے اپنے والد ماجد حضرت ابوبکر تاج الدین عبدالرزاق نور اللہ مرقدہٗ سے انہوں نے اپنے والد ماجد حضور پر نور سید السادات غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زبدۃ الآثار شریف میں فرماتے ہیں یہ کتاب بہجۃ الاسرار کتاب عظیم و شریف و مشہور ہے اور اس کے مصنف علمائے قرارت سے عالم معروف و مشہور اور ان کے احوال شریفہ کتابوں میں مذکور و مسطور.

امام شمس الدین ذہبی کہ علم حدیث و اسماء الرجال میں جن کی جلالت شان عالم آشکار اس جناب کی مجلس درس میں حاضر ہوئے اور اپنی کتاب طبقات المقرئین میں ان کے مدائح لکھے۔ امام محدث محمد بن محمد بن محمد بن جزری مصنف حصن حصین اس جناب کے سلسلۂ تلامذہ میں سے ہیں۔ انہوں نے یہ کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار شریف اپنے شیخ سے پڑھی اور اس کی سند و اجازت حاصل کی۔[1]

---

[1] محمد بن یحییٰ تاذفی الحلبی، علامہ : قلائد الجواہر (مصطفی البابی الحلبی، مصر) ص ۳۶

[2] علی بن سلطان محمد القاری، علامہ: نزھۃ الناظر الفاتر، اردو ترجمہ (سنی دار الاشاعت، فیصل آباد) ص ۹،

[3] عبدالحق المحدث الدہلوی، شیخ محقق : زبدۃ الاسرار (مطبع بکسلنگ کمپنی، بمبئی) ص ۱۰۱

علامہ انور شاہ کشمیری، دیوبندی کہتے ہیں :

هٰكَذَا نَقَلَ الشَّطْنُوفِيُّ وَ وَثَّقَهُ الْمُحَدِّثُوْنَ [2]

اسی طرح شطنوفی نے نقل کیا ہے اور محدثین نے ان کی توثیق کی ہے ۔

لمحہ فکریہ

محبوب سبحانی حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ کی حیات و تعلیمات کا مختصر تذکرہ گزشتہ صفحات میں کیا جا چکا ہے، آپ کی جلیل القدر اسلامی خدمات کی بنا پر بجا طور پر آپ کو غوثِ اعظم کہا جاتا ہے اور دنیا بھر میں عامۃ المسلمین آپ سے والہانہ عقیدت و محبت رکھتے ہیں اور بلاشبہ آپ کی شخصیت، دلوں کی دنیا کو حیات نو اور گلشنِ اسلام کو رونق تازہ دینے کے سبب اس عقیدت کے لائق ہے ۔

آپ کی حیات مبارکہ پر ایک اجمالی نظر ڈالیے، عالم شیر خواری میں رمضان شریف میں دودھ نہیں پیتے، ڈاکوؤں کے سامنے سچ بول کر اپنی والدہ سے کیا ہوا وعدہ نبھاتے ہیں، فرائض شریعت کی اہمیت یوں بیان کرتے ہیں کہ جو فرض ادا نہیں کرتا اس کے نوافل مقبول نہیں ہیں، حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اہم ترین فرائض ایمانیہ سے ہے، سیدنا غوثِ اعظم فرماتے ہیں کہ محبتِ رسول کا مطلب یہ ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلا جائے اور فرائض و واجبات کے علاوہ سنتوں کی ادائیگی کا بھی اہتمام کیا جائے یعنی محبت صرف زبانی جمع خرچ اور نعرے لگانے کا نام نہیں ہے بلکہ محبت، اسوۂ رسول کے سانچے میں ڈھل جانے کا نام ہے، اسی طرح پیرانِ پیر محی الدین شیخ سید عبد القادر جیلانی کی محبت اور نسبت کا تقاضا ہے کہ ہم ان کے ارشادات پر عمل پیرا ہوں ۔

حضرت سیدنا غوثِ اعظم فرماتے ہیں کہ تیرے دل میں کسی کی محبت یا دشمنی ہو تو اس کے اعمال کو دیکھ، اگر کتاب و سنت کے مخالف ہوں تو تیرے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موافقت میں بشارت ہے اور اگر اس کے اعمال کتاب و سنت کے موافق ہیں اور تو اس سے بغض رکھتا ہے تو تجھے جان لینا چاہیے کہ تو اپنی نفسانی خواہش کے تحت اسے دشمن جانتا ہے اور تو ظالم ہے، خدا اور رسول کا نافرمان ہے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کر اور دعا کر کہ اللہ تعالیٰ تجھے اس شخص اور دیگر اولیائے محبوبین کی محبت عطا فرمائے، اسی طرح اس شخص کے اعمال کتاب و سنت پر پیش کر جس سے

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام : الانوار الانتباہ (مکتبہ نوریہ رضویہ، گوجرانوالہ) ص ۱۵

[2] انور شاہ کشمیری : فیض الباری مطبع حجازی، قاہرہ ، ص ۶۱

تو محبت رکھتا ہے اگر موافق ہیں تو بہتر ورنہ اس کی محبت کو ترک کر دے[1]۔

غور فرمائیں کہ سیدنا غوثِ اعظم نے محبت و عداوت کا کیا معیار بیان فرمایا ہے جس شخص کے اعمال کتاب و سنت کے موافق ہوں وہ لائق محبت و تعظیم ہے ورنہ قابلِ نفرت، اب اگر ہم نماز نہیں پڑھتے، روزہ نہیں رکھتے، حج و زکوٰۃ ادا نہیں کرتے، واجبات و سنن ادا نہیں کرتے تو کیا ہم محبت کے لائق ہوں گے؟ ہر گز نہیں، ہم سے نہ اللہ تعالیٰ راضی ہوگا نہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راضی ہوں گے اور نہ ہی سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ راضی ہوں گے۔

حضرت رابعہ بصریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اکثر یہ اشعار پڑھا کرتی تھیں:

تَعْصِی الْاِلٰهَ وَاَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّهٗ

هٰذَا الْعَمْرِیْ فِی الْفِعَالِ بَدِیْعٌ

لَوْ كَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَاَطَعْتَهٗ

اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُّحِبُّ مُطِيْعٌ[2]

*۔ تو اللہ تعالیٰ کی محبت ظاہر کرتا ہے اس کے باوجود اس کی نافرمانی کرتا ہے۔

*۔ مجھے اپنی زندگی کے پیدا کرنے والے کی قسم! یہ کردار بہت ہی عجیب ہے

*۔ اگر تیری محبت سچی ہوتی تو تو اس کا حکم مانتا

*۔ محب تو اپنے محبوب کا فرماں بردار ہوتا ہے

کچھ مترجم کے بارے میں

غنیۃ الطالبین روزِ اول ہی سے اپنی افادیت اور سیدنا غوث اعظم شیخ سید عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز کی نسبت کی بنا پر مقبول عوام و خواص رہی ہے، مختلف زبانوں میں اس کے ترجمے ہوتے رہے اور یوں اس کی اثر انگیزی کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا رہا، فارسی میں علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی رحمہ اللہ تعالیٰ اور شیخ محقق حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ترجمہ کیا، اردو تراجم میں مولانا شمس الحسن شمس بریلوی کا ترجمہ بہت مقبول ہوا، پیش نظر ترجمہ ہمارے فاضل دوست مولانا محمد صدیق ہزاروی زید مجدہ نے کیا ہے وہ بیک وقت علوم جدیدہ وقدیمہ کے حامل، منجھے ہوئے قلم کار اور سلجھے ہوئے فکر کے عالم دین ہیں،

---

[1] عبد القادر جیلانی، غوث اعظم: فتوح الغیب (برحاشیہ قلائد) مقالہ ۳۱ ص ۶۰

[2] عمر سہروردی، شہاب الدین: عوارف المعارف (دار المعرفۃ، بیروت) ص ۱۴۱/۲

انہوں نے نہ صرف کاوش فکر کے ساتھ کتاب کا بہترین ترجمہ کیا ہے، بلکہ جابجا حواشی تحریر کر کے مذہب حنفی کی وضاحت بھی کرتے گئے ہیں۔

مولانا محمد صدیق ہزاروی سعیدی زید مجدہ ابن مولانا محمد عبد اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ ۱۱ ستمبر ۱۹۴۷ء کو موضع چھرطہ، تحصیل وضلع مانسہرہ، صوبہ سرحد، پاکستان میں پیدا ہوئے۔ ناظرہ قرآن پاک اور فارسی کی ابتدائی کتابیں اپنے والد ماجد اور بڑے بھائی مولانا عبد الرشید رضوی سے پڑھیں۔ ۱۹۶۳ء میں گورنمنٹ ہائی سکول ۲ ایبٹ آباد سے میٹرک کا امتحان پاس کیا، دینی تعلیم کے لیے پہلے دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ، ہری پور میں داخل ہوئے، پھر قلعہ دیدار سنگھ، ضلع گوجرانوالہ اور خانیوال کے مدارس میں پڑھتے رہے، آخر میں ملک کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں داخل ہوئے اور یہیں سے درس حدیث کی تکمیل کر کے ۱۹۷۵ء میں تنظیم المدارس کے تحت درجہ عالمیہ (درجۂ حدیث) کا امتحان دے کر ملک بھر میں پہلی پوزیشن حاصل کی، تنظیم کی یہ سند ایم۔ اے عربی اور ایم۔ اے اسلامیات کے مساوی ہے۔

ان کے چند معروف اساتذہ کے نام یہ ہیں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد مہرالدین جماعتی رحمہ اللہ تعالیٰ، مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی، مولانا حسن الدین ہاشمی، محمد عبد الحکیم شرف قادری (راقم الحروف) مولانا غلام فرید رضوی سعیدی، مولانا محمد شریف ہزاروی، مولانا نور احمد ریاض، مولانا ریاض الدین اور مولانا سید محمد زبیر شاہ۔

غزالیٔ زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دست اقدس پر سلسلہ عالیہ چشتیہ میں بیعت ہوئے اور اسی مناسبت سے سعیدی کہلاتے ہیں، حضرت غزالیٔ زمان ان پر بڑی شفقت فرماتے تھے اور سچی بات تو یہ ہے کہ وہ پیکر محبت تھے اور ہر سنی خادم دین پر اپنی محبت نچھاور فرماتے تھے۔ حضرت کے مریدین کی روحانی تنظیم بزم سعید، لاہور کے ناظم اعلیٰ اور روحِ رواں، علامہ محمد صدیق ہزاروی ہیں، یہ تنظیم ہر سال شہید جنگ آزادی، معلم منطق وحکمت، عاشق رسول علامہ فضل حق خیر آبادی، امام اہل سنت امام احمد رضا بریلوی اور دیگر بزرگانِ دین اور راہنمایانِ ملت کے ایام بڑے اہتمام اور پُر وقار طریقے پر مناتی ہے۔

علامہ محمد صدیق ہزاروی میٹرک تو پہلے ہی کر چکے تھے، دینی علوم کی تحصیل کے ساتھ ساتھ لاہور بورڈ سے ۱۹۷۲ء میں فاضل عربی اور ۱۹۷۳ء میں ایف۔ اے کا امتحان پاس کیا ۱۹۸۶ء میں پنجاب یونیورسٹی، لاہور سے بی۔ اے کا امتحان دیا اور کامیابی حاصل کی۔

فراغت کے بعد جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں مدرس مقرر ہوئے، صرف ونحو، ادب عربی، ترجمۂ قرآن، فقہ اور حدیث کے اسباق پڑھاتے رہے اور بحمدہ تعالیٰ اب بھی یہ سلسلہ جاری ہے، اس کے ساتھ

ساتھ کچھ عرصہ دوپہر کے بعد پاک سٹینڈرڈ کالج، شاہ عالم مارکیٹ، لاہور میں فارسی اور بی ۔اے کی کلاس کو عربی اور اسلامیات پڑھاتے رہے ہیں۔

علامہ محمد صدیق ہزاروی بہترین مدرس، مصنف، ادیب، منتظم اور فعال شخصیت ہونے کے ساتھ ساتھ فن خطابت میں بھی بلند پایہ رکھتے ہیں، ان کا خطاب پرمغز، مدلل، مربوط اور قرآن وحدیث اور ارشادات سلف کی ترجمانی پر مشتمل ہوتا ہے، اور بڑی بات یہ ہے کہ جس موضوع پر خطاب کا آغاز کرتے ہیں اسے خوش اسلوبی سے نبھاتے ہیں، اصلاحی موضوع ہو یا اختلافی اسے بڑے دل پذیر انداز میں پیش کرتے ہیں، ان کی گفتگو بڑی جاندار اپیل پر مشتمل ہوتی ہے، دور طالب علمی میں مختلف مساجد میں خطبۂ جمعہ دیتے رہے، ۱۹۷۰ء سے اب تک محکمہ اوقاف کی طرف سے جامع مسجد خراسیاں، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور کے خطیب ہیں۔

تنظیم المدارس اہل سنت، پاکستان کے مرکزی دفتر کے ناظم بھی ہیں۔ان ڈھیروں مصروفیات کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کی ہمت اور ان کے اوقات میں برکت عطا فرمائی ہے کہ انہوں نے تصنیف وتالیف کے میدان میں بھی نمایاں مقام حاصل کرلیا ہے، اخبارات وجرائد میں مختلف دینی، اصلاحی اور تبلیغی عنوانات کے علاوہ غیر مقلدین اور منکرین حدیث کی ہرزہ سرائیوں کے جواب میں بیسیوں مقالات لکھ چکے ہیں، یہ مقالات یکجا شائع کردئے جائیں تو علمی لٹریچر میں عمدہ اضافہ ہوگا۔

۱۹۸۱ء میں عثمان آباد (چھپڑھ) ضلع مانسہرہ میں دارالعلوم اسلامیہ حنفیہ قائم کیا، جہاں فاضل نوجوان مولانا محمد عمر فاروق سعیدی تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں، اس ادارے کے زیر اہتمام مختلف مقامات پر ربیع الاول میں میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جلسوں کا اہتمام شان وشوکت سے ہوتا ہے۔

علامہ محمد صدیق ہزاروی کی نگارشات کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ اُردو ترجمہ جامع ترمذی دو جلد (۱۴۰۴ھ / ۱۹۸۴ء) مطبوعہ فرید بک سٹال، لاہور

۲۔ 〃 〃 ریاض الصالحین دو جلد (۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۶ء) 〃 〃 〃

۳۔ 〃 〃 حصن حصین ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

۴۔ 〃 〃 شمائل ترمذی 〃 〃

۵۔ تعارف علمائے اہل سنت، پاکستان کے ۱۰۵ علماء اہل سنت کا تذکرہ مکتبہ قادریہ، لاہور

۶۔ دو نامور مجاہد (علامہ شاہ احمد نورانی اور مولانا عبدالستار خاں نیازی) 〃 〃

۷۔ تعلیقات رضا (۱) طحطاوی علی الدر المختار پر امام احمد رضا بریلوی کی تعلیقات کا ترجمہ وتحقیق

۸۔ تعلیقات رضا (۲) معالم التنزیل پر امام احمد رضا کی تعلیقات کا ترجمہ و تحقیق (ہر دو مطبوعہ مجلس رضا، لاہور)
۹۔ تعلیمات شاہ جیلاں — غیر مطبوعہ مقالہ
۱۰۔ کنز الایمان تفاسیر کی روشنی میں — رضا اکیڈمی، لاہور
۱۱۔ تعلیقات رضا (۳) تحفہ اثنا عشریہ پر امام احمد رضا بریلوی کی تعلیقات پر تحقیق (زیر قلم)
۱۲۔ وسیلہ کی شرعی حیثیت — علامہ سید علوی مالکی مکی کی تصنیف مفاہیم کے ایک باب کا ترجمہ
۱۳۔ با برکت راتیں — کتابچہ طبع ہو چکا ہے۔
۱۴۔ ترجمہ غنیۃ الطالبین — پیش نظر کتاب

فرید بک سٹال، لاہور کے مالکان جناب سید اعجاز احمد اور جناب ڈاکٹر منیر احمد صاحبان کا ملت اسلامیہ پر بہت بڑا احسان ہے کہ انہوں نے اسلامی لٹریچر کا بڑا ذخیرہ بہترین انداز میں شائع کر کے نذر قارئین کیا ہے۔

۱۴۰۹ھ
۱۲ اکتوبر ۱۹۸۸ء

محمد عبد الحکیم شرف قادری نقشبندی
جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہر قسم کی حمد و ستائش اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس کی تعریف سے ہر تحریر کا آغاز ہوتا ہے، اس کے ذکر سے گفتگو شروع ہوتی ہے اسی کی حمد کے ساتھ قیامت کے دن اہلِ جنت کو نعمتیں حاصل ہوں گی اسی کے اسم گرامی کے توسل سے ہر بیماری سے شفاء حاصل ہوتی ہے اسی کے سبب ہر اندوہ و غم زائل ہوتا ہے، سختی و نرمی اور خوشی و تکلیف میں آہ و زاری اور دعائے کے ساتھ اسی کی طرف ہاتھ اٹھتے ہیں۔ وہی مختلف زبانوں میں گوناگوں خطابات کے ساتھ تمام آوازوں کو سنتا ہے۔ وہی حیران و پریشان انسان کی دعا قبول کرنے والا ہے۔ وہی لائق حمد ہے کہ اس نے احسان کیا اور مقصود تک پہنچایا۔ اس کا شکر ہے کہ اس نے انعامات و عطیات سے نوازا اور دلیل و ہدایت کو واضح کیا۔

رحمت کاملہ نازل ہو اللہ تعالیٰ کے محبوب اور رسول معظم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کے ذریعے اس نے گمراہی سے بچاکر ہدایت فرمائی۔ آپ کے آل و اصحاب آپکے پیغمبر بھائیوں اور مقرب فرشتوں پر اور خوب خوب سلام ہو۔

سببِ تالیف :۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد! بعض دوستوں نے مجھ سے اس کتاب کی تصنیف کا پُر زور مطالبہ کیا کیونکہ ان کے حسنِ ظن کے مطابق میں حق بات تک پہنچنے کی صلاحیتوں سے بہرہ ور ہوں، درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی اقوال و افعال میں لغزشوں سے محفوظ فرمانے والا اور دل کی باتوں اور نیتوں پر مطلع ہے وہی اپنے انعام و فضل سے جس کام کو چاہے آسان کر دے، ریاکاری اور منافقت سے دلوں کی پاکیزگی اور لغزشوں کو نیکی میں بدلنے کے لیے اللہ عزوجل ہی کے دربار گہر بار میں التجا ہے وہ گناہوں اور خطاؤں کو بخشنے والا اور بندوں کی توبہ قبول کرنیوالا ہے۔

جب میں نے دیکھا کہ وہ شخص آدابِ شریعت یعنی فرائض و سنن اور مستحبات کی پہچان، اور آیات و علامات کے ذریعے خالقِ کائنات عزّ وجل کی معرفت میں پھر مجالس میں قرآنِ پاک اور ارشاداتِ نبوّیہ (جن کا ہم ذکر کریں گے) کیساتھ نصیحت حاصل کرنے اور اخلاقِ صلحا جن کو ہم اثنائے کتاب میں بیان کریں گے تاکہ وہ راہِ الٰہی پر چلنے، امرِ خداوندی پر عمل پیرا ہونے اور اس کے نواہی سے بچنے میں ممدو معاون ہوں، کی پہچان حاصل کرنے میں سچی رغبت رکھتا ہے تو میں نے اس کی نیت کو صادق پایا جو میرے حق میں غیبی فتوحات کے طور پر ظاہر ہوئی۔

چنانچہ میں اس کی التجا کو قبول کرتے ہوئے طلبِ ثواب اور نجاتِ آخرت کے حصول کی خاطر تمام (مجازی) پالنے والوں کے بھی پالنہار اور صحیح راستہ دکھانے والے کی توفیق سے اس کتاب کی تالیف کے لیے کمربستہ ہوگیا میں نے اس کتاب کا نام "الغنیۃ لطالبی الحق" رکھا یعنی ایسی کتاب جو حق کے متلاشی لوگوں کو دوسری کتب سے بے نیاز کر دیتی ہے۔

شَفَاعَتِہٖ۔

والے ہوں، نہ ہم پر غضب کیا جائے اور نہ ہم گمراہوں میں سے ہوں، یا اللہ! ہمیں ان کی شفاعت کے مستحقین میں سے کر دے۔

پھر داہنی طرف سے تھوڑا سا آگے بڑھے اور یوں کہے:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمَا یَا صَاحِبَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَبَا بَکْرِ ۪الصِّدِّیْقُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا عُمَرُ الْفَارُوْقُ اَللّٰھُمَّ اَجْزِھُمَا عَنْ نَبِیِّھِمَا وَعَنِ الْاِسْلَامِ خَیْرًا وَاغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔

اے یارانِ مصطفٰےصلی اللہ علیہ وسلم! آپ پر سلامتی اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکت نازل ہو۔ اے ابوبکر صدیق! آپ پر سلام ہو، اے عمر فاروق! آپ پر سلام ہو، یا اللہ! ان دونوں کو ان کے نبی اور اسلام کی طرف سے بہتر اجر عطا فرما، ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو باایمان رخصت ہوئے اور ہمارے دلوں میں مسلمانوں کے لیے کھوٹ نہ رکھنا، اے ہمارے رب بیشک تو ہی مہربان رحم والا ہے۔

....

پھر دو رکعتیں پڑھ کر بیٹھ جائے، مستحب یہ ہے کہ نوافل قبر شریف اور منبر کے درمیان روضہ (جنت کا ٹکڑا) میں پڑھے۔ اور چاہے تو منبر شریف کو تبرکاً چھولے۔ مسجدِ قبا میں نماز پڑھے شہداء کے مزارات کی زیارت کرے اور وہاں بکثرت دُعا مانگے پھر جب مدینہ شریف سے جانے کا ارادہ ہو تو مسجدِ نبوی میں آئے قبرِ انور کی طرف بڑھے اور بارگاہِ نبوی میں سلام پیش کرے، پہلے والے اعمال دہرائے اور وہاں سے رخصت ہو کر آپ کے دونوں ساتھیوں کو سلام پیش کرے۔ پھر یہ دُعا مانگے:

اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ اٰخِرَ الْعَھْدِ مِنِّیْ بِزِیَارَۃِ قَبْرِ نَبِیِّکَ وَاِذَا تَوَفَّیْتَنِیْ فَتَوَفَّنِیْ عَلٰی مَحَبَّتِہٖ وَسُنَّتِہٖ اٰمِیْنَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

یا اللہ! اے میرے رب اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ انور کی آخری زیارت نہ بنانا اور جب مجھے موت دے تو انکی محبت اور طریقہ پر مارنا، یا اللہ! میری دُعا قبول فرما اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے۔

آدابِ زندگی

سلام کے فضائل:۔

سلام کرنے میں پہل کرنا سُنّت ہے اور جواب دینا سلام کرنے سے زیادہ ضروری ہے۔ الفاظِ سلام میں اختیار ہے الف لام کے ساتھ "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ" کہا جائے۔ یا الف لام کے بغیر "سَلَامٌ عَلَیْکُمْ" کہا جائے البتہ "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ" سے زائد الفاظ استعمال نہ کیے جائیں۔

حدیث شریف میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک اعرابی نے بارگاہِ نبوی ؐ میں حاضر ہو کر کہا "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ" آپؐ نے سلام کا جواب دیا پھر وہ بیٹھ گیا تو آپؐ نے فرمایا: دس نیکیوں کا ثواب واجب ہو گیا۔ پھر ایک اور شخص آیا اور اُس نے کہا "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا۔ جب وہ بیٹھ گیا تو آپؐ نے فرمایا: تیس نیکیوں کا ثواب پائیگا۔

کون کس کو سلام کرے:۔

سنت طریقہ یہ ہے کہ چلنے والا بیٹھے ہوئے کو اور سوار پیدل چلنے والے کو نیز بیٹھے ہوئے کو سلام کرے، جماعت میں سے ایک کا سلام کرنا بھی کافی ہے اسی طرح متعدد افراد میں سے ایک کا جواب دینا سب کی طرف سے کفایت کرتا ہے۔ مشرک کو سلام کرنے میں کسی حال میں پہل نہ کی جائے۔ اگر مشرک سلام کرے تو جواب میں صرف "وَعَلَیْکَ" کہے لیکن مسلمان کو جواب دیتے ہوئے "وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ" کہے جیسا کہ سلام کرنے والے نے کہا۔ البتہ "وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ" کا اضافہ بہتر ہے۔

اگر کوئی مسلمان، دوسرے مسلمان کو صرف "سلام" کا لفظ کہے تو اس کا جواب نہ دے بلکہ اُسے بتائے کہ یہ سلام نہیں ہے کیونکہ یہ نامکمل کلام ہے۔

عورتوں کو سلام کرنا:۔

عورتوں کا ایک دوسرے کو سلام کرنا مستحب ہے لیکن مرد کا جوان عورت کو سلام کرنا مکروہ ہے اور اگر وہ کھلے منہ بزرگ عورت ہو تو کوئی حرج نہیں۔

بچّوں کو سلام کہنا :۔

بچّوں کو سلام کرنا مستحب ہے کیونکہ اس طرح انکو آداب سکھایا جا سکتا ہے

مجلس میں سلام :۔

مجلس سے اٹھنے والے کیلئے سلام کرنا مستحب ہے اسی طرح واپس لوٹنے پر بھی سلام کہے اگر اس کے اور مجلس کے درمیان دروازہ اور دیوار وغیرہ حائل ہو جائیں تو بھی سلام کہے۔ جب کسی شخص کو سلام کیا پھر دوبارہ ملاقات ہو جائے تو بھی سلام کہے۔

مجلس گناہ کے شرکا کو سلام کہنا :۔

گناہ میں مبتلا لوگوں کو سلام نہ کیا جائے مثلاً کوئی شخص ایسے لوگوں کے پاس سے گزرتا ہے جو شطرنج اور نرد کھیل رہے ہوں، شراب پی رہے ہوں، اخروٹوں سے کھیل رہے ہوں۔ یا جوا کھیلنے میں مصروف ہوں تو ان کو سلام نہ کہے اور اگر وہ سلام کریں تو جواب دے البتہ اگر غالب گمان ہو کہ جواب نہ دینے سے انکو تنبیہ ہو گی تو جواب نہ دے۔

قطع تعلق کی مذمّت :۔

کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق نہ کرے البتہ اگر وہ بدعتی[1]، گمراہ یا مبتلائے گناہ ہے تو اس سے تعلق ختم کرنا مستحب ہے۔ (روٹھے ہوئے) مسلمان بھائی کو سلام کہہ کر قطع تعلق کے گناہ سے بچنا چاہیے۔

مصافحہ اور معانقہ :۔

مسلمان کے لیے اپنے بھائی سے ہاتھ ملانا مستحب ہے اور جب تک دوسرا آدمی

---

[1] بدعتی اس شخص کو کہتے ہیں جو دین میں ایسی نئی بات نکالے جو کسی سنت کے خلاف ہو یا شریعت میں اس کی کوئی اصل نہ ہو ہر نئی بات کو بدعت قرار دیکر خلاف شریعت سمجھنا کم علمی یا تعصب کی دلیل ہے تراویح کی باجماعت نماز کو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اچھی بدعت فرمایا لہٰذا بعض باتوں پر لغوی معنیٰ کے اعتبار سے بدعت کا اطلاق ہو گا لیکن اصطلاحی طور پر وہ سنت کے زمرے میں شمار ہونگی کیونکہ اسلام میں اچھے کام کے اجراء (حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

ہاتھ الگ نہ کرے اپنا ہاتھ نہ چھڑا یا جائے۔ اگر گلے ملیں یا ایک شخص دوسرے کے سر اور ہاتھ کو بطور تبرک چوم لے تو یہ جائز ہے۔ البتہ منہ کا چومنا مکروہ ہے۔

تعظیم کیلئے کھڑا ہونا:۔

عادل بادشاہ، والدین، دیندار، پرہیزگار اور معزز لوگوں کے لیے کھڑا ہونا مستحب ہے اور اس کی اصل یہ روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل قریظہ کے معاملہ میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا جب وہ سبزی مائل سفید رنگ کے گدھے پر تشریف لائے تو آپ نے فرمایا "اپنے سردار کے لیے کھڑے ہو جاؤ"۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: فرماتی ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خاتون جنت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لاتے تو وہ کھڑی ہو جاتیں آپ کا دست مبارک پکڑ کر بوسہ دیتیں اور اپنی مسند پر بٹھا دیتیں۔ اور جب خاتون جنت بارگاہ نبوی میں حاضر ہوتیں تو آپ بھی کھڑے ہو جاتے خاتون جنت کا ہاتھ پکڑ کر چومتے اور اپنی جگہ بٹھا دیتے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا "جب تمہارے پاس کوئی معزز شخص آئے تو اس کی عزت کرو"۔ نیز اس سے دلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ پس نیک سیرت لوگوں مثلاً راہنما یانِ قوم کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا مستحب ہے اور فسق و فجور نیز گناہوں میں مبتلا لوگوں کے لیے کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

چھینک مارنے کے آداب:۔

چھینک مارنے والا اپنے منہ کو ڈھانپے آواز پست رکھے اور بلند آواز سے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ" کہے۔ کیونکہ بعض روایات میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" کہتا ہے تو فرشتہ "رَبِّ الْعَالَمِيْنَ" کہتا ہے اور اگر وہ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" کے بعد "رَبِّ الْعَالَمِيْنَ" بھی کہے تو فرشتہ کہتا ہے "يَرْحَمُكَ رَبُّكَ" تجھ پر تیرا رب رحم فرمائے۔

چھینک مارتے وقت دائیں بائیں نہیں دیکھنا چاہیے۔ جب چھینکنے والا "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" کہے سننے والے کے لیے مستحب ہے کہ وہ "يَرْحَمُكَ اللّٰهُ" اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے، کہے اس کو

(بقیہ حاشیہ) کی خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ترغیب دی ہے۔ لہٰذا میلاد شریف یا ایصالِ ثواب کی مجالس منعقد کرنے والے بدعتی نہ ہوں گے بلکہ وہ ان نیک کاموں کی وجہ سے ثواب کے مستحق ہوں گے ۱۲ ہزاروی۔

تشمیت کہتے ہیں پھر چھینک مارنے والا جواباً کہے: "یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَ یُصْلِحُ بَالَکُمْ" اللہ تعالیٰ تمہاری راہنمائی فرمائے اور تمہارے کام کو درست فرمائے۔ "یَھْدِیْکُمُ اللّٰہ" کی جگہ "یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ" اللہ تعالیٰ تمہاری بخشش فرمائے، کہنا بھی جائز ہے۔ اگر تین بار سے زائد چھینک آئے تو جواب دینا یعنی "یَرْحَمُکَ اللّٰہ" کہنا ساقط ہو جائے گا کیونکہ یہ ہُوا اور زکام ہے۔ جیسا کہ ایک روایت میں ہے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھینک مارنے والے کو تین بار جواب دیا جائے اگر اس سے زیادہ ہو تو وہ زکام میں مبتلا ہے۔"

جمائی لینے کے آداب:

جمائی لیتے وقت ہاتھ یا آستین سے منہ کو ڈھانپنا چاہیے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو وہ منہ کو بند رکھے کیونکہ شیطان جمائی کے ساتھ داخل ہوتا ہے۔" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند اور جمائی کو ناپسند کرتا ہے لہٰذا جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو جسقدر ممکن ہو اسے لوٹائے، اور ہاہ، ہاہ نہ کرے کیونکہ یہ شیطان کی طرف سے ہے۔ اور وہ اس پر ہنستا ہے۔"

عورتوں اور بچوں کی چھینک کا جواب:

مرد کے لیے بے پردہ بوڑھی عورت کی چھینک کا جواب دینا جائز ہے لیکن جوان باپردہ عورتوں کی چھینک کا جواب دینا مکروہ ہے۔ بچوں کی چھینک کے جواب میں۔۔ "بُوْرِکَ فِیْکَ" تجھے برکت دی جائے کہا جائے یا "جَزَاکَ اللّٰہُ تَعَالیٰ" تجھے اللہ تعالیٰ اچھا بدلہ دے کے الفاظ کہے جائیں یا کہا جائے "خَیَّرَکَ اللّٰہُ تَعَالیٰ" اللہ تعالیٰ تجھے بھلائی عطا کرے۔

دس فطری خصلتیں:

دس خصلتیں فطرت و طبیعت سے تعلق رکھتی ہیں جن میں سے پانچ کا تعلق سر سے ہے اور پانچ باقی جسم سے متعلق ہیں۔

سر سے متعلق پانچ خصائل یہ ہیں:

(۱) کلی کرنا۔ (۲) ناک میں پانی ڈال کر اُسے صاف کرنا۔ (۳) مسواک کرنا (۴) مونچھوں کو کاٹنا۔ (۵) داڑھی بڑھانا۔

باقی جسم سے متعلق پانچ خصلتیں یہ ہیں:

(۱) زیر ناف بال صاف کرنا۔ (۲) بغلوں کے بال اُکھیڑنا۔ (۳) ناخن کاٹنا۔ (۴) پانی سے استنجا کرنا۔ (۵) ختنہ کروانا۔

مونچھیں کاٹنے کی اصل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی یہ روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مونچھیں کاٹو اور داڑھی بڑھاؤ"، یعنی مونچھوں کو قینچی کے ساتھ بالوں کی جڑوں سے کاٹو لیکن استرے سے مونڈنا مکروہ ہے۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "وہ شخص ہم میں سے نہیں جس نے مونچھوں کو منڈایا۔" نیز اس صورت میں گویا مُثلہ کرنا (چہرہ بگاڑنا) ہے۔ اور اس طرح چہرے کی رونق اور خوبصورتی باقی نہیں رہتی جبکہ بالوں کی جڑوں کے باقی رہنے میں زینت اور حسن ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں مروی ہے کہ وہ اپنی مونچھوں کو کاٹتے تھے۔ داڑھی بڑھانے سے مراد اس کو زیادہ کرنا ہے۔ قرآن پاک میں "حتّٰی عَفَوْا" میں لفظ "عفو" کا معنی ہے جب وہ زیادہ ہو گئے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ داڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر جو زائد ہوتی کاٹ دیتے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو قبضہ (مٹھی) کے نیچے آئے اسے لے لو۔

موئے زیر ناف، بغلوں کے بال اور ناخن دور کرنے کے آداب:۔

زیر ناف بال صاف کرنے، بغلوں کے بال اکھاڑنے اور ناخن کاٹنے کے بارے میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مونچھیں کاٹنے، ناخن تراشنے، بغلوں کے بال اُکھاڑنے اور زیر ناف بال صاف کرنے کے چالیس دن مقرر فرمائے کہ ہم ان سے تجاوز نہ کریں۔ ہمارے بعض احباب کہتے ہیں یہ مسافر کے لیے ہے لیکن مقیم کے لیے بیس دن سے زیادہ کرنا اچھا نہیں۔ اس حدیث کی تصحیح میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے مختلف باتیں مروی ہیں۔ آپ سے اس کا انکار بھی منقول ہے اور یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ آپ نے وقت کی تعیین میں اس روایت سے استدلال کیا ہے۔

بال کس چیز کیساتھ صاف کیے جائیں:۔

جب ان امور کا استحباب ثابت ہو گیا تو اب بالوں کو پوڈر سے صاف کرنے یا اُسترے سے مونڈنے میں اختیار ہے۔ حضرت امام احمد رحمہ اللہ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ بال صاف کرنے کے لیے پوڈر استعمال کرتے تھے۔ اسی طرح منصور بن حبیب بن ابی ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک مونڈے اور زیر ناف بال آپ نے خود صاف فرمائے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس کے خلاف مروی ہے۔ وہ

فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بال کبھی بھی پوڈر سے صاف نہیں کیے اور جب زیادہ ہو جاتے تو آپ منڈوا لیتے۔

جب یہ بات ثابت ہو گئی تو اب اگر خود اچھی طرح صاف نہ کر سکتا ہو تو دوسرے آدمی سے بال صاف کرائے جا سکتے ہیں۔ البتہ زیر ناف ران اور پنڈلیوں کے بال خود صاف کرے۔ اس کی اصل حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب زیر ناف بالوں تک پہنچتے تو خود صاف فرماتے۔ بعض الفاظ میں ہے جب مراق (پیٹ کے نیچے کا حصہ) تک پہنچتے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اسی کو اپنایا۔

ابو عباس نسائی کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابو عبد اللہ کے بال صاف کیے۔ جب زیر ناف تک پہنچے تو انھوں نے اپنے بال خود صاف کیے۔

جب پوڈر سے زیر ناف بالوں نیز رانوں اور پنڈلیوں کے بالوں کا صاف کرنا ثابت ہو گیا تو اُسترے کے ساتھ مونڈنا بھی جائز ہے۔ کیونکہ یہ پوڈر کی طرح بال صاف کرنے کے آلات میں سے زیادہ تیز ہوتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت اس قیاس کی مؤید ہے۔ آپ فرماتے ہیں "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی اپنے بال پوڈر سے صاف نہیں کیے بلکہ جب زیادہ ہو جاتے تو منڈوا لیتے۔ یہ نہ کہا جائے کہ منڈانا اور پوڈر سے صاف کرنا صرف زیرِ ناف بالوں کے بارے میں ہے جیسا کہ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت گزر چکی ہے۔ آپ فرماتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب زیرِ ناف بالوں تک پہنچتے تو خود صاف کرتے۔

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ آپ زیر ناف بالوں کے علاوہ بال دوسروں سے صاف کرواتے اور یہ بات رانوں اور پنڈلیوں کے بارے میں ہے۔ اگر اس ضمن میں ممانعت کی حدیث ذکر کی جائے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ زینت کے لیے ایسا کرنا تاکہ بال صاف کرنے کی وجہ سے لوگ اس میں دل چسپی لیں اور اسی طرح ہجڑوں وغیرہ کا عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا منع ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

سفید بال اُکھاڑنا:

سفید بال اُکھیڑنا مکروہ ہے۔ حضرت عمرو بن شعیب بواسطہ والد اپنے دادا (رضی اللہ عنہم) سے روایت کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید بال اُکھیڑنے سے منع فرمایا اور آپ نے فرمایا "یہ اسلام کا نور ہے" دوسرے الفاظ کے ساتھ یوں مروی ہے آپ نے ارشاد فرمایا "سفید بالوں کو مت اُکھیڑو کیونکہ جو مسلمان سفید لباس پہنتا ہے وہ قیامت کے دن اس کے لیے نور ہو گا۔ حضرت یحییٰ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اللہ تعالیٰ اس (سفید لباس) کے بدلے اس شخص کے لیے ایک نیکی لکھ دیتا ہے اور اس سے ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔"

بعض تفاسیر میں "وَجَآءَکُمُ النَّذِیْرُ" کی تفسیر میں نذیر سے سفید بال مراد لیے ہیں۔ پس ایسی چیز کو دور کرنا کیسے جائز ہوگا جو موت کے ذریعے ڈرانے، موت کی یاد دلانے اور خواہشات ولذات سے روکنے والی ہے اور آخرت کی تیاری اور باقی رہنے والے گھر کی تعمیر کی رغبت دلاتی ہے، علاوہ ازیں سفید بالوں کا اکھاڑنا تقدیر سے مقابلہ کرنا، اللہ تعالیٰ کے کاموں کو ناپسند کرنا اور اس کے فیصلہ پر عدم رضامندی کا اظہار ہے نیز ایسا شخص جوانی کی تازگی کو ہمیشہ کی جوانی پر ترجیح دینا، وقار اور بزرگی کو ترک کرنا اور اسلام کے نورانی لباس اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے شعار کو چھوڑتا ہے۔ کیونکہ بعض کتب میں منقول ہے اسلام میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بڑھاپا آیا نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا۔ "اِنَّ اللّٰہَ یَسْتَحْیِیْ مِنْ ذِیْ الشَّیْبَۃِ" ـــــ اللہ تعالیٰ بوڑھے شخص (کو عذاب دینے) سے حیا فرماتا ہے۔"

ناخن تراشنا:۔

جمعہ کے دن ناخن تراشنا مستحب ہے۔ ناخن تراشنے میں ترتیب کا لحاظ نہ رکھا جائے کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے "جس نے اپنے ناخن خلاف ترتیب کاٹے وہ آشوب چشم سے محفوظ رہیگا"۔ حضرت حمید بن عبدالرحمن اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے جمعہ کے دن ناخن تراشے اسے شفا حاصل ہوگی اور بیماری دور ہو جائیگی۔ جمعرات کے دن عصر کے بعد ناخن کاٹنے کے بارے میں بھی یہی فضیلت مروی ہے۔

خلاف ترتیب کا مطلب یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے آغاز کیا جائے پھر درمیانی انگلی اس کے بعد انگوٹھا، پھر چھوٹی انگلی کے ساتھ والی اور پھر انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی کے ناخن کاٹے جائیں بائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے ابتداء کی جائے پھر درمیانی انگلی پھر چھوٹی انگلی پھر انگوٹھے کے ساتھ والی اور پھر چھوٹی انگلی کے ساتھ والی انگلی کے ناخن کاٹے جائیں۔ حضرت عبداللہ بن بطہ نے ہمارے اصحاب سے یونہی وضاحت کی ہے، حضرت وکیع ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! جب تم اپنے ناخن تراشو تو درمیانی انگلی سے شروع کرو، پھر چھوٹی انگلی پھر انگوٹھا اس کے بعد چھوٹی انگلی کے ساتھ والی انگلی، پھر انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی کے ناخن کاٹو اس سے مالداری حاصل ہوتی ہے۔

قینچی یا چھری سے ناخن کاٹنے چاہییں[۱]۔ دانتوں سے کاٹنا مکروہ ہے۔ ناخن کاٹنے کے بعد انگلیوں کو دھونا اور ناخنوں کو مٹی میں دفن کر دینا مستحب ہے۔ اسی طرح سر اور بدن کے بال نیز پچھنہ یا نشتر لگوانے سے

---

[۱] آجکل ناخن تراش (نیل کٹر) کا استعمال مناسب ہے۔ ۱۲ ہزاروی۔

نکلنے والا خون بھی دفن کر دیا جائے۔ کیونکہ ایک روایت میں ہے حضور علیہ السلام نے خون، بال اور ناخن دفن کرنے کا حکم فرمایا۔

سر منڈانا:۔

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے منقول ایک روایت کے مطابق حج، عمرہ اور ضرورت کے بغیر سر منڈانا مکروہ ہے کیونکہ حضرت ابو موسیٰ اور عبید بن عمیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے سر منڈایا وہ ہم میں سے نہیں"۔ دار قطنی نے افراد میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حج اور عمرہ کے سوا بال نہ منڈوائے جائیں۔ علاوہ ازیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوارج کی مذمت فرمائی اور سر منڈانا انکی نشانی بنائی، نیز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صبیغ سے فرمایا: اگر میں نے تمہیں سر منڈا ہوا دیکھا تو میں تیرے سر میں ماروں گا"۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں "جو شخص شہر میں سر منڈاتا ہے اس میں شیطان کی عادت پائی جاتی ہے۔ نیز سر منڈانے میں عجمیوں کی مشابہت ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ ــــــ جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ ان ہی ــــــ میں سے ہے"۔

اور جب مذکورہ بالا روایت کے مطابق سر منڈانا مکروہ ہے تو بالوں کو قینچی سے کاٹنا چاہیے جیسا کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کرتے تھے چاہے تو جڑوں سے کاٹ دے اور چاہے تو اوپر سے کاٹے۔ ایک دوسری روایت کے مطابق امام احمد رحمہ اللہ اسے مکروہ نہیں سمجھتے تھے کیونکہ امام ابو داؤد نے بسند خود حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ وہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی اولاد کو بلا لائیں۔ پھر خود ان کے پاس تشریف لے گئے، آپ نے فرمایا: آج کے بعد میرے بھائی پر نہ رونا"۔ پھر فرمایا "میرے بھتیجوں کو میرے پاس بلاؤ"۔ چنانچہ ہمیں لایا گیا (افسردگی کی وجہ سے) ہماری حالت مرغی کے بچوں کی طرح تھی آپ نے فرمایا حجام کو بلاؤ، نائی آگیا تو آپ کے حکم سے ہمارے سر مونڈ دیے گئے

ایک روایت میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حیات طیبہ کے آخری دنوں بال منڈوا دیے تھے۔ اس وقت آپکے بال مبارک شانۂ اقدس تک لٹکنے لگتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے آپ کے بال مبارک کانوں کی لو تک پہنچتے تھے نیز لوگ ہر دور میں سر منڈاتے رہے اور کبھی کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ اور چونکہ بال رکھنے میں سختی اور تنگی ہے لہٰذا معاف کیا گیا جیسا کہ بلی اور دیگر کیڑوں مکوڑوں کا جھوٹا معاف ہے۔

سر کا کچھ حصہ منڈانا:۔ قزع یعنی سر کے بعض حصے سے بال منڈانا اور بعض کو چھوڑ دینا مکروہ ہے۔

کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آپ نے قزع سے منع فرمایا۔ پچھنے لگوانے کے علاوہ سر کے پچھلے حصّہ یعنی گردن کے بال منڈانا بھی مکروہ ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوانے کے سوا گردن کے بال منڈانے سے منع فرمایا۔ کیونکہ یہ مجوسیوں کا طریقہ ہے۔ حضرت ابو عبد اللہ جب پچھنے لگوانے لگتے تو گردن کے بال منڈوا دیتے کیونکہ یہ مجبوری ہے۔

مانگ نکالنا:۔

بڑے بال رکھنا اور مانگ نکالنا سنت ہے۔ ایک روایت میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگ نکالی اور صحابہ کرام کو بھی مانگ نکالنے کا حکم دیا۔ یہ حدیث بیس سے زائد صحابہ کرامؓ سے مروی ہے جن میں حضرت ابو عبیدہ، حضرت عمار اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں۔

مردوں کا زلفیں رکھنا:۔

رخسار اور کنپٹیوں کے درمیان بال لٹکانا جو علویوں کی عادت ہے، مردوں کیلئے مکروہ ہے۔ لیکن عورتوں کے لیے مکروہ نہیں۔ ہمارے اکابر میں سے ابو بکر جلاد رحمہ اللہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا۔ کہ مردوں کے لیے زلفیں رکھنا مکروہ ہے حضرت ولید بن مسلم کہتے ہیں۔ میں نے لوگوں کو اس حالت میں پایا کہ وہ زلفیں رکھنا زینت نہیں سمجھتے تھے۔

بال نوچنا:۔

موچنے سے بال نوچنا مردوں اور عورتوں کے لیے مکروہ ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے موچنے سے بال نوچنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ اسے حضرت ابو عبیدہ نے ذکر کیا ہے۔ عورت کے لیے پیشانی کے بال شیشے کی دھار یا استرے سے کاٹنا مکروہ ہے اسی طرح چہرے پر نکلنے والے بالوں کو کاٹنا بھی مکروہ ہے جیسا کہ اس بارے میں نہی کا بیان گزر چکا ہے۔ لیکن یہ بھی کہا گیا ہے اگر خاوند اپنی بیوی سے اس بات کا مطالبہ کرے اور اسے خوف ہو کہ ایسا نہ کرنے کی صورت میں خاوند اس سے رغبت نہیں رکھے گا اور دوسری شادی کرلیگا اس طرح بگاڑ اور نقصان پیدا ہوگا لہٰذا مصلحتاً اس کے لیے جائز ہے۔ جیسا کہ عورت کے لیے اپنے خاوند کی خاطر مختلف قسم کے لباس اور انواع و اقسام کی خوشبو استعمال کرنا اس کے لیے شوخی کرنا، خوش طبعی اور کھیل کود کے ذریعے اسکا دل لبھانا جائز ہے۔

بنا بریں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بال نوچنے سے متعلق ممانعت ان عورتوں کے بارے میں ہوگی جو خاوند کے علاوہ دوسرے لوگوں کی خواہشات کو پورا کرنا اور زنا کاری کو رواج دینا چاہتی ہیں۔

سیاہ خضاب لگانا:

سیاہ خضاب کا لگانا مکروہ ہے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے بارے میں جو سفید بالوں کو سیاہی میں بدل رہے تھے، فرمایا "اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے چہروں کو سیاہ کریگا۔" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا "وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھ سکیں گے۔"

سیاہ خضاب کے سلسلے میں جو روایات آئی ہیں مثلاً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سیاہ خضاب استعمال کرو بیشک وہ عورت کی محبت اور دشمن کو فریب دینے کا باعث ہے۔" لڑائی سے متعلق ہیں عورت کا ذکر اصل مقصود نہیں ضمناً کیا گیا ہے۔

خضاب یا وسمہ:

جب بالوں کو سیاہ کرنے کی کراہت ثابت ہو گئی تو مستحب ہے کہ سر کے بالوں کو مہندی سے یا وسمہ سے خضاب لگاتے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے تینتیس سال کی عمر میں خضاب لگایا۔ آپ کے چچا نے کہا "تم نے جلدی کی۔" آپ نے فرمایا "یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔" حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا بہترین چیز جس کے ساتھ بالوں کی سفیدی کو بدلا جاسکتا ہے مہندی اور وسمہ ہے۔"

لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کونسا خضاب استعمال کیا اس میں اختلاف ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت کم بال سفید تھے البتہ حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما نے مہندی اور وسمہ کا خضاب استعمال فرمایا۔ ایک روایت میں ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند بال مبارک نکال کر لوگوں کو دکھائے جنکو مہندی اور وسمہ کا خضاب لگا ہوا تھا اس حدیث سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مہندی اور وسمہ سے خضاب لگانا ثابت ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے ظاہر کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ ورس (ایک قسم کی گھاس جس سے رنگائی کی جاتی ہے) اور زعفران سے خضاب لگانا جائز ہے۔ کیونکہ حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ورس اور زعفران کا خضاب لگاتے تھے۔

جب یہ خضاب سر کے بالوں کے لیے ثابت ہو گیا تو داڑھی کا بھی یہی حکم ہوگا۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی "سفیدی کو بدلو لیکن یہودیوں کی مشابہت اختیار نہ کرو" عام ہے اسی طرح حدیث

ابوذر رضی اللہ عنہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی بھی سر اور داڑھی کو شامل ہے۔ آپ نے فرمایا "سفیدی کو بدلنے والی بہترین چیز مہندی اور وسمہ ہے"۔ نیز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے دن اپنے والد ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کو لے کر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے تو آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عزت کا لحاظ کرتے ہوئے فرمایا۔ "اس بزرگ شخصیت کو گھر پر ہی رہنے دیتے تو اچھا تھا ہم خود ان کے پاس آتے"۔ اس کے بعد ابو قحافہ اسلام لائے اور آپ کے سر اور داڑھی کے بال سفید ثغامہ کی طرح تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ان کو بدل دو لیکن سیاہ رنگ سے بچنا"۔ یہ حدیث سر کے داڑھی کے مثل ہونے اور سیاہ خضاب سے بچنے کے بارے میں واضح ہے۔ ابو عبیدہ فرماتے ہیں، ثغامہ ایک بوٹی ہے جس کے پتے اور پھل دونوں سفید ہوتے ہیں بڑھاپے کی سفیدی کو اس سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ ابن اعرابی کہتے ہیں یہ برف کی طرح سفید رنگ کا درخت ہے۔

سُرمہ لگانا:۔

طاق بار سرمہ لگانا مستحب ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم طاق بار سرمہ لگاتے تھے۔ اس بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ کہ (ایک آنکھ میں طاق بار یا دونوں کا مجموعہ طاق مراد ہے) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دائیں آنکھ میں تین بار اور بائیں میں دو سلائیاں سرمہ لگاتے تھے جبکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام ہر آنکھ میں سُرمے کی تین سلائیاں لگاتے تھے۔

تیل لگانا:۔

مستحب ہے کہ ایک دن چھوڑ کر تیل لگایا جائے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزانہ کنگھی کرنے سے منع فرمایا۔ تیل کی تمام قسموں میں روغن بنفشہ کا استعمال افضل ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا روغن بنفشہ کو باقی تیلوں پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسے میں تمام لوگوں سے افضل ہوں۔

سات ضروری اشیاء:۔

اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس پر کامل یقین کے بعد سفر و حضر میں ہر شخص کے پاس سات چیزوں کا ہونا مستحب ہے۔

(۱) پاکیزگی اور زینت اختیار کرنا۔

(۲) قینچی

(۳) کنگھی

(۴) مسواک

(۵) سرمہ دانی

(۶) تیل کی شیشی، حدیث شریف میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، آپ سفر و حضر میں اسے ساتھ رکھتے تھے۔

(۷) مدراۃ، یہ ایک لکڑی ہے جس کا سرا گول ہوتا ہے اور بالشت سے چھوٹی ہوتی ہے اہلِ عرب اور صوفیاء کرام اسے پاس رکھتے اپنے جسم کو اس سے کھجلاتے اور کیڑے مکوڑے دُور کرتے حتیٰ کہ یہ سب کام ہاتھ سے نہ کرتے۔

ناپسندیدہ باتیں:۔

مندرجہ ذیل باتیں مکروہ ہیں:

(۱) سیٹی بجانا (۲) تالی بجانا (۳) نماز میں اُنگلیاں چٹخانا (۴) سماع کے وقت اپنے اُوپر جھوٹ موٹ کا وجد طاری کر کے کپڑے پھاڑنا البتہ واقعی وجد کی حالت ہو تو اسے نہیں روکا جائیگا۔ (۵) راستے میں کوئی چیز کھانا (۶) مجلس میں پاؤں پھیلانا۔ (۷) اس انداز میں ٹیک لگانا کہ بیٹھنے کی حالت سے نکل جائے کیونکہ یہ تکبر کی علامت اور اہلِ مجلس کی توہین کا باعث ہے البتہ بوجہ عذر جائز ہے۔ (۸) لمبے کپڑے پہننا۔ (۹) گوند چبانا کیونکہ یہ کمینہ پن ہے۔ (۱۰) باچھیں پھاڑ پھاڑ کر ہنسنا۔ (۱۱) زور زور سے ہنسنا۔ (۱۲) بلا ضرورت چیخ کر بولنا۔ (۱۳) درمیانی رفتار سے چلنا چاہیے۔ اس قدر تیز چلنا مکروہ ہے کہ دوسروں کو ہٹانا جائے اور خود بھی تھک جائے اور نہ اس طرح قدم اُٹھائے جس سے غرور پیدا ہو۔ (۱۴) رونے میں آواز بلند کرنا۔ البتہ اللہ تعالیٰ کے خوف یا فضول اور ناجائز کاموں میں وقت گذارنے پر ندامت یا جس درجے پر پہنچنا چاہتا تھا نہ پہنچ سکنے پر دل شکستہ ہونے کی صورت میں حسرت کا اظہار کرتے ہوئے بلند آواز سے رونا جائز ہے۔ (۱۵) لوگوں کے سامنے میل جھاڑنا۔ (۱۶) حمام، بیت الخلاء اور دیگر گندے مقامات پر گفتگو کرنا۔ (۱۷) گندے مقامات پر سلام کرنا یا اس کا جواب دینا۔ (۱۸) لوگوں کے سامنے سر ننگا کرنا۔ اور بدن کے ان حصوں کو کھولنا جو اگرچہ ستر نہیں لیکن عام طور پر ڈھانپے جاتے ہیں۔ لیکن ستر کا کھولنا حرام ہے (۱۹) کسی حال میں بھی باپ یا غیر اللہ کی قسم کھانا یا تو اللہ تعالیٰ کی قسم اُٹھائے یا خاموش رہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث شریف میں اسی طرح منقول ہے۔

دوسروں کے گھروں میں داخل ہونے کے آداب

اجازت طلب کرنا:۔

جب کسی کے دروازے پر جائے تو کہے السلام علیکم! کیا میں اندر آسکتا ہوں؟..
حدیث شریف میں آتا ہے بنوعامر میں سے ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی اس وقت آپ خانۂ اقدس میں تھے۔ اس شخص نے کہا کیا میں اندر آسکتا ہوں؟
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خادم سے فرمایا باہر جاؤ اور اُسے اجازت طلب کرنے کا طریقہ سکھاؤ۔
خادم نے اس شخص سے کہا ایسے کہو "السلام علیکم کیا میں داخل ہو سکتا ہوں؟ چنانچہ اس شخص نے سن کر کہا" السلام علیکم! کیا میں اندر آسکتا ہوں؟ آپ نے اجازت دی اور وہ اندر آیا۔

اجازت طلب کرنے والا نہ تو دروازے کی طرف پیٹھ کرے اور نہ ہی دُور ہٹ کر کھڑا ہو کیونکہ اس طرح جواب نہیں سُن سکے گا۔

تین بار اسی طرح اجازت طلب کی جائے، اجازت مل جائے تو ٹھیک ہے ورنہ واپس چلا جائے البتہ اگر ظن غالب ہو کہ گھر والے نے دُور ہونے یا کسی مشغولیت کی وجہ سے اس کی آواز نہ سُنی ہوگی تو تین سے زیادہ بار پکار سکتا ہے۔

اس مسئلے کی اصل حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اجازت تین بار طلب کرنا ہے اگر تجھے اجازت مل جائے تو اندر داخل ہو جائے ورنہ واپس چلا جا۔"

اس ضمن میں اجنبی اور قریبی رشتہ دار محرمات مثلاً ماں اور اس جیسے دوسرے رشتہ دار برابر ہیں کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا "کیا میں ماں کے پاس جانے کے لیے بھی اجازت طلب کروں؟ آپ نے فرمایا "ہاں"، اس نے کہا "ہم اکٹھے رہتے ہیں"۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اس کے پاس جانے کے لیے اجازت طلب کرو"۔ اس نے عرض کیا "میں تو ماں کا خادم ہوں"۔ آپ نے فرمایا "اجازت طلب کیا کرو۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اسے برہنہ حالت میں دیکھو"۔

بیوی اور جس لونڈی سے وطی جائز ہے اس کے پاس جانے کے لیے اجازت طلب کرنا ضروری نہیں کیونکہ وہ اکثر انہیں ننگے بدن ملتا ہے اور اس کے لیے ان کے بدن کو دیکھنا جائز ہے لیکن مستحب ہے کہ گھر میں داخل ہوتے وقت جوتے جھاڑے تاکہ اس کے داخل ہونے کا پتا چل سکے۔ امام احمد رحمہ اللہ

نے اپنی کتاب "مغنی" میں اس کو صراحت سے روایت کیا ہے۔ گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا چاہیے تاکہ گھر میں برکت زیادہ ہو جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے اور اس کا مکمل ذکر ان شاء اللہ "گھر میں داخل ہونے" کے باب میں کیا جائے گا۔ (اچانک) رات کے وقت گھر واپس نہیں لوٹنا چاہیے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (گھر والوں کی بے خبری میں) رات کو گھر لوٹنے سے منع فرمایا۔ چنانچہ جب دو آدمیوں نے ایسا کیا تو گھر میں ناپسندیدہ بات دیکھی ۔

جب صاحب خانہ کی طرف سے اندر جانے کی اجازت مل جائے تو اندر داخل ہو اور جہاں صاحب خانہ اجازت دے بیٹھ جائے۔ اگرچہ گھر والا ذمی "غیر مسلم" ہی کیوں نہ ہو۔ اگر اچانک ایسی جگہ پہنچے کہ لوگ کھانا کھا رہے ہوں تو کھانے میں شریک نہ ہو البتہ صاحب خانہ سخی ہو اور خوشی سے شریک طعام کرے تو کوئی حرج نہیں ۔

دائیں اور بائیں ہاتھ پاؤں کا استعمال :-

کوئی چیز پکڑنے، کھانے پینے اور مصافحہ کے لیے دائیں ہاتھ کا استعمال مستحب ہے۔ اسی طرح وضو کرنے، جوتا پہننے اور کپڑے پہننے میں دائیں ہاتھ سے ابتداء کرنا نیز بابرکت مقامات مثلاً مساجد، مزارات اور گھروں میں داخل ہوتے وقت دایاں قدم پہلے رکھنا مستحب ہے۔

گندے کاموں میل کچیل دور کرنے مثلاً ناک جھاڑنے، استنجاء کرنے اور ناپاکی دور کرنے کیلئے بایاں ہاتھ استعمال کیا جائے۔ البتہ اگر (چوٹ وغیرہ کی وجہ سے) دشوار ہو یا وہ معذور ہو مثلاً بایاں ہاتھ بیکار ہو گیا ہو یا کٹا ہوا ہو تو دایاں ہاتھ استعمال کر سکتا ہے۔ ایک جوتا پہن کر چلنا منع ہے البتہ تھوڑا سا چلنا ہو مثلاً ایک جوتے کا تسمہ ٹوٹ گیا تو اس کے درست کرانے تک چل سکتا ہے اگر کسی کو خط یا فرمان پکڑانا ہو تو دایاں ہاتھ استعمال کرے اگر اپنے سے بلند مرتبہ آدمی کے ساتھ جا رہا ہو تو اس کی دائیں طرف چلے جس طرح امام کے پیچھے (ایک مقتدی) دائیں طرف کھڑا ہوتا ہے اگر اس سے کم مرتبہ ہو تو اسے دائیں طرف رکھتے ہوئے خود اس کی بائیں جانب چلے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہر صورت میں دائیں طرف چلنا مستحب ہے تاکہ بائیں جانب تھوکنے وغیرہ کے لیے خالی رہے۔

کھانے پینے کے آداب :-

کھانا کھانے والے کے لیے شروع میں "بسم اللہ" اور آخر میں "الحمد للہ" پڑھنا مستحب ہے۔ پانی پیتے وقت بھی اسی طرح کرنا چاہیے کیونکہ اس سے کھانے میں برکت زیادہ ہوتی ہے اور شیطان دور بھاگتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی

ہے انھوں نے پوچھا یا رسول اللہ! ہم کھانا کھاتے ہیں لیکن سیر نہیں ہوتے۔ آپؐ نے فرمایا شاید تم الگ الگ کھاتے ہو؟ انھوں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے ارشاد فرمایا کھانا مل کر کھایا کرو اور بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھا کرو کھانے میں برکت ہوگی۔"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جب کوئی شخص گھر میں داخل ہوتے وقت نیز کھانا کھاتے وقت "بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتا ہے تو شیطان اپنی اولاد سے کہتا ہے نہ تمہارے لیے یہاں شب باشی کی گنجائش ہے اور نہ کھانا ہے۔ لیکن گھر میں داخل ہوتے وقت "بسم اللہ" نہ پڑھی جائے تو شیطان کہتا ہے تمہیں شب باشی کے لیے جگہ مل گئی پھر جب کھانے پر "بسم اللہ" نہیں پڑھی جاتی تو شیطان کہتا ہے تمہیں رات گزارنے کے لیے جگہ اور کھانا دونوں چیزیں حاصل ہو گئیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانے میں حاضر ہوتے تو ہم میں سے کوئی آپ سے پہلے کھانا شروع نہ کرتا اور ایک مرتبہ ہم کھانے میں حاضر تھے تو ایک اعرابی آیا گویا کہ اسے دھکیلا جا رہا ہو وہ اپنا ہاتھ کھانے میں ڈالنے لگا تھا کہ حضور علیہ السلام نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا پھر ایک لڑکی آئی گویا اسے بھی آگے کی طرف دھکیلا جا رہا ہے وہ کھانے میں ہاتھ ڈالنا چاہتی تھی کہ حضور علیہ السلام نے اس کا ہاتھ بھی پکڑ لیا اور فرمایا شیطان اس کھانے کو اپنے لیے حلال کر لیتا ہے جس پر "بسم اللہ" نہ پڑھی جائے وہ اس اعرابی کے ساتھ آیا تاکہ اپنے لیے کھانا حلال کر سکے تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا پھر وہ اس لڑکی کے ہمراہ آیا تاکہ اپنے لیے کھانا حلال کر سکے لیکن میں نے اس کا ہاتھ بھی پکڑ لیا اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے شیطان کا ہاتھ ان دونوں کے ہاتھوں کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے۔"

اگر شروع میں بسم اللہ کہنا بھول جائے تو یاد آنے پر "بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ" کہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح منقول ہے۔

کھانے کا طریقہ:۔

نمکین چیز سے کھانا شروع کرنا اور اسی پر ختم کرنا (یعنی آخر میں بھی نمکین ہو) مستحب ہے۔ لقمہ چھوٹا ہو، دائیں ہاتھ سے لیا جائے اور اچھی طرح چبائے اور آہستہ آہستہ نگلے۔ ایک ہی قسم کا کھانا ہو تو سامنے سے کھائے اور کئی قسم کا ہو یا پھل وغیرہ ہوں تو برتن میں ادھر اُدھر ہاتھ ڈالنے میں کوئی حرج نہیں۔ کھانے کے اُوپر یا درمیان سے نہ کھائے بلکہ کنارے سے شروع کرے اگر ثرید [۱] ہو تو تین انگلیوں سے کھائے اور انھیں چاٹے۔ کھانے اور پینے کی چیز میں پھونک نہ مارے اور نہ ہی برتن میں سانس لے اگر سانس لینا ہو تو برتن کو منہ سے ہٹائے اور سانس لینے کے بعد دوبارہ منہ سے لگائے ٹیک لگا کر کھانا پینا مکروہ ہے۔ کھڑے ہو کر کھانا پینا

---

[۱] روٹی کے ٹکڑے گوشت میں بھگو کر کھانا۔

جائز ہے۔ بعض نے مکروہ کہا ہے۔ بیٹھ کر کھانا زیادہ اچھا ہے۔ اہلِ مجلس میں سے کسی کو برتن پکڑانا ہو تو دائیں طرف سے شروع کرے۔

کھانے کے برتن :-

سونے اور چاندی یا سونے چاندی کا زیادہ ملمع کیے ہوئے برتنوں میں کھانا کھانا ناجائز ہے۔ جب اس قسم کے برتن میں کھانا سامنے آئے تو اسے روٹی پر یا کسی دوسرے برتن میں ڈال دے پھر اسے کھائے اور کھانا لانے والے کو تنبیہ کرنا واجب ہے۔ سونے اور چاندی کے برتن میں خوشبو لگانا بھی ناجائز ہے۔ اسی طرح ان برتنوں سے عطر گلاب چھڑکنا بھی جائز نہیں۔ جہاں اس قسم کا انتظام ہو وہاں جانا حرام ہے اور اگر چلا گیا تو مجلس سے اٹھ جانا اور انکار کر دینا ضروری ہے۔

صاحب خانہ کو نرمی سے سمجھائے اور کہے کہ ایسی چیزوں سے زیبائش اختیار کرنا چاہیے جنھیں شریعت نے جائز اور حلال قرار دیا ہے نہ ایسی چیزوں کے ساتھ جن کو حرام قرار دیا اور ان سے منع کیا اور ایسی چیز سے لذت حاصل کرنے میں کوئی بھلائی نہیں جو گناہ کی طرف لے جانے والی ہو۔ اللہ تم پر رحم کرے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی یاد رکھو۔ آپ نے فرمایا: "سونے یا چاندی کے برتن میں یا ایسے برتن میں جس کو سونا چاندی سے ملمع کیا گیا ہو پانی پینے والا اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔"

کچھ دیگر آدابِ طعام :-

لقمہ منہ میں ڈالنے کے بعد باہر نہ نکالے البتہ پھنس جانے یا ایسا گرم ہونے کی صورت میں جو تکلیف پہنچاتا ہے، نکال سکتا ہے۔ اگر چھینک آئے تو منہ کو اچھی طرح ڈھانپ لے اور کھانے کی وجہ سے نہایت احتیاط سے کام لے کھانے والے کے پاس کوئی شخص کھڑا ہو تو اسے بٹھا لینا چاہیے اگر وہ انکار کرے تو اسے نیز اس خادم کو جو پانی پلانے اور دیگر خدمات کے لیے کھڑا ہو عمدہ کھانے میں سے چند لقمے اٹھا کر دے دے۔ برتن میں بچے ہوئے کھانے کو صاف کرنا نیز برتن اور طباق کے کناروں سے لگے ہوئے کھانے کو پونچھنا مستحب ہے۔ شرکاءِ کھانا ہمنشینوں کو جو شریکِ طعام ہوں اچھی اچھی باتوں نیز مناسب حال واقعات کے بیان سے خوش کرے دنیا داروں کے ساتھ کھا رہا ہو تو ادب سے کھائے، فقراء کے ساتھ ایثار سے، دوستوں کے ساتھ خوش مزاجی سے اور علماء کے ساتھ سیکھنے اور ان کی اتباع کی نیت سے کھائے۔ کسی نابینا کے ساتھ کھا رہا ہو تو اسے بتائے کہ تمہارے سامنے کیا ہے کیونکہ وہ نابینا ہونے کی وجہ سے بعض اوقات عمدہ کھانوں سے محروم ہو جاتا ہے۔

☆

دعوت قبول کرنا:۔

دعوت ولیمہ قبول کرنا مستحب ہے کھانا، کھانا چاہے تو کھائے ورنہ دعا کرکے واپس لوٹ آئے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے دعوت دی جائے وہ قبول کرے چاہے تو کھانا کھائے اور چاہے تو چھوڑ دے۔" حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جسے دعوت دی گئی اور اس نے قبول نہ کی تو اس نے اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔" جو شخص بن بلائے جائے وہ چور بن کر داخل ہوتا ہے اور لوٹ مار کرکے واپس چلاجاتا ہے۔ یہ تو اس دعوت کے بارے میں ہے جس میں خلاف شرع حرکات نہ ہوں۔ اگر کسی مجلس میں خلاف شریعت چیزیں ہوں مثلاً ڈھول، سارنگی، بربط، بانسری، شبابہ (یہ بھی ایک قسم کی بانسری ہے) رباب، طنبور اور بعبران جس کے ساتھ نرد کی لوگ کھیلتے ہیں تو ایسی جگہ نہ بیٹھے کیونکہ یہ تمام حرام کام ہیں۔ نکاح میں دف کا استعمال جائز ہے لیکن بانسری کے ذریعے گانا اور ناچنا مکروہ ہے۔ جیسا کہ بعض مفسرین نے آیت کریمہ "وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ" (اور بعض لوگ بری باتیں خریدتے ہیں) کی تفسیر میں فرمایا اس سے گانا اور (برے) شعر پڑھنا مراد ہے۔ بعض احادیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا گانا بجانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے جیسے جاری پانی سبزی اگاتا ہے۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے راگ کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا یہ صحیح ہے؟ آپ نے فرمایا "نہیں"، پوچھا گیا کیوں؟ آپ نے فرمایا "حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے؟ (یعنی یہ گمراہی ہے) راگ کے ناجائز ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ اس سے طبیعت میں جوش اور شہوت میں ہیجان پیدا ہوتا ہے۔ نیز یہ عورتوں کی طرف میلان، نفسانی خواہشات، حماقت، عیش کوشی، سبکی اور کمینگی کا باعث ہے۔

اللہ تعالےٰ اور آخرت پر ایمان رکھنے والوں کے لیے ذکرِ الٰہی میں مشغولیت نہایت پاکیزگی اور عافیت کا ضامن ہے۔

دعوتِ ختنہ:۔

ختنہ کے موقع پر دعوت دینا مستحب نہیں اور نہ ہی اس کا قبول کرنا ضروری ہے۔ نچھاور کیے گئے پیسے چننا مکروہ ہے کیونکہ یہ لوٹ مار سے مشابہ ہے۔ علاوہ ازیں یہ کمینہ پن اور ذلتِ نفس کا باعث ہے۔ شادی کی دعوت ولیمہ کے سوا کسی ایسی دعوت میں شریک ہونا مکروہ ہے جو حضور علیہ السلام کی تعلیم کے خلاف ہو۔ یعنی اس سے محتاج لوگوں کو رد کیا جائے اور مالدار شریک ہوں۔ اہلِ علم کے لیے کھانے کی دعوت قبول کرنے میں جلدی کرنا اور اسے بلا جھجک قبول کر لینا مکروہ ہے کیونکہ اس سے حرص کا اظہار ہوتا ہے نیز یہ کمینگی اور ذلت کی علامت ہے۔ بالخصوص جبکہ دعوت دینے والا حاکم ہو— کہا گیا ہے کہ جو شخص کسی کے پیالے میں

ہاتھ ڈالنا ہے ذلیل ہونا ہے ـــــ لوگوں کی دعوت میں بن بلائے شریک ہونا حرام ہے کیونکہ یہ ایک قسم کی بے شرمی اور غصب (چھیننا) ہے لہٰذا اس میں دو گناہ ہیں۔ ایک تو بن بلائے دعوت میں شریک ہونا دوسرا کسی کے گھر میں بغیر اجازت داخل ہونا اس کی پوشیدہ باتوں کو دیکھنا اور حاضرین کے لیے تنگی کا باعث بنتا ہے۔

کچھ اور آدابِ طعام:۔

آداب طعام سے ہے کہ کھانے والوں کے منہ کی طرف بار بار نہ دیکھے کیونکہ اس طرح وہ شرمندگی محسوس کریں گے۔ کھانا کھاتے وقت ایسی گفتگو نہ کی جائے جسے لوگ ناپسند کرتے ہیں اور نہ ایسی بات کی جائے جسے سن کر وہ ہنس پڑیں کیونکہ اس سے گلے میں پھندا لگ جانے کا خطرہ ہے اور غمناک کرنے والی گفتگو سے بھی پرہیز کیا جائے تاکہ کھانے والوں کو کھانا کھانے میں دشواری نہ ہو، کھانا کھانے سے پہلے، اور بعد ہاتھ دھونا مستحب ہے بعض کے نزدیک پہلے دھونا مکروہ اور بعد میں دھونا مستحب ہے۔

بدبودار سبزی مثلاً لہسن، پیاز اور گندنا (کچّا) کھانا مکروہ ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، آپ نے ارشاد فرمایا "جو شخص یہ بدبودار سبزی کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے"۔ زیادہ کھانا جس سے بدہضمی کا خوف ہو مکروہ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "انسان نے اپنے پیٹ سے بدتر کوئی برتن نہیں بھرا"۔ مہمان، صاحبِ خانہ کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے کو کھانے میں شریک نہیں کر سکتا کیونکہ گھر والے نے اس کو کھانے کی اجازت دی ہے مالک نہیں بنایا"۔

اسی بناء پر علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ مہمان میزبان کے کھانے کا مالک کب بنتا ہے۔ بعض کے نزدیک جب کھانا منہ میں چلا جائے تو وہ اس کا مالک ہو جاتا ہے جبکہ بعض کہتے ہیں۔ وہ مالک بن ہی نہیں سکتا بلکہ وہ میزبان کا کھانا کھا رہا ہے۔ جب کھانا سامنے رکھ دیا جائے تو اب اجازت لینے کی ضرورت نہیں بشرطیکہ اس علاقے میں اسی طرح کھانے کا رواج ہو بس عرف ہی اجازت قرار پائے گا۔

منہ سے کھانا نکال کر پیالے میں ڈالنا اور کھانے کے اوپر خلال کرنا مکروہ ہے۔ روٹی سے ہاتھ صاف نہ کرے، نہ کھانے کو حقیر جانے اور نہ مختلف قسم کے کھانوں کو باہم ملائے، کیونکہ بہت سے لوگ اسے پسند نہیں کرتے اگرچہ ملانے والے کو مرغوب ہو لہٰذا دوسروں کی خاطر اس سے باز رہنا چاہیے۔

کھانے کی برائی کرنا ناجائز ہے یونہی میزبان کو اپنے کھانے کی تعریف کرنا اور اس کی قیمت لگانا بھی منع ہے کیونکہ یہ کم ظرفی ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کبھی کھانے کی تعریف کی اور نہ برائی بیان فرمائی۔

کھانے سے دوسروں سے پہلے کھانے سے ہاتھ نہ اٹھائے البتہ اگر وہ اس پر راضی ہوں تو کر لی

حرج نہیں۔ ہاتھوں کا ایک ہی طشت میں دھونا مستحب ہے کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم تفرقہ بازی نہ کرو ورنہ تمہاری جمعیت بکھر جائیگی" نیز ایک حدیث میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طشت کو بھرنے سے پہلے اُٹھانے سے منع فرمایا ___ کھانے کی چیزوں مثلاً لوبیے کے آٹے اور دال وغیرہ سے ہاتھ نہ دھوئے البتہ بھوسی سے ہاتھ دھونا جائز ہے۔ دو کھجوریں ملا کر نہ کھائے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا" بعض لوگوں نے کہا اگر تنہا ہو یا خود کھانے کا مالک ہو تو کوئی حرج نہیں ___ صاحبِ خانہ سے اپنی مرضی کے کھانے نہ مانگے بلکہ اسی پر قناعت کرے جو اس نے پیش کیا کیونکہ اس سے میزبان کو تکلیف ہو گی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" میں اور امت کے پرہیزگار لوگ تکلّف سے بیزار ہیں" ___ اگر میزبان، مہمان سے اس کی خواہش دریافت کرے تو بتا دینے میں کوئی حرج نہیں۔ تحفہ اگرچہ تھوڑا ہو قبول نہ کرنا مکروہ ہے بشرطیکہ حلال مال سے ہو البتہ بدلے میں کوئی تحفہ دینا چاہیے یا کم از کم اس کے لیے دُعا ہی کر دی جائے۔

کھانے میں کسی چیز کا گرنا:

اگر کھانے کی چیز میں مکھی کے علاوہ کوئی اور سیّال خون والی چیز گر جائے جس میں بہنے والا خون ہوتا ہے تو کھانا ناپاک ہو جائیگا اور اس کا کھانا حرام ہے اگر کھانا سخت ہو تو گرنے والی چیز اور اس کے اردگرد کو کھرچ کر باہر نکال دے اور اگر گرنے والی چیز میں بہنے والا خون نہیں لیکن وہ زہریلی ہے مثلاً سانپ اور بچھّو تو بھی نہ کھائے۔ وہ چیز ذاتی طور پر حرام نہیں بلکہ ضرر کی بنیاد پر اس کا کھانا حرام ہو گا اور اگر مکھّی گر جائے تو اُسے کھانے میں غوطہ دے یہاں تک کہ اس کے پَر ڈوب جائیں پھر اسے نکال دے اگر وہ مر جائے تو تب بھی کھانا پاک ہو گا اسے کھا لینا چاہیے۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا "اگر تم میں سے کسی کے برتن میں مکھّی گر جائے تو اسے اس میں غوطہ دے کیونکہ اس کے ایک پَر میں بیماری اور دوسرے میں شفاء ہے وہ بیماری والے پَر کو کھانے میں ڈالتی ہے"

پینے کے آداب:

پانی چسکی سے پینا مستحب ہے۔ چاٹ کر نہ پیئے نیز تین سانسوں میں پیئے اور برتن میں سانس نہ لے۔ شروع میں "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" اور آخر میں "الحمد للہ" پڑھے۔

خلاصۂ کلام:

مختصر یہ کہ کھانے پینے میں بارہ باتیں قابلِ لحاظ ہیں۔

چار فرض ہیں، چار سُنّت اور چار مستحب۔
فرائض یہ ہیں کہ جو چیز کھائی جائے اس کے بارے میں معلوم ہونا چاہیے کہ کہاں سے آئی حلال ہے یا حرام (۲) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا۔ (۳) جو مل جائے اُس پر راضی رہنا (۴) اور اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرنا۔ (الحمد للہ پڑھنا)۔
سُنّتیں یہ ہیں: (۱) بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھنا (۲) تین انگلیوں سے کھانا (۳) انگلیاں چاٹنا (۴) اپنے سامنے سے کھانا۔
مستحبات یہ ہیں: (۱) چھوٹا لقمہ لیکر اسے اچھی طرح چبانا (۲) لوگوں کی طرف کم دیکھنا (۳) روٹی کو بچھا کر اس پر سالن رکھا جائے۔ (۴) تکیہ لگا کر اور چت لیٹ کر نہ کھایا جائے۔

مہمانی میں روزہ افطار کرنا:

جب کسی کے ہاں روزہ افطار کرے تو ان کلمات کے ساتھ دعا مانگے:

اَفْطَرَ عِنْدَکُمُ الصَّآئِمُوْنَ وَاَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ وَتَنَزَّلَتْ عَلَیْکُمُ الرَّحْمَۃُ وَصَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقٰنَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَھَدَانَا مِنَ الضَّلَالَۃِ وَفَضَّلَنَا عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا اَللّٰھُمَّ اَشْبِعْ جِیَاعَ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاکْسُ عَارِیَھَا وَعَافِ مَرْضَاھَا وَرُدَّ غَائِبَھَا وَاجْمَعْ شَمْلَ اَھْلِ الدَّارِ وَاَدِرَّ اَرْزَاقَھُمْ وَاجْعَلْ دُخُوْلَنَا بَرَکَۃً وَخُرُوْجَنَا مَغْفِرَۃً وَاٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔

تمہارے ہاں روزہ داروں نے روزہ افطار کیا، نیک لوگوں نے تمہارا کھانا کھایا، تم پر رحمت کا نزول ہوا اور فرشتوں نے تمہارے لیے رحمت کی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہمیں کھلایا پلایا اور مسلمان بنایا، گمراہی سے ہدایت دی اور اپنی بہت سی مخلوق پر فضیلت عطا فرمائی۔ یا اللہ امت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھوکوں کو سیر کر دے ان کے ننگوں کو لباس عطا فرما بیماروں کو شفا دے، مسافروں کو وطن میں لوٹا دے اور گھر والوں کی پریشانی سے دور کر دے ان کا رزق بھیج دے ہمارا یہاں آنا باعث برکت اور جانا باعث مغفرت بنا ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھلائی عطا فرما اور ہمیں جہنم کے عذاب سے محفوظ فرما اے سب سے زیادہ رحم کرنیوالے۔

آدابِ حمام:

حمام کا بنانا، اس کا بیچنا، خریدنا اور کرایہ پر دینا مکروہ ہے۔ کیونکہ اس میں لوگوں کا ستر

دکھائی دیتا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا "حمام بُرا گھر ہے"۔ کیونکہ یہ لوگوں کا حیا ختم کر دیتا ہے اور اس میں قرآن پاک تلاوت نہ کیجائے۔ اگر بچنا ممکن ہو تو حمام میں داخل نہ ہو کیونکہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ حمام کو مکروہ سمجھتے تھے اور اس کی وجہ یہ بیان کرتے کہ "یہ عیش پرستی ہے"۔ حضرت حسن بصری اور ابن سیرین رحمہا اللہ حمام میں نہیں جاتے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن امام احمد رحمہما اللہ فرماتے تھے "میں نے اپنے والد کو کبھی بھی حمام میں جاتے ہوئے نہیں دیکھا"۔ اگر کوئی ضرورت آپڑے تو حمام میں جانا جائز ہے۔ لیکن تہبند سے اپنے ستر کو چھپائے اور لوگوں کے ستر کی طرف نہ دیکھے۔

اگر اس کے لیے حمام خالی کیا جاسکے تو رات کو یا دن کو ایسے وقت جانے میں کوئی حرج نہیں جب گناہ کا خطرہ کم ہو۔ امام احمد رحمہ اللہ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا اگر تمہیں معلوم ہو کہ حمام میں جتنے لوگ ہیں وہ تہبند باندھے ہوئے ہیں تو داخل ہو سکتے ہو ورنہ نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا آپ فرماتے ہیں "حمام بُرا گھر ہے جہاں نہ پردہ ہوتا ہے اور نہ اس کا پانی پاک ہوتا ہے"۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں "اگر حمام میں جانے سے اُحد پہاڑ جتنا سونا مل جائے تب بھی وہاں جانے کی خوشی نہ ہو گی"۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ تہبند کے بغیر حمام میں داخل نہ ہو"۔

عورتوں کا حمام میں جانا:

عورتوں کے لیے ان شرائط کے ساتھ حمام میں جانا جائز ہے جو مردوں کے لیے بیان کی گئی ہیں یا کسی عذر مثلاً بیماری، حیض اور نفاس کی وجہ سے جا سکتی ہیں۔ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "عنقریب تمہارے لیے عجم فتح ہو گا اور تم ایسے مکان پاؤ گے جن کو حمام کہا جاتا ہے۔ ان میں مرد تہبند کے بغیر نہ جائیں اور عورتوں کو اس سے منع کرو۔ البتہ بیمار یا نفاس والی کو اجازت ہے"۔ جب حمام میں داخل ہو تو نہ سلام کہے اور نہ قرآن پڑھے جیسا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث گزر چکی ہے۔

برہنہ ہونے کی ممانعت:

امام ابو داؤد علیہ الرحمۃ نے اپنی سند کے ساتھ بہز بن حکیم سے روایت کیا وہ بواسطہ والد اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں میں نے بارگاہ نبوی میں عرض کیا یا رسول اللہ! ہم کس سے ستر چھپائیں اور کس سے نہ چھپائیں"؟ آپ نے فرمایا اپنی بیوی اور لونڈی کے علاوہ اپنے ستر کی حفاظت کرو"۔ فرماتے ہیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب لوگ اکٹھے ہوں تو کیا کیا جائے؟ آپ نے

فرمایا اگر دوسروں کے دیکھنے سے ستر کو محفوظ کرنا ممکن ہو تو ڈھانپنا چاہیے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر ہم میں کوئی تنہا ہو تو کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ لوگوں کی بہ نسبت اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس سے حیاء کیا جائے۔"

امام ابوداؤد نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "نہ کوئی مرد کسی مرد کا ستر دیکھے اور نہ کوئی عورت کسی عورت کا ستر دیکھے نہ کوئی دو مرد ایک بستر پر اکٹھے ہوں اور نہ دو عورتیں"۔

جہاں دیکھنے والا کوئی نہ ہو وہاں بھی تہبند کے بغیر غسل کرنا مکروہ ہے۔

امام ابوداؤد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو تہبند باندھے بغیر غسل کرتے ہوئے دیکھا تو آپ منبر پر تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا "بے شک اللہ تعالیٰ حیاء فرمانیوالا اور پردہ میں رہنے والا ہے۔ پس وہ حیاء اور پردہ پسند فرماتا ہے لہٰذا جب تم میں سے کوئی غسل کرے تو اُسے پردہ کرنا چاہیے"۔ پانی میں غسل کے لیے یا کسی بھی مقصد کے لیے تہبند کے بغیر داخل ہونا مکروہ ہے کیونکہ پانی میں بھی مخلوق رہتی ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے تہبند کے بغیر پانی میں داخل ہونے سے منع فرمایا۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ پانی میں بھی مخلوقِ خدا رہتی ہے اور ان سے پردہ کرنے کے ہم زیادہ حقدار ہیں۔

ایک روایت کے مطابق حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی اجازت دی ہے اور آپ اسے مکروہ نہیں سمجھتے تھے کیونکہ آپ سے ایک ایسے آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جو کسی نہر میں ننگا نہا رہا ہو اور اسے کوئی دیکھنے والا نہ ہو تو آپ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ اس طرح نہانے میں کوئی حرج نہیں لیکن برہنہ نہانے کی ممانعت زیادہ صحیح اور مناسب ہے۔

انگوٹھی بنوانا اور پہننا:

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عجمی بادشاہوں کو خطوط لکھنے کا ارادہ فرمایا تو عرض کیا گیا وہ لوگ مہر کے بغیر کسی خط کو نہیں پڑھتے۔ چنانچہ آپ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور اس میں "محمد رسول اللہ" کندہ کروایا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی نگینہ سمیت چاندی سے بنائی گئی تھی۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی چاندی کی تھی مگر اس کا نگینہ حبشی عقیق تھا۔ حضرت ابوداؤد اپنی سند کیساتھ حضرت نافع سے وہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں انھوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی بنوائی، آپ اس کا نگینہ کف دست کی طرف رکھتے تھے اس انگوٹھی میں محمد رسول اللہ کندہ تھا (آپکو دیکھ کر) لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوانی شروع کر دیں جب آپ نے یہ بات ملاحظہ فرمائی تو انگوٹھی پھینک دی اور فرمایا میں اسے کبھی نہیں پہنوں گا پھر آپ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور اس میں "محمد رسول اللہ" کندہ کیا۔ آپ کے بعد یہ انگوٹھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پہنی انکے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اسے پہنا۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس انگوٹھی کو پہنا یہاں تک کہ وہ "چاہ اریس" میں گر گئی۔

انگوٹھی کس چیز سے ہو:۔

لوہے اور پیتل کی انگوٹھی استعمال کرنا مکروہ ہے۔ امام ابو داؤد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن بریدہ سے انھوں نے اپنے والد حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں۔ ایک شخص بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا اس نے پیتل کی انگوٹھی پہن رکھی تھی۔ آپ نے فرمایا کیا بات ہے کہ مجھے تم سے بتوں کی بو آرہی ہے؟ یہ سن کر اس شخص نے انگوٹھی اتار کر پھینک دی پھر وہ لوہے کی انگوٹھی پہن کر آیا۔ آپ نے فرمایا کیا وجہ ہے کہ میں تم پر جہنمیوں کا زیور دیکھ رہا ہوں چنانچہ اس نے یہ انگوٹھی بھی پھینک دی پھر اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں کس چیز کی انگوٹھی بناؤں؟ آپ نے فرمایا چاندی کی انگوٹھی بناؤ اور وہ مثقال سے کم ہو (ساڑھے چار ماشے ہو)

انگوٹھی کس انگلی میں پہنی جائے:۔

درمیانی اور شہادت کی انگلی میں انگوٹھی پہننا مکروہ ہے۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ بائیں ہاتھ کی چھنگلی انگلی میں انگوٹھی پہننا بہتر ہے۔ حضرت امام ابو داؤد اپنی سند کے ساتھ حضرت نافع سے وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے اور نگینہ کف دست کی طرف رکھتے تھے۔ اکثر بزرگوں سے اسی طرح منقول ہے۔ اس کے خلاف بدعتیوں کا طریقہ ہے چونکہ چیزوں کو دائیں ہاتھ سے اٹھا کر بائیں ہاتھ میں رکھنا مستحب ہے پس انگوٹھی کے لیے بھی یہی طریقہ اختیار کیا جائے کیونکہ اسی طرح اس کی حفاظت ہو سکتی ہے نیز اس طرح انگوٹھی پر لکھے ہوئے ناموں اور حروف کا ادب بھی اسی میں ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔ لہٰذا دائیں ہاتھ میں پہنی جائے یا بائیں میں دونوں کا ایک ہی حکم ہے البتہ پہلی بات پسندیدہ ہے۔

قضائے حاجت اور استنجاء کے آداب:۔

جب کوئی شخص بیت الخلاء میں جانا چاہے تو جن پر اللہ تعالیٰ کا نام ہو مثلاً مُہر یا تعویذ وغیرہ انھیں الگ رکھ دے۔ بایاں پاؤں پہلے اور دایاں بعد میں داخل کرے اور (داخل ہونے سے پہلے) یہ کلمات کہے:

بِسْمِ اللّٰهِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ وَمِنَ الرِّجْسِ النَّجِسِ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ۔

اللہ تعالیٰ کے نام سے میں، خبیث نر اور مادہ جنات سے اور پلید مردود شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا: پس شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگا کرو۔ اور یہ کلمات کہا کرو: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الرِّجْسِ النَّجِسِ الْخَبِيْثِ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ " بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت سر ڈھانپا ہونا چاہیے، جب تک زمین کے قریب نہ پہنچ جائے کپڑا نہ اٹھائے اور بایاں پاؤں زور دے کر بیٹھے کیونکہ اس طرح قضائے حاجت میں آسانی ہوتی ہے، پیشاب یا قضائے حاجت کی حالت میں نہ کسی سے گفتگو کرے، نہ کسی کے سلام کا جواب دے اور نہ ہی کسی بات کا جواب دے۔ چھینک آنے پر دل میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے، آسمان کی طرف سر اٹھا کر نہ دیکھے اور اپنے بادو سروں کے پیشاب وغیرہ نکلنے پر نہ ہنسے۔ پیشاب کے لیے لوگوں سے دور علیحدہ باپردہ اور ہموار نرم جگہ پر جائے تاکہ پیشاب کے چھینٹے اس پر نہ پڑیں اور نہ اسے کوئی دیکھے۔

اگر زمین سخت ہو یا ہوا چل رہی ہو تو اپنے آلۂ تناسل کو زمین کی طرف موڑ لے۔

جنگل میں پیشاب کر رہا ہو تو قبلہ کی طرف رُخ نہ کرے اور پیٹھ بھی اُدھر نہ کرے بلکہ شرقاً غرباً بیٹھے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے[1]۔ سورج اور چاند کی طرف بھی رُخ نہیں ہونا چاہیے۔

سوراخ میں پیشاب نہ کرے۔ درخت پھل دار ہو یا بے پھل اس کے نیچے بھی پیشاب نہیں کرنا چاہیے کیونکہ بعض اوقات لوگ اس کے سائے میں بیٹھتے ہیں لہٰذا کپڑے خراب ہوں گے۔ اور کبھی اس کا پھل نیچے گرتا ہے جس کے ناپاک ہونے کا خدشہ ہے۔ راستے میں، گھاٹ پر اور دیوار کے سائے میں بھی پیشاب نہ کرے اس طرح حدیث پاک کے مطابق لعنت کا مستحق ہوگا۔

رفع حاجت کے مقام پر قرآن پاک سے یا کسی طرح بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرے تاکہ اللہ تعالیٰ کے نام کی

---

[1] پیشاب یا پاخانہ کے وقت چاہے جنگل میں ہو یا بستی میں قبلہ رخ بھی نہ ہو اور ادھر پیٹھ بھی نہ کرے۔ ہمارے علاقے میں شرقاً غرباً کی بجائے شمالاً جنوباً ہونا چاہیے کیونکہ ہمارے ہاں قبلہ مغرب کی جانب ہے۔

بے ادبی نہ ہو۔ صرف بسم اللہ اور اعوذ باللہ پڑھے۔ فراغت پر یہ الفاظ کہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ غُفْرَانَكَ۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جو مجھ سے اذیت کو دُور کیا اور مجھے عافیت بخشی یا اللہ! میں تجھ سے مغفرت کا طالب ہوں۔

اس کے بعد پاک جگہ پر چلا جائے۔ پاخانے کی جگہ استنجاء نہ کرے تاکہ ہاتھ نجاست سے آلودہ نہ ہوں اور پانی کے چھینٹے کپڑوں اور بدن پر نہ پڑیں [1]۔

استنجاء کس چیز سے کیا جائے:-

اس کے بعد دیکھے اگر نجاست مخرج سے متجاوز نہیں ہوئی تو اختیار ہے کسی ٹھوس چیز سے استنجاء کرے یا پانی سے ـــــ البتہ ٹھوس سے استنجاء کرنے کی صورت میں پتھر یا (ڈھیلے) کا استعمال بہتر ہے۔ جن کی تعداد تین ہو اور اس سے پہلے وہ استنجاء کے لیے استعمال نہ کیے گئے ہوں بلکہ پاک ہوں۔

پتھر سے استنجاء کرنے کا طریقہ:-

پتھر کو دائیں ہاتھ میں پکڑ کر پیشاب خارج ہونے کی جگہ کو اس سے رگڑے لیکن اس سے پہلے آلہ تناسل کو بائیں ہاتھ میں پکڑ کر اس کے اگلے حصہ کی طرف سونتے اور تین بار جھاڑے اور کھانس کر اس بات کی تحقیق کرے کہ اب کوئی قطرہ باقی نہیں رہا اس کو استبراء کہتے ہیں۔ عضو مخصوص کو بائیں ہاتھ میں پکڑ کر اس ڈھیلے سے رگڑے جو دائیں ہاتھ میں ہے حتیٰ کہ مسح والی جگہ خشک ہو جائے۔ تین بار تین ڈھیلوں سے یونہی کرے اگر تین پتھر میسر نہ آسکیں تو کپڑے کے تین ٹکڑوں یا تین ٹھیکریوں یا تین ڈھیلوں سے استنجاء کرے۔ یہ چیزیں بھی نہ ہوں تو تین مٹھی مٹی استعمال کرے یا زمین یا دیوار سے تین بار رگڑے اور ہر بار دیکھ لے کہ خشک ہو گیا یا نہیں۔ اس عمل کے بعد استنجاء مکمل ہو گیا۔ صرف حشفہ سے عضو مخصوص کو نہ سونتے کیونکہ بعض اوقات پیشاب کے قطرات عضو مخصوص کی ڈنڈی میں رہ جاتے ہیں اور وضو کرنے کے بعد نکلتے ہیں جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اسی لیے حکم ہے کہ پیشاب کرنے کے بعد چند قدم چلے یا کھانسے تاکہ استبراء حاصل ہو اور پیشاب کا کوئی قطرہ باقی نہ جائے۔

[1] یہ ایسی جگہ کے بارے میں ہے جہاں پاخانہ پڑا رہتا ہو اگر اس قسم کے بیت الخلاء ہوں جہاں سے پاخانہ بہ جاتا ہے مثلاً "فلش" ہو تو وہاں ہی استنجاء کیا جائے۔ ۱۲ ہزاروی۔

قضائے حاجت کے بعد طہارت حاصل کرنا۔

مقعد (پاخانے کے مقام) کو صاف کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بائیں ہاتھ میں پتھر لے کر اسے آگے سے پیچھے کی طرف کھینچے پھر اسے پھینک دے اس سے ضروری طہارت حاصل ہوگئی پھر دوسرا پتھر لے کر پیچھے سے آگے کی طرف رگڑے اور اسے بھی پھینک دے۔ اس کے بعد تیسرا پتھر لے کر اسے مقعد کے چاروں طرف رگڑے اور پھینک دے۔ اب طہارت حاصل ہوگئی۔ اگر تیسرے پتھر سے پوری طرح طہارت حاصل نہ ہو بلکہ تری نمودار ہو تو پتھروں کی تعداد پانچ تک بڑھا دے اب بھی صفائی نہ ہو تو سات یا نو تک بھی بڑھا سکتا ہے لیکن طاق ہونے چاہئیں۔ اگر ایک یا دو پتھروں سے طہارت حاصل ہو جائے تو تین استعمال کرے کیونکہ یہی شرعی حکم ہے۔ پتھروں کے استعمال کا ایک دوسرا طریقہ بھی ہے وہ یہ کہ بائیں ہاتھ میں پتھر لے کر مقام خروج کے دائیں کنارے پر رکھے پھر اسے پیچھے کی طرف لے جائے اس کے بعد اس کو بائیں طرف سے پھیرتے ہوئے پیچھے کی طرف لے جائے حتیٰ کہ جہاں سے شروع کیا تھا وہاں تک آجائے پھر اسے پھینک کر دوسرا پتھر لے اور اسے بائیں کنارے پر رکھتے ہوئے رگڑے اس کے بعد تیسرا پتھر لے کر اسے درمیان میں ملے، دونوں طریقے صحیح ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کسی شخص نے ایک دیہاتی صحابی سے جھگڑتے ہوئے کہا میرے خیال میں تمہیں قضائے حاجت کے لیے بیٹھنا بھی نہیں آتا۔ صحابی نے جواب دیا کیوں نہیں مجھے تمہارے باپ کی قسم میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ اس نے کہا اچھا بیان کرو۔ صحابی نے کہا میں قدموں کو دُور دُور رکھ کر (کشادہ ہو کر) بیٹھتا ہوں اور ڈھیلے تیار رکھتا ہوں۔ شیح گھاس کی طرف منہ کرتا ہوں اور ہوا کی جانب پیٹھ کرتا ہوں ہرن کی طرح بیٹھتا ہوں اور شترمرغ کیطرح سرین کو بلند رکھتا ہوں ——— شیح ایک خوبصورت گھاس ہے جو عرب کے جنگلوں میں پائی جاتی ہے۔ ہرن کی طرح بیٹھنے سے مراد قدموں پر زور دیکر بیٹھنا ہے

پانی سے استنجاء

پانی سے استنجاء کا طریقہ یہ ہے کہ عضو مخصوص کو بائیں ہاتھ سے پکڑے اور دائیں ہاتھ سے پانی ڈال کر سات بار دھوئے لیکن اس سے پہلے کھانسی وغیرہ کے ذریعے باقیماندہ قطرات کے نکل جانے پر اطمینان حاصل کرے۔ فقہاء مدینہ نے عضو مخصوص کو جانور کے تھن سے تشبیہ دی ہے کہ جبتک آدمی اسے کھینچتا رہے کچھ نہ کچھ نکلتا رہتا ہے۔ پس عضو مخصوص پر پانی پڑنے سے پیشاب کا آنا بند ہو جاتا ہے۔

پاخانہ کی جگہ کو بائیں ہاتھ سے صاف کرے اور دائیں ہاتھ سے پانی ڈالے پانی مسلسل ڈالتا رہے اور مقعد کو کچھ ڈھیلا چھوڑے اور اس جگہ کو اچھی طرح ملے۔ یہانتک کہ اسے پاک ہونے کا یقین ہو جائے پیشاب نکلنے کی جگہوں کو اندر سے دھونا ضروری نہیں کیونکہ ایسے کاموں کو شریعت نے معاف کیا ہے ہوا نکلنے

پر بھی استنجاء لازم نہیں آتا۔ خشک ڈھیلوں اور پانی دونوں کا استعمال افضل ہے۔ اگرچہ پتھروں کے استعمال پر اکتفاء بھی جائز ہے لیکن بہرحال پانی کا استعمال زیادہ مناسب ہے کیونکہ کہا گیا کہ پانی سے استنجاء نہ کرنے کی صورت میں وسوسے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ بعض شعراء پانی کے ساتھ استنجاء نہیں کرتے اور وہ ناپاک اور فحش کلام کرتے ہیں اور یہ نہایت بری بات ہے۔ ہم ایسے کلام سے خدا کی پناہ چاہتے ہیں جو گندگی اور بدبو کا باعث بنے۔

پانی سے استنجاء واجب ہے

اگر نجاست عضو مخصوص کی موٹی جگہ یا پاخانہ کے مقام پر ادھر اُدھر پھیل جائے تو پانی کے سوا استنجاء جائز نہیں کیونکہ نجاست رخصت کی جگہ سے تجاوز کر کے اس نجاست کی طرح ہو گئی ہے جو جسم کے باقی حصوں مثلاً ران اور سینہ وغیرہ پر لگی ہو اور وہ پانی کے بغیر دور نہیں ہوتی۔

کس چیز کو بطور ڈھیلا استعمال کیا جائے

جس چیز کو بطور ڈھیلا استعمال کرنا جائز ہے وہ ٹھوس، پاک اور پاک کرنے والی ہو۔ کھانے کی چیز یا قابل احترام چیز نہ ہو کسی حیوان سے بھی اس کا تعلق نہ ہو گوبر اور ہڈی سے بھی استنجاء نہ کیا جائے کیونکہ یہ دونوں جنوں کی خوراک ہیں اور چکنے والی چیز جو جسم کو نجاست آلودہ کر دے مثلاً کوئلہ، شیشہ اور چکنے پتھر سے بھی استنجاء کرنا جائز نہیں۔

کن چیزوں کے نکلنے سے استنجاء لازم ہوتا ہے

انسان کے اگلے پچھلے راستے سے نکلنے والی ہر چیز مثلاً پاخانہ، کیڑا، کنکری، خون، پیپ اور بال سے استنجاء واجب ہوتا ہے۔ البتہ ہوا کے نکلنے سے استنجاء لازم نہیں۔

عضو مخصوص سے پانچ چیزیں نکلتی ہیں (۱) پیشاب (۲) مذی، یہ سفید پتلا پانی ہوتا ہے جو لذت، کھیل کود اور سوچ بچار سے خارج ہوتا ہے۔ اس کا حکم پیشاب کی طرح ہے البتہ عضو مخصوص وغیرہ کو اچھی طرح دھویا جائیگا۔ جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی حدیث شریف میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ نر کا پانی ہے اور ہر نر کے لیے پانی ہوتا ہے، پس چاہیے کہ اپنے عضو مخصوص کو دھوئے اور نماز کے وضو جیسا وضو کرے (۳) ودی پیشاب کے بعد سفید رنگ کا گاڑھا پانی نکلتا ہے اسکا حکم وہی ہے جو پیشاب کا حکم ہے (۴) منی ـــ یہ سفید پانی ہوتا ہے جو جماع یا احتلام کے وقت لذت حاصل ہونے پر اُچھل کر نکلتا ہے۔ کبھی مرد کے قوی ہونے

کی صورت میں زرد رنگ کا ہوتا ہے اور کبھی کثرتِ جماع کی وجہ سرخ ہوتا ہے اور کبھی جسمانی کمزوری کی وجہ سے پتلا ہوتا ہے۔ کھجور کے شگوفے اور آٹے کے خمیر جیسی بُو سے منی کا پتا چل جاتا ہے۔

دو روایتوں میں سے مشہور روایت کے مطابق منی پاک ہوتی ہے لیکن اس کے نکلنے سے تمام جسم کا دھونا فرض ہے عورت کی منی پتلی اور زرد رنگ کی ہوتی ہے۔ (۵) ہُوا جو بعض اوقات آگے کی طرف سے نکلتی ہے جیسا کہ پیچھے کی جانب سے نکلتی ہے۔

غسل کا طریقہ۔

طہارت کبریٰ یعنی غسل کی دو صورتیں ہیں (۱) غسل کامل (۲) غسلِ جائز۔ کامل غسل کی صورت یہ ہے کہ شروع میں نیّت کی جائے یعنی حدث اکبر یا جنابت دُور کرنے کا ارادہ ہو دل میں ارادہ کرنے کے ساتھ ساتھ زبان سے الفاظ بھی ادا کیے جائیں تو یہ افضل ہے۔ پانی لیتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ پڑھے، ہاتھوں کو تین بار دھوئے اور جسم پر گندگی وغیرہ لگی ہو تو اُسے دُور کر دے پھر مکمل وضو کرے البتہ قدموں کو ابھی نہ دھوئے۔ اس کے بعد تین بار سر پر پانی ڈالے حتّٰی کہ بالوں کی جڑیں تر ہو جائیں پھر تمام جسم پر تین دفعہ پانی بہائے اور جسم کو ہاتھوں کے ساتھ اچھی طرح ملے بدن کی تمام شکنوں اور سلوٹوں میں اچھی طرح پانی پہنچائے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "بالوں کو اچھی طرح تر کر دو اور جسم کو پاک کرو کیونکہ ہر بال کے نیچے جنابت ہے" داہنی طرف سے ابتداء کی جائے اور جب غسل کر چکے تو وہاں سے ہٹ کر پاؤں کو دھوئے۔ اگر اس دوران وضو نہ ٹوٹے تو اس غسل کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ اس کے ساتھ دونوں حدث دُور ہو جاتے ہیں۔ اور اگر کوئی ناقض وضو بات پائی گئی تو نئے سرے سے وضو کرے۔ اس ضمن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت بنیاد ہے آپ فرماتی ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب جنابت سے غسل کا ارادہ فرماتے تو تین بار دونوں ہاتھوں کو دھوتے پھر دائیں ہاتھ سے پانی لیکر بائیں ہاتھ پر ڈالتے پھر تین بار کلی کرتے اور ناک میں ڈالتے چہرہ انور کو تین بار دھوتے بازوؤں کو تین بار دھوتے پھر سر مبارک پر تین بار پانی ڈالتے اور اس کے بعد غسل فرماتے جب باہر نکلتے تو پاؤں دھوتے ہیں[1]

جائز غسل کا طریقہ یہ ہے کہ استنجاء کرنے کے بعد نیت کرے بسم اللہ پڑھے اور سارے بدن پہ پانی ڈال دے لیکن کلی بھی کرے اور ناک میں بھی پانی ڈالے کیونکہ یہ دونوں غسل میں فرض ہیں۔ وضو میں کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے بارے میں دو قسم کی روایتیں ہیں زیادہ صحیح یہ ہے کہ وضو میں بھی یہ واجب ہیں[2] اس غسل کے

---

[1] یہ اس صورت میں ہے جب غسل خانے میں مستعمل پانی ٹھہرتا ہو اور اگر پانی بہہ جاتا ہو یا کسی چیز کے اوپر کھڑا ہو تو غسل کے ساتھ ہی قدم دھوئے جا سکتے ہیں۔ ۱۲ ہزاروی۔

[2] احناف کے نزدیک وضو میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے فرض یا واجب نہیں ۱۲ ہزاروی۔

ساتھ نماز اسی وقت پڑھنا جائز ہے جب غسل اور وضو دونوں کی نیت کی ہو۔ عذر کی بناء پر نیت کر لینے سے وضو کے بقیہ افعال غسل کے ضمن میں ادا ہو جاتے ہیں لیکن نیت نہ ہونے کی صورت میں وضو نہ ہوگا لہٰذا نماز صحیح نہ ہوگی [۱]۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جس کا وضو نہ ہو اس کی نماز نہیں ہوتی"۔

البتہ غسل کی صورت میں وضو مکمل طور پر کر لیا گیا تھا پانی ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا اچھا نہیں۔ پانی کے استعمال میں میانہ روی کو پسند کیا گیا ہے غسل اور وضو کے افعال بھی ادا ہو جائیں اور پانی بھی کم خرچ ہو فضول خرچی سے بہتر ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ ایک مُد پانی سے وضو فرماتے اور ایک صاع سے غسل کرتے۔ مُد ایک رطل اور اس کا تہائی ہے (۱⅓ رطل) اور صاع چار مُد کا ہوتا ہے [۲]۔

وضو کرتے وقت کے اذکار

استنجاء سے فراغت پر یہ دعا پڑھی جائے:

اَللّٰھُمَّ نَقِّ قَلْبِیْ مِنَ الشَّكِّ وَالنِّفَاقِ وَحَصِّنْ فَرْجِیْ مِنَ الْفَوَاحِشِ۔

یا اللہ میرے دل کو شک اور منافقت سے پاک کر دے اور میری شرمگاہ کو بے حیائی کے کاموں سے محفوظ فرما۔

بسم اللہ کہتے وقت یہ دعا پڑھے:

اَعُوْذُ بِكَ مِنْ ھَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنَ۔

یا اللہ! میں شیطان کے وسوسوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور ان کے قریب آنے سے تیری پناہ کا طالب ہوں۔

ہاتھ دھوتے وقت یہ کلمات کہے جائیں:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ الْیُمْنَ وَالْبَرَكَةَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الشُّؤْمِ وَالْھَلَكَةِ

یا اللہ! میں تجھ سے برکت کا سوال کرتا ہوں اور بے برکتی اور ہلاکت سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

کلی کرتے وقت یہ دعا مانگے:

اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی تِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ كِتَابِكَ

یا اللہ! اپنی کتاب قرآن پاک کی تلاوت اور بکثرت

---

[۱] احناف کے نزدیک نیت شرط نہیں۔ لہٰذا نیت کے بغیر بھی غسل کے ضمن میں پائے جانے والے وضو سے نماز ہو جائے گی۔ ۱۲ ہزاروی۔

[۲] شرعی طور پر پانی کی مقدار متعین نہیں کیونکہ یہ غسل کرنے والے پر منحصر ہے اسی طرح موسم کا بھی لحاظ ہوگا۔ پانی کی فراوانی اور قلت کو پیش نظر رکھا جائیگا البتہ اسراف سے بچنا لازمی ہے۔ ۱۲ ہزاروی۔

وَكَثْرَةَ الذِّكْرِ لَكَ۔

اپنے ذکر پر میری مدد فرما۔

ناک میں پانی ڈالتے وقت کہے:

اَللّٰهُمَّ اَوْجِدْنِيْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَ اَنْتَ عَنِّيْ رَاضٍ۔

یا اللہ! مجھے جنت کی خوشبو عطا فرما دراں حالیکہ تو مجھ سے راضی ہو۔

ناک جھاڑتے وقت یہ کلمات کہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الرَّوَائِحِ النَّارِ وَمِنْ سُوْءِ الدَّارِ۔

یا اللہ! میں جہنم کی بدبُو سے اور بُرے گھر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

منہ دھوتے وقت یوں دُعا مانگنی چاہیے۔

اَللّٰهُمَّ بَيِّضْ وَجْهِيْ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهُ اَوْلِيَآئِكَ وَلَا تُسَوِّدْ وَجْهِيْ يَوْمَ تَسْوَدُّ وُجُوْهُ اَعْدَآئِكَ۔

یا اللہ! اس دن میرا چہرہ روشن رکھنا جس دن تیرے دوستوں کے چہرے سفید ہونگے اور میرے چہرے کو سیاہ نہ کرنا جس دن تیرے دشمنوں کے چہرے سیاہ ہوں گے۔

دایاں بازو دھوتے وقت اس طرح دعا مانگے۔

اَللّٰهُمَّ اٰتِنِيْ كِتَابِيْ بِيَمِيْنِيْ وَحَاسِبْنِيْ حِسَابًا يَّسِيْرًا۔

یا اللہ! میرا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دینا اور میرا حساب آسان کرنا۔

بایاں بازو دھوتے ہوئے یہ کلماتِ دُعا کہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ تُؤْتِيَنِيْ كِتَابِيْ بِشِمَالِيْ اَوْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِيْ۔

یا اللہ! میں اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ تو میرا نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں یا پیٹھ کے پیچھے سے دے۔

سر کا مسح کرتے وقت یہ دعا مانگی جائے۔

اَللّٰهُمَّ غَشِّنِيْ بِرَحْمَتِكَ وَاَنْزِلْ عَلَيَّ مِنْ بَرَكَاتِكَ وَاَظِلَّنِيْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِكَ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّكَ۔

یا اللہ! مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ دے۔ مجھ پر اپنی رحمت نازل فرما اور اس دن مجھے اپنے عرش کے سائے میں رکھنا جس دن تیرے عرش کے سوا کہیں سایہ نہ ہوگا۔

کانوں کا مسح کرتے وقت یوں کہے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اَللّٰهُمَّ اَسْمِعْنِيْ

یا اللہ! مجھے ان لوگوں میں سے بنا دے جو (تیری) بات سنتے ہیں اور اچھی باتوں کی پیروی کرتے

مُنَادِی الْجَنَّۃِ مَعَ الْاَبْرَارِ۔

ہیں۔ یا اللہ! مجھے نیک لوگوں کے ہمراہ جنت کے منادی کی پکار سُنا دے۔

پھر گردن کا مسح کرتے ہوئے کہے۔

اَللّٰھُمَّ فُکَّ رَقَبَتِیْ مِنَ النَّارِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ السَّلَاسِلِ وَالْاَغْلَالِ۔

یا اللہ! میری گردن کو جہنم سے آزاد رکھنا اور میں طوقوں اور بیڑیوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

دایاں پاؤں دھوتے وقت یہ دعا مانگے

اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِیْ عَلَی الصِّرَاطِ مَعَ اَقْدَامِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

یا اللہ! مومنوں کے ساتھ مجھے بھی پل صراط پر ثابت قدم رکھنا۔

بایاں پاؤں دھوتے وقت یہ کلمات کہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ اَنْ تَزِلَّ قَدَمِیْ عَنِ الصِّرَاطِ یَوْمَ تَزِلُّ اَقْدَامُ الْمُنَافِقِیْنَ۔

یا اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اس سے کہ میرے قدم پل صراط سے پھسل جائیں جس دن منافقوں کے قدم پھسلیں گے۔

وضو سے فارغ ہونے کے بعد آسمان کی طرف سر اُٹھاتے ہوئے یہ کلمات کہے۔

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ سُبْحَانَکَ وَبِحَمْدِکَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ عَمِلْتُ سُوْءً وَظَلَمْتُ نَفْسِیْ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَسْاَلُکَ التَّوْبَۃَ فَاغْفِرْ لِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ صَبُوْرًا شَکُوْرًا وَاجْعَلْنِیْ اَذْکُرُکَ وَاُسَبِّحُکَ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے (خاص) بندے اور رسول ہیں (یا اللہ!) تو پاک ہے اور لائق حمد ہے۔ تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ میں نے بُرے کام کیے اور میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا میں تجھ سے بخشش طلب کرتا ہوں اور قبولیت توبہ کی درخواست کرتا ہوں تو مجھے بخش دے اور میری توبہ قبول فرما بیشک تو ہی بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے یا اللہ! مجھے خوب توبہ کرنے والوں اور خوب پاک ہونے والوں میں کر دے مجھے صبر کرنے والا اور شکر گزار بنا دے اور ایسا کر دے کہ میں صبح و شام تیری تسبیح بیان کروں۔

آداب لباس

اقسام لباس۔

لباس کی پانچ قسمیں ہیں۔

(۱) ہر مکلف کے لیے حرام۔
(۲) بعض کے لیے حرام بعض کے لیے جائز
(۳) مکروہ۔
(۴) مباح۔
(۵) نامناسب۔

کسی سے چھینا ہوا لباس پہننا ہر مکلف پر حرام ہے۔ ریشمی لباس بالغ مردوں پر حرام اور عورتوں کے لیے جائز ہے۔۔۔ لیکن کیا چھوٹے بچے اسے پہن سکتے ہیں؟ اس بارے میں دو مختلف روایتیں ہیں۔ اسی طرح مشرکین سے جہاد کے وقت بالغ مردوں کے لیے اس کے پہننے میں بھی دو قسم کی روایات ہیں پس یہ جائز ہے۔ کپڑے کو اتنا لٹکانا اور لمبا کرنا جس سے تکبر و غرور پیدا ہو مکروہ ہے۔ یونہی وہ کپڑا پہننا بھی مکروہ ہے کہ جس میں ریشم اور سوت ملے ہوں لیکن پتا نہ چلتا ہو کہ دونوں برابر برابر ہیں یا ایک زیادہ ہے۔

ایسے لباس سے بچنا مناسب ہے جس کو پہن کر وہ لوگوں میں شہرت حاصل کرے اور شہر والوں یا خاندان کی عادت کے خلاف ہو لہٰذا وہ لباس پہنے جیسے دوسرے لوگ پہنتے ہیں اور لباس میں ان سے علیحدگی اختیار نہ کرے تاکہ لوگ اس پر انگلی نہ اٹھائیں اور اس کی غیبت نہ کی جائے کیونکہ یہ لباس اس کی غیبت کا باعث بنے گا پس غیبت کے گناہ میں یہ بھی ان کا شریک ہوگا۔

واجب اور مستحب لباس۔

ہمارے نزدیک لباس کی دو قسمیں اور بھی ہیں۔

(۱) واجب (۲) مستحب

واجب کی دو قسمیں ہیں ایک حقِ خداوندی سے متعلق ہے اور دوسری قسم خاص انسان کے حق سے متعلق رکھتی ہے۔

اللہ تعالےٰ کے حق سے متعلق وہ لباس ہے جس کے ساتھ اپنے ستر کو لوگوں کی نگاہوں سے چھپائے۔

(جیساکہ ہم نے ننگے ہونے سے متعلق فصل میں بیان کیا) انسان کے اپنے حق سے متعلق وہ لباس ہے جس کے ساتھ گرمی سردی اور مختلف قسم کے نقصانات سے اپنے آپ کو بچائے پس یہ اس پر واجب ہے اور اس کا چھوڑنا جائز نہیں کیونکہ اس طرح اپنے آپ کو ہلاک کرنا ہے اور یہ حرام ہے۔

مستحب لباس کی بھی دو قسمیں ہیں۔

ایک کا تعلق ذات باری تعالیٰ سے ہے کہ انسان جب عید یا جمعہ کے دن لوگوں سے اجتماع میں جائے تو عمدہ کپڑوں چادر وغیرہ سے شانوں کو ڈھانپے،

دوسری قسم لوگوں کے حق سے متعلق ہے کہ لوگ عمدہ اور نفیس قسم کے جائز کپڑوں سے زیبائش حاصل کریں۔ کیونکہ اس سے آدمی لوگوں کی نظروں میں کمینہ اور حقیر معلوم نہیں ہوتا۔

عمامہ باندھنے کا طریقہ۔

عمامہ باندھتے وقت اس کا کنارہ دانتوں میں دبائے اور پھر سر پر لپیٹے یہ مستحب طریقہ ہے۔ لباس کا ہر وہ طریقہ مکروہ ہے جو اہل عرب کے خلاف اور عجمیوں کے طریقہ سے مشابہ ہو۔

کپڑا لٹکانا منع ہے۔

تہبند وغیرہ کا دامن لٹکانا مکروہ ہے کیونکہ حدیث شریف میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، آپ نے فرمایا "مسلمان کا ازار (تہبند) پنڈلی کے نصف تک ہو اگر ٹخنوں تک ہو تب بھی کوئی حرج نہیں لیکن ٹخنوں سے نیچے ہوگا تو دوزخ میں جائیگا۔ جو شخص "تکبر" سے تہبند کو گھسیٹتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائیگا"۔ یہ حدیث امام ابو داؤد نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

چند دیگر آداب۔

نماز میں چادر کو اس طرح پیٹنا کہ ہاتھ باہر نہ نکال سکے مکروہ ہے۔ نیز سدل بھی مکروہ ہے اور سدل یہ ہے کہ چادر (یا مفلر تولیہ وغیرہ) کو سر پر رکھ کر یا گلے میں ڈال کر دونوں کنارے لٹکائے جائیں یہ یہودیوں کا لباس ہے۔

احتباء بھی مکروہ ہے یعنی دونوں گھٹنوں کو کھڑا کر کے سینے سے لگا لینا اور پیٹھ کے پیچھے سے چادر کو لاتے ہوئے انھیں باندھ دینا گویا کمر کا سہارا لیا جا رہا ہے۔ اس صورت میں ستر کھلنے کا خطرہ ہوتا ہے لیکن نیچے کوئی کپڑا (نیکر وغیرہ) پہنا ہو تو جائز ہے۔ نماز میں منہ اور ناک لپیٹ لینا بھی مکروہ ہے۔

مردوں کا عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا اور عورتوں کا مردوں کی وضع اختیار کرنا مکروہ ہے۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے والے پر لعنت بھیجی ہے اور عذاب کی وعید سنائی ہے۔ نماز میں اقعاء بھی مکروہ ہے اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ پاؤں کو بچھا کر ایڑیوں پر بیٹھ جائے اور دوسری یہ کہ پاؤں کھڑے کر کے سرین پر بیٹھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کتے کی طرح بیٹھنا ہے اور اس طرح بیٹھنا منع ہے۔ ایسا لباس پہننا منع ہے جس سے بدن نظر آتا ہو اور اگر ستر نظر آتا ہے تو ایسا شخص فاسق ہے جس طرح جان بوجھ کر پھٹا ہوا لباس پہننے والے کی شرمگاہ نظر آتی ہو نافرمان ہے اور ایسے لباس کے ساتھ نماز صحیح نہیں ہوتی۔

سلوار

شریعت اسلامیہ میں سلوار کی تعریف کی گئی ہے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سلوار نصف لباس ہے۔" مردوں کے بارے میں اس کی زیادہ تاکید ہے۔ سلوار کے پائینچے کھلے رکھنا مکروہ ہے اور تنگ رکھنا بہتر ہے کیونکہ اس سے ستر پوشی زیادہ ہوتی ہے۔ ایک روایت میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا مانگی "یا اللہ! سلوار پہننے والی عورتوں کو بخش دے۔" آپ نے یہ بات ایک عورت کے بارے میں کہی جو بآواز بلند رو رہی تھی کہ گر پڑی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے رخ انور پھیرنا چاہا تو کہا گیا کہ اس نے سلوار پہن رکھی ہے۔

بعض احادیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی کشادہ اور لمبی سلوار کو ناپسند فرمایا جو پاؤں پر پڑتی ہے "مخرنجۃ" وسعت کے معنیٰ میں ہے کشادہ زندگی کو "عیش مخرج" کہا جاتا ہے۔

بہترین لباس

بہترین لباس وہ ہے جس سے ستر ڈھانپا جائے اور بہترین رنگ، سفید رنگ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا بہترین لباس، سفید لباس ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے آپ نے فرمایا سفید لباس اختیار کرو تمہارے زندہ بھی اسے پہنیں اور اسی میں اپنے مرنے والوں کو کفن دو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سفید لباس پہنو کیونکہ وہ تمہارا بہترین لباس ہے اسی میں اپنے فوت ہونے والوں کو کفناؤ اور بہترین سرمہ اثمد ہے جو آنکھوں کو روشن کرتا اور بالوں کو اگاتا ہے۔"

سونے کے آداب

جو شخص سونا چاہے وہ برتن ڈھلنے، چراغ گُل کرے، دروازہ بند کرے اور اگر کوئی ایسی چیز کھائی ہے جس سے بُو آتی ہو تو منہ کو دھوئے (کُلی کرے) تاکہ کیڑے مکوڑے اُسے تنگ نہ کریں، اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے۔ پھر وہ کلمات پڑھے جنھیں امام ابوداؤد نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت عبید بن عبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے جب تم خوابگاہ میں جاؤ تو وضو کرو جس طرح نماز کے لیے وضو کیا جاتا ہے۔ پھر دائیں پہلو پر لیٹ جاؤ اور یوں کہو۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْلَمْتُ وَجْھِیْ اِلَیْکَ وَ فَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْکَ وَ اَلْجَاْتُ ظَھْرِیْ اِلَیْکَ رَغْبَۃً وَّ رَھْبَۃً اِلَیْکَ لَا مَلْجَاَ وَ لَا مَنْجَاَ مِنْکَ اِلَّا اِلَیْکَ اٰمَنْتُ بِکِتَابِکَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَ نَبِیِّکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ۔

یا اللہ! میں نے اپنا چہرہ تیری طرف متوجہ کیا اپنا معاملہ تیرے حوالے کیا اپنی پیٹھ کو تیری پناہ میں دیا تیری طرف رغبت رکھتے ہوئے اور تجھ سے ڈرتے ہوئے تیری طرف، تیرے بغیر نہ کوئی پناہ گاہ ہے اور نہ نجات کی جگہ۔ میں تیری اتاری گئی کتاب پر اور تیرے بھیجے ہوئے رسول پر ایمان لایا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے فرمایا اگر تم یہ دُعا پڑھ کر سو جاؤ اور اسی رات تمہارا وصال ہو جائے تو تم فطرتِ اسلام پر دنیا سے رخصت ہوگے نیز یہ کلمات سب سے آخر میں کہنا۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا حضور! میں انھیں یاد کر لیتا ہوں پھر میں نے برسولک الذی ارسلت کے الفاظ کہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "و بنبیک الذی ارسلت" کہو[1]

حدیث پاک کے مطابق دائیں پہلو پر قبلہ رُخ سونا چاہیے جس طرح قبر میں ہوتا ہے اور اگر زمین و آسمان کی سلطنت میں غور و فکر کرنے کے لیے پیٹھ کے بل لیٹ جائے تو بھی حرج نہیں۔ چہرے کے بل لیٹنا مکروہ ہے اور اگر خواب میں کوئی پریشان کن بات دیکھے تو اس کی شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے۔ اور تین بار بائیں طرف تھوک دے اور یہ الفاظ کہے؛

---

[1] یعنی جو الفاظ سکھائے گئے ہیں وہی کہو اپنی طرف سے تبدیلی نہ کرو۔ ۱۲ ہزاروی۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ خَیْرَ رُؤْیَایَ وَاکْفِنِیْ شَرَّھَا۔

یا اللہ! مجھے خواب کی بھلائی عطا فرما اور اس کی شر سے محفوظ فرما۔

نیز آیت الکرسی، سورہ اخلاص، سورہ الفلق اور سورہ والناس پڑھے۔ البتہ جنبی ہونے کی صورت میں نہ پڑھے۔

خواب کا بیان۔

اپنا خواب کسی عالم، دانا اور پسندیدہ شخصیت کے سوا کسی کو نہ بتائے۔ خواب میں دیکھے گئے خیالات کسی کے سامنے بیان نہ کرے کیونکہ شیطان انسانی صورت میں اس کے پاس آتا ہے۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ نے فرمایا، خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور خیالات شیطان کی طرف سے ہیں۔ پس جب تم میں سے کوئی ناپسندیدہ بات دیکھے تو تین مرتبہ بائیں طرف تھوک دے پھر اس کی شر سے پناہ مانگے تو وہ اسے نقصان نہیں پہنچائے گی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جب صبح کی نماز سے سلام پھیرتے تو پوچھتے کیا تم میں کسی نے گزشتہ رات خواب دیکھا ہے اور فرماتے میرے بعد نبوت سے صرف اچھے خواب رہ جائیں گے۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا، مؤمن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصّہ ہے۔

گھر سے باہر نکلتے وقت کی دُعا۔

جب گھر سے نکلنے کا ارادہ ہو تو وہ کلمات کہے جو حدیث شعبی میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہیں آپ فرماتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی میرے گھر سے تشریف لے جاتے تو نگاہ آسمان کی طرف اُٹھا کر یہ کلمات کہتے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اَضِلَّ اَوْ اُضَلَّ اَوْ اَزِلَّ اَوْ اُزَلَّ اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ اَوْ اَجْھَلَ اَوْ یُجْھَلَ عَلَیَّ۔

یا اللہ! میں گمراہ ہونے یا گمراہ کیے جانے، پھسلنے یا پھسلائے جانے، ظلم کرنے یا ظلم کیے جانے، جاہل بننے یا جہالت کا شکار ہونے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

صبح و شام کا وظیفہ۔

صبح و شام سورۂ اخلاص، سورہ الفلق اور سورہ الناس پڑھے اور پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ بِكَ نُصْبِحُ وَبِكَ نُمْسِيْ وَبِكَ نَحْيٰى وَبِكَ نَمُوْتُ۔

یا اللہ! ہم تیرے ہی نام سے صبح وشام کرتے ہیں اور تیرے ہی نام سے زندہ رہتے اور مرتے ہیں۔

صبح کے وقت " وَاِلَيْكَ النُّشُوْرُ " (اور تیری ہی طرف اٹھنا ہے) اور شام کے وقت " وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ " (اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے) کا اضافہ کرے اس کے ساتھ ساتھ یہ دعا بھی پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنْ اَعْظَمِ عِبَادِكَ عِنْدَكَ نَصِيْبًا فِيْ كُلِّ خَيْرٍ تَقْسِمُهٗ فِيْ هٰذَا الْيَوْمِ وَفِيْمَا بَعْدَهٗ مِنْ نُوْرٍ تَهْدِيْ بِهٖ اَوْ رَحْمَةٍ تَنْشُرُهَا اَوْ رِزْقٍ تَبْسُطُهٗ اَوْ ضُرٍّ تَكْشِفُهٗ اَوْ ذَنْبٍ تَغْفِرُهٗ اَوْ شِدَّةٍ تَدْفَعُهَا اَوْ فِتْنَةٍ تَصْرِفُهَا اَوْ مُعَافَاةٍ تَمُنُّ بِهَا بِرَحْمَتِكَ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

یا اللہ! مجھے اپنے عظیم بندوں میں سے بنا دے ہر بھلائی سے حصہ عطا فرما جسے تو آج یا اس کے بعد تقسیم فرمائیگا۔ ایسا نور جس کے ساتھ تو راستہ دکھلائے یا رحمت جسے تو پھیلا دے یا رزق جسے تو کشادہ کر دے یا نقصان جسے تو دور کر دے یا گناہ جسے تو بخش دے یا سختی جسے تو دور کر دے۔ یا فتنہ جسے تو پھیر دے یا صحت جسے تو اپنی رحمت کے ساتھ عطا فرمائے بے شک تو ہی ہر چیز پر قادر ہے۔

مسجد میں داخل ہونے کے آداب

جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہونے کا ارادہ کرے تو پہلے دایاں قدم اندر رکھے پھر بایاں ـــــ اور یہ کلمات کہے:

بِسْمِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ۔

اللہ تعالیٰ کے نام سے داخل ہوتا ہوں اللہ کے پیارے رسول پر سلام ہو۔ یا اللہ! حضرت محمد مصطفیٰ پر اور آپ کے اہل بیت پر رحمت نازل فرما۔ میرے گناہ بخش دے اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

حاضرین کو سلام کہے اور اگر وہاں کوئی شخص موجود نہ ہو تو کہے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا مِنْ رَّبِّنَا عَزَّ وَجَلَّ۔

ہمارے عزت اور بزرگی والے رب کی طرف سے ہم پر سلام ہو۔

مسجد میں داخل ہونے کے بعد بیٹھنے سے پہلے دو رکعتیں (تحیۃ المسجد) پڑھے پھر چاہے تو نوافل پڑھے ورنہ بیٹھ جائے اور ذکر الٰہی میں مشغول ہو جائے یا خاموش بیٹھے لیکن دنیوی گفتگو نہ کرے اور بلا ضرورت زیادہ

گفتگو نہ کرے اگر نماز کا وقت ہو جائے تو سنتیں ادا کرے اور پھر جماعت کے ساتھ فرض پڑھے

مسجد سے باہر آنے کے آداب

مسجد سے باہر آنے کا ارادہ ہو تو پہلے بایاں پاؤں باہر رکھے اور پھر دایاں اور یہ الفاظ کہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَاغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ۔

اللہ تعالیٰ کے نام سے باہر آتا ہوں۔ اللہ کے پیارے رسول پر سلام ہو یا اللہ! حضرت محمد مصطفیٰ اور آپ کے اہل بیت پر رحمت نازل فرما۔ میرے گناہ بخش دے اور میرے لیے اپنے فضل کے دروازے کھول دے۔

نماز کے بعد کلمات طیّبات

مستحب ہے کہ ہر نماز کے بعد تینتیس (۳۳) بار "سبحان اللہ" تینتیس بار (۳۳) بار "الحمد للہ" اور تینتیس (۳۳) بار اللہ اکبر کہے اور آخر میں " لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ " کہہ کر سو کی گنتی پوری کرے۔

چند ضروری اعمال

ہمیشہ با وضو رہنا مستحب ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زندگی میں ہمیشہ باوضو رہو اور جس قدر ممکن ہو رات اور دن میں نماز پڑھو۔ محافظ فرشتے تم سے محبت کریں گے۔ چاشت کی نماز پڑھو کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کی نماز ہے۔ گھر میں داخل ہوتے وقت گھر والوں کو سلام کہو۔ گھر کی بھلائی میں اضافہ ہوگا۔ مسلمانوں میں سے بڑوں کی عزت کرو اور چھوٹوں سے شفقت کے ساتھ پیش آؤ۔ جنت میں میری رفاقت حاصل کرو گے۔ یہ حدیث آداب کے سلسلہ میں جامع حدیث ہے۔

گھر میں داخلہ

جب کوئی شخص گھر میں داخل ہونا چاہے تو پہلے کھانسی وغیرہ کے ذریعے خبردار کرے اور داخل ہوتے وقت کہے "اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا مِنْ رَّبِّنَا " بعض روایات میں ہے مومن جب اپنے گھر سے نکلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دروازے پر دو فرشتے مقرر کر دیتا ہے جو اس کے اہل و عیال کی حفاظت کرتے ہیں اور ابلیس ستر سرکش شیطان مقرر کرتا ہے، جب مومن اپنے دروازے کے قریب پہنچتا ہے تو اگر

وہ حلال کمائی کے ساتھ لوٹتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں یا اللہ! اسے توفیق دے پھر جب وہ کھنگورہ مارتا ہے تو فرشتے اس کے قریب ہو جاتے ہیں اور شیطان دور چلے جاتے ہیں اور جب "اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا مِنْ رَّبِّنَا" کہتا ہے شیاطین چھپ جاتے ہیں۔ ایک فرشتہ اس کے دائیں جانب اور دوسرا بائیں جانب کھڑا ہو جاتا ہے۔ جب وہ دروازہ کھولتے ہوئے بسم اللہ کہتا ہے شیطان بھاگ جاتے ہیں اور فرشتے اس کے ساتھ داخل ہوتے ہیں۔ اس کے گھر کی ہر چیز کو سنوارتے ہیں اور اس کا دن رات اچھی طرح گزرتا ہے پھر جب مومن بیٹھ جاتا ہے تو فرشتے اس کے پاس کھڑے ہو جاتے ہیں اگر وہ کھاتا ہے تو پاکیزہ کھانا کھاتا ہے اور پیتا ہے تو پاک اور حلال پانی پیتا ہے۔ دن رات میں جب تک گھر میں رہتا ہے یہی کیفیت رہتی ہے اور وہ خوش باش رہتا ہے۔ اگر ان میں سے کوئی عمل نہ کرے تو فرشتے چلے جاتے ہیں اور شیطان اس کے ساتھ اندر داخل ہوتے ہیں گھر کی ہر چیز اسے بری دکھاتے ہیں اور اسے اہل خانہ سے ناپسندیدہ باتیں سنواتے ہیں۔ حتیٰ کہ اس کے اور گھر والوں کے درمیان ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں جو اس کے دین کو برباد کر دیتے ہیں اور اگر وہ غیر شادی شدہ ہے تو اسے اونگھ اور سستی میں مبتلا کر دیتے ہیں اگر سونا چاہے تو مردار کی نیند سوتا ہے اگر بیٹھے تو ایسی چیزوں کی آرزو کرتا ہے جو اسے نفع نہیں دیتیں۔ دراں حالیکہ وہ خبیث النفس ہوتا ہے۔ شیاطین اس کے کھانے، پینے اور نیند کو برباد کر دیتے ہیں۔

کسبِ حلال

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے سوال سے بچنے، گھر والوں کے لیے روزی حاصل کرنے اور پڑوسیوں پر مہربانی کرنے کے لیے حلال مال تلاش کیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے اس طرح اٹھائے گا کہ اس کا چہرہ چودہویں کے چاند کی طرح چمکتا ہوگا۔ اور جس نے حلال مال اس لیے تلاش کیا کہ اس میں اضافہ کرے، دوسروں پر فخر کرے اور لوگوں کو دکھائے وہ شخص قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس طرح ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوگا۔

حضرت ثابت بنانی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں مجھ پر یہ بات پہنچی ہے کہ سلامتی دس چیزوں میں ہے جن میں سے نو کا تعلق طلب معیشت سے ہے اور ایک عبادت سے متعلق ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا انسان جب اپنے لیے سوال کا دروازہ کھولتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر فقر و محتاجی کا دروازہ کھول دیتا ہے اور جو شخص بچتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بچا لیتا ہے جو شخص بے نیازی اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بے نیاز کر دیتا ہے (پھر فرمایا) اگر تم میں سے کوئی شخص رسی لے کر اس وادی میں چلا جائے اور وہاں سے لکڑیاں لا کر بازار میں ایک مد کھجور کے عوض بیچ دے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے مانگتا پھرے ان کی مرضی دیں یا انکار کر دیں۔

ایک روایت میں ہے جو شخص اپنے اوپر سوال کا ایک دروازہ کھولتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر محتاجی کے ستر دروازے کھول دیتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کام کاج کرنے والے عیال دار مومن کو پسند کرتا ہے اور تندرست بیکار کو پسند نہیں کرتا۔ جو نہ دنیا کا کام کرتا ہے نہ آخرت کا۔

ایک روایت میں ہے حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ وہ انھیں ہاتھ سے کمانے کی توفیق دے پس اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ میں لوہے کو نرم کر دیا چنانچہ لوہا آپکے ہاتھ میں موم یا خمیر کی طرح ہو جاتا آپ اس سے زرہ بناتے اور بیچ دیتے اور اس سے حاصل ہونیوالی قیمت سے آپ اور آپ کے اہل خانہ گزر اوقات کرتے۔ آپ کے صاحبزادے حضرت سلیمان علیہ السلام نے عرض کیا یا اللہ! تُو نے مجھے وہ بادشاہی عطا کی ہے جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی۔ میں سوال کرتا ہوں کہ میرے بعد بھی کسی کو نہ دینا تو نے مجھے سلطنت عطا فرمائی اگر میں تیرا شکر ادا کرنے میں کوتاہی کروں تو تُو مجھے ایسا شخص بتا دے جو مجھ سے زیادہ شکر گزار ہو۔ اللہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی، اے سلیمان! میرا وہ بندہ جو اپنے ہاتھ سے کماتا ہے تاکہ اپنی بھوک دُور کرے شرمگاہ ڈھاپے اور میری عبادت کرے وہ آپ کی بہ نسبت میرا شکر زیادہ ادا کرتا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے عرض کیا، الٰہی! میرا کسب میرے ہاتھ میں دیدے چنانچہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اگر کھجوروں کے پتھوں سے ٹوکرے بنانے کا کام سکھایا۔ چنانچہ سب سے پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام نے ٹوکریاں بنائیں۔

بعض دانا لوگوں کا قول ہے کہ دین اور دنیا چار قسم کے لوگوں سے قائم ہیں۔ علماء، امراء، غازی اور اہل کسب امیر لوگ، لوگوں کے چرواہے ہیں انھیں چراتے ہیں۔ علماء انبیاء کرام کے وارث ہیں وہ لوگوں کو آخرت کا راستہ بتاتے ہیں اور لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں۔ غازی زمین میں اللہ تعالیٰ کا لشکر ہیں ان کے ذریعے کفار کا خاتمہ کیا جاتا ہے۔ اہل کسب اللہ تعالیٰ کے امین ہیں۔ مخلوق کی بھلائی اور زمین کی آبادی ان سے وابستہ ہے چرواہے بھیڑیے بن جائیں تو بکریوں کی حفاظت کون کریگا۔ علماء، علم چھوڑ کر دنیا داری میں مشغول ہو جائیں تو مخلوق کس کی پیروی کریگی، غازی فخر و تکبّر کے لیے گھوڑوں پر سوار ہوں اور لالچ کے لیے میدان جنگ میں جائیں تو دشمن پر فتح کیسے حاصل کرینگے۔ اور اہل کسب لوگوں سے خیانت کریں تو وہ انھیں کیسے امین بنائیں گے۔

تاجر کی تین خصلتیں

جب تک تاجر میں تین باتیں نہ ہوں وہ دنیا اور آخرت میں محتاج ہوگا

پہلی بات۔ زبان تین باتوں سے پاک ہو جھوٹ، فضول اور بیہودہ بات، قسم کھانا۔

دوسری بات۔ پڑوسی اور عزیز و اقارب کے بارے میں اس کا دل کھوٹ اور حسد سے پاک ہو۔

تیسری بات۔ اس کا نفس تین باتوں کا محافظ ہو، جمعۃ المبارک، نماز باجماعت۔

رات اور دن کے بعض حصّوں میں طلب علم اور ہر بات پر رضائے الٰہی کو ترجیح دینا۔

حرام سے اجتناب

اپنے آپکو حرام کمائی سے بچاؤ کیونکہ کہا گیا ہے کہ جب انسان کا کسب حرام ہو اور وہ اس سے کھانا، کھانا چاہے تو جب وہ بسم اللہ کہتا ہے تو شیطان کہتا ہے "کھا" میں اس وقت بھی تیرے ساتھ تھا، جب تُو نے اسے کمایا پس میں تجھ سے جدا نہ ہونگا میں تیرا شریک ہوں۔ شیطان ہر حرام کمانے والے کا شریک ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ۔" اور تو ان کے اموال و اولاد میں شریک ہو جاؤ۔ اموال سے حرام مال اور اولاد سے حرامی اولاد مراد ہے اس آیت کی تفسیر میں اسی طرح مذکور ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص حرام سے مال حاصل کرکے اسے صدقہ کرے تو ثواب نہیں پائے گا، اس سے خرچ کرے تو برکت نہ ہوگی اور اس مال کو چھوڑ جائے تو وہ دوزخ میں جانے کے اسباب میں اضافہ ہوگا۔"

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حرام سے وہی شخص اجتناب کرتا ہے جو اپنے گوشت اور خون پر شفقت کرنے والا ہو۔ کیونکہ انسان کی زینت اس کے گوشت اور خون سے ہی ہے لہٰذا انسان کو چاہیے کہ وہ حرام سے اور حرام خوروں سے پرہیز کرے نہ ان کے ساتھ بیٹھے اور نہ ان لوگوں کا کھانا کھائے جو حرام کماتے ہیں اور نہ کسی کو حرام کی راہ دکھائے اس صورت میں وہ بھی اس کا شریک تصوّر کیا جائے گا۔ تقویٰ، دین کی اصل، عبادت کا قوام (قائم رکھنے والا) اور امرِ آخرت کو مکمّل کرنیوالا ہے۔

گوشہ نشینی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا "گوشہ نشینی اختیار کرو یہ بھی عبادت ہے۔" نیز آپ نے ارشاد فرمایا "مومن وہ ہے جو گھر میں بیٹھے"، [۱] آپ نے فرمایا بہترین انسان وہ ہے جو گوشہ نشینی اختیار کرتا ہے اور لوگوں سے اپنی بُرائی کو روک رکھتا ہے۔ حدیث کے بعض الفاظ میں آیا ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا غریب وہ ہے جو اپنے دین کی حفاظت کے لیے (لوگوں سے دور) بھاگتا ہے۔

حضرت بشر حافی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ خاموشی اور گھر دل میں بیٹھنے کا دَور ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص،

---

[۱] کسب حلال اور ضروری امور کو ترک کرنا مراد نہیں، بلکہ فتنہ وفساد اور لہو ولعب سے اپنے آپ کو بچا کر گوشہ نشینی اختیار کرنا، بالخصوص آج کل جبکہ ہر طرف بے پردہ عورتوں کی آمد ورفت ہے اور یہ فتنہ میں مبتلا ہونے کا موجب ہے ان حالات میں ضرورت کے بغیر باہر نہیں جانا چاہیے۔ ۱۲ ہزاروی۔

رضی اللہ عنہ نے جب مقام عقیق میں اپنے محل میں خلوت اختیار کی تو آپ سے پوچھا گیا کہ آپ نے بازاروں میں جانا اور دوستوں کی مجالس ترک کر کے گوشہ نشینی کیوں اختیار کر لی؟ آپ نے فرمایا میں نے بازاروں میں بیہودہ گفتگو اور مجالس میں لہو و لعب کو دیکھتے ہوئے گوشہ نشینی میں عافیت پائی ہے۔ حضرت وہیب بن ورد رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے پچاس سال تک لوگوں سے میل جول رکھا لیکن میں نے کوئی شخص بھی ایسا نہیں پایا جو میری لغزش کو معاف کر دیتا میری پردہ پوشی کرتا اور غصہ کے وقت مجھے بے خوف رکھتا۔ میں نے ان میں سے ہر شخص کو خواہشات پر سوار پایا۔

حضرت شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں لوگوں نے عرصہ دراز تک دین کے ساتھ باہم زندگی گزاری یہاں تک کہ دین چلا گیا پھر مردانگی کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ زندگی بسر کی حتیٰ کہ مردانگی بھی چلی گئی تو پھر حیاء کے ساتھ معاشرتی زندگی گزرتی رہی یہاں تک کہ حیاء بھی چلا گیا اس کے بعد لالچ اور ڈر کے ذریعے معاشرتی زندگی بسر ہوتی رہی، اور میرا خیال ہے کہ اس کے بعد اس سے بھی زیادہ سخت چیز آئے گی۔

کسی دانا شخص نے کہا ہے کہ عبادت کے دس حصے ہیں نو خاموشی میں ہیں اور ایک گوشہ نشینی میں ——— میں نے خاموشی اختیار کرنا چاہی لیکن ایسا نہ ہو سکا تو میں نے گوشہ نشینی اختیار کر لی، پس میرے لیے عبادت کے نو حصے جمع ہو گئے۔

انھوں نے مزید کہا قبر سے بڑھ کر کوئی واعظ نہیں، کتاب سے بڑا مونس و غمخوار کوئی نہیں اور تنہائی سے زیادہ سلامتی کسی چیز میں نہیں۔

علم اور علماء

بشر بن حارث رحمہ اللہ فرماتے ہیں علم اس لیے حاصل کیا جاتا ہے تاکہ اس کے ذریعے دنیا سے بھاگا جائے نہ اس لیے کہ اسے طلب دنیا کا سبب بنایا جائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارا کونسا ہمنشیں اچھا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے دیکھنے سے تمہیں خدا یاد آ جائے۔ اس کا علم تمہیں آخرت کی یاد دلائے اور اس کی گفتگو سے تمہارے علم میں اضافہ ہو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے تھے اے میرے ساتھیو! بدکار لوگوں سے دشمنی کے سبب اللہ تعالیٰ سے دوستی اختیار کرو۔ ان لوگوں سے دُوری اختیار کر کے قربِ خداوندی حاصل کرو، ان کو ناراض کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا تلاش کرو اور اگر لوگوں سے میل جول ضروری ہو تو علماء کی مجلس اختیار کرو کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ علماء کی ہمنشینی عبادت ہے نیز آپ نے فرمایا دل کے ساتھ سوچ بچار، جسم کے ساتھ محنت اور آنکھوں سے رونا اختیار کرو۔ آئندہ دن کی روزی کی فکر نہ کرو کیونکہ یہ گناہ ہے جو تمہارے نامۂ اعمال میں لکھ دیا جاتا ہے۔ مساجد میں ہمیشہ جاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے گھر کو آباد کرنے والے ہی اللہ

والے ہیں۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص بکثرت مسجد میں آتا جاتا ہے اسے ایسا بھائی مل جاتا ہے جسے بخشش حاصل ہوتی ہے نیز رحمت خداوندی اسکی منتظر ہوتی ہے اسے ایسی گفتگو حاصل ہوتی ہے جو راہِ ہدایت دکھاتی ہے اور دوسری گفتگو جو اسے ہلاکت سے بچاتی ہے اسے ایسا علم حاصل ہوتا ہے جو اس کے لیے نفع بخش ہوتا ہے۔

ترک جمعہ وجماعت

وہ شخص محبت الٰہی اور خوفِ خداوندی کی بنا پر گناہوں کو چھوڑ دیتا ہے اگر کوئی شخص گوشہ نشینی اختیار کرنا چاہے تو شریعتِ اسلامیہ اسے جمعہ اور نماز باجماعت کے ترک کی اجازت نہیں دیتی لہٰذا اس کے لیے ان چیزوں کا چھوڑنا قطعاً جائز نہیں بلکہ ہمیشہ ترک جمعہ سے وہ کافر ہو جاتا ہے (یعنی اس کے کافر ہونے کا خدشہ ہے یا انکار کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے بلا عذر تین جمعۃ المبارک چھوڑے اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جان لو! اللہ تعالیٰ میرے اس مقام، اس مہینے اور اس سال میں قیامت تک جمعہ فرض کر دیتا ہے جس نے ہلکا سمجھتے ہوئے انکار کے طور پر جمعہ کو ترک کیا اور اس کے ہاں امام ہو چاہے عادل ہو یا ظالم اللہ تعالیٰ اس کے بکھرے ہوئے کاموں کو جمع نہیں کریگا اور نہ اس کی بات کو پورا کرے گا۔ سنو! ایسے شخص کی نہ نماز قبول ہوتی ہے نہ زکوٰۃ۔ ایسے آدمی کا حج بھی قبول نہ ہوگا اور نہ ہی اس کا روزہ شرف قبولیت حاصل کرے گا۔ البتہ یہ کہ توبہ کرے پس جو توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

نیز جمعہ کے چھوڑنے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنیوالی ندا کی توہین ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے آواز دی جائے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو۔" جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے منادی کی توہین کرے وہ کافر ہو جاتا ہے اس پر توبہ اور تجدیدِ اسلام ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کی توبہ قبول فرماتا ہے ایسے عذر کے سوا جسے شریعت نے جائز رکھا ہے، جمعۃ المبارک کو چھوڑنا جائز نہیں۔ کہا گیا ہے کہ لوگوں سے یوں کنارہ کشی اختیار کرو کہ نہ تو ان پر طعن کرو اور نہ جماعت کو چھوڑو۔ لہٰذا انسان کو چاہیے کہ جس قدر ممکن ہو لوگوں سے کنارہ کش رہے البتہ ان لوگوں سے علیحدہ نہ ہو جو دین کے معاملے میں اس کے مددگار ہیں ____ کنارہ کشی اس لیے ضروری ہے کہ دو آدمی ہونگے تو جھوٹ بولا جائیگا گناہ کے لیے دو کا ہونا ضروری ہے، قتلِ نفس بھی دو آدمیوں کا تقاضا کرتا ہے، چوری اور ڈاکہ بھی تب ہوگا جب دو ہوں گے اور ان تمام کاموں سے سلامتی، کنارہ کشی اور تنہائی میں ہے۔

☆

آدابِ سفر

سفر پر روانگی کی نماز اور دُعاء

جب کوئی شخص سفر، حج، جہاد یا ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کا ارادہ کرے یا طلب حاجت مقصود ہو تو دو رکعت نوافل پڑھ کر حاجت مانگے یا دوسری طرف جائے۔ اگر سفر کرنا چاہتا ہے تو دو رکعت نماز پڑھ کر یہ کلمات کہے۔

اَللّٰهُمَّ بَلِّغْ بَلَاغًا مُبْلِغَ خَيْرٍ وَمَغْفِرَةٍ مِّنْكَ وَرِضْوَانًا بِيَدِكَ الْخَيْرُ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِي الْاَهْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا السَّفَرَ وَاَطْوِلَنَا الْبُعْدَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ فِي الْاَهْلِ وَالْوَلَدِ وَالْمَالِ۔

یا اللہ! نیک جگہ پہنچا، بخشش اور اپنی رضا عطا فرما تیرے ہی قبضہ میں بھلائی ہے اور تو ہی ہر چیز پر قادر ہے۔ یا اللہ! تو ہی سفر میں ساتھی اور اہل و اولاد اور مال کا محافظ ہے یا اللہ! ہم پر سفر آسان کر دے اور ہمارے لیے دوری کو لپیٹ دے۔ الٰہی! ہم سفر کی سختیوں، رنج و غم کے ساتھ واپس لوٹنے اور اہل وعیال نیز مال میں بُرائی دیکھنے سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔

سفر کس دن کیا جائے

کوشش کرنی چاہیے کہ سفر جمعرات کی صبح یا ہفتے کے دن یا سوموار کے دن کیا جائے۔

سوار ہوتے وقت کیا پڑھے

جب سواری پر بیٹھ جائے تو کہے

سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ۔

وہ ذات پاک ہے جس نے ہمارے لیے اسے مسخر کیا اور ہم اس کی طاقت نہیں رکھتے تھے اور

بیشک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

سفر سے واپسی

جب سفر سے واپس آئے تو دو رکعت نماز (نفل) پڑھے اور یہ کلمات کہے۔

اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ۔

ہم واپس آنے والے ہیں، توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے اور اپنے رب کی تعریف کرنے والے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپسی پر یہی عمل کیا کرتے تھے۔

سفر کے کچھ آداب

اگر ہمسفر ساتھیوں میں کوئی قیادت کرنے والا ہو تو خود قائد نہیں بننا چاہیے اسی طرح کسی منزل پر اترنے کی نشاندہی نہیں کرنی چاہیے۔ اگر کوئی دوسرا شخص کسی جگہ اترنے کا اشارہ کرنے والا موجود ہو سفر میں خاموشی اختیار کی جائے، دوسروں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے اور انہیں زیادہ سے زیادہ نفع پہنچایا جائے۔ بحث مباحثہ سے بھی گریز کیا جائے۔ نہ راستے پر اُترے اور نہ پانی پر کیونکہ یہ سانپوں اور درندوں کا ٹھکانا ہے بلکہ اس سے دُور رہے رات کو بھی راستے پر اُترنا مکروہ ہے۔

انسان کا سفر معرفت کی زبان پر صفاتِ مذمومہ سے صفاتِ حمیدہ کی طرف ہونا چاہیے۔ پس خواہشات سے رضائے الٰہی کی طرف سفر کرے اور حقیقتاً اُس کا خوف دل میں پیدا کرے۔

سفر کا ارادہ کرنے والے پر واجب ہے کہ شہر سے جانے سے پہلے اپنے مخالفین کو راضی کرے اور ماں باپ یا جو ان جیسا مقام رکھتے ہیں مثلاً دادا، دادی، نانا، نانی اور خالہ وغیرہ کو راضی کرے نیز کسی شخص کو مدت سفر کے دوران اہل وعیال کی نگرانی کے لیے مقرر کرے یا انہیں ساتھ لے جائے۔

مقاصدِ سفر

سفر کسی عبادت مثلاً حج یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے ہونا چاہیے نیز اپنے مرشد کی زیارت یا مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کے لیے سفر کیا جائے۔

یا کسی جائز کام مثلاً تجارت یا علم کے حصول کے لیے سفر کیا جائے لیکن اس سے پہلے پانچوں عبادات سے متعلق علم حاصل ہونا ضروری ہے کیونکہ یہ علم فرض ہے اور اس سے زائد جائز فضیلت کا باعث ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ علم حاصل کرنا فرض کفایہ ہے۔

رُفقاءِ سفر سے حُسنِ سلوک

سفر میں ساتھیوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئے کسی بات میں ان کی مخالفت نہ کرے اور رفقائے سفر کی خدمت کرے۔ بلا ضرورت کسی سے خدمت نہ لے۔ سفر میں ہمیشہ باوضو رہنے کی کوشش کرے آدابِ صحبت سے ہے کہ ساتھی تنگ جائے تو یہ بھی اس کے ساتھ ٹھہر جائے وہ پیاسا ہو تو اُسے پانی پلائے وہ جھڑکے تو یہ نرمی سے پیش آئے اسے غصہ آئے تو اس کی خاطر مدارات سے کام لینا چاہیے جب وہ سو جائے تو اس کی اور اس کے سامان کی حفاظت کرے۔ سامانِ سفر کم ہونے کی صورت میں اس کو ترجیح دے۔ ہر چیز میں اُسے برابر حصہ دے اور اس کے بغیر استعمال نہ کرے نہ اس سے کوئی راز چھپائے اور نہ اس کا راز فاش کرے۔ پسِ پشت بھی اس کا اچھے الفاظ میں ذکر کرے۔ اسکی غیبت قبول نہ کرے اور ساتھیوں میں اس کا اچھا ذکر کرے ان کے سامنے اس کی غیبت نہ کرے اور نہ ان سے اس کی شکایت کرے۔ اس سے پہنچنے والی اذیت برداشت کرے۔ مشورہ دے تو اچھی بات بتلائے اس کا نام، شہر اور نسب معلوم کرے اگرچہ وہ مرتبے میں اس سے بڑا ہو دوستوں کے سامنے ظاہر کرے کہ وہ ان کا پیروکار ہے اگرچہ ان کا پیشرو ہی کیوں نہ ہو۔ اپنے تابعدار لوگوں کو بطور نصیحت ان کے عیب بتلائے۔ سرزنش اور سختی کے طور پر نہ بتائے جس چیز سے خوف محسوس ہو اس سے پناہ مانگے۔

کسی منزل پر اترنا

جب کسی جگہ یا منزل میں اترے یا کسی جگہ بیٹھے یا سوئے تو یہ کلمات کہے،

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ وَبِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ الَّتِیْ لَا یُجَاوِزُہُنَّ بَرٌّ وَّ لَا فَاجِرٌ وَبِاَسْمَاۤءِ اللّٰہِ الْحُسْنٰی کُلِّہَا مَا عَلِمْتُ مِنْہَا وَمَا لَمْ اَعْلَمْ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَاَ وَبَرَاَ وَمِنْ شَرِّ مَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَاۤءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْہَا وَمِنْ شَرِّ مَا ذَرَاَ فِی الْاَرْضِ وَمِنْ شَرِّ مَا یَخْرُجُ مِنْہَا وَمِنْ فِتْنَۃِ اللَّیْلِ وَالنَّہَارِ وَمِنْ طَارِقِ اللَّیْلِ وَالنَّہَارِ اِلَّا طَارِقًا یَطْرُقُ مِنْکَ

میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کے ان پورے کلمات کے ساتھ پناہ چاہتا ہوں جن سے کوئی نیک و بد تجاوز نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کے تمام اچھے ناموں کے ساتھ جن کو میں جانتا ہوں یا نہیں جانتا ہر اس چیز سے پناہ چاہتا ہوں، جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور پھیلایا اس چیز کے شر سے جو آسمانوں سے اترتی ہے اور ان میں چڑھتی ہے۔ اس چیز کے شر سے جو زمین میں پیدا کی اور جو کچھ اس سے نکلتا ہے رات اور دن کے فتنہ سے، رات اور دن کو

بِخَيْرٍ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ وَمِنْ كُلِّ دَابَّةٍ رَبِّي آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا إِنَّ رَبِّي عَلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ۔

اترنے والے سے پناہ چاہتا ہوں البتہ جو تیری طرف سے بھلائی کے ساتھ اترے، اے سب سے زیادہ رحم کرنیوالے ہر اس جانور سے پناہ چاہتا ہوں جس کی پیشانی میرے رب کے قبضہ میں ہے۔ بیشک میرا رب سیدھے راستہ پر ملتا ہے۔

گھنٹی اور لاٹھی

سواری کے جانوروں کے گلے میں گھنٹی نہ ڈالی جائے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر گھنٹی کے ساتھ شیطان ہوتا ہے نیز آپ نے ارشاد فرمایا فرشتے اس گروہ کے ہمسفر نہیں ہوتے جن کے ساتھ گھنٹیاں ہوں [۱]

سفر میں عصا (لاٹھی) رکھنا مستحب ہے اور کوشش کرے کہ اس کے بغیر نہ ہو۔ حضرت میمون بن مہران رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا لاٹھی رکھنا انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت اور مسلمانوں کی علامت ہے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لاٹھی میں چھ خصلتیں ہیں۔ (۱) انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے (۲) مسلمانوں کی زینت ہے (۳) دشمنوں یعنی سانپ اور کتے وغیرہ کے لیے ہتھیار ہے (۴) کمزور لوگوں کا سہارا ہے (۵) منافقین کے لیے غم کا باعث ہے۔ (۶) نیکیوں میں اضافہ کا سبب ہے۔

کہا جاتا ہے جب مومن کے پاس لاٹھی ہو تو اس سے شیطان بھاگتا ہے۔ منافق اور نافرمان ڈرتا ہے نماز کے وقت اس کا قبلہ (سترہ) بنتا ہے اور کمزوری کے وقت طاقت و قوت پہنچاتا ہے اس کے علاوہ اس میں کئی فوائد ہیں۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں ارشادِ خداوندی ہے:

هِيَ عَصَايَ أَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلَى غَنَمِي وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخْرَى۔

یہ میرا عصا ہے میں اس کا سہارا لیتا ہوں اس سے بکریوں کے لیے پتے جھاڑتا ہوں اور کئی دوسرے کام لیتا ہوں

---

[۱] گھنٹی کی آواز لہو و لعب کے آلات (مزامیر) کے مشابہ ہوتی ہے جیسا کہ ایک روایت میں اسے شیطانی مزامیر بھی کہا گیا ہے۔ بنا بریں اگر لہو و لعب کے لیے ہو تو ناجائز ہے اور اگر کسی دوسرے مقصد کے لیے ہو تو جائز ہے (مرقات شرح مشکوٰۃ جلد ۷، ص ۳۲۷) ۱۲ ہزاروی

خصی کرنا اور داغ لگانا

کسی حیوان یا غلام کو خصی کرنا جائز نہیں۔ حضرت امام احمد رحمہ اللہ نے حرب اور ابو طالب کی روایت میں اس بات کی وضاحت کی ہے اسی طرح جانور کے چہرے کو داغنا بھی جائز نہیں۔ جس طرح حضرت ابو طالب سے منقول ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نسل والے جانور کو خصی کرنے سے منع فرمایا[۱]۔ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے مروی ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کے چہرے کو داغنے سے منع فرمایا البتہ کانوں کو داغنے کی اجازت فرمائی ہے اور اگر مخلوط جانوروں میں سے اپنے جانور کو پہچاننے کے لیے نشانی رکھنا مقصود ہو تو چہرے کے علاوہ کانوں اور کوہان کو داغنا بھی جائز ہے۔

آدابِ مسجد

مساجد میں گندگی ڈالنا جائز نہیں نیز مسجد میں کام کرنا مثلاً کپڑے سینا، جوتے سینا، خریدنا بیچنا اور اسی طرح کے دوسرے کام بھی جائز نہیں۔ مسجد میں ذکرِ خداوندی کے سوا آواز بلند کرنا مکروہ ہے۔ مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ اسے دور کرنا ہے۔ مساجد میں نقش و نگار کرنا[۲] اور خوشبو وغیرہ لگانا بھی مکروہ ہے مسجد میں چونا کرنا اور مٹی سے لپائی کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ مسجد کو رہائش گاہ بنانا بھی مکروہ ہے۔ البتہ مسافر یا معتکف کو اجازت ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عبد قیس کے وفد کو مسجد میں ٹھہرایا۔ بعض روایات میں بنو ثقیف کے بارے میں آیا ہے۔

مساجد میں ایسے شعر اور قصیدے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں جو بیہودہ باتوں اور مسلمانوں کی ہجو (برائی بیان کرنے) سے خالی ہوں لیکن اس سے بچنا بہتر ہے البتہ وہ اشعار جن کے پڑھنے سے دنیا سے بے رغبتی پیدا ہو دل میں نرمی اور شوق بیدار ہو نیز رُلانے والے ہوں تو ان کا بکثرت پڑھنا بہتر ہے۔

لیکن اس سے بھی بہتر یہ ہے کہ قرآن پاک پڑھا جائے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی جائے کیونکہ مساجد ذکرِ خداوندی اور نماز کے لیے بنائی گئی ہیں۔ لہٰذا منا سب ہے کہ اس کے علاوہ کوئی بات مسجد میں جائز نہ ہو۔ مسجد کی

---

[۱] چونکہ نسل والے جانور کو خصی کرنے سے توالد و تناسل کا سلسلہ رک جاتا ہے اور اس سے قومی معیشت پر برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ لہٰذا حضور علیہ السلام نے اس سے منع فرمایا۔ ۱۲ ہزاروی۔

[۲] مساجد عبادت خداوندی کے لیے بنائی جاتی ہیں لہٰذا مسجد میں کوئی ایسی چیز نہیں ہونی چاہیے جس کی وجہ سے نمازی کی توجہ ہٹ جائے۔ چونکہ نقش و نگار اور بیل بوٹے نماز پڑھنے والے کے لیے یکسوئی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے خالص توجہ میں مانع ہیں لہٰذا اس سے منع فرمایا گیا۔ ۱۲ ہزاروی۔

مٹی اٹھانا مکروہ ہے البتہ کوڑا کرکٹ اٹھا کر باہر پھینکنا مستحب ہے اور اس کی بہت زیادہ فضیلت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا مسجد سے کوڑا کرکٹ نکالنا حوروں کا حق مہر ادا کرنا ہے۔ مسجد میں بچوں اور پاگلوں کو داخل کرنا مکروہ ہے۔ جنبی آدمی کو مسجد میں سے گزرنے میں کوئی حرج نہیں البتہ حائضہ عورتوں کو روکا جائے کیونکہ مسجد کے آلودہ ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ ضرورت کے وقت جنبی کو وضو کر کے اس وقت مسجد میں ٹھہرنا جائز ہے جب تک غسل کرنے پر قادر نہ ہو۔ بہتر یہ ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ جنابت کے لیے تیمم کرے اسی طرح اگر مسجد کے کنویں کے علاوہ پانی نہ ملتا ہو تو کنوئیں تک پہنچنے کے لیے تیمم کرے پھر وہاں پہنچ کر غسل کرے۔

آوازوں کا بیان

ایسے اشعار پڑھنا جو بیہودگی سے خالی ہوں مباح ہیں اور بیہودہ اشعار منع ہیں اور جن اشعار میں عقل کی سبکی اور حماقت نہ ہو وہ جائز ہیں اور جن میں عقل کی ہلکی ہو وہ منع ہیں لیکن بیہودہ اشعار بہر صورت ناجائز ہیں چاہے ان میں عقل کی ہلکی ہو یا نہ۔ البتہ سبکی کی صورت میں ممانعت کے دو سبب پائے جائیں گے۔

قرآن پاک ایسی خوش آوازی سے پڑھنا جو سازوں کے آواز سے مشابہ ہو مکروہ ہے کیونکہ قرآن پاک کی عظمت اور پاکیزگی اس سے مانع ہے۔

نیز اس طرح پڑھنے سے کلام کو اس کے صحیح طریقے سے خارج کرنا ہے۔ مدّ اور ہمزہ کو اپنی جگہ سے گرا دینا، مقصور کو ممدود اور ممدود کو مقصور پڑھنا نیز ادغام حروف لازم آتا ہے۔

مقصد تلاوت

نیز قرآن مجید پڑھنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی خشیت کا حصول اور اس کے مواعظ سن کر ڈرنا، اس کے دلائل واقعات اور مثالوں سے سبق حاصل کرنا اور اس کے وعدہ کا مشتاق ہونا ہے اور گانے کے انداز میں پڑھنے کی صورت میں یہ مقصد زائل ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ۔

ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ کو یاد کیا جائے ان کے دل ڈر جائیں اور جب ان پر اس کی آیتیں پڑھی جائیں ان کا ایمان ترقی پائے اور اپنے رب ہی پر بھروسا کریں۔

نیز ارشاد فرمایا:

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۔ — کیا وہ قرآن پاک میں غور و فکر نہیں کرتے۔

اور ارشادِ خداوندی ہے۔

لِیَدَّبَّرُوْٓا اٰیٰتِہٖ — چاہیے کہ اس کی آیات میں غور و فکر کریں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَ اِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَی الرَّسُوْلِ تَرٰٓی اَعْیُنَھُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۔ — اور جب سنتے ہیں وہ جو رسول کی طرف اترا تو ان کی آنکھیں دیکھو آنسوؤں سے ابل رہی ہیں اس سے کہ وہ حق کو پہچان گئے۔

یہ تمام باتیں جن کا آیات مذکورہ بالا میں ذکر ہے راگ کے انداز میں پڑھنے سے حاصل نہیں ہوتیں لہٰذا اس طرح پڑھنا مکروہ ہے۔

قرآن پاک کا تحفّظ

کافروں سے جنگ کے لیے جاتے وقت قرآن پاک ساتھ نہ لے جائے تاکہ ایسا نہ ہو وہ ان کے ہاتھ لگ جائے اور وہ اس کی بے حرمتی کریں۔

جوان عورتوں کی آواز سننا

اجنبی جوان عورتوں کی آواز نہ سنے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مردوں کے لیے تسبیح اور عورتوں کے لیے ہاتھ پہ ہاتھ مارنا ہے[ف]" یہ تو اس صورت میں ہے جب نمازی کو نماز میں کوئی حادثہ پیش آجائے پس اشعار، غزل اور ایسی باتوں کا ذکر کرنا جو انسانی طبیعت کو گناہ پہ آمادہ کریں مثلاً عاشق معشوق کے تذکرے اور محبت کے رمز و اشارے کہ نفس اس کے سننے پر آمادہ ہو کہ حرام امور کا مرتکب ہو۔ ایسی باتوں کا سننا جائز نہیں۔

ایک غلط استدلال کا جواب

اگر کوئی شخص کہے کہ میں یہ باتیں سن کر انھیں ایسے معانی پر محمول کرتا ہوں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ہاں گناہ سے محفوظ رہتا ہوں۔ تو ہم ایسے شخص کو جھوٹا قرار دیں گے کیونکہ شریعت نے اس

ف عورتوں کو اس ضرورت کے وقت بھی آواز نکالنے سے منع کیا گیا کیونکہ اس سے فتنہ پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا عورتوں کا مردوں کے ساتھ گھل مل جانا دفاتر میں کام کرنا اور بازاروں میں آواز بلند کرنا اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے ۱۲ ہزاروی۔

قسم کا فرق نہیں رکھا اگر یہ بات کسی شخص کے لیے جائز ہوتی تو انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے جائز ہوتی اور اگر یہ بہانہ صحیح ہوتا تو ہم ایسے شخص کے لیے مغنیہ سے گانا سننا جائز قرار دیتے جو کہتا ہے میرے اندر شہوانی جذبات پیدا نہیں ہوتے اور ایسے شخص کے لیے شراب کا پینا جائز ہوتا جو کہتا مجھے شراب پینے سے نشہ نہیں ہوتا۔ اور اگر وہ یہ بھی کہے کہ جب میں شراب پیتا ہوں تو حرام سے دور رہتا ہوں تو پھر بھی جائز نہ ہوگا اور اگر کوئی شخص کہے جب میں نوخیز لڑکوں اور غیر محرم عورتوں کے ساتھ علیحدگی میں ہوتا ہوں تو میں ان کے حسن سے سبق حاصل کرتا ہوں تو بھی اس کے لیے یہ ملاقات جائز نہ ہوگی بلکہ ہم کہیں گے اس کا چھوڑنا ضروری ہے ایسی چیزوں سے زیادہ سبق حاصل کیا جا سکتا ہے جو حرام نہیں ہیں۔ یہ راستہ وہی شخص اختیار کرتا ہے جو خواہشات نفسانیہ کے تابع ہو کر حرام کام مرتکب ہونا چاہتا ہے لہٰذا ہم ایسے لوگوں کی بات قبول نہیں کریں گے اور نہ ان کی طرف متوجہ ہوں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ۔

آپ مومنوں سے فرما دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں پست رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزگی کا باعث ہے۔

پس جو شخص کہے کہ غیر محرم کو دیکھنا پاکیزہ عمل ہے وہ قرآن کو جھٹلا رہا ہے

میت پر رونا

میت پر پیٹنا اور چلانا مکروہ ہے البتہ اس پر رونا جائز ہے مکروہ نہیں۔

قتلِ حیوان

اگر گھر میں سانپ نظر آئے تو چاہیے کہ اسے تین بار خبردار کیا جائے اس کے باوجود سامنے آئے تو قتل کر دے البتہ جنگلوں میں اسے خبردار کیے بغیر مار ڈالنا جائز ہے۔ اسی طرح اگر وہ سانپ نظر آئے جس کی دم چھوٹی اور کٹی ہوئی معلوم ہوتی ہے اس کی پیٹھ پر دو سیاہ لکیریں ہوتی ہیں بعض لوگ کہتے ہیں اس کی آنکھوں کے درمیان دو سیاہ بال ہوتے ہیں اسے خبردار کیے بغیر قتل کر دے۔

خبردار کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے کہے سلامتی کے ساتھ چلا جا۔ یہ بات حدیث پاک میں آئی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے گھروں میں رہنے والے سانپوں کا حکم پوچھا گیا آپ نے فرمایا اگر تم اپنے گھر میں کوئی سانپ دیکھو تو کہو میں تمہیں اس عہد و پیمان کی قسم دیتا ہوں جو حضرت نوح علیہ السلام نے تم سے لیا تھا میں تمہیں اس قول کی قسم دیتا ہوں جو حضرت سلیمان علیہ السلام نے تم سے لیا تھا کہ ہمیں اذیت نہ پہنچانا اور اگر وہ پھر بھی آئیں تو انھیں مار ڈالو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر قسم کے سانپ کو مار ڈالو پس جو شخص ان کی دشمنی سے ڈرتا ہے وہ میری امت میں سے نہیں حضرت سالم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ

عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "سانپوں کو مار ڈالو دو سیاہ لکیروں والے اور دُم کٹے سانپ کو بھی مار ڈالو کیونکہ یہ دونوں آنکھوں کو اندھا کر دیتے ہیں اور حمل کو گرا دیتے ہیں۔" حضرت سالم فرماتے ہیں، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جس سانپ کو بھی دیکھتے مار ڈالتے۔ ایک دفعہ حضرت ابو لبابہ رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھا کہ وہ ایک سانپ کی تاک میں بیٹھے ہوئے تھے تو انھوں نے فرمایا "گھریلو سانپوں کو مارنے سے روکا گیا ہے۔"

گھریلو سانپوں کو مارنے سے ممانعت کی دلیل حضرت ابو سائب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے آپ فرماتے ہیں میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا۔ میں وہاں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک چارپائی کے نیچے کسی چیز کی حرکت سُنی میں نے دیکھا تو سانپ تھا۔ میں اُٹھ کھڑا ہوا، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہیں کیا ہوا؟ میں نے کہا "یہاں سانپ ہے"۔ انھوں نے فرمایا "تمہارا کیا ارادہ ہے؟" میں نے کہا "میں اسے مار ڈالوں گا"۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے سامنے والی کوٹھڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا میرا چچازاد بھائی اس کوٹھڑی میں تھا۔ اس نے جنگ احزاب کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے گھر آنے کی اجازت مانگی۔ ان دنوں اس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اجازت دیدی اور فرمایا ہتھیار لے کر جانا۔ وہ گھر پہنچا تو اُس نے اپنی بیوی کو دروازے پر کھڑے پایا (یہ دیکھ کر) اس نے اپنی بیوی کی طرف نیزہ سیدھا کر لیا (تاکہ اُس کو قتل کر دے) عورت نے کہا جلدی مت کرو یہاں تک کہ تم دیکھ لو مجھے کیوں باہر آنا پڑا۔ جب وہ گھر میں داخل ہوا تو ایک ہیبت ناک سانپ نظر آیا اس نے اُسے نیزہ مارا اور نیزے کے ساتھ ہی تڑپتا ہوا باہر لے آیا۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے نہیں معلوم کہ پہلے میرا بھتیجا فوت ہوا یا سانپ مرا۔ ان کی قوم بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا، یارسول اللہ! دعا کیجئے اللہ تعالیٰ ہمارے آدمی کو واپس کردے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سانپ مارنے والے کے لیے مغفرت کی دعا مانگو۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا مدینہ طیبہ میں کچھ جنوں نے اسلام قبول کیا ہے۔ اگر ان میں سے کسی کو دیکھو تو تین بار خبردار کر دو اگر اس کے بعد بھی وہ ٹھہرا رہے اور تمہارے سامنے آئے تو مار ڈالو۔ بعض روایات میں ہے تین بار خبردار کرو پھر بھی نہ جائے تو قتل کر دو کیونکہ وہ شیطان ہے۔

گرگٹ کو مارنا

گرگٹ کو مارنا جائز ہے حضرت عامر بن سعید رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گرگٹ کو مارنے کا حکم دیا اور اس کا نام "چھوٹا فاسق" رکھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلی ضرب میں ستر نیکیاں ہیں یعنی جو شخص پہلی ضرب میں ہی اسے مار ڈالے اس کے لیے ستر نیکیاں ہیں۔

چیونٹی کا مارنا

چیونٹی جب تک شدید اذیت نہ پہنچائے اس کو مارنا مکروہ ہے۔ کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک چیونٹی نے اللہ تعالیٰ کے کسی نبی علیہ السلام کو کاٹا تو ان کے حکم سے چیونٹی کا بل جلا دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے انکی طرف وحی بھیجی کہ آپ نے ایک چیونٹی کے کاٹنے سے ایک امت کو ہلاک کر دیا جو میری تسبیح کرتی تھی۔

مینڈک کا مارنا

مینڈک کو مارنا ناجائز ہے کیونکہ حضرت عبدالرحمٰن بن عثمان رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دوائی میں ڈالنے کے لیے مینڈک کو مارنے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے اسے مارنے سے منع فرمایا۔

آگ میں جلانا

ایسے تمام موذی جانوروں کو آگ میں جلانا ناجائز ہے جنکو مار ڈالنے کی اجازت ہے مثلاً جوں، مکھی، مچھر اور چیونٹی وغیرہ۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے "آگ کو پیدا کرنے والا ہی آگ کا عذاب دے سکتا ہے"۔

موذی جانور کو قتل کرنا

ہر موذی جانور کو مار ڈالنا جائز ہے اگرچہ اس سے اذیت نہ پہنچے کیونکہ اذیت پہنچانا ان کی فطرت ہے اور یہ جانور مثلاً سانپ جس طرح پہلے ذکر کیا گیا ہے، بچھو، باؤلا کتا اور چوہا وغیرہ ہیں۔ بالکل سیاہ کتے کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ وہ شیطان ہے۔

حیوانات کو پانی پلانا

غیر موذی جانور پیاسا ہو تو اسے پانی پلانا چاہیے البتہ موذی جانور کو نہ پلائے کیونکہ اس طرح وہ زیادہ نقصان پہنچائے گا لہٰذا ناجائز ہے۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ہر پیاسے جگر کو پانی پلانے میں ثواب ہے"۔

کتا پالنا

گھر میں کتا رکھنا اور پالنا جائز نہیں، البتہ حفاظت، شکار یا جانوروں کی نگرانی کے لیے رکھا جا سکتا ہے۔ اگر کتا باؤلا ہو جائے تو ایک قول کے مطابق اسے چھوڑنا حرام ہے بلکہ اُسے قتل کرنا ضروری ہے تاکہ لوگ اس کے شر سے محفوظ رہیں۔

بعض احادیث میں ہے "جس نے شکار یا جانوروں کی حفاظت کے علاوہ کتا پالا ہر دن اُس کے ثواب سے دو قیراط کم ہوتے ہیں۔

جانوروں کو تکلیف دینا

بے زبان چوپایوں کو بوجھ لادنے، ہل چلانے اور اِدھر اُدھر لے جانے میں ان کی طاقت سے زیادہ تکلیف دینا جائز نہیں۔ اسی طرح چارہ پورا نہ دینا بھی ناجائز ہے اور ایسا کرنا گناہ ہے۔ جانوروں کو موٹا کرنے کے لیے طاقت سے زیادہ چارہ کھانے پر مجبور کرنا جس طرح بعض لوگوں کی عادت ہے مکروہ ہے۔

نشتر لگانے کی کمائی

کسی آدمی کے جسم سے خون کھینچنے (پچھنہ لگانے) کی کمائی کھانا بھی مکروہ ہے کیونکہ یہ باعث خفت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "پچھنے لگانے کی کمائی ناپاک ہے"۔ ہمارے بعض احباب (حنبلیوں) نے بھی اسے حرام قرار دیا۔ کیونکہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے اس کی حرمت کا قول مروی ہے۔[1]

ماں باپ سے اچھا سلوک کرنا

ماں باپ سے اچھا سلوک کرنا واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَ اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا

اگر تیرے سامنے ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے "ہوں" نہ کہنا اور انھیں

---

[1] احناف کے نزدیک پچھنہ لگانے کی کمائی حرام نہیں بلکہ مکروہ تنزیہی ہے اور حتی الامکان اس سے بچنا مناسب ہے۔ بخاری و مسلم کی روایت میں ہے۔ ابوطیبہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نشتر لگایا تو آپ نے ایک صاع کھجوریں دینے کا حکم فرمایا اور فرمایا کہ اسکے خراج میں بھی کمی کر دو" (مشکوٰۃ شریف ص ۲۴۱ ج ۲) اگر یہ کمائی حرام ہوتی تو حضور علیہ السلام ابوطیبہ کو ایک صاع کھجوریں نہ دیتے ۱۲ ہزاروی۔

تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا۔ | نہ جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا۔

نیز فرمایا:

وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا۔ | اور ان دونوں سے دنیا میں بھلائی کے ساتھ پیش آنا۔

نیز ارشاد خداوندی ہے:

اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ وَإِلَيَّ الْمَصِيْرُ۔ | یہ کہ میرا شکر ادا کرو اور اپنے ماں باپ کا۔ اور میری طرف ہی لوٹنا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

• جس نے ماں باپ سے ناراضگی کی حالت میں صبح کی اس نے اس حال میں صبح کی کہ اس کے لیے جہنم کے دو دروازے کھلے ہیں اور جس نے ماں باپ سے ناراضگی کی حالت میں شام کی اس نے اس حال میں شام کی کہ اس کے لیے جہنم کے دو دروازے کھلے ہیں اگر ایک کو ناراض کیا تو ایک دروازہ ہوگا اگرچہ وہ اس پر زیادہ زیادتی کریں، اگرچہ وہ اس پر زیادتی کریں، اگرچہ وہ اس پر زیادتی کریں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی رضا، ماں باپ کی رضامندی میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ماں باپ کی ناراضگی میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہا ہی سے مروی ہے فرماتے ہیں "ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا (یا رسول اللہ!) "میں جہاد کا ارادہ کرتا ہوں" آپ نے فرمایا تمہارے ماں باپ زندہ ہیں؟ اس نے عرض کیا "جی ہاں" آپ نے فرمایا "ان کی خدمت کے ذریعے جہاد کرو"

ماں باپ سے اچھے سلوک کی صورت یہ ہے کہ ان کی ضرورتوں کو پورا کرو۔ ان سے تکالیف کو دور کرو۔ اور ان سے اس طرح خوش طبعی کرو جیسے بچوں سے کیجاتی ہے۔ ان سے اور ان کی ضروریات سے تنگ دل نہ ہو۔ نوافل اور روزوں کی کثرت کی بجائے ماں باپ کی خدمت کرو۔ نماز کے بعد ان کے لیے دعائے مغفرت کرو۔ انھیں مشقت میں نہ ڈالو بلکہ ان کی تکالیف کو خود برداشت کرو۔ ان کی آواز پر اپنی آواز کو بلند نہ کرو اور جب تک شریعت کی مخالفت نہ ہو ان کی حکم عدولی نہ کرو۔

مقصد یہ ہے کہ ان کے حکم کی تعمیل میں اسلامی فرائض مثلاً حج، پانچوں نمازیں، زکوٰۃ، کفارہ اور نذر وغیرہ کو نہ چھوڑا جائے۔ نیز ان کی تعمیل ارشاد میں کسی حرام اور ممنوع باتوں مثلاً زنا، شراب نوشی، قتل، گالی گلوچ اور غصب اور چوری کے ذریعے دوسروں کا مال حاصل کرنے جیسے امور کا ارتکاب بھی لازم نہ آئے۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے مخلوق کی فرمانبرداری نہ کی جائے۔"

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا۔

اگر وہ تجھے تکلیف میں ڈالیں کہ تو میرا شریک ٹھہرائے جسکا تجھے علم نہیں تو تو ان کا کہنا نہ ماننا اور دنیا میں ان کا اچھی طرح ساتھ دینا۔

یہ حدیث اور آیت کریمہ ایسے امور میں مخلوق کی اطاعت چھوڑنے کے بارے میں عمومی حکم رکھتی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی لازم آئے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے ابو طالب کی روایت میں مذکور ہے کہ ایک شخص کو اس کے ماں باپ نے باجماعت نماز پڑھنے سے روکا تو اس نے کہا فرض کو چھوڑنے میں ماں باپ کی بات نہیں مانی جائیگی۔

البتہ ماں باپ کے حکم پر عمل کرنے کے لیے نوافل کو چھوڑنا جائز بلکہ افضل ہے۔

ماں باپ سے اچھے سلوک کی ایک صورت یہ ہے کہ جن لوگوں سے ان کے تعلقات ہوں ان سے صلہ رحمی کی جائے اور جن سے انھوں نے قطع تعلق کیا ان سے تعلق نہ رکھا جائے جس طرح زندگی اور موت میں اپنی ذات کے لیے کسی بات پر غصہ آتا ہے اسیطرح ان کی خاطر بھی غصہ آنا چاہیے۔

جب تجھے ان پر غصہ آئے تو اس وقت کو یاد کرنا کہ انھوں نے تیری تربیت کی اور تیرے لیے بے خوابی برداشت کی، تجھ پر شفیق رہے اور تیرے لیے مشقت برداشت کی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا۔

اور اگر تمہیں ان پر غصہ کرنے سے ان کی رحمت و شفقت بھی باز نہ رکھ سکے تو تم محروم اور غضب الٰہی کے مستحق ہو لہٰذا غصہ ٹھنڈا ہونے پر بارگاہِ خداوندی میں توبہ کرو۔ اگر تم نے انکے حق میں اللہ تعالےٰ کے حکم کی خلاف ورزی کی ہو

ماں باپ کی اجازت کے بغیر ایسا سفر نہ کرو جو تم پر واجب نہ ہو اور جب تک تمہارا جانا ضروری نہ قرار دیا گیا ہو۔ ان کی اجازت کے بغیر جہاد کے لیے بھی نہ جاؤ اور انھیں اپنی طرف سے کوئی دُکھ نہ دو۔ حالانکہ تمہارے غیر کو بھی اس بات سے روکا گیا کہ وہ ان کو تیری وجہ سے کوئی تکلیف پہنچائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ماں اور بچے کے درمیان تفریق کرنے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ اگر تمہیں کھانے یا پینے کے لیے کچھ حاصل ہو تو ماں باپ کو نہایت خوشی سے ترجیح دو۔ کیونکہ عرصۂ دراز تک انھوں نے تمہیں اپنے اوپر ترجیح دی خود بھوکے رہے اور تمہیں پیٹ بھر کر کھلایا، خود رات جاگ کر گزاری اور تمہیں سلایا۔ اس عمل سے ان شاء اللہ تم ہدایت پاؤ گے۔"

نام اور کنیت

کونسا نام اور کنیت مستحب ہے اور کونسا مکروہ؟ —— نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کے اسم مبارک اور کنیت کے ساتھ کسی کا نام اور کنیت رکھنا منع ہے البتہ صرف نام یا صرف کنیت جائز ہے۔
حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے مروی ایک دوسری روایت کے مطابق ہر طرح ناجائز ہے یعنی آپ کے نام اور کنیت کو کسی کے لیے جمع کرنا یا الگ الگ رکھنا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت کے بغیر آپ کے نام پر کسی کا نام رکھنے کا جواز اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے جسے حضرت انس بن مالک اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ آپ نے فرمایا میرے نام کے ساتھ نام رکھو لیکن میری کنیت نہ اپناؤ۔ دونوں کو جمع کرنے پر دلیل وہ روایت ہے جسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت فرمایا، آپ فرماتی ہیں۔ ایک عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس نے عرض کیا "یا رسول اللہ! میرے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا میں نے اس کا نام محمد اور کنیت ابوالقاسم رکھی ہے۔ مجھے بتایا گیا کہ آپ اس بات کو ناپسند فرماتے ہیں"۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کس چیز نے میرے نام کو حلال اور کنیت کو حرام کیا یا کس چیز نے میری کنیت کو حرام اور نام کو حلال کیا۔

ابویحییٰ اور ابوعیسیٰ جیسی کنیت ناجائز ہے اسی طرح افلح، نجاح، یسار، نافع، رباح، برکت، برہ، حزن اور عاصیہ نام رکھنا بھی مکروہ ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں (ظاہری زندگی سے) زندہ رہا تو اس بات سے منع کر دوں گا کہ کسی انسان کا نام یسار، برکت، رباح، نجاح اور افلح رکھا جائے

ایسے القابات اور نام رکھنا بھی جائز نہیں جن سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ برابری ہوتی ہو مثلاً مالک الملک، شاہنشاہ وغیرہ کیونکہ یہ اہلِ ایران کی عادت ہے۔

ایسے نام رکھنا بھی جائز نہیں جو محض اللہ تعالیٰ کی ذات کے لائق ہیں۔ جیسے قدوس، الٰہ، خالق اور مہیمن وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ قُلْ سَمُّوْهُمْ ۔ اور انھوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے شریک ٹھہرائے آپ فرما دیجئے ان کا نام تو لو۔

بعض مفسرین کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ آپ فرما دیجئے میرے نام کے ساتھ ان کے نام رکھو پھر دیکھو کیا یہ ان کے لائق ہیں [1]

---

[1] مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء اس کی ذات و صفات پر دلالت کرتے ہیں چونکہ مخلوق اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے لہٰذا محتاج کا ایسا نام رکھنا جو محتاج الیہ کا ہے۔ قطعاً مناسب نہیں کیوں کہ وہ ان صفات کے لائق نہیں اور دوسری خرابی یہ ہے کہ اگر بعض اوقات اس شخص کے بارے میں پوچھا جائے کہ گھر میں ہے تو نفی کی صورت میں جواب سے غلط مفہوم واضح ہوتا ہے۔ مثلاً کسی آدمی کا نام برکت ہے اگر آنے والا پوچھے کہ گھر میں برکت ہے تو جواب دیا جائیگا گھر میں برکت نہیں ہے گویا برکت کی نفی کی گئی جو مناسب نہیں لہٰذا اس قسم کے ناموں سے منع کیا گیا ۱۲ ہزاروی۔

کسی مسلمان بھائی یا غلام کا ایسا لقب رکھنا ناجائز ہے جسے وہ ناپسند کرتا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ارشاد خداوندی ہے:

وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ۔ اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو۔

اللہ تعالیٰ نے اسے نافرمانی قرار دیا البتہ اپنے مسلمان بھائی کو ایسے ناموں سے پکارنا مستحب ہے جن کو وہ پسند کرتا ہے۔

غصہ ٹھنڈا کرنا

جس کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اگر بیٹھا ہوا ہو تو لیٹ جائے اور اگر ٹھنڈا پانی استعمال کرے تو غصہ دور ہو جائے گا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غصہ ایک چنگاری ہے جو انسان کے دل میں دہکتا ہے اگر تم میں سے کوئی اسے پائے اور وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور اگر بیٹھا ہو تو ٹیک لگائے۔

آدابِ مجلس

جب کچھ لوگ رازداری سے گفتگو کر رہے ہوں تو ان کی اجازت کے بغیر ان کے درمیان بیٹھنا مکروہ ہے۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا، ملے جلے دھوپ اور سائے میں بیٹھنا بھی مکروہ ہے۔ بائیں ہاتھ پر ٹیک لگا کر بیٹھنا بھی مکروہ ہے۔ بیٹھے ہوئے لوگوں کے درمیان لیٹنا بھی مکروہ ہے۔ مجلس سے اُٹھتے وقت مجلس میں سرزد ہونے والے گناہوں کے کفارہ کے طور پر یہ کلمات کہے:

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ۔

یا اللہ! تیرے لیے ہی پاکیزگی ہے اور تو ہی لائق حمد ہے۔ میں تجھ سے بخشش کا طالب ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔

قبرستان میں جانے کے آداب

قبرستان میں جوتا پہن کر چلنا مکروہ ہے اور جب قبرستان میں داخل ہو تو یہ کلمات کہے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الْأَجْسَادِ الْبَالِيَةِ وَالْعِظَامِ النَّخِرَةِ الَّتِي خَرَجَتْ مِنْ دَارِ الدُّنْيَا وَهِيَ بِكَ مُؤْمِنَةٌ

یا اللہ! ان پرانے ہو جانے والوں جسموں اور بوسیدہ ہڈیوں کے رب جو دنیا سے اس حال میں نکلیں کہ ان کا تجھ پر ایمان تھا حضرت محمد مصطفیٰ

صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ ۔ وَاَنْزِلْ عَلَیْھِمْ رَحْمَتَکَ وَسَلَامًا مِّنِّیْ ۔

اور آپ کی اولاد پر رحمت نازل فرما۔ ان (اہلِ قبور) کو اپنی طرف سے آرام اور میری طرف سے سلام عطا فرما۔

نیز کہے :

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ ۔

اے مومنوں کے گھر والو! تم پر سلامتی ہو۔ اور بے شک ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں۔

کیونکہ ان الفاظ کا کہنا بھی مروی ہے۔

جب کسی قبر کی زیارت کرے تو نہ اس پر ہاتھ رکھے اور نہ بوسہ دے کیونکہ یہ یہودیوں کا طریقہ ہے۔ نہ قبر پر نہ بیٹھے، نہ ٹیک لگائے اور نہ ہی پاؤں سے روندے البتہ مجبوری کی حالت میں ان اُمور کی اجازت ہے۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ وہاں کھڑا ہو جہاں اُس کے زندہ ہونے کی صورت میں کھڑا ہوتا اور صاحبِ قبر کا اسی طرح احترام کرے جس طرح اس کی زندگی میں احترام کیا جاتا ہے۔ [۱]

ایصالِ ثواب

گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص اور اس کے علاوہ قرآن پاک سے پڑھے اور صاحبِ قبر کو اس کا ثواب پہنچائے یعنی یوں کہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ قَدْ اَثَبْتَنِیْ عَلٰی قِرَاءَۃِ ھٰذِہِ السُّوْرَۃِ فَاِنِّیْ قَدْ اَھْدَیْتُ ثَوَابَھَا لِصَاحِبِ ھٰذَا الْقَبْرِ ۔

یا اللہ! اگر تو نے مجھے اس سورت کے پڑھنے کا ثواب عطا فرمایا ہے تو بیشک میں نے اُس کا ثواب اس قبر والے کو تحفہ پیش کر دیا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کا سوال کرے، نہ ہڈیوں کو توڑے اور نہ قبر کو روندے اور اگر مجبوراً ایسا کرنا پڑے تو صاحبِ قبر کے لیے بخشش کی دعا کرے۔

کچھ دیگر آدابِ زندگی

بدشگونی مکروہ ہے البتہ نیک فالی میں کوئی حرج نہیں۔ ہر شخص کے لیے تواضع

---

[۱] صدر الشریعت حضرت مولانا محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر مدینہ طیبہ کی حاضری نصیب ہو تو روضہ شریف کے سامنے چار ہاتھ کے فاصلہ سے دست بستہ جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے کھڑا ہو سر جھکائے ہوئے صلوٰۃ و سلام عرض کرے۔ بہت قریب نہ جائے (بہارِ شریعت حصہ اوّل ص ۲۱، ۲۲) ۱۲ ہزاروی۔

اختیار کرنا مستحب ہے بڑوں کی عزت کرنا اور بچوں پر رحم کرنا نیز ان کی غلطی معاف کرنا مستحب ہے البتہ انہیں ادب سکھانے میں کوتاہی نہ کرے۔

مسلمانوں کے لیے رحمت کی دعا مانگنا

کسی دوسرے کو " صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی فُلَانِ بن فُلَانٍ
اللہ تعالیٰ کی تجھ پر رحمت ہو اور فلاں بن فلاں پر رحمتِ خداوندی ہو" کہنا جائز ہے۔ ایک روایت میں ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا " صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ "

نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " اللھم صل علیٰ آل ابی اوفیٰ۔ " یا اللہ! ابو اوفیٰ کی اولاد پر رحم فرما۔

غیر مسلم سے مصافحہ کرنا

ذمی کفار سے ہاتھ ملانا ناجائز ہے کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " اہل ذمہ سے مصافحہ نہ کرو۔"

آدابِ دعاء

دُعا کا طریقہ یہ ہے کہ ہاتھوں کو پھیلا کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجے اور پھر اپنی حاجت کا سوال کرے دعا کرتے وقت آسمان کی طرف نہ دیکھے اور جب فارغ ہو جائے تو اپنے ہاتھوں کو چہرے پر ملے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے ہاتھوں کے اندرونی حصّہ کے ساتھ دعا مانگو۔

قرآن کے ساتھ تعوّذ

قرآن پاک کے ساتھ پناہ مانگنا جائز ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے " قل اعوذ برب الفلق " آپ فرما دیجئے میں صبح کے رب کے ساتھ پناہ چاہتا ہوں" اور " قل اعوذ برب الناس " میں لوگوں کے رب کے ساتھ پناہ چاہتا ہوں —— نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مروی ہے۔ جب آپ کو کوئی درد پہنچتا تو آپ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھ کر اپنے آپ کو دم کرتے۔ نیز آپ ان کلمات کے ساتھ پناہ مانگا کرتے تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کلمات کے ساتھ بھی پناہ مانگا کرتے تھے۔

اَعُوْذُ بِوَجْہِ اللّٰہِ الْکَرِیْمِ وَکَلِمَاتِہِ التَّآمَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَأَ وَبَرَأَ وَمِنْ شَرِّ کُلِّ دَآبَّۃٍ رَبِّیْ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِھَا۔

میں اللہ تعالیٰ کی ذاتِ کریمہ کے ساتھ اور ان پورے کلمات کے ساتھ ہر اس چیز کی شر سے پناہ چاہتا ہوں جسے اس نے پیدا کیا اور ہر اس چیز کے شر سے جو میرے رب کی قدرت میں ہے۔

اسی طرح قرآن پاک اور اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کے ساتھ دم کرنا بھی جائز ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا ھُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ۔

اور ہم قرآن سے وہ چیز اتارتے ہیں جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَھٰذَا کِتَابٌ اَنْزَلْنَاہُ مُبَارَکٌ

اور ہم نے یہ کتاب اتاری یہ بابرکت ہے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

نظر کے لیے دم کرو اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت کرتی تو نظر اس سے آگے بڑھ جاتی ـــــــ یہ بات آپ نے حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کے سلسلے میں فرمائی۔

بخار کے لیے تعویذ

بخار والے کے لیے تعویذ لکھ کر اس کے گلے میں ڈالا جائے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے انھوں نے فرمایا مجھے بخار ہو گیا تو میرے لیے اس طرح تعویذ لکھا گیا[۱]

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَاَرَادُوْا بِہٖ کَیْدًا فَجَعَلْنَاھُمُ الْاَخْسَرِیْنَ اَللّٰھُمَّ رَبَّ جِبْرِیْلَ وَمِیْکَائِیْلَ وَاِسْرَافِیْلَ اِشْفِ صَاحِبَ ھٰذَا

اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نام سے اور اللہ سے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اے آگ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ٹھنڈی اور سلامتی بن جا اور ان (کفار) نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ مکر و فریب کا ارادہ کیا پس ہم نے انکو نقصان اٹھانے والوں میں کر دیا۔ یا اللہ حضرت

[۱] تعویذ باندھنا اور دم کرنا، اسباب میں سے ایک سبب ہے، جس طرح ڈاکٹر یا حکیم سے علاج کراتے وقت مسلمان اپنے اس عقیدے پر قائم ہوتا ہے کہ شفا دینے والا اللہ تعالیٰ ہے دوائی یا علاج محض اس کا سبب ہے اسی طرح تعویذ باندھنا اور دم کرنا بھی ایک سبب اختیار کرنا ہے۔ اسے ناجائز یا شرک کہنا جہالت ہے۔ ۱۲ ہزاروی۔

اَنْکِتَابِ بِحَوْلِكَ وَقُوَّتِكَ وَجَبَرُوْتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ۔

جبریل، میکائیل اور اسرافیل کے رب اس تعویذ والے کو اپنی قوت و قدرت سے شفا عطا فرما اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے ۔

زچہ کے لیے تعویذ

ہمارے بعض علماء فرماتے ہیں جب کسی عورت پر بچہ کی ولادت مشکل ہو جائے تو کسی پاک وصاف پیالے یا کسی بھی برتن میں درج ذیل کلمات لکھ کر انھیں دھویا جائے اور وہ پانی اس عورت کو پلایا جائے جو بچ جائے اس سے اس کے سینے پر چھینٹے ماریں۔ وہ کلمات یہ ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ لَمْ يَلْبَثُوْا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ بَلَاغٌ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُوْنَ ۔

اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بردبار کرم والا ہے۔ اللہ تعالیٰ عرش عظیم کا مالک پاک ہے تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔ گویا کہ جب وہ اسے دیکھیں گے تو کہیں گے کہ وہ تو صرف ایک رات یا چاشت ٹھہرے ہیں گویا جب وہ اس چیز کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تو کہیں گے کہ وہ تو صرف دن کی ایک ساعت ٹھہرے ہیں یہ تو حکم خداوندی ہے تو اب فاسق لوگوں کے علاوہ کون ہلاک ہوگا۔

چیونٹی کے ڈسنے سے دم کرنا

چیونٹی، بچھو، سانپ اور مچھر وغیرہ کے ڈسنے پر دم کرنا بھی جائز ہے۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر زہریلی چیز کے ڈسنے پر دم کی اجازت فرمائی ہے۔ اور آپ نے فرمایا جو شخص شام کے وقت تین مرتبہ یہ کلمات کہے رات بھر اسے بچھو نہیں ڈسے گا۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نُوْحٍ وَعَلٰى نُوْحٍ السَّلَامُ ۔

حضرت نوح علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سلامتی ہو۔

نیز آپ نے فرمایا جو شخص شام کے وقت تین مرتبہ یہ کلمات کہے اسے تمام رات زہر تکلیف نہیں دیگا۔

اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّآمَّاتِ کُلِّھَا مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ۔ اللہ تعالیٰ کے پورے کلمات کے ساتھ ہر مخلوق کے شر سے پناہ چاہتا ہوں۔

دم کرتے وقت پھونک مارنا جائز ہے البتہ تھوکنا مکروہ ہے۔

نظرِ بد کا علاج

جس شخص کی نظر لگ جائے وہ اپنا چہرہ، ہاتھ، بازو، گھٹنے، پاؤں کے کنارے اور تہبند کے اندر کا حصہ (شرمگاہ) ایک برتن میں دھوئے۔ پھر وہ پانی مریض پر ڈال دے۔

حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں میں غسل کر رہا تھا کہ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے مجھے دیکھ لیا اور خوش ہو گئے۔ کہنے لگے میں نے آج کی طرح کبھی نہیں دیکھا اور یہ پردہ میں بیٹھنے والی لڑکی سے بھی زیادہ خوبصورت جسم ہے۔ یا انھوں نے کہا کسی جوان کا ایسا جسم نہیں دیکھا۔ چنانچہ حضرت ابوامامہ کو فالج ہو گیا حتیٰ کہ وہ سر نہیں اٹھا سکتے تھے۔ فرماتے ہیں لوگوں نے یہ بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ کو بتائی۔ آپ نے فرمایا کیا تم کسی پر تہمت لگاتے ہو؟ انھوں نے کہا یا رسول اللہ! ایسا نہیں البتہ حضرت عامر بن ربیعہ نے یہ بات کہی تھی۔ آپ نے حضرت ابوامامہ اور حضرت عامر دونوں کو بلا بھیجا پھر فرمایا سبحان اللہ! تم میں کوئی شخص جب اپنے بھائی میں اچھی چیز دیکھتا ہے تو اسے ہلاک کیوں کرتا ہے۔ اس کے لیے برکت کی دعا کیوں نہیں مانگتا۔ راوی فرماتے ہیں پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عامر کو حکم دیا کہ وہ غسل کریں۔ چنانچہ انھوں نے چہرہ، ہاتھ، بازو، سینہ، شرمگاہ، گھٹنے، اور پاؤں کے ظاہر و باطن کو ایک برتن میں دھویا۔ پھر آپ کے حکم سے انھوں نے وہ پانی حضرت ابوامامہ کے سر پر ڈالا پھر پیچھے سے برتن ٹیڑھا کیا گیا۔ راوی کہتے ہیں میرا خیال ہے حضرت ابوامامہ نے فرمایا پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چند چلو پانی ڈالو ——— چنانچہ حضرت ابوامامہ سواروں کے ساتھ چلے گئے۔

اگر مکمل غسل کر کے بیمار پر پانی ڈالے تو یہ زیادہ مکمل بات ہوگی۔

بیماری کا علاج کرانا

بیماریوں کا علاج کرانا جائز ہے مثلاً پچھنے لگانا، داغ لگانا دوائی اور شربت کا پینا رگ اور زخم کا کاٹنا اور جذام وغیرہ میں عضو کا کاٹنا تاکہ باقی جسم میں سرایت نہ کرے۔ اسیطرح بواسیر کاٹنا اور ہر وہ علاج جو جسمانی صحت کے لیے مفید ہو جائز ہے۔

حدیث شریف میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نشتر لگوایا اور حکیم سے مشورہ کیا اور فرمایا تم طبیبوں کی بڑے ہی علاج ہے۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا علاج میں بھلائی ہے؟ آپ نے فرمایا "جس ذات نے بیماری بھیجی ہے اس نے دوائی بھی اتاری ہے۔" حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے داغ لگانے کے بارے میں پوچھا

گیا تو آپ نے فرمایا دیہاتی کبھی ایسا کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اسے اپنایا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے دوسری جگہ فرمایا حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے عرق النساء رگ کاٹی ہے۔ امام احمد سے ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ اسے مکروہ سمجھتے تھے۔

حرام چیزوں سے علاج

حرام اشیاء مثلاً شراب، زہر، مردار یا کسی ناپاک چیز سے علاج کرنا ناجائز ہے اسی طرح گدھی کے دودھ سے بھی علاج ناجائز ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا میری امت کی شفا حرام اشیاء میں نہیں رکھی گئی۔ پچکاری کرانا ضرورت کے بغیر مکروہ ہے

طاعون زدہ شہر کا حکم

جہاں طاعون کی بیماری پھیل جائے وہاں سے بھاگنا جائز نہیں البتہ شہر سے باہر ہو تو اندر نہ آئے کیونکہ اس طرح اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

غیر محرم عورت کیساتھ خلوت نشینی

کسی غیر محرم عورت کے ساتھ علیحدگی اختیار نہ کی جائے کیونکہ حضور علیہ السلام نے اس سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا شیطان ان دونوں کے لیے گناہ کو آراستہ کرتا ہے۔ بلا عذر مثلاً گواہی لینے یا بیماری کے علاج کے علاوہ کسی جوان عورت کو نہ دیکھے۔ البتہ بوڑھی عورت کی طرف دیکھنا جائز ہے کیونکہ اس صورت میں کسی فتنہ میں مبتلا ہونے کا خدشہ نہیں ہوتا۔ ایک لحاف یا چادر میں دو برہنہ مردوں یا دو برہنہ عورتوں کا اکٹھا ہونا بھی جائز نہیں کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے نیز اس سے دوسرے کی شرمگاہ کی طرف دیکھنا لازم آتا ہے جس کی شریعت میں ممانعت ہے۔ علاوہ ازیں اس صورت میں گناہ کے ارتکاب سے بچنا ناممکن ہے۔ کیونکہ شیطان ان کے لیے گناہ کو آراستہ کریگا۔

غلاموں سے حسن سلوک

اگر کوئی شخص مرد یا عورت غلام کا مالک ہو تو اس سے نرمی برتنا ضروری ہے۔ اسے ایسے کام کی تکلیف نہ دے جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا۔ اسے لباس پہنائے، کھانا دے اور اگر چاہے تو اس کی شادی بھی کر دے لیکن اسے اس پر مجبور نہ کرے اگر ان باتوں میں کوتاہی کریگا تو اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہوگا۔ اگر

چاہے تو اسے بیچنے یا آزاد کرنے کا حکم دے یا غلام چاہے تو اُسے مکاتب بنائے۔ حدیث شریف میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت نماز کی ادائیگی اور غلاموں سے حسن سلوک کے بارے میں تھی۔

دشمنانِ اسلام کی سرزمین میں قرآن پاک لیجانا منع ہے

دشمنانِ اسلام کی سرزمین کی طرف جاتے ہوئے قرآنِ پاک ساتھ لیجانا منع ہے۔ تاکہ وہ مشرکین کے ہاتھوں میں نہ چلا جائے۔ البتہ مسلمانوں کو واضح قوت اور شوکت اور غلبہ حاصل ہو تو پڑھنے کے لیے ساتھ لے جانا جائز ہے تاکہ بھول نہ جائے۔

آئینہ دیکھتے وقت کیا کہے

آئینہ دیکھتے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی یہ کلمات کہنا مستحب ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ سَوّٰی خَلْقِیْ وَاَحْسَنَ صُوْرَتِیْ وَزَانَ عَنِّیْ مَاشَانَ مِنْ غَیْرِیْ۔

لائق حمد ہے اللہ تعالیٰ جس نے مجھے درست پیدا فرمایا، میری صورت کو حسین کیا اور میری اس چیز کو زیب و زینت دی جسے دوسروں میں عیب ناک کیا۔

کان بولنے کا علاج

جب کسی شخص کے کان بولنے لگیں تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجے اور کہے اللہ تعالیٰ اس کو یاد کرے جس نے مجھے بھلائی کے ساتھ یاد کیا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح مروی ہے۔

بدن میں درد کا علاج

جب کسی شخص کے بدن یا اعضاء میں درد ہو تو وہی بات کہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو یا اس کے بھائی کو درد ہو تو یوں کہے

رَبُّنَا اللّٰہُ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ تَقَدَّسَ اسْمُكَ اَمْرُكَ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ كَمَا رَحْمَتُكَ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِغْفِرْ لَنَا حُوْبَنَا وَخَطَایَانَا رَبَّ الطَّیِّبِیْنَ اَنْزِلْ رَحْمَةً مِّنْ رَّحْمَتِكَ

ہمارا رب اللہ ہے جس کی قدرت آسمان میں ہے (یا اللہ!) تیرا نام پاک ہے اور تیرا حکم آسمان و زمین میں ہے جیسے تیری رحمت آسمان و زمین میں ہے۔ ہمارے گناہوں اور خطاؤں کو بخش دے، اے پاکیزہ لوگوں کے رب! اس درد

وَشِفَآءً مِّنْ شِفَآءِكَ عَلَى الْوَجَعِ الَّذِيْ بِهٖ۔

کے ازالہ کے لیے اپنی رحمت خاص میں سے رحمت اور شفاء میں سے شفاء نازل فرما۔

یہ کلمات پڑھنے والا اللہ تعالیٰ کے حکم سے شفاء یاب ہوگا۔

بُری شگون والی چیز کو دیکھ کر کیا پڑھے؟

جب ایسی چیز کو دیکھے جس سے بُری شگون لی جاتی ہے تو یہ کلمات کہے۔

اَللّٰهُمَّ لَا يَأْتِيْ بِالْحَسَنَاتِ اِلَّآ اَنْتَ وَلَا يَذْهَبُ بِالسَّيِّئَاتِ اِلَّآ اَنْتَ وَ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

یا اللہ! نیکیوں کو لانے والا اور بُرائیوں کو لے جانے والا تو ہی ہے۔ نیکی کرنے اور بُرائی سے بچنے کی قوت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح مروی ہے۔

غیر مسلموں کی عبادت گاہ دیکھتے وقت کیا کہے؟

جب عیسائیوں یا یہودیوں کی عبادت گاہ دیکھے یا ناقوس کی آواز سُنے یا مشرکین اور یہود و نصاریٰ کی جماعت دیکھے تو یہ کلمات کہے:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ اِلٰهًا وَّاحِدًا لَا نَعْبُدُ اِلَّآ اِيَّاهُ۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں وہ ایک معبود ہے ہم صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح مروی ہے آپ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص کے گناہوں کو مشرکین کی تعداد کے برابر معاف فرمائے گا۔

بادلوں کی گرج سننے پر کیا کہے؟

جب آسمان میں بجلی کی چمک اور گرج سنے تو یہ دعا مانگے۔

اَللّٰهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِكَ۔

یا اللہ! ہمیں اپنے غضب کے ساتھ نہ مارنا اور نہ اپنے عذاب کے ساتھ ہلاک کرنا اور اس سے پہلے ہمیں سلامتی عطا فرما۔

آندھی دیکھ کر کیا کہے؟

جب ہوا دیکھے تو کہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ خَیْرَھَا وَخَیْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِہٖ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِہٖ۔

یا اللہ! میں تجھ سے اس کی بھلائی اور اس چیز کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں جس کے ساتھ اسے بھیجا گیا اور میں اس کی شر اور اس چیز کی شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں جس کے ساتھ اسے بھیجا گیا

بازار میں داخل ہوتے وقت کیا کہا جائے؟

جب کوئی شخص بازار میں داخل ہو تو وہ دعا مانگے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مانگا کرتے تھے۔ آپ یہ دعا مانگتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ خَیْرَ ھٰذَا السُّوْقِ وَخَیْرَ مَا فِیْہِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّہٖ وَشَرِّ مَا فِیْہِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ اَنْ اُصِیْبَ فِیْھَا یَمِیْنًا فَاجِرَۃً اَوْ صَفْقَۃً خَاسِرَۃً لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

یا اللہ! میں تجھ سے اس بازار کی بھلائی اور جو کچھ اس میں ہے اس کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور تجھ سے اس کی شر اور اس چیز کی شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو اس میں ہے یا اللہ! میں اس بات سے تیری پناہ کا طالب ہوں کہ مجھے اس میں جھوٹی قسم یا نقصان دہ سودا حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لیے حمد ہے وہ زندہ رکھتا اور مارتا ہے۔ وہ زندہ ہے اس کے لیے موت نہیں۔ اسی کے قبضہ میں بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

چاند دیکھنے کی دعا۔

جب کوئی شخص چاند دیکھے تو یہ دعا مانگے۔

اَللّٰھُمَّ اَھِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْیُمْنِ وَالْاِیْمَانِ وَالسَّلَامَۃِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّیْ

یا اللہ! ہمارے لیے اس چاند کو برکت، ایمان، سلامتی اور اسلام کے ساتھ نازل فرما اے چاند!

وَرَبُّكَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ۔ — اللہ عزّوجل میرا اور تیرا رب ہے۔

بیمار کو دیکھ کر کیا پڑھا جائے؟

جب کسی کو بیماری وغیرہ میں مبتلا دیکھے تو کہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلَیْكَ وَعَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا۔

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھے اس سے عافیت دی جس میں تجھے مبتلا کیا اور مجھے تجھ پر اور اپنی بہت سی مخلوق پر فضیلت عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ اُسے تمام زندگی اس بیماری سے محفوظ رکھے گا۔

حاجی کا استقبال کرتے ہوئے کیا کہے

جب کوئی حج کے سفر سے واپس آئے تو اسے کہا جائے۔

تَقَبَّلَ اللّٰهُ نُسُكَكَ وَاَعْظَمَ اَجْرَكَ وَاَخْلَفَ نَفَقَتَكَ۔

اللہ تعالیٰ تیری عبادت کو قبول فرمائے۔ تجھے اجرِ عظیم اور تیرے خرچ کا بدل عطا فرمائے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ اسی طرح فرمایا کرتے تھے۔

قریب الموت کو دیکھ کر کیا کہے

جب کسی ایسے مسلمان مریض کی بیمار پرسی کرے جس کی موت قریب ہو تو یہی الفاظ کہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کہا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا موت ایک ہولناک منظر ہے۔ لہٰذا جب تم میں سے کسی کو اپنے (مسلمان) بھائی کی موت کی خبر پہنچے تو وہ کہے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ اَللّٰهُمَّ اكْتُبْهُ عِنْدَكَ فِی الْمُحْسِنِیْنَ وَاجْعَلْ كِتَابَهٗ فِیْ عِلِّیِّیْنَ وَاخْلُفْ عَلٰی عَقِبِهٖ فِی الْاٰخِرِیْنَ وَلَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ۔

بیشک ہم اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں اور بیشک ہم اس کی طرف لوٹنے والے ہیں اور بلا شبہ ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں یا اللہ! اسے اپنے ہاں نیک لوگوں میں لکھ دے۔ اس کے نامۂ اعمال کو علیین میں کر دے۔ اس کے پسماندگان کی حفاظت فرما ہمیں اس کے ثواب سے محروم نہ کر اور اس کے بعد ہمیں فتنہ میں مبتلا نہ کر۔

یہ بھی مستحب ہے کہ مرتے وقت اسے توبہ کرے اور ظلم وستم سے باز آنے اور اپنے ان رشتہ داروں کیلیے

جن کا وراثت میں حصہ نہیں تہائی مال کی وصیت کر نیکی طرف متوجہ کرے اور اگر رشتہ دار نہ ہوں تو فقراء، مساکین، مساجد اور پل بنانے نیز دیگر نیک کاموں میں خرچ کرنے کی وصیت کرے۔

میت کو قبر میں رکھنے کے وقت کے کلمات:

جب میت کو قبر میں رکھے تو وہ کلمات کہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں۔ آپ نے فرمایا جب اپنی میت کو قبر میں رکھو تو کہو۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔

اللہ کے نام سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر (قبر میں رکھتے ہیں)

میت کی قبر پر مٹی ڈالتے وقت کہے۔

اِيْمَانًا بِكَ وَ تَصْدِيْقًا بِرَسُوْلِكَ وَ اِيْمَانًا بِبَعْثِكَ هٰذَا مَا وَعَدَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔

تجھ پر ایمان لاتے ہوئے تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتے ہوئے تیرے قیامت کے دن اٹھانے پر ایمان لاتے ہوئے یہ وہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح مروی ہے نیز آپ نے فرمایا جس نے ایسا کیا اس کے لیے مٹی کے ہر ذرّے کے بدلے نیکی ہے۔

❋

آدابِ نکاح

آدابِ نکاح سے ہے کہ نکاح کرنے والا حکمِ خداوندی کی تعمیل کی نیت کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "اپنی بے خاوند عورتوں کا نکاح کرو نیز اپنے نیک غلاموں اور لونڈیوں کا نکاح کرو" (وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى ...) نیز ارشاد فرمایا "جو عورتیں تمہیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو دو دو، تین تین، چار چار" (فَانْكِحُوا مَا طَابَ ..... وَرُبٰعَ)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نکاح کرو اولاد بڑھاؤ کیونکہ میں تمہارے سبب باقی امتوں پر فخر کرونگا اگرچہ نامکمل بچہ ہی کیوں نہ ہو" پس ان دو آیات اور حدیث پاک کی روشنی میں نکاح کے واجب ہونے کا اعتقاد رکھنا چاہیے زنا کا خوف ہو یا نہ تاکہ وجوب نکاح کے سلسلہ میں اختلافِ علماء سے باہر نکلے کیونکہ امام احمد رحمہ اللہ کی روایت میں امام ابو داؤد کے نزدیک نکاح مطلقاً واجب ہے۔ لہٰذا اس طرح اسے حکمِ خداوندی کی تعمیل کا ثواب حاصل ہوگا نیز اپنے دین کی حفاظت و تکمیل کی نیت کرے کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جب کوئی شخص شادی کرتا ہے تو وہ اپنے نصف دین کو محفوظ کر لیتا ہے نیز آپ کا ارشادِ گرامی ہے جب بندہ شادی کرتا ہے تو اس کا نصف دین مکمل ہو جاتا ہے اور اچھے خاندان والی اپنے خاندان سے باہر کی نوجوان عورت اختیار کرے اور یہ کہ ایسی عورتوں سے ہو جو زیادہ بچے پیدا کرنے میں مشہور ہیں۔ کیونکہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ انھوں نے بیوہ عورت سے شادی کی ہے تو آپ نے فرمایا نوجوان عورت سے شادی کیوں نہیں کی تم اس سے کھیلتے اور وہ تم سے کھیلتی۔

ہم نے زیادہ بچے پیدا کرنے والی کی شرط اس حدیث کے مطابق لگائی ہے جو پہلے گزر چکی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نکاح کرو نسل بڑھاؤ میں (قیامت کے دن) تمہارے سبب دوسری امتوں پر فخر کروں گا اگرچہ نامکمل بچہ ہو۔ بعض روایات میں ہے آپ نے فرمایا بچے پیدا کرنے والی محبت کرنے والی عورت کیساتھ نکاح کرو بے شک میں تمہارے ساتھ فخر کروں گا۔ اجنبی عورت یعنی جو اپنے خاندان سے نہ ہو، کی شرط اس لیے رکھی گئی ہے تاکہ ان کے درمیان نفرت اور دشمنی پیدا نہ ہو کیونکہ اس سے رشتہ داری ختم ہو جاتی ہے حالانکہ رشتہ داروں سے تعلق جوڑنے کا حکم ہے اسی لیے شریعت نے ایک شخص کے عقد میں دو بہنوں کے جمع کرنے سے منع کیا ہے۔ زبان دراز، بلا عذر خلع طلب کرنے والی اور جسم کو گودنے والی عورت سے نکاح کرنا مناسب نہیں۔

٭

بیوی سے حسن سلوک کا حکم

جب کوئی شخص شادی کرے تو اُسے بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہیے۔ نہ اُسے تکلیف دے اور نہ مہر کی واپسی کے لیے اسے خلع پر مجبور کرے اور نہ ہی اسے ماں باپ کی گالی دے۔ اگر اس نے ایسا کیا تو اللہ اور اس کا رسول اس شخص سے بیزار ہوں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا! "عورتوں کے ساتھ اچھے سلوک کی نصیحت کرو بیشک وہ تمہاری قید میں ہیں" بعض روایات میں ہے "جس نے کسی عورت سے مہر کے بدلے شادی کی اور وہ حق مہر ادا کرنا نہیں چاہتا تو قیامت کے دن زنا کار کی صورت میں آئیگا۔ اگر عورت اُسے اپنی زبان کے ساتھ تکلیف پہنچائے اور اس میں اس شخص کے دین کو خطرہ لاحق ہو تو وہ اپنے آپ کو اس عورت سے جدا کرے یا بارگاہ خداوندی میں پناہ لے اور دعا کے ذریعے اس کی بارگاہ میں زاری کرے یہ اس کے لیے کافی ہے اور اگر وہ اس پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی طرح ہوگا۔ اگر عورت اپنے مہر میں سے خوشی کے ساتھ کچھ دے تو اُسے نہایت خوشگواری کے ساتھ کھائے۔

نکاح سے پہلے عورت کو دیکھنا

نکاح سے پہلے کوشش کرے کہ عورت کے ساتھ تنہائی اختیار کیے بغیر اس کے چہرے اور بدن کو دیکھ لے تاکہ اس کے دل میں کوئی بات پیدا نہ ہو جس کی وجہ سے وہ اسے ناپسند کرے اور طلاق کی نوبت آجائے اور جلد ہی جدائی ہو جائے کیونکہ اس طرح ایک ایسی بات میں پڑنا ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز چیزوں میں سے سب سے زیادہ ناپسند طلاق ہے اور اس کی (عورت کو دیکھنے کی) بنیاد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی وہ روایت ہے جس میں آپ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی کے دل میں کسی عورت کو منگنی کا پیغام دینے کا خیال پیدا کرے تو چاہیے کہ وہ اس کے چہرے اور ہتھیلیوں کو دیکھ لے کیونکہ اس طرح ان کے درمیان دائمی تعلقات پیدا ہوں گے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے تو اگر وہ اس چیز کو دیکھ سکتا ہے جو نکاح کا باعث ہے تو دیکھ لینا چاہیے۔ چنانچہ میں نے ایک لڑکی کو نکاح کا پیغام بھیجا اور میں چھپ کر اُسے دیکھنے کی کوشش کرنے لگا حتیٰ کہ میں نے اس میں وہ چیز دیکھ لی جو اس کے ساتھ نکاح کا باعث تھی (یعنی چہرہ وغیرہ) اس روایت کو امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے اپنی سُنن میں ذکر کیا ہے۔

بیوی کیسی ہو۔

اور عورت دین و عقل کی مالک ہونی چاہیے کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "عورت سے چار باتوں یعنی مال، خاندان، حسن اور دین کی بنیاد پر نکاح کیا جاتا ہے۔ تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں دیندار عورت کے ذریعے کامیابی حاصل کرو"۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر دیندار عورت کے بارے میں ارشاد فرمایا کیونکہ وہ زندگی گزارنے میں خاوند کی مدد کرتی ہے اور تھوڑی چیز پر صبر کرتی ہے جبکہ باقی تین اسے گناہ اور غم میں مبتلا کرتی ہیں البتہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائے۔

اکثر مفسرین نے اللہ تعالیٰ کے اس قول "فَالْئٰنَ بَاشِرُوْھُنَّ وَابْتَغُوْا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَکُمْ" اب ان سے جماع کر سکتے ہو اور تلاش کرو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے، کی تفسیر میں فرمایا مباشرت سے مراد جماع ہے اور تلاش سے اولاد کا پیدا کرنا مراد ہے یعنی مباشرت کے ذریعے اولاد طلب کرو۔ عورت کو بھی نکاح کرتے وقت اپنی شرمگاہ کی حفاظت، اولاد کا حصول اور خاوند کے پاس صبر کے ساتھ زندگی گزارنے نیز حمل، بچے کی پیدائش اور اس کی تربیت پر صبر کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑے ثواب کا حاصل ہونا مطلوب ہو۔ حضرت زیاد بن میمون، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا مدینہ طیبہ کی ایک عطر فروش عورت جس کو حولی کہا جاتا تھا ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا ام المؤمنین! میرا خاوند فلاں شخص ہے میں ہر رات اس کے لیے بناؤ سنگھار کرکے اور خوشبو لگا کر پہلے دن کی دلہن کی طرح تیار ہوتی ہوں جب وہ بستر پر جاتا ہے تو میں لحاف میں اس کے پاس داخل ہو جاتی ہوں اور میرا مقصد صرف رضائے الٰہی کا حصول ہوتا ہے لیکن وہ مجھ سے اپنا رخ پھیر لیتا ہے گویا وہ مجھے پسند نہیں کرتا۔ ام المؤمنین نے فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے تک بیٹھو۔ وہ عورت کہتی ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ نے فرمایا میں یہ کیا خوشبو پا رہا ہوں تمہارے پاس حولی آئی ہے کیا تم نے اس سے کچھ خریدا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ! اللہ کی قسم۔ پھر حولی نے اپنا واقعہ عرض کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جاؤ اور اپنے خاوند کی بات سنو اور اس کا حکم مانو" اس نے کہا یا رسول اللہ! میں اسی طرح کروں گی تو کیا میرے لیے کوئی ثواب ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی عورت اپنے خاوند کے گھر سے کوئی چیز اٹھاتی ہے، یا رکھتی ہے اور وہ بھلائی کا ارادہ کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس عمل کے بدلے اس کے لیے ایک نیکی لکھ دیتا ہے، ایک گناہ مٹا دیتا ہے اور اس کا ایک درجہ بلند کر دیتا ہے اور جب کسی عورت کا اپنے خاوند سے حمل ٹھہرتا ہے تو اس کے لیے رات کو قیام کرنے والے، روزہ دار اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی طرح ثواب لکھا جاتا ہے اور جب کوئی عورت بچہ ہوتے وقت تکلیف میں مبتلا ہوتی ہے تو ہر تکلیف کے بدلے ایک غلام آزاد کرنے اور ہر بار دودھ پلانے کے بدلے غلام آزاد کرنے کا ثواب حاصل ہوتا ہے۔ جب وہ بچے کا دودھ چھڑاتی ہے تو آسمان سے ایک منادی اعلان کرتا ہے اے عورت! تو نے اپنا گذشتہ عمل مکمل کر لیا اب بقیہ کام کے لیے تیار ہو جا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا عورتوں کو بہت زیادہ ثواب دیا گیا پس اے مردوں کی جماعت تمہارا کیا حال ہے؟ اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا پڑے

پھر فرمایا جب کوئی شخص اپنی بیوی کو واپس لاتے، ہوئے اس کا ہاتھ پکڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے لیے ایک نیکی لکھ دیتا ہے اگر اس سے معانقہ کرے تو دس نیکیاں ملتی ہیں اور جب وہ عورت کے پاس جاتا ہے تو یہ اس کیلئے دنیا اور اس سے بہتر ہے جو کچھ اس میں ہے اور جب وہ غسل کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو جسم کے کسی بال پر پانی نہیں گزرتا مگر اس کے لیے ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔ اس سے ایک گناہ مٹایا جاتا ہے اور اس کا ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے اور غسل سے جو ثواب ملتا ہے وہ دنیا اور اس سے جو کچھ اس میں ہے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ فرشتوں پر فخر فرماتا اور ارشاد فرماتا ہے" میرے بندے کو دیکھو ٹھنڈی رات میں جنابت سے غسل کر رہا ہے اسے یقین ہے کہ میں اس کا رب ہوں۔ تم گواہ رہو بے شک میں نے اسے بخش دیا۔"

حضرت مبارک بن فضالہ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عورتوں کے بارے میں میری اچھی نصیحت قبول کرو، بیشک وہ تمہارے پاس قید میں ہیں۔ وہ اپنے لیے کسی چیز کی مالک نہیں تم نے انہیں اللہ تعالیٰ کی امانت کے طور پر حاصل کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلمہ کے ساتھ ان کی شرمگاہوں کو اپنے لیے حلال کیا ہے (نکاح کے ساتھ)

حضرت عبادہ بن کثیر بواسطہ عبداللہ عریری، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتی ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری امت میں بہترین مرد وہ ہیں جو اپنی عورتوں سے اچھا سلوک کرتے ہیں اور میری امت میں بہترین عورتیں وہ ہیں جو اپنے شوہروں کے حق میں بہتر ہیں۔ ان میں سے ہر عورت کے لیے روزانہ ایک ہزار شہید کا ثواب لکھا جاتا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں صبر اور ثواب کی نیت سے جام شہادت نوش کیا۔ اور ان عورتوں میں سے ایک بڑی بڑی آنکھوں والی حور پر ایسے ہی فضیلت رکھتی ہے جیسے مجھے تم میں سے ادنیٰ آدمی پر فضیلت حاصل ہے اور میری امت میں بہترین عورت وہ ہے جو اپنے خاوند کی خواہش آسانی سے پورا کرتی ہے بشرطیکہ وہ گناہ کا کام نہ ہو۔ اور میری اُمت کے بہترین مرد وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ نرمی سے پیش آتے ہیں ان میں سے ہر مرد کے لیے روزانہ ایک سو ایسے شہید کا ثواب لکھا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں صبر کرتے ہوئے اور ثواب کی نیت سے شہید ہوئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ کیا بات ہے عورت کے لیے ایک ہزار شہید کا ثواب اور مرد کے لیے ایک سو شہید کا ثواب؟ ——— نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم کو معلوم نہیں کہ عورت کے لیے مرد سے زیادہ اجر اور افضل ثواب ہے بیشک اللہ تعالیٰ جنت میں مرد کے درجات بیوی کے اس پر راضی ہونے اور اس کے مرد کے لیے دعا کرنے کی وجہ سے بلند کریگا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ شرک کے بعد بڑا گناہ عورت کا اپنے خاوند کو ناراض کرنا ہے سنو! دو کمزوروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو بیشک اللہ تعالیٰ ان دونوں کے بارے میں تم سے پوچھے گا ایک یتیم اور دوسری عورت۔ جس نے ان دونوں سے حسن سلوک کیا اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کی رضا کو پا لیا اور جس نے ان سے برا سلوک کیا وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا مستحق

ہوا۔ اور خاوند کا حق ایسے ہی ہے جیسے میرا تم پر حق ہے جس نے میرے حق کو ضائع کیا اس نے اللہ تعالیٰ کے حق کو ضائع کیا اور جس نے اللہ تعالیٰ کا حق ضائع کیا وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا مستحق ہوا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اور وہ لوٹنے کی کیا ہی بری جگہ ہے۔

حضرت جعفر بن محمد بن علی رضی اللہ عنہم، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں، اس دوران کہ ہم بارگاہ رسالت میں حاضر تھے اور آپ صحابہ کرام کی ایک جماعت کے درمیان تشریف فرما تھے کہ ایک عورت آئی اور آپ کے پاس کھڑی ہو گئی پھر اس نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ! میں عورتوں کی نمائندہ بن کر حاضر ہوں جس عورت کو بھی میرے آپ کے پاس آنے کا علم ہوا اس نے تعجب کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ مردوں کا رب ہے اور عورتوں کا بھی رب ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام مردوں کے بھی باپ ہیں اور عورتوں کے بھی۔ حضرت حوا علیہا السلام مردوں کی بھی ماں ہیں اور عورتوں کی بھی۔ پس مرد جب جہاد کے لیے نکلتے ہیں اور شہید ہو جاتے ہیں تو وہ زندہ ہوتے ہیں، اپنے رب کے ہاں رزق پاتے ہیں اور اگر وہ زخمی ہوں تو انہیں اسی قدر ثواب ملتا ہے جو آپ کے علم میں ہے جبکہ ہم ان کی انتظار میں بیٹھی ہیں اور ان کی خدمت کرتی ہیں کیا ہمارے لیے بھی کوئی ثواب ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! میری طرف سے عورتوں کو سلام کہنا اور ان سے کہنا کہ خاوند کی فرمانبرداری اور اس کے حق کا اعتراف اس ثواب کے برابر ہے لیکن تم میں سے بہت کم عورتیں ایسا کرتی ہیں۔ حضرت ثابت، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں جب عورتوں نے مجھے بارگاہ نبوی میں بھیجا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مردوں کو فضیلت حاصل ہوئی اور جہاد کا ثواب بھی ملا پس ہمارے لیے کوئی ایسا عمل نہیں ہے جس کے ذریعے ہم اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والوں کا ثواب حاصل کر لیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں تم میں سے کسی ایک عورت کا اپنے گھر میں کام کرنا راہِ خداوندی میں جہاد کرنے والوں کے عمل تک پہنچاتا ہے۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کیا عورتوں پر بھی جہاد فرض ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں ان کا جہاد غیرت کرنا ہے وہ اپنے نفسوں کے ساتھ جہاد کریں اگر وہ صبر کریں تو مجاہد شمار ہوں گی اگر وہ راضی رہیں تو اسلامی سرحد کی حفاظت کرنے والی کہلائیں گی پس ان کے لیے دو اجر ہیں۔

پس میاں بیوی دونوں کو چاہیے کہ وہ نکاح کے وقت اس ثواب کا اعتقاد رکھیں جس کا اس حدیث میں اور اس سے پہلے ذکر ہوا نیز وہ اس حق کی ادائیگی کا اعتقاد بھی رکھیں جو دونوں میں سے ہر ایک کے لیے دوسرے پر واجب ہے۔ جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے "اور عورتوں کے لیے اسی کی مثل ہے جو ان کے ذمہ ہے"۔ اور یہ اس لیے ضروری ہے تاکہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں اور اس کا حکم بجا لائیں۔ عورت کو یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ یہ کام اس کے لیے جہاد سے بہتر ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، آپ نے فرمایا! عورت کے لیے خاوند اور قبر سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص مسکین ہے جس

کی بیوی نہیں۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! اگرچہ مال کے اعتبار سے غنی ہو؟ آپ نے فرمایا، اگرچہ مالدار ہو۔ اور فرمایا وہ عورت مسکین ہے جس کا خاوند نہ ہو عرض کیا گیا یا رسول اللہ! اگرچہ وہ مالدار ہو؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگرچہ مال کے اعتبار سے غنی ہو۔

وقتِ نکاح

اور مستحب ہے کہ نکاح جمعہ کے دن یا جمعرات کو، ہو نیز شام کا وقت دن سے بہتر ہے اور خطبہ، ایجاب وقبول سے پہلے مسنون ہے اگر بعد میں پڑھا جائے تو بھی جائز ہے۔ انسان کو اختیار ہے کہ وہ اپنا نکاح خود کرے یا کسی کو وکیل بنائے۔

دولہا اور دلہن کے لیے برکت کی دعا کرنا

جب نکاح ہو جائے تو مستحب ہے کہ مجلس میں حاضر لوگ یہ کلمات کہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے تمہارے لیے بابرکت بنائے اور تجھے برکت حاصل ہو اور اللہ تعالیٰ تمہیں بھلائی اور سلامتی کے ساتھ جمع رکھے۔

شادی میں تاخیر

اگر عورت اور اس کے گھر والے مہلت چاہیں تو اتنے وقت تک کے لیے ان کی بات مان لینا اچھا ہے۔ جتنے وقت میں وہ شادی کے لیے ضروری سامان وغیرہ کی تیاری کر سکیں اور جہیز نیز بناؤ سنگھار کا سامان خرید سکیں اور جب عورت کی مرد کے ہاں رخصتی ہو جائے تو اسے قبول کر لینا چاہیے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، ایک شخص آیا اور اس نے عرض کیا میں نے ایک نوجوان لڑکی سے شادی کی ہے اور مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے ناپسند کرے یا مجھے دشمن سمجھے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا الفت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور دشمنی شیطان کی طرف سے۔ جب وہ تیرے پاس آئے تو اسے کہو کہ وہ تمہارے پیچھے دو رکعت نماز پڑھے اور یہ دعا مانگو:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْ اَهْلِيْ وَبَارِكْ لِاَهْلِيْ فِيَّ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ مِنْهُمْ وَارْزُقْهُمْ مِنِّيْ اَللّٰهُمَّ اجْمَعْ بَيْنَنَا اِذَا جَمَعْتَ فِيْ خَيْرٍ وَّفَرِّقْ بَيْنَنَا اِذَا فَرَّقْتَ اِلٰى خَيْرٍ۔

یا اللہ! مجھے میری بیوی سے برکت عطا فرما اور مجھ سے میری بیوی کو برکت عنایت فرما۔ یا اللہ! مجھے ان سے رزق عطا کر اور ان کو مجھ سے روزی دے یا اللہ! جب ہمیں جمع کرے تو بھلائی میں جمع کر اور جب علیحدہ کرے تو بھلائی

کی طرف جدا کر۔

جماع کے وقت دعا

جب جماع کا ارادہ ہو تو کہے:

بِسْمِ اللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً اِنْ قَدَّرْتَ اَنْ تَخْرُجَ عَنْ صُلْبِیْ اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنِی الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَا رَزَقْتَنِیْ۔

اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بہت بلند عظمت والا ہے۔ یا اللہ! پاک اولاد عطا فرما اگر تو نے میری پیٹھ سے اولاد مقدر فرمائی ہے۔ یا اللہ! مجھے شیطان سے دور رکھ اور شیطان کو اس سے دور رکھ جو تو نے مجھے عطا کرنا ہے۔

جماع کے بعد کیا کہے

جب جماع کر چکے تو یوں کہے:

بِسْمِ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَہٗ نَسَبًا وَّ صِھْرًا وَکَانَ رَبُّکَ قَدِیْرًا۔

اللہ تعالیٰ کے نام سے، تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا پھر اسے نسب اور سسرالی رشتہ بنایا اور تیرا رب قادر ہے۔

لیکن یہ کلمات دل میں کہے ہونٹ نہ ہلائے اس کی اصل وہ روایت ہے جو حضرت کریب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس جانے کا ارادہ کرنے وقت کہے۔

اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا۔

یا اللہ! ہمیں شیطان سے دور رکھ اور شیطان کو اس چیز سے دور رکھ جو تو ہمیں عطا فرمائیگا۔

پھر اگر ان کے درمیان اس جماع سے اولاد مقدر ہوئی تو شیطان اسے کبھی بھی نقصان نہیں پہنچائے گا۔

حالتِ حمل میں کیا کرے

جب عورت میں حمل کی علامات ظاہر ہو جائیں تو اسے حرام اور مشتبہ غذا سے بچائے تاکہ بچہ ایسی بنیاد پر پیدا ہو کہ شیطان کے لیے اس پر تسلط کا کوئی راستہ نہ ہو بلکہ شب زفاف سے ہی یہ طریقہ اختیار کیا جائے اور اسے ہمیشہ برقرار رکھے تاکہ وہ خود، اس کی بیوی اور اولاد دنیا میں شیطان سے اور آخرت میں آگ سے

محفوظ رہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا۔ | اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو (جہنم) کی آگ سے بچاؤ۔

علاوہ ازیں اسی طرح بچہ نیک، صالح، ماں باپ کا فرمانبردار اور اپنے رب عزوجل کا مطیع پیدا ہو گا۔ اور یہ سب کچھ پاک اور (حلال) خوراک کی برکت سے ہے۔

جماع کے بعد غسل کرنا

جب جماع سے فارغ ہو جائے تو عورت سے دور ہو جائے اپنے آپ سے نجاست دُور کرے اور اگر دوبارہ جماع کرنا چاہے تو وضو کرے ورنہ غسل کرے اور حالتِ جنابت میں نہ سوئے کیونکہ یہ مکروہ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح مروی ہے۔ البتہ سردی یا حمام اور پانی کے دُور ہونے یا خوف وغیرہ کی وجہ سے مشکل ہو تو اس عذر کے ختم ہونے تک اسی طرح سو جائے

آدابِ جماع

جماع کے وقت قبلہ رخ نہ ہو اپنے سر کو ڈھانپے اور لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ رہے اگرچہ چھوٹا بچہ ہی ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا "جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس جائے تو پردہ کرے کیونکہ پردہ نہ کرنے کی صورت میں فرشتے اس سے حیا کرتے ہیں اور باہر چلے جاتے ہیں۔ شیطان اندر آجاتا ہے اور جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس میں شریک ہوتا ہے۔" بزرگوں سے اسی طرح منقول ہے کہ اگر جماع کے وقت بسم اللہ نہ پڑھے تو شیطان اس کے عضوِ مخصوص پر لپٹ جاتا ہے اور جب وہ وطی کرتا ہے تو شیطان بھی اس کے ساتھ وطی کرتا ہے۔ جماع سے پہلے عورت کے ساتھ کھیل کود کرنا اور اپنی حاجت کو پورا کرنے کے بعد عورت کی حاجت کے پورا ہونے کی انتظار کرنا بھی مستحب ہے۔ کیونکہ انتظار نہ کرنا عورت کے لیے نقصان کا باعث ہے۔ بعض اوقات یہ بات دشمنی اور جدائی کا باعث بن جاتی ہے۔

عزل کرنا

اگر عورت سے عزل[1] کرنا چاہے تو اگر آزاد عورت ہے تو اس کی اجازت کے بغیر نہ کرے اگر

---

[1] عزل کا مطلب یہ ہے کہ جماع کرتے وقت جب انزال کا وقت ہو تو عورت سے الگ (حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

لونڈی ہے تو اس کے مالک سے اجازت لے اور اگر اس کی اپنی لونڈی ہو تو اس کی اجازت کے بغیر بھی جائز ہے کیونکہ اس بات کا حق مرد کو حاصل ہے عورت کو نہیں۔ ایک شخص نے بارگاہِ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا میری ایک لونڈی ہے جو ہماری خدمت کرتی ہے میں اس سے جماع کرتا ہوں۔ لیکن میں نہیں چاہتا کہ اسے حمل ٹھہرے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر چاہو تو عزل کر لو عنقریب وہ بچہ پیدا ہو گا جو اس کے لیے مقدر ہے۔

حیض و نفاس کی حالت میں جماع

حیض و نفاس کی حالت میں جماع سے پرہیز کرے اسی طرح ایک قول کے مطابق حیض کا خون ختم ہونے کے بعد جب تک غسل نہ کرے اور نفاس کی صورت میں چالیس دن سے پہلے جماع نہ کرنا مستحب ہے، اگر پانی نہ ملے تو تیمم واجب ہے۔

اگر کسی نے اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے جماع کر لیا تو ایک روایت کے مطابق وہ ایک دینار یا نصف دینار صدقہ دے اور ایک روایت کے مطابق اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرے اور آئندہ کے لیے ایسے کام سے باز رہتے ہوئے توبہ کرے کفارہ نہ دے۔

غیر فطری عمل سے اجتناب

عورت کے ساتھ ناپسندیدہ مقامات میں وطی سے بچنا ضروری ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ شخص ملعون ہے جو اپنی عورت سے غیر فطری عمل کرتا ہے

جماع کرنا ضروری ہے

اگر مرد کا دل جماع کرنے کی خواہش نہ رکھتا ہو تب بھی اس کی چھوڑنا جائز نہیں، کیونکہ اس میں عورت کا بھی حق ہے اور اس کے چھوڑنے میں اس کا نقصان ہے کیونکہ عورت کو مرد کی نسبت زیادہ شہوت حاصل ہوتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "عورت کو مرد سے ننانوے حصے زیادہ شہوت حاصل ہے مگر اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو حیاء عطا کیا ہے۔" اور کہا گیا ہے کہ شہوت کے دس حصے ہیں ان میں سے نو حصے عورتوں کے لیے اور ایک مردوں کے لیے ہے۔

(بقیہ حاشیہ) ہو جائے تاکہ اسے حمل نہ ٹھہرے لیکن یہ نیت نہ ہو کہ بچہ پیدا ہوا تو اسے کھانا کہاں سے ملے گا عورت کی صحت کے پیش نظر ایسا کر سکتا ہے۔ ۱۲ ہزاروی۔

کتنی مدّت تک جماع چھوڑنے کی اجازت ہے

چار ماہ تک وطی میں تاخیر جائز ہے البتہ عذر ہو تو الگ بات ہے۔ اگر یہ مدت چار ماہ سے بڑھ جائے تو عورت کو جدائی کا حق ہے اگر مرد عورت کے بغیر چھ ماہ سے زیادہ سفر پر رہے اور عورت واپس آنے کا مطالبہ کرے اور وہ طاقت حاصل ہونے کے باوجود واپسی سے انکار کرے تو عورت کے مطالبے پر حاکم کو ان میں تفریق کا حق ہے۔ یہ وہ مدت ہے جو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جنگوں کے سلسلے میں لوگوں کے لیے مقرر فرمائی تھی۔ وہ لوگ ایک مہینے کے لیے جاتے اور چار مہینے ٹھہرتے اور کبھی جاتے تو ایک ماہ تک واپس آجاتے۔

اجنبی عورت کو دیکھے تو کیا کرے

اگر کوئی شخص کسی دوسری عورت کو دیکھے اور وہ پسند آجائے تو اپنی بیوی سے جماع کرے تاکہ اس کی خواہش کی تکمیل ہو جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو دیکھے اور وہ اسے پسند آجائے تو اپنی بیوی کے پاس آجائے کیونکہ شیطان عورت کی صورت میں آتا ہے اور عورت کی صورت میں بھاگ جاتا ہے اور جو شادی شدہ نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ سے التجا کرے اس سے گناہوں سے بچنے کی دعا مانگے اور شیطان مردود سے پناہ مانگے۔

جماع کا دوسروں سے ذکر کرنا

کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ جماع کے سلسلے میں اپنے اور بیوی کے درمیان ہونے والے واقعہ کو دوسروں کے سامنے بیان کرے نہ عورت کے لیے جائز ہے کہ وہ دوسری عورتوں کو بتائے۔ کیونکہ یہ کمینگی ہے اور شریعت و عقل کے مطابق نہایت قبیح بات ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں یہ بھی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تم میں کوئی ایسا شخص بھی ہے کہ جب وہ اپنی بیوی کے پاس جائے تو دروازہ بند کر دیتا ہے اس پر پردہ ڈال دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل شدہ پردہ پوشی کو اپناتا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا پھر اس کے بعد وہ بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے میں نے ایسے ایسے کیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ صحابہ کرام خاموش ہو گئے۔ راوی فرماتے ہیں پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تم میں کوئی ایسی عورت ہے جو دوسری عورتوں سے بیان کرتی ہے؟ وہ خاموش رہیں اور ایک جوان عورت نے اپنا سر گھٹنے پر رکھ لیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

دیر تک انتظار کرتے رہے تاکہ اسے دیکھیں اور اس کی گفتگو سنیں۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! مرد بھی بیان کرتے ہیں اور عورتیں بھی بیان کرتی ہیں۔ آپ نے فرمایا جانتے ہو اس کی کیا مثال ہے؟ اس کی مثال شیطان مادہ کی طرح ہے جس نے شیطان نر کو کسی گلی میں پایا اور اس نے اس سے اپنی حاجت کو پورا کیا جبکہ لوگ اس کی طرف دیکھ رہے ہوں۔ سنو! مرد کی خوشبو وہ ہے جس کی خوشبو ظاہر ہو، رنگ دکھائی نہ دے۔ سنو! عورت کی خوشبو وہ ہے جس کا رنگ نظر آئے لیکن خوشبو ظاہر نہ ہو۔

عورت کا خاوند کی اطاعت نہ کرنا

جب خاوند اپنی بیوی کو جماع کے لیے بلائے اور وہ انکار کرے تو ایسی عورت اللہ تعالیٰ کے ہاں گناہ گار شمار ہو گی اور اس پر گناہ کا بوجھ ہو گا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جو عورت اپنے خاوند کو اس کی حاجت پورا کرنے سے روکے اس پر دو قیراط کے برابر گناہ ہو گا اور جو مرد اپنی عورت کی حاجت پورا کرنے سے انکار کرے اس پر ایک قیراط گناہ ہو گا۔ بعض احادیث میں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو ہم بستری کے لیے بلائے تو اسے آنا چاہیے اگر چہ وہ تنور پر ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ نہ آئے پس یہ ناراضگی کی حالت میں رات گزارے تو صبح تک فرشتے اس عورت پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں مقام حیرہ میں آیا تو میں نے وہاں لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے بادشاہ (مرزبان) کو سجدہ کرتے ہیں۔ میں نے بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے۔ آپ نے فرمایا بتاؤ کیا جب تم میری قبر کے پاس سے گزرو گے تو بھی سجدہ کرو گے؟ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس اب بھی تم ایسا نہ کرو۔ اگر میں کسی کو کسی کے لیے سجدے کا حکم دیتا تو عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ خاوندوں کو سجدہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کے عورتوں کے ذمہ حقوق رکھے ہیں۔

عورت کے حقوق

حضرت حکیم بن معاویہ قشیری رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہماری بیویوں کے ہمارے ذمہ کیا حقوق ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کھانا کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ اور جب لباس پہنو تو اسے پہناؤ۔ نہ اس کے چہرے پر مارو اور نہ ہی اس کے

پھیرے کو بُرا کہو اور اسے گھر سے باہر علیحدہ نہ کرو اگر عورت خاوند کی نافرمانی پر اصرار کرے یعنی اس کام میں اس کی بات نہ مانے یا ناپسندیدہ اور نفرت کے انداز میں مانے تو خاوند پہلے پہل اُسے سمجھائے اللہ تعالیٰ کا خوف دلائے اگر پھر بھی قائم رہے تو تین دن سے کم اس کا بستر الگ کر دے اور اس سے بولنا چھوڑ دے اگر باز آجائے تو ٹھیک ورنہ اُسے ایسی مار مارے جو ظاہر نہ ہو مثلاً دُرے کے ساتھ یا کپڑے کا کوڑا بنا کر مارے کیونکہ مقصد اس کو نافرمانی سے باز رکھنا اور خاوند کی اطاعت کروانا، ہلاک کرنا مقصود نہیں۔ اگر اس کے باوجود دونوں کے درمیان حالات بہتر نہ ہوں تو حاکم ان دونوں کے خاندانوں سے دو آزاد مسلمان اور عادل آدمیوں کو فیصلے کے لیے بھیجے۔ مرد و عورت ان کو وکیل تسلیم کریں۔ اور وہ دونوں آدمی جائزہ لیں کہ ان کے درمیان صلح کرانے میں بھلائی ہے یا مال کے ساتھ جُدا جُدا کر دیا جائے لہٰذا وہ دونوں جو فیصلہ کریں۔ میاں بیوی کو تسلیم کرنا پڑے گا۔

دعوتِ ولیمہ

شادی کا ولیمہ مستحب ہے اور سنت یہ ہے کہ ایک بکری سے کم نہ ہو ولیمہ میں جو کھانا بھی دیا جائے جائز ہے۔ دعوت دینے والا مسلمان ہو تو پہلے دن ولیمہ کی دعوت قبول کرنا واجب ہے۔ دوسرے دن مستحب اور تیسرے دن محض جائز ہے بلکہ ذلت ہے۔ اس کی اصل وہ روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے فرمایا ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری کے ساتھ ہو اور آپ نے ارشاد فرمایا: پہلے دن ولیمہ واجب ہے، دوسرے دن معروف ہے اور اس کے بعد ذلت کا باعث ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کسی کو دعوتِ ولیمہ کی طرف بُلایا جائے تو چاہیے کہ قبول کرے اگر روزے کی حالت میں نہ ہو تو کھانا کھائے اور اگر روزہ دار ہو تو چھوڑ دے اور واپس چلا آئے۔

دُولھا پر پیسے وغیرہ چھڑکنا

کیا دُولھا پر کوئی چیز مثلاً پیسے یا کوئی پھل وغیرہ ڈالنا اور اسے چننا مکروہ ہے یا نہ؟ اس سلسلے میں دو روایتیں ہیں ایک روایت کے مطابق یہ مکروہ ہے کیونکہ یہ نفس کے لیے کمینہ حرکت اور حرص کا اظہار ہے۔ لہٰذا اس سے بچنا بہتر ہے۔ جبکہ دوسری روایت کے مطابق مکروہ نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ ذبح کیا اور اسے مساکین کے لیے چھوڑ دیا اور فرمایا "جو چاہے اس کا گوشت کاٹ لے"، لہٰذا اس کے اور چھڑکنے کے درمیان کوئی فرق نہیں لیکن بہتر یہ ہے کہ حاضرین میں تقسیم کر دے کیونکہ یہ زیادہ پاکیزہ، زیادہ حلال اور پرہیزگاری کے دروازے میں زیادہ داخل ہونے والا ہے۔

عقد نکاح

جب نکاح کی شرائط پوری ہو جائیں یعنی عادل ولی اور عادل گواہ موجود ہوں اور عورت و مرد کے درمیان خاندانی برابری پائی جائے اور عورت کے اندر کوئی مانع مثلاً مرتد ہونا یا عدت وغیرہ نہ ہو تو عقد کرنے والا اس عورت سے اجازت لے جبکہ اُسے مجبور نہ کیا گیا ہو اور جبکہ وہ بیوہ یا کنواری ہو لیکن اس کا باپ نہ ہو۔ خاوند اسے مہر کی مقدار اور اس کا وصف (یعنی کون سا سکہ ہوگا) وغیرہ بتادے پھر خطبہ پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرے اور ولی کو خطبہ پڑھنے کے لیے کہے کیونکہ یہ مستحب ہے اور زیادہ بہتر ہے پھر ولی، دولھا سے گفتگو کرتے ہوئے کہے۔ میں نے اپنی بیٹی یا بہن جس کا فلاں نام ہے اتنے مہر پر تیرے نکاح میں دی۔ دولھا جواب میں کہے میں نے اس نکاح کو قبول کیا۔ اگر عربی اچھی طرح آتی ہو تو اس کے بغیر نکاح منعقد نہ ہوگا اور اگر اچھی طرح نہ آتی ہو تو اپنی زبان میں نکاح پڑھیں کیا عربی اچھی طرح نہ آنے کی صورت میں نکاح کے لیے اس کا سیکھنا لازمی ہے؟ یا نہیں؟ اس میں دو قول ہیں۔

خطبۂ نکاح

مستحب ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی خطبہ پڑھے روایت کیا گیا ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ جب کسی عقد نکاح میں تشریف لے جاتے اور وہاں خطبہ ابن مسعود نہ سنتے تو اس محفل نکاح کو چھوڑ دیتے اور واپس آجاتے اور یہ خطبہ وہ ہے جس کی ہمیں شیخ امام ہبۃ اللہ بن مبارک بن موسیٰ سقطی نے بغداد میں قاضی مظفر هناد بن ابراہیم بن محمد بن نصر نسفی نے متعدد واسطوں کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے خبر دی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبۂ حاجت یوں سکھایا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ
وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ
اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِي اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ
مَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا
اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ
وَرَسُوْلُهٗ يَآاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ
خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا
زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں ہم اس کی تعریف کرتے ہیں، اس سے مدد مانگتے ہیں، اس سے بخشش طلب کرتے ہیں اپنے نفسوں کی شرارتوں اور بُرے اعمال سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ کرے اُسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے خاص بندے اور رسول ہیں اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بیشمار مرد اور عورت پھیلائے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتہ داروں کا خیال رکھو بیشک اللہ تعالیٰ تمہارا نگہبان ہے۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی اصلاح فرمائیگا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا حکم مانے پس تحقیق اُس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی۔

اور خطبے میں ان کلمات کا اضافہ کرنا مناسب ہے۔

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۔

اور نکاح کر کے دو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور لائق غلاموں اور لونڈیوں کا۔ اگر وہ فقیر ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا اور اللہ تعالیٰ وسعت والا علم والا ہے۔ جس کو چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق دیتا ہے۔

اس کے علاوہ کوئی دوسرا خطبہ پڑھنا بھی جائز ہے مثلاً یہ پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمُتَفَرِّدِ بِاٰلَائِهِ الْجَوَادِ بِاِعْطَآئِهِ الَّذِیْ تَجَلّٰی بِاَسْمَائِهِ الْمُتَوَحِّدِ بِكِبْرِيَآئِهٖ لَا يَصِفُ الْوَاصِفُوْنَ صِفَتَهٗ وَلَا يَنْعَتُهُ النَّاعِتُوْنَ حَقَّ نَعْتِهٖ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو اپنی نعمتوں میں یگانہ ہے اپنی عطاؤں میں فیاض ہے وہ وہ ذات جو اپنے اسماء مبارکہ کے ساتھ روشن ہے۔ بڑائی میں یکتا ہے تعریف کرنے والے اس کی (کما حقہ) تعریف نہیں کر سکتے اور نہ

الْوَاحِدُ الصَّمَدُ الْمَعْبُوْدُ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ تَبَارَكَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ نَبِيًّا صَفِيًّا بَرِيًّا مِنَ الْعَاهَاتِ كُلِّهَا فَبَلَّغَ بِهٖ مَا اُرْسِلَ بِهٖ سِرَاجًا زَاهِرًا وَّنُوْرًا سَاطِعًا وَّبُرْهَانًا لَامِعًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ اَجْمَعِيْنَ ثُمَّ اِنَّ هٰذِهِ الْاُمُوْرَ كُلَّهَا بِيَدِ اللّٰهِ يَصْرِفُهَا فِيْ طَرَائِقِهَا وَيُمْضِيْهَا فِيْ حَقَائِقِهَا لَا مُقَدِّمَ لِمَا اَخَّرَ وَلَا مُؤَخِّرَ لِمَا قَدَّمَ وَلَا يَجْتَمِعُ اثْنَانِ اِلَّا بِقَضَائِهٖ وَقَدَرِهٖ وَلِكُلِّ قَضَاءٍ قَدَرٌ وَلِكُلِّ قَدَرٍ اَجَلٌ وَلِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتَابِ وَكَانَ مِنْ قَضَاءِ اللّٰهِ وَقَدَرِهٖ اَنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ يَخْطُبُ كَرِيْمَتَكُمْ فُلَانَةَ بِنْتَ فُلَانَةٍ وَقَدْ اَتَاكُمْ رَاغِبًا فِيْكُمْ خَاطِبًا كَرِيْمَتَكُمْ وَقَدْ بَذَلَ لَهَا مِنَ الصِّدَاقِ مَا وَقَعَ عَلَيْهَا الْاِتِّفَاقُ فَزَوِّجُوْا خَاطِبَكُمْ وَاَنْكِحُوْا رَاغِبَكُمْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَ

نعت بیان کرنے والے اس کی نعت بیان کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایک ہے بے نیاز معبود ہے۔ اس کی مثل کچھ نہیں وہی سننے اور دیکھنے والا ہے اللہ تعالیٰ غالب بخشنے والا بابرکت ہے جس نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی، چُنتے ہوئے اور ظاہری و باطنی تمام عیوب سے پاک بنا کر بھیجا۔ پس حضور علیہ السلام نے وہ سب کچھ پہنچا دیا جو آپ اپنے رب کی طرف سے لیکر تشریف لائے تھے۔ آپ روشن چراغ ہیں چمکدار نور اور درخشندہ دلیل ہیں آپ پر اور آپ کی تمام اولاد پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہو۔ پھر یہ تمام اُمور اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔ انھیں ان کے راستوں میں لے جاتا اور انھیں وہاں جاری کرتا ہے جہاں کے وہ لائق ہیں جسے وہ مؤخر کرے اسے کوئی آگے نہیں کر سکتا اور جس کو وہ آگے کرے اسے کوئی پیچھے نہیں کر سکتا۔ اس کے فیصلے اور تقدیر کے بغیر دو آدمی جمع نہیں ہوتے۔ ہر فیصلہ تقدیر کے مطابق ہے اور ہر تقدیر کے لیے ایک وقت مقرر ہے اور ہر مقررہ وقت لکھا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جسے چاہے مٹاتا ہے اور جسے چاہے قائم رکھتا ہے۔ اس کے پاس ام الکتاب (لوح محفوظ) ہے اور اللہ تعالیٰ کے قضاء و قدر سے ہے کہ فلاں بن فلاں (نام لیا جائے) تمہاری دختر نیک اختر فلاں بنت فلاں (نام لیا جائے) سے نکاح کرنا چاہتا ہے وہ رغبت رکھتے ہوئے تمہاری دختر سے

الصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَائِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔

نکاح کے لیے آیا ہے اس نے وہ مہر خرچ کیا جو طرفین نے بالاتفاق مقرر کیا۔ لہٰذا نکاح کے خواہشمند کے ساتھ لڑکی کا نکاح کر دو۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے نکاح کر دو بیوہ عورتوں اور اپنے نیک غلاموں اور لونڈیوں کا، اگر وہ محتاج ہوں تو اللہ تعالیٰ انھیں اپنے فضل سے مالدار کر دے گا اور اللہ تعالیٰ وسعت والا جاننے والا ہے۔

اور جب خطبہ سے فارغ ہو تو نکاح کرے جیسے پہلے ذکر ہوا۔

نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا

اللہ تعالیٰ نے نیکی کا حکم دینے والوں اور برائی سے روکنے والوں کا اپنی کتاب میں ذکر فرما کر ان کی تعریف کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ۔

نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے اور اللہ تعالیٰ کی حدود کی حفاظت کرنے والے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ۔

تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے نفع کے لیے پیدا کیا گیا نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو

نیز ارشاد خداوندی ہے۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَّاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔

اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ نیکی کا حکم دیتے ہیں۔ اور برائی سے روکتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا تمہیں ضرور نیکی کا حکم دینا ہوگا اور لازماً برائی سے روکنا ہوگا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تم میں سے برے لوگوں کو تمہارے نیکوں پر مسلط کر دے گا پھر تمہارے نیکوکار دعا مانگیں گے لیکن قبول نہ ہوگی۔

حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو اس سے پہلے کہ (وہ وقت آئے جب) تم دعا مانگو لیکن قبول نہ ہو اور بخشش مانگو لیکن تمہاری بخشش نہ ہو سنو! بیشک نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا رزق کو دور نہیں کرتا اور نہ عمر کو کم کرتا ہے۔ سنو! بیشک یہود و نصاریٰ کے علماء نے جب نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے انبیاء کرام کی زبان سے ان پر لعنت بھیجی پھر وہ مصیبت میں گرفتار ہو گئے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہر مسلمان، آزاد، مکلف عالم پر بشرط طاقت واجب ہے لیکن یہ ایسے طریقے پر ہو کہ نہ تو اس سے کوئی بہت بڑا فساد بپا ہو اور نہ اُسے اپنے نفس، مال اور اولاد میں کوئی نقصان پہنچے۔ اس بات میں کوئی فرق نہیں کہ تبلیغ کرنیوالا امام ہو، عالم ہو، قاضی ہو یا عام لوگوں میں سے کوئی ہو۔

ہم نے بُری چیزوں کے علم کی شرط اس لیے رکھی ہے کہ اس سے گناہ میں پڑنے کا ڈر ہے کیونکہ اس بات کا خوف رہتا ہے کہ معاملہ اس کی سوچ کے خلاف ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "اے ایمان والو! اکثر گمان سے بچو کیونکہ بعض گمان گناہ ہیں جو چیز اس سے پوشیدہ ہے اس کا ظاہر کرنا واجب نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ارشادِ خداوندی ہے "اور جاسوسی نہ کرو"۔ مبلغ پر محض ظاہر بات کا انکار واجب ہے اور پوشیدہ بات کے بارے میں بحث و تجسس مخفی راز کو ظاہر کرنا ہے اور اس سے روکا گیا ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے طاقت کی شرط

ہم نے اس کے لیے طاقت کی شرط اس لیے رکھی ہے کہ حدیث شریف میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا اگر کسی قوم میں کوئی شخص گناہوں کا مرتکب ہو اور وہ روکنے پر قادر ہوں لیکن وہ اسے نہ روکیں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اس سے قبل کہ وہ توبہ کریں پس تحقیق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلے میں قدرت و طاقت کو شرط قرار دیا ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ نیک لوگوں کو غلبہ حاصل ہو، بادشاہ عادل ہو اور اہلِ خیر کو تعاون حاصل ہو اور اگر برائی سے روکنے کی وجہ سے نفس کی ہلاکت اور جانی و مالی نقصان کا خطرہ ہو تو واجب نہیں، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو" اور ارشادِ خداوندی "اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو"۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کسی مومن کو مناسب نہیں کہ وہ اپنے نفس کو ذلیل کرے عرض کیا گیا یا رسول اللہ! کوئی شخص اپنے نفس کو کیسے ذلیل کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا "ایسے کام کے پیچھے نہ پڑے جو اس کے لیے ممکن نہیں"۔ نیز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اگر کوئی ایسا کام ہو جس کو بدلنے کی تمہیں طاقت نہیں تو صبر کرو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ خود اسے بدل ڈالے۔

پس جب ثابت ہو گیا کہ اس صورت میں برائی سے روکنا واجب نہیں تو کیا کسی شخص پر برائی سے

روکنا اس حالت میں جائز ہے جبکہ اسے ہلاکت کا ڈر ہو؛ پس ہمارے نزدیک اگر وہ اہل عزیمت اور صبر کرنے والوں میں سے ہے تو اس کے لیے برائی سے جائز بلکہ افضل ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں کفار سے جہاد کرنے کی طرح ہے۔

حضرت لقمان علیہ السلام کے واقعہ میں ارشادِ خداوندی ہے "اور نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں اور اس راستے میں جو تکلیف پہنچے اس پر صبر کریں"۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے ابوہریرہ! نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو اور اس ضمن میں پہنچنے والی تکلیف پر صبر کرو خصوصاً جبکہ جابر بادشاہ کے سامنے ہو یا کلمہ کفر ظاہر ہونے کے وقت کلمہ ایمان کے اظہار کے لیے ہو کیونکہ فقہاء کرام اس پر متفق ہیں کہ ان دو صورتوں میں عدم قدرت کے باوجود تبلیغ جائز ہے۔ ہمارے (امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مقلدین) اور دیگر ائمہ کے درمیان اختلاف ان دو صورتوں کے علاوہ ہے۔

برائی سے روکنے والے تین قسم کے لوگ ہیں

جب برائی سے روکنے کا وجوب ثابت ہو گیا تو روکنے والوں کی تین قسمیں ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جو ہاتھ سے روکتے ہیں وہ بادشاہان وقت اور حاکم ہیں۔ دوسری قسم صرف زبان سے روکنے والے ہیں اور وہ علماء ہیں تیسری قسم ان لوگوں پر مشتمل ہے جو دل سے روکتے ہیں (یعنی دل سے برا سمجھتے ہیں۔) وہ عام لوگ ہیں۔ یہ مفہوم ایک حدیث سے ماخوذ ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص بری بات دیکھے تو اسے ہاتھ سے روکے۔ پس اگر طاقت نہ رکھے تو زبان سے روکے اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل کے ساتھ (برا سمجھے) اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے یعنی ایمان کے مطابق عمل کی کمزور ترین صورت ہے۔ بعض صحابہ کرام سے مروی ہے انھوں نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص کسی برائی کو دیکھے اور اسے روکنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو تین مرتبہ کہے: "اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذَا مُنْکَرٌ" "یا اللہ یہ کام تو ناجائز ہے" اس بات کے کہنے پر اسے اس شخص جیسا ثواب ملیگا جو نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے اور اگر اسے برائی کے دور نہ ہونے اور باقی رہنے کا گمان ہو تو کیا اس پر روکنا واجب ہے یا نہ؟ اس سلسلے میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے دو روایتیں ہیں۔ ایک یہ کہ واجب ہے کیونکہ ممکن ہے وہ شخص برائی سے باز آجائے اور اس کا دل نرم ہو جائے اور مبلغ کی صداقت کی برکت سے اسے ہدایت کی توفیق حاصل ہو جائے اور وہ اس برائی سے رک جائے۔ اور گمان برائی کو روکنے کے جواز سے منع نہیں کرتا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ اس صورت میں روکنا واجب نہیں جب تک اس کے دور ہونیکا غالب گمان نہ ہو کیونکہ روکنے کا مقصد تو برائی کو دور کرنا ہے پس جب اس کے باقی رہنے کا قوی گمان

ہو تو ترکِ تبلیغ زیادہ بہتر ہے۔

شرائط تبلیغ

نیکی کا حکم دینے اور بُرائی سے روکنے کے لیے پانچ شرطیں ہیں۔

(۱) تبلیغ کرنیوالا جس چیز کا حکم دیتا ہے اور جس سے روکتا ہے اس کا علم رکھتا ہو۔

(۲) مبلغ محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی، دین خداوندی کا غلبہ، اللہ تعالیٰ کے کلمہ اور حکم کی سربلندی کو پیشِ نظر رکھے نہ کسی کو دکھانا اور سنانا مقصود ہو اور نہ ہی ذاتی غیرت۔ لہٰذا جب وہ مخلص اور صادق ہوگا تو اللہ تعالےٰ کی طرف سے مدد اور توفیق حاصل ہوگی اور اس تبلیغ کے ذریعے برائی کا ازالہ ہوگا تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ "اگر تم اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کروگے تو وہ تمہاری مدد کریگا۔ اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔" اور ارشادِ خداوندی ہے۔ "بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو پرہیز گاری اختیار کرتے ہیں اور وہ لوگ جو نیکوکار ہیں۔" پس جب وہ شرک سے بچے گا اور لوگوں کو دکھانا مقصود نہ ہوگا اور اپنے عمل کو اخلاق سے مزین کرے گا تو کامیابی اس کے قدم چومے گی اور اگر اس کے علاوہ مقصد ہوگا تو ذلت اور رسوائی اس کا مقدر ہوگی اور برائی اپنے حال پر رہے گی بلکہ بڑھ جائے گی اسے غلبہ حاصل ہوگا اور گناہ گار، گناہ کے پیچھے کُتّے کی طرح دوڑیں گے اور وہ اللہ تعالیٰ کی مخالفت، اس کی اطاعت کو ترک کرنے اور حرام امُور کے ارتکاب پر انسانوں اور جنّوں میں سے شیطان کا موافق ہوگا۔

(۳) امر و نہی نہایت نرمی اور آہستگی سے ہونی چاہیے۔ درشتی اور سختی کے ذریعے نہیں بلکہ نرمی، نصیحت اور اپنے بھائی پر شفقت کے طور پر ہو اس نے کیسے اپنے دشمن شیطان لعین کی موافقت کی جس نے اس کی عقل پر غلبہ کیا اس کے لیے اپنے رب کی معصیت اور اس کے حکم کی مخالفت کو آراستہ کیا شیطان اسے ہلاک کرنا اور جہنم میں لے جانا چاہتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "شیطان اپنے گروہ کو بلاتا ہے تاکہ وہ جہنمیوں میں سے ہو جائیں" اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا "پس اللہ تعالیٰ کی رحمت سے آپ ان کے لیے نرم ہو گئے۔ اگر آپ سخت مزاج تنگ دل ہوتے تو وہ آپ کے پاس سے بھاگ جاتے۔" اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو جب فرعون کی طرف بھیجا تو ان سے فرمایا "اس سے نرم گفتگو کرنا شاید کہ وہ نصیحت پکڑے اور اس کے دل میں ڈر پیدا ہو۔" حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کسی آدمی میں جب تک تین باتیں نہ ہوں اس کے لیے نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا جائز نہیں جس بات کا حکم دیتا ہے اس کا علم رکھتا ہو جس بات سے روکتا ہے اسے بھی جانتا ہو اور امر و نہی میں نرمی اختیار کرنے والا ہو۔"

(۴) مبلّغ صبر کرنے والا، بردبار، برداشت کرنے والا، متواضع، خواہشاتِ نفسانیہ سے دور رہنے والا،

مضبوط دل والا، نرمی اختیار کرنیوالا اور طبیب ہونا چاہیے جو بیمار کا علاج کرے حکیم ہو جو نفس کی خواہشات میں جنون کی حد تک پہنچے ہوئے شخص کا علاج کرے اور پیشوا و رہنما ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "ہم نے ان میں سے پیشوا بنائے جو ہمارے حکم سے راستہ دکھاتے ہیں۔ جب انھوں نے اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کی، اس کے اعزاز اور اسے قائم کرنے میں اپنی قوم سے اذیت پہنچنے پر صبر کیا پس انھوں نے انکو اپنے پیشوا، رہنما، دین کے معالج اور مومنوں کیلئے قائد بنایا، اللہ تعالیٰ حضرت لقمان علیہ السلام کے واقعہ میں ارشاد فرماتا ہے "نیکی کا حکم دو، برائی سے روکو اور جو تکلیف پہنچے اس پر صبر کرو۔ بے شک یہ بڑی ہمت کے کاموں سے ہے"۔

(۵) نیکی کا حکم دینے والا اور برائی سے روکنے والا اس بات پر خود بھی عمل پیرا ہو جس کا وہ حکم دیتا ہے اور اس چیز سے باز رہے جس سے دوسروں کو منع کرتا ہے اور وہ اس برائی میں ملوث نہ ہو تاکہ لوگوں کو اس کے خلاف طعنہ زنی کا موقعہ نہ ملے۔

پس وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مذمت اور ملامت کا مستحق ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو کیا تمہیں عقل نہیں"۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شب معراج میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا جن کے ہونٹ قینچیوں کے ساتھ کاٹے جارہے تھے۔ میں نے پوچھا اے جبریل! یہ لوگ کون ہیں؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے جواب دیا یہ آپ کی امت کے خطباء ہیں جو لوگوں کو حکم دیتے اور اپنے آپ کو بھلا دیتے تھے حالانکہ وہ کتاب پڑھتے تھے۔ شاعر کہتا ہے (ترجمہ) ایسے کام سے دوسروں کو نہ روکو جس کے تم خود مرتکب ہو کیونکہ ایسا کرنا تمہارے لیے بڑے شرم کی بات ہوگی۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہمیں بتایا گیا کہ تورات میں لکھا ہوا ہے کہ انسان مجھے یاد کرتا ہے اور مجھے بھلا دیتا ہے۔ میری طرف بلاتا ہے اور خود مجھ سے بھاگتا ہے اور وہ چیز باطل ہے جس سے تم ڈراتے ہو۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی مراد وہ شخص ہے جو نیکی کا حکم دیتا اور برائی سے روکتا ہے اور اپنے آپ کو چھوڑ دیتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اسے بخوبی جانتا ہے۔

خلوت میں نصیحت کرنا

اگر ممکن ہو تو علیحدگی میں نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے تاکہ یہ نصیحت کرنے اور جھڑکنے میں زیادہ مؤثر ہو اور قبولیت نیز برائی کے قلع قمع کے زیادہ قریب ہو۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس نے اپنے (مسلمان) بھائی کو علانیہ وعظ کیا اس نے اس کا عیب بتایا اور جس نے پوشیدہ طور پر نصیحت کی اس نے اسے آراستہ کیا اور اگر ایسا کرنے سے اسے فائدہ

نہ پہنچے تو اس وقت علانیہ نصیحت کرے اور اس سلسلے میں نیک لوگوں کا تعاون حاصل کرے اگر یہ بھی نفع نہ دے تو اربابِ اقتدار سے مدد طلب کرے اور بُرائی سے منع کرنا کبھی نہ چھوڑے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی مذمّت فرمائی ہے جنھوں نے اسے چھوڑا اور اس سے غفلت اختیار کی اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اور وہ ایک دوسرے کو بُرائی سے منع نہیں کرتے تھے جس کا وہ ارتکاب کرتے تھے وہ کیا ہی بُرا عمل کرتے تھے اور ارشادِ خداوندی ہے۔ اُن (یہود و نصاریٰ) کو ان کے پادری اور درویش بُری بات کہنے اور حرام کھانے سے کیوں نہیں روکتے وہ کیا ہی بُرا کام کرتے ہیں یعنی ان کو علماء، فقہاء اور قرّاء بے حیائی کی باتوں، حرام کھانے اور گناہ سے کیوں نہیں روکتے۔ کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ میں تمہاری قوم میں سے چالیس ہزار نیکوں اور ساٹھ ہزار بُروں کو ہلاک کرنے والا ہوں۔ انھوں نے عرض کیا یا اللہ! بُروں کی ہلاکت تو ٹھیک ہے نیکوں کا یہ حال کیوں ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا انھوں نے میرے غضب کے ساتھ لوگوں پر غصہ نہ کیا اور ان کے ساتھ کھاتے پیتے رہے۔

بے عمل کا تبلیغ کرنا

ہم نے پانچویں شرط یہ ذکر کی ہے کہ مبلّغ اس بات پر عمل کرنیوالا ہو جس کا حکم دیتا ہے اور اس کام سے اجتناب کرنے والا ہو جس سے روکتا ہے لیکن ہمارے بزرگوں نے بتایا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جس طرح عادل پر واجب ہے اسی طرح فاسق پر بھی واجب ہے۔ ہم نے اس بات کی طرف گزشتہ سطور میں اشارہ کیا ہے کہ اس سلسلے میں آیات میں عموم ہے اور احادیث میں بھی (عامل اور غیر عامل کا) فرق نہیں رکھا گیا۔

بعض بزرگوں نے آیت کریمہ "بعض لوگ اپنے نفسوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے بیچتے ہیں" سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مراد لی ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سُنا تو فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ایک آدمی کھڑا ہوا نیکی کا حکم دیتا اور بُرائی سے روکتا تھا تو شہید کر دیا گیا۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بہترین جہاد جابر بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق کہنا ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن شہداء میں سے افضل حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہوں گے اور وہ شخص جس نے جابر بادشاہ کے سامنے کھڑے ہو کر اسے (نیکی کا) حکم دیا اور (بُرائی سے) روکا۔ پس اُس نے اُسے قتل کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کا ذکر کیا ہے جسے بُرائی سے روکا جاتا ہے اور وہ غیرت کھاتے ہوئے بُرائی سے نہیں رُکتا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "اور جب اسے کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ سے ڈر تو اسے عزت گناہ پر ابھارتی ہے۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ کبیرہ گناہ ہے کہ جب کسی شخص کو کہا جائے اللہ تعالیٰ سے ڈر تو وہ کہے تم اپنا خیال رکھو۔ یہ تمام آیات اور روایات، نیک و بد کے حق میں برابر ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیکی کا حکم دو اگرچہ تم نے عمل نہ کیا ہو اور برائی سے روکو اگرچہ تم خود باز نہیں آتے نیز بات یہ ہے کہ کوئی شخص بھی گناہ سے خالی نہیں وہ گناہ ظاہر ہو یا پوشیدہ۔

اگر ہم کہیں کہ وہ شخص برائی سے روکے جو خود اجتناب کرتا ہے تو اس طرح نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا مشکل ہو جائیگا اور یہ مسئلہ پرانا اور فراموش ہو جائیگا۔

مامورات و منہیات کی اقسام

جس بات کا حکم دیا جاتا ہے اور جس سے روکا جاتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں جو چیز کتاب و سنت اور عقل کے موافق ہو وہ نیکی ہے اور جو کچھ مخالف ہو وہ برائی ہے پھر ہر ایک کی دو قسمیں ہیں ایک ظاہر و واضح ہے جسے عوام و خواص جانتے ہیں جیسے پانچ نمازوں، رمضان کے روزوں، زکوٰۃ اور حج وغیرہ کی فرضیت اور برائیوں میں سے زنا کاری، شراب نوشی، چوری، ڈاکہ زنی، سود اور غصب وغیرہ کا حرام ہونا۔ اس قسم کی برائی سے روکنا عوام پر اسیطرح واجب ہے جس طرح خاص لوگوں مثلاً علماء پر واجب ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جسے صرف خاص لوگ جانتے ہیں جیسے ایسی باتوں کا اعتقاد جن کا اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرنا جائز ہے اور وہ باتیں جن کا ذات باری تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا جائز نہیں۔ اس قسم کے مسائل سے روکنا علماء کے ساتھ خاص ہے پس اگر کوئی عالم یہ باتیں عوام میں سے کسی شخص کو بتائے تو جائز ہے اور اب اس عام شخص کے لیے حسب طاقت روکنا واجب ہوگا لیکن اس سے پہلے نہیں۔

لیکن وہ باتیں جن میں فقہاء کا اختلاف ہے اور اس میں اجتہاد کی گنجائش ہے جیسا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید میں (کھجور یا انگور کا) رس پینا جائز ہے۔ اسی طرح آپ کے مذہب میں بالغہ عورت کا ولی کے بغیر نکاح کرنا بھی جائز ہے تو حضرت امام احمد اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ کے مقلدین کا ایسی باتوں سے روکنا جائز نہیں کیونکہ حضرت امام احمد بن حنبل کی ایک روایت میں جو مروزی سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا کسی فقیہ کے لیے جائز نہیں کہ وہ لوگوں کو اپنے مذہب پر لانے کیلئے مجبور کرے اور اس سلسلے میں ان پر سختی کرے۔

لہٰذا جب یہ بات ثابت ہو گئی تو اب ایسی باتوں سے روکا جائے گا جو اجماع کے خلاف ہیں۔ ایسے امور سے نہیں روکا جائیگا جو فقہاء کے درمیان اختلافی ہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ سے بھی یہی بات منقول ہے میمونی کی روایت میں ہے ایک شخص کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے اور وہ شطرنج کھیل رہے ہوں تو اسے چاہیے کہ انھیں منع کرے اور نصیحت کرے حالانکہ یہ بات معلوم ہے کہ شطرنج کھیلنا امام شافعی رحمہ اللہ کے مذہب

میں جائز ہے۔

آدابِ علم کو اپنانا

ہر مؤمن کو چاہیے کہ ہر حال میں ان آداب پر عمل پیرا ہو اور ان پر عمل کرنا ترک نہ کرے۔

امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا، ادب حاصل کرو پھر سیکھو۔ حضرت ابو عبداللہ بلخی رحمہ اللہ فرماتے ہیں علم کے آداب، علم سے زیادہ ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں جب میرے سامنے ایسے شخص کی تعریف کی جاتی ہے جو پہلوں اور پچھلوں کے علوم کا حامل ہے تو میں ایسے شخص سے ملاقات نہ ہونے پر افسوس نہیں کھاتا لیکن جب میں سنتا ہوں کہ فلاں شخص ادبِ نفس کا مالک ہے تو میں اس سے ملاقات کی تمنا کرتا ہوں اور ملاقات نہ ہونے پر افسوس کھاتا ہوں۔

ایمان کے پانچ قلعے

ادب کی مثال یوں دی گئی ہے کہ وہ ایسا شہر ہے جس کے پانچ قلعے ہیں۔ پہلا سونے کا ہے، دوسرا چاندی سے، تیسرا لوہے سے، چوتھا پختہ اینٹوں سے اور پانچواں کچی اینٹوں سے بنایا گیا ہے۔ جب تک اہل قلعہ، کچی اینٹوں سے بنائے گئے قلعے کو اختیار کیے رہیں گے دشمن دوسرے قلعے کی طمع نہیں کرے گا۔ جب اسے ترک کر دیں گے تو وہ دوسرے قلعے کی خواہش کریں گے پھر تیسرے قلعے کی لالچ کریں گے حتیٰ کہ تمام قلعے ضائع ہو جائیں گے۔ اسیطرح ایمان بھی پانچوں قلعوں میں ہے۔ پہلا قلعہ یقین کا ہے، پھر اخلاص، پھر فرض کی ادائیگی، پھر سنتوں کو پورا کرنا اور پھر مستحبات کی حفاظت ہے بندہ جب تک آداب و مستحبات کی حفاظت کرتا ہے اور انھیں اختیار کیے ہوتا ہے۔ شیطان اس کی طمع نہیں کرتا۔ جب وہ مستحبات کو چھوڑتا ہے شیطان سنتوں کو چھڑانے کی لالچ کرتا ہے۔ پھر فرائض، پھر اخلاص اور پھر یقین کو چھڑانے کی طمع کرتا ہے لہٰذا انسان کو چاہیے کہ وہ تمام باتوں مثلاً وضو، نماز اور خرید و فروخت وغیرہ میں مستحبات کا خیال رکھے۔

یہ وہ خلاصہ ہے جو آدابِ شریعت کے ضمن میں ہم نے بیان کر دیا ہے پس پانچ عبادات کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرنے سے انسان مسلمان ہوتا ہے اور ان آداب کو اپنانے سے سنت کا پیروکار کہلاتا ہے۔ اور بزرگانِ دین کے اقوال پر عمل پیرا ہوتا ہے اور اسے کچھ نہ کچھ معرفت حاصل ہو جاتی ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کی حقیقت باقی رہتی ہے اور وہ قلبی اعمال سے تعلق رکھتی ہے پس ہم نے اسے مؤخر کیا تاکہ آدمی پر دین میں داخل ہونا آسان ہو پس جب کوئی شخص ظاہری طور پر نورِ اسلام کی قمیص پہن لیتا ہے تو ہم اسے کہتے ہیں باطنی طور پر نورِ ایمان کی قمیص پہن لو۔

عقائدِ اسلام

اللہ تعالیٰ کی معرفت

ہم کہتے ہیں کہ آیات اور دلائل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی مختصر طور پر معرفت یہ ہے کہ اس بات کا عرفان حاصل کیا جائے اور یقین رکھا جائے کہ ذاتِ باری تعالیٰ ایک ہے، یگانہ ہے، بے نیاز ہے نہ اُس نے کسی کو جنا اور نہ وہ کسی سے جنا گیا اور کوئی بھی اس کا ہمسر نہیں اس کی مثال کچھ نہیں وہی سننے اور دیکھنے والا ہے۔ نہ کوئی صفات ہیں اس کی مثل ہے اور نہ ذات میں۔ نہ کوئی اس کا مددگار ہے، نہ شریک نہ پشت پناہ ہے نہ وزیر نہ کوئی اس کے برابر ہے اور نہ کوئی اس کا مشیر ——— وہ جسم نہیں جسے چھوا جا سکے نہ جوہر ہے جس کو محسوس کیا جا سکے وہ عرض نہیں جس کے لیے فنا ہو اللہ تعالیٰ نہ تو اجزائے محسوسہ سے مرکب ہے نہ اجزائے معقولہ سے، نہ اس کی کوئی ماہیت ہے نہ حد، وہی اللہ ہے آسمان کو بلند کرنے والا اور زمین کو پست کرنے والا۔ وہ طبیعتوں میں سے کوئی طبیعت نہیں، طلوع ہونے والوں میں کوئی طلوع ہونے والی چیز نہیں۔ وہ اندھیرا نہیں جو ظاہر ہو اور وہ (اندھیرے کے بعد) چمکنے والا نور بھی نہیں۔ ہر چیز اس کے علم میں ہے اور ہر چیز اس کے سامنے ہے لیکن وہ اسے چھوتا نہیں۔ وہ عزت والا ہے، غالب ہے، حاکم ہے، قادر ہے، رحم کرنیوالا، بخشنے والا، پردہ ڈالنے والا، عزت دینوالا، مدد کرنے والا، بہت مہربان، پیدا کرنیوالا، سب سے پہلے، سب سے آخر، ظاہر، پوشیدہ، تنہا، معبود، زندہ ہے جس کے لیے موت نہیں ہمیشہ سے ہے، فوت نہ ہوگا، اس کی بادشاہی ہمیشہ رہے گی۔ اس کی سلطنت اور غلبہ ہمیشہ رہیگا وہ اپنی ذات سے قائم ہے۔ اس کے لیے نیند نہیں وہ غالب ہے اس پر ظلم نہیں کیا جا سکتا اس قدر بلند ہے کہ اس تک رسائی نہیں اسی کے نام بزرگ ہیں اسی کی عطائیں عظیم ہیں۔ وہ تمام مخلوق کے فنا کا حکم دیتا ہے ارشاد ہوتا ہے "تمام کے لیے فنا ہے صرف تیرے رب کی ذات جو بزرگی اور عزت والی ہے باقی رہے گی"۔ وہ بلندی کے اعتبار سے (اپنے شایانِ شان) عرش پر استوار ہے۔ تمام عالم اس کی ذات میں سمایا ہوا ہے۔ اس کے علم نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے۔ اچھے کلمات اور نیک اعمال اس کی طرف جاتے ہیں وہ انہیں رفعت و بلندی عطا کرتا ہے۔ آسمان سے زمین تک کاموں کی تدبیر فرماتا ہے، پھر فرشتے اس کی طرف چڑھ جاتے ہیں اور اس سے عرض کرتے ہیں اور یہ اس دن ہے جو تمہاری گنتی کے مطابق ہزار سال کی مسافت ہے۔

اس نے مخلوق اور ان کے افعال کو پیدا کیا اور ان کا رزق اور موت کا وقت مقرر فرمایا۔ جس کو وہ پیچھے رکھے اسے کوئی آگے نہیں کر سکتا اور جس کو وہ مقدم کرے اسے کوئی پیچھے کرنے والا نہیں۔ اس نے عالم اور جو کچھ وہ کرنے والے تھے اس کا ارادہ کیا اگر وہ ان کو بچاتا تو وہ کبھی اس کی مخالفت نہ کرتے اور اگر وہ چاہتا کہ سب اس کی اطاعت کریں تو ضرور وہ فرمانبرداری کرتے وہ پوشیدہ اور مخفی باتوں کو جانتا ہے دل کی باتوں کو جاننے والا ہے کیا وہ اپنی مخلوق کو نہیں جانتا؟ حالانکہ وہ نہایت باریک بین خبر رکھنے والا ہے۔ وہی حرکت دینے والا اور ٹھہرانے والا ہے۔ وہ وہم و خیال میں نہیں آتا۔ نہ ذہن اس کا اندازہ لگا سکتا ہے نہ اس کو آدمیوں پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ وہ اس بات سے پاک ہے کہ اسے مخلوق کے ساتھ تشبیہ دی جائے یا اس کو ان چیزوں کی طرف منسوب کیا جائے جن کو اس نے پیدا فرمایا۔ تمام سانس اس کے شمار میں ہیں۔ ہر نفس پر اس چیز کے ساتھ قائم ہے جو اس نفس نے کمایا۔ بے شک اس نے ان کو یاد رکھا اور شمار میں رکھا اور ہر شخص قیامت کے دن اس کی بارگاہ میں تنہا آئے گا تاکہ ہر نفس کو اس کی محنت کا بدلہ دیا جائے۔ بُرے لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے اور نیک لوگوں کو ان کے اعمال کی اچھی جزا دے۔ اپنی مخلوق سے بے پروا ہے۔ مخلوق کو رزق دیتا ہے وہ کھانا دیتا ہے خود کھانے سے پاک ہے وہ رزق دیتا ہے اسکو کوئی رزق نہیں دیتا وہ پناہ دیتا ہے اسے پناہ کی ضرورت نہیں مخلوق اس کی محتاج ہے اس نے ان کو نفع حاصل کرنے یا کسی ضرر کو دور کرنے کے لیے پیدا نہیں فرمایا اور نہ ہی کسی خواہش کے تحت پیدا کیا بلکہ محض ارادہ تھا جیسا کہ وہی سب سے سچا ارشاد فرماتا ہے "عرش مجید کا مالک ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے"۔ اعمال کو پیدا کرنے تکلیفوں اور مصیبتوں کے دور کرنے چیزوں اور حالات کو بدلنے کی قوت میں یکتا ہے۔ ہر دن وہ ایک حالت میں ہے۔ ہر مقدر کو اس کے وقت کی طرف لاتا ہے وہ اپنی حیات سے زندہ، اپنے علم سے عالم، اپنی قدرت سے قادر، اپنے ارادے سے ارادہ کرنے والا، اپنے کلام سے متکلم، اپنے حکم کے ساتھ حکم دینے والا، اپنی نہی کے ساتھ روکنے والا، اور اپنی خبر کے ساتھ خبر دینے والا ہے۔ اپنے حکم اور فیصلے میں عادل ہے۔ اپنی عطا اور انعام میں احسان اور فضل کرنیوالا ہے۔ آغاز کرنے والا اور لوٹانے والا ہے۔ زندہ رکھنے اور مارنے والا ہے۔ نئی طرز اور انداز پر بنانے والا ہے۔ ثواب اور عذاب دینے والا ہے۔ ایسا فیاض ہے جو بخل نہیں کرتا بردبار ہے جلدی نہیں کرتا۔ یاد رکھنے والا ہے بھولتا نہیں۔ ایسا بیدار ہے کہ اسے سہو نہیں۔ ایسا خبردار ہے کہ اس کے ہاں غفلت نہیں۔ رزق کشادہ کرتا اور تنگ کرتا ہے۔ وہ خوش ہوتا ہے اور ناپسند کرتا ہے نیز ناراض ہوتا ہے راضی ہوتا ہے، غصہ فرماتا ہے رحم فرماتا ہے اور بخش دیتا ہے۔ عطا کرتا ہے اور روک دیتا ہے۔ اس کے دو ہاتھ ہیں (جیسا کہ اس کے شایانِ شان ہے) اور وہ دونوں دائیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "تمام آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہیں" (یعنی اس کی قدرت کے تحت ہیں) حضرت نافع، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر "" پڑھا اور فرمایا آسمان اس کے دائیں ہاتھ (دستِ قدرت) میں ہیں۔ ان کو لپیٹے

پھینکے گا جیسے بچّہ گیند کو پھینکتا ہے پھر فرمائے گا میں غالب ہوں۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں
میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر حرکت کرتے ہوئے دیکھا یہاں تک کہ آپ گرنے کے قریب ہو
گئے۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام زمینوں اور آسمانوں کو اپنی مٹھی میں پکڑیگا
پس مٹھی سے باہر ان کا کوئی حصّہ نظر نہیں آئے گا۔ حضرت انس بن مالک نے بواسطہ حضرت عبد اللہ بن
عباس رضی اللہ عنہم، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا انصاف کرنے والے
قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی دائیں جانب نور کے منبروں پر ہونگے اور اس کے دونوں اطراف دائیں ہیں۔
اللہ تعالےٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے دستِ قدرت سے اپنی صورت پر پیدا فرمایا جنت عدن کو
اپنے ہاتھ سے بنایا اور طُوبیٰ کا درخت اپنے ہاتھ (دست قدرت) سے لگایا، تورات کو اپنے ہاتھ سے
لکھا پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام
سے کسی واسطہ اور ترجمان کے بغیر کلام فرمایا۔ بندوں کے دل اللہ تعالیٰ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے
درمیان ہیں انھیں جس طرح چاہے پھیر لیتا ہے اور جس کو چاہے بچا لیتا ہے۔ آسمان وزمین قیامت کے
دن اس کی ہتھیلی میں ہوں گے جس طرح کہ حدیث شریف میں آیا اور وہ اپنا قدم جہنم میں رکھے گا تو جہنم کا
بعض حصہ دوسرے بعض حصّے سے مل جائیگا اور وہ کہے گی بس بس۔ اور اس کے بعد ایک قوم جہنم سے
نکلے گی۔ اہل جنت اللہ تعالیٰ کے چہرے (جیسا اس کے شایانِ شان ہے) کی طرف دیکھیں گے اور اس کے
دیکھنے میں انھیں کوئی دِقتّ نہ ہوگی۔ جیسے حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے ظاہر ہوگا اور وہ
جو کچھ چاہیں گے عطا فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے نیکی کرنے والوں کے لیے اچھا بدلہ ہے اور زائد
بھی۔ کہا گیا ہے کہ اچھے بدلے سے مراد جنت اور زائد سے مراد اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے، ارشادِ خداوندی
ہے اس دن کچھ چہرے تروتازہ ہونگے اور اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔ قیامت کے دن بندے
اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونگے اور وہ خود ان کا حساب کتاب لیگا کسی دوسرے کے سپرد نہیں کرے گا۔

زمین وآسمان کی پیدائش

اللہ تعالیٰ نے سات آسمان پیدا فرمائے ان میں سے بعض، بعض کے اوپر
ہیں اور سات زمینیں پیدا فرمائیں جن میں سے بعض، بعض سے نیچے ہیں اوپر والی زمین سے آسمان دنیا تک
پانچ سو سال کی مسافت ہے اسی طرح ہر دو آسمانوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے اور پانی ساتویں
آسمان کے اوپر ہے، عرشِ الٰہی پانی کے اوپر ہے اور اللہ تعالیٰ عرش پر ہے، اس کے سامنے نور اور ظلمت
کے ستّر ہزار پردے ہیں اور وہ خوب جانتا ہے، کچھ فرشتوں نے عرش اُٹھا رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا
ہے وہ جو عرش کو اُٹھائے ہوئے ہیں اور اس کے گرد ہیں۔" عرش کی حد کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور نہ فرشتوں

کو عرش کے گرد چکر لگاتے دیکھو گے۔ عرش سرخ یاقوت سے ہے اور وہ آسمان اور زمینوں جتنا وسیع ہے اور کرسی عرش کے پاس ایسی ہے جیسے ایک چٹیل میدان میں (لوہے وغیرہ کا) حلقہ پڑا ہوا ہو

علمِ خداوندی

ساتوں آسمانوں ان کے درمیان اور جو کچھ ان کے نیچے ہے اسی طرح زمینوں، ان کے درمیان اور ان کے نیچے جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے، تحت الثریٰ، سمندر کی گہرائی، ہر بال کے اُگنے کی جگہ ہر اُگنے والے درخت اور کھیتی، ہر پتے کے گرنے کی جگہ اور ان سب کی شکل اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے، کنکریوں ریت اور مٹی کی گنتی، پہاڑوں کے بوجھ، دریاؤں کے ناپ، بندوں کے اعمال یا ان کے رازوں، سانسوں اور گفتگو حتیٰ کہ سب کچھ جانتا ہے۔ ان میں سے کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں۔ وہ مخلوق کے مشابہ ہونے سے پاک ہے اور کوئی جگہ اس کے علم سے باہر نہیں۔

عرش پر استواء کا مطلب

یہ کہنا جائز نہیں کہ وہ ہر مکان میں ہے بلکہ یوں کہا جائے کہ وہ آسمان میں عرش پر جلوہ افروز ہے جس طرح اس ذاتِ اقدس نے ارشاد فرمایا "رحمٰن، عرش پر (اپنی شان کے مطابق) قائم ہے" اور ارشاد فرمایا "پھر رحمٰن نے عرش پر استواء فرمایا" اور ارشادِ خداوندی ہے "اسی کی طرف پاک کلمات چڑھتے ہیں اور وہ نیک کاموں کو بلند فرماتا ہے"۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لونڈی کے اسلام کا حکم دیا جس سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ کہاں ہے تو اُس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو اپنی ذات پر ایک کتاب لکھی۔ اور وہ اس کے پاس عرش پر ہے"۔ "بے شک میری رحمت، میرے غضب پر غالب ہے" اور ایک دوسری روایت میں ہے جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو ایک کتاب میں اپنے ذمۂ کرم پر لکھا اور وہ کتاب اس کے پاس عرش پر ہے "بے شک میری رحمت، میرے غضب پر سبقت لے گئی"۔ اللہ تعالیٰ پر کسی تاویل کے بغیر صفت استواء کا اطلاق کیا جا سکتا ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر جلوہ گر ہے اس سے مراد بیٹھنا یا عرش کے ساتھ ملا ہونا نہیں ہے جس طرح مجسمہ اور کرامیہ کا خیال ہے اور نہ ہی استواء بلندی اور رفعت کے معنیٰ میں ہے۔ جیسا کہ اشعریہ نے کہا ہے اور نہ ہی استیلاء اور غلبہ مراد ہے جس طرح معتزلہ کا نظریہ ہے، کیونکہ شریعت نے یہ مطالب بیان نہیں کیے اور نہ ہی یہ کسی صحابی، تابعی اور محدث سے منقول ہیں، بلکہ ان سے منقول یہ ہے کہ لفظ استواء کو اس کے اطلاق پر چھوڑا جائے" اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى" کے ضمن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔ آپ نے فرمایا

کیفیت سمجھ میں آنے والی نہیں، اور استواء مجہول نہیں۔ اس کا اقرار واجب اور انکار کفر ہے۔ اس حدیث کو امام مسلم رحمۃ اللہ نے صحیح مسلم میں ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے واسطہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے وصال سے کچھ پہلے فرمایا۔ صفاتِ خداوندی سے متعلق احادیث کو کسی تشبیہ و تعطیل کے بغیر اپنے مقام پر رکھا جائے۔ نیز بعض حضرات نے آپ سے نقل کیا ہے۔ آپ نے فرمایا میں صاحبِ کلام بھی نہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ان مقامات کے بارے میں کچھ کلام دیکھتا ہوں نہ کسی حدیث میں اور نہ ہی صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے اس بارے میں کچھ مروی ہے لہٰذا اس کے سوا ان مقامات کے بارے میں گفتگو کرنا اچھا نہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں "کیسے" اور "کیوں" کے الفاظ استعمال نہ کیے جائیں، اور یہ بات بطور شک نہ کہی جائے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے دوسرے مقام پر اس طرح منقول ہے۔ آپ نے فرمایا، ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے جس طرح اس نے چاہا۔ اس کی کوئی حد اور وصف نہیں جس تک کوئی واصف پہنچ سکے اور اسے بیان کر سکے۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ، حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تورات میں ارشاد فرمایا "میں اللہ ہوں، اپنے بندوں سے اپنے عرش اور تمام مخلوق سے اوپر ہوں، میں عرش پر ہوں اور اپنے بندوں کی تدبیر کرتا ہوں میرا کوئی بندہ مجھ سے پوشیدہ نہیں"۔

اللہ تعالیٰ کا عرش پر بلا کیف ہونا ہر اس کتاب میں مذکور ہے جو کسی بھی نبی اور رسول پر نازل ہوئی اور اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ازل سے علم، قدرت اور تمام مخلوق عرش وغیرہ پر استیلاء اور غلبہ کے ساتھ موصوف ہے لہٰذا استواء کو غلبہ کے معنیٰ میں نہیں لیا جائے گا کیونکہ استواء اس کی صفات ذاتیہ میں سے ہے جیسا کہ اس نے ہمیں خبر دی اور قرآن مجید کی سات آیات میں اس کو تاکید کے ساتھ بیان کیا اور سنت نبوی میں بھی مذکور ہے پس اس کی صفت لازمہ ہے اور اس کے لائق ہے جیسا کہ ہاتھ، چہرہ، آنکھ، کان، بینائی، زندگی اور قدرت وغیرہ صفات لازمہ ہیں اور جس طرح پیدا کرنا، رزق دینا، زندہ رکھنا اور مارنا ایسی صفات ہیں جو اللہ تعالیٰ کو لازم ہیں۔ ہم کتاب و سنت سے نہیں نکلتے۔ ہم آیت اور حدیث پڑھتے ہیں اور جو کچھ ان میں ہے اس پر ایمان لاتے ہیں اور صفات کے بارے میں کیفیات علم الٰہی کے سپرد کرتے ہیں جیسے حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات قرآن پاک میں بیان کی ہیں پس اس کی تفسیر اس کو پڑھنا ہے اس کے علاوہ نہیں اور نہ ہم اس کے علاوہ کے مکلّف ہیں کیونکہ یہ غیب کی بات ہے عقل کو اس کے ادراک میں دخل نہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں اور اس سے پناہ مانگتے ہیں کہ اس کی صفات کے بارے میں وہ بات کہیں جو ہم کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی۔ [ا]

[ا] قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں کچھ ایسے اوصاف بیان ہوتے ہیں (حاشیہ صفحہ ہذا آئندہ صفحہ پر)

اللہ تعالیٰ ہر رات آسمان دنیا پر جیسے چاہتا ہے نزول فرماتا ہے اور اپنے بندوں میں سے جس گنہگار خطاکار کو چاہتا ہے بخش دیتا ہے اللہ تعالیٰ بلند و بالا اور برکت والا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کے لیے اچھے نام ہیں،

اُترنے سے مراد رحمت و ثواب کا نزول نہیں جس طرح معتزلہ اور اشاعرہ کا خیال ہے۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہر رات آسمانِ دنیا پہ اُترتا ہے جب رات کا آخری تہائی حصّہ باقی رہ جاتا ہے پھر اعلان فرماتا ہے کوئی مانگنے والا کہ اس کو سوال کے مطابق دیا جائے؟ ہے کوئی بخشش طلب کرنیوالا کہ اُسے بخش دیا جائے؟ ہے کوئی قیدی کہ اُسے قید سے چھڑایا جائے۔ یہ اعلان صبح تک ہوتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اُوپر تشریف لے جاتا ہے۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ ایک دوسری روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ ہر رات آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے جب رات کا آخری تہائی باقی رہ جاتا ہے تو فرماتا ہے کیا میرے بندوں میں سے کوئی ایسا بندہ ہے جو مجھ سے دعا مانگے پس میں اسے قبول کروں گا۔ کیا کوئی اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے جو مجھے پکارے تو میں اسے بخش دوں کیا کوئی محتاج ایسا ہے جو مجھے پکارے اور میں اس کی طرف رزق کھینچ لاؤں۔ کیا کوئی مظلوم ایسا ہے جو مجھے یاد کرے تو میں اس کی مدد کروں؟ کیا کوئی قیدی ہے جو مجھے پکارے تو میں اسکو رہائی دوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح طلوع ہونے تک یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہتا ہے پھر وہ اپنی کرسی پر تشریف لے جاتا ہے۔ یہ حدیث، حضرت ابوہریرہ، حضرت جابر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابودرداء، حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم نے مختلف طریقوں کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں نے رات کے آخری حصے کی نماز کو شروع رات کی نماز پر فضیلت دی ہے۔
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ پندرھویں شعبان کی رات کو آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے۔ پس وہ کینہ پرور اور مشرک کے سوا ہر انسان کو بخش دیتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ جب رات کا پہلا حصّہ گزر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرما کر اعلان فرماتا ہے: ہے کوئی بخشش مانگنے

(حاشیہ صفحہ سابقہ) جو اپنے ظاہری معنیٰ کے اعتبار سے ذاتِ خداوندی کے شایانِ شان نہیں مثلاً ہاتھ یا چہرہ وغیرہ کیونکہ وہ جسم اور مکان سے پاک ہے لہٰذا ایسی صفات کے بارے میں ایمان لایا جائے ان آیات و الفاظ کو کلام الٰہی سمجھا جائے لیکن اس کا مفہوم علمِ خداوندی کے سُپرد کر دیا جائے کہ وہی بہتر جانتا ہے۔
(۱۲ ہزاروی)

والا جسے میں بخشش دوں ؟ ہے کوئی مانگنے والا جسے میں عطا کردوں ؟ ہے کوئی توبہ کرنے والا جس کی توبہ قبول کروں ؟ فجر ہونے تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اسحاق بن راہویہ سے پوچھا گیا کہ یہ احادیث جو تم روایت کرتے ہو کیا ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اوپر چلا جاتا ہے اور حرکت کرتا ہے۔ انھوں نے سائل سے پوچھا کہ تم اللہ تعالیٰ کے اترنے اور چڑھنے کے قائل ہو اور حرکت کے قائل نہیں ہو۔ اس نے کہا ہاں، اسحاق بن راہویہ نے پوچھا کیوں ؟ حضرت یحییٰ ابن معین نے کہا جب کوئی جہمی پوچھے کہ اللہ تعالیٰ کیسے اترتا ہے تو تم پوچھو وہ کیسے اوپر جاتا ہے ؟ حضرت فضیل بن عیاض نے فرمایا کہ جب کوئی جہمی کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے اترنے کا انکار کرتا ہوں تو تم کہو میرا اپنے رب پر ایمان ہے وہ جو چاہے کرتا ہے۔ حضرت شریک بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے جب کہا گیا کہ ہمارے ہاں کچھ لوگ ان احادیث کے منکر ہیں تو انھوں نے فرمایا ہمارے پاس وہ اسماء حسنیٰ کون لایا ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ ہم نے تو ان احادیث مبارکہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کی ہے۔

قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اس کی کتاب، خطاب اور وحی ہے جسے لیکر حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اترے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "اسے روح الامین نے آپ کے قلب اقدس پر اتارا تاکہ آپ واضح عربی زبان کے ساتھ ڈرانے والوں میں سے ہو جائیں "۔ یہی کتاب ہے جس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم بجالاتے ہوئے کہ "آپ پہنچا دیجیئے جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے اتارا گیا "۔ اپنی امت تک پہنچایا حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حج کے موقعہ پر اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے پیش فرماکر ارشاد فرماتے کیا کوئی شخص ہے جو مجھے اپنی قوم کیطرف لے جائے کیونکہ قریش نے مجھے اس بات سے روک دیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا کلام پہنچاؤں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "اگر مشرکین میں سے کوئی آپ سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دیں۔ حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام سُنے "۔

اللہ تعالیٰ کا کلام قرآن مجید میں غیر مخلوق ہے جس طرح پڑھا جائے اور لکھا جائے اور جس طرح بھی کوئی پڑھنے والا پڑھے، بولنے والا بولے اور یاد کرنے والا یاد کرے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی صفات ذاتیہ میں سے ایک صفت ہے نہ حادث ہے نہ تبدل و تغیر کو قبول کرتا ہے۔ نہ مرکب ہے نہ ناقص، نہ مصنوع ہے اور نہ ہی اس میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی نے اس کو اتارا اور اسی کی طرف اس کا حکم لوٹتا ہے۔ جس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قرآن پاک کو تمام کلام پر ایسے ہی فضیلت حاصل ہے جیسے اللہ تعالیٰ تمام مخلوق سے افضل ہے اور یہ اس لیے کہ قرآن پاک

اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے آیا اور اسی کی طرف اس کا حکم لوٹتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا نزول و ظہور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اسی کی طرف اس کے حکم کا رجوع ہے یعنی عبادات اور اوامر کی بجا آوری اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتی ہے اور اسی کے لیے ممنوعات کو چھوڑا جاتا ہے۔ پس احکام اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتے ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم شروع ہوتا ہے اور اس کا علم اسی کی طرف جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے حافظوں کے سینوں میں، پڑھنے والوں کی زبانوں پر، لکھنے والوں کے ہاتھوں میں، دیکھنے والوں کی نظروں میں، اہل اسلام کے مصحفوں میں اور بچوں کی تختیوں پر جہاں کہیں روایت کیا جائے اور پایا جائے۔

پس جس شخص کا خیال یہ ہو کہ یہ مخلوق ہے یا اس کی عبارت اور تلاوت قرآن نہیں ہے یا وہ کہے کہ میرا قرآن پڑھنا مخلوق ہے تو وہ شخص اللہ تعالیٰ کا منکر ہے۔ نہ اس سے میل جول رکھا جائے نہ اس کے ساتھ کھانا کھایا جائے، نہ اس سے نکاح کیا جائے نہ اس سے قرب اختیار کیا جائے بلکہ اس کو چھوڑ دیا جائے اور اسے ذلیل و رسوا کیا جائے۔ نہ اس کے پیچھے نماز پڑھی جائے نہ اس کی گواہی قبول کی جائے نہ کسی کے نکاح میں اس کی ولایت صحیح ہے۔ اگر اس پر قابو پایا جائے تو مرتد کی طرح اس سے تین دفعہ توبہ کا مطالبہ کیا جائے اگر توبہ کرے تو ٹھیک ورنہ قتل کر دیا جائے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ سے اس آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جو کہتا ہے میرا قرآن کے ساتھ تلفظ مخلوق ہے؟ آپ نے فرمایا "اس نے کفر کیا"۔ انھوں نے مزید فرمایا جو شخص کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام قرآن پاک غیر مخلوق ہے اور تلاوت مخلوق ہے وہ کافر ہے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن پاک کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا کلام غیر مخلوق ہے۔ حضرت عبداللہ بن عبدالغفار جو حضور علیہ السلام کے آزاد کردہ غلام ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو کہو کہ اللہ تعالیٰ کا کلام غیر مخلوق ہے، پس جو شخص مخلوق کہے گا وہ کافر ہے۔" اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "الا لہ الخلق والامر۔" "سنو! پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کے اختیار میں ہے" پس اللہ تعالیٰ نے خلق اور امر کو جدا جدا رکھا اگر اللہ تعالیٰ کا امر "کُن" جس کے ساتھ اس نے مخلوق کو پیدا کیا وہی مراد ہو تو تکرار اور عیب ہوگا جس کا کوئی فائدہ نہیں۔ گویا کہ اس نے ارشاد فرمایا "اَلَا لَہُ الْخَلْقُ وَالْخَلْقُ" "سنو! اسی کے لیے پیدا کرنا اور پیدا کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ اس (قسم کے کلام) سے پاک ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے اللہ تعالیٰ کے قول ...

"قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا غَیْرَ ذِیْ عِوَجٍ۔" "عربی قرآن جس میں ٹیڑھاپن نہیں، کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ وہ غیر مخلوق ہے ـــــ جب ولید بن مغیرہ مخزومی نے قرآن پاک کو انسان کا کلام بتایا تو اللہ تعالیٰ نے اسے جہنم کا مستحق ٹھہرایا۔ ـــــ ارشاد خداوندی ہے:

اِنْ ھٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ یُّؤْثَرُ، اِنْ ھٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ سَاُصْلِیْہِ سَقَرَ

(اُس نے کہا) یہ قرآن تو منقول جادو ہے، یہ تو انسانی کلام ہے عنقریب ہم اسے دوزخ میں ڈالیں گے"

پس جو شخص قرآن پاک کو عبارت یا مخلوق[ل] کہے یا قرآن پاک کے ساتھ اپنے بولنے کو مخلوق کہے وہ دوزخ کا مستحق ہے جیسا کہ ولید کے بارے میں فرمایا۔ البتہ توبہ کرلے (تو ٹھیک ہے) اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ۔

اور اگر کوئی مشرک آپ سے پناہ چاہے تو اُسے پناہ دے دو حتّٰی کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام سن لے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا" حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَكَ يَا مُحَمَّد "یہاں تک کہ وہ آپ کا کلام سن لے اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ۔

ہم نے یہ قرآن لیلۃ القدر میں اُتارا یعنی وہ قرآن جو سینوں اور مصاحف میں ہے۔

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔

اور جب قرآن پاک پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

اور اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ۔

اور ہم نے قرآن پاک کو جُدا جُدا کر کے نازل کیا تاکہ آپ اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں۔

لوگ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن پاک کی تلاوت سنتے تھے تو آپ کا قرآن پاک کے ساتھ تلفظ قرآن ہی ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے ان جنوں کی تعریف فرمائی جنھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت سنی۔ ارشادِ خداوندی ہے:

قَالُوْا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا يَّهْدِيْ اِلَى الرُّشْدِ۔

انھوں نے کہا ہم نے عجیب قرآن سنا جو ہدایت کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَاِذْ صَرَفْنَا اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ

اور جب ہم نے آپ کی طرف جنوں کی ایک

ل قرآن پاک کی دو صورتیں ہیں ایک اللہ تعالیٰ کا کلام نفسی اور وہ غیر مخلوق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے دوسری صورت میں قرآن اس مجلّد کو کہا جاتا ہے جو کاغذ، سیاہی، گتّے وغیرہ پر مشتمل ہوتا ہے یہ چیزیں مخلوق ہیں لہٰذا اس معنیٰ میں قرآن مخلوق ہوگا۔ کلام الٰہی ازلی ابدی اور قدیم ہے۔ ۱۲ ہزاروی۔

یَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ۔ جماعت کو پھیرا جو قرآن سنتے تھے

اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے قرآن پڑھنے کو قرآن ہی کہا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ۔

تم یاد کرنے کی جلدی میں قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دو۔ بے شک اس کا محفوظ کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے تو جب ہم اسے پڑھ لیں تو اس وقت پڑھے ہوئے کی اتباع کرو۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ۔ جو کچھ تمہیں قرآن پاک سے آسان معلوم ہو اسے پڑھو۔

مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو شخص نماز میں سورہ فاتحہ پڑھے وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو پڑھنے والا ہے اور جو شخص قسم اٹھائے کہ وہ کلام نہیں کرے گا پھر قرآن پڑھ لے تو قسم نہیں ٹوٹے گی پس معلوم ہوا کہ وہ عبارت نہیں ہے۔ حضرت معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ بیشک ہماری اس نماز میں انسانی گفتگو ٹھیک نہیں بے شک یہ تو قرأت، تسبیح، تہلیل اور قرآن پاک کا پڑھنا ہے۔ پس آپ نے بتایا کہ تلاوتِ قرآن، قرآن ہی ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ تلاوت ہی وہ ہے جس کو پڑھا گیا (متلو) اللہ تعالیٰ اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو نماز میں قرأت کا حکم فرمایا اور کلام سے روکا۔ بنا بریں اگر ہماری قرأت، ہمارا کلام ہوتی اللہ تعالیٰ کا کلام نہ ہوتی تو ہم اس چیز کے مرتکب ہوتے جس سے نماز میں منع کیا گیا ہے۔

قرآن پاک حروف واصوات کا نام ہے۔

ہمارا ایمان ہے کہ قرآن مجید ان حروف کا نام ہے جو سمجھے جاتے ہیں اور وہ آوازیں ہیں جو سنی جاتی ہیں کیونکہ ان کے ساتھ گونگا اور خاموش متکلم اور ناطق کہلاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلام اس سے الگ نہیں۔ لہٰذا جو شخص اس کا انکار کرے (اس پر) اس کا احساس غالب آگیا اور آنکھیں اندھی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے الٓمٓ ذٰلِكَ۔ حٰمٓ۔ طٰسٓمٓ۔ تِلْكَ اٰيَاتُ الْكِتَابِ اللہ تعالیٰ نے حروف ذکر کر کے انہیں کتاب سے تعبیر کیا۔

نیز فرمایا:

وَلَوْ اَنَّ مَا فِى الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ اگر زمین کے تمام درخت قلم ہوتے اور سمندر

وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللّٰهِ۔

اس کی سیاہی ہو اس کے پیچھے دیگر سات سمندر تو اللہ کی باتیں ختم نہ ہونگی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے متعدد غیر متناہی کلمات ثابت فرمائے اور اسی طرح فرمایا:

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّيْ۔

آپ فرمادیجئے اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لیے سیاہی ہو تو ضرور سمندر ختم ہو جائیگا اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ قرآن پاک پڑھو بے شک تمہیں اس کا اجر دیا جائیگا۔ ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ہونگی۔ میں نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے بلکہ الف کی دس، لام کی دس اور میم کی دس نیکیاں ہیں۔ پس یہ تیس نیکیاں ہوئیں"

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قرآن پاک سات حروف (قراءتوں) پر اُتارا گیا اور سب شافی ہیں۔"

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰى وَنَادَيْنَاهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنَاهُ نَجِيًّا۔

اور جب تیرے رب نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پکارا۔ اور اسے ہم نے طور کی داہنی جانب سے ندا فرمائی اور اسے اپنا راز کہنے کو قریب کیا

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا:

اِنَّنِيْ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ۔

بے شک میں ہی اللہ ہوں پس میری ہی عبادت کرو۔

یہ تمام آوازیں ہی تو ہیں اور یہ جائز نہیں کہ یہ ندا، یہ نام اور صفت اللہ تعالیٰ کے لیے نہ ہوں بلکہ فرشتوں اور دیگر مخلوقات کے لیے ہوں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قیامت کا دن ہو گا تو اللہ تعالیٰ بادلوں کے سائے میں جلوہ افروز ہو گا پھر فصیح و بلیغ کلام کے ساتھ فرمائیگا اور وہ تمام بولنے والوں میں سے سچا ہے۔ خاموش رہو اور میں عرصہ دراز تک تمہارے لیے خاموش رہا۔ جب سے میں نے تمہیں پیدا کیا تمہارے اعمال کو دیکھتا رہا اور تمہاری باتوں کو سنتا رہا یہ تمہارے نامۂ اعمال ہیں جو تم پر پڑھے جائیں گے پس جو اچھا پائے وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور جو اس کے علاوہ پائے وہ صرف اپنے آپ کو ملامت کرے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ بندوں کو جمع کر کے ایسی آواز سے ان کو پکارے گا کہ دُور والا بھی اسی طرح سنے گا جس طرح قریب والا سنے گا (فرمائیگا) میں بادشاہ ہوں میں جزا دینے والا ہوں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن محمد محاربی، حضرت اعمش سے

اور وہ بواسطہ مسلم بن مسروق حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ وحی کے ساتھ کلام فرماتے ہیں تو آسمان والے اُس کی آواز سن کر سجدے میں گر پڑتے ہیں حتیٰ کہ ان کے دل تھم جاتے ہیں تو آسمان والے ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ وہ جواب دیتے ہیں حق فرمایا۔ اسی طرح انھوں نے وحی کا ذکر کیا۔

حضرت عبداللہ بن حارث، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ جب وحی کے ساتھ کلام فرماتا ہے تو آسمانوں والے اُس کی آواز لوہے کی آواز کی طرح سنتے ہیں جب وہ کسی پتھر پر پڑتا ہے پس وہ اس کے لیے سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ جب اُن کے دلوں سے خوف زائل ہو جاتا ہے تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں، تمہارے رب نے کیا فرمایا وہ جواب دیتے ہیں حق فرمایا اور وہی بلند بڑا ہے۔ حضرت محمد بن کعب فرماتے ہیں بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا جب آپ کے رب نے آپ سے کلام فرمایا تو اس کی آواز مخلوق میں سے کس کی آواز کے مشابہ تھی آپ نے فرمایا "میرے رب کی آواز گرج کے مشابہ تھی جب وہ سخت نہ گرجتا ہو۔"

یہ آیات و روایات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کلام آواز ہے لیکن انسانوں کی آواز جیسی نہیں جس طرح اس کا علم، قدرت اور دیگر صفات انسانی صفات جیسی نہیں یہی حال اس کی آواز کا بھی ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے صحابہ کرام کی ایک جماعت سے نقل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے لیے آواز ثابت کی ہے جب کہ اشاعرہ کا عقیدہ اس کے خلاف ہے ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا کلام ایک ایسا معنیٰ ہے جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر بدعتی، گمراہ اور گمراہ کرنے والے کا حساب لینے والا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ ازل سے متکلم ہے اور اس کے کلام نے امر، نہی اور خبر کے معنیٰ کو گھیر رکھا ہے۔ ابن خزیمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا کلام متصل ہے نہ اس میں خاموشی ہے اور نہ آواز۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کیا یہ کہنا جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ کلام فرماتا ہے اور اس کا خاموش رہنا بھی جائز ہے؟ آپ نے فرمایا ہم مطلقاً کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ کلام فرماتا ہے اور اگر خاموشی کے بارے میں کوئی روایت ہوتی تو ہم اس کا قول بھی کرتے لیکن ہم کہتے ہیں وہ کیفیت و تشبیہ کے بغیر جیسے چاہتا ہے کلام فرماتا ہے۔

حروف تہجی غیر مخلوق ہیں

اسی طرح حروف معجم بھی غیر مخلوق ہیں برابر ہے یہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں ہوں یا انسان کی گفتگو میں۔ اہل سنت میں سے ایک جماعت نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ قرآن مجید میں قدیم ہیں اور اس

کے علاوہ حادث ہیں یہ ان کی خطاء ہے اور اہلسنّت کا مذہب پہلی بات ہے اور اس میں کوئی تفریق نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّمَا اَمْرُہٗ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ۔

بیشک اس کا کام تو یہی ہے کہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے اس سے فرماتا ہے ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔

اور یہ دو حرف ہیں پس اگر لفظ "کُنْ" مخلوق ہوتا تو وہ دوسرے "کُن" کا محتاج ہوتا جس کے ساتھ اس کو پیدا کیا جاتا اور یہ سلسلہ کسی انتہا کے بغیر جاری رہتا اور اس سلسلے میں آیات کریمہ سے متعدد دلائل گزر چکے ہیں ہم ان کا اعادہ نہیں کرتے۔ حدیث سے دلیل یہ ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ا، ب، ت، ث آخر تک حروف کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا، الف اللہ تعالیٰ کے نام "اللہ" سے ہے "ب" اللہ تعالیٰ کے نام "باری" سے ہے "ت" اللہ تعالیٰ کے نام متکبّر سے ہے۔ اور "ث" اللہ تعالیٰ کے اسمِ مبارک باعث اور وارث سے ہے۔ یہاں تک کہ آپ نے آخر تک بیان فرمایا، پس آپ نے ذکر فرمایا کہ یہ تمام حروف اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ اور صفات سے متعلق ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اسماء حُسنیٰ غیر مخلوق ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حروف ابجد، ہوز اور حطی وغیرہ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا اے علی! کیا تم "ابجد" کی تفسیر نہیں جانتے "الف" اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی اللہ سے ہے، "ب" اللہ تعالیٰ کے اسمِ مبارک باری سے متعلق ہے، جیم، اللہ تعالیٰ کے مبارک نام جلیل سے تعلق رکھتا ہے آخر تک فرمایا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ یہ حروف اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارکہ سے تعلق رکھتے ہیں اور انسانی کلام میں ہیں۔

حضرت امام احمد رحمہ اللہ نے حروفِ ہجا کو قدیم قرار دیتے ہوئے نیشاپور اور جرجان کے لوگوں کو لکھا "اور جو شخص حروفِ تہجّی کو حادث کہے وہ کافر ہے اور جب انھیں مخلوق کہا جائیگا تو قرآن کو بھی مخلوق ماننا پڑے گا"

حضرت امام احمد رحمہ اللہ کو بتایا گیا کہ فلاں آدمی کہتا ہے جب اللہ تعالیٰ نے حروف کو پیدا کیا تو لام لیٹ گیا اور الف کھڑا رہا اور اس نے کہا جب تک حکم نہیں دیا جائیگا میں سجدہ نہیں کروں گا۔ امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا اس کا قائل کافر ہے۔ اور جس نے کسی حرف کو حادث کہا اس نے قرآن کو حادث کہا۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں حروف کو حادث نہ کہو کیونکہ اس وجہ سے سب سے پہلے یہودی ہلاک ہوئے اور جو شخص کسی حرف کو حادث کہتا ہے گویا وہ قرآن کو حادث کہتا ہے نیز جب یہ قرآن پاک میں قدیم ہیں تو دوسری جگہ بھی قدیم ہوں گے۔ کیونکہ یہ جائز نہیں کہ ایک چیز قدیم بھی ہو اور وہ بعینہٖ حادث بھی ہو۔ اور اگر قرآن میں حادث کہا جائے نو ان کے قرآن میں قدیم ہونے پر دلائل گزر چکے ہیں۔ پس جب قرآن میں یہ بات ثابت ہو گئی تو اس کے علاوہ بھی ثابت ہو گی۔

اگر کہا جائے کہ اس طرح تو ہر کلام قدیم ہوگا تو جواب میں کہا جائے گا کہ قرآن پاک کا قدیم ہونا لازم ہے کیونکہ اس کے حدوث کا کسی نے قول نہیں کیا حروف ہجاء کا مسئلہ بھی یہی ہے (یعنی حروف قدیم ہیں لیکن ان سے مرکب ہونے والے ہر کلام کا قدیم ہونا ضروری نہیں۔)

اسماءِ حسنیٰ

ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جس نے ان کو یاد کیا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے ننانوے نام ہیں فرمایا ایک سو کم ہیں جس نے ان کو یاد کیا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور یہ تمام نام قرآن پاک کی متفرق سورتوں میں ہیں۔ پانچ نام سورۂ فاتحہ میں ہیں، اور وہ یہ ہیں:

یَا اللّٰہُ، یَا رَبُّ، یَا رَحْمٰنُ، یَا رَحِیْمُ، یَا مَالِکُ۔ سورہ بقرہ میں چھبیس نام ہیں اور وہ یہ ہیں
یَا مُحِیْطُ، یَا قَدِیْرُ، یَا عَلِیْمُ یَا حَلِیْمُ، یَا تَوَّابُ، یَا بَصِیْرُ، یَا وَاسِعُ، یَا بَدِیْعُ یَا رَؤُفُ
یَا شَاکِرُ، یَا اللّٰہُ، یَا وَاحِدُ، یَا غَفُوْرُ، یَا حَکِیْمُ، یَا قَابِضُ، یَا بَاسِطُ، یَا لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ، یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ
یَا عَلِیُّ، یَا عَظِیْمُ، یَا وَلِیُّ، یَا غَنِیُّ، یَا حَمِیْدُ۔[1]

سورۂ آلِ عمران میں چار نام ہیں۔ یَا قَائِمُ، یَا وَھَّابُ، یَا سَرِیْعُ، یَا خَبِیْرُ۔

سورۂ نساء میں چھ اسمائے مبارکہ ہیں۔ یَا رَقِیْبُ، یَا حَسِیْبُ، یَا شَھِیْدُ، یَا غَفُوْرُ، یَا مُقِیْتُ یَا وَکِیْلُ۔

سورۂ انعام میں پانچ اسمائے مبارکہ ہیں۔ یَا فَاطِرُ، یَا قَاھِرُ، یَا قَادِرُ، یَا لَطِیْفُ، یَا خَبِیْرُ۔[2]

سورۂ اعراف میں دو اسماء مبارکہ ہیں۔ یَا مُحْیِیْ، یَا مُمِیْتُ سورۂ انفال میں بھی دو اسماء مبارکہ ہیں یَا نِعْمَ الْمَوْلٰی، یَا نِعْمَ النَّصِیْرُ۔ سورۂ ہود میں سات اسماء مبارکہ ہیں یَا حَفِیْظُ، یَا رَقِیْبُ
یَا مَجِیْدُ، یَا قَوِیُّ، یَا مُجِیْبُ، یَا وَدُوْدُ، یَا فَعَّالٌ لِّمَا۔

سورۂ رعد میں دو اسماء مبارکہ ہیں یَا کَبِیْرُ یَا مُتَعَالُ۔ سورۂ ابراہیم میں ایک اسم مبارک ہے۔ یَا مَنَّانُ، سورۂ حجر میں ایک اسم مبارک ہے۔ یَا خَلَّاقُ سورۂ نحل میں ایک اسم مبارک ہے۔

---

[1] اے اللہ، اے پالنے والے، اے رحمت والے، اے مہربان، اے مالک، ـــــ اے گھیرنے والے، اے قدرت والے، اے جاننے والے، اے بردبار، اے بہت توبہ قبول کرنیوالے، اے دیکھنے والے۔ اے وسعت والے۔ اے پیدا کرنیوالے (کسی نمونہ کے بغیر) اے مہربان، اے شکر کا بدلہ دینے والے اے اللہ۔ اے واحد۔ اے بخشنے والے، اے حکمت والے۔ اے (روزی) تنگ کرنیوالے۔ اے کشادہ کرنیوالے۔ اے وہ ذات جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اے زندہ، اے قائم رکھنے والے۔ اے بلند۔ اے عظمت والے۔ اے مدد کرنے والے۔ اے بے نیاز۔ اے تعریف والے۔ ـــــ متن میں چوبیس (۲۴) اسماء کا ذکر ہے۔ (ادارہ)

[2] یہ سورۂ آل عمران میں بھی شامل ہے۔ ۱۲ ہزاروی۔

یَا بَاعِثُ سورۂ مریم میں دو اسماء مبارکہ ہیں یَا صَادِقُ ، یَا وَارِثُ سورۂ مؤمنون میں ایک اسم مبارک ہے۔ یَا کَرِیْمُ سورۂ نور میں تین اسماء مبارکہ ہیں یَا حَقُّ۔ یَا مُبِیْنُ۔ یَا نُوْرُ۔ سورۂ فرقان میں ایک اسم مبارک ہے یَا هَادِیُ سورۂ سبا میں ایک اسم مبارک ہے یَا فَتَّاحُ سورۂ مؤمن میں چار یَا غَافِرُ ، یَا قَابِلُ ، یَا شَدِیْدُ۔ یَا ذَا الطَّوْلِ۔ سورۂ ذاریات میں تین یَا رَزَّاقُ یَا ذُوالْقُوَّةِ ، یَا مَتِیْنُ سورۂ طور میں ایک یَا مَنَّانُ سورۂ اقترب الساعۃ میں ایک یَا مُقْتَدِرُ۔ سورۂ رحمٰن میں تین یَا بَاقِیُ ، یَا ذَا الْجَلَالِ۔ یَا ذَا الْاِکْرَامِ سورۂ حدید میں چار یَا اَوَّلُ۔ یَا اٰخِرُ۔ یَا ظَاهِرُ۔ یَا بَاطِنُ سورۂ حشر میں دس یَا قُدُّوْسُ ، یَا سَلَامُ۔ یَا مُؤْمِنُ یَا مُهَیْمِنُ ، یَا عَزِیْزُ ، یَا جَبَّارُ ، یَا مُتَکَبِّرُ ، یَا خَالِقُ ، یَا بَارِئُ ، یَا مُصَوِّرُ۔۔۔۔ سُورۂ بروج میں دو یَا مُبْدِئُ۔ یَا مُعِیْدُ سورۂ اخلاص میں دو یَا اَحَدُ ، یَا صَمَدُ [1]

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے اسی طرح بیان کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن احمد رحمہما اللہ نے اس سے کچھ زائد اسمائے مبارکہ ذکر کیے ہیں وہ یہ ہیں؛ یَا مُجِیْبُ یَا قَاهِرُ ، یَا فَاضِلُ ، یَا خَالِقُ ، یَا رَقِیْبُ ، یَا مَاجِدُ۔ یَا جَوَادُ ، یَا اَحْکَمَ الْحَاکِمِیْنَ ، [2] حضرت ابوبکر نقاش نے اپنی کتاب تفسیر الاسماء والصفات میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے آپ نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کے تین سو ساٹھ اسماء مبارکہ ہیں۔ ان کے علاوہ دوسروں سے ایک سو چودہ اسماء مبارکہ منقول ہیں ان تمام روایات کا مطلب یہ ہے کہ یہ تمام اسماء مبارکہ

---

[1] اے بذاتِ خود قائم ، اے بہت عطا فرمانیوالے ، اے جلد حساب لینے والے ، اے خبر رکھنے والے ، اے نگہبان ، اے حساب لینے والے ، اے حاضر ، اے بخشنے والے ، اے کارساز ، اے پیدا کرنیوالے ، اے غالب ، اے قادر ، اے لطیف ، اے خبر رکھنے والے۔ اے زندہ رکھنے والے ، اے موت دینے والے ، اے بہترین ساتھی اور بہترین مددگار ، اے حفاظت فرمانے والے ، اے نگہبان ، اے بزرگی والے ، اے قوت والے ، اے قبول کرنیوالے ، اے محبت کرنیوالے ، اے کاموں کو بنانے والے ، اے بہت بڑے ، اے بلندی والے ، اے بہتر احسان کرنے والے ، اے پیدا کرنے والے۔ اے اُٹھانے والے ، اے سچے ، اے باقی رہنے والے ، اے حق ، اے کرم فرمانے والے۔ اے نہ بدلنے والے۔ اے نور۔ اے ہدایت دینے والے۔ اے مشکلات دور کرنیوالے۔ اے بخشنے والے ، اے قبول کرنیوالے۔ اے سخت طاقت والے ، اے طاقت والے ، اے بہت رزق دینے والے اے قوت والے۔ اے غیر متغیر اے بہت احسان فرمانے والے۔ اے بہت قدرت والے ، اے باقی رہنے والے ، اے بزرگی والے۔ اے عزت بخشنے والے ، اے اوّل ، اے آخر ، اے ظاہر ، اے باطن ، اے ہر عیب سے پاک۔ اے سلامتی دینے والے ، اے امن دینے والے۔ اے حاضر ، اے غالب (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

قرآن میں پائے جاتے ہیں کچھ اسمائے مبارکہ مکرر ہیں ان کو ایک ہی شمار کیا گیا ہے، صحیح بات وہی ہے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں مذکور ہے

(بقیہ حاشیہ) اے تسلط والے، اے بڑائی والے، اے پیدا کرنے والے، اے صورت بنانیوالے، اے ابتدا کرنے والے، اے دوبارہ اٹھانیوالے، اے یکتا و تنہا، اے بے نیاز، ـــــ اے قبول کرنیوالے، اے غالب، اے جدا کرنیوالے، اے پھاڑنے والے۔ اے نگہبان، اے بزرگ۔ اے فیاض۔ اے سب سے بڑے حاکم۔

ایمان کا بیان

ایمان میں کمی زیادتی

ہمارا عقیدہ ہے کہ ایمان، زبان سے قول، دل سے معرفت اور اعضاء سے عمل کا نام ہے اطاعت سے بڑھ جاتا ہے اور گناہ سے کم ہو جاتا ہے۔ علم کے سامنے مضبوط ہوتا ہے اور جہالت سے کمزور ہو جاتا ہے اور توفیق الٰہی سے حاصل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے "پس وہ لوگ جو ایمان لائے قرآنی آیات ان کے ایمان کو بڑھا دیتی ہیں اور وہ خوش ہوتے ہیں"۔ اور جس چیز میں زیادتی جائز ہو اس میں کمی بھی جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اور جب ان پر اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو ان کے ایمان بڑھ جاتے ہیں"۔ نیز ارشاد خداوندی ہے تاکہ اہلِ کتاب کو یقین حاصل ہو جائے اور ایمان والوں کے ایمان میں اضافہ ہو، اور جو کچھ حضرت ابنِ عباس، حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا ایمان بڑھتا ہے اور کم ہوتا ہے اور اس کے علاوہ جو کچھ کہا گیا ہے اس کی تشریح کافی زیادہ ہے۔

امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ نے ایمان کی زیادتی اور کمی کا انکار کیا ہے

ایمان کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ

ایمان، لغت میں دل کی ایسی تصدیق کو کہتے ہیں جس کے ساتھ ساتھ اس چیز کا علم بھی حاصل ہوتا ہے جس کی تصدیق کی جا رہی ہے۔ اصطلاح شرع میں ایمان تصدیق کو کہتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ، اس کی صفات اور اس کی تمام عبادات واجبات و نوافل اور تمام قسم کے گناہوں سے بچنے کا علم ہے۔ یہ کہنا بھی جائز ہے کہ یہ دین، شریعت، اور ملت ہے کیونکہ دین گناہوں سے بچتے ہوئے اطاعتِ الٰہی کو اختیار کرنے کا نام ہے اور یہی صفتِ ایمان ہے۔ اسلام بھی ایمان میں سے ہے پس ہر ایمان اسلام ہے لیکن ہر اسلام ایمان نہیں کیونکہ اسلام کا معنیٰ کسی کے حکم کے سامنے گردن جھکا دینا اور قبول کرنا ہے ہر مومن اللہ تعالیٰ کے حکم

کو قبول کر نیوالا اور اطاعت گزار ہے لیکن ہر مسلمان مومن نہیں کیونکہ بعض اوقات تلوار کے خوف سے اسلام قبول کیا جاتا ہے پس ایمان ایک ایسا نام ہے جو بہت سے افعال واقوال پر بولا جاتا ہے لہٰذا وہ تمام عبادات اور ہر قسم کی فرمانبرداری کو شامل ہے[1] اسلام، اطمینان قلب کے ساتھ کلمہ شہادت پڑھنے اور پانچ عبادات کی ادائیگی کا نام ہے امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایمان، اسلام کا غیر ہے۔ انھوں نے اُس حدیث سے استدلال کیا ہے جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ آپ فرماتے ہیں مجھ سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ ایک دن ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھا کہ اچانک ایک شخص ظاہر ہوا جس کے کپڑے نہایت سفید اور بال نہایت سیاہ تھے نہ تو اس پر سفر کے آثار تھے اور نہ ہی ہم میں سے کوئی اسے پہچانتا تھا یہانتک کہ وہ حضور علیہ السلام کے پاس اس طرح بیٹھ گیا کہ اس نے اپنے گھٹنوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں سے ملا دیا اور ادب کے طور پر اپنے ہاتھوں کو اپنی رانوں پر رکھ لیا پھر اس نے کہا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اسلام کے بارے میں خبر دیجئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، رمضان شریف کے روزے رکھو اور بیت اللہ شریف کی طرف جانے کی طاقت ہو تو حج کرو" اس نے کہا "آپ نے سچ فرمایا" حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہمیں تعجب ہوا کہ خود سوال کرتا ہے اور خود ہی تصدیق کرتا ہے پھر اس نے کہا مجھے ایمان کے بارے میں بتائیے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اُس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، آخرت کے دن اور خیر و شر کی تقدیر پر ایمان لاؤ (دل سے تصدیق کرو)" اس نے کہا "آپ نے سچ فرمایا" اس کے بعد اس نے سوال کیا مجھے احسان کے بارے میں بتائیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر یہ صورت نہ ہو کہ تم اسے دیکھ رہے تو اللہ تعالیٰ تو تمہیں دیکھ رہا ہے اس نے پوچھا مجھے قیامت کے بارے میں بتائیے۔ آپ نے فرمایا جس سے پوچھا گیا وہ

---

[1] یہاں ایمان کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مسلک بیان ہوا ہے۔ امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کا مذہب بھی یہی ہے کہ ایمان تصدیق، اقرار اور عمل کے مجموعہ کا نام ہے لیکن ترک عمل کے سبب مومن، ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے۔ شیخ ابوالحسن اشعری ابو المنصور ماتریدی نیز جمہور محققین کے نزدیک ایمان صرف تصدیق قلبی کا نام ہے زبانی اقرار کرنا اجراء احکام کے لیے شرط ہے اور عمل حقیقت ایمان میں داخل نہیں ہے بنا بر ایں احناف اور جمہور محققین کے نزدیک ایمان کی حقیقت کمی اور زیادتی کو قبول نہیں کرتی کیونکہ کمی زیادتی اعمال میں ہوتی ہے اور اعمال حقیقت ایمان سے خارج ہیں ــــــ اس مسئلہ کی پوری تفصیل شیخ الحدیث مولانا غلام رسول رضوی کی تفہیم البخاری شرح صحیح البخاری حصہ اوّل کے ص، ۶۶، ۶۷ پر ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۲ ہزاروی۔

پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا ؎۔ اس نے کہا مجھے قیامت کی علامات بتائیے۔ آپ نے فرمایا لونڈی اپنی مالکہ کو جنے گی، اور تم ننگے پاؤں، ننگے جسم بکریاں چرانے والوں کو عمارات میں ایک دوسرے پر فخر کرتے دیکھو گے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مَیں کچھ دیر ٹھہرا پھر مجھے حضور علیہ السلام نے فرمایا جانتے ہو سائل کون تھا؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ جبرئیل تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔ دوسری روایت کے مطابق آپ نے فرمایا یہ جبرئیل علیہ السلام تھے جو تمہارے پاس آئے تاکہ تمہیں تمہارے دین کی بات سکھائیں اور وہ جب بھی کسی صورت میں آئے ہیں نے ان کو پہچان لیا لیکن آج جس صورت میں آئے میں نے ان کو نہ پہچانا۔

حضرت جبریل علیہ السلام نے اسلام اور ایمان میں فرق کرتے ہوئے دونوں کے بارے میں الگ الگ سوال کیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دونوں کے بارے میں مختلف جواب دیئے

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اعرابی کی حدیث سے بھی استدلال کیا جب اُس نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے فلاں کو عطا فرمایا اور مجھے نہ دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص مومن ہے۔ اعرابی نے کہا میں بھی مومن ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم مسلمان ہو۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اعراب نے کہا ہم ایمان لائے، آپ فرما دیجئے تم ایمان نہیں لائے البتہ تم کہو ہم اسلام لائے اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔"

ایمان میں ترقی

جان لو! ایمان میں اضافہ اس وقت ہوتا ہے جب مومن، دولتِ یقین حاصل کرنے کے بعد احکامِ خداوندی کو بجالاتا ہے، ممنوعات شرعیہ سے رک جاتا ہے۔ اپنے آپ کو تقدیرِ خداوندی کے حوالے کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے متعلق افعال پر اعتراض نہیں کرتا۔ اس کی تقسیم اور رزق کے متعلق وعدے پر شک نہیں کرتا، اس کی ذات پر مکمل اعتماد اور بھروسا رکھتا ہے۔ اپنی قوت پر اعتماد سے دست بردار ہوتا ہے۔ آزمائشوں میں صبر اور نعمتوں پر شکر ادا کرتا ہے اللہ تعالیٰ کو پاک جانتا ہے اور کسی حال میں بھی اس کی ذات والا صفات کو موردِ الزام نہیں ٹھہراتا صرف نماز اور روزے کی پابندی سے ایمان نہیں بڑھتا۔

؎ یعنی اس بارے میں میرا اور تیرا علم برابر ہے کہ قیامت کا علم لوگوں سے مخفی رکھا گیا ہے۔ اس سے حضور علیہ السلام کے علم کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ آپ نے قیامت کی علامات بتائی ہیں لہٰذا آپ وقت سے بھی آگاہ تھے۔ البتہ بتانے کی ممانعت تھی ۱۲، ہزاروی

کیا ایمان مخلوق ہے؟

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کیا ایمان مخلوق ہے یا غیر مخلوق؟ آپ نے فرمایا ایمان کو مخلوق کہنے والا کافر ہے کیوں کہ یہ بات قرآن پاک کو اشارتاً مخلوق کہنے کے مترادف ہے اور جو شخص اسے غیر مخلوق کہے وہ بدعتی ہے کیونکہ اس عقیدے کے مطابق راستے سے ایذا رساں چیز کو ہٹانے اور اعضاء کے ساتھ کیے گئے اعمال کو غیر مخلوق کہنے کا اشارہ ملتا ہے۔ لہٰذا امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں گروہوں کا انکار کیا[1]۔ آپ نے ایک حدیث شریف ذکر فرمائی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "ایمان کی ستر سے کچھ زائد اقسام ہیں جن میں سے افضل ایمان لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ "کہنا ہے اور سب سے کم درجہ راستے سے اذیت ناک چیز کو ہٹانا ہے"۔ آپ نے اس شخص کو کافر قرار دیا جو قرآن پاک کو مخلوق کہتا ہے اور دوسرے کو بدعتی کہا کیونکہ آپ کے مذہب کی بنیاد اس چیز پر ہے کہ قرآن اس وقت بھی تھا جب یہ کسی چیز کے ساتھ ناطق نہ تھا اور نہ ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی سنت میں روایت کیا گیا تھا۔

صحابہ کرام کا دور گزر گیا اور ان میں سے کسی نے اس سلسلے میں کوئی بات نقل نہیں کی لہٰذا اس میں کلام کرنا بدعت ہے۔

ایمان کے بارے میں شک

کسی مومن کے لیے یہ کہنا جائز نہیں کہ وہ یقینی طور پر مومن ہے بلکہ ضروری ہے کہ وہ کہے میں ان شاء اللہ مومن ہوں[2] بر خلاف معتزلہ کے کیونکہ ان کے نزدیک یقین کے ساتھ اپنے آپ کو مومن کہنا جائز ہے ہم نے یہ بات اس حدیث کی روشنی میں کہی ہے جس کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس نے گمان کیا کہ وہ مومن ہے پس وہ کافر ہے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

---

[1] علامہ بدرالدین عینی شارح بخاری ایمان کے مخلوق یا غیر مخلوق ہونے کے سلسلہ میں مختلف لوگوں کا مذہب نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ اس بارے میں زیادہ اچھی بات وہ ہے جو حضرت فقیہ ابو اللیث سمرقندی سے منقول ہے انھوں نے فرمایا ایمان اقرار اور ہدایت کا نام ہے۔ اقرار بندے کا فعل ہے۔ بندہ مخلوق ہے اور ہدایت اللہ تعالیٰ کا فعل ہے لہٰذا غیر مخلوق ہے (عمدۃ القاری حصہ اوّل ص ۱۱۰)

[2] جمہور علماء کے نزدیک یہ کہنا کہ "میں ان شاء اللہ مومن ہوں" جائز نہیں کیونکہ یہ شک ہے حالانکہ یقین چاہیے جنھوں نے کہا ہے کہ ان شاء اللہ کہنا چاہیے وہ یا تو اللہ تعالیٰ کے نام سے تبرک حاصل کرنا چاہتے ہیں یا وہ خاتمہ سے ڈرتے ہیں یا ایمان کامل مراد لیتے ہیں محض تصدیق نہیں (مرام الکلام فی عقائد الاسلام، ص ۵۵) (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)۔

ایک شخص نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے سامنے کہا میں مومن ہوں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو بتایا گیا کہ یہ شخص اپنے مومن ہونے کا گمان کرتا ہے آپ نے فرمایا اس سے پوچھ کہ وہ جنت میں جائیگا یا جہنم میں؟ جب اس سے پوچھا گیا تو اس نے کہا اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتا ہے؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے پہلی بات کی طرح دوسری بات کی بھی وکالت کیوں نہ کی؟

دوسری بات یہ ہے کہ حقیقی مومن وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن ہے۔ یہی اہل جنت سے ہے۔ اور یہ بات تو ایمان پر خاتمے کے بعد حاصل ہوتی ہے جبکہ کوئی شخص اپنے خاتمہ کے بارے میں علم نہیں رکھتا۔ لہٰذا ہر وقت وہ ڈرے، امید رکھے، اپنی اصلاح کرے اور انتظار کرے یہانتک کہ جب موت آئے تو وہ اچھے اعمال پر ہو اور لوگ اس چیز پر مرتے ہیں جس پر زندہ رہتے ہیں اور اس پہ اٹھائے جائیں گے جس پر ان کی موت واقع ہوئی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جس طرح زندگی گزارتے ہو اسی طرح مروگے اور جس طرح تم مرتے ہو اسی طرح اٹھائے جاؤگے۔

اعمال مخلوق ہیں۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ بندوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور انسان ان کا کسب کرتا ہے خیر و شر، حسن و قبح، اطاعت و معصیت سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں ان کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے گناہ کا حکم دیا بلکہ اس نے اس کا فیصلہ فرمایا اور مقدر کیا اور اپنے ارادہ کے مطابق اسے پیدا کیا وہی رزق تقسیم کرتا ہے اور اس کا اندازہ فرماتا ہے۔ اسے کوئی روکنے والا روک نہیں سکتا نہ زائد رزق کم ہوتا ہے نہ کم رزق بڑھتا ہے نہ اس میں سے نرم، سخت ہوتا ہے اور نہ اس میں سے سخت نرم ہوتا ہے۔ آئندہ کل کا رزق آج نہیں کھایا جاتا اور نہ زید کا حصہ عمر کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حرام کو بھی رزق بناتا ہے جس طرح حلال کو بناتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسے جسموں کے لیے غذا اور توانائی کا باعث بناتا ہے نہ یہ کہ وہ حرام کو حلال قرار دیتا ہے۔

قاتل، مقتول کی مقررہ عمر کو ختم نہیں کرتا بلکہ وہ اپنے وقت پر مرتا ہے۔ یہی حال اس شخص کا ہے جو پانی میں غرق ہوتا ہے، جس پر دیوار گرتی ہے، جو پہاڑ کی چوٹی سے گرایا جاتا ہے اور جس کو درندہ کھا لیتا ہے۔ اسی طرح مسلمانوں اور مومنوں کو ہدایت دینا نیز کفار کو گمراہ کرنا اللہ تعالیٰ کے افعال اور اس کی صفت ہیں اس کی بادشاہی میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ ہم نے بندوں کے لیے کسب اس لیے ثابت کیا ہے کہ امر و نہی کے وہی مخاطب ہیں پھر ثواب و عذاب کے بھی وہی مستحق ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد

(بقیہ حاشیہ) بہر حال ہم حنفیوں کے نزدیک یقین کیساتھ اپنے ایمان کا اظہار کرنا چاہیے ۱۲ ہزاروی۔

فرماتا ہے "یہ ان کے اعمال کا بدلہ ہے"۔ نیز فرماتا ہے "ان کے صبر کا بدلہ ہے"۔ نیز ارشاد خداوندی ہے۔ "تمہیں کون سی چیز جہنم میں لے گئی"۔ وہ کہیں گے ہم نمازی نہ تھے اور نہ ہی ہم محتاج لوگوں کو کھانا کھلاتے تھے"۔ اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "یہ وہ آگ ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے"۔ نیز باری تعالیٰ کا ارشاد ہے "یہ اس کا بدلہ ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجا"۔ اس کے علاوہ دیگر آیات بھی ہیں۔

پس اللہ تعالےٰ نے ان کے افعال سے جزاء کا تعلق قائم کیا اور ان کے لیے کسب ثابت کیا۔

جہمیہ کا عقیدہ

جہمیہ کا عقیدہ اس کے خلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں بندوں کا کوئی کسب نہیں وہ دروازے کی مانند ہیں جسے بند کیا جاتا اور کھولا جاتا ہے۔ نیز درخت کی مثل ہیں جس کو حرکت دی جاتی ہے وہ حق کا انکار کرتے ہیں اور کتاب وسنت نیز ان تمام دلائل کا رد کرتے ہیں جن سے افعال کا اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور بندوں کا کسب ہونا ثابت ہوتا ہے۔

قدریہ کا عقیدہ

قدریہ کہتے ہیں بندہ اپنے افعال کا خود خالق ہے یہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق نہیں ان کے لیے تباہی ہو۔ یہ اس امت کے مجوسی ہیں۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرائے اور اس کے لیے عجز ثابت کیا اور اس کی طرف یہ بات منسوب کی کہ اس کی بادشاہی میں ایسے کام بھی ہوتے ہیں جو اس کی طاقت اور ارادے میں نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اس قسم کی باتوں سے پاک ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے "اللہ تعالیٰ نے تمہیں اور تمہارے اعمال کو پیدا فرمایا"۔ اور جس طرح اس نے ارشاد فرمایا "یہ تمہارے اعمال کا بدلہ ہے"۔ پس جب جزا ان کے اعمال پر واقع ہوتی ہے تو اعمال مخلوق بھی ہیں اور یہ کہنا جائز نہیں کہ ان کے اعمال سے مراد پتھروں سے بت تراشنا ہے کیونکہ پتھر تو جسم ہیں اور بندے ان کو بناتے ہیں اعمال تو وہ ہیں جو ان بتوں کے ساتھ بندوں سے صادر ہوتے ہیں۔

پس واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق سے ان کے اعمال مثلاً حرکات وسکنات مراد ہوں۔ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے "اور وہ ہمیشہ اختلاف میں رہیں گے مگر جس پر تیرا رب رحم فرمائے اور اسی کے لیے ان کو پیدا کیا"۔ مطلب یہ ہے کہ اس اختلاف کے لیے ان کو پیدا کیا۔ اور ارشادِ خداوندی ہے "کیا انھوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے شریک ٹھہرائے جنھوں نے اس کی تخلیق کی طرح پیدا کیا پس پیدا کرنا ایک جیسا ہوگیا آپ فرما دیجئے، اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے"۔

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے "کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا خدا ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دے"۔

اور اللہ تعالیٰ مشرکین کی خبر دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔" اور اگر ان کو بھلائی پہنچے تو کہتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور اگر ان کو برائی پہنچے تو کہتے ہیں یہ آپ کی طرف سے ہے۔ آپ فرما دیجئے، سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے پس اس قوم کو کیا ہو گیا ہے کہ بات سمجھنے کے قریب ہی نہیں جاتے۔"

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہر کاریگر اور اس کی صنعت کو پیدا فرمایا حتیٰ کہ اونٹ ذبح کرنے والے اور اس کے ذبح کرنے کو بھی پیدا فرمایا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے خیر و شر کو پیدا کیا اور اس شخص کے لیے خوشخبری ہے جس کے ہاتھ پر میں نے بھلائی کو مقدر کیا اور اس شخص کے لیے ہلاکت ہے جس کے ہاتھ پر میں نے شر کو مقدر کیا۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے بندوں کے اعمال کے بارے میں پوچھا گیا کہ جس چیز کی بنا پر وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی یا رضامندی کے مستحق ہوتے ہیں کیا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے یا بندوں کی طرف سے؟ آپ نے فرمایا تخلیق کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور عمل کے اعتبار سے بندوں کی طرف سے ہے۔

گناہ کفر نہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ مومن چاہے بہت سے کبیرہ اور صغیرہ گناہ کرے ان کی وجہ سے کافر نہیں ہوتا اگرچہ دنیا سے توبہ کیے بغیر رخصت ہو بشرطیکہ اسے توحید و اخلاص پر موت آئے۔ بلکہ اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ اگر چاہے تو اسے بخش دے اور جنت میں داخل کرے اور اگر چاہے تو اسے عذاب دے اور جہنم میں داخل کرے۔ پس تم اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان ایسی چیز داخل نہ کرو کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ نہ دے۔

مومن ہمیشہ جنت میں رہیگا

ہمارا اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ جس مومن کو گناہ کبیرہ کی وجہ سے جہنم میں داخل کریگا وہ ہمیشہ اس میں نہیں رہیگا بلکہ اللہ تعالیٰ اُسے جہنم سے باہر لائیگا کیونکہ اس کے لیے جہنم دنیا میں قید خانے کی طرح ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اسے اس کے گناہ اور جرم کے مطابق سزا دے گا پھر وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ساتھ باہر آ جائیگا اور اس میں ہمیشہ نہیں رہیگا کیونکہ یہ جسم آگ پر حرام ہے اور وہ جب تک آگ میں ہے اللہ تعالیٰ سے اُس کی اُمید ختم نہیں ہوتی حتیٰ کہ باہر آ جائے۔ پھر وہ جنت میں داخل ہو گا اور جس قدر اس نے دنیا میں عبادت کی ہو گی اس کے مطابق اس کے درجات بلند کیے جائیں گے۔ لیکن قدریہ کا نظریہ اس کے خلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ کبیرہ گناہ عبادات کو ضائع کر دیتا ہے لہٰذا اس عبادت پر ثواب نہیں ملتا۔ خوارج کا بھی یہی قول ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں ہلاک کرے۔

تقدیر پر ایمان

تقدیر کی بھلائی اور برائی نیز اللہ تعالیٰ کے خوش کن اور تلخ فیصلوں پر ایمان لانا چاہیے۔ نیز جو کچھ پہنچنے والا ہے وہ ڈر کی وجہ سے دور نہیں ہوگا اور جو اسباب ملنے والے نہیں ہیں وہ طلب پر نہیں ملتے۔ جو کچھ گذشتہ زمانوں میں ہو چکا ہے اور جو کچھ قیامت تک ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کی قضاء اور تقدیر کی بناء پر ہے۔ نیز جو کچھ لوحِ محفوظ میں لکھا جا چکا ہے مخلوق کے لیے اس سے بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں۔ اگر تمام مخلوق بھی کسی ایسے شخص کو نفع پہنچانا چاہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے نفع کا فیصلہ نہیں فرمایا تو وہ اس پر قادر نہیں ہونگے اور اگر وہ اسے نقصان پہنچانا چاہیں جس کا بارگاہِ خداوندی سے فیصلہ نہیں ہوا تو وہ ایسا نہیں کر سکتے۔

جس طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "اور اگر اللہ تعالیٰ تمہیں تکلیف پہنچائے تو اسے اس کے سوا کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تمہیں بھلائی عطا کرنا چاہے تو اس کے فضل کو کوئی رد نہیں کر سکتا۔ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔"

حضرت زید بن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں مجھ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور آپ صادق و مصدوق ہیں کہ تم میں سے ایک کی تخلیق ماں کے پیٹ میں چالیس دن بصورت نطفہ جمع ہوتی ہے ایک روایت میں چالیس رات کا ذکر ہے۔ پھر اتنا ہی عرصہ جما ہوا خون رہتا ہے پھر اتنی ہی مدت گوشت کا ٹکڑا ہوتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو چار باتوں کے ساتھ بھیجتا ہے۔ اس کا حلیہ، رزق، عمل نیز یہ کہ وہ بدبخت ہوگا یا نیک بخت۔ نیز ایک آدمی جہنمیوں کے کام کرتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور جہنم کے درمیان صرف دو ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس پر تقدیر سبقت لیجاتی ہے پس وہ اہلِ جنت کی طرح کام کرنے لگتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے اور ایک شخص جنتیوں جیسے کام کرتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف دو ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس پر تقدیر سبقت کر جاتی ہے۔ چنانچہ وہ اہلِ جہنم جیسے کام کرنا شروع کر دیتا ہے اور جہنم میں داخل ہو جاتا ہے۔

حضرت ہشام بن عروہ بواسطہ اپنے والد، ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں آپ فرماتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایک شخص اہلِ جنت والے کام کرتا ہے حالانکہ لوحِ محفوظ میں لکھا ہوتا ہے کہ وہ اہلِ جہنم سے ہے۔ جب موت کا وقت آتا ہے تو وہ پھر جاتا ہے اور اہلِ جہنم کی طرح کام کرتا ہے۔ پس جب مرتا ہے تو جہنم میں داخل ہوتا ہے۔ اور ایک شخص جہنمیوں جیسے کام کرتا ہے حالانکہ وہ کتابِ الٰہی میں اہلِ جنت سے لکھا ہوتا ہے جب موت میں کچھ وقت باقی ہوتا ہے تو وہ جنتیوں جیسے کام کرنے لگتا ہے۔ پھر مر جاتا ہے اور جنت میں داخل ہوتا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن سلمی رضی اللہ عنہ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا:

ہم بارگاہِ نبوی میں حاضر تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زمین کو کرید رہے تھے کہ اچانک آپؐ نے سر انور اٹھایا۔ اور فرمایا کوئی شخص ایسا نہیں جس کا جہنم میں ٹھکانا معلوم نہ ہو اور کوئی شخص ایسا نہیں جس کا جنت میں ٹھکانا معلوم نہ ہو صحابہ کرام نے عرض کیا کیا ہم اس پر بھروسا نہ کرلیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عمل کرو ہر شخص کے لیے وہ کام آسان کر دیا گیا ہے جس کے لیے اُسے پیدا کیا گیا۔

حضرت سالم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! بتائیے کیا جو عمل ہم کرتے ہیں اس سے فراغت ہو چکی ہے یا وہ نئی پیدا ہونے والی چیز ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلا شبہ اس سے فراغت ہو چکی ہے۔ انھوں نے عرض کیا تو کیا ہم اُسی پر توکل نہ کرلیں؟ آپ نے فرمایا عمل کرو اے ابن خطاب! بے شک ہر شخص کے لیے وہ کام آسان کر دیا گیا ہے جس کے لیے اُسے پیدا کیا گیا ہے۔ پس جو شخص نیک بخت لوگوں میں ہوتا ہے وہ نیک بختی کے کام کرتا ہے اور جو بد بخت لوگوں میں سے ہوتا ہے وہ بد بختی کے کام کرتا ہے۔

رؤیت باری تعالیٰ

ہمارا ایمان ہے کہ شبِ معراج نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کی زیارت کی ہے۔ یہ زیارت سَر کی آنکھوں سے تھی نہ دل کی آنکھوں سے اور نہ ہی خواب میں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد" اور انھوں نے اسے دوسری بار دیکھا" کے ضمن میں فرماتے ہیں" میں نے اپنے رب کو اپنے سامنے دیکھا اور اس میں کچھ شبہ نہیں" اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد" اور سدرۃ المنتہیٰ کے پاس" کے بارے میں آپ فرماتے ہیں" میں نے اللہ تعالیٰ کو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا یہاں تک کہ میرے لیے ذاتِ باری تعالیٰ کا نور واضح ہوا" حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد" اور ہم نے اس رؤیت کو جو ہم نے آپ کو دکھائی لوگوں کے لیے آزمائش بنا دیا" کے بارے میں فرماتے ہیں یہ آنکھ سے دیکھنا تھا جو اللہ تعالیٰ نے شبِ معراج اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں خلّت (دوستی) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے تھی۔ کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے اور رؤیت (دیکھنا) حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو مرتبہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

حدیث ام المؤمنین کا جواب

یہ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت کے خلاف

نہیں جس میں رؤیت کا انکار ہے کیونکہ وہاں نفی ہے اور یہ بیان اثبات ہے۔ پس دونوں کے جمع ہونے کی صورت میں اثبات مقدم ہوگا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے لیے رؤیت کو ثابت کیا۔

حضرت ابوبکر بن سلیمان فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو گیارہ بار دیکھا ہے ان میں سے نو بار دیکھنا سنّت سے ثابت ہے جو معراج شریف کی رات واقع ہوا۔ جب آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اپنے رب کے درمیان بار بار آتے جاتے رہے اور اپنے رب سے سوال کیا کہ آپ کی امت سے نمازوں میں تخفیف کیجائے چنانچہ نو بار حاضری سے پینتالیس نمازیں کم کی گئیں اور دوبار کی رؤیت قرآن پاک سے ثابت ہے۔

منکر نکیر کے بارے میں عقیدہ

ہمارا ایمان ہے کہ منکر نکیر، انبیاء کرام کے علاوہ ہر شخص کے پاس (قبر میں) آتے ہیں اور جو کچھ وہ دین کے بارے میں عقیدہ رکھتا ہے اس سے متعلق سوال کرتے ہیں۔ یہ دونوں فرشتے قبر میں آتے ہیں اور میت میں روح ڈالی جاتی ہے پھر اسے بٹھایا جاتا ہے اور اس کی روح سے بغیر کسی تکلیف کے سوال کیا جاتا ہے۔

میّت قبر پر آنیوالے کو پہچانتی ہے

ہمارا ایمان ہے کہ میّت اس شخص کو پہچانتی ہے جو اس کی زیارت کو آتا ہے اور سب سے زیادہ پہچان جمعہ کے دن سورج کے طلوع سے پہلے اور طلوع فجر کے بعد ہوتی ہے۔

قبر کے عذاب اور خوشی پر ایمان

اس بات پر ایمان لانا واجب ہے کہ کفّار اور گنہگار لوگوں کو قبر میں عذاب ہوتا ہے اور قبر دباتی ہے نیز نیک لوگوں کو قبر میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں۔

معتزلہ اس بات کا انکار کرتے ہیں اسی طرح وہ منکر نکیر کے بھی منکر ہیں۔ اس مسئلے پر اہلِ سُنّت کی دلیل قرآن پاک کی یہ آیت ہے۔ "اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو حق بات پر دنیا اور آخرت میں قائم رکھتا ہے"۔ اس کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ دنیا سے مراد روح نکلنے کا وقت ہے اور آخرت سے مراد منکر نکیر کے سوال کا وقت ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی ایک انسان قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے پاس سیاہ رنگ کے اور نیلی آنکھوں والے دو فرشتے آتے

ہیں وہ پوچھتے ہیں تو اس شخصیت یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا، تو وہ جواب میں وہی بات کہتا ہے جو کہا کرتا تھا اگر وہ مومن ہے تو جواب دیتا ہے یہ اللہ تعالےٰ کے بندے اور رسول ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کے رسول ہیں۔ فرشتے کہتے ہیں ہمیں معلوم تھا کہ تو یہی جواب دیگا پھر اس کی قبر ہر طرف ستّر ستّر گز کشادہ کی جاتی ہے اور اس کی قبر نور سے بھر دی جاتی ہے اس کے بعد کہا جاتا ہے سو جا۔ وہ کہتا ہے مجھے چھوڑ دو تاکہ میں گھر والوں کی طرف لوٹ جاؤں اور انھیں یہ خوشخبری سناؤں۔ اسے کہا جاتا ہے دلہن کی طرح سو جا جسے اس کے محبوب کے سوا کوئی نہیں جگاتا۔ (یہ سلسلہ جاری رہتا ہے) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اُسے اس جگہ سے اٹھائیگا۔ اور اگر وہ منافق ہے تو کہتا ہے مجھے کچھ پتا نہیں میں لوگوں سے سنا کرتا تھا وہ کچھ کہتے تھے اور میں بھی وہی کچھ کہتا تھا۔ فرشتے کہتے ہیں ہمیں معلوم تھا کہ تو یہی کچھ کہے گا۔ پھر زمین کو کہا جاتا ہے اس پر اکٹھی ہو جا چنانچہ وہ اکٹھی ہو جاتی ہے حتّٰی کہ اس کی پسلیاں ایک دوسری میں دھنس جاتی ہیں۔ اور اسے قبر میں مسلسل عذاب ہوتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے اس مقام سے اٹھائے۔

اہلِ سنت نے عطا بن یسار رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی استدلال کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا "اے عمر! تمہاری کیا کیفیت ہو گی جب تمہارے لیے تین گز اور ایک بالشت لمبی اور ایک گز ایک بالشت چوڑی زمین حاصل کی جائے گی پھر تمہارے گھر والے تمہاری طرف متوجہ ہوں گے تمہیں غسل دیں گے، کفن پہنائیں گے، خوشبو لگائیں گے پھر اٹھا کر لے جائیں گے یہاں تک کہ تمہیں زمین میں چھپا دیں گے پھر تجھ پر مٹی ڈال دیں گے اس کے بعد واپس چلے آئیں گے اور تمہارے پاس دو پوچھنے والے یعنی منکر اور نکیر آئیں گے۔ ان کی آواز سخت گرج کی طرح ہو گی اور ان کی آنکھیں سخت اُچکنے والی بجلی کی طرح ہوں گی انھوں نے اپنے بال لٹکائے ہونگے وہ تمہیں جھنجھوڑیں گے ڈرائیں گے اور کہیں گے۔ تمہارا رب کون ہے؟ تمہارا دین کیا ہے؟ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا میرا وہ دل جو آج میرے پاس ہے اس دن بھی میرے پاس ہو گا؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا "ہاں"۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا پھر میں انہیں کفایت کر لوں گا۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سوال روح کے لوٹانے کے بعد ہو گا کیونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا "اور میرے ساتھ میرا دل بھی ہو گا؟" اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں"

حضرت منہال بن عمرو اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک انصاری کے جنازے میں نکلے اور قبر تک پہنچ گئے اور ابھی تک قبر کھودی نہیں گئی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے اور ہم بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے (تو آپ کی دہشت کے باعث ہم یوں خاموش بیٹھے تھے) گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں آپ کے دست مبارک میں ایک لکڑی تھی جس کے ساتھ آپ زمین کرید رہے تھے۔

آپ نے سرِانور اٹھایا اور دو یا تین بار فرمایا میں قبر کے عذاب سے اللہ تعالیٰ سے پناہ چاہتا ہوں اس کے بعد رسول اکرم ؐ نے فرمایا جب بندہ آخرت کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور دنیا سے اس کا رشتہ ختم ہو جاتا ہے تو اس پر سفید چہروں والے فرشتے اترتے ہیں گویا ان کے چہرے سورج ہیں انکے پاس جنت کے کفنوں میں سے ایک کفن اور جنت کی خوشبو میں سے خوشبو ہوتی ہے وہ فرشتے اس شخص کے پاس حدِّ نگاہ تک بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر موت کا فرشتہ آتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے اے مطمئن اور پاکیزہ نفس! اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت اور اس کی رضامندی کی طرف نکل جا ــــــ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وہ جان اس طرح آرام سے نکلتی ہے جس طرح برتن سے پانی کے قطرے نکلتے ہیں فرشتے اُسے اُٹھا لیتے ہیں اور اس کے ہاتھ میں پلک جھپکنے کا اندازہ بھی نہیں چھوڑتے بلکہ اسے پکڑ کر کفن اور خوشبو میں رکھ لیتے ہیں اور اس سے کستوری سے بھی زیادہ خوشبو آتی ہے جو زمین میں نہیں پائی جاتی پھر وہ اسے لے کر اوپر چڑھ جاتے ہیں اور کسی فرشتے کے پاس سے نہیں گزرتے مگر وہ کہتا ہے یہ نہایت پاکیزہ خوشبو ہے۔ فرشتے کہتے ہیں یہ فلاں بن فلاں ہے اس کا نہایت اچھا نام لے کر پکارتے ہیں پھر اسے لیکر آسمانِ دنیا تک پہنچتے ہیں اور اسے کھولنے کا مطالبہ کرتے ہیں پس وہ ان کے لیے کھول دیا جاتا ہے۔ فرشتے اس میّت کا استقبال کرتے ہیں اور ہر آسمان سے دوسرے آسمان تک ساتھ جاتے ہیں یہاں تک کہ ساتویں آسمان تک پہنچ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اس کا نامۂ اعمال علیّین میں لکھو اور اسے زمین کی طرف لوٹا دو ہم نے انھیں اسی زمین سے پیدا کیا اور اسی طرف ان کو لوٹاتے ہیں اور اسی سے ان کو دوبارہ نکالیں گے۔ چنانچہ روح کو اس کے جسم کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام ہے۔ فرشتے اس سے پوچھتے ہیں تم اس ذات کے بارے میں کیا کہتے ہو جو تمہاری طرف مبعوث ہوئے وہ کہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ آپ ہمارے پاس حق لے کر آئے۔ پھر فرشتے اس سے پوچھتے ہیں۔ تجھے یہ بات کس نے بتائی؟ وہ کہتا ہے میں نے اللہ کی کتاب قرآن مجید پڑھا اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔ اس پر آسمان سے ایک پکارنے والا پکارتا ہے۔ میرے بندے نے سچ کہا اس کے لیے جنت سے بچھونا بچھاؤ اور جنتی لباس پہناؤ اور جنت کی طرف دروازہ کھول دو چنانچہ اس کی طرف جنت کی ہوا اور خوشبو آتی ہے اور اس کی قبر حدِّ نگاہ تک کشادہ کر دی جاتی ہے۔ اور ایک نہایت خوبصورت اور اچھی خوشبو والا شخص اس کے پاس آتا ہے اور اس سے کہتا ہے تجھے اس چیز کی خوشخبری ہو جس سے تو خوش ہو گا۔ آج کا وہ دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ وہ پوچھتا ہے تو کون ہے؟ وہ کہتا ہے میں تیرا نیک عمل ہوں۔ وہ کہتا ہے اے میرے رب! اب قیامت قائم فرما دے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب کافر آخرت کی طرف جانے لگتا ہے اور دنیا سے اس کا تعلق ختم ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف سیاہ چہروں والے فرشتے اُتارتا ہے۔ ان کے پاس ٹاٹ ہوتے ہیں

وہ اس کے پاس حدِ نگاہ تک بیٹھ جاتے ہیں پھر موت کا فرشتہ آ کر اس کے سرہانے بیٹھتا ہے اور کہتا ہے اے خبیث نفس! اللہ کے غضب اور ناراضگی کی طرف نکل۔ پھر وہ اس کے اعضاء میں پھیل جاتا ہے اور اسے اس طرح نکالتا ہے جس طرح اُون سے سلاخ نکالی جاتی ہے اور اس کی رگیں کاٹ دی جاتی ہیں۔ فرشتے اس کو لے کر ان ٹاٹوں میں ڈال دیتے ہیں اس سے مُردار کی بدبو جیسی بدبو نکلتی ہے فرشتے اسے لے کر اوپر چلے جاتے ہیں وہ فرشتوں کے جس گروہ کے پاس سے گزرتے ہیں وہ پوچھتے ہیں یہ خبیث بدبو کیا ہے۔ فرشتے اس کا نہایت بُرا نام لے کر کہتے ہیں یہ فلاں بن فلاں ہے۔ حتّٰی کہ وہ اسے آسمان دنیا تک پہنچاتے ہیں۔ دروازہ کھولنے کا مطالبہ کرتے ہیں لیکن ان کے لیے دروازہ کھولا نہیں جاتا۔ پھر حضور علیہ السلام نے یہ آیت پڑھی "ان کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے۔" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس کا نامۂ اعمال سجّین میں لکھو۔ پھر اس کی روح پھینک دی جاتی ہے۔ اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا "اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرائے گویا وُہ آسمان سے گرا پس اسے پرندے اچک لیں یا ہوا اسے کسی دور کے مقام پر پھینک دے۔" (آیت کریمہ) یعنی اسے رد کیا جاتا ہے اور اس کی رُوح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے پھر اسکے بعد دو فرشتے آتے ہیں اسے بٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے ہاہ ہا! میں نہیں جانتا۔ پھر وہ کہتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے ہاہ ہاہ! میں نہیں جانتا پھر وہ پوچھتے ہیں اس ذات کے بارے میں کیا کہتا ہے جو تم میں بھیجے گئے؟ وہ کہتا ہے ہاہ، ہاہ! میں نہیں جانتا۔ پس ایک منادی آواز دیتا ہے میرے بندے نے جھوٹ کہا۔ اس کے لیے آگ کا بچھونا بچھاؤ اس کو آگ کا لباس پہناؤ اور آگ کا دروازہ کھولو۔ پس اس پر جہنم کی گرمی اور ہوا داخل ہوتی ہے اور اس پر قبر تنگ ہو جاتی ہے یہاں تک کہ اس کی ہڈیاں اِدھر سے اُدھر ہو جاتی ہیں۔ پھر اس کے پاس ایک بُرے کپڑوں والا، بدصورت اور بدبودار شخص آتا ہے اور کہتا ہے تجھے اس چیز کی خوشخبری ہو جو تجھے بدحال کر دیگی۔ یہ وہ دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ وہ کہتا ہے تو کون ہے؟ وہ شخص کہتا ہے میں تیرا بُرا عمل ہوں۔ پھر وہ کہتا ہے۔ یارب! قیامت قائم نہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب مومن کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کی قبر لمبائی میں ستر گز اور چوڑائی میں ستر گز تک وسیع کر دیجاتی ہے۔ اس پر خوشبوئیں بکھیری جاتی ہیں اور جنت کا ریشمی لباس پہنایا جاتا ہے۔ اگر اس کے پاس قرآن پاک سے کچھ ہو تو اس کو نورِ قرآن کفایت کرتا ہے۔ اور اگر قرآن میں سے کچھ یاد نہ ہو تو قبر میں سورج کی روشنی جیسی روشنی کر دی جاتی ہے اور وہ دلہن کی مثل ہو جاتا ہے جو سوتی ہے اور اسے گھر والوں میں سے صرف وہی جگاتا ہے جو اسے سب سے زیادہ محبوب ہوتا ہے پس وہ اپنی نیند سے یوں جاگتا ہے جیسے اس سے سیر نہ ہوا ہو۔ اور کافر کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس پر قبر تنگ ہو جاتی ہے حتّٰی کہ اس کی پسلیاں اس کے پیٹ میں داخل ہو جاتی ہیں اور اس پر بختی اونٹ جیسے سانپ بھیجے جاتے ہیں وہ اس کا گوشت کھاتے ہیں یہاں تک کہ اس کی ہڈیوں پر گوشت باقی نہیں چھوڑتے اور اس پر گونگے، بہرے اور اندھے شیطان مسلّط کیے جاتے ہیں کہا جاتا ہے کہ یہ شیطان رجیم ہے۔

ان کے پاس لوہے کے گرز ہوتے ہیں جن کے ساتھ وہ اسے مارتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اس کی آواز نہیں سنتے اور نہ اسے دیکھتے ہیں کہ اس پر رحم کریں اور اس پر صبح و شام آگ پیش کی جاتی ہے۔

یہ روایات قبر کے عذاب اور نعمتوں پر دلالت کرتی ہیں اور اگر لوگ اس پر اعتراض کریں اور کہیں کہ سُولی پر چڑھائے جانے والے، جل جانے والے غرق ہونے والے اور وہ جسے درندہ کھالے اور اس کا گوشت بکھر جائے۔ نیز اس کے اجزاء بکھر جائیں تو ان لوگوں کے عذاب کے بارے میں کیا کہو گے۔ تو ایسے لوگوں سے کہا جائے گا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عذاب قبر اور اس سوال کا ذکر فرمایا جو عادت کے مطابق ہو اور مخلوق میں عادت یہ ہے کہ انھیں قبروں میں دفن کیا جاتا ہے اور اگر کوئی میت اس نادر صفت کی صورت میں پائی جاتی ہے تو اس سلسلے میں کوئی ممانعت نہیں کہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ اس کی روح کو زمین کی طرف پھیر دیتا ہے پھر اسے دبایا جاتا ہے اس سے سوال ہوتا ہے پھر اسے عذاب ہوتا ہے یا نعمتوں سے متمتع ہوتا ہے۔ جیسا کہ کفّار کی ارواح کو ہر دن دو مرتبہ صبح و شام عذاب دیا جاتا ہے یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے پھر وہ ارواح اپنے اجسام کے ساتھ جہنم میں داخل ہو جائیں گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "ان پر صبح و شام آگ پیش کی جاتی ہے" اور جس دن قیامت قائم ہو گی۔ فرعون کی اولاد کو سخت عذاب میں مبتلا کیا جائیگا، شہداء اور مومنوں کی ارواح سبز پرندوں کے پیٹ میں جنت میں چرتی ہیں اور عرش کے نیچے نور کی قندیلوں میں ٹھکانہ اختیار کرتی ہیں پھر جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائیگا تو قیامت کے دن یہ ارواح حساب و کتاب کے لیے پیش ہونے کی خاطر زمین میں اپنے اجسام میں داخل ہو جائیں گی جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے بھائی اُحد میں شہید ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو سبز پرندوں کے پیٹوں میں ڈال دیا وہ جنت میں چرتے ہیں اور عرش کے سائے میں (لٹکی ہوئی) سونے کی قندیلوں میں آجاتے ہیں۔ جب وہ اپنے کھانے، پینے اور دوپہر کے آرام کو نہایت عمدہ پاتے ہیں تو کہتے ہیں کون ہمارے بھائیوں تک یہ خبر پہنچائے کہ ہم جنت میں زندہ ہیں اور ہمیں رزق دیا جاتا ہے لہٰذا نہ تو تم جہاد ترک کرو اور نہ لڑائی سے منہ پھیرو۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اور اس کی بات سب سے سچی ہے ہم ان تک یہ پیغام پہنچائیں گے پس جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہوئے انہیں مُردہ گمان نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اور انھیں اپنے رب کے ہاں رزق دیا جاتا ہے وہ اس فضل پر خوش ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا"

پس جائز ہے کہ مومن اور کافر سے سوال کیا جائے اور ان کے جسم کے بعض حصّوں کو عذاب دیا جائے یا نعمت سے سرفراز کیا جائے اور بعض حصّوں کو نہ عذاب ہو اور نہ ہی وہ نعمت حاصل کر پائیں اور ممکن ہے کہ جو کچھ بعض اعضاء سے سلوک کیا جائے کُل کے ساتھ نہ کیا جائے۔

اعتراض کا ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان متفرق اجزاء کو ضغطہ اور سوال کے لیے جمع فرماتا ہے۔

جیسا کہ یہ عمل قیامت کے دن اُٹھنے اور محاسبہ کے لیے کیا جائیگا۔

قیامت پر ایمان

پھر قبروں سے اُٹھنے اور پھیل جانے پر ایمان لانا واجب ہے جس طرح اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "اور بیشک قیامت آنے والی ہے اس میں کچھ شک نہیں اور اللہ تعالیٰ قبر والوں کو اُٹھائے گا۔" اور جس طرح ارشاد خداوندی ہے۔ "جس طرح تمہیں پیدا کیا واپس لوٹو گے۔" نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "اسی سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور اسی میں تم کو لوٹائیں گے اور پھر دوسری مرتبہ اسی سے تم کو نکالیں گے۔"

اللہ تعالیٰ ان کو اٹھائے گا اور جمع فرمائے گا تاکہ ہر نفس کو اس کے عمل کا بدلہ دیا جائے اور تاکہ بداعمال لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ اور نیک لوگوں کو اچھا بدلہ دے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "وہ ذات ہے جس نے تم کو پیدا کیا پھر تمہیں مارتا ہے پھر تم کو زندہ کرے گا۔"

اور وہ ذات جو مخلوق کو پیدا کرنے پر قادر ہے انھیں دوبارہ لوٹانے پر بھی قادر ہے۔ فرقہ معطلہ نے اللہ تعالیٰ انھیں تباہ کرے حشر نشر کا انکار کیا ہے۔

شفاعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اس بات پر ایمان لانا واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کبیرہ گناہ کرنے والوں اور دیگر گنہگاروں کے حق میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قبول فرمائے گا۔ عام اس سے کہ یہ شفاعت جہنم میں جانے سے پہلے تمام مسلمان امتوں کے حساب کے لیے ہو یا صرف اس امت کے لیے جنت میں داخل ہونے کے بعد ہو پس وہ حضور علیہ السلام اور دیگر نیک مومنوں کی شفاعت کے ساتھ جہنم سے باہر نکلیں گے۔ یہاں تک کہ جہنم میں وہ شخص بھی نہیں رہیگا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہو اور جس نے زندگی میں ایک بار بھی خاص اللہ تعالیٰ کے لیے " لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ " پڑھا ہو۔ قدریہ فرقہ شفاعت کے منکر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید میں ان کی تکذیب مذکور ہے۔ اللہ تعالیٰ (ان کا قول نقل کرتے ہوئے) ارشاد فرماتا ہے: "ہمارے لیے نہ کوئی سفارشی ہے اور نہ کوئی گہرا دوست" اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے (وہ کہتے ہیں) "کیا ہمارے لیے سفارشی ہیں جو ہماری سفارش کریں۔" نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے "اور انھیں سفارش کرنے والوں کی سفارش نے کوئی فائدہ نہ دیا۔"

پس اللہ تعالیٰ نے آخرت میں شفاعت کو ثابت فرمایا اسی طرح سنت میں بھی اس کا ذکر اور ثبوت ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قیامت کے دن سب سے پہلے جس کی قبر کھلے گی وہ میں ہوں گا اور اس پر مجھے فخر نہیں میں اولادِ آدم علیہ السلام کا سردار ہوں لیکن مجھے اس

پر فخر نہیں میں حمد کے جھنڈے کا مالک ہوں لیکن میں فخر نہیں کرتا سب سے پہلے میں جنت میں داخل ہونگا لیکن مجھے اس پر فخر نہیں جنت کے دروازے کا حلقہ میں تھے پکڑا ہوگا پس مجھے اجازت دی جائے گی تو میں اپنے جبار رب کو سامنے پاؤں گا چنانچہ میں اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنا سر انور اٹھائیں شفاعت کریں قبول کی جائے گی اور مانگیں عطا کیا جائے گا پس میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور کہوں گا اے میرے رب! میری امت، میری امت اور میں مسلسل اپنے رب کی طرف رجوع کروں گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا آپ جائیں اور دیکھیں آپ جس کے دل میں ایک دانے کے برابر بھی ایمان پاتے ہیں اسے جہنم سے نکال لیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں پس میں اپنی امت میں سے پہاڑ جتنے لوگ نکالوں گا پھر مجھ سے انبیاء کرام کہیں گے آپ اپنے رب کی طرف لوٹ جائیں اور سوال کریں تو میں کہوں گا تحقیق میں نے اپنے رب کی طرف رجوع کیا حتیٰ کہ اب مجھے شرم آتی ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ میری شفاعت امت میں سے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے ہوگی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کے لیے ایک (خاص) مقبول دعا ہے۔ دیگر تمام انبیاء کرام نے اپنی دعائیں جلدی کی لیکن میں نے اپنی اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے جمع کر رکھا ہے اور یہ ان شاء اللہ میری امت کے ہر اس فرد کو پہنچے گی جو اس حال میں دنیا سے رخصت ہوا کہ اس نے خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا ہوگا۔

حضرت انس انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں زمین پر موجود پتھروں اور ڈھیلوں سے بھی زیادہ لوگوں کی شفاعت کروں گا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن میزان کے پاس بھی اور پل صراط کے پاس بھی شفاعت فرمائیں گے اسی طرح ہر نبی کو شفاعت کا حق حاصل ہوگا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام عرض کریں گے اے رب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا "لبیک"، حضرت ابراہیم عرض کریں گے یا اللہ! تو نے اولاد آدم کو جلا دیا "اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہر شخص کو جہنم سے نکالو جس کے دل میں گندم یا جو کے دانے کے برابر بھی ایمان ہے اسی طرح ہر امت میں صدیقین اور صالحین کو بھی شفاعت کا حق حاصل ہوگا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کے لیے (بارگاہ خداوندی سے) ایک عطیہ ہے اور میں نے اپنا عطیہ امت کی شفاعت کے لیے محفوظ رکھا ہے اور میری امت میں سے ایک آدمی قبیلہ بھر کی شفاعت کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس کی شفاعت سے اس کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ کوئی شخص تین ۳ آدمیوں کی شفاعت کرے گا، کوئی دو ۲ کی اور کوئی شخص صرف ایک آدمی کی شفاعت کرے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مسلمانوں میں کچھ لوگ جن کو عذاب دیا گیا ہو گا محض اللہ تعالیٰ کی رحمت اور شفاعت کرنے والوں کی سفارش سے جنت میں داخل ہوں گے۔ نیز حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے معروف روایت میں بھی اس بات کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ جہنمیوں میں سے جس کو چاہے گا اپنے خاص فضل، کرم، رحمت اور احسان کے ساتھ جہنم سے نکالیگا۔ اس کے بعد کہ ان کو جلایا گیا ہو گا اور کوئلہ بن چکے ہونگے۔

حضرت حسن، حضرت انس رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا میں مسلسل بارگاہِ خداوندی میں شفاعت کرتا رہوں گا۔ پس اللہ تعالیٰ میری شفاعت قبول فرمائیگا۔ یہاں تک کہ میں کہوں گا یا اللہ! اس شخص کے حق میں بھی میری شفاعت قبول فرما جس نے "لا الٰہ الا اللہ" پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپ کے لیے نہیں اور نہ کسی دوسرے کے لیے بلکہ یہ میرے اختیار میں ہے مجھے اپنی عزت، جلال اور رحمت کی قسم میں کسی ایک بھی کلمہ گو کو جہنم میں نہیں چھوڑوں گا۔"

پُل صراط پر ایمان

اس بات پر ایمان لانا بھی واجب ہے کہ جہنم پر پُل صراط ہے اور یہ ایک پُل ہے۔ جہنم کے اوپر کھینچا گیا ہے جس کو اللہ تعالیٰ جہنم میں ڈالنا چاہے گا اسے یہ پُل پکڑ لیگا اور جسے اللہ تعالیٰ چاہے جانے دیگا۔ جس کو اللہ تعالیٰ جہنم میں ڈالنا چاہے گا وہ جہنم میں گر جائیگا۔ لوگوں کے لیے ان حالات میں حسب اعمال نور ہو گا۔ ان میں سے کچھ چل رہے ہونگے، کچھ دوڑیں گے، کچھ سوار ہوں گے اور بعض سرین کے بل گھسٹتے ہوں گے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا وصف یوں بیان فرمایا کہ پُل صراط کے ساتھ کچھ کنڈے ہوں گے۔ ایک طویل حدیث میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ سعدان کے کانٹوں کی طرح ہوں گے، کیا تم جانتے ہو سعدان کے کانٹے کیا ہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا وہ سعدان کے کانٹوں کی مثل ہوں گے[1] البتہ یہ کہ وہ کتنے بڑے ہوں گے، خدا ہی جانتا ہے وہ لوگوں کو پکڑیں گے پس ان میں سے بعض اپنے اعمال کی وجہ سے ہلاک ہونگے اور ان میں سے کچھ کوٹ کر ریزہ ریزہ کیے گئے رائی کے دانے کی طرح ہونگے اور ان میں بعض کو ریزہ ریزہ کر دیں گے پھر وہ نجات حاصل کرے گا اور کہا گیا ہے کہ یہ کُنڈے کاٹنے کے لیے بھی ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قربانی کے جانوروں کو خوب موٹا تازہ کرو کیونکہ وہ پُل صراط پر تمہاری سواریاں ہوں گے۔

---

[1] ایک خار دار گھاس جو اونٹ بڑی رغبت سے کھاتا ہے اس کے کانٹے بہت لمبے لمبے ہوتے ہیں (ادارہ)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پل صراط کے بارے میں منقول ہے کہ وہ بال سے زیادہ باریک چنگاری سے زیادہ گرم اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا۔ اس کی لمبائی آخرت کے سالوں کے حساب سے تین سو سال کی مسافت ہوگی۔ نیک لوگ اس پر سے گزر جائیں گے جبکہ بدکار اس سے نیچے گر پڑیں گے اور کہا گیا ہے کہ آخرت کے سالوں کے حساب سے تین ہزار سال کی مسافت ہے۔

حوضِ کوثر

اہلِ سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ قیامت کے دن ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک حوض ہوگا اس سے مومن پانی پئیں گے کافر نہیں پئیں گے اور یہ پیالہ پل صراط سے گزرنے کے بعد اور جنت میں جانے سے پہلے ہوگا جو شخص اس سے پیئے گا وہ اس کے بعد کبھی بھی پیاسا نہ ہوگا اس کی چوڑائی ایک مہینے کی مسافت ہوگی۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا۔ اس کے گرد آسمان کے ستاروں کی تعداد میں لوٹے ہوں گے۔ اس میں کوثر سے دو پرنالے بہ رہے ہوں گے جس کی ابتدا جنت میں سے اور آخری سرا حساب و کتاب کی جگہ ہوگا۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حوض کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: میں قیامت کے دن حوض کے پاس ہوں گا۔ حضور علیہ السلام سے حوض کی وسعت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا جہاں میں کھڑا ہوں یہاں سے لیکر عمان تک ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا۔ اس میں جنت سے دو پرنالے گرتے ہیں ایک چاندی کا اور دوسرا سونے کا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمہارے وعدے کی جگہ میرا حوض ہے اس کی چوڑائی، لمبائی جتنی ہے اور وہ ایلیاء مقام سے مکہ مکرمہ تک کی مسافت سے بھی زیادہ دور ہے۔ یہ ایک مہینے کی مسافت ہے۔ اس میں ستاروں کی مقدار میں لوٹے ہوں گے۔ اس کا پانی چاندی سے زیادہ سفید ہے جو شخص اس پر جائیگا اور اس سے پئے گا وہ اس کے بعد کبھی بھی پیاسا نہیں ہوگا۔ اسی طرح ہر نبی کے لیے حوض ہوگا البتہ حضرت صالح علیہ السلام کے لیے نہیں ہوگا کیونکہ ان کا حوض ان کی اونٹنی کا تھن ہوگا ہر حوض سے اس امت کے مسلمان پئیں گے البتہ کافر کو نہیں ملے گا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دوسری حدیث میں مروی ہے آپ نے فرمایا میرا حوض عدن اور عمان کے درمیان ہے اس کے گرد مرواریدکے خیمے ہوں گے جو اندر سے خالی ہوں گے اس کے برتن آسمان کے ستاروں کی مقدار میں ہوں گے اس کی مٹی اذفر کی خوشبو سے بھی زیادہ خوشبودار ہوگی۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا۔ جو شخص اس سے ایک گھونٹ بھی پیے گا وہ اس کے بعد کبھی بھی پیاسا نہ ہوگا۔ قیامت کے دن کچھ لوگوں کو مجھ سے اس طرح دور کر دیا جائے گا جس طرح اپنے اونٹوں سے اجنبی اونٹ کو الگ کر دیا جاتا ہے۔ میں کہوں گا تم آؤ، تم آؤ! مجھ سے کہا جائے گا آپ کو معلوم نہیں انھوں نے آپ کے بعد کیا کیا مسائل پیدا کیے۔ میں کہوں گا کیا پیدا کیا؟ تو بتایا جائے گا کہ انھوں نے (دین کو) بدل دیا۔ تو میں کہوں گا سنو! تمہارے لیے دوری ہے [1]

---

[1] ان سے وہ لوگ مراد ہیں جنھوں نے شوکتِ اسلام کو دیکھ کر یا کسی دوسری وجہ سے اسلام قبول کر لیا لیکن حضور علیہ السلام کے وصال کے بعد دین سے پھر گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی صحابی نے (معاذ اللہ) دین کو نہیں بدلا۔ ۱۲ ہزاروی۔

معتزلہ نے حوضِ کوثر کا انکار کیا ہے۔ پس انہیں اس سے پانی نہیں پلایا جائیگا اور پانی طلب کرتے ہوئے پیاسے جہنم میں داخل ہوں گے لیکن یہ اس صورت میں ہے جب وہ اپنی گفتگو، حق کے انکار اور آیات و احادیث کے رد کرنے سے توبہ نہ کریں
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے شفاعت کو جھٹلایا اس کے لیے بھی کوئی حصہ نہیں اور جس نے حوض کو جھٹلایا اس کو بھی کوئی حصہ نہیں ملے گا

مقامِ محمود

اہلِ سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام انبیاء کرام میں سے برگزیدہ رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ عرش پر بٹھلائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد : عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۔ عنقریب آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائیگا، کی تفسیر میں فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھائے گا۔ حضرت ہشام بن عروہ رضی اللہ عنہ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ آپ فرماتی ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مقامِ محمود کے بارے میں پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا" مجھ سے میرے رب نے عرش پر بیٹھنے کا وعدہ فرمایا ہے"۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو لاکر اللہ تعالیٰ کے سامنے کرسی پر بٹھایا جائیگا۔ پوچھا گیا اے ابومسعود رضی اللہ عنہ جب حضور علیہ السلام اس کی (اللہ تعالیٰ) کی کرسی پر ہوں گے تو کیا آپ اس کے ساتھ نہ ہونگے؟ انھوں نے فرمایا تمہارے لیے برکت ہو دنیا میں اس حدیث نے میری آنکھوں کو زیادہ ٹھنڈک پہنچائی ہے۔

حجاج نے اپنی روایت میں کہا ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق عرش پر نزول فرمائے گا اور اس کے قدم (جیسے اس کے شایانِ شان ہے) کرسی پر ہوں گے۔ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو لاکر اس کے سامنے کرسی پر بٹھایا جائے گا۔

حمیدی سے پوچھا گیا جب آپ کرسی پر ہوں گے تو کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہ ہوں گے؟ انھوں نے فرمایا ہاں! تم ہلاک ہو آپ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوں گے۔

حساب کتاب اور جزاء وسزا

اہلسنّت کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے مومن بندے کا حساب لے گا اور اسے اپنے قریب کرے گا۔ اپنی ہتھیلی (جس طرح اس کی شان کے لائق ہے) اس بندے پر رکھے گا یہاں تک کہ اُسے لوگوں سے چھپا لیگا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ انھوں نے حضور علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سُنا کہ قیامت کے دن مومن کو لایا جائیگا۔ پس اللہ تعالیٰ اسے اپنے قریب کرے گا اور اس کو اپنے دستِ مبارک

کے نیچے رکھ کر لوگوں سے پوشیدہ کر دیگا پھر فرمائیگا اے میرے بندے! فلاں فلاں گناہ کو جانتا ہے؟ دو مرتبہ فرمائیگا۔ وہ عرض کریگا ہاں یارب! یہاں تک کہ جب وہ تمام گناہوں کا اقرار کرے گا تو یوں محسوس کرے گا کہ وہ ہلاک ہوا۔ اللہ تعالےٰ فرمائیگا اے میرے بندے! میں نے دنیا میں تیرے ان گناہوں پر پردہ ڈالا اور آج میں انہیں بخش دیتا ہوں۔

محاسبہ کیا ہے؟

محاسبہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اس کی برائیوں اور نیکیوں سے آگاہ فرما کر اعمال کے ثواب و عذاب کی مقدار سے خبردار فرمائے گا۔ معطلہ فرقہ نے محاسبہ کا انکار کیا ہے لیکن اللہ تعالےٰ نے اپنے ارشاد کے ذریعہ ان کو جھٹلا دیا۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے "اِنَّ اِلَیۡنَاۤ اِیَابَهُمۡ ثُمَّ اِنَّ عَلَیۡنَا حِسَابَهُمۡ۔"
بے شک ہماری طرف ان کا لوٹنا ہے پھر ان کا حساب ہمارے ذمہ ہے۔

میزان پر عقیدہ

اہلسنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ترازو قائم فرمایا جس میں قیامت کے دن نیکیوں اور برائیوں کا وزن کیا جائیگا۔ اس کے دو پلڑے ہونگے اور ایک ڈنڈی ہوگی۔
معتزلہ، مرجیہ اور خارجیوں نے میزان کا انکار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں میزان کا معنی عدل کرنا ہے۔ اعمال کا وزن کرنا مراد نہیں ہے۔
اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن پاک اور سنت میں ان لوگوں کی تکذیب کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَنَضَعُ الۡمَوَازِیۡنَ بِالۡقِسۡطِ لِیَوۡمِ الۡقِیٰمَةِ فَلَا تُظۡلَمُ نَفۡسٌ شَیۡئًا وَاِنۡ كَانَ مِثۡقَالَ حَبَّةٍ مِّنۡ خَرۡدَلٍ اَتَیۡنَا بِهَا وَكَفٰی بِنَا حَاسِبِیۡنَ۔

اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ساتھ ترازو رکھیں گے۔ پس کسی نفس پر کچھ بھی ظلم نہ ہوگا۔ اگر رائی کے دانے برابر بھی کوئی چیز ہوگی تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے کے لیے کافی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَاَمَّا مَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِیۡنُهٗ فَهُوَ فِیۡ عِیۡشَةٍ رَّاضِیَةٍ وَاَمَّا مَنۡ خَفَّتۡ مَوَازِیۡنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِیَةٌ۔

تو جس کا تول بھاری ہوگا وہ من مانے عیش میں ہوں گے۔ اور جس کا تول ہلکا ہوگا پس اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

عدل کو ہلکا یا ثقیل نہیں کہا جاتا، میزان اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہوگا کیوں کہ وہی ان کا حساب لینے والا ہے۔
حضرت نواس بن سمعان کلابی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا میزان اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہوگی قیامت کے دن بعض لوگوں کو رفعت عطا فرمائے گا اور بعض لوگوں کو پست کرے گا۔ اور کہا گیا ہے کہ میزان، حضرت جبریل علیہ السلام کے ہاتھ میں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیگا اے جبریل! ان کے درمیان وزن کرو۔ پس

ان میں سے بعض اعمال دوسروں کے مقابلہ میں بھاری ہونگے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن میزان رکھا جائے پھر ایک آدمی کو لایا جائیگا اور اسے ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے گا جبکہ دوسرے پلڑے میں اس کے ان اعمال کو رکھا جائیگا جن کا شمار کیا گیا تو اس آدمی والا پلڑا بھاری ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کو جہنم میں بھیج دے گا جب وہ پیٹھ پھیرے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آواز دینے والا پکارے گا۔ جلدی نہ کرو، جلدی نہ کرو۔ اس کے لیے کچھ باقی ہے پس کوئی چیز لائی جائے گی جس میں "لا الٰہ الا اللہ" لکھا ہوگا۔ چنانچہ اسے اس آدمی کی جگہ نیکی کے پلڑے میں رکھا جائے گا تو ترازو جھک جائیگا لہٰذا اُسے جنت میں لے جانے کا حکم دیا جائے گا۔

ایک دوسری حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن ایک شخص کو میزان کے پاس لایا جائے گا پھر ننانوے کتابیں لائی جائیں گی ہر کتاب حدِ نگاہ تک ہوگی۔ ان تمام میں اس کی نیکیوں اور برائیوں کا ذکر ہوگا۔ اس کی برائیاں، نیکیوں پر بھاری ہوجائیں گی تو اسے جہنم کی طرف لے جانے کا حکم دیا جائے گا جب وہ پیٹھ پھیرے گا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آواز دینے والا اعلان کرے گا جلدی نہ کرو، جلدی نہ کرو، اس کے لیے کچھ باقی ہے پس انگوٹھے کے سر جتنی چیز بلکہ نصف کے برابر لائی جائے گی اس میں کلمۂ شہادت لکھا ہوگا۔ پس اسے اعمال صالحہ کے پلڑے میں رکھا جائیگا۔ چنانچہ اس کی نیکیاں، برائیوں پر بھاری ہوجائیں گی تو اسے جنت کی طرف لے جانیکا حکم دیا جائیگا۔

ایک دوسری روایت میں ہے آپ نے انگوٹھے کی طرف اشارہ کرکے فرمایا اس کی مثل کاغذ ہوگا جس میں اس بات کی شہادت ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں (آخر تک)

اور کہا گیا ہے کہ ترازو کے پتھر اس دن ذرات اور رائی کے دانے کے برابر ہونگے۔ نیکیاں نہایت حسین صورت میں ہوں گی انھیں نور کے پلڑے میں ڈالا جائے گا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اس کے ساتھ پلڑا بھاری ہو جائے گا اور بُرے اعمال بُری صورت میں ہوں گے انھیں اندھیرے پلڑے میں ڈالا جائیگا تو اللہ تعالیٰ کے انصاف کے ساتھ ان بُرے اعمال کی وجہ سے پلڑا ہلکا ہوجائیگا۔

میزان کے بھاری ہونے کی علامت پلڑے کا بلند ہوجانا ہے جبکہ اس کا جھک جانا پستی کی نشانی ہے۔ حالانکہ دنیوی وزن اس کے خلاف ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ دنیوی میزان کی طرح ہوگا اور اس کے بھاری ہونے کا سبب ایمان اور کلمۂ شہادت ہے جبکہ اس کے خفیف ہونے کا سبب اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا ہے جب میزان بھاری ہوگا تو صاحبِ میزان جنت میں داخل ہوگا اور جب ہلکا ہوگا تو جہنم میں جائیگا جس کا نام ہاویہ ہے کیونکہ یہ زمین کی نہایت پستی میں ہے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ

پس جس کا تول بھاری ہوگا وہ من مانے عیش میں ہوگا۔

یعنی بلند جنت میں ہوگا۔

وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُہٗ فَاُمُّہٗ ھَاوِیَۃٌ۔ اور جس کا تول ہلکا ہوگا اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔

یعنی اس کی اصل اور ٹھکانہ و مرجع جلانے والی آگ ہوگی جس کو ہاویہ کہتے ہیں۔

حساب و کتاب

موازنۂ اعمال کے سلسلہ میں لوگوں کی تین قسمیں ہیں ان میں سے بعض وہ ہیں جن کی نیکیاں، برائیوں پر بھاری ہوں گی تو انھیں جنت کی طرف لے جانے کا حکم ہوگا۔ بعض کی برائیوں کو نیک اعمال پر ترجیح ہوگی انھیں جہنم کی طرف لے جانے کا حکم ہوگا اور بعض کے نیک اور بُرے اعمال ایک دوسرے پر بھاری نہ ہونگے وہ اعراف والے ہیں۔ پھر جب اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے گا تو جنت میں داخل کرے گا۔ یہی بات اللہ تعالیٰ کے اس ارشادِ گرامی میں ہے۔

وَعَلَی الْاَعْرَافِ رِجَالٌ۔ (آخر تک) اور اعراف پر کچھ لوگ ہوں گے۔

اور نامۂ اعمال کی ترازوئے کتب کے وزن کے بارے میں جو کچھ ہم نے ذکر کیا یہ (حضور علیہ السّلام سے) نقل اور (صحابہ کرام کے) سماع سے ثابت ہے۔

مقرب لوگ حساب کے بغیر جنت میں داخل ہوں گے۔ جیسے حدیث شریف میں ہے۔

"بے شک ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے۔" یہ مشہور حدیث ہے۔

کافر، حساب و کتاب کے بغیر جہنم میں جائیں گے، بعض مومنوں کا حساب نہایت آسان ہوگا۔ پھر انھیں جنت کی طرف لے جانے کا حکم ہوگا جیسے پہلے ذکر ہو چکا ہے بعض کے ساتھ حساب میں جھگڑا ہوگا پھر اللہ تعالیٰ جہاں چاہے گا ان کو بھیجنے کا حکم فرمائے گا۔ جنت کی طرف یا جہنم کی جانب۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتَابَہٗ بِیَمِیْنِہٖ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا۔

اور جس کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا عنقریب اس کا حساب آسانی کے ساتھ لیا جائے گا۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَکُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰہُ طٰٓئِرَہٗ فِیْ عُنُقِہٖ وَنُخْرِجُ لَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ کِتٰبًا یَّلْقٰہُ مَنْشُوْرًا۔ اِقْرَاْ کِتٰبَکَ کَفٰی بِنَفْسِکَ الْیَوْمَ عَلَیْکَ حَسِیْبًا۔

اور ہم نے ہر انسان کی قسمت اس کے گلے سے لگا دی اور اس کے لیے قیامت کے دن ایک تحریر نکالیں گے۔ جسے کھلا ہوا پائے گا۔ فرمایا جائیگا کہ اپنا نامۂ اعمال پڑھ آج تو خود ہی اپنا حساب کرنے کو ہے۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ مشرک کے سوا سب کا حساب لیگا۔ اسکا حساب نہیں ہوگا اور اسے جہنم میں لے جانے کا حکم ہوگا۔

جنّت اور دوزخ مخلوق ہیں۔

اہلسنّت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ جنت اور دوزخ دونوں مخلوق ہیں۔ یہ دو مکان ہیں جن میں سے ایک کو اللہ تعالیٰ نے مومن اور اطاعت گزار لوگوں کے لیے نعمتوں اور ثواب پر مشتمل تیار فرمایا اور دوسرا گنہگار اور سرکش لوگوں کو عذاب وسزا دینے کے لیے بنایا۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا یہ دونوں گھر باقی ہیں کبھی فنا نہ ہونگے۔ یہ وہی جنّت ہے جس میں حضرت آدم وحوّا علیہما السلام اور ابلیس تھا پھر ان کو وہاں سے باہر آنا پڑا۔ یہ مشہور واقعہ ہے۔

معتزلہ نے اس کا انکار کیا ہے لہٰذا وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گے، البتہ دوزخ میں۔ تو مجھے اپنی عمر کی قسم وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے کیونکہ انھوں نے اس کا انکار کیا اور اس لیے بھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ستر سال تک اطاعت کرنے والے مومن کو ایک کبیرہ گناہ کی وجہ سے جہنم کا مستحق قرار دیتے ہیں۔ قرآن پاک اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کو جھوٹا قرار دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ — اور جنت جس کی چوڑائی آسمان اور زمین کے برابر ہے۔

اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ۔ — پرہیزگار لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ۔ — اس آگ سے بچو جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔

اور جو چیز تیار کی گئی وہ موجود ہے جس کا ہر عقلمند انسان کو علم ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ دونوں پیدا کئے گئے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "مجھے جنت میں داخل کیا گیا تو اچانک میں ایک جاری نہر میں تھا اس کے ارد گرد موتیوں کے خیمے تھے۔ میں نے اس چلتے پانی کو ہاتھ لگایا تو اس میں تیز خوشبو تھی"۔ میں نے کہا "اے جبریل! یہ کیا ہے؟" حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا (یارسول اللہ!) "یہ کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا"۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا "یارسول اللہ! ہمیں جنت کے بارے میں بتائیے وہ کس سے بنی ہے؟" آپ نے فرمایا اس کی ایک اینٹ سونے کی اور ایک چاندی کی ہے۔ اس کا گارا کستوری ہے۔ اس کے سنگریزے یاقوت اور موتی ہیں اس کی مٹی ورس (خوشبو) اور زعفران ہے۔ جو اس میں داخل ہوگا ہمیشہ رہیگا اسے موت نہیں آئے گی وہ نعمتوں میں رہے گا ناامید نہ ہوگا نہ ان کے کپڑے پرانے ہونگے اور نہ ان کی جوانی بڑھاپے میں بدلے گی۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جنت و دوزخ پیدا کر دیے گئے ہیں اور جنت کی نعمتیں ہمیشہ رہنے والی ہیں کبھی فنا نہ ہوں گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا۔ — اس کا پھل اور سایہ دائمی ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَا مَقْطُوْعَۃٍ وَّ لَا مَمْنُوْعَۃٍ ۔ نہ وہ کاٹا گیا اور نہ اس سے روکا گیا۔

جنت کی نعمتوں میں سے ایک نعمت حوروں کا وجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جنت میں ہمیشہ رہنے کے لیے پیدا کیا۔ وہ نہ فنا ہونگی اور نہ انھیں موت آئے گی جیسے ارشادِ خداوندی ہے:

فِیْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۔ ان بچھونوں پر وہ عورتیں ہیں جو شوہر کے سوا کسی کو آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھتیں۔ ان سے پہلے انھیں کسی آدمی اور جن نے نہیں چھوا۔

نیز ارشادِ خداوندی ہے:

حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ ۔ حوریں خیموں میں پردہ نشین ہیں۔

حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے اللہ تعالیٰ کے اس ارشادِ گرامی کے بارے میں بتائیے:

کَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَکْنُوْنِ ۔ جیسے چھپا رکھے ہوئے موتی۔

آپ نے فرمایا وہ اس قدر صاف و شفاف ہونگی جس طرح موتی صدف کے پیٹ میں ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ آپ نے فرمایا وہ کہیں گی ہم ہمیشہ رہنے والی ہیں کبھی نہیں مریں گی اور ہم آسودہ حال ہیں کبھی مفلس نہ ہونگی۔ ہم ہمیشہ رہنے والی ہیں کبھی (یہاں سے) منتقل نہ ہونگی ہم راضی رہنے والی ہیں کبھی ناراض نہ ہونگی اور وہ سچائی کی جگہ رہتی ہیں پس وہ جھوٹ نہیں بولتیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی حق بات ہی فرماتے ہیں۔ پس آپ نے خبر دی کہ وہ ہمیشہ رہنے والی ہیں انہیں موت نہیں آئے گی۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب دنیا میں کوئی عورت اپنے خاوند کو ستاتی ہے تو حوروں میں سے اس کی زوجہ کہتی ہے اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کرے اسے مت ایذا دے وہ تو تھوڑے دنوں کے لیے تیرے پاس مہمان ہے عنقریب وہ تجھ سے جدا ہو کر ہمارے پاس آئیگا۔"

پس جب یہ بات ثابت ہے کہ جنت و دوزخ کو فنا نہیں تو اللہ تعالیٰ جنت میں سے کسی کو نہیں نکالے گا اور نہ اس میں رہنے والوں پر موت کو مسلّط کرے گا۔ اور نہ اہلِ جنت سے نعمتوں کو دُور کیا جائیگا وہ دن بدن مزید نعمتیں حاصل کریں گے اور یہ سلسلہ ابد الآباد تک جاری رہے گا اور ان کی نعمتوں کو پورا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حکم سے موت کو جنت و دوزخ کے درمیان دیوار پر ذبح کر دیا جائیگا اور ایک پکارنے والا پکارے گا "اے اہلِ جنت! ہمیشہ رہنا ہے اب موت نہیں آئے گی اور اے اہلِ جہنم ہمیشہ کی زندگی ہے اب موت نہیں آئے گی"۔ یہ بات صحیح حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل

تمام مسلمانوں کا قطعی عقیدہ ہے کہ حضرت محمد بن عبداللہ بن عبد المطلب بن ہاشم (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے رسول، تمام رسولوں کے سردار اور سب سے آخری نبی ہیں۔ اور آپ تمام انسانوں

اور جنوں کی طرف کفایت کرنے والے (رسول بناکر) بھیجے گئے۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ۔ اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے کفایت کرنے والا رسول بناکر بھیجا

نیز فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بناکر بھیجا۔

اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے مجھے چار وجہ سے دیگر تمام انبیاء کرام پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ مجھے تمام لوگوں کے لیے کافی رسول بناکر بھیجا"۔ آپ نے مکمل حدیث ذکر کی۔

آپ کو وہ معجزات بھی عطا کیے گئے جو دیگر انبیاء کرام کو دیے گئے اور اس کے علاوہ بھی۔ بعض اہل علم نے ایک ہزار معجزات کا شمار کیا ہے۔ ان میں سے ایک قرآن ہے جو اپنی ترتیب کے اعتبار سے ایک مخصوص کلام ہے اور کلام عرب کے تمام اوزان سے الگ ہے۔ اس کی ترتیب و نظم اور فصاحت و بلاغت کا یہ عالم ہے کہ وہ ہر فصیح کی فصاحت اور ہر بلیغ کی بلاغت سے بڑھی ہوئی ہے۔ اور اہل عرب اس کی مثل یا ایک سورت کی طرح لانے سے بھی عاجز ہوگئے۔ جیساکہ ارشادِ خداوندی ہے۔

فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ۔ پس تم ایسی بنائی ہوئی دس سورتیں لے آؤ۔

جب وہ نہ لاسکے تو فرمایا:

فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ۔ پس اس جیسی کوئی سورت لے آؤ۔

پس وہ اس سے عاجز رہے حالانکہ انھیں اپنے زمانے کے لوگوں سے زیادہ فصاحت و بلاغت حاصل تھی ——— چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ان پر ظاہر ہوگئی اسی لیے قرآن پاک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ قرار پایا۔ جیسے لاٹھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھی کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جادوگروں اور اپنے فن میں ماہرین کے دور میں بھیجے گئے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا مبارک نے لوگوں کے سامنے ان کے جادو اور نظر بندی کو نگل لیا۔

فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ۔ وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ۔ تو یہاں وہ مغلوب پڑے اور ذلیل ہوکر پلٹے اور جادوگر سجدے میں گرا دیے گئے۔

اور جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مردے زندہ کرنے اور برص و جذام کے مریضوں کو تندرست کرنے کا معجزہ ملا کیونکہ آپ کو ماہر طبیبوں کے دور میں مبعوث کیا گیا جو فن طب میں فوقیت حاصل کرنے کے باعث بیماریوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتے تھے۔

پس وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے جھک گئے اور آپ کے کمال کو تسلیم کیا کیونکہ آپ کو صنعتِ طب میں ان پر فوقیت حاصل تھی۔

لہٰذا قرآن پاک کی فصاحت و اعجاز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے جیسے عصا مبارک اور مردوں کو زندہ کرنا

حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا معجزہ ہے۔
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے انگلیوں سے پانی نکالنا، کثیر التعداد لوگوں کے لیے تھوڑے کھانے کو زیادہ کر دینا، (جانور کے) زہر ملے ہوئے بازو کا کلام کرنا اور کہنا کہ یا رسول اللہ! مجھ سے نہ کھائیں کیونکہ مجھ میں زہر ملا ہوا ہے، چاند کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینا، خشک تنے کا (آپ کے فراق میں) رونا، اونٹ کا گفتگو کرنا۔ درخت کا آپ کی طرف چل کر آنا اور اس کے علاوہ معجزات ہیں جن کی تعداد ایک ہزار تک پہنچتی ہے جیسے پہلے بیان ہوا
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا مبارک اور سفید ہاتھ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مُردوں کو زندہ کرنے اور برص و جذام کے مریضوں کو تندرست کرنے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی اور اس کے علاوہ معجزات جو انبیاء کرام کو ملے، کی مثل معجزات دو وجہ سے پیش نہیں کئے۔ اولاً یہ کہ قوم اس کو جھٹلا کر پہلی امتوں کی طرح ہلاک نہ ہو جائے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا مَنَعَنَا اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ۔

اور ہم ایسی نشانیاں بھیجنے سے یونہی باز رہے کہ انھیں پہلوں نے جھٹلایا۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ اگر آپ ایسے معجزات لاتے جو گذشتہ انبیاء کرام لائے تھے تو لوگ کہتے آپ کوئی نئی چیز لیکر نہیں آئے۔ یہ تو آپ نے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام سے نقل کیا ہے لہٰذا آپ ان کے تابع ہیں ہم اس وقت تک آپ پہ ایمان نہیں لائیں گے جب تک آپ وہ چیز نہ لائیں جسے پہلے انبیاء کرام نہیں لائے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو وہ معجزہ نہیں دیا جو دوسرے نبی کو عطا فرمایا بلکہ ہر نبی کو خصوصی معجزہ عطا کیا گیا جو اس سے پہلے نبی کو نہیں ملا تھا۔

اس اُمّت کی فضیلت۔

اہلسنّت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امّت تمام امتوں سے بہتر ہے اور ان میں آپ کے زمانے کے لوگ افضل ہیں جنھوں نے آپ کی زیارت کی۔ آپ پر ایمان لائے، آپ کی تصدیق کی، بیعت و اتباع کی آپ کے سامنے کفّار سے جہاد کیا اپنی جانوں اور مالوں کو آپ پر قربان کر دیا اور آپ کی تعظیم و مدد کی۔
آپ کے زمانے کے لوگوں میں سے حدیبیہ والے افضل ہیں جنھوں نے آپ کے دستِ مبارک پر بیعتِ رضوان کا شرف حاصل کیا۔ ان کی تعداد چار سو ہے۔
اہلِ حدیبیہ میں سے اہلِ بدر والے افضل ہیں اور وہ طالوت کے ساتھیوں کی طرح تین سو تیرہ تھے۔
ان (اہلِ بدر) میں سے دارِ خیزران والے چالیس افضل ہیں جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایمان لائے۔
ان میں سے وہ دس افضل ہیں جن کے جنتی ہونے کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی اور یہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد، حضرت سعید اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم ہیں۔

ان دس نیکو کار حضرات میں سے چاروں پسندیدہ خلفاء راشدین افضل ہیں ان چاروں میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں ——— پھر حضرت عمر بن خطاب، پھر حضرت عثمان غنی اور پھر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم ———

خلفاء راشدین۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان چاروں کو تیس سال خلافت حاصل رہی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دو سال اور کچھ ماہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دس سال، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بارہ سال اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ چھ سال مسلمانوں کے امیر رہے۔

اس کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ انیس سال تختِ خلافت پر متمکن رہے۔ اس سے پہلے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کو شام کا حکمران بنایا اور آپ نے بیس سال حکمرانی کی۔ چاروں خلفاء راشدین کی خلافت صحابہ کرام کی رضامندی اتفاق اور پسند سے عمل میں آئی اور اس لیے بھی کہ انھیں اپنے اپنے دَور میں دیگر صحابہ کرام پر فضیلت حاصل تھی۔ یہ خلافت تلوار، قہر، غلبہ اور اپنے سے افضل کے ہاتھوں چھیننے سے حاصل نہیں ہوئی۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ کی خلافت۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مہاجرین و انصار کے باہمی اتفاق سے خلیفہ منتخب ہوئے اور یہ اس طرح کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو انصار کے خطیبوں نے کھڑے ہو کر کہا۔ "ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر تم میں سے"، اس پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا "اے جماعتِ انصار! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لوگوں کی امامت کا حکم فرمایا؟" انھوں نے کہا "ہاں، کیوں نہیں"۔ آپ نے فرمایا "پھر تم میں سے کون حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھنا پسند کرتا ہے"۔ انھوں نے کہا "اللہ کی پناہ کہ ہم ان سے آگے ہوں"۔ ایک روایت میں ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا "کس کو یہ بات پسند ہے کہ وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اس مقام سے ہٹا دے جس پر انھیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑا کیا ہے"۔ اس پر تمام حضرات نے بیک زبان کہا "ہم میں سے کوئی بھی یہ نہیں چاہتا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے بخشش کے طالب ہیں۔"

پس مہاجرین انصار کے ساتھ متفق ہو گئے اور سب نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ان میں حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ اسی لیے صحیح روایت میں کہا گیا ہے کہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی گئی تو آپ تین دن تک مسلسل کھڑے ہو کر اعلان فرماتے رہے،

"اے لوگو! میں اپنی بیعت کو واپس لیتا ہوں کیا کوئی شخص ایسا ہے جس نے مجبوراً میری بیعت کی ہے"؟ اس پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کھڑے ہوئے اور فرمایا "ہم آپ کے عہد کو نہیں توڑتے اور نہ اپنی بیعت کبھی واپس لیں گے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مقدم کیا ہے۔ پس کون آپ کو پیچھے کرے گا۔

ہمیں ثقہ (معتبر) راویوں سے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت کے سلسلے میں تمام

صحابہ کرام میں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مؤقف زیادہ سخت تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ جنگ جمل کے بعد حضرت عبد اللہ بن کوا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس آئے اور پوچھا کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس (خلافت کے) سلسلے میں آپ سے کوئی وعدہ فرمایا تھا۔ آپ نے جواب دیا، ہم نے اپنے معاملے میں غور کیا تو دیکھا کہ نماز، اسلام کا بازو (قوت) ہے۔ پس ہم اپنی دنیا کے لیے اسی بات پر راضی ہوئے جسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے لیے پسند فرمایا اور وہ یوں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی علالت کے دنوں میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو فرض نماز پڑھانے کے لیے اپنا نائب بنایا، حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہر نماز کے وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور نماز کی اطلاع کرتے تو آپ فرماتے، ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات طیبہ میں صحابہ کرام سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں اس قسم کی گفتگو فرماتے جس سے صحابہ کرام پر واضح ہوا کہ حضور علیہ السلام کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلافت کے زیادہ حقدار ہیں۔ اسی طرح حضرت عمر بن خطاب، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم کے بارے میں روایات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات اپنے اپنے دور میں خلافت کے زیادہ حقدار تھے۔ ان روایات میں سے ایک ابن بطہ کی روایت ہے جو اپنی سند کے ساتھ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ بارگاہِ نبوی میں عرض کیا گیا "یا رسول اللہ! ہم آپ کے بعد کس کو اپنا امیر بنائیں؟ آپ نے فرمایا" اگر تم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا امیر بناؤ گے تو انہیں دنیا میں امین و زاہد اور آخرت سے رغبت رکھنے والے پاؤ گے۔ اور اگر تم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا امیر منتخب کرو گے تو انہیں مضبوط اور امانت دار پاؤ گے وہ اللہ تعالیٰ کے (احکام کے) بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے اور اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنا امیر چنو گے تو انہیں ہدایت دینے والے اور ہدایت یافتہ پاؤ گے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع کیا۔

ہمارے امام حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے ایک دوسری روایت مروی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت واضح نص اور اشارہ دونوں سے ثابت ہے۔ حضرت حسن بصری اور محدثین کی ایک جماعت (رحمہم اللہ) کا یہی مسلک ہے۔ اس روایت کی وجہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی وہ حدیث ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مجھے آسمان کی طرف معراج کرایا گیا تو میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سوال کیا کہ میرے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا دے۔ اس پر فرشتوں نے کہا اے محمد مصطفےٰ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ جو چاہے کرتا ہے لیکن آپ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے لیکن آپ تھوڑا عرصہ ہی ٹھہریں گے۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے تشریف لے جانے سے پہلے مجھ سے یہ وعدہ لیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے بعد مسلمانوں کے امیر ہوں گے پھر حضرت عمر فاروق، ان کے بعد حضرت عثمان اور ان کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم۔

خلافت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو خود حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ نامزد فرمایا۔ صحابہ کرام نے سر تسلیم خم کرتے ہوئے ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور انھیں امیر المومنین کا نام دیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں بعض لوگوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کل (قیامت کے دن) آپ اپنے رب سے ملاقات کے وقت کیا جواب دیں گے کہ آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہم پر اپنا خلیفہ نامزد فرمایا حالانکہ ان کی طبیعت کی سختی سے آپ واقف ہیں؟ آپ نے فرمایا میں کہوں گا میں نے ان پر تیرے بہترین اہل کو خلیفہ بنایا ہے۔

خلافت عثمان غنی رضی اللہ عنہ۔

آپ کی خلافت بھی تمام صحابہ کرام کے اتفاق سے عمل میں آئی۔ وہ یوں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد کو خلافت سے الگ کرتے ہوئے چھ افراد کی مجلس مشاورت قائم فرمائی ان میں حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عثمان، حضرت علی اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت علی مرتضٰی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا میں اللہ تعالٰی (کی خوشنودی) اور مومنوں (کی بھلائی) کے لیے آپ دونوں میں سے ایک کو اختیار کرتا ہوں۔ پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اے علی مرتضٰی! (رضی اللہ عنہ) میں آپ سے اللہ تعالٰی کے عہد و میثاق اور اس کے ذمہ نیز ذمہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے پوچھتا ہوں کہ جب میں آپ کی بیعت کر دوں تو آپ اللہ تعالٰی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں کی خیر خواہی کریں گے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی سیرت کو مشعل راہ بنائیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس بات کا ڈر ہوا کہ ممکن ہے وہ اپنے پیشرو اکابر جیسی قوت حاصل نہ کر سکیں۔ چنانچہ انھوں نے قبول نہ کیا۔ اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر وہی گفتگو کی جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے قبول فرمایا۔ اس پر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر بیعت کی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی بیعت کی پھر تمام لوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ اس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تمام کے اتفاق سے لوگوں کے درمیان خلیفہ قرار پائے اور آپ وصال تک امام حق رہے۔ آپ میں کوئی ایسی بات پیدا نہ ہوئی جو طعن و تشنیع، نافرمانی یا قتل کا باعث بنتی جبکہ رافضیوں (شیعہ) کا نظریہ الگ ہے وہ ہلاک ہوں۔

خلافت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ۔

آپ کی خلافت پر جماعت کا اتفاق اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع تھا۔ حضرت ابو عبداللہ بن بطہ، حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس تھا اور اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ محصور تھے۔ ایک شخص نے آکر بتایا کہ امیر المومنین ابھی شہید ہوگئے

فرماتے ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کھڑے ہوگئے تو میں نے ان کو (نقصان پہنچنے کے) خوف سے کمر سے پکڑ لیا۔ آپ نے فرمایا تیری ماں نہ ہو مجھے چھوڑ دے چنانچہ آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف لائے اس وقت انکو شہید کر دیا گیا تھا۔ آپ واپس آکر گھر میں داخل ہوئے اور دروازہ بند کر دیا۔ اتنے میں لوگوں نے آکر دروازہ زور زور سے پیٹا اور اندر داخل ہو گئے۔ انھوں نے عرض کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور لوگوں کے لیے خلیفہ ضروری ہے اور ہم آپ سے زیادہ کسی کو اسکا حقدار نہیں سمجھتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے خلیفہ نہ بناؤ میرے لیے نیابت ہی بہتر ہے اور اگر نہیں مانتے تو میری بیعت پوشیدہ نہ ہوگی بلکہ مسجد میں جاؤں گا پس جو میرے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہے وہ بیعت کرے۔ حضرت محمد حنفیہ فرماتے ہیں پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ مسجد کی طرف تشریف لے گئے اور صحابہ کرام نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ آپ بھی شہادت تک امام حق رہے جبکہ خوارج اللہ انہیں ہلاک کرے آپ کی امامت کو قطعاً نہیں مانتے۔

صحابہ کرام کے مابین قتال

حضرت علی مرتضٰے رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عائشہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کے درمیان لڑائی اور اس کے علاوہ صحابہ کرام کے درمیان اختلافات اور جھگڑوں وغیرہ کے بارے میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ خاموش رہنے کا حکم دیتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان سے اس چیز کو دور کر دے گا۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ۔

اور ہم نے انکے سینوں میں جو کچھ کینے تھے سب کھینچ لیے آپس میں بھائی ہیں تختوں پر رُو برو بیٹھے۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے لڑائی میں حق پر تھے کیونکہ آپ اپنی امامت وخلافت کو اس بنا پر صحیح سمجھتے تھے کہ اس پر صحابہ کرام میں سے اہل حل وعقد کا اتفاق تھا۔ لہٰذا جو شخص آپ کی اطاعت سے الگ ہو کر جنگ کے لیے تیار ہوا وہ باغی تھا امام کے مقابلے میں نکلا لہٰذا اس کا قتل جائز تھا البتہ حضرت امیر معاویہ، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم نے مظلوم مقتول وشہید حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ کیا اور جنھوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لشکر میں تھے۔ بنا بریں ہر ایک کا مقصد درست تھا اور ہمارے لیے اس مسئلہ میں خاموش رہنا اور اسے اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دینا زیادہ بہتر ہے وہی تمام حاکموں سے بڑا حاکم اور بہترین فیصلہ کرنے والا ہے ہمیں (ان باتوں میں پڑنے کی بجائے) اپنے نفسانی عیوب کی طرف متوجہ ہونے، بڑے بڑے گناہوں سے دلوں کو پاک کرنے اور مہلک باتوں سے (ظاہر وباطن کو) پاک رکھنے کی ضرورت ہے۔

خلافت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے وصال اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے خلافت سے دست بردار ہونے کے بعد حضرت امیر معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہما کے لیے خلافت صحیح ثابت ہے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے مصلحت عامہ کے تحت کہ مسلمانوں کو خون ریزی سے بچایا جائے خلافت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

کے سپرد فرمائی۔ علاوہ ازیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی بھی آپ کے پیشِ نظر تھا۔ آپ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا "میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا" لہٰذا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے عقد کی بنا پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی امامت واجب ہو گئی۔ اس سال کو "عام الجماعۃ" (جماعت کا سال) کہا جاتا ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کی جماعت سے اختلاف ختم ہوا اور تمام نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اتباع کی اور اس لیے بھی کہ وہاں خلافت کا کوئی تیسرا مدعی نہ تھا۔ آپ کی خلافت کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی میں بھی ذکر ہے۔ آپ نے فرمایا اسلام کی چکی "پینتیس، چھتیس یا سینتیس سال چلے گی۔ یہاں چکی سے دینی قوت مراد ہے۔ تیس سال سے زائد پانچ برس حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے انیس سال اور کچھ ماہ دورِ اقتدار کا حصہ ہیں کیونکہ تیس سال حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت پر پورے ہو جاتے ہیں۔

ازواجِ مطہرات کے بارے میں عقیدہ۔

ہم، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواجِ مطہرات کے بارے میں اچھا نظریہ رکھتے ہیں اور ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ وہ مومنوں کی مائیں تھیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا دنیا بھر کی خواتین سے افضل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بے دینوں کے الزامات سے آپ کی یوں پاکدامنی بیان کی کہ وہ آیات قیامت تک پڑھی جاتی رہیں گی۔

حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا۔

اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت خاتونِ جنت فاطمۃ الزہرا، اللہ تعالیٰ ان سے، ان کے شوہر اور اولاد سے راضی ہو دنیا بھر کی عورتوں سے افضل ہیں۔ آپ کی مدد اور محبت اسی طرح واجب ہے جس طرح آپ کے والد ماجد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت واجب ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "حضرت فاطمۃ الزاہرہ رضی اللہ عنہا میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہیں جس انہیں ایذاء پہنچائی گویا اس نے مجھے ستایا۔"

صحابہ کرام کی فضیلت

یہ ہیں اہلِ قرآن جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تذکرہ فرمایا اور ان کی تعریف فرمائی، یہ ہجرت میں پہل کرنے والے اور انصار ہیں جنھوں نے دو قبلوں کی طرف نماز پڑھی۔

اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

لَا يَسْتَوِىْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قَاتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَ قَاتَلُوْا وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى۔

تم میں برابر نہیں وہ جنھوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنھوں نے فتح کے بعد خرچ اور جہاد کیا اور ان سب کیلئے اللہ تعالیٰ جنت کا وعدہ فرما چکا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو وعدہ دیا جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ ضرور انھیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو دی اور ضرور ان کے لیے ان کا وہ دین جما دے گا جو ان کے لیے پسند فرمایا ہے اور ضرور ان کے پہلے خوف کو امن سے بدل دیگا۔

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا ــــــ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ تک

اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ ہیں۔ کافروں پر سخت اور آپس میں نرم دل ہیں۔ تم ان کو رکوع و سجود کی حالت میں دیکھو گے ــــــ تاکہ ان سے کفار کے دل جلیں۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد ماجد سے اللہ تعالیٰ کے اس (مندرجہ بالا) ارشاد گرامی کے بارے میں فرماتے ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو سختی اور خوشی کی حالت میں، غار میں اور خیمہ میں آپ کے ساتھ تھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں کفّار پر بڑے سخت حضرت عمر بن خطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں باہم رحمدل حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں اور رکوع و سجدے میں نظر آنے والے حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل اور رضا تلاش کرنے والے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما ہیں جو آپ کے معاون ہیں" ان کے چہروں پر سجدوں کی نشانی ہے۔ سے مراد حضرت سعد، حضرت سعید، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت ابوعبیدہ بن جرّاح رضی اللہ عنہم ہیں۔ یہ دس صحابہ کرام ہیں جن کی مثال تورات اور انجیل میں اس طرح ہے کہ مثلاً ایک کھیتی ہے جس نے اپنا خوشہ نکالا اس سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پھر اسے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ مضبوط کیا پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ذریعے وہ سخت ہوا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ذریعے اپنے تنے پر کھڑا ہوا اور پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ذریعے وہ کھیتی، کھیتی والے کے لیے باعث مسرت بن گئی۔ تاکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کے ذریعے کافر غیظ و غضب میں جل جائیں۔

اہلسنّت و جماعت کا اتفاق ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان بپا ہونے والے اختلاف اور جھگڑے کے بارے میں گفتگو سے باز رہنا چاہیے۔ ان کی بُرائی بیان کرنے سے رکنا اور ان کے فضائل و محاسن کا اظہار کرنا ضروری ہے اور جو کچھ حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عائشہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم کے درمیان اختلاف رونما ہوا اُسے سپردِ خدا کیا جائے۔ ہر صاحبِ فضل کی فضیلت کو تسلیم کیا جائے۔

جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا

اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ایمان کے ساتھ ہم سے پہلے گزر گئے اور ہمارے دل میں ایمان

غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔

والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھو۔ اے ہمارے رب! بے شک تو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۔

یہ ایک جماعت ہے جو گزر گئی اس کے لیے جو اس نے کمایا اور تمہارے لیے تمہاری کمائی اور تم سے ان کے اعمال کے بارے میں پوچھا نہیں جائیگا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "جب میرے صحابہ کرام کا ذکر ہو تو خاموش رہو"۔ ایک روایت میں ہے۔ میرے صحابہ کرام کے درمیان رُونما ہونے والے واقعات میں نہ پڑو اگر تم میں سے ایک احد پہاڑ جتنا سونا بھی (خدا کے راستے میں) خرچ کرے تو ان کی ایک مُد کو اور نہ ہی اس کے نصف کو پہنچ سکتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"اس شخص کے لیے خوشخبری ہے جس نے مجھے دیکھا یا مجھے دیکھنے والوں کو دیکھا"۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "میرے صحابہ کرام کو گالی مت دو جس نے ان کو گالی دی اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے"۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں آپ ہی کا ارشاد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند فرمایا اور میرے لیے میرے صحابہ کرام کو پسند فرمایا پس ان کو میرا معاون اور رشتہ دار بنایا اور آخری زمانے میں کچھ لوگ ایسے آئیں گے جو ان کی توہین کریں گے۔ خبردار! ان کے ساتھ مت کھاؤ، خبردار! ان کے ساتھ مت پیئو، خبردار! ان کے ساتھ نکاح نہ کرو۔ خبردار! ان کے ساتھ نماز نہ پڑھنا اور خبردار ان کا نمازِ جنازہ بھی نہ پڑھنا ان پر لعنت ہے۔"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ان لوگوں میں سے کوئی بھی جہنم میں نہیں جائیگا جنھوں نے درخت کے نیچے بیعت کی"۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اہلِ بدر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے اہلِ بدر! جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے"۔ [۱]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میرے صحابہ کرام ستاروں کی مثل ہیں جس کا دامن پکڑو گے ہدایت پاؤ گے"۔

حضرت ابوبریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں (رضی اللہ عنہما) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "میرا جو صحابی کسی مقام پر فوت ہوجائے وہ اس زمین والوں کے لیے شفیع بنا دیا جاتا ہے"۔

حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"جو شخص کسی صحابی کے بارے میں کوئی (ناشائستہ) کلمہ کہتا ہے وہ خواہش کا پجاری ہے"۔

---

[۱] اس کا یہ مطلب نہیں کہ معاذ اللہ انھیں گناہوں کی اجازت دی جارہی ہے بلکہ اس بات کا اظہار ہے کہ غزوہ بدر میں حصہ لینے کی وجہ سے انھیں وہ عظمت نصیب ہوئی کہ اللہ تعالیٰ انھیں گناہوں سے محفوظ رکھے گا۔ ۱۲ ہزاروی۔

مسلمان حکمرانوں کی اطاعت

اہلسنّت کا اس بات پر اجماع ہے کہ مسلمان حکمرانوں اور ان کی اتباع کرنے والوں کی بات سن کر ان کی فرمانبرداری کی جائے۔ ہر نیک و بد کے پیچھے نماز جائز ہے[1] چاہے وہ عادل ہو یا ظالم ــــــ، اسی طرح وہ شخص جس کو وہ مقرر کریں اور اپنا جانشین بنائیں ــــــ کسی اہل قبلہ مسلمان کے بارے میں جنتی یا دوزخی ہونے کا قطعی فیصلہ نہ کریں چاہے وہ مطیع ہو یا نافرمان، ہدایت یافتہ ہو یا گمراہ جب تک اس کے بدعتی یا گمراہ پر اطلاع نہ ہو

معجزات وکرامات پر ایمان

اہل سنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ انبیاءکرام کے معجزات اور اولیاءکرام کی کرامات کو تسلیم کیا جائے۔

مہنگائی اور ارزانی

مہنگائی اور ارزانی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اس کی مخلوق میں سے کسی سلطان یا بادشاہ کی طرف سے نہیں ہے اور نہ اس میں ستاروں کا دخل ہے جیسے قدریہ (فرقے) اور علم نجوم والوں کا خیال ہے۔ کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"بے شک مہنگائی اور ارزانی اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے دو لشکر ہیں ایک کا نام "رغبت" اور دوسرے کا نام "رہبت" ہے جب اللہ تعالیٰ اس کو غالب کرنا چاہتا ہے تو تاجروں کے دلوں میں رغبت ڈالتا ہے پس وہ اسے روک لیتے ہیں اور جب ارزانی کرنا چاہتا ہے تو تاجروں کے دلوں میں رہبت (ڈر) ڈال دیتا ہے پس وہ اس مال کو اپنے آپ سے نکال دیتے ہیں۔

اتباع اختیار کرنا اور بدعت سے بچنا

ہر عقلمند اور سمجھ دار مومن کے لیے بہتر ہے کہ وہ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی) اتباع کرے بدعت اختیار نہ کرے۔ دین میں حد سے نہ بڑھے بہت گہرائی میں نہ جائے اور نہ تکلّف سے کام لے کیونکہ اس طرح گمراہ ہو جائے گا۔ اس کے قدم (راہِ راست سے) پھسل جائیں گے اور وہ ہلاک ہو جائے گا۔
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا (سنّت کی) اتباع کرو اور بدعت اختیار نہ کرو تم کفایت کیے جاؤ گے
"حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "پوشیدہ باتوں کی کھوج لگانے سے بچو اور کسی چیز کے بارے میں

---

[1] یعنی صحیح العقیدہ مسلمان اگرچہ برے اعمال کا مرتکب بھی ہو بوقت ضرورت اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے مستقل امام نہیں بنانا چاہیے جہاں تک بدعقیدہ لوگوں کا تعلق ہے ان کی اقتداء میں نماز جائز نہیں۔ ۱۲ ہزاروی۔

یہ نہ کہو کہ یہ کیا ہے "۔
حضرت مجاہد کو جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے یہ بات پہنچی تو انھوں نے فرمایا پہلے ہم کسی چیز کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ یہ کیا ہے؟ لیکن اب نہیں کہتے۔

سُنّت و جماعت کی اتباع

مومن پر سنّت اور جماعت کی پیروی لازم ہے، سنت، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ مبارکہ ہے اور جماعت سے مراد وہ چیز ہے جس پر خلفائے راشدین کی خلافت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق ہو گیا۔

اہلِ بدعت سے اجتناب

اہلِ بدعت[۱] سے زیادہ بحث مباحثہ نہ کیا جائے نہ ان کا قرب اختیار کیا جائے اور نہ انہیں سلام دیا جائے کیونکہ ہمارے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس نے کسی بدعتی کو سلام دیا گویا اس نے اسے پسند کیا۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے۔ " آپس میں سلام کو پھیلا کر باہم محبت پیدا کرو "۔ نہ اہلِ بدعت کے نزدیک جائے اور نہ عید اور خوشی کے موقعہ پر انھیں مبارکباد پیش کرے جب وہ مریں تو ان کی نماز جنازہ نہ پڑھے ان کا ذکر ہو تو شفقت کا اظہار نہ کرے بلکہ اس عقیدے کے ساتھ کہ اہلِ بدعت کا نظریہ باطل ہے، اللہ تعالیٰ کے لیے ان کو اپنے آپ سے دور رکھے اور ان سے دشمنی کرے اور یہ تصور کرے کہ اس پہ بہت بڑا ثواب اور اجر عطا کیا جائے گا۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے کسی بدعتی کو دشمنی کی نگاہ سے دیکھا اللہ تعالیٰ اس کے دل کو امن اور ایمان سے بھر دیگا اور جو آدمی محض رضائے الٰہی کی خاطر کسی بدعتی کو دشمن سمجھتے ہوئے جھڑک دے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے امن عطا فرمائے گا۔ جو آدمی اہلِ بدعت کو حقیر سمجھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے جنت میں اس کے سو درجے بلند فرمائے گا اور جو شخص اس کے ساتھ خندہ پیشانی اور ایسے انداز میں ملاقات کرے گا جو اس بدعتی کو پسند ہے تو اس نے اس چیز کو جھٹلایا جو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی۔
حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا " اللہ تعالیٰ کسی بدعتی کا عمل اس وقت تک قبول نہیں کرتا جب تک وہ بدعت کو نہ چھوڑ دے "۔
حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو کسی بدعتی سے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اعمال ضائع کر

---

[۱] بدعت لغوی معنی کے اعتبار سے ہر نئے کام کو کہتے ہیں لیکن یہاں جس بدعت کی مذمت کی گئی ہے وہ ایسا کام ہے جو سنت کے خلاف ہو اور شریعت میں اس کی کوئی اصل نہ ہو ورنہ بعض ایسے بھی نئے کام ہیں جو اچھے ہیں ان کی ترغیب دی گئی ہے۔ ہر نئے کام کو بدعت کہہ کر رد کر دینا جہالت ہے جس طرح میلاد النبیؐ کی مجالس کو بعض جاہل بدعت سے تعبیر کرتے ہیں۔ (استغفر اللہ)[۱۲] ہزاروی

دیتا ہے اور اس کے دل سے ایمان کا نور نکال لیتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کو دیکھتا ہے کہ وہ اہلِ بدعت سے دشمنی رکھتا ہے تو مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دیگا اگرچہ اس کے اعمال کم ہوں۔

جب تم کسی بدعتی کو راستے میں دیکھو تو دوسرا راستہ اختیار کر لو۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے سنا آپ فرماتے تھے جس نے کسی بدعتی کے جنازہ کی اتباع کی وہ واپسی تک مسلسل اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں رہتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعتی پر لعنت بھیجی ہے۔ آپ نے فرمایا "جس نے (دین میں) کوئی نئی بات نکالی یا کسی بدعتی کو ٹھکانہ دیا اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اللہ تعالیٰ اس کی فرض اور نفل عبادت کو قبول نہیں فرماتا"۔

حضرت ابو ایوب سجستانی فرماتے ہیں جب کسی آدمی کے سامنے حدیث شریف بیان کی جائے اور وہ کہے اسے چھوڑو اور ہم سے وہ بیان کرو جو قرآن میں ہے تو جان لو وہ شخص گمراہ ہے۔

اہلِ بدعت کی علامات

جان لو! اہلِ بدعت کی کچھ نشانیاں ہیں، جن سے ان کی پہچان ہوتی ہے۔ اہل بدعت کی علامت یہ ہے کہ وہ محدثین کی غیبت کرتے ہیں۔ زندیق لوگوں کی علامت یہ ہے کہ وہ محدثین کو حشویہ کے نام سے پکارتے ہیں اور اس سے ان کا مقصد احادیث مبارکہ کو باطل قرار دینا ہے۔ قدریہ کی یہ نشانی ہے کہ وہ اصحاب حدیث کو مجبرہ کہتے ہیں۔

جہمیہ کی نشانی یہ ہے کہ وہ اہلِ سنت و جماعت کو "مشبہ" کہتے ہیں اور رافضی، محدثین کو ناصبی کہتے ہیں اور یہ تمام باتیں اہلِ سنت سے تعصب اور دشمنی کی وجہ سے ہیں حالانکہ ان محدثین کا صرف ایک نام ہے "اصحاب حدیث" ان اہلِ بدعت نے ان کے جو نام رکھے ہیں وہ ہرگز ان کے مناسب نہیں اور نہ وہ ان سے موسوم ہیں جس طرح کفار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام جادوگر، شاعر، مجنوں، مفتون اور کاہن رکھتے تھے جبکہ آپ کا اسم گرامی، اللہ تعالیٰ، فرشتوں انسانوں اور جنوں بلکہ تمام مخلوق کے نزدیک "رسول، نبی اور ہر عیب سے پاک" ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا — آپ دیکھیں انھوں نے کس طرح آپ کے لیے مثالیں بیان کیں

فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا — پس وہ گمراہ ہوئے لہٰذا وہ سیدھے راستہ پر چلنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

میں نے اللہ تعالیٰ کی پہچان اور اہلِ سنت و جماعت کے عقائد میں اختصار کے ساتھ اور اپنی بساط کے مطابق جو کچھ لکھا یہ اس کا آخری حصہ ہے۔ اس کے بعد ہم دو فصلیں مزید لاتے ہیں جن سے کسی بھی عقلمند مومن کا بے علم رہنا صحیح نہیں جبکہ وہ راہِ حق پر چلنا چاہتا ہو۔

پہلی فصل اس چیز کے بارے میں ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کن صفات اور بندوں کی کن عادات و نقائص کا اطلاق صحیح نہیں اور کن صفات سے اسے موصوف سمجھنا جائز ہے۔ اور دوسری فصل میں ان گمراہ فرقوں کا بیان ہے جو راہِ حق سے بھٹک گئے اور قیامت کے دن ان کی دلیل باطل قرار پائے گی۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ ناجائز صفات کا اطلاق :

یہ فصل ان صفات کے بارے میں ہے جن کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر صحیح نہیں اسی طرح وہ اخلاق جن کی اضافت اس کی طرف محال ہے اور وہ صفات جن کی نسبت جائز ہے

جہالت، شک، گمان، غلبۂ گمان، بھول جانا، اونگھ، نیند، غلبہ، غفلت، عاجز ہونا، موت، گونگا پن، بہرہ پن، اندھا ہونا، شہوت، نفرت کرنا، کسی طرف جھکاؤ، ظاہری اور باطنی غصہ، غم، افسوس، پوشیدہ غم، حسرت، غمگینی، درد، لذت، نفع، نقصان، تمنا، عزم اور جھوٹ کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر ناجائز ہے۔

اللہ تعالیٰ کا نام "ایمان" رکھنا جیسا کہ "سالمیہ" (فرقہ) کا عقیدہ ہے، جائز نہیں۔ انھوں نے آیت کریمہ:

وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ ۔ جس نے ایمان کا انکار کیا اس کے اعمال ضائع ہو گئے۔

سے استدلال کیا حالانکہ آیت سے مراد یہ ہے کہ جس نے ایمان کے واجب ہونے کا انکار کیا اس شخص کی طرح ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان احکام (اوامر و نواہی) کا انکار کیا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ کو اس بات سے موصوف کرنا کہ وہ کسی کا حکم ماننے والا ہے جائز نہیں اور نہ یہ کہنا جائز ہے کہ وہ عورتوں کو جاننے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے حدود، انتہا، پہلے، بعد، نیچے، آگے اور پیچھے ہونے کا نظریہ ناجائز ہے نیز اس کے لیے کیفیت ثابت کرنا بھی جائز نہیں کیونکہ ان میں سے کوئی بات بھی شریعت اسلامیہ میں نہیں آئی۔ البتہ وہ عرش پر (اپنی شان کے مطابق) مستوی ہے جس طرح قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں آیا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ ان تمام جہات کا خالق ہے۔ اللہ تعالیٰ پر مقدار کا اطلاق بھی جائز نہیں۔

اللہ تعالیٰ کو شخص کہنے کے بارے میں اختلاف ہے جو لوگ اس کے جواز کے قائل ہیں وہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے استدلال کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا "کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر غیرت مند نہیں اور نہ کوئی اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر گناہوں کی معذرت قبول کرنے والا ہے۔

اور جو لوگ اس کے عدم جواز کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں حدیث کے الفاظ شخص کے بارے میں واضح نہیں کیونکہ اس معنیٰ کا بھی احتمال ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی غیرت مند نہیں (یعنی لفظ "شخص" کوئی ایک کے معنیٰ میں ہو اور بعض روایات میں آیا بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی غیرت مند نہیں۔ (لَا أَحَدٌ أَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ)۔

اللہ تعالیٰ کو فاضل، عتیق، فقیہہ، فطین، محقق، عاقل، مُوقر اور طبیب کہنا بھی جائز نہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ طبیب کہنا صحیح ہے۔ عادی کہنا بھی صحیح نہیں کیونکہ عاد کے زمانے کی طرف منسوب ہے اور وہ حادث ہے۔ اللہ تعالیٰ کو مطیق (طاقت رکھنے والا) کہنا بھی جائز نہیں کیونکہ وہ ہر طاقت کو پیدا کرنے والا ہے اور اس کی کوئی انتہا نہیں اسے محفوظ کہنا بھی جائز نہیں کیونکہ وہ محافظ ہے۔ اسے مباشرت سے موصوف کرنا نیز کسب کرنے والا کہنا بھی صحیح نہیں کیونکہ یہ حادث کی قدرت و طاقت سے حاصل ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔

اللہ تعالیٰ پر عدم کا اطلاق بھی صحیح نہیں کیونکہ وہ قدیم ہے لیکن یہ قدیم ہونا اس کی ذات سے کوئی زائد صفت نہیں اور نہ ہی اس کے وجود کے لیے آغاز ہے۔ البتہ ابن کلاب کے نزدیک وہ قدیم ہے اور یہ صفتِ قدم اس کی ذات پر زائد

ہے۔ وہ باقی ہے لیکن بقاء کوئی الگ صفت نہیں اللہ تعالیٰ عالم ہے لیکن اس کی معلومات غیر متناہی ہیں اور وہ ایسا قادر ہے جس کی مقدورات کی کوئی انتہا نہیں۔ البتہ معتزلہ ان تمام چیزوں کے لیے انتہا کے قائل ہیں۔

اللہ تعالیٰ پر ان صفات کا اطلاق جائز ہے

خوشی، ہنسنا، غضب، ناراضگی اور رضا مندی سے اللہ تعالیٰ کو موصوف جاننا جائز ہے۔ ہم نے اسے پہلے باب میں بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو صفت وجود سے موصوف ماننا بھی جائز ہے، کیونکہ ارشادِ خداوندی ہے:" اور اس نے وہاں اللہ تعالیٰ کو پایا"۔ اللہ تعالیٰ پر لفظ شی کا اطلاق بھی صحیح ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَہَادَۃً قُلِ اللّٰہُ۔
آپ پوچھیں کس چیز کی گواہی بڑی ہے فرما دیجئے اللہ تعالیٰ کی گواہی

اللہ تعالیٰ پر نفس، ذات اور عین کا اطلاق بھی صحیح ہے لیکن اسے انسانوں کے اعضاء سے تشبیہ نہ دیجائے جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔

یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ ماضی میں تھا لیکن اس کی کوئی حد نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ہ
اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ رَّقِیْبًا ہ
اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا نگہبان ہے۔

اسے قدیم (بلا ابتداء) اور باقی (بلا انتہا) کہنا بھی صحیح ہے۔ اللہ تعالیٰ کو مستطیع کہنا بھی جائز ہے کیونکہ استطاعت کے معنیٰ قدرت ہے اور اللہ تعالیٰ قدرت کی صفت سے موصوف ہے۔

اسے عارف، متبین، واثق، دُری اور داری کہنا بھی جائز ہے کیوں کہ یہ تمام اوصاف علم سے متعلق ہیں اور شرع و لغت میں ان کی ممانعت نہیں۔ شاعر کہتا ہے:

اَللّٰھُمَّ لَا اَدْرِیْ وَاَنْتَ دَارِیْ۔
یا اللہ میں نہیں جانتا اور تو جاننے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ پر "رائی" (دیکھنے والا) کا اطلاق بھی صحیح ہے کیونکہ اس کا معنیٰ بھی "جاننے والا" ہے۔ یہ کہنا بھی جائز ہے کہ اپنی مخلوق اور بندوں پر مطلع ہے یعنی ان کا علم رکھتا ہے اسی طرح اسے واجد (بمعنی عالم) کہنا بھی صحیح ہے اسے جمیل اور مجمل کہنا بھی جائز ہے یعنی اپنی مخلوق پر احسان کرنے والا ہے۔

اسے "دیان" کہنا بھی جائز ہے یعنی وہ بندوں کے افعال پر ان کو بدلہ دینے والا ہے کیونکہ "دین" حساب کو کہتے ہیں "کما تدین تدان" جیسا کرو گے ویسا بھرو گے اور "مالک یوم الدین" یعنی حساب کے دن کا مالک ہے۔

یا دیان شارع کے معنیٰ میں ہوگا کہ اس نے اپنے بندوں کے لیے عبادت و شریعت مقرر کی، اور انہیں اس کی طرف بلایا ان پر اسے فرض کیا پھر وہ انہیں ان کے افعال کا بدلہ دے گا اسے "مقدِّر" بمعنی ہر چیز کو مقرر کرنے والا کہنا بھی جائز ہے قرآن پاک میں ہے:

اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰہُ بِقَدَرٍ۔
ہم نے ہر چیز کو اندازے سے پیدا کیا۔

لفظ "قدر" خبر کے معنیٰ میں بھی آتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

اِلَّا امْرَاَتَہٗ قَدَّرْنَا اِنَّھَا لَمِنَ الْغَابِرِیْنَ۔ مگر اس کی عورت ہم ٹھہرا چکے ہیں کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں سے ہے۔

یعنی ہم نے حضرت لوط علیہ السلام کو خبر دی کہ ان کی بیوی پیچھے رہ کر عذاب میں مبتلا ہونے والے لوگوں میں سے ہے اور دیگر اہل خانہ سے الگ ہے۔ یہاں تقدیر کو شک اور ظن کے معنیٰ میں لینا صحیح نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔

اللہ تعالیٰ کو ناظر کہنا بھی صحیح ہے اور اس کا معنیٰ دیکھنے اور اشیاء کو پانے والا ہوگا۔ سوچنے اور غور و فکر کرنے والا مراد نہیں ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ ان باتوں سے پاک ہے۔

اللہ تعالیٰ کو "شفیق" کہنا بھی صحیح ہے اور اس کا معنیٰ اپنی مخلوق پر رحمت و رأفت کرنے والا ہوگا خوف اور غم کے معنیٰ میں نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کو "رفیق" بھی کہہ سکتے ہیں یعنی اپنی مخلوق کے ساتھ رحمت و شفقت سے پیش آنیوالا۔ یہاں رفیق، امور کو درست رکھنے ان کے بارے میں اچھی سوچ رکھنے اور ان کے نتائج سے بے غم ہونے کے معنیٰ میں نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کو جس طرح کریم اور جواد کہا جا سکتا ہے اسی طرح اسے سخی کہنا بھی صحیح ہے کیونکہ ان تمام الفاظ کا معنیٰ اپنی مخلوق پر فضل و احسان کرنا ہے۔ یہاں سخاوت سے سستی اور نرمی مراد نہیں ہوگی جس طرح لغت میں مستعمل کہا جاتا ہے "ارض سخینۃ" اور "قرطاس سخی" یعنی نرم زمین اور نرم کاغذ۔

اللہ تعالیٰ کو آمر، ناہی[1]، مبیح، حاظر، محلل، محرم، فارض، ملزم، موجب، نادب، مرشد، قاضی اور حاکم کہنا درست ہے جس طرح ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کو واعد، متوعد، مخوف، محذر، ذام، مادح، مخاطب، متکلّم کہنا بھی صحیح ہے ان تمام اوصاف کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ صفت کلام سے موصوف ہے۔ اللہ تعالیٰ کو "معدِم" کہنا بھی صحیح اور اس کا معنیٰ یہ ہوگا کہ کیا اُس نے کچھ عمل نہیں کیا اور یہ بات بھی مراد ہو سکتی ہے کہ وہ ہر اس چیز کو نیست و نابود کرنے والا ہے جس کو اس نے پیدا کیا وہ اس کی بقاء کو ختم کر دے گا تو وہ معدوم ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کو فاعل کہنا بھی صحیح ہے یعنی وہ ہر عمل کو پیدا کرنے والا اور اس کا خالق ہے وہ اسے اپنی قدرت سے ایجاد کرتا ہے لہٰذا وہ اس صفت کے لائق ہے۔ یہاں فاعل کا معنیٰ اشیاء سے مباشرت اور ملنا نہیں کیونکہ یہ بات اجسام کی ملاقات اور ایک دوسرے کو چھونے کی متقاضی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے۔

اللہ تعالیٰ کو "جاعل" بمعنی فاعل کہنا بھی صحیح ہے یعنی اس نے جو کچھ کیا وہ اس کا مفعول ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَجَعَلْنَا الَّیْلَ وَالنَّھَارَ اٰیَتَیْنِ۔ اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا۔

جعل بمعنی حکم بھی ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

---

[1] روکنے والا، جائز کرنے والا، منع کرنے والا، حلال کرنے والا، حرام کرنے والا، فرض کرنے والا، لازم کرنے والا، واجب کرنیوالا، مستحب کرنے والا، راہ دکھانے والا، فیصلہ کرنے والا، حکم دینے والا

وَجَعَلْنَاہُ قُرْاٰناً عَرَبِیًّا۔ — ہم نے اسے عربی قرآن بنایا (یعنی حکم دیا)

اللہ تعالیٰ کو "تارک" کے وصف سے موصوف سمجھنا بھی صحیح ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کو صفت فاعلیت سے موصوف کیا جاسکتا ہے اسی طرح تارک کا معنی یہ ہوگا کہ وہ اپنی قدرت عامہ کے تحت پہلے فعل کی جگہ دوسرے کو وجود میں لاتا ہے، یہاں تارک کا یہ معنی نہیں کہ وہ اپنی ذات کو اس کام سے روکتا ہے جس کا تقاضا اس کی ذات کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو موجد بمعنی خالق کہنا بھی جائز ہے۔ نیز اسے مُکَوِّن بمعنی موجد کہنا بھی صحیح ہے۔ اللہ تعالیٰ کو مُثَبِّت کہنا بھی درست ہے یعنی وہ اشیاء کو ثابت و باقی رکھنے والا ہے۔ جس طرح ارشاد خداوندی ہے۔

یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت۔ — اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ثابت (باقی رہنے والی) بات کے ساتھ ثابت قدم رکھتا ہے۔

نیز ارشاد خداوندی ہے:

یمحو اللہ ما یشاء و یثبت وعندہ ام الکتاب۔ — اللہ تعالیٰ جسے چاہے مٹا دیتا ہے اور جسے چاہے ثابت رکھتا ہے اور اس کے ہاں ام الکتاب (لوح محفوظ ہے)

اللہ تعالیٰ کو عامل اور صانع کہنا بھی صحیح ہے یعنی وہ خالق ہے۔ اسے "مصیب" بھی کہا جاسکتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے افعال تفاوت اور نقصان و زیادتی کے بغیر اسی طرح واقع ہوتے ہیں جس طرح وہ چاہتا ہے اور ارادہ کرتا ہے یعنی وہ ان افعال ان کے حقائق اور کیفیات کو جاننے والا ہے یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے افعال کسی حکم کرنے والے کے حکم کے مطابق ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔ اس صفت (مصیب) کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے بندوں پر بھی ہوسکتا ہے اور اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے، اس کے حکم کی اتباع کرنے والے اور اس کی نہی سے باز رہنے والے لوگ ہیں۔ اسی طرح اپنے سے بڑے اور رئیس کا حکم ماننے والے کو بھی مصیب کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے افعال کو صواب بمعنی حق اور ثابت کہنا بھی جائز ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کو مثیب اور منعم کہنا بھی صحیح ہے یعنی وہ اس شخص کو جسے ثواب عطا کرتا ہے انعام یافتہ اور صاحب عظمت بنانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو معاقب اور مجاز (سزا دینے والا اور بدلہ دینے والا) کہنا بھی جائز ہے یعنی وہ گنہگار کو رُسوا کرتا ہے اور گناہ پر اسے رنج والم پہنچاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو قدیم الاحسان کے وصف سے موصوف ماننا بھی صحیح ہے یعنی وہ اس وقت بھی خالق و رازق تھا جب کچھ نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ان الذین سبقت لھم منا الحسنیٰ۔ — بے شک وہ جن کے لیے ہمارا بھلائی کا وعدہ ہو چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ پر صفت دلیل کا اطلاق بھی صحیح ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے ایک شخص نے عرض کیا میں طرطوس کی طرف جارہا ہوں مجھے دعا کا تحفہ دیجئے تو آپ نے فرمایا تم کہو:

یادلیل الحائرین دلنی علی طریق الصادقین واجعلنی من عبادک الصالحین۔ — اے حیران و پریشان لوگوں کو راستہ دکھانے والے مجھے سچے لوگوں کا راستہ دکھا اور مجھے اپنے نیک بندوں میں کر دے۔

اللہ تعالیٰ کو طبیب کہنا بھی جائز ہے حضرت ابو رمثہ تمیمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں میں اپنے والد کے

ہمراہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا تو میں نے آپ کے کاندھے مبارک پر سیب کی طرح دیکھا۔ میرے والد نے عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں طبیب ہوں کیا میں آپ کا علاج نہ کروں؟ آپ نے فرمایا اس کا طبیب وہی ہے جس نے اس کو پیدا کیا۔

حضرت ابو السفر سے روایت ہے فرماتے ہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے تو ایک جماعت نے آپکی بیمار پرسی کی۔ اور آپ سے عرض کیا "کیا ہم آپ کے لیے کوئی طبیب نہ بلائیں؟ آپ نے فرمایا "طبیب مجھے دیکھ چکا ہے"۔ انھوں نے پوچھا "پھر اس نے کیا کہا؟ آپ نے فرمایا" اس نے کہا میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں"۔

اسی طرح روایت ہے کہ ابو درداء رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے تو لوگ ان کی بیمار پرسی کے لیے آئے اور پوچھا آپ کو کیا شکایت ہے۔ آپ نے فرمایا "میرے گناہ" پوچھا آپ کی طبیعت کیا چیز چاہتی ہے؟ آپ نے فرمایا "جنت"۔ انھوں نے کہا کیا ہم طبیب کو نہ بلائیں۔ آپ نے فرمایا" اسی نے تو مجھے بیمار کیا ہے"۔ جب یہ بات ثابت ہے جس طرح ہم نے پہلی فصل میں ذکر کیا تو ہر اس نام سے اللہ تعالیٰ کو پکارنا جائز ہے جس کے ساتھ وہ موصوف ہے۔ اور اس سے پہلے ہم ننانوے نام ذکر کر چکے ہیں اور دعا میں ان کی زیادہ تاکید ہے۔ البتہ اگر ان صفات سے پکارنا ہے جن کا اس فصل میں ذکر ہوا تو بھی جائز ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ کو یا ساخر (اے مذاق کا بدلہ دینے والے) یا مستہزی (اے مذاق کا بدلہ دینے والے) یا ماکر (اے مکر و فریب کا بدلہ دینے والے) یا خادع (اے دھوکے کا بدلہ دینے والے) یا مبغض (اے دشمنی کرنے والے) یا غضبان (اے غصہ فرمانے والے) یا منتقم (اے انتقام لینے والے) یا معادی (اے دشمنانِ دین سے دشمنی کرنے والے) یا معدم (اے نیست و نابود کرنے والے) یا مہلک (اے ہلاک کرنے والے) جیسے الفاظ سے نہیں پکارنا چاہیے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ پر ان الفاظ کا اطلاق اس معنیٰ میں صحیح ہے کہ وہ مجرموں کو ہلاک و تباہ کرنے والا اور بدلہ دینے والا ہے پھر بھی ان الفاظ کے ساتھ پکارنے کی ممانعت ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی توہین کا شائبہ ہے۔

گمراہ فرقے

اس کی اصل وہ روایت ہے جسے کثیر بن عبداللہ بواسطہ والد، اپنے جدّ امجد حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تم پہلے لوگوں کے طریقوں پر اس طرح چلو گے جس طرح جوتی (دوسری) جوتی کے مطابق ہوتی ہے۔ ان کا طریقہ اس طرح اختیار کرو گے کہ اگر وہ ایک بالشت اختیار کریں گے تو تم بھی ایک بالشت کی مقدار اختیار کرو گے۔ وہ ایک ہاتھ کی مقدار اختیار کریں گے تو تم بھی ایک ہاتھ کی مقدار اختیار کرو گے اور اگر وہ دو ہاتھ اختیار کریں گے تو تم بھی دو ہاتھ کی مقدار اختیار کرو گے۔ حتیٰ کہ اگر وہ گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے تو تم بھی داخل ہو گے۔ سنو! بے شک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دَور کے بنی اسرائیل اکہتّر فرقوں میں بٹ گئے وہ تمام کے تمام گمراہ تھے البتہ ان میں ایک جماعت اسلام پر تھی۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بنی اسرائیل بہتّر (۷۲) فرقوں میں تقسیم ہو گئے ایک جماعت کے علاوہ کہ وہ مسلمان تھی، باقی تمام فرقے گمراہ تھے۔ پھر تم تہتّر فرقوں میں بٹ جاؤ گے ایک گروہ اسلام پر ہو گا، باقی تمام گمراہ ہوں گے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن جبیر بن نفیر بواسطہ اپنے والد، حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "میری امت تہتّر فرقوں میں بٹ جائیگی۔ میری امت کے لیے ان میں سے سب سے بڑا فتنہ وہ گروہ ہوگا جو امورِ دین کو اپنی رائے سے قیاس کریں گے۔ حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہرائیں گے۔"[۱]

حضرت عبداللہ بن زید، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "بنی اسرائیل اکہتّر فرقوں میں بٹ گئے۔ ایک کے سوا تمام جہنمی ہونگے اور میری امت تہتّر (۷۳) گروہوں میں تقسیم ہو جائے گی ایک کو چھوڑ کر باقی تمام دوزخی ہونگے۔" صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ ایک گروہ کونسا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا "وہ لوگ جو اس دین پر ہوں گے جس پر میں اور میرے صحابہ کرام ہیں۔"

امّت کا یہ افتراق جس کا ذکر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ کے دور میں نہ تھا۔ نہ حضرت صدیق اکبر، حضرت فاروق اعظم، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کے دَور میں تھا بلکہ کئی صدیاں گزرنے، صحابہ کرام، تابعین اور مدینہ طیّبہ کے سات فقہاء کرام کے فوت ہونے، مختلف شہروں کے علماء و فقہاء کے قرناً بعد قرنٍ دنیا سے رخصت ہونے اور ان کے وصال کی وجہ سے علم کے رخصت ہو جانے کے بعد ایسا ہوا۔ البتہ ایک مختصر سی جماعت باقی رہ گئی وہی نجات پانے والی جماعت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے دین کی حفاظت فرمائی۔

جس طرح بواسطہ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[۱] دورِ حاضر میں بھی ایک فرقہ جو اپنے آپ کو توحیدی کہتا ہے حلال چیزوں کو حرام ٹھہرا کر لوگوں کو اس سے روکتا ہے حتیٰ کہ جس کھانے پر ختم قرآن پڑھا جائے اُسے بھی حرام ٹھہراتا ہے۔ اولیاء کرام کے ایصالِ ثواب کے لیے مختص جانور کو بھی حرام سمجھتا ہے۔ العیاذ باللہ۔ ۱۲ ہزاروی۔

ارشاد فرمایا" اللہ تعالیٰ لوگوں کو علم عطا کرنے کے بعد ان کے سینوں سے سلب نہیں کرے گا بلکہ علماء کے رخصت ہونے کے بعد علم ختم ہو جائے گا جب وہ کسی عالم کو دنیا سے لے جائیگا تو اس کے ساتھ اس کا علم بھی رخصت ہو جائے گا حتیٰ کہ جاہل لوگ باقی رہ جائیں گے وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔" ایک دوسری روایت میں حضرت عروہ اپنے والد کے واسطہ سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ نے ارشاد فرمایا" اللہ تعالیٰ علم کو (لوگوں کے سینوں سے) سلب کر کے قبض نہیں کرے گا بلکہ علماء کے اُٹھ جانے سے علم اُٹھا لے گا یہاں تک کہ جب کوئی عالم نہیں رہیگا تو لوگ جاہلوں کو اپنا سردار بنالیں گے ان سے مسائل پوچھیں گے تو وہ علم کے بغیر فتویٰ دیں گے یوں خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

حضرت کثیر بن عبداللہ بواسطہ والد، اپنے دادا حضرت عمرو ابن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" دین حجاز کی طرف لوٹ آئیگا جس طرح سانپ اپنے سوراخ کی طرف لوٹتا ہے لوگ ملک حجاز سے دین کو اسیطرح تلاش کریں گے جس طرح پہاڑ کی چوٹی سے پہاڑی بکری تلاش کی جاتی ہے۔ بے شک دین کا آغاز غربت سے ہوا اور عنقریب وہ غربت کی طرف لوٹ آئیگا پس غرباء کے لیے خوشخبری ہے۔ پوچھا گیا غرباء کون ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ لوگ جو میری سنت کی اصلاح کریں جس کو میرے بعد لوگوں نے خراب کر دیا۔"

حضرت عکرمہ، حضرت عبداللہ ابن عباس (رضی اللہ عنہم) سے روایت کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ " لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئیگا جب وہ اس میں سنت کو مردہ اور بدعت کو زندہ کریں گے"۔ ۵۱

حضرت حارث، حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (آخری زمانے کے) فتنوں کا ذکر فرمایا تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس سے نکلنے کا راستہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا" اللہ تعالیٰ کی کتاب،، وہ ذکر حکیم اور سیدھا راستہ ہے۔ یہی وہ کتاب ہے جس کے ساتھ زبانیں مشکل میں مبتلا نہیں ہوتیں (یا شک و شبہ کا شکار نہیں ہوتیں) یہی وہ کتاب ہے کہ جب جن اسے سنتے ہیں تو بیٹھے نہیں رہتے بلکہ وہ کہتے ہیں بے شک ہم نے عجیب قرآن سُنا، جس نے اس کے ساتھ گفتگو کی اس نے سچ کہا اور جس نے اس کے ذریعے فیصلہ کیا اس نے انصاف کیا۔"

حضرت عبدالرحمٰن بن عمر، حضرت عرباض بن ساریہ (رضی اللہ عنہم) سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی تو ہمیں ایک بلیغ وعظ فرمایا جس سے آنکھیں بہ پڑیں، دل دہل گئے، اور جگر جل گئے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! (ایسا معلوم ہوتا ہے) گویا یہ آخری وعظ ہے۔ آپ نے فرمایا میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور (حکمران کا حکم) سننے اور ماننے کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ حبشی حکمران ہی کیوں نہ ہو۔ ۵۲

---

۵۱ بدعت ہر اس بات کو کہتے ہیں جو خلافِ سنت ہو اور دین میں اس کی اصل نہ ہو۔ محض نیا کام ہونے کی وجہ سے وہ بدعت نہ ہوگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد کے مطابق جو اچھا کام جاری کیا جائے اس پر ثواب ملتا ہے اور اس کے لیے سنت کا لفظ بولا گیا ہے۔ ۱۲ ہزاروی۔

۵۲ اگر حکمران مسلمان ہو شریعت اسلامیہ کی خلاف ورزی کا مرتکب نہ ہو تو اس کی اطاعت کی جائے گی (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)۔۔

بے شک جو لوگ میرے بعد زندگی گزاریں گے وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھیں گے پس میرے بعد تم پر میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنّت اپنانا لازم ہے اسے مضبوطی سے پکڑو اور نئی باتوں سے بچو۔ کیونکہ ہر نئی (خلافِ سنت) بات بدعت ہے اور ہر (بُری) بدعت گمراہی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بُلانے والا ہدایت کی طرف بُلائے پھر اس کی اتباع کی جائے تو اسے اتباع کرنے والے کی مثل ثواب ملے گا اور ان کے ثواب سے بھی کچھ کم نہ ہوگا اور جو بُلانے والا گمراہی کی طرف بُلائے اور اس کی اتباع کی جائے تو اس پہ اتباع کرنے والوں جتنا بوجھ ہوگا اور ان کے بوجھوں سے بھی کچھ کم نہ ہوگا۔

فرقوں کی تقسیم

تہتّر فرقوں کی اصل دس فرقے ہیں۔

۱۔ اہلسنت ۔ ۲۔ خوارج ۔ ۳۔ شیعہ ۔ ۴۔ معتزلہ ۔ ۵۔ مرجئہ ۔ ۶۔ مشبہہ ۔ ۷۔ جہمیہ ۔ ۸۔ ضراریہ ۔ ۹۔ نجاریہ ۔ ۱۰۔ کلابیہ ۔

اہلسنّت ایک جماعت ہے، خوارج پندرہ فرقوں پر مشتمل ہیں۔ معتزلہ کے چھ فرقے ہیں۔ مرجئہ بارہ فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ شیعہ کے تیس گروہ ہیں، جہمیہ، نجاریہ، ضراریہ اور کلابیہ ایک ایک گروہ ہیں، مشبہہ کے تین فرقے ہیں پس یہ کل تہتّر فرقے ہیں۔ جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے۔

اہلِ سُنّت وجماعت

نجات پانے والی جماعت، اہلِ سنّت وجماعت ہیں اور ان کا مذہب وعقیدہ اس سے پہلے بیان کر دیا گیا ہے ان کو نجات پانے والا گروہ کہا جاتا ہے۔

قدریہ اور معتزلہ اس ناجی جماعت کو مجبرہ کہتے ہیں کیونکہ اس جماعت کا عقیدہ ہے کہ تمام مخلوقات اللہ تعالیٰ کی مشیئت، قدرت، ارادے اور تخلیق سے وجود میں آئی ہے۔ مرجئہ، اہل سُنّت کو شکاکیہ کے نام سے یاد کرتے ہیں کیونکہ یہ ایمان میں استثناء کرتے ہیں اور ان میں سے ایک کہتا ہے میں "ان شاء اللہ مؤمن ہوں"۔ اس کا بیان پہلے ہو چکا ہے [لہ]۔

رافضیوں نے اس ناجی جماعت کا نام ناصبیہ رکھا ہے کیونکہ اہلسنّت وجماعت قوم کی رائے سے امام کی تقرری کرتے ہیں۔

جہمیہ اور انصاریہ، اہلِ سنّت کو مشبہہ کہتے ہیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے لیے علم، قدرت اور زندگی جیسی صفات ثابت کرتے ہیں۔

(حاشیہ صفحہ سابقہ) ان کی بات سننا اور ماننا لازم ہے اگرچہ حبشی غلام ہی ہو لیکن خلافِ اسلام باتوں کا حکم دینے والا حکمران اطاعت کا مستحق نہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہ کی جائے"۔ ۱۲ ہزاروی۔

لہ ۔ شک کی بنیاد پر یہ الفاظ کہنا کہ "میں ان شاء اللہ مؤمن ہوں" جائز نہیں بلکہ ایمان کے بارے میں پختہ یقین ہونا چاہیے۔

باطنیہ کے نزدیک اس ناجی جماعت کا نام حشویہ ہے۔ کیونکہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ اور آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر عمل پیرا ہوتے ہیں لیکن اس ناجی گروہ کا نام اصحاب حدیث اور اہل سنّت ہے جس طرح ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔

خوارج

خارجیوں کے کئی نام اور القاب ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف خروج کی وجہ سے ان کو خارجی کہا جاتا ہے، ان کو حکمیہ کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے کیونکہ انھوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کو حَکَمْ (ثالث) ماننے سے انکار کر دیا اور کہنے لگے "لَا حُکْمَ اِلَّا لِلّٰہِ اَحْکَمَ الْحَاکِمِیْنَ" "اللہ سب سے بڑے حاکم کے سوا کسی کو فیصلے کا حق نہیں"۔ ان کو حروریہ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ مقام حروراء پر اُترے۔ ان کا ایک نام شراۃ بھی ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں "شَرَیْنَا اَنْفُسَنَا فِی اللّٰہِ۔" "ہم نے ثواب اور رضائے الٰہی کی خاطر اپنے نفسوں کو بیچ دیا"۔ دین سے نکل جانے کی وجہ سے خوارج مارقہ بھی کہلاتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے پھر وہ اس میں داخل نہیں ہوں گے"۔ یہی وہ لوگ ہیں جو دین سے خارج اور ملّتِ اسلامیہ نیز اہلسنّت وجماعت سے الگ ہو گئے۔ ہدایت کے راستہ سے ہٹ گئے اور بادشاہ وقت کی اطاعت سے منہ موڑ لیا۔ انھوں نے ائمہ کے خلاف تلوار نکال لی اور ان کے خون و مال کو حلال سمجھا۔ بلکہ اپنے مخالفین کو کافر قرار دیا۔[۱]

خوارج، حضور علیہ السلام کے صحابہ کرام اور انصار کو گالیاں دیتے، ان سے بیزاری کا اظہار کرتے اور (معاذ اللہ) انھیں کافر اور گناہ کبیرہ کے مرتکب خیال کرتے اور ان کے خلاف عقائد رکھتے ہیں

عذاب قبر، حوضِ کوثر اور شفاعت کے منکر ہیں اور کسی مسلمان کے دوزخ سے نکلنے کو تسلیم نہیں کرتے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ جو شخص جھوٹ بولے یا کسی صغیرہ یا کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرے اور توبہ کیے بغیر مر جائے وہ کافر ہے اور ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ یہ لوگ اپنے امام کے سوا کسی کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں سمجھتے، وقت کے بعد نماز پڑھنے، چاند دیکھنے سے پہلے روزہ رکھنے اور افطار کرنے کو جائز سمجھتے ہیں۔ اسی طرح ولی کے بغیر نکاح کو بھی جائز سمجھتے ہیں[۲]۔ ان کے نزدیک متعہ کرنا اور ایک درہم کا دو درہموں کے بدلے نقد سودا کرنا بھی جائز ہے۔ موزے پہن کر نماز پڑھنے اور

---

[۱] تیرھویں صدی میں محمد بن عبدالوہاب نجدی نے حرمین شریفین پر حملہ کیا وہ اور اس کے متبعین حنبلی کہلاتے تھے لیکن ان کے خیال میں صرف وہی مسلمان تھے اور باقی تمام لوگ مشرک ــــ چنانچہ انھوں نے اس بہانے اہلسنّت کے قتل کو مباح قرار دیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت کو توڑا اور ۱۲۳۳ھ میں مسلمانوں کے لشکر کو ان پر کامیابی عطا فرمائی (ردالمحتار علی الدرالمختار جلد ۳ ص ۳۰۹) ۱۲ ہزاروی۔

[۲] یہاں خوارج کے مختلف عقائد کے ذکر میں اس مسئلے کا بھی تذکرہ ہوا جہاں تک بالغہ عورت کا ولی کے بغیر نکاح کرنے کا تعلق ہے تو احناف کا بھی یہی نظریہ ہے کیونکہ یہ بات حدیث سے ثابت ہے۔

....

موزوں پر مسح کرنے کو بھی جائز نہیں سمجھتے۔ خوارج کے نزدیک حکمرانوں کی اطاعت اور قریش کی خلافت ضروری نہیں۔

خوارج عام طور پر جزیرہ، عمان، موصل، حضر موت اور عرب کے نواحی علاقوں میں رہتے ہیں اور جن لوگوں نے (ان کے عقائد) کی کتاب لکھی وہ عبدبن زید، محمد بن حرب، یحییٰ بن کامل اور سعید بن ہارون ہیں۔

خوارج کے پندرہ فرقے ہیں۔ ان میں ایک گروہ نجدات کہلاتا ہے۔ یہ فرقہ یمامہ کے نجدہ بن عامر حنفی کی طرف منسوب ہے۔ اور یہ لوگ عبداللہ بن ناصر کے ساتھی ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ جو شخص جھوٹ بولے یا بار بار صغیرہ گناہ کا مرتکب ہو وہ مشرک ہے اور اگر وہ زنا، چوری اور شراب نوشی کا ارتکاب کرے لیکن اس پر مصر نہ ہو وہ مسلمان ہے۔ نیز ان کے نزدیک امام کی ضرورت بھی نہیں صرف اللہ کی کتاب کا علم کافی ہے۔

ان میں سے ایک گروہ ازارقہ ہے۔ یہ لوگ نافع بن ازرق کے ساتھی ہیں۔ ان کا نظریہ یہ ہے کہ ہر کبیرہ گناہ کفر ہے۔ اور یہ دنیا کفر کا گھر ہے نیز حضرت ابو موسیٰ اور حضرت عمرو ابن عاص رضی اللہ عنہما نے (معاذ اللہ) کفر کا ارتکاب کیا جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کو اپنے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان حَکَم (ثالث) مقرر فرمایا کہ وہ رعایا کے بارے میں بہتر بات پر غور و خوض کریں۔ اس فرقے کے نزدیک مشرکین کے بچّوں کا قتل جائز ہے۔ یہ لوگ رجم کو حرام سمجھتے ہیں۔ کسی پاک دامن مرد کو الزام دینے والے پر حد نہیں لگاتے جبکہ پاکدامنہ عورت پہ الزام لگانے والے پر حد نافذ کرتے ہیں۔

خوارج کا ایک گروہ فدکیہ کے نام سے موسوم ہے اور یہ ابن فدیک کی طرف منسوب ہیں۔ ان کے ایک گروہ کا نام عطویہ ہے جو عطیہ بن اسود کی طرف منسوب ہے۔ ایک گروہ عجاردہ کہلاتا ہے جو عبدالرحمٰن بن عجرد سے نسبت رکھتا ہے۔ یہ بہت سے گروہ ہیں اور تمام کے تمام میمونیہ کہلاتے ہیں اور پوتیوں، نواسیوں، بھتیجیوں اور بھانجیوں سے نکاح کرنا جائز سمجھتے ہیں۔ ان کا قول ہے کہ سورۂ یوسف قرآن پاک سے نہیں ہے۔ فرقہ عجاردہ میں سے ایک گروہ جازمیہ نکلا ہے وہ اس عقیدے کی بنا پر الگ ہوا ہے کہ اس کے نزدیک دوستی اور دشمنی اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفات ہیں۔ جازمیہ سے ایک فرقہ معلومیہ الگ ہوا کیونکہ اس کے نزدیک جو شخص اللہ تعالیٰ کو اس کے ناموں کے ساتھ نہیں جانتا وہ جاہل ہے وہ افعال کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق نہیں مانتے اور فعل کی استطاعت کا بھی انکار کرتے ہیں۔

خوارج کے بنیادی پندرہ فرقوں میں سے ایک فرقہ مجہولیہ ہے وہ کہتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو اس کے بعض ناموں کے ساتھ جانتا ہے وہ عالم ہے جاہل نہیں۔ ان میں سے ایک گروہ صلتیہ ہے جو عثمان بن صلت کی طرف منسوب ہے۔ اس فرقے کا یہ دعویٰ ہے کہ جس نے ہماری بات مانی اور اسلام قبول کیا اور اس کے ہاں بچہ پیدا ہو تو جب تک وہ بچہ بالغ نہ ہو جائے اور اسلام کی دعوت قبول نہ کرے مسلمان نہ ہو گا۔

ان میں سے ایک گروہ اخنسیہ ہے جو اخنس نامی ایک شخص کی طرف منسوب ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ مالک احتیاج اور فقر کی صورت میں اپنے غلام سے زکوٰۃ لے سکتا ہے اور اپنے مال سے اُسے بھی زکوٰۃ دے سکتا ہے۔ ان میں سے ایک گروہ ظفریہ ہے۔ حفصیہ نامی فرقہ اسی فرقے سے نکلا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو پہچانتا ہے لیکن اس کے سوا رسول، جنت اور دوزخ کا منکر ہو، ہر قسم کی برائی مثلاً کسی کو قتل کرنے، اور زنا کو حلال سمجھنے میں مبتلا ہو وہ شرک سے بری ہے۔ مشرک صرف وہی شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی پہچان نہ رکھتا ہو اور اس کا منکر ہو۔

ان لوگوں کا خیال ہے کہ قرآن پاک میں جس جگہ[۱] ان کا ذکر آیا وہ حضرت رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھی ہیں
یَدۡعُوۡنَہٗۤ اِلَی الۡهُدَی ائۡتِنَا ۔ بلانے والوں سے مراد اہل نہروان ہیں ۔

خوارج کا ایک گروہ اباضیہ ہے ان کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں پر صرف ایمان لانا فرض کیا ہے اور ہر کبیرہ گناہ، انکار نعمت ہے۔ شرک والا کفر نہیں۔ ان میں سے ایک گروہ بہنسیہ ہے جو ابو بہنس کی طرف منسوب ہے۔ ان کا ایک انفرادی نظریہ ہے کہ آدمی اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک ان تمام چیزوں کو نہ جان لے جن کو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے حلال کیا اور جن باتوں کو اللہ تعالیٰ نے بذاتہ اس پر حرام کیا۔ بہنسیہ میں سے بعض لوگ کہتے ہیں جو شخص ایسے گناہ کا مرتکب ہو جو حرام ہے تو وہ کافر نہ ہوگا حتیٰ کہ اسے بادشاہ کے سامنے پیش کیا جائے اور وہ اس پر حد قائم کرے اس وقت اسے کافر قرار دیا جائے گا۔

ان میں سے ایک گروہ شمراخیہ ہے جو عبد اللہ بن شمراخ کی طرف منسوب ہے۔ ان کے نزدیک ماں باپ کو قتل کرنا جائز ہے۔ جب اس گروہ نے دارالتقیہ میں اس نظریے کا دعویٰ کیا تو خوارج نے اس سے بیزاری کا اعلان کیا۔ ان میں سے ایک گروہ بدعیہ نام سے موسوم ہے۔ ان کا عقیدہ وہی ہے جو ازارقہ کا ہے البتہ وہ اس عقیدے میں منفرد ہیں کہ صبح کی نماز دو رکعتوں پر مشتمل ہے اور شام کی نماز بھی دو رکعتیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیۡلِ اِنَّ الۡحَسَنٰتِ یُذۡهِبۡنَ السَّیِّاٰتِ ۔ دن کے دونوں کناروں میں اور رات کے ایک حصے میں نماز قائم کرو بے شک نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں۔

یہ گروہ اس مسئلے میں ازارقہ کے ساتھ متفق ہے کہ لوٹ مار کی صورت میں ہاتھ آنے والی کفار کی عورتوں کو قیدی بنانا اور ان کے بچوں کو قتل کرنا جائز ہے۔ کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

لَا تَذَرۡ عَلَی الۡاَرۡضِ مِنَ الۡکٰفِرِیۡنَ دَیَّارًا ۔ (اے میرے رب!) زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ۔

یہ فرقہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو (معاذ اللہ) کافر قرار دینے میں باقی تمام خوارج کے ساتھ متفق ہے کیونکہ آپ نے دو صحابہ کرام کو حَکَم مقرر فرمایا تھا۔ اسی طرح یہ لوگ گناہ کبیرہ کے مرتکب کو بھی کافر سمجھتے ہیں البتہ نجدات نامی فرقہ نے اس مسئلے میں ان کی موافقت نہیں کی۔

شیعہ

شیعہ کے کئی نام ہیں جن میں کچھ یہ ہیں: شیعہ، رافضہ، غالیہ اور طیّارہ۔

ان کو شیعہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی پیروی کا دعویٰ کرتے ہیں اور ان کو باقی تمام صحابہ کرام پر فضیلت دیتے ہیں ان کو رافضہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اکثر صحابہ کرام کا نیز حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کرتے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ ان کو رافضی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جب حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر

[۱] سورۂ انعام، آیت: ۷۱۔

اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو خلافت کا حقدار سمجھا اور ان کی خلافت کو تسلیم کیا تو ان لوگوں نے ان کو چھوڑ دیا۔ حضرت زید نے فرمایا: رَفَضُوْنِیْ (انھوں نے مجھے چھوڑ دیا) اس وجہ سے ان کو رافضہ کہا جانے لگا۔

ایک قول کے مطابق حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر فضیلت نہ دینے والے کو رافضی کہا جاتا ہے اور روافض وہ ہیں جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتے ہیں۔ ان میں سے ایک گروہ کا نام قطعیہ ہے کیونکہ وہ حضرت موسیٰ بن جعفر کی موت پر یقین رکھتے ہیں۔ ان میں سے ایک گروہ کا نام غالیہ ہے کیونکہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعریف میں غلوّ (زیادتی) سے کام لیتے ہیں اور ان کے بارے میں ربوبیت اور نبوت کی صفات کا قول کرتے ہیں حبکہ وہ (انسان غیر نبی ہونے کی وجہ سے) ان صفات کے مستحق نہیں۔ ہشام بن حکم، علی بن منصور، ابوالاحوص، حسین بن سعید، فضل بن شاذان، ابوعیسیٰ وراق، ابن راوندی اور منیجی نے ان کی کتب تصنیف کی ہیں۔

شیعہ کی اکثریت قم، قاشان بلاد ادریس اور کوفہ کے شہروں میں رہائش پذیر ہے۔

رافضی

رافضیوں کی تین اقسام ہیں، غالیہ، زیدیہ، رافضہ۔

غالیہ سے بارہ فرقے نکلتے ہیں جو یہ ہیں۔ بنانیہ، طیاریہ، منصوریہ، میریہ، خطابیہ، معمریہ، بزیعیہ، مفضلیہ، متناسخہ، شریعیہ، سبیئہ اور مفوضہ

زیدیہ فرقہ سے چھ شاخیں نکلتی ہیں۔

جارودیہ، سلیمانیہ، بتریہ، نعیمیہ، یعقوبیہ، اور چھٹا گروہ رجعت کا انکار نہیں کرتا البتہ وہ حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی امامت کا انکار کرتے ہیں۔

رافضہ کے چودہ فرقے ہیں۔

قطعیہ، کیسانیہ، کریبیہ، عُمیریہ، محمدیہ، حسینیہ، ناوسیہ، اسماعیلیہ، قرامطیہ، مبارکیہ، شمیطیہ، عماریہ، مطموریہ، موسویہ اور امامیہ۔

روافض کے تمام گروہ اس بات پر متفق ہیں کہ امامت عقلاً ثابت ہے اور اس پر نص ہے۔ ائمہ غلطی بھول اور خطا سے معصوم ہیں۔ وہ مفضول (جس پر کسی دوسرے کو فضیلت حاصل ہو) کی امامت کا انکار کرتے ہیں جبکہ مختار بات وہ ہے جس کو ہم نے ائمہ کے ذکر میں اس سے پہلے بیان کر دیا ہے۔ یہ لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو تمام صحابہ کرام پر فضیلت دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی امامت منصوص ہے۔ نیز وہ حضرت صدیق اکبر، حضرت فاروق اعظم اور دیگر تمام صحابہ کرام سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں البتہ چند صحابہ کرام کو مستثنیٰ کرتے ہیں۔ فرقہ زیدیہ کا اس مسئلہ میں ان سے اختلاف ہے۔ رافضی یہ بھی کہتے ہیں کہ چھ آدمیوں کے علاوہ تمام امت حضرت علی مرتضیٰ کی امامت کو چھوڑ کر مرتد ہو چکی ہے۔ یہ چھ افراد حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت عمار، حضرت مقداد بن اسود، حضرت سلمان فارسی، اور دیگر دو صحابی رضی اللہ عنہم ہیں۔

ان کا ایک عقیدہ یہ ہے کہ امام کو چاہیے کہ وہ ڈر کے وقت کہے میں امام نہیں ہوں اور اللہ تعالیٰ کسی چیز کے وقوع پذیر

ہونے سے پہلے اسے نہیں جانتا نیز قیامت سے پہلے فوت شدہ لوگ دنیا کی طرف واپس آئیں گے بلکہ ان میں سے حد سے تجاوز کرنے والے نہ حساب و کتاب کو مانتے ہیں اور نہ قیامت کو —— ان کا ایک عقیدہ ہے کہ امام، دین و دنیا کی ہر اس بات کو جانتا ہے جو ہو چکی اور جو ہو گی حتیٰ کہ کنکریوں کی گنتی، بارش کے قطرے اور درختوں کے پتے بھی اس کے علم میں ہیں۔ انبیاء کرام کی طرح ائمہ کے ہاتھوں بھی معجزات ظاہر ہوتے ہیں اور ان میں سے اکثر کہتے ہیں کہ جس شخص نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے لڑائی کی وہ کافر ہے (معاذ اللہ) اس کے علاوہ بھی ان کے کچھ عقائد ہیں۔

ہر فرقے کے کچھ انفرادی عقائد ہیں پس ان میں سے غالی فرقے کا دعویٰ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے افضل ہیں نیز وہ باقی صحابہ کرام کی طرح مٹی میں مدفون نہیں ہیں بلکہ وہ بادلوں میں ہیں اور اپنے دشمنوں سے لڑتے ہیں۔ آپ آخری زمانے میں واپس آجائیں گے اور اپنے دشمنوں اور بغض رکھنے والوں کو قتل کریں گے نیز حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور تمام ائمہ فوت نہیں ہوئے بلکہ قیامت تک باقی ہیں ان کو موت نہیں آئے گی۔ ان کا دعویٰ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نبی ہیں اور ان پر وحی لانے کے سلسلے میں حضرت جبریل علیہ السلام سے غلطی ہوئی ہے ان کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ معبود ہیں —— ان لوگوں پر قیامت تک اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور تمام مخلوق کی لعنت ہو۔ اللہ تعالیٰ ان کا نام و نشان مٹا دے ان کی سبزیوں کو تباہ کر دے۔ ان میں سے زمین پر کوئی بھی نہ رہے کیونکہ یہ لوگ کفر و شرک میں انتہا کو پہنچ گئے اسلام کو چھوڑ دیا اور ایمان سے علیحدہ ہو گئے اللہ تعالیٰ، رسولوں اور وحی کا انکار کیا ہم ان باتوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔

اس غالی فرقے سے بنانیہ فرقہ نکلا ہے جو بنان بن سمعان کی طرف منسوب ہیں ان کے باطل خیالات اور جھوٹی باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانی صورت میں ہے انھوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے بہت بلند و بالا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہی سننے جاننے والا ہے۔

غالیہ فرقہ ہی طیاریہ نامی شاخ حضرت عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے یہ لوگ تناسخ کے قائل ہیں[1] اور کہتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی روح اللہ تعالیٰ ہی کی روح ہے۔ وہ حضرت آدم علیہ السلام کے قلب میں اتری ہے۔

غالیہ فرقے ہی سے منصوریہ بھی تناسخ کے قائل ہیں ان کا خیال ہے کہ روح جب موت کے ساتھ اس دنیا سے نکلتی ہے تو سب سے پہلے بکری کے بچے کے قالب میں جاتی ہے پھر دوسرے جسموں میں منتقل ہوتی رہتی ہے حتیٰ کہ وہ عذرا نامی کیڑے یا اس کے ہم شکل کیڑے میں چلی جاتی ہے۔ اور یہ تناسخ کا آخری مرحلہ ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ ان میں سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ گنہگاروں کی ارواح لوہے، کیچڑ اور مٹی کے کچے برتنوں میں منتقل ہوتی رہتی ہیں اور وہ وہاں اپنے گناہوں کے مطابق اس طرح سزا پاتی ہیں کہ کہیں ان برتنوں کو کوٹا جاتا ہے اور کہیں آگ میں پکایا جاتا ہے اور کہیں گلایا جاتا ہے اور استعمال ہونے میں وہ ذلیل و خوار ہوتے ہیں۔

مغیریہ فرقہ، مغیرہ بن سعد کی طرف منسوب ہے جس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آدمی کی صورت میں نور ہے۔

۱؎ "دروغ گو را حافظہ نہ باشد"، ایک طرف جنت و دوزخ کا انکار اور دوسری طرف جنت میں جانے کا زعم باطل، درحقیقت تمام باطل فرقے اسی طرح تضادات کا شکار ہیں، اعاذنا اللہ منھم، ۱۲ ہزاروی۔

۲؎ تناسخ ارواح کا مطلب یہ ہے کہ انسان جیسا عمل کرتا ہے اس کی جزا و سزا اس کو دنیا ہی میں اس طرح دے دی جاتی ہے کہ روح ایک جسم عنصری سے متعلق ہوتی ہے تو موت کے بعد اسے دوسرے جسم عنصری مثلاً کتے، گدھے وغیرہ کسی میں منتقل کر دیا جاتا ہے ۱۲ ہزاروی۔

اس نے مُردوں کو زندہ کرنے اور کچھ دوسرے کاموں کا بھی دعویٰ کیا ہے۔

منصوریہ فرقہ ابومنصور کی طرف منسوب ہے۔ اس کا گمان تھا کہ وہ آسمان کی طرف چڑھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اس کا یہ بھی خیال ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی سب سے پہلی مخلوق ہیں۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پیدا کیا گیا نیز اللہ تعالیٰ کے رسولوں کا سلسلہ منقطع نہیں ہوگا۔ اور جنت و دوزخ کا وجود نہیں ہے۔ اس گروہ کا یہ بھی خیال ہے کہ جو شخص ان کے مخالفین میں سے چالیس آدمیوں کو قتل کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا[1] وہ لوگوں کے مال کو لوٹنا جائز سمجھتے ہیں نیز ان کے خیال میں حضرت جبریل علیہ السلام نے پیغام خداوندی پہنچانے میں غلطی کی ہے۔ یہ ایسا کلمۂ کفر ہے جس کے برابر کوئی کفر نہیں۔

خطابیہ گروہ ابوالخطاب کی طرف منسوب ہے ان کا عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام نبی اور امین ہیں اور ہر دور میں ایک ناطق نبی اور ایک خاموش نبی ہوتا ہے۔ لہٰذا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ناطق اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ خاموش نبی ہیں۔ معمر یہ فرقے کا بھی یہی نظریہ ہے۔ البتہ وہ ترکِ نماز میں خطابیہ سے الگ ہو گئے۔ بزیعیہ فرقہ، بزیع کی طرف منسوب ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ حضرت جعفر ہی اللہ ہیں وہ دکھائی نہیں دیتا لیکن اس صورت کے مشابہ ہے۔ ان کے لیے ہلاکت ہے۔ ان کا یہ بھی خیال ہے کہ ان کے پاس وحی آتی ہے اور وہ ملکوت کی طرف بلند ہوتے ہیں۔ وہ ہلاک ہوں۔ وہ کتنے بڑے جھوٹے اور اہلِ باطل ہیں بلکہ وہ اپنی بُری باتوں اور جھوٹے دعوے کے باعث اس لائق ہیں کہ اللہ تعالیٰ انھیں جہنم کے سب سے نچلے گڑھے اور ہاویہ جہنم کی طرف پھینکے۔

مفضلیہ فرقہ، مفضل صیرفی کی طرف منسوب ہے۔

یہ لوگ اَئمہ کے بارے میں وہی بات کہتے ہیں جو عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہتے ہیں۔ شریعیہ فرقہ، شریع سے نسبت رکھتا ہے ان کے خیال (باطل) میں اللہ تعالیٰ پانچ شخصیتوں یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل یعنی حضرت عباس، حضرت علی، حضرت جعفر اور حضرت عقیل کی صورت میں اُترا ہے۔

سبئیہ فرقہ عبد اللہ بن سبا کی طرف منسوب ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا وصال نہیں ہوا اور آپ قیامت سے پہلے واپس آئیں گے۔ سید حمیری ان ہی میں سے ہے۔

مفوضیہ فرقہ کا نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تدبیر خلق (سے متعلق تمام امور) کو ائمہ کے سپرد کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخلوق کے پیدا کرنے اور اس کی تدبیر کی قدرت دی ہے۔ نیز دنیا میں جتنی چیزیں ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا نہیں کیا۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی ان کا یہی عقیدہ ہے۔ یہ لوگ بادلوں کو دیکھ کر سلام کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بادلوں میں ہیں

زیدیہ فرقہ کا یہ نام اس لیے ہے کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی خلافت سے متعلق حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ کے قول کی طرف میلان رکھتے ہیں۔

---

[1] دُروغ گو را حافظہ نہ باشد" ایک طرف جنت و دوزخ کا انکار اور دوسری طرف جنت میں جانے کا زعم باطل، درحقیقت تمام باطل فرقے اسی طرح تضادات کا شکار ہیں۔ اعاذنا اللہ منہم۔ ۱۲ ہزاروی۔

جارودیہ فرقہ ابوالجارود کی طرف منسوب ہے ان کا خیال ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی ہیں اور آپ ہی امام ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نام لے کر نہیں بلکہ صفات بیان کر کے آپ کی امامت کو بیان کیا۔ ان کے نزدیک حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تک امامت چلتی ہے اس کے بعد مجلس شوریٰ اس آدمی کے حق میں فیصلہ کرے جو شمشیر کے زور سے باہر آئے۔ سلیمانیہ فرقہ سلیمان بن کثیر کی طرف منسوب ہے۔ زرقان کہتا ہے ان لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ امام تھے اور حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی بیعت غلطی تھی وہ سبقت کے مستحق نہیں اور امت نے زیادہ بہتر کو چھوڑ دیا۔

ابتریہ فرقہ، ابتر کی طرف منسوب ہے۔ اس کا لقب نواد ہے ان کا خیال ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی بیعت خطا نہ تھی کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود امامت کو ترک کر دیا تھا۔ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں شک کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کی بیعت کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ امام تھے۔

نعیمیہ فرقہ نعیم بن یمان کی طرف منسوب ہے اور ان کا عقیدہ بھی ابتریہ جیسا ہے البتہ انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بیزاری کا اعلان کیا اور آپ (کی امامت) کا انکار کیا۔

یعقوبیہ فرقہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کی خلافت کو تسلیم کرتا ہے البتہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ان دونوں پر فضیلت کے قائل ہیں۔ یہ رجعت کا بھی انکار کرتے ہیں۔ یہ فرقہ ایک شخص یعقوب کی طرف منسوب ہے۔ ان میں سے بعض لوگ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں اور حضرت علی مرتضیٰ کے واپس آنے کے قائل ہیں۔

رافضہ

رافضہ سے چودہ فرقے نکلے ہیں۔ ان میں سے پہلا قطعیہ ہے جو موسیٰ بن جعفر کی موت پر یقین رکھتے ہیں اور امامت کا سلسلہ حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ تک مانتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ آپ موجود ہیں اور دوبارہ آئیں گے۔

دوسرا فرقہ کیسانیہ ہے۔ یہ فرقہ کیسان کی طرف منسوب ہے اور حضرت محمد بن حنفیہ کی امامت کا قائل ہے کیونکہ آپ کو بصرہ میں جھنڈا دیا گیا۔

تیسرا فرقہ کریبیہ ہے۔ یہ ابن کریب ضریر کے ساتھی ہیں۔

چوتھا فرقہ عمیریہ کہلاتا ہے۔ یہ عمیر کے ساتھی ہیں اور حضرت امام مہدی کے خروج تک یہی ان کا امام رہیگا۔

پانچواں فرقہ محمدیہ ہے ان لوگوں کا خیال ہے کہ محمد بن عبد اللہ بن حسن بن حسین امامت کے مستحق ہیں۔ انھوں نے بنوہاشم کو چھوڑ کر ابومنصور کو امام بنانے کی وصیت کی۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی اور حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد کو چھوڑتے ہوئے یوشع بن نون کے لیے وصیت فرمائی۔

چھٹا فرقہ حسینیہ ہے۔ ان کا خیال ہے کہ ابومنصور نے اپنے بیٹے حسین بن ابی منصور کے لیے وصیت کی اور اس کے بعد وہی امام ہے۔

ساتواں فرقہ ناوسیہ ہے۔ یہ فرقہ اپنے سردار ناوس بصری کی طرف منسوب ہے۔ یہ لوگ حضرت جعفر کی امامت کے قائل

ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ وہ ابھی تک زندہ ہیں انھیں موت نہیں آئی۔ وہ مستحق امامت ہیں اور وہی مہدی ہیں۔
آٹھواں فرقہ اسماعیلیہ ہے۔ یہ لوگ حضرت جعفر کی موت اور ان کے بعد اسماعیل کی امامت کے قائل ہیں۔ وہ اسے مالک اور مہدی منتظر مانتے ہیں۔
نواں فرقہ قرامطیہ ہے۔ ان کے نزدیک امامت حضرت جعفر تک پہنچتی ہے اور کہتے ہیں کہ حضرت جعفر نے محمد بن اسماعیل کی امامت کی خبر دی ہے۔ اسے موت نہیں آئی وہ زندہ ہے اور وہی مہدی ہے۔
دسواں فرقہ مبارکیہ ہے جو رئیس المبارک کی طرف منسوب ہے ان کے خیال میں محمد بن اسماعیل کا انتقال ہو گیا ہے۔ اور امامت کا سلسلہ اس کی اولاد میں جاری ہے۔
گیارھواں فرقہ شمیطیہ ہے جو اپنے رئیس یحییٰ بن شمیط کی طرف منسوب ہے۔ ان کا خیال ہے کہ حضرت جعفر امام تھے پھر محمد بن جعفر امام بنے پھر امامت ان کی اولاد میں رہی۔
بارھواں فرقہ معمریہ ہے جسے افطحیہ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ عبداللہ بن جعفر لمبے اور موٹے پاؤں والے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ امام بنے۔ یہ فرقہ کثیر تعداد میں ہے۔
تیرھواں فرقہ مطموریہ کہلاتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے یونس بن عبدالرحمٰن سے مناظرہ کیا۔ یونس فرقہ قطعیہ سے تعلق رکھتا تھا جو حضرت موسیٰ بن جعفر کی وفات پہ یقین رکھتے ہیں۔ یونس نے ان سے کہا تم لوگ بھیگے ہوئے کتوں سے زیادہ ذلیل ہو اس سے وہ مطموریہ مشہور ہوئے۔ یہ واقفہ بھی کہلاتے ہیں۔ کیونکہ انھوں نے امامت کو موسیٰ بن جعفر پر ٹھہرا دیا اور کہتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں انھیں موت نہیں آئی اور نہ وہ کبھی فوت ہوں گے ان کے نزدیک وہی مہدی ہیں۔
چودھواں فرقہ موسویہ ہے۔ اس فرقے کے نزدیک موسیٰ بن جعفر پر امامت کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے نیز وہ کہتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے کہ وہ زندہ ہیں یا انتقال کر چکے ہیں۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر کسی دوسرے آدمی کی امامت صحیح ثابت ہو تو وہ اسے نافذ کریں گے۔
امامیہ فرقہ کے نزدیک امامت محمد ابن حسین رضی اللہ عنہما تک چلتی ہے وہی امام منتظر ہیں۔ وہ ظاہر ہو کر زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم کے ساتھ بھری گئی۔
زراریہ فرقہ، زرارہ کے ساتھیوں پر مشتمل ہے۔ زرارہ کا وہی دعویٰ ہے جو معمریہ کا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ اس نے معمریہ کی باتوں کو چھوڑا اور عبداللہ بن جعفر سے کچھ مسائل پوچھے۔ انھوں نے نہ سکھائے لہٰذا وہ موسیٰ بن جعفر کی طرف چلا گیا۔

روافض اور یہودی

روافض کے عقائد، یہودیت سے مشابہ ہیں۔ حضرت شعبی فرماتے ہیں۔ روافض کی محبت، یہودیوں کی محبت جیسی ہے۔ یہودیوں نے کہا، امامت تو صرف داؤد علیہ السلام کی اولاد میں سے کسی شخص کا حق ہے اور رافضیوں نے کہا امامت صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد کا حق ہے۔ یہودیوں نے کہا مسیح دجال کے ظہور اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کے کسی سبب سے آسمان سے اترنے تک اللہ تعالٰی کے راستے میں جہاد نہ ہوگا۔ رافضی کہتے ہیں جب تک مہدی نہ آئیں اور ان کی تائید میں ایک منادی آسمان سے آواز نہ دے جہاد نہ ہوگا۔ یہودی ستاروں کے

ہجوم تک مغرب کی نماز میں تاخیر کرتے ہیں۔ اسی طرح رافضی بھی مغرب کی نماز دیر سے پڑھتے ہیں۔ یہودی قبلہ سے کچھ نرچھے ہوتے ہیں۔ رافضی بھی اسی طرح کرتے ہیں۔ یہودی نماز میں اِدھر اُدھر ہلتے ہیں۔ رافضی بھی اسی طرح کرتے ہیں۔ یہود نماز میں کپڑا لٹکاتے ہیں تو رافضی بھی یونہی کرتے ہیں۔ یہودی مسلمان کے خون کو حلال سمجھتے ہیں اور رافضیوں کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ یہودیوں کی طرح رافضی بھی عورت کی عدت کے قائل نہیں۔ یہودی تین طلاقوں میں کچھ حرج نہیں سمجھتے۔ یہی حال روافض کا ہے۔

یہودیوں نے تورات میں تحریف کی۔ اسی طرح رافضی قرآن پاک میں تبدیلی کا نظریہ رکھتے ہیں کیونکہ وہ کہتے ہیں قرآن پاک میں تبدیلی کر دی گئی ہے اور اس کی نظم و ترتیب الٹ دی گئی ہے اور وہ اس ترتیب پر نہیں جس طرح اتارا گیا تھا نیز قرآن پاک ایسے طریقوں سے پڑھا جاتا ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہیں۔ علاوہ ازیں قرآن میں کمی اور زیادتی کی گئی۔

یہودی حضرت جبریل علیہ السلام سے بغض و عداوت رکھتے ہیں اور کہتے ہیں وہ فرشتوں میں سے ہمارے دشمن ہیں اسی طرح روافض کا ایک گروہ کہتا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام غلطی سے وحی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے۔ حالانکہ ان کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف بھیجا گیا تھا ——— انھوں نے جھوٹ کہا اللہ تعالیٰ انھیں تباہ و برباد کرے۔

مرجئہ

مرجئہ کے بارہ فرقے ہیں۔

جہمیہ۔ صالحیہ، شمریہ، یونسیہ، یونانیہ، نجاریہ، غیلانیہ، شبیبیہ، حنفیہ[1]، معاذیہ، مریسیہ، کرامیہ۔

مرجئہ کی وجہ تسمیہ

اس فرقہ کو مرجئہ اس لیے کہتے ہیں کہ ان کے خیال میں جب کوئی مکلّف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھ لیتا ہے اور اس کے بعد ہر قسم کے گناہ کرتا ہے پھر بھی وہ جہنم میں نہیں جائیگا۔ نیز ایمان محض قول کا نام ہے عمل سے اس کا کوئی تعلق نہیں، اعمال کو شرائع کہتے ہیں۔ ایمان صرف قول کا نام ہے اور ایمان میں کمی و زیادتی نہیں ہوتی۔ نیز ان کا ایمان، فرشتوں اور انبیاء کرام کا ایمان ایک ہی ہے۔ نہ اس میں کچھ اضافہ ہوتا ہے نہ کمی اور نہ ہی استثناء۔ جو شخص زبان سے اقرار کر لے اور عمل نہ بھی کرے وہ مومن ہے۔

جہمیہ

یہ فرقہ جہم بن صفوان کی طرف منسوب ہے۔ وہ کہتا تھا ایمان محض اللہ تعالیٰ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور جو کچھ آپ لیکر آئے اس کی معرفت کا نام ہے۔ یہ لوگ قرآن پاک کو مخلوق سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ

---

[1] اس پر تفصیلی گفتگو آئندہ صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

علیہ السلام سے کلام نہیں فرمایا، نیز اللہ تعالیٰ نہ کلام کرتا ہے۔ نہ دکھائی دیتا ہے اور نہ ہی اس کی جائے قرار کا پتا ہے۔ اس کے لیے عرش ہے نہ کرسی اور نہ وہ عرش پر ہے۔ یہ لوگ اعمال کے تول، عذاب قبر، اور جنت و جہنم کے مخلوق ہونے کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں جنت و دوزخ کو جب پیدا کیا جاتا ہے اسی وقت فنا ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ مخلوق سے کلام کرے گا اور نہ ہی ان کی طرف نظر فرمائیگا۔ جنتی بھی اللہ تعالیٰ کی طرف نظر نہیں کریں گے اور نہ اسے وہاں دیکھیں گے۔ قلبی معرفت کا نام ایمان ہے۔ زبانی اقرار ایمان نہیں۔ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کا انکار کیا ـــــ اللہ تعالیٰ ان کی باتوں سے بہت بلند و بالا ہے۔

صالحیہ

یہ فرقہ ابو حسین صالحی کے مذہب کو ماننے کی وجہ سے صالحیہ کہلاتا ہے۔ وہ کہا کرتا تھا کہ ایمان معرفت کا نام ہے اور کفر جہالت ہے اور جو شخص یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ تین میں سے تیسرا خدا ہے وہ کافر نہیں ہوتا اگرچہ یہ قول کفار ہی نے کہا ہے نیز ایمان ہی عبادت ہے۔

یونسیہ

یہ فرقہ یونس بری کی طرف منسوب ہے۔ ان کا خیال ہے کہ ایمان، اللہ تعالیٰ کی معرفت اس کے سامنے عاجزی کے اظہار اور اس سے محبت کا نام ہے۔ اور جو شخص ان میں سے ایک خصلت بھی چھوڑے گا وہ کافر ہے۔

شمریہ

یہ فرقہ ابو شمر کی طرف منسوب ہے۔ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ ایمان، معرفت خداوندی، اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کا اظہار کرنے، اس سے محبت کرنے اس بات کا اقرار کرنے کا نام ہے کہ وہ ایک ہے اور کوئی چیز اس کی مثل نہیں۔ ان تمام باتوں کا مجموعہ ایمان ہے۔ ابو شمر کہتا ہے کہ میں گناہ کبیرہ کے مرتکب کو مطلقاً فاسق نہیں کہتا البتہ یہ کہتا ہوں کہ وہ فلاں فلاں گناہ میں فاسق ہے۔

یونانیہ

یہ فرقہ یونان کی طرف منسوب ہے۔ ان لوگوں کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت نیز اس کا اور اس کے رسولوں کا اقرار اور جس کام کا کرنا جائز نہیں اُسے نہ کرنا ایمان ہے۔

نجاریہ

یہ فرقہ محمد حسین بن محمد نجاری کی طرف منسوب ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کی معرفت نیز ان فرائض کی پہچان جن پر سب کا اتفاق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی کرنا اور زبان سے اقرار کا نام ایمان

ہے۔ لہٰذا جو شخص ان باتوں سے لاعلم رہا اور اس پر حجت قائم ہوئی لیکن اس نے ان کا اقرار نہ کیا وہ کافر ہے۔

غیلانیہ

یہ فرقہ غیلان کی طرف منسوب ہے۔ ان کے عقائد شمریہ کے عقائد جیسے ہیں نیز ان کا خیال ہے کہ نئی پیدا ہونیوالی چیزوں کا جاننا ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کا علم زبانی علم ہے۔ زرقان کی حکایت میں ہے کہ غیلان کہا کرتا تھا کہ ایمان، زبانی اقرار کا نام ہے اور یہی تصدیق ہے۔

شبیبیہ

یہ محمد بن شبیب کے ساتھی ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اقرار، اس کی وحدانیت کی معرفت اور اس سے مشابہت کی نفی ایمان ہے۔ محمد بن شبیب کا خیال ہے کہ ابلیس کے پاس ایمان تھا لیکن وہ تکبر کیوجہ سے کافر ہوا۔

حنفیہ

یہ کچھ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور جو کچھ آپ لیکر آئے اس کی پہچان اور اقرار کا نام ایمان ہے۔ برہوتی نے "کتاب الشجرہ" میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔ [1]

---

[1] یہاں حنفیہ سے مراد فرقہ غسانیہ ہے جو غسان بن ابان کوفی کے متبع ہیں۔
غسان کا عقیدہ تھا کہ ایمان زیادہ ہوتا ہے لیکن کم نہیں ہوتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا منکر تھا۔ اس کے نزدیک خدا اور رسول کی معرفت، اور ان چیزوں کا اجمالاً جاننا ایمان ہے جو شارع علیہ السلام سے ہم تک پہنچیں اجمال سے اس کی مراد یہ ہے کہ مثلاً حج کی فرضیت کا اعتقاد ہونا چاہیے لیکن یہ معلوم نہیں کہ کعبہ کہاں ہے اور ہوسکتا ہے وہ مکہ مکرمہ میں نہ ہو اسیطرح دیگر کئی باتوں میں اس کے عقائد اہلسنت کے معتقدات سے بالکل متضاد ہیں۔
یہ شخص اپنے مذہب کو رواج دینے کے لیے لوگوں سے کہا کرتا تھا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے بھی یہی ہے حالانکہ یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر افتراء تھا
اس طرح وہ لوگ اپنے آپ کو حنفیہ کہلاتے تھے اور اتباع امام کا دعویٰ کرتے تھے۔ چنانچہ وہ اسی نام سے مشہور ہوگئے جس کی بناء پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے اصولی عقائد کے پیش نظر ان کو مرجئہ میں شمار کیا اور حنفیہ کے نام سے مشہور ہونے کی وجہ سے حنفیہ لکھا۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ آیا حضرت شیخ کی مراد امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یا آپ کے مقلدین ہیں تو یہ قطعاً غلط ہے اور کوئی بھی ذی شعور اس کا تصور نہیں کرسکتا۔ عام مسلمان بھی جانتا ہے کہ احناف (اہل سنت) کے عقائد اور مرجئہ کے عقائد میں کتنا تضاد ہے (بقیہ حاشیہ برصفحہ آئندہ)۔۔

معاذیہ

یہ فرقہ معاذ موصی کی طرف منسوب ہے۔ یہ کہا کرتا تھا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری چھوڑ دے اس کے بارے میں یہ کہا جائے کہ اس نے نافرمانی کی لیکن اسے فاسق نہ کہا جائے۔ فاسق، اللہ تعالیٰ کا دشمن ہوتا ہے نہ دوست۔

مریسیہ

یہ فرقہ بشر مریسی کی طرف منسوب ہے۔ ان کا خیال ہے کہ ایمان تصدیق کا نام ہے اور تصدیق دل اور زبان (دونوں) کے ساتھ ہوتی ہے۔ ابن راوندی کا بھی یہی نظریہ ہے۔ نیز ان کے خیال میں سورج کو سجدہ کرنا کفر نہیں البتہ کفر کی علامات میں سے ہے۔

کرامیہ

یہ فرقہ ابو عبداللہ بن کرام کی طرف منسوب ہے۔ ان کے خیال میں ایمان، زبان سے اقرار کا نام ہے۔ دل کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں اور منافق حقیقت میں مومن تھے۔

ان کا یہ بھی قول ہے کہ استطاعت فعل سے پہلے ہوتی ہے باوجودیکہ فعل سے ملی ہوئی ہوتی ہے۔ اس کے برخلاف اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ استطاعت فعل کے ساتھ ہوتی ہے اور کسی شرط کے بغیر اس کا فعل سے مقدم ہونا جائز نہیں۔ ان کے مذہب پر کتابیں لکھنے والے ابوالحسین صالحی، ابن الراوندی، محمد بن شبیب اور حسین بن محمد نجار ہیں ان کا مذہب زیادہ تر مشرق اور خراسان کے مضافات میں پایا جاتا ہے۔

معتزلہ اور قدریہ

ان کو معتزلہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے حق سے علیحدگی اختیار کی اور کہا گیا ہے کہ مسلمانوں کی باتوں سے الگ ہونے کی وجہ سے انہیں معتزلہ کہا جاتا ہے۔ کیونکہ کبیرہ گناہ کے مرتکب کے بارے میں لوگوں کی مختلف آراء تھیں۔ بعض نے کہا کہ وہ مومن ہیں کیونکہ ان کے پاس ایمان موجود ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا وہ کافر ہیں۔ واصل بن عطاءؒ

(حاشیہ صفحہ سابقہ) تو کیسے تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ (معاذ اللہ) اس سے واقف نہ تھے۔ یقیناً آپ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے عقائد اور غسانیہ فرقہ کے عقائد میں فرق سمجھتے تھے اور حضرت امام کی عظمت سے بھی واقف تھے۔ اس لیے یہاں مراد فرقہ غسانیہ ہے چونکہ وہ حنفیہ نام سے معروف ہو چکے تھے۔ اس لیے حنفیہ لکھا گیا۔
بلکہ بعض اکابر مثلاً حضرت شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو یہ عبارت حضرت شیخ کی نہیں بلکہ بعض معاندین نے اپنی طرف سے داخل کی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے مذاہب الاسلام از مولانا نجم الغنی رامپوری ص ۵۲۰ تا ۵۲۳) ۱۲ ہزاروی۔

نے ایک تیسرا قول کہا جس کی بناء پر وہ مسلمانوں سے جدا اور مومنوں سے الگ ہو گیا۔ اس نے کہا کہ گناہ کبیرہ کے مرتکب لوگ مومن ہیں نہ کافر ــــ اسی وجہ سے انھیں معتزلہ کہا جانے لگا یہ بھی کہا گیا کہ ان کو معتزلہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس سے علیحدگی اختیار کر لی۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ ان کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا یہ لوگ معتزلہ (علیحدہ ہونے والے) ہیں۔ پس وہ اسی لقب سے پکارے جانے لگے۔ معتزلہ، عمرو بن عبید کی اقتدا کرتے ہیں۔ جب حسن بصری رحمہ اللہ عمرو بن عبید پر غضب ناک ہوئے تو اس سلسلے میں آپ پر عتاب کیا گیا۔ آپ نے فرمایا کیا اس آدمی کے بارے میں مجھ پر سختی کرتے ہو جس کو میں نے خواب میں دیکھا کہ وہ اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کر رہا ہے۔

ان کو قدریہ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بندوں کے گناہ کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کی قضاء اور تقدیر کا رد کرتے ہوئے انھیں خود بندوں کی ذات سے منسوب کرتے ہیں۔ صفاتِ الٰہی کی نفی میں معتزلہ، جہمیہ اور قدریہ کا ایک ہی مذہب ہے۔ اعتقاد کے بارے میں ہم نے ان کے بعض معتقدات کا ذکر کیا ہے۔ ان کے مذہب سے متعلق ابو ہذیل، جعفر بن حرب خیاط، کعبی، ابو ہاشم، ابو عبد بصری اور عبد الجبار بن احمد ہمدانی نے کتابیں لکھی ہیں۔ اس مذہب کے اکثر پیروکار عسکر، اہواز، اور جہرزم میں رہائش پذیر ہیں۔

معتزلہ کے چھ فرقے ہیں:

ہذلیہ، نظامیہ، معمریہ، جبائیہ، کعبیہ، بہشمیہ۔

جس مسئلے پر معتزلہ کے تمام فرقوں کا اتفاق ہے وہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کی نفی ہے۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے علم، قدرت، حیات، سمع اور بصر کی نفی کی۔ اسی طرح وہ ان صفات کا بھی انکار کرتے ہیں۔ جن کا تعلق سماعت کے ساتھ ہے۔ مثلاً عرش پر استواء، اس کا اترنا وغیرہ۔ ان کا اس بات پر بھی اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام حادث ہے، اس کا ارادہ بھی حادث ہے نیز وہ ایسے کلام کے ساتھ بولتا ہے جسے اس نے اپنے غیر میں پیدا کیا۔ اس کا ارادہ حادث ہے لیکن کسی محل (جگہ) میں نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی معلومات کے خلاف ارادہ کرتا ہے۔ اپنے بندوں کے بارے میں اس چیز کا ارادہ کرتا ہے جو وقوع پذیر نہیں ہوتی اور جس کا ارادہ نہیں کرتا وہ کام ہو جاتا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ اس چیز پر قادر نہیں جو دوسروں کی طاقت میں ہے۔ بلکہ یہ کام محال ہے۔ (وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ) اللہ تعالیٰ بندوں کے افعال کو پیدا نہیں کرتا بلکہ وہ خود اپنے افعال کے خالق ہیں۔ بہت سے حرام کھانے جنھیں انسان کھاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ تو حلال رزق دیتا ہے حرام نہیں دیتا۔ انسان کبھی وقت سے پہلے قتل ہو جاتا ہے اور قاتل وقت سے پہلے اس کی اجل کو ختم کر دیتا ہے۔ جو موحّد کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے اگرچہ وہ کافر نہیں ہوتا لیکن ایمان سے نکل جاتا ہے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیگا اور اس کی تمام نیکیاں باطل ہو جاتی ہیں۔

معتزلہ کبیرہ گناہ کے مرتکب لوگوں کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کو بھی باطل قرار دیتے ہیں۔ ان میں سے اکثر عذاب قبر اور میزان کی نفی کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک بادشاہ کے خلاف خروج کرنا اور اس کے حکم کی تعمیل نہ کرنا جائز ہے۔ معتزلہ میت کے زندہ لوگوں کی دعا سے فائدہ اٹھانے نیز میت کی طرف سے صدقہ

دینے اور ایصالِ ثواب کا انکار کرتے ہیں
ان کا یہ بھی خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلوٰت اللہ علیہم اجمعین سے نیز حضرت جبرئیل، حضرت میکائیل، حضرت اسرافیل اور عرش کو اٹھانے والے فرشتوں علیہم السلام سے کلام نہیں کیا اور نہ ان کی طرف نظر فرمائی جس طرح وہ شیطان اور یہود و نصاریٰ سے کلام نہیں فرماتا ان کے مختلف فرقوں کے انفرادی عقائد یہ ہیں۔

ہذلیہ فرقہ کے راہنما ابو ہذیل نے اس مسئلے میں علیحدگی اختیار کر لی کہ اللہ تعالیٰ کے لیے علم قدرت سماعت اور بصارت ثابت ہے نیز اللہ تعالیٰ کا بعض کلام مخلوق ہے اور کچھ غیر مخلوق، اور وہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد "کُن" ہے اس نے یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے خلاف نہیں اور اللہ تعالیٰ کے مقدورات متناہی ہیں۔ پس اہلِ جنت باقی رہیں گے لیکن وہ حرکت نہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو حرکت دینے پر قادر نہ ہوگا اور نہ وہ خود اس پر قادر ہوں گے۔ ابو ہذیل اس بات کو جائز قرار دیتا ہے کہ میت، معدوم اور عاجز کام کر سکتے ہیں لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے ہمیشہ سمیع ہونے کا منکر ہے۔

نظامیہ فرقہ کا شیخ نظام کہتا ہے کہ جمادات تخلیقی امر کے موافق عمل کرتے ہیں وہ سوائے حرکت اعتماد یہ کے تمام اعراض کا قائل نہیں لیکن حرکت اعتمادیہ کو جانتا ہے۔

وہ کہتا ہے انسان ہی رُوح ہے اور کسی شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا بلکہ آپ کے ظرف یعنی جسم کو دیکھا ہے۔ یہ شخص اجماعِ امت کو پارہ پارہ کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے جو شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑے اسے لوٹانے کی ضرورت نہیں۔ وہ اجماع امت کی نفی کرتا ہے۔ کیونکہ اس کے خیال میں باطل پر بھی اجماع ہو سکتا ہے۔ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ ایمان کفر کی طرح ہے، اور اطاعت نافرمانی کی مثل ہے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل (معاذ اللہ) شیطان لعین کے فعل کی طرح ہے۔ حضرت فاروق اعظم اور حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہما کی سیرت حجاج بن یوسف کی سیرت جیسی ہے۔

اس نے ان عقائد کو اس طرح اختیار کیا کہ وہ کہا کرتا تھا کہ تمام حیوان ایک جنس ہیں اس کے خیال میں قرآن پاک اپنی ترتیب و نظم کے اعتبار سے کسی کو عاجز نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ بچے کو جلانے پر قادر نہیں اگرچہ وہ جہنم کے کنارے پر ہو اور نہ ہی وہ اسے اس میں ڈال سکتا ہے۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے اہلِ قبلہ کو کافر کہا اور کہا کرتا تھا کہ جسم غیر متناہی اجزاء میں تقسیم ہو سکتا ہے۔ وہ بھی کہتا تھا کہ سانپ، بچھو اور کنکھجورے اسی طرح کُتے اور خنزیر بھی جنت میں جائیں گے۔

معمریہ

معمریہ فرقہ کا شیخ، معمر ہے جو اہلِ طبیعیات جیسا نظریہ رکھتا ہے بلکہ اس سے تجاوز کرتے ہوئے خیال کرتا ہے کہ رنگ، ذائقہ، بُو، موت اور زندگی کو اللہ تعالیٰ نے پیدا نہیں کیا بلکہ یہ تمام جسم کے فعل اور اس کے طبعی آثار ہیں وہ کہا کرتا تھا کہ قرآن پاک جسموں کا فعل ہے اللہ تعالیٰ کا فعل نہیں ہے وہ اللہ تعالیٰ کے قدیم ہونے کا بھی منکر ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کرے اور اس امت سے دور رکھے۔

جبائیہ

ان کا مقتداء جبائی تھا اس نے اجماع کو توڑا اور کچھ مسائل میں انفرادی سوچ اختیار کی مثلاً وہ کہا کرتا تھا کہ بندہ

اپنے افعال کا خود خالق ہے۔ اس سے پہلے یہ نظریہ کسی کا نہیں تھا۔ وہ یہ بھی کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں میں حمل پیدا کر کے ان کو حاملہ بنایا ہے اس کا یہ قول ہے کہ اللہ تعالیٰ جب بندوں کے ارادے کے مطابق کوئی کام کرتا ہے تو وہ ان کا مطیع ہو جاتا ہے۔ اس کا یہ بھی نظریہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنے قرض خواہ کو اس کا حق دینے کے لیے قسم کھائے کہ کل دوں گا لیکن ساتھ ان شاء اللہ بھی کہے تو یہ استثناء اسے نفع نہ دے گی لہذا جب نہیں دے گا تو حانث (قسم کو توڑنے والا) ہو جائیگا۔
جبائی کے نزدیک جو شخص پانچ درہم چوری کرے وہ فاسق ہے اور اگر اس سے ایک دانہ بھی کم ہو تو فاسق نہیں ہوگا۔

بہشمیہ

یہ فرقہ ابو ہاشم بن جبائی کا پیروکار ہے۔ ابو ہاشم اس بات کو جائز قرار دیتا تھا کہ مکلّف قادر ہوتا ہے لیکن وہ فاعل ہوتا ہے نہ فعل کا تارک کہ اللہ تعالیٰ اس کو عذاب دے۔ وہ کہتا تھا کہ اگر کوئی شخص تمام گناہوں سے توبہ کرے لیکن ایک گناہ سے توبہ نہ کرے تو جن گناہوں سے توبہ کی ہے وہ بھی صحیح نہ ہوگی۔

کعبیہ

یہ فرقہ ابو قاسم کعبی کی طرف منسوب ہے۔ یہ بغدادی معتزلہ میں سے تھا۔ اس نے اللہ تعالیٰ کے سمیع اور بصیر ہونے کا انکار کیا نیز وہ اس کا بھی منکر ہے کہ اللہ تعالیٰ حقیقتاً ارادہ کرنے والا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ اس کے بندوں کے افعال سے ہے یعنی اسے حکم دینا لہذا وہ امر ہی ارادہ ہے۔ جہاں تک اللہ تعالیٰ کے اپنے فعل سے متعلق اس کے ارادے کا تعلق ہے وہ اس کا علم ہے اور مجبور نہ ہوتا ہے۔ اس فرقہ کا یہ بھی خیال ہے کہ پورا جہاں پُر ہے (کوئی جگہ خالی نہیں) اور دنیا میں متحرک اجسام اس کی پہلی سطح پر ہیں۔ اس کے سوا باقی اپنے اپنے مقام پر غیر متحرک ہیں۔ اور اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ اگر آدمی تیل لگا کر چلے تو وہ متحرک نہ ہوگا بلکہ تیل متحرک ہوگا۔ یہ فرقہ قرآن کو مانتا ہے البتہ اسے مخلوق نہیں سمجھتا۔

مشبہ

مشبہ تین فرقوں پر مشتمل ہے۔ ہشامیہ، مقاتلیہ اور واسمیہ۔
جس مسئلے پر تینوں فرقے متفق ہیں وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جسم ہے اور کوئی بھی موجود جسمانیت کے بغیر سمجھا نہیں جا سکتا ان فرقوں کو روافض اور کرامیہ سے پوری پوری مشابہت حاصل ہے۔
ہشام بن حکم نے ان فرقوں کے لیے کتب تصنیف کیں اس کی ایک کتاب اثبات جسم کے بارے میں ہے۔

ہشامیہ

یہ فرقہ ہشام بن حکم کی طرف منسوب ہے۔ اس کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ لمبائی، چوڑائی اور گہرائی والا جسم ہے چمکتا ہوا نور ہے جو ایک خاص اندازے کے مطابق چمکتا ہے۔ جس طرح صاف چاندی کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے۔ وہ حرکت کرتا ہے، ٹھہرتا ہے۔ کھڑا ہوتا ہے بیٹھتا ہے۔ ہشام بن حکم سے شکایت کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جسم کے بارے

ہیں بہترین اندازہ سات بالشت کا ہے۔ اس سے پوچھا گیا تیرا رب بڑا ہے یا اُحد پہاڑ ؟ اُس نے کہا میرا رب عظیم ہے۔

مقاتلیہ

یہ فرقہ مقاتل بن سلیمان کی طرف منسوب ہے۔ اس سے حکایت کی گئی ہے کہ اس نے کہا اللہ تعالیٰ جسم ہے۔ اور اس کا جسم انسانی صورت میں ہے، گوشت ہے، خون ہے اور اس کے اعضاء، مثلاً، سر، زبان اور گردن وغیرہ بھی ہیں۔ لیکن ان اعضاء میں کوئی اس کے مشابہ نہیں اور نہ وہ کسی کا ہم شکل ہے۔

جہمیہ

یہ فرقہ جہم بن صفوان کی طرف منسوب ہے اس کا عقیدہ ہے کہ انسان سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ اس کی طرف مجازاً منسوب ہے حقیقتاً نہیں۔ جیسے کہا جاتا ہے کھجور کا درخت لمبا ہو گیا اور پھل پک گیا۔ وہ اللہ تعالیٰ پر لفظ "شئی" کے اطلاق کا انکار کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے علم کو حادث سمجھتا ہے۔ اور یہ بات کہنے سے باز رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اشیاء کے وجود میں آنے سے پہلے انہیں جانتا تھا وہ کہتا ہے جنت اور دوزخ فنا ہو جائیں گے نیز اللہ تعالیٰ کی صفات کا بھی انکار کرتا ہے۔ اس مذہب کے لوگ ترمذ شہر میں سکونت پذیر ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مرو شہر میں رہتے ہیں۔ جہم بن صفوان نے صفات خداوندی کی نفی میں کتاب بھی تصنیف کی ہے۔ اسے مسلم بن احور مازنی نے قتل کیا۔

ضراریہ

یہ فرقہ ضرار بن عمرو کی طرف منسوب ہے۔ ضرار کہا کرتا تھا کہ اجسام اعراض کا مجموعہ ہیں اور اعراض کا اجسام میں بدلنا جائز ہے۔ نیز استطاعت، مستطیع کا جزو ہے اور یہ فعل سے بھی پہلے ہوتی ہے۔ اس نے حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہما کی قرأتوں کا انکار کیا ہے۔

نجاریہ

یہ فرقہ حسین بن محمد نجار کی طرف منسوب ہے۔ یہ شخص بندوں کے افعال کو اللہ تعالیٰ اور بندے کے لیے حقیقتاً ثابت کرتا تھا اور اللہ تعالیٰ کی صفات کا منکر تھا۔ اس سلسلے میں اس کا عقیدہ وہی تھا جو معتزلہ کا تھا البتہ صفتِ ارادہ کو تسلیم کرتا تھا کہ قدیم اپنی ذات کا ارادہ کرنے والا ہے۔ قرآن پاک کو مخلوق مانتا تھا اور کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ صاحبِ ارادہ ہے یعنی وہ مقہور و مغلوب نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اس معنیٰ میں متکلم تسلیم کرتا تھا کہ وہ کلام سے عاجز نہیں ہے اور وہ ہمیشہ جواد (سخی) ہے۔ یعنی بخل نہیں کرتا۔ اس کا مذہب ابن عون اور یوسف رازی کے مذہب سے موافقت رکھتا ہے۔ اس کا مذہب اکثر قاشان کے علاقہ میں ہے۔

کلابیہ

یہ فرقہ ابو عبداللہ بن کلاب کی طرف منسوب ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات نہ قدیم مانتا تھا اور نہ حادث۔ اور کہتا

تھا کہ میں اللہ تعالیٰ کی صفات کو نہ عین ذات مانتا ہوں نہ غیر ذات۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى" میں استواء سے ٹیڑھا نہ ہونا مراد ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ایک حالت پر ہے اور وہ مکان سے پاک ہے۔ اس نے قرآن پاک کے حروف کی بھی نفی کی ہے۔

سالمیہ

یہ فرقہ ابن سالم کی طرف منسوب ہے ان کا ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حضور علیہ السلام کے کسی امتی کی شکل میں دکھائی دے گا اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنی تمام مخلوق جنوں، انسانوں، فرشتوں اور حیوانات کے سامنے ظاہر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب سے ان لوگوں کا جھوٹا ہونا ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ـــــ اس کے مثل کوئی چیز نہیں اور وہی سننے دیکھنے والا ہے۔

ان کا ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک راز ہے جسے وہ ظاہر کرے گا تو تدبیر باطل ہو جائے گی۔ اسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام کے پاس بھی راز ہیں اور اسے ظاہر کرے تو نبوت باطل ہو جائے۔ علماء کے پاس بھی ایک راز ہے اور اگر اللہ تعالیٰ اسے ظاہر کر دے تو علم باطل ہو جائے۔ ان کا یہ عقیدہ غلط ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ حکمت والا ہے اور اس کی تدبیر مضبوط ہے جس میں بطلان اور فساد کا کوئی دخل نہیں جبکہ ان لوگوں کا عقیدہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کو باطل قرار دینے کی راہ ہموار کرنا ہے اور یہ کفر ہے۔

ان کا ایک نظریہ یہ ہے کہ کفار قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے اور وہ ان سے حساب لیگا۔ ان کا ایک قول یہ ہے کہ دوسری بار ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا حالانکہ قرآن ان کی تکذیب کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِلَّا إِبْلِيْسَ أَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِيْنَ۔ — مگر شیطان نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے تھا۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِلَّا إِبْلِيْسَ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ۔ — مگر شیطان سجدہ کرنے والوں میں سے نہ ہوا۔

ان کا ایک قول یہ ہے کہ شیطان جنت میں داخل نہیں ہوا۔ حالانکہ قرآن پاک کے مطابق یہ لوگ جھوٹے ہیں کیونکہ ارشاد خداوندی ہے۔

اُخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيْمٌ۔ — اس (جنت) سے نکل جا بے شک تو مردود ہے۔

ان کا ایک قول یہ ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام بارگاہ نبوی میں حاضر ہوتے تھے اور وہ اپنے مقام سے دور نہیں ہوتے تھے۔ ان کا ایک قول یہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تو موسیٰ علیہ السلام نے اس پر خود پسندی کا اظہار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اے موسیٰ! کیا تو اپنے آپ کو اچھا خیال کرتا ہے"؟ اپنی آنکھیں دراز کریں پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی آنکھوں کو دراز کیا تو اچانک اپنے سامنے سو طور دیکھے ہر طور پر ایک موسیٰ تھا ـــــ یہ قول اہل نقل اور اصحاب حدیث کے نزدیک باطل ہے اور یہ حدیث صحیح نہیں، اور

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو عذاب سے ڈرایا ہے جو آپ پر جھوٹ بولتے ہیں۔ آپ نے فرمایا جو شخص جان بوجھ کر مجھ سے جھوٹی بات منسوب کرے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔ ان کا ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں سے عبادات کا ارادہ کرتا ہے گناہوں کا نہیں۔

مواعظ قرآن اور الفاظ نبویہ کے ساتھ وعظ کرنا

پہلی مجلس

استعاذہ کا بیان

آیت قرآنی کی روشنی میں:

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

جان لو! یہ آیت کریمہ سورۂ نحل میں ہے اور یہ مکی سورت ہے البتہ اس کی آخری تین آیات مدینہ طیبہ میں نازل ہوئیں اس کی کل آیات ایک سو اٹھائیس (۱۲۸) ہیں، کلمات کی تعداد ایک ہزار آٹھ سو اکتالیس (۱۸۴۱) ہے اور کل حروف سات ہزار سات سو نو (۷۷۰۹) ہیں۔ مفسرین فرماتے ہیں اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں فجر کی نماز میں سورۂ نجم اور "وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى" کی باآواز بلند تلاوت فرمائی۔ جب آپ نے پڑھا:

اَفَرَاَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى۔ — لات، عزیٰ اور تیسرے منات کے بارے میں مجھے بتاؤ۔

تو آپ کو اونگھ آگئی اور اسی حالت میں شیطان نے آپ کی قرأت میں یہ بات ڈال دی:

تِلْكَ الْغَرَانِيْقُ الْعُلٰى عِنْدَهَا الشَّفَاعَةُ تُرْتَجٰى — یہ بہت بڑے غرانیق ہیں۔ اور ان سے شفاعت کی امید رکھی گئی

اور غرانیق سے مراد بُت ہیں تو مشرکین کو اس پر خوشی ہوئی کیونکہ انھوں نے بتوں کے لیے شفاعت ثابت کر رکھی تھی اور وہ کہتے تھے یہ بت اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں جسطرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى۔ — ہم ان کی پُوجا اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں۔

اور وہ کہتے تھے کہ یہ پاک جسم ہیں اور گناہگار نہیں ہیں لہٰذا وہ بادشاہوں اور فرشتوں کی نسبت عبادت کے زیادہ مستحق ہیں کیونکہ ان سے گناہ صادر ہوتے ہیں اور وہ ذ... ہیں۔ پس انھوں نے بتوں کو غرانیق کے ساتھ تشبیہ دی اور غرانیق نر پرندوں کو کہتے ہیں۔ اس کا واحد غرنوق اور غرنیق ہے۔ پرندوں کے اڑنے اور بلندی پر جانے کی وجہ سے انھیں یہ نام دیا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ پانی کے پرندوں میں سے ایک سفید پرندہ ہے۔ کسی نے کہا وہ "کرکی" ہے۔ نازک اندام نوجوان کو بھی غرنوق کہا جاتا ہے اسی سے حضرت علی علیہ السلام کی روایت ہے۔ آپ نے فرمایا "گویا میں قریش کے ایک غرنوق کی طرف دیکھ رہا ہوں جو اپنے خون میں لوٹ پوٹ ہوتا ہے۔ یہاں غرنوق نوجوان کے معنی میں ہے۔ حضرت میکائیل فرماتے ہیں اس سے ملائکہ مراد ہیں۔ یعنی وہ امید رکھتے تھے کہ ملائکہ شفاعت کریں گے کیونکہ کفار کا ایک گروہ فرشتوں کی پوجا کرتا تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سورہ نجم کے آخر پر پہنچے تو آپ نے سجدہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ گناہوں کا ارادہ کیا لیکن ان سے نہیں۔ ان کا یہ نظریہ بھی باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

مَنۡ یُّرِدِ اللّٰہُ فِتۡنَتَہٗ فَلَنۡ تَمۡلِکَ لَہٗ مِنَ اللّٰہِ شَیۡئًا۔

اور جس شخص کے لیے اللہ تعالیٰ فتنے (کفر) کا ارادہ کرے تم اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی چیز کے مالک نہیں ہو۔

اور ارشادِ خداوندی ہے:

وَلَوۡ شَآءَ رَبُّکَ مَا فَعَلُوۡہُ

اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔

نیز ارشاد ہے:

وَلَوۡ شَآءَ اللّٰہُ مَا اقۡتَتَلُوۡا

اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ آپس میں نہ لڑتے

ان کا ایک قول یہ بھی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نبوت ملنے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کے آنے سے پہلے قرآن پاک کے حافظ تھے۔ حالانکہ قرآن پاک کے مطابق ان کا یہ قول جھوٹ ہے اور وہ ارشادِ خداوندی ہے:

مَا کُنۡتَ تَدۡرِیۡ مَا الۡکِتٰبُ وَلَا الۡاِیۡمَانُ۔

آپ (اپنے آپ) نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے

اور ارشادِ خداوندی ہے:

وَمَا کُنۡتَ تَتۡلُوۡا مِنۡ قَبۡلِہٖ مِنۡ کِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّہٗ بِیَمِیۡنِکَ۔

اور آپ نبوت سے پہلے کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ اسے ہاتھ سے لکھتے تھے۔

ان کا ایک قول یہ ہے کہ ہر قاری کی زبان پر اللہ تعالیٰ پڑھتا ہے اور لوگ جب کسی قاری کی قرأت سنتے ہیں تو (درحقیقت) وہ اللہ تعالیٰ کی قرأت سنتے ہیں۔ ان کی یہ بات حلول کی طرف جاتی ہے —— نعوذ باللہ من ذالک۔

نیز اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آواز نکالتا ہے اور غلطی بھی کرتا ہے اور یہ بات کفر ہے۔

ان کا ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مکان میں ہے اور عرش یا دیگر مکانات میں کوئی فرق نہیں حالانکہ قرآن ان کے اس نظریے کو غلط قرار دیتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلرَّحۡمٰنُ عَلَی الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰی

رحمٰن، عرش پر جلوہ گر ہے۔

یہ نہیں کہا جا سکتا کہ حاملہ عورتوں کے پیٹوں یا پہاڑوں پر یا اس کے علاوہ دیگر مکانات میں اس نے استواء فرمایا۔

اعتقاد و اصول سے متعلق مختصر اور اشارات پر مبنی گفتگو اختتام پذیر ہے۔ ہم نے کتاب کی طوالت کے خوف سے ان فرقوں کے مذاہب کو رد کرنے کی طرف اشارہ نہیں کیا اور محض ان کے اقوال کو نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تم سب کو ان مذاہب اور ان کے ماننے والوں کے شر سے محفوظ رکھے اور نجات پانے والی جماعت (اہلسنت وجماعت) میں رہتے ہوئے اسلام اور سنت پر، ہمارا خاتمہ فرمائے (آمین)

اور جتنے مسلمان اور مشرک موجود تھے سب نے سجدہ کیا البتہ ولید بن مغیرہ نے جو ایک بوڑھا شخص تھا مٹھی بھر مٹی اپنی پیشانی کی طرف اٹھائی اور اس پر سجدہ کیا اور کہنے لگا ہم اسی طرح ٹیڑھے ہوتے ہیں جس طرح اُم ایمن اور اس کی سہیلیاں

پڑھی ہوتی ہیں۔ حضرت ایمن رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے اور غزوۂ حنین کے دن شہید ہوئے۔
یہ کلمات " تِلْكَ الْغَرَانِيقُ الْعُلَا عِنْدَهَا الشَّفَاعَةُ تُرْتَجٰى " ہر مشرک کے دل میں اتر گئے اور یہ شیطانی سجع اور اس کا فتنہ تھے جو اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرأت میں ڈال دیئے جب قرأت کے آخر میں بتوں کا ذکر آیا۔

اس سے (مسلمانوں اور مشرکین) دونوں گروہوں کو تعجب ہوا کہ تمام لوگوں نے سجدہ کیا اور حضور علیہ السلام کی اتباع کی۔ مسلمانوں کو مشرکین کے ایمان و یقین کے بغیر سجدہ کرنے پر تعجب ہوا اور مشرکوں نے جب آپ سے وہ کلمات سنے جو شیطان نے آپ کی قرأت میں شامل کر دیئے تھے تو وہ خوش ہوئے اور کہنے لگے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں نے اپنے پہلے اور قومی دین کی طرف رجوع کر لیا لہٰذا انھوں نے تعظیماً اپنے معبود کو سجدہ کیا۔
بنا بریں شیطان کے ظاہر کرنے سے یہ دونوں کلمے لوگوں میں پھیل گئے یہاں تک کہ حبشہ میں ان کا چرچا ہوا اور حضور علیہ السلام پر یہ بات گراں گزری چنانچہ دوسرے دن حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہا ان دو کلمات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ! میرے رب عزوجل نے ان کو نہیں اتارا اور نہ اس نے مجھے ان کا حکم دیا۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ معاملہ دیکھا تو آپ نے بوجھ محسوس کیا اور فرمایا کیا میں نے شیطان کی اطاعت کی؟ اس کے کلام سے متکلم ہوا اور اسے اللہ تعالیٰ کے معاملے میں شریک کیا؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس شیطانی کلام کو مٹا دیا اور آپ پر یہ آیت نازل فرمائی:

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّا اِذَا تَمَنّٰى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔

اور ہم نے آپ سے پہلے کسی رسول اور نبی کو نہیں بھیجا مگر جب وہ تلاوت کرنے لگتے تو شیطان ان کی قرأت میں کچھ ڈال دیتا۔ پس اللہ تعالیٰ دور کر دیتا اس چیز کو جو شیطان ڈالتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اپنی آیات کو مضبوط فرما دیتا اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شیطان کی سجع اور فتنے سے پاک ظاہر کر دیا تو مشرکین اپنی گمراہی اور عداوت کے ساتھ آپ سے پھر گئے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو استعاذہ کا حکم دیتے ہوئے آیت کریمہ نازل فرمائی۔

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

پس جب تم قرآن پڑھو تو شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تم قرآن پاک پڑھنے کا ارادہ کرو تو کہو:

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

یعنی ابلیس لعین سے جسے لعنت کے ساتھ باہر نکالا گیا، اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں۔

آپ فرماتے ہیں شیطان پر " اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم " سے بڑھ کر کوئی چیز زیادہ سخت نہیں ہے۔

اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ

بے شک شیطان کو ان لوگوں پر جو (اللہ کے علم میں)

اٰمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ إِنَّمَا سُلْطَانُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ۔

مومن ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ شیطان کو غلبہ حاصل نہیں (کہ وہ ان کو مشرک بنا کر راہِ راست سے بھٹکا دے) بیشک اس کا غلبہ ان لوگوں پر ہے جو اس کو اپنے رہبر تسلیم کرتے ہیں (اور اس کی اتباع کرتے ہیں پھر وہ انہیں دینِ اسلام سے گمراہ کر دیتا ہے) اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔

تعوّذ کا معنیٰ

"اعوذ" کا مطلب پناہ تلاش کرنا اور رجوع کرنا ہے معاذ، ملجا، یعنی پناہ گاہ کا معنیٰ دیتا ہے کہا جاتا ہے عاذبہ، یعوذ عیاذاً اس نے اس کی پناہ حاصل کی اور وہ اس کی پناہ لیتا ہے اور "عیاذاً" پناہ لینے کو کہتے ہیں۔ "معاذ اللہ" کا معنیٰ ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں پناہ چاہتا ہوں اور اس کی پناہ میں آتا ہوں۔ کہا جاتا ہے۔

هٰذَا اَعُوْذٌ لِّيْ مِمَّا اَخَافُ

یہ اس چیز سے میری پناہ ہے جس سے میں ڈرتا ہوں۔ یا مجھے (پریشانیوں کو) دور کرنے والا ہے۔

گویا بندہ اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہے تاکہ وہ اسے شیطان کی شر سے محفوظ رکھے اور قرآن سے تعوذ کا مطلب اس کے ساتھ شفا حاصل کرنا ہے۔

کہا گیا ہے کہ استعاذہ کا معنیٰ اللہ تعالیٰ کی پناہ اور اس کے قلعے میں آنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ سے حکایت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے۔

رَبِّ إِنِّيْٓ أُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

یا اللہ! میں اس (مریم) کو اور اس کی اولاد (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

یعنی میں ان دونوں کو شیطان مردود سے بچاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے قلعہ اور پناہ گاہ کو اختیار کرتی ہوں۔

شیطان کا معنیٰ

لفظ شیطان، شطن سے مشتق ہے اور یہ لفظ دراز اور متحرک رسی پر بولا جاتا ہے اور شطن دوری کے معنیٰ میں بھی آتا ہے گویا کہ وہ خیر سے دور ہوا اور شرارت میں دراز اور بیقرار ہوا۔ پھر انسان کو بھی (بعض اوقات) شیطان کہا جاتا ہے یعنی وہ اپنے کام میں شیطان جیسا ہے اور ہر بری چیز شیطان کے مشابہ ہے پس کہا جاتا ہے گویا کہ اس کا چہرہ شیطان کے چہرے کی طرح ہے اور گویا اس کا سر شیطان کے سر کی طرح ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے۔

طَلْعُهَا كَأَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيَاطِيْنِ۔

زقوم درخت کی شاخیں شیطانوں کے سروں کی طرح ہیں۔

گویا وہ طلع معروف شیطان کا سر ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ سانپ ہیں جن کے سر بدنما ہیں اور ان کی گردن کے بال گھوڑے کے بالوں جیسے ہیں یہ بھی کہا گیا ہے کہ "رؤس الشیاطین" ایک معروف بوٹی ہے۔ رجیم، یہاں مرجوم یعنی لعنت بھیجے ہوئے کے معنی میں ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کی نافرمانی اور آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے اس پر لعنت بھیجی اور اپنی بارگاہ سے دُور کر دیا اور جب وہ آسمان سے زمین کی طرف آنے لگا تو فرشتوں نے اسے تیر سے مارے اور وہاں سے بھگا دیا۔ اور پھر اس کو مارنے کے لیے ستاروں کو مقرر کیا گیا لہٰذا وہ اور اسکی اولاد قیامت تک ستاروں اور لعنت کے ساتھ رجم کیے جاتے رہیں گے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّیٰطِیْنِ۔ — اور ہم نے ان (ستاروں) کو شیطانوں کو مار بھگانے والا بنایا۔

شیطان سے دُوری

بلاشبہ شیطان، اللہ تعالیٰ سے دُور ہے ہر بھلائی سے اور جنت سے دُور ہے اور جہنم کے قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو حکم دیا کہ وہ شیطان مردود جو رحمٰن سے دُور ہے پناہ مانگیں۔ تاکہ وہ جہنم سے دُور رہیں، جنت کے قریب ہوں اور عطا کرنے والے بادشاہ کا دیدار کریں۔ گویا اللہ عزوجل فرماتا ہے، اے میرے بندے! شیطان مجھ سے دُور ہے اور تو مجھ سے قریب ہے پس تو اپنے حال میں اچھے آداب کا خیال رکھ تاکہ شیطان کو کسی سبب اور واسطے سے تیرے پاس آنے کا راستہ نہ مل سکے۔ اوامر کی ادائیگی، منہیات سے باز رہنے اور نفس، مال، اہل، اولاد اور تمام مخلوق کے سلسلے میں تقدیر پر راضی رہنے میں اچھے آداب کا خیال رکھ —— چنانچہ جب بندہ اس بات پر ہمیشہ کے لیے پابند ہو جاتا ہے، اسے لازم پکڑتا ہے اور اس کے ساتھ دائمی تعلق جوڑ لیتا ہے اسے گلے لگاتا ہے تو وہ شخص شیطان کے فتنوں اور وسوسوں، نفسانی خیالات قبر کی تنگی اور عذاب، قیامت کی ہولناکی اور اس کی شدت نیز جہنم کے دردناک عذاب اور اس کی سختی سے نجات حاصل کر لیتا ہے اور جنت الماویٰ میں انبیاء کرام، صدیقین، شہداء اور صلحاء کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں ہوتا ہے اور یہ نہایت اچھے ساتھی ہیں۔ یہ شخص ہر حال میں ہمیشہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں حاصل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ۔ — بے شک میرے بندوں پر تو غالب نہیں آ سکتا۔

جب بندہ اپنے برتر بادشاہ کے لیے بندگی کی علامت بن جاتا ہے تو شیطان حقیر اور پست اس پر غالب نہیں آ سکتا اور وہ ظاہر و باطن کی آزمائشوں سے بچ جاتا ہے۔

اس وقت وہ ایک آواز سنتا ہے کہ ہم اس شخص کے ساتھ یونہی کرتے ہیں جو خواہشات نفس کو چھوڑ دے، حق کی اتباع کرے اور اسی کا راستہ اختیار کرے ایسے شخص کے بارے میں بلند و بالا فرشتے جھگڑتے ہیں۔ ملکوت اعلیٰ میں اس کو "عظیم" کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ عرش پر بزرگ و برتر بادشاہ اسی پر فخر کرتا ہے کیونکہ کلام قدیم کے مطابق جو شیطانی سجع اور باطل سے محفوظ ہے، اللہ تعالیٰ نے عرش پر استواء فرمایا جب قرآن پڑھنے والا پڑھتا ہے:

وَکَذٰلِکَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ — اور اسی طرح ہم اس سے برائی اور بے حیائی دُور کرتے

اِنَّہٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ ۔ بیں بے شک وہ ہمارے خاص بندوں میں سے ہے۔

کیونکہ یہی شخص ظاہر و باطن میں پاک رہتا ہے۔ شیطان مردود اور اس کی پکار سے بھاگنا زیادہ بہتر و مناسب ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اس سے بچنے کا حکم دیا۔ ارشاد ہوتا ہے۔

اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا ۔ بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے لہٰذا اسے دشمن سمجھو۔

وَاِنَّمَا یَدْعُوْا حِزْبَہٗ لِیَکُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ۔ وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْکُمْ جِبِلًّا کَثِیْرًا اَفَلَمْ تَکُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ۔ وہ اپنی جماعت کو بلاتا ہے تاکہ وہ جہنمیوں میں سے ہو جائیں بے شک اس نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

لہٰذا شیطان کی پیروی ہر قسم کی بدبختی اور رنج کی بنیاد ہے اور اس کی مخالفت میں خوش بختی، نعمتیں، خوشی، ہدایت اور باقی رہنے والے گروہ میں، ہمیشہ کی زندگی حاصل ہوتی ہے۔

استعاذہ کا فائدہ

شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہنے کی وجہ سے بندے کو پانچ فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

(۱) دین پر ثابت قدمی اور ہدایت (۲) شیطان لعین کی شر سے حفاظت۔ (۳) مضبوط قلعے میں داخلہ۔ (۴) انبیاء کرام، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ امن والے مقام تک پہنچنا۔ (۵) زمین و آسمان کے رب کی مدد حاصل کرنا۔

گذشتہ دور کی بعض کتب میں مذکور ہے کہ جب شیطان نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا میں ان بندوں کے آگے، پیچھے دائیں اور بائیں سے حملہ آور ہوں گا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے میں ان کو استعاذہ کا حکم دوں گا اور جب یہ استعاذہ پڑھیں گے تو میں ان کی دائیں طرف سے ہدایت کے ساتھ، بائیں طرف سے عنایت کے ساتھ، پیچھے سے حفاظت کے ساتھ اور آگے سے مدد کے ساتھ حفاظت کروں گا یہاں تک کہ اے ملعون! ان کو تیرا وسوسہ کچھ نقصان نہیں دے سکے گا۔

بعض روایات میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا جو شخص ایک بار اللہ تعالیٰ سے استعاذہ کرے اللہ تعالیٰ اس دن اس کی حفاظت فرماتا ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا استعاذہ کے ساتھ گناہوں کے دروازے بند رکھو اور بسم اللہ کے ساتھ عبادت کے دروازے کھولو۔

کہتے ہیں شیطان مومن بندے کو گمراہ کرنے کے لیے ہر روز تین سو ساٹھ لشکر بھیجتا ہے۔ جب بندہ "اعوذ باللہ" پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کی طرف تین سو ساٹھ بار نظر رحمت فرماتا ہے اور اس کی ہر نظر سے شیطان ملعون کا ایک لشکر ہلاک ہو جاتا ہے۔

شیطان کس چیز سے ڈرتا ہے۔

جس چیز سے شیطان ڈرتا اور پرہیز کرتا ہے وہ استعاذہ اور عارفین کے دلوں

میں پائی جانے والی معرفت خداوندی کے نور کی شعاع ہے۔ اگر تم عارفین میں سے نہیں ہو تو متقی لوگوں کا استغاثہ اختیار کرو۔ یہاں تک کہ عارفین کے درجے تک ترقی کر لو۔ اس وقت تمہارے قلبی نور کی شعاع اس کی شوکت کو توڑ دے گی اس کے لشکر کو بھگا دیگی، اس کے حامیوں کو ہلاک کرے گی اور اس کے لشکر کا قلع قمع کرے گی اور یہ بات خاص تمہاری ذات سے متعلق ہے۔ اور بعض اوقات تجھے اپنے بھائیوں اور اتباع کرنے والوں کے لیے نگہبان بنا دیا جائیگا۔ جس طرح حدیث شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں آیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اے عمر! شیطان تمہارے سائے سے بھی بھاگتا ہے۔"

اور آپ ہی کا ارشاد ہے "حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی وادی میں نہیں چلتے مگر شیطان دوسری وادی میں چلتا ہے۔" کہا گیا ہے کہ شیطان جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھتا تو دیوانہ ہو جاتا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب شیطان کسی شخص کو اپنی دشمنی میں صادق اور اپنی دعوت کا مخالف پاتا ہے تو اس سے مایوس ہو جاتا ہے اور اسے چھوڑ کر دوسرے میں مشغول ہو جاتا ہے اور کبھی کبھی اس شخص کے پاس چوری چھپے آتا ہے لہذا انسان کو ہمیشہ سچائی اختیار کرنے اور بیدار رہنے کی ضرورت ہے نیز شیطان کے قریب آنے اور اس کے مکر و فریب سے بچنے کی کوشش کرے۔ بے شک اس کا سوراخ کرنے والا ہتھیار باریک اور اس کی دشمنی پرانی اور اصلی ہے اور وہ انسانی چمڑوں اور گوشت میں اس طرح چلتا ہے۔ جس طرح خون رگوں میں دوڑتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ بڑھاپے کی عمر میں اس طرح استغاثہ کرتے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ اَنْ اَزْنِيَ اَوْ اُقْتَلَ — یا اللہ! میں زنا کاری اور قتل سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

پوچھا گیا کیا آپ کو اس بات کا ڈر ہے؟ آپ نے فرمایا میں کیسے نہ ڈروں جبکہ شیطان زندہ ہے۔

شیطان کے خلاف بہترین ہتھیار

شیطان کے ساتھ جنگ کے وقت سب سے بہترین چیز جس سے مدد لی جاسکتی ہے اور شیطان کو بھگایا جاسکتا ہے وہ کلمۂ اخلاص (کلمۂ توحید) اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا ہے۔ جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے حکایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا " لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ " میرا قلعہ ہے جس نے اسے پڑھا وہ میرے قلعے میں داخل ہو گیا اور جو شخص میرے قلعے میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے بے خوف ہو گیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جس نے اخلاص کے ساتھ کلمۂ توحید پڑھا وہ جنت میں داخل ہوا پس شیطان عذاب کا سبب ہے اور جب بندہ کلمہ طیبہ پڑھتا ہے اور اوامر و نواہی کی ادائیگی کے ذریعے اس کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے تو شیطان اسے اس لباس میں دیکھ کر دور ہو جاتا ہے اور اس کے سامنے نہیں آتا اور بندۂ خدا اس (کے شر) سے نجات حاصل کر لیتا ہے جس طرح لڑنے والا ڈھال کے ذریعے دشمن کے ہتھیار سے بچ جاتا ہے۔ اسی طرح کثرت سے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" پڑھی جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آپ نے ایک آدمی کو کہتے ہوئے سنا کہ شیطان کے لیے ہلاکت ہو تو فرمایا اس طرح نہ کہو اس سے شیطان لعین کو بڑائی حاصل ہوتی ہے مجھے اپنی عزت کی قسم میں تجھ پر غالب آؤں گا البتہ تم "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کہو اس سے شیطان چھوٹا ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ ایک ذرے کے برابر ہو جاتا ہے۔

اسی طرح شیطان کے خلاف مدد کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کو چھوڑ کر دنیا کے بندوں، ان کے اموال، ان کی تعریف، ان کے اجتماع، ان کے ذریعے کثرت کے حصول اور ان کے تحائف کے ذریعے طمع اور لالچ کو چھوڑ دیا جائے، کیونکہ دنیا اور اس کے بیٹے شیطان کا مال، اس کا لشکر اور اس کی جماعت ہیں اور انسان اپنے مال اور بادشاہ اپنے لشکر کے ساتھ ہوتا ہے۔ پس انسان کو چاہیے کہ ان تمام سے ناامید ہو کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ استغنا حاصل کرے اسی پر یقین اور بھروسا کرے اور اپنے تمام امور اور حالات میں اسی کی طرف رجوع کرے حرام اور مشتبہ چیز سے بچے، مخلوق کے احسان کو ترک کرے دنیا کی جائز اور حلال چیزوں کو بھی بہت کم حاصل کرے اور حرص ولالچ کے ساتھ کھانے کو ترک کر دے اور رات کو لکڑیاں چننے والے کی طرح نہ ہو جائے کہ وہ تفتیش و تحقیق سے کام نہیں لیتا اور جو شخص اس بات کی پروا نہ کرے کہ اس کا کھانا پینا کہاں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کو بھی اس بات کی پروا نہیں کہ اسے جہنم کے کس دروازے سے چاہے داخل کرے لہٰذا انسان کو پرہیزگاری اختیار کرنی چاہیے تاکہ شیطان اس سے مایوس ہو جائے اور وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مدد کے ساتھ محفوظ ہو جائے اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو شیطان اس کے دل کا قرب حاصل کر لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۔

اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اندھا بن جائے ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں پس وہ اس کا ساتھی ہوتا ہے۔

پس شیطان کبھی نماز کی حالت میں اس کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے کبھی نفسانی خواہشات کی آرزوئیں دلاتا ہے جو حرام ہیں یا محض جائز۔ اور کبھی اسے اعمال صالح کی طرف بڑھنے، سنتوں، واجبات اور عبادات و طاعات پر عمل پیرا ہونے سے روکتا ہے۔ لہٰذا یہ شخص دنیا اور آخرت میں نقصان اٹھاتا ہے اور شیطان کے ساتھ اس کا حشر ہوتا ہے اور کبھی اس کی آخر عمر میں ایمان سلب کر لیتا ہے۔ بنا بریں وہ قیامت کے دن اس کے ساتھ اور ہامان و قارون کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیگا۔ ہم، سلب ایمان اور ظاہر و باطن میں شیطان کی پیروی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔

شیطان کی اولاد

حضرت مقاتل بواسطہ حضرت زہری، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ آپ فرماتی ہیں ایک رات صحابہ کرام جن میں حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ، اور حضرت یاسر رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیمار پرسی کے لیے حاضر ہوئے آپ باہر تشریف لائے تو بخار کی وجہ سے پسینے میں شرابور تھے جس کے قطرے موتیوں کی طرح گر رہے تھے۔ آپ نے اپنی پیشانی پر مبارک ہاتھ پھیرا اور تین بار فرمایا اللہ تعالیٰ ملعون پر لعنت فرمائے پھر سر انور جھکا لیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا (یا رسول اللہ!) میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ابھی ابھی آپ نے کس پر لعنت بھیجی ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے دشمن ابلیس خبیث نے اپنی دم دبر (مقعد) میں ڈال کر سات انڈے دیئے پس وہ اس کی اولاد ہے جو انسان پر (ان کو ورغلانے کے لیے) مقرر ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام مدحش ہے جو علماء پر مقرر کیا گیا ہے وہ انھیں مختلف خواہشات کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ دوسرے کا نام حدیث ہے وہ نمازیوں پر مقرر ہے انھیں اللہ تعالیٰ کا ذکر بھلا دیتا ہے۔ کنکریوں سے کھیلنے

میں لگانا اور ان پر جمائی اور نیند طاری کر دیتا ہے حتیٰ کہ ان میں سے ایک سو جاتا ہے پھر اسے کہا جاتا ہے کہ تو نماز ہی سو گیا تھا تو وہ کہتا ہے میں نہیں سویا لہٰذا وہ نماز میں وضو کے بغیر داخل ہوتا ہے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے کہ تم میں سے کوئی شخص نماز سے اس طرح فارغ ہوتا ہے کہ اس کے لیے نہ اس کا نصف ہوتا ہے نہ چوتھائی حصّہ اور نہ ہی دسواں حصّہ، اور اس کا گناہ، ثواب سے زیادہ ہوتا ہے۔

تیسرے کا نام زلبنون ہے وہ بازار والوں پر مقرر ہے۔ انھیں کم تولنے، خرید و فروخت میں جھوٹ بولنے، سامان تجارت کو آراستہ کرنے اور اس کی تعریف کرنے کا حکم دیتا ہے یہاں تک کہ وہ خود اپنے سامان کو رواج دیتا ہے۔ چوتھے شیطان کا نام بتر ہے جو ان لوگوں پر مقرر ہے جو مصیبت کے وقت گریبان پھاڑتے، چہرہ نوچتے اور ہلاکت و تباہی کی دعا کرتے ہیں حتیٰ کہ وہ ان لوگوں کو اجر و ثواب سے محروم کر دیتا ہے۔ پانچویں شیطان کا نام منشوط ہے۔ وہ جھوٹ، غیبت، طعنہ زنی اور چغل خوری پر مقرر ہے حتیٰ کہ لوگوں کو گناہ میں مبتلا کر دیتا ہے۔

چھٹا شیطان داسم نامی ہے جو مرد کے آلۂ تناسل کے سوراخ اور عورت کی پچھلی طرف پھونک مارتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے سے زنا کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ساتویں شیطان کا نام اعور ہے وہ چوری کرنے والوں پر مقرر ہے چور سے کہتا ہے کہ چوری سے تیرا فاقہ ختم ہوگا قرض کی ادائیگی ہوگی اور اس کے ساتھ تو ستر پوشی کرے گا اس کے بعد توبہ کر لینا۔

مومن کو چاہیے کہ وہ کسی حالت میں بھی شیطان سے غافل نہ رہے اور نہ ہی کسی بات میں اُس سے بے خوف ہو۔ حدیث شریف میں آیا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وضو کے لیے ایک شیطان ہے جس کا نام ولہان ہے پس اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔ اور ایک حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صفوں میں مل کر کھڑے ہوتا کہ شیطان بکری کے بچّے کی تمہارے درمیان داخل نہ ہو جائے۔

حضرت ابو حذیفہ فرماتے ہیں، حضرت ابو عبید نے فرمایا کہ یہ (نبات حذف) حجازی بکری کے چھوٹے بچے کو کہتے ہیں اس کا واحد "حذفہ" ہے۔ اُسے "نَقَدَ" بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے کان اور دُم نہیں ہوتی اور یمن کے ایک شہر جُرش سے لائی جاتی ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! شیطان اسطرح میرے اور میری نماز و قرأت کے درمیان داخل ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا اس شیطان کو خنزب کہتے ہیں۔ جب تمہیں اس کا احساس ہو تو اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو اور اپنی بائیں جانب تین بار تھوکو۔ آپ فرماتے ہیں میں نے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالیٰ اسے مجھ سے لے گیا۔

ایک مشہور حدیث میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے ہر آدمی کے ساتھ ایک شیطان ہوتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ کے ساتھ بھی؟ آپ نے فرمایا ہاں میرے ساتھ بھی ——— لیکن اللہ تعالیٰ نے اسکے خلاف میری مدد فرمائی اور وہ مسلمان ہو گیا۔

اور ایک دوسری حدیث میں آپ سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا تم میں کوئی شخص ایسا نہیں جس کے ساتھ جنوں میں سے کوئی ساتھی مقرر نہ کیا گیا ہو۔ عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے ساتھ بھی؟ آپ نے فرمایا ہاں میں بھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے خلاف میری مدد فرمائی۔ پس وہ مسلمان ہو گیا لہٰذا وہ مجھے بھلائی کے سوا کوئی بات نہیں کہتا۔

کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے جب ابلیس پر لعنت بھیجی تو اس کے بائیں پہلو سے اس کی بیوی شیطانہ پیدا کی جیسے حضرت حوا،

علیہا السلام کو حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا کیا گیا شیطان نے اس سے جماع کیا تو وہ اکتیس انڈوں کے ساتھ حاملہ ہوئی اور یہ انڈے اس کی اولاد کا اصل بن گئے اور ان ہی سے اس کی اولاد پیدا ہوئی جس سے دشت ودریا بھر گئے اور کہا گیا ہے کہ ہر انڈے سے دس ہزار نر اور مادہ پیدا ہوئے جن سے پہاڑ، جزیرے، ویرانے، جنگل دریا، ریت (کے ٹیلے) درختوں کے جھنڈ، قلعے، چشمے، حمام، سڑکی جگہیں، گندگی کے مقامات، گڑھے، لڑائی کی جگہیں، ناقوس کی جگہیں، قبرستان، مکانات، محلات، صحرا نشینوں کے خیمے اور تمام جگہیں بھر گئیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَ ذُرِّيَّتَهٗۤ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَ هُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ۭ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا۔

کیا تم مجھے چھوڑ کر اس کو اور اس کی اولاد کو دوست بناتے ہو حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں ظالموں کو کیا ہی برا بدلا ملا۔

اس شخص کے لیے ہلاکت ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کو چھوڑ کر شیطان اور اسکی اولاد کی فرمانبرداری اختیار کرتا ہے اگر وہ توبہ نہ کرے اور نصیحت اختیار نہ کرے تو یقیناً ان کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ لہٰذا انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے نفس کی حفاظت کے لیے خبردار رہے اور شیطان سے علیحدگی کی کوشش کرے برے ساتھیوں، خبیث کاموں گمراہی کی طرف بلانے والوں اور شیطان کے لشکر سے جدا رہے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے اور اس کی اطاعت اختیار کرے اور اس کے بندوں میں سے ان لوگوں کی مجلس اختیار کرے جو اس کا علم رکھنے والے، اسے پہچاننے والے، اسی کے لیے اچھے اعمال کرنے والے، اس کی طرف دعوت دینے والے، اس کی ذات میں رغبت رکھنے والے، اس کی عطاء کی امید رکھنے والے، اس کے دبدبے سے ڈرنے والے، اسکی پکڑ کا خوف رکھنے والے، دنیا سے بے رغبت اور آخرت کی رغبت رکھنے والے ہیں۔ رات کو عبادت کے لیے کھڑے ہوتے اور دن کو روزہ رکھتے ہیں۔ گذشتہ ایام میں چھوٹنے والی عبادت پر گریہ وزاری کرتے ہیں، آنے والے دنوں میں نیکیوں کا عزم کرتے ہیں۔ ہر قسم کے گناہ اور خطاء سے توبہ کرتے ہیں۔ زمین و آسمان کے خالق پر کامل بھروسا رکھتے ہیں اور ہر لحظہ اور ہر گھڑی خالق کائنات پر ہی اعتماد رکھتے ہیں رات کی گھڑیوں اور دن کے اطراف میں اسی کی عبادت کرتے ہیں یہ لوگ زنجیروں طوقوں آفاتِ دنیا، اور دوزخ کے خطرات سے محفوظ ہیں کیونکہ انھوں نے ظاہر و باطن میں شیطان کی مخالفت اور رحمٰن کی اطاعت کی تو اللہ تعالیٰ خبر دینے والے اور عطا کرنے والے نے ان کے اعمال کے مقابلہ میں انہیں اچھا بدلہ عطا فرمایا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے بیان میں اس کی خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَ لَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّ سُرُوْرًا ۚ وَ جَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّ حَرِيْرًا۔

تو انہیں اللہ تعالیٰ نے اس دن کے شر سے بچالیا اور انہیں تازگی اور سرور عطا کیا اور ان کے صبر پر انھیں جنت اور ریشمی کپڑے صلہ میں دیے۔

نیز ارشاد فرمایا:

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ نَهَرٍ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ۔

بے شک پرہیزگار باغوں اور نہروں میں ہیں۔ سچ کی مجلس میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور (ہیں)۔

اور ارشاد خداوندی ہے۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ۔ اور جو شخص اس کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اس کے لیے دو جنت ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اس شخص کا بھی ذکر فرمایا جو تقویٰ کے بعد شیطان کے فتنہ میں مبتلا ہوتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ۔ بیشک وہ لوگ جو متقی ہیں جب انھیں شیطان کی طرف سے کوئی ٹھیس پہنچتی ہے تو ہوشیار ہو جاتے ہیں اور اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ دلوں کی روشنی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے حاصل ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ دلوں کے پردے، تاریکی زنگ اور غفلت کا ازالہ ہوتا ہے۔ اسی کے ذریعے سختیاں دور ہوتی ہیں۔ پس ذکرِ الٰہی تقویٰ اور پرہیزگاری کی چابی ہے اور تقویٰ آخرت کا دروازہ ہے جس طرح خواہش دنیا کا دروازہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ اور یاد کرو جو کچھ اس میں ہے تاکہ تم متقی بن جاؤ

(اس آیت میں) اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ انسان ذکرِ خداوندی کے ذریعے متقی ہو جاتا ہے۔

انسانی مشیر

انسان کے دل میں دو باتیں پیدا ہوتی ہیں۔ ایک بات فرشتے کی طرف سے ہوتی ہے اور یہ نیکی اور سچائی کی تصدیق کا وعدہ ہے۔ اور ایک بات شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔ اور یہ شر تکذیبِ حق اور بھلائی سے روکنے کیساتھ ڈراتا ہے۔ یہی بات حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ یہ دو خطرے ہیں جو انسانی دل میں چکر لگاتے رہتے ہیں۔ ایک خیال اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور دوسرا خیال دشمن کی طرف ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے جو وہم و خیال کے وقت توقف کرے پس جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو اس پر عمل پیرا ہو جائے اور جو اس کے دشمن کی طرف سے ہو اُسے دُور کرے۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کے ارشاد :

مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ۔ (اس کے شر سے جو دل میں بُرے خطرے ڈالے۔)

کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ خناس انسان کے دل پر لپیٹ جاتا ہے۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو وہ واپس پلٹ جاتا ہے اور سکڑ جاتا ہے اور جب انسان غافل ہوتا ہے تو وہ اس کے دل پر دراز ہو جاتا ہے۔ حضرت مقاتل فرماتے ہیں وہ خناس خنزیر کی شکل میں شیطان ہوتا ہے جو انسان کے جسم میں دل کے ساتھ لٹک جاتا ہے اور اسمیں خون کی طرح گردش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے انسان کے دل پر مقرر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے یہی مراد ہے۔

الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ۔ وہ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔

جب انسان بھول جاتا ہے تو وہ اس کے دل میں وسوسے پیدا کرتا ہے حتیٰ کہ خناس اس کے دل کو نگل لیتا ہے اور یہ وہی ہے کہ جب انسان ذکرِ الٰہی میں مشغول ہوتا ہے تو وہ واپس چلا جاتا ہے اور اس کے جسم سے نکل جاتا ہے۔ حضرت عکرمہ فرماتے ہیں مرد کے ہاں وسواس کی جگہ اس کا دل اور آنکھیں ہیں۔ عورت جب سامنے آئے تو اس کی آنکھیں اور جب پیٹھ پھیرے

تو اس کی مقعد وسوسوں کا مقام ہے۔

قلبی خیالات

دل میں چھ قسم کے خطرات پیدا ہوتے ہیں۔ ایک خطرہ نفس کی طرف سے ہوتا ہے دوسرا شیطان کی جانب سے تیسرا رُوح کی طرف سے چوتھا فرشتے کی طرف سے پانچواں عقل کی طرف سے اور چھٹا یقین کی جہت سے ہوتا ہے۔

نفسانی خطرہ انسان کو خواہشات اور شہوات کی طرف مائل کرتا ہے چاہے وہ حلال ہوں یا حرام۔ شیطانی خطرہ، حقیقتاً کفر و شرک اور وعدہ خداوندی کے سلسلے میں اس پر شکوہ کرنے اور تہمت لگانے کا حکم دیتا ہے اور اعضاء انسانی کو گناہ توبہ میں تاخیر اور ایسی باتوں میں مبتلا کرتا ہے جو دنیا اور آخرت میں نفس کی ہلاکت کا باعث ہیں۔

یہ دونوں خطرے قابلِ مذمت اور نہایت بُرے ہیں۔ عام مسلمان ان دونوں خطرات میں مبتلا ہوتے ہیں۔

رُوح اور فرشتے کے خطرات انسان کو حق سے وابستگی اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس چیز کے اختیار کرنے کا حکم دیتے ہیں جس میں دنیا اور آخرت کی سلامتی ہے اور وہ علم کے موافق ہے۔ یہ دونوں خطرات قابلِ تعریف ہیں اور اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ان سے محروم نہیں ہوتے۔

عقل کا خطرہ کبھی اس چیز کا حکم دیتا ہے جس کا نفس و شیطان حکم دیتا ہے اور کبھی اس چیز کی طرف راغب کرتا ہے جس کا رُوح اور فرشتہ حکم دیتے ہیں۔ خطرۂ عقل اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اس کی صنعت کی مضبوطی کے لیے ہے تاکہ انسان خیر و شر کو سوچ سمجھ کر اور صحیح مشاہدہ کے ساتھ قبول کرے اور اس کی جزا یا سزا کا مستحق بن سکے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے تحت جسم انسانی کو احکام کم جزاء اور اپنی مشیئت کے نفاذ کا مقام ٹھہرایا ہے۔ اسی طرح عقل کو خیر اور شر کی سواری بنایا جو ان دونوں کے ساتھ خزانہ جسم میں جاری ہوتی ہے۔ اس وقت جب وہ عقل اور جسم تکلیف اعمال اور تبدیلئ حالات کا مقام بن جاتے ہیں اور اس چیز کو جاننے کا سبب بنتے ہیں جو نعمتوں کی لذت اور دردناک عذاب کی طرف لوٹتی ہے۔

یقین کا خیال و خطرہ ایمان کی رُوح اور علم کے اترنے کی جگہ ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وارد اور صادر ہوتا ہے۔ یہ خاص الخاص اولیاء کرام، صدیقین، شہداء اور ابدالوں کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ حق کے ساتھ حاصل ہوتا ہے۔ اگرچہ اس کا ورود مخفی اور اس کا حصول نہایت دقیق ہوتا ہے۔ یہ خطرۂ یقین، علم لدنی، غیب کی خبروں سے آگاہی اور اشیاء کے رازوں سے واقفیت کے بغیر ظاہر نہیں ہوتا۔ یہ ان لوگوں کے لیے ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے محبوب، مراد اور مختار ہیں۔ اپنے ظاہر سے گم ہو کر اللہ تعالیٰ کے لیے ہو لیتے ہیں۔ فرائض و نوافل کے علاوہ باقی تمام ظاہری عبادات، باطنی عبادت میں بدل جاتی ہیں۔ یہ لوگ ہمیشہ اپنے باطن کی حفاظت میں رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خود ان کے ظاہر کی تربیت فرماتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:

إِنَّ وَلِيِّىَ اللّٰهُ الَّذِىْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ۔

بے شک میرا والی اللہ ہے جس نے کتاب اتاری اور وہ نیکوں کو دوست رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے تمام کاموں کی حفاظت و کفایت اپنے ذمہ لے لی اور ان کے دلوں کو پوشیدہ رازوں کے مطالعہ میں مشغول کر دیا۔ ان کے دلوں کو جلوۂ قرب کے ساتھ منور کیا اور انھیں اپنے ساتھ کلام کے لیے منتخب کر لیا انھیں

اپنی محبت کے لیے چن لیا چنانچہ وہ اس کے ساتھ سکون و اطمینان حاصل کرتے ہیں۔ ہر روز ان کے علم میں اضافہ ہوتا ہے معرفت اور نور میں ترقی ہوتی ہے اور اپنے محبوب و معبود کے قرب میں دن بدن اضافہ ہوتا ہے۔

انہیں ایسی نعمتیں حاصل ہیں جو نہ ختم ہوتی ہیں اور نہ ان سے دور کی جاتی ہیں ان کو ایسی خوشی حاصل ہے جس کی کوئی انتہا نہیں۔ اور جب ان کی موت کا وقت آتا ہے اور دارِ فناء (دنیا) میں جس قدر رہنا مقدر تھا ختم ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ انھیں نہایت اچھے طریقے سے منتقل کر دیتا ہے جس طرح دلہن حجرہ سے مکان کی طرف اور پست جگہ سے بلند جگہ کی طرف منتقل ہوتی ہے۔ پس دنیا ان کے لیے جنت ہے اور آخرت میں ان کی آنکھوں کے لیے ٹھنڈک ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا اس طرح دیدار کرتا ہے کہ نہ کوئی پردہ ہوگا نہ دروازہ نہ چوکیدار ہوگا اور نہ کوئی روکنے والا اور نہ ہی کوئی حد بندی کرنے والا ہوگا نہ احسان ہوگا اور نہ قبول احسان نہ ظلم و ضرر اور نہ انقطاع اور نہ ہی وہ ختم ہوگا جس طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ نَهَرٍ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ

بے شک پرہیز گار باغوں اور نہروں میں سچ کی مجلس میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور ہیں۔

اور جیسے ارشادِ خداوندی ہے۔

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ

نیکی کرنے والوں کے لیے اچھا بدلہ ہے اور کچھ زیادہ بھی۔

ان لوگوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کر کے اس کے لیے نیکی کی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں آخرت میں جنت اور عزت کے ساتھ جزاء عطا فرمائی۔ انھیں نعمت اور سلامتی عطاء فرمائی۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے دلوں کو پاک کیا اور غیر حق کے لیے عمل کو ترک کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ہمیشہ رہنے والے گھر ہیں اس سے بھی زیادہ عطا فرمایا اور وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار کرتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی روشن کتاب میں اپنے عقلمند بندوں کو خبر دی۔

نفس اور روح

نفس اور روح دو مقام ہیں جہاں شیطان اور فرشتے اپنے خیالات ڈالتے ہیں پس فرشتہ دل میں پرہیز گاری کا خیال ڈالتا ہے اور شیطان نفس میں گناہ کا خیال ڈالتا ہے اور نفس اعضاء کو گناہوں میں استعمال کرنے کے لیے دل سے مطالبہ کرتا ہے انسانی جسم میں ان دونوں مقامات میں عقل اور خواہش بھی ہے۔ دونوں حاکم کی چاہت کے مطابق تصرف کرتے ہیں اور یہ (حاکم) توفیق اور سرکشی کرتا ہے اور دل میں دو نور چمکتے ہیں۔ ان میں سے ایک علم ہے اور دوسرا ایمان۔ یہ تمام دل کے آلات اور ہتھیار ہیں۔ دل ان آلات کے درمیان بادشاہ کی طرح ہے اور یہ اس کے لشکر ہیں جو اس کی طرف لوٹتے ہیں یا روشن آئینے کی طرح ہے اور یہ آلات اس کے ارد گرد ظاہر ہوتے ہیں اور دل ان کو دیکھتا ہے یہ آئینے میں روشن ہوتے ہیں تو وہ ان کو پا لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہنا

میں، گمراہ شیطان، برے خیالات، نفسانی وسوسوں تمام جنوں اور انسانوں کے فتنوں، ریاء

اور نفاق، خود پسندی، تکبّر اور شرک دل میں پیدا ہونے والے بُرے عقیدے، ہر ایسی خواہش و لذت جو نفس کو ہلاکت کے مقام پر لے جائے۔ بدعت و گمراہی، ایسی خواہشات جو جسم پر آگ کو مسلّط کر دیں، ہر ایسے قول و فعل اور وہم جو میرے دل کو عرش والوں سے پردے میں کر دے، گمراہ کن خواہشات کی اتباع یا بُرے اخلاق اور نفسانی جذبات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں جو عرش و کرسی کا مالک ہے۔ شیطان خبیث مردود سے لائقِ تعریف اور بزرگ بادشاہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ اس وقت سے اللہ تعالیٰ محبت کرنے والے کی پناہ چاہتا ہوں۔ جب میں اس کی اطاعت سے غافل ہو جاؤں کیونکہ وہ ہی شاہ رگ سے زیادہ قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قہر سے پناہ چاہتا ہوں جب وہ گناہ گاروں پر غضب فرمائیگا۔ اس کی ہیبت سے پناہ چاہتا ہوں جب قیامت کے دن اس کی مخلوق میں سے سرکش لوگوں کے لیے اس کی پکڑ بڑی سخت ہو گی۔ اپنی پردہ داری سے اس کی پناہ چاہتا ہوں۔ جنگلوں اور دریاؤں میں گناہ کرنے سے اس کی پناہ چاہتا ہوں۔ اپنی اصل اور فرع کو بھلا کر بلندی چاہنے، اپنے انجام پر نظر رکھنے، تکبّر و غرور میں مبتلا ہونے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت، قرب اور نیکی کو چھوڑنے اور اسے چھوڑنے پر قسم کھانے نیز جھوٹی قسم کھانے، نیکی کے علاوہ قسم توڑنے، بُرے انجام، ہر قسم کی نیکی سے الگ تھلگ ہونے اور وقتِ موت، بُرائی کے ساتھ رخصت ہونے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں۔

شیطان سے جنگ

شیطان سے جنگ ایک باطنی بات ہے اور یہ جنگ دل اور ایمان کے ساتھ ہوتی ہے۔ جب تم شیطان سے جہاد کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا اور غالب بادشاہ پر تمہارا اعتماد ہو گا۔ اور بزرگ عطا کرنے والے کے دیدار کی امید ہو گی جبکہ کفار سے جہاد ظاہری جنگ ہوتی ہے جو تلواروں اور نیزوں کے ساتھ لڑی جاتی ہے۔ اس میں بادشاہ اور اس کے ساتھی تمہاری مدد کرتے ہیں۔ اور جنت میں داخل ہونے کی امید ہوتی ہے۔ اگر تم کفار کے ساتھ جہاد میں شہید ہو جاؤ تو دارِ بقاء میں ہمیشہ رہنا ہو گا اور اگر شیطان کی مخالفت میں اپنی عمر کو فنا کر دو اور امید وں سے قطع تعلق کرتے ہوئے اس کے خلاف جہاد کرو تو تمام جہانوں کے رب سے ملاقات کے وقت اس کا دیدار تمہاری جزاء ہو گی۔ اگر کافر تمہیں قتل کر دے تو شہید کہلاؤ گے اور اگر شیطان کے پیچھے چلتے ہوئے اور اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اس کے ہاتھوں قتل ہو جاؤ تو قاہر و غالب بادشاہ سے دُور چلے جاؤ گے۔

بنا بریں کفار سے جہاد کی ایک انتہا ہے اور نفس و شیطان سے جہاد کی کوئی انتہا نہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۔ اور موت آنے تک اپنے رب کی عبادت کرو۔

یہاں یقین سے موت اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات مراد ہے اور شیطان و نفس کی مخالفت کا نام عبادت ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ۔ تو جہنم میں وہ اور سب گمراہ اور ابلیس کے تمام لشکر اوندھے کر دیے گئے۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک سے واپسی پر فرمایا:

رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ ۔ ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹتے ہیں۔

جہادِ اکبر سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد شیطان، نفس، اور خواہشات سے لڑنا ہے کیونکہ یہ ہمیشہ ہوتا ہے۔ اس سے طویل عرصے تک واسطہ رہتا ہے اور اس کے خطرات نیز بُرے خاتمے کا ڈر ہمیشہ رہتا ہے۔

دوسری مجلس

ارشادِ باری تعالیٰ ہے "اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ کے بیان میں۔

جان لو! یہ آیت کریمہ سورۂ نمل میں واقع ہے یہ سورت مکّی ہے اور اس کی ترانوے آیات ہیں۔ اس کے کلمات ایک ہزار ایک سو انچاس (۱۱۴۹) ہیں اور اس کے حروف کی تعداد چار ہزار سات سو ننانوے (۴۷۹۹) ہے۔

حضرت سلیمان بن داؤد (صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا الْمُصْطَفٰى وَسَائِرِ الْاَنْبِيَاۤءِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَعِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ وَ مَلَاۤئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ ۔ بیت المقدس سے یمن جاتے ہوئے جب وادیٔ نمل سے نکلے تو آپ نے لوگوں کو لیکر دشت و بیابان سے چلنا شروع کر دیا لوگوں نے پیاس محسوس کی تو —— پانی مانگا آپ نے اس وقت ہدہد پرندے کو نہ پایا اس کے بارے میں دریافت فرمایا اور پرندوں کے امیر کونج کو بلا کر اس کے بارے میں پوچھا اور آپ کے پاس صرف ایک ہدہد ہی تھا۔ کونج نے کہا مجھے معلوم نہیں کہ وہاں کہاں گیا اور نہ ہی اس نے مجھ سے اجازت مانگی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام ہدہد کو اس لیے طلب کرتے تھے کہ وہ اپنی چونچ زمین میں رکھ کر بتائے کہ پانی دُور ہے یا قریب اور اس کے اور پانی کے درمیان کتنا فاصلہ ہے۔ قدِ آدم کے مطابق ہے یا فرسخ کے حساب ہے اور تمام پرندوں میں سے ہدہد اس کام کے لیے مخصوص تھا اور اس کا طریقہ یہ تھا کہ جب اس سے معلوم کیا جاتا تو وہ فضا میں بلند ہو جاتا تو اس سے اندازہ ہو جاتا کہ پانی کتنا دُور ہے پھر وہ اس جگہ اتر آتا جہاں پانی ہوتا اور اپنی چونچ وہاں رکھ دیتا تو اس سے پانی کا علم ہو جاتا اس کے بعد جن جلدی جلدی اس جگہ کو کھودتے اور پانی نکل آتا تو اس سے حوض، کنوئیں، اونٹوں کے بوجھ، مشکیزے اور برتن بھر لیتے جانور، انسان اور جن پیتے پھر چل پڑتے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب اس وقت ہُدہُد کو غائب پایا تو آپکو سخت غصہ آیا اور فرمانے لگے "میں اسے سخت سزا دونگا"۔ یعنی اس کے پَر اکھاڑ دوں گا جس کی بنا پر وہ ایک سال تک پرندوں کے ساتھ اڑ نہیں سکے گا یا اُسے ذبح کر دونگا۔ پھر استثناء کرتے ہوئے فرمایا "یا وہ میرے پاس کوئی روشن دلیل لے آئے"۔ یعنی کوئی عذر یا واضح حجت پیش کرے اور آپ پرندوں کو جو سخت سزا دیتے وہ یہ تھی کہ ان کے پَر اکھاڑ کر انہیں گنجا کر دیتے اور وہ بغیر پَروں کے رہ جاتے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "پھر وہ تھوڑی دیر ٹھہرے"۔ یعنی زیادہ وقت نہ گزرا کہ ہُدہُد آ گیا اسے بتایا گیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے تجھے سزا دینے کا اعلان کیا ہے اس نے پوچھا کیا آپ نے استثناء بھی فرمائی ہے؟ کہا گیا ہاں۔ پھر وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے آ کر کھڑا ہوا، سجدہ کیا اور کہا آپ کی بادشاہی ہمیشہ ہمیشہ باقی رہے اور آپ ہمیشہ زندہ رہیں۔ پھر وہ اپنی چونچ کے ساتھ زمین کو کریدنے لگا اور اپنے سر سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف اشارہ اور کہا "میں نے ایسی چیز کا احاطہ کیا ہے جس کا احاطہ آپ نے نہیں کیا"۔ یعنی میں وہاں پہنچا اور علم حاصل کیا۔ جہاں تک آپ نہیں پہنچے اور نہ آپ کو اس کا علم حاصل ہوا اس کا مقصد یہ تھا کہ میں ایک ایسی بات کی خبر لایا ہوں جو آپ کو کسی نے نہیں بتائی نہ کسی نے اس سلسلے میں آپ کی

خیر خواہی کی ہے اور نہ ہی کسی انسان کو اس کا علم ہے۔ میں ملک سباء سے ایک یقینی اور عجیب خبر لایا ہوں جو شک و شبہ سے بالاتر ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا وہ خبر کیا ہے؟ اس نے کہا میں نے ایک عورت کو دیکھا جو ان کی حکمران ہے اس کا نام بلقیس بنت ابی السرح الحمیریہ ہے اور اس کے پاس یمن اور اس کے ارد گرد پائی جانے والی ہر چیز ہے یعنی اس کے پاس علم، بادشاہی، مال، لشکر اور طرح طرح کے گھوڑے ہیں اور اس کے ہاں ایک بہت بڑا اور خوبصورت تخت ہے۔ اس کے تخت کی بلندی تیس گز اور ایک قول کے مطابق اسی گز تھی اور چوڑائی بھی اسی گز تھی۔ اس میں انواع و اقسام کے جواہرات ہیرے اور موتی جڑے ہوئے تھے۔ (ہُدہُد نے کہا) میں نے اسے اور اس کی قوم کو دیکھا کہ وہ سورج کو سجدہ کرتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی بجائے شیطان کی عبادت کرتے ہیں اور یہ مجوسیوں کا دین ہے۔ اور شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال مزین اور خوبصورت کر کے پیش کیے اور اسے اور اس کے لشکر کو اسلام کے راستے اور ہدایت سے روک رکھا ہے۔ وہ ہدایت یافتہ نہیں اور اسلام کی پہچان نہیں رکھتے۔ شیطانی اثرات کا مقصد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ نہ کریں جو آسمانوں اور زمین کے پوشیدہ رازوں کو ظاہر کرتا ہے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو یا اپنی زبانوں سے ظاہر کرتے ہو اسے جانتا ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بہت بڑے عرش کا رب ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہُدہُد سے فرمایا ہمیں پانی کا راستہ دکھاؤ تاکہ ہم تمہاری بات کو دیکھیں آیا تم سچ کہتے ہو یا جھوٹ بولتے ہو۔ جب اُس نے پانی کی طرف راہنمائی کی اور انھوں نے سیر ہو کر پانی پیا تو آپ نے ہُدہُد کو بلایا اسے ایک خط لکھ کر دیا جس کے آخر میں اپنی مہر لگائی پھر فرمایا میرا یہ خط لے جا کر اہل سبا کو دو اور واپس آ کر بتاؤ کہ انھوں نے کیا جواب دیا۔ آپ نے اپنے خط میں اس طرح لکھا:

"اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان رحم والا ہے۔ یہ سلیمان بن داؤد کی طرف سے ہے۔ میری اطاعت کرنے میں اپنی کسر شان نہ سمجھو اور صلح کے ساتھ میرے پاس آجاؤ اگر تم جن ہو تو میرے غلام بن جاؤ اور اگر تم انسان ہو تو تم پر میری بات سننا اور اسے قبول کرنا لازم ہے۔"

ہُدہُد خط لیکر چلا گیا اور دوپہر کے وقت بلقیس تک پہنچ گیا اس وقت وہ اپنے محل میں سوئی ہوئی تھی۔ تمام دروازے بند تھے اور اس تک کوئی چیز نہیں پہنچ سکتی تھی محل کے ارد گرد پہرہ دار کھڑے تھے۔ بلقیس کے ہاں اس کی قوم میں سے بارہ ہزار جنگجو تھے اور ہر ایک، ایک لاکھ لڑنے والوں پر امیر تھا۔ ان کی عورتیں اور بچے الگ تھے۔

بلقیس اپنی قوم کے معاملات اور حاجت کے سلسلے میں فیصلہ کرنے کے لیے ہفتے میں ایک دن باہر آتی تھی اس کا تخت (سٹیج) سونے کے چار ستونوں پر کھڑا کیا جاتا تھا وہ اس پر اس طرح بیٹھتی کہ اسے لوگ نظر آتے تھے لیکن وہ اسے دیکھ نہیں سکتے تھے۔ جب کوئی شخص اس کے سامنے اپنی حاجت پیش کرنا چاہتا یا کوئی اور بات کرنا ہوتی تو وہ اس سے سوال کرتا اس کے سامنے سر جھکا کر کھڑا ہوتا اور اس کی طرف نہ دیکھتا پھر وہ سجدہ ریز ہو جاتا اور جب تک وہ اسے حکم نہ دیتی تعظیماً سر نہ اٹھاتا پھر جب وہ ان کی ضرورتوں کو پورا کر دیتی اور اپنا حکم سنا دیتی تو واپس محل میں چلی جاتی اور جب تک یہی دن نہ آجاتا لوگ اس کو نہ دیکھ سکتے۔ اس کی بادشاہی ایک عظیم سلطنت تھی۔ جب ہُدہُد خط لے کر آیا اور اس نے دروازوں کو بند پایا اور دیکھا کہ محل کے ارد گرد پہرے دار کھڑے ہیں تو اس تک پہنچنے کا راستہ تلاش کیا حتیٰ کہ ایک

سوراخ سے داخل ہوکر اس تک پہنچ گیا۔ ایک مکان سے دوسرے مکان تک جاتا رہا یہاں تک کہ سات مکانوں کے آخر تک چلا گیا جہاں اس کا تخت تھا جس کی بلندی تیس گز تھی۔ اس نے دیکھا کہ وہ اپنے تخت پر سوئی ہوئی ہے اور اس کی شرم گاہ کے سوا باقی جسم پر کپڑا نہیں ہے۔ اس کے سونے کا یہی معمول تھا۔

راوی کہتے ہیں ہُد ہُد نے خط، تخت پر اس کے پہلو میں رکھ دیا۔ پھر اڑ کر سوراخ میں آگیا اور اس کے جاگنے اور خط پڑھنے کی انتظار کرنے لگا۔ کافی دیر گزر گئی لیکن وہ بیدار نہ ہوئی جب کافی تاخیر ہو گئی تو وہ اتر آیا اور بلقیس کو اپنی چونچ سے ٹھونگا مارا چنانچہ وہ جاگ گئی اور اس نے دیکھا کہ تخت پر اس کے پہلو میں ایک خط پڑا ہوا ہے اس نے خط کو اٹھایا آنکھیں صاف کرتے ہوئے دیکھنے لگی کہ خط کی کیا کیفیت ہے اور اس تک کیسے پہنچا ہے جبکہ تمام دروازے بند ہیں۔ وہ باہر آئی اور پہرے داروں سے پوچھا کیا تم نے کسی کو میرے پاس داخل ہوتے اور دروازہ کھولتے ہوئے دیکھا ہے۔ انھوں نے کہا دروازے تو پہلے کی طرح مسلسل بند رہے ہیں اور ہم محل کے گرد پہرے دیتے رہے ہیں۔

اس نے خط کھول کر پڑھنا شروع کر دیا اور وہ لکھی پڑھی عورت تھی۔ اس نے کھولا تو اچانک "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" پر نگاہ پڑی۔ خط پڑھنے کے بعد اپنی قوم کو بلا بھیجا جب وہ جمع ہو گئے تو اس نے اُن سے کہا۔ میرے پاس ایک نہایت اچھا اور مہر شدہ خط آیا ہے وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے نام سے ہے جو نہایت مہربان اور رحم والا ہے (لکھا ہے) مجھ پر بڑائی کا اظہار نہ کرو اور صلح کے ساتھ میرے پاس آجاؤ۔ اس نے کہا اے بزرگوں کی جماعت! اس معاملے میں مجھے مشورہ دو کہ میں کیا کروں میں اُس وقت تک کوئی کام نہیں کرتی جب تک تم اُسے سن کر اپنا مشورہ نہ دو۔ انھوں نے کہا ہم قوت و طاقت کے مالک ہیں یعنی ہم اپنا دفاع کرنے والے اور سخت تکلیف پہنچانے والے ہیں ہمارا دشمن کبھی بھی لڑائی، قوت اور کثرت کے باعث ہم پر غالب نہیں آسکتا۔

تو اپنے معاملے کو بہتر جانتی ہے ہمیں کوئی حکم دے جس پر ہم چلیں انھوں نے اس کی تنظیم کے خلاف سب کچھ رد کر دیا اور یہی بات اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے۔

فَانْظُرِىْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ دیکھ تو اس سلسلے میں کیا حکم دیتی ہے۔

تاکہ ہم تیرے حکم پر چلیں اس نے علم و حکمت کے ساتھ گفتگو کی اور کہا بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے تباہ و برباد اور اس کے باعزت لوگوں کو ذلیل و رسوا کر دیتے ہیں۔ لڑنے والے بادشاہ یوں ہی کرتے ہیں۔ ان کے مال لے لیتے ہیں لڑنے والوں کو قتل کر دیتے ہیں اور ان کی اولاد کو قیدی بنا لیتے ہیں۔

پھر اس کے بعد بلقیس نے کہا میں، حضرت سلیمان کی طرف تحفہ بھیجتی ہوں اور دیکھتی ہوں کہ میرے قاصد کیا جواب لے کر آتے ہیں اور اس کے بارے میں مجھے کیا بتاتے ہیں، راوی کہتے ہیں اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف بارہ غلام بھیجے جن میں عورتوں کی علامت تھی یعنی ان کی آواز باریک تھی۔ ہاتھوں پر مہندی لگی ہوئی تھی اور بالوں میں کنگھی کی ہوئی تھی نیز انھوں نے لڑکیوں جیسا لباس پہن رکھا تھا۔ اس نے ان کو بھیجتے ہوئے نصیحت کی کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے ان سے سوال کیا جائے تو وہ ایسی آواز کے ساتھ جواب دیں جس میں زنانہ جھلک ہو اور بارہ لونڈیاں بھیجیں جن کی آواز میں سختی تھی۔ ان کے سروں سے بال اکھیڑ دیے اور انھیں ازار اور جوتے پہنا دیے اور ان سے کہا کہ جب حضرت سلیمان تم سے کلام کریں تو کسی جھجک کے بغیر صحیح جواب دینا۔

نیز اس نے ایک خوشبودار لکڑی، کستوری، عنبر اور ریشم مختلف تھالوں میں رکھ کر غلاموں کو دیکر بھیجا بارہ اونٹنیاں بھیجیں جو مختلف مقدار میں دودھ دیتی تھیں۔ نیز دو خرمہرے (بڑی کوڑیاں) بھیجے جن میں سے ایک میں پیچ دار سوراخ تھا اور دوسرے میں سوراخ نہیں تھا اور اس نے ایک خالی پیالہ بھی بھیجا اور ان تمام تحائف کے ساتھ ایک عورت بھی بھیجی اور اسے نصیحت کی کہ جو کچھ سلیمان علیہ السلام سے دیکھے یا سُنے اسے یاد رکھے یہاں تک کہ اُسے واپس آکر بتائے اور اُن کو یہ بھی کہا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے کھڑے ہوجانا اور ان کے حکم کے بغیر نہ بیٹھنا اگر وہ سخت قسم کا بادشاہ ہوا تو تمہیں بیٹھنے کو نہیں کہیگا لہٰذا میں اسے مال کے ذریعے راضی کرلونگا اور وہ ہماری طرف سے خاموش ہوجائیگا۔ اور اگر وہ بردبار علم والا ہوا تو تمہیں بیٹھنے کو کہے گا ساتھ جانیوالی عورت سے کہا کہ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہے کہ وہ کسی انسانی اور جنی عمل کے بغیر سوراخ والے خرمہرے میں دھاگہ داخل کردیں اور کسی لوہے (آلے) اور جن وانسان کے عمل کے بغیر دوسرے خرمہرہ میں سوراخ کردیں، غلاموں اور لونڈیوں میں امتیاز کریں اور پیالے کو کفدار شیریں پانی سے بھر دیں کہ جو نہ آسمان سے ہو اور نہ زمین سے۔ اور اس نے علم کے ہزار بابوں سے مسئلہ لکھا۔ ——

بلقیس کے قاصد تحائف لے کر چلے یہاں تک کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گئے انھوں نے تحائف آپ کے سامنے رکھ دیے اپنے قدموں پر کھڑے ہو گئے اور نہ بیٹھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک لحظہ ان کی طرف دیکھا لیکن کوئی حرکت نہ کی اور نہ ہاتھوں اور پاؤں کو ہلایا۔ آپ نے کسی قسم کی خوشی کا اظہار نہ کیا اور قاصدوں نے بھی آپ کے چہرے پر خوشی کے اثرات نہ دیکھے۔

اس کے بعد آپ نے سر اُٹھایا اور قاصدوں کی طرف دیکھ کر فرمایا بے شک زمین اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور آسمان بھی اسی کے ہیں۔ اس نے آسمان کو بلند اور زمین کو پست کیا پس جو چاہے کھڑا رہے اور جو چاہے بیٹھ جائے چنانچہ آپ نے ان کو بیٹھنے کی اجازت دیدی۔ راوی کہتے ہیں اس کے بعد قاصدہ آپ کے سامنے آئی اور دونوں خرمہرے آپ کے سامنے رکھ دیے اور کہا بلقیس نے کہا ہے کہ آپ اس سوراخ والے خرمہرہ میں ایک دھاگہ داخل کریں جو دوسری طرف نکل جائے لیکن کسی انسان یا جنّ کا دخل نہ ہو اور دوسرے خرمہرے میں سوراخ کریں جو دوسری طرف تک پہنچ جائے لیکن نہ تو کوئی آلہ استعمال ہو اور نہ ہی کسی جنّ وانسان کے عمل سے ہو۔ اس کے بعد اس نے پیالہ آپ کے سامنے کیا اور کہا کہ بلقیس نے کہا ہے کہ آپ اس پیالے کو کفدار شیریں پانی سے بھر دیں جو نہ زمین سے ہو نہ آسمان سے —— پھر غلاموں اور لونڈیوں کو سامنے کیا اور کہا بلقیس نے کہا ہے کہ آپ غلاموں اور لونڈیوں کو جدا جدا کر دیں۔ اس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے ملک کے لوگوں کو جمع کیا جب وہ جمع ہو گئے تو آپ نے دونوں خرمہرہ نکالے اور فرمایا کون ہے جو اس خرمہرے میں دھاگہ داخل کرے اور وہ دوسری طرف سے نکل جائے تو سرخ رنگ کے ایک کیڑے نے جو قصصفہ میں رہتا تھا کہا اے بادشاہ! میں یہ کام کر دوں گا لیکن یہ شرط ہے کہ آپ میرا رزق قصصفہ میں کر دیں۔ آپ نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے۔ راوی کہتے ہیں پھر آپ نے اس کیڑے کے سر میں دھاگہ لٹکا دیا اور وہ خرمہرہ میں داخل ہو گیا یہاں تک کہ دوسری جانب سے نکل آیا۔ تو آپ نے اس کی روزی قصصفہ میں کر دی۔ پھر دوسرا خرمہرہ قریب کیا اور فرمایا کون ہے جو اس خرمہرے میں سوراخ کر دے لیکن کوئی آلہ استعمال نہ ہو۔ اس پر دوسرے کیڑے نے آپ کے سامنے گفتگو کی اور یہ سفید رنگ کا کیڑا تھا جو لکڑی میں ہوتا ہے اس نے کہا اے بادشاہ! آپ کے لیے یہ کام میں کروں گا۔ بشرطیکہ آپ میری روزی لکڑی میں کر دیں۔ آپ نے فرمایا ایسا ہی ہوگا۔ پس وہ کیڑا خرمہرے پر کھڑا ہوا اور دوسری طرف تک سوراخ کر دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کا رزق لکڑی میں رکھ دیا پھر پیالہ آگے کرتے ہوئے، خالص

عربی گھوڑے لانے کا حکم دیا جب گھوڑے حاضر ہو گئے تو انھیں دوڑانے کا حکم دیا یہاں تک کہ جب وہ تھک گئے اور ان کا پسینہ بہنا شروع ہوا تو اس وقت آپ نے ان کے پسینے سے پیالہ بھر دیا اور فرمایا یہ کفدار شیریں پانی ہے جو زمین و آسمان سے نہیں تھا۔ پھر آپ کے حکم سے آپ کے سامنے پانی رکھ دیا گیا۔ آپ نے غلاموں سے فرمایا وضو کرو تاکہ غلاموں اور لونڈیوں کی تمیز ہو سکے۔ راوی کہتے ہیں لونڈیوں نے اپنی ہتھیلیوں پر پانی ڈالنا شروع کر دیا ان میں ایک بائیں ہتھیلی سے پانی لیتی اور اسے بائیں بازو پر بہا دیتی۔ پھر دائیں ہاتھ میں پانی لے کر اس کے ساتھ دائیں ہتھیلی کو دھوتی۔ اس سے پتا چل جاتا کہ یہ لڑکی ہے پھر اسے الگ کر دیا جاتا حتیٰ کہ بارہ لڑکیاں الگ کر دی گئیں۔ غلاموں میں سے ایک اپنی دائیں ہتھیلی میں پانی لیتا اور اس سے دائیں بازو کو دھوتا پھر بائیں بازو کو دھوتا جس سے پتا چل جاتا کہ یہ لڑکا ہے۔ اسی طرح بارہ لڑکے الگ کر دیے گئے۔ پھر آپ کے مسائل کی طرف دیکھا اور اس کے ایک ہزار جواب قاصد کے سپرد کیے اور تحائف بھی واپس کر دیے، قاصد سے فرمایا کیا تم مال کے ساتھ میری مدد کرنا چاہتے ہو مجھے اللہ تعالیٰ نے جو نبوت اور ملک عطا فرمایا ہے وہ اس مال سے بہتر ہے جو تمہیں دیا ہے۔ بلکہ تم اپنے تحائف پر خوش رہو۔ پھر آپ نے بلقیس کے نام ایک خط لکھ کر ہدہد کے حوالے کیا اور فرمایا ان لوگوں کے پاس جاؤ ہم ایک ایسا لشکر لے کر آ رہے ہیں جس کا وہ سامنا نہیں کر سکتے اور ہم انھیں ملک سبا سے ذلیل و رسوا کر کے نکالیں گے۔

جب ہدہد دوبارہ خط لے کر آیا تو بلقیس نے اُسے پڑھا۔ اس اثناء میں اس کے قاصد بھی واپس آ گئے اور انھوں نے تمام ماجرا سنا دیا اور بتایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان تمام چیزوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جو اس نے آپ کی طرف بھیجی تھیں اور آپ نے کیا جواب دیا۔ اس پر بلقیس نے اپنی قوم سے کہا یہ آسمانی معاملہ معلوم ہوتا ہے ان کی مخالفت ہمارے لیے مناسب نہیں اور نہ ہم اس کی طاقت رکھتے ہیں پھر اس نے اپنے تخت کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے اسے سات مکانات میں سے سب سے آخری مکان میں رکھا اور اس پر محافظ مقرر کر دیے۔ اس کے بعد وہ حضرت سلیمان کی طرف چل پڑی۔ راوی کہتے ہیں ہدہد لوٹ آیا اور اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو خبر دی کہ وہ آپ کی طرف آ رہی ہے۔ آپ نے اپنی رعایا کو بلا بھیجا پھر فرمایا اے سرداروں کے گروہ! تم میں سے کون اس کے مصالحت کے ساتھ آنے سے پہلے پہلے اس کا تخت لائیگا کیونکہ صلح کے بعد اس کا حاصل کرنا ہمارے لیے جائز نہیں۔ ایک بڑے خبیث جنّ نے کہا میں آپ کی مجلس برخاست کرنے سے پہلے حاضر کر دوں گا۔ اس جنّ کا نام عمرو تھا۔ اور وہ نہایت سخت قسم کا جنّ تھا۔ حضرت سلیمان کی مجلس قضاء دوپہر تک جاری رہتی تھی اس نے مزید کہا کہ میں اس کے اُٹھانے پر قادر ہوں اور اس میں جو کچھ ہیرے، جواہرات، موتی، سونا اور چاندی لگے ہوئے ہیں میں اسے امانت سمجھتا ہوں۔ اس عفریت کی قوت کا یہ عالم تھا کہ وہ حدِ نگاہ تک قدم رکھتا تھا۔ اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا میں وہاں قدم رکھوں گا جہاں میری نگاہ پہنچتی ہے اور اسے آپ کے پاس لے آؤں گا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا میں اس سے بھی جلدی چاہتا ہوں اس پر وہ بولا جس کے پاس کتابِ الٰہی سے علم (اسم اعظم) تھا اسم اعظم یہ دو کلمات ہیں "یاحیُّ یاقیوم" اس نے کہا میں اپنے رب کو پکاروں گا اور قصد کرتے ہوئے اپنے پروردگار کی کتاب میں دیکھوں گا اور پلک جھپکنے سے پہلے آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں گا اس کا نام آصف بن برخیا بن مشیا اور اس کی ماں کا نام بطورا تھا۔ یہ شخص بنی اسرائیل میں سے تھا وہ اسم اعظم جانتا تھا اس کا مطلب یہ تھا کہ آپ کسی چیز پر نگاہ کریں اور وہ آپ کے پاس آ جائے تو میں اس سے بھی پہلے لے آؤں گا آپ نے فرمایا اگر تو یہ کام کر دے یا نہ کرے تو غالب ہے لیکن تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے مجھے رسوا نہ کرنا کیونکہ میں انسانوں اور جنّوں کا سردار ہوں۔

اس کے بعد آصف کھڑا ہوا، وضو کیا اور پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو کر اس کے اسم اعظم کے ساتھ دعا مانگنے لگا اور

وہ "یا حیّ یا قیوم" ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا جس نام سے آصف نے دعا مانگی یہ وہ نام ہے کہ اس کے ساتھ جب بھی دعا مانگی جائے قبول ہوتی ہے۔ جب سوال کیا جائے اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے اور وہ "یا ذاالجلال والاکرام" (اے جلال و بزرگی والے) ہے۔ راوی کہتے ہیں پھر بلقیس کا تخت زمین کے نیچے غائب ہو گیا یہاں تک کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی کے پاس ظاہر ہوا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ کرسی کے نیچے ظاہر ہوا۔ آپ جب بڑی کرسی پر بیٹھتے تو اس تخت کے اوپر قدم مبارک رکھتے تھے۔ جب آپ نے دیکھا کہ تخت حاضر ہو گیا ہے تو ایک جنّ نے کہا آصف تخت لانے پر قادر ہے لیکن وہ بلقیس کو نہیں لا سکتا۔ آصف بن برخیا نے کہا میں اسے بھی لے آؤں گا۔

راوی کہتے ہیں پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے شیشے کا ہموار محل بنایا گیا اس کے نیچے پانی جاری کر کے مچھلیاں چھوڑی گئیں۔ صاف شفاف ہونے کی وجہ سے پانی اور مچھلیاں محل کے اوپر سے نظر آتی تھیں۔ اس کے بعد آپ نے حکم دیا تو آپ کی کرسی محل کے درمیان رکھی گئی اور آپ نے حکم دیا کہ اہل مجلس کے لیے کچھ کرسیاں اس کرسی کے اردگرد رکھی جائیں چنانچہ آپ کرسی پر تشریف فرما ہوئے اور آپ کے ہم مجلس بھی بیٹھ گئے اور آپ کے پاس کرسیوں پر بیٹھنے والوں میں سے پہلے انسان پھر جنّ اور پھر شیطان تھے۔ آپ کا طریقہ مبارک یہی تھا کہ جب شہروں کی سیر کرنا ہوتی تو کرسی پر تشریف فرما ہوتے اور اہلِ مجلس بھی اپنی کرسیوں پر بیٹھ جاتے پھر ہُوا کو حکم دیتے تو وہ ان کو آسمان و زمین کے درمیان اٹھا لیتی اور جب زمین پر چلنے کا ارادہ فرماتے تو ہُوا کو حکم دیتے وہ ٹھہر جاتی اور آپ زمین پر چلتے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی بھی ایک مجلس تھی جس طرح آج کل بادشاہوں کے ہاں ہوتا ہے جب مجلس بیٹھ گئی تو آپ نے آصف کو دوبارہ حکم دیا وہ دوبارہ آیا، سجدہ کیا اور اللہ تعالیٰ سے اسم اعظم "یا حیّ یا قیوم" کے ساتھ دعا مانگی تو اچانک بلقیس آپ کے پاس موجود تھی۔

کہا گیا ہے کہ وہ شخص جس کے پاس کتاب الٰہی سے علم تھا اس کا نام ضبلہ بن آدہ تھا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں پر مقرر تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب بلقیس کو اپنے پاس موجود پایا تو فرمایا یہ میرے رب کا فضل ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے میں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی بادشاہی پر شکر ادا کرتا ہوں یا اس کی نعمت کا انکار کرتا ہوں جب میں اس کو دیکھوں جو مجھ سے کمتر ہے لیکن علم میں مجھ سے افضل ہے۔ چنانچہ آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا ارادہ فرمایا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اس کا اپنا فائدہ ہے اور جو شخص اس کی نعمت کی ناشکری کرے تو بے شک میرا رب بے نیاز کرم فرمانے والا ہے عذاب دینے میں جلدی نہیں کرتا۔

جنوں کو جب اس واقعہ کا پتا چلا تو انھوں نے سلیمان علیہ السلام کے پاس بلقیس کے بارے میں کچھ نامناسب کلمات کہے انھیں یہ ڈر تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اس سے شادی کر لیں گے اور وہ ہمارے تمام کاموں سے واقف ہو جائیگی درحقیقت بلقیس یہ سب کچھ جانتی تھی کیونکہ اس کی ماں جنّ تھی اور اس کا نام عمیرہ بنت عمرو تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا نام رواحہ بنت سکن تھا۔ جنوں کے بادشاہ کی بیٹی تھی جنوں نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کی بادشاہی کو صحیح سلامت رکھے۔ بے شک بلقیس کی عقل میں کچھ فتور ہے اور اس کے پاؤں گدھے کے کھر کی طرح ہیں حالانکہ بلقیس کے پاؤں کچھ ٹیڑھے تھے اور ان پر بال تھا جب حضرت سلیمان علیہ السلام سے یہ کہا گیا تو آپ نے اس کی عقل کو آزمانا اور پاؤں کو دیکھنا چاہا۔ اس لیے آپ نے (محل میں) پانی جاری کر کے اس میں مینڈک اور مچھلیاں رکھ دیں اور حکم دیا کہ اس کے تخت میں کچھ تبدیلی کر دی جائے۔ کچھ چیزیں کم کر دی جائیں اور

بعض کا اضافہ کیا جائے تاکہ اس کی عقل کا پتہ چل سکے۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول کا یہی مطلب ہے۔

نَكِّرُوا لَهَا عَرْشَهَا — اس کے تخت میں تبدیلی کر دو۔

یعنی اس کے تخت میں تغیّر و تبدل کر دو تاکہ ہم دیکھیں آیا وہ اسے پہچانتی ہے یا پہچان نہ رکھنے والوں میں سے ہے۔

بلقیس سلامنے آئی یہاں تک کہ محل تک پہنچ گئی اسے کہا گیا محل میں داخل ہو جا۔ کہا گیا کہ لغت حمیر میں "صرح" گھر کو کہتے ہیں۔ بلقیس نے جب دیکھا تو اسے گہرا پانی معلوم ہوا اس نے دل میں سوچا کہ یہ تو مجھے غرق کرنے لگے ہیں اگر کوئی دوسری بات ہوتی تو اچھا تھا۔ اس نے اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھایا تو پتا چلا کہ پنڈلیوں پر بال ہیں اور وہ نہایت خوبصورت انسان تھی اور جنوں کے قول کا اس سے دور کا واسطہ بھی نہ تھا۔ بلقیس کو بتایا گیا کہ یہ نہایت ہموار محل ہے یہاں کوئی گرد و غبار بھی نہیں اس نوجوان کی طرح جس کے چہرے پر بال نہیں آتے ہوتے گویا اس کا بعض حصہ دوسرے بعض سے ملا ہوا ہے۔ اس کا فرش شیشے کا ہے۔ راوی کہتے ہیں پھر وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف بڑھی اور آپ اس کے پاؤں اور پنڈلیوں پر پاکیزہ بال دیکھ چکے تھے۔

راوی کہتے ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام کو وہ بہت پسند آئی۔ جب وہ آپ تک پہنچ گئی تو اس سے پوچھا گیا کیا تیرا تخت بھی ایسا ہے؟ اس نے دیکھا تو اسے پہچاننے لگی اور انکار بھی کرتی۔ اس نے دل میں سوچا یہ لوگ تخت تک کیسے پہنچ گئے حالانکہ وہ سات مکانات کے اندر تھا اور ارد گرد پہرے دار تھے تو اسے یقین ہو گیا اس نے انکار نہ کیا اور کہا گویا وہی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا ہمیں بلقیس سے پہلے علم دیا گیا۔ وہ مجوسیہ تھی اور ہم اس سے پہلے مسلمان تھے۔ اس وقت بلقیس نے کہا میں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں یہ گمان کر کے کہ وہ مجھے غرق کرنا چاہتے ہیں، اپنے نفس پر ظلم کیا۔ یا سورج کی پوجا کر کے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا اور (اب) میں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت قبول کی اور اپنے آپ کو اپنے رب کی عبادت کے لیے خاص کر دیا۔ چنانچہ وہ اسلام لے آئی اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے اللہ تعالیٰ کی عبادت سے جو وہ کرتی تھی، روک دیا وہ کافروں کی قوم میں سے تھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس سے شادی کی اور پوڈر بنانے کا حکم دیا جس سے بال دور ہو جائیں۔ چنانچہ پوڈر بنایا گیا تو آپ نے اور بلقیس نے پوڈر استعمال کیا۔ راوی کہتے ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس سے کچھ باتیں پوچھیں اور اس نے بھی آپ سے کچھ سوالات کیے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہمبستری کی تو ایک بچہ پیدا ہوا۔ آپ نے اس کا نام داؤد رکھا وہ آپ کی زندگی میں ہی فوت ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کا وصال ہوا اور ایک ماہ بعد حضرت بلقیس انتقال کر گئیں۔

ایک قول یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے شام میں ایک گاؤں دے دیا تھا۔ وہ وصال تک اس کا خراج وصول کرتی رہی۔ یہ بھی کہا گیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب اس سے ہمبستری کی تو اس کے بعد اپنے لشکر کے ہمراہ ان کے وطن واپس بھیج دیا۔ ہر مہینے آپ حضرت بلقیس کے پاس آتے اور بیت المقدس سے یمن کی طرف سفر کرتے جس طرح پہلے گزر چکا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعہ میں سبق

میں (مصنف) نے یہ واقعہ اس مجلس میں مکمل طور پر بیان کر دیا کیوں کہ اس میں ہر عقلمند، مومن، آخرت کے بارے میں غور و فکر کرنے والے

گزشتہ نیک اور بُرے لوگوں کی عادات کو عبرت کی نگاہ سے دیکھنے والے، گذشتہ اُمتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نفاذ، اہلِ طاعت کے اعزاز، ان کے لیے نافرمان لوگوں کو مسخر کرنے، انھیں قیادت عطا ہونے اور انھیں ذلیل و رسوا کرنے نیز اللہ تعالیٰ کے نیک اور محبوب بندوں کو مخلوق کا آقا بنانے کے سلسلے میں غور و فکر کرنے والے لوگوں کے لیے عبرت کا سامان ہے۔

جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے رب عز و جل کی اطاعت کی تو کس طرح اس نے آپ کو بلقیس اور اس کی بادشاہی کا مالک بنا دیا۔ حالانکہ اس کی مملکت میں بارہ ہزار جنگجو تھے جن میں سے ہر ایک ایک لاکھ پر امیر تھا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر چار لاکھ تھا۔ دو ہزار انسانوں میں سے اور دو لاکھ جنوں میں سے دونوں لشکروں میں فرق واضح ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی وجہ سے مالک اور بلقیس کو کفر و معصیت کی وجہ سے مملوک بنا دیا گیا۔

اے انسان! تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ اسلام غالب آتا ہے مغلوب نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے مسلمانوں کے خلاف کوئی راہ نہیں بنائی۔ اے صاحبِ توفیق! اسی طرح جب تو مومن ہے تو دنیا میں اپنے دشمنوں، اور آخرت میں جلانے والی آگ سے محفوظ رہیگا۔

آگ تیری خدمت گزار ہو گی اور تیری تنظیم کرتے ہوتے آگے آگے چل کر تجھے راستہ دکھائے گی۔ وہ اپنے مالک کے حکم کو ماننے اور بجا لانے والی ہو گی اور تجھے کہے گی: اے مؤمن گزر جا بیشک تیرے نُور نے میری لپیٹ کو بُجھا دیا۔ یہ کلام نہایت لطیف ہو گا۔ مطلب یہ ہے کہ تو مکرم و منوّر ہے بادشاہی لباس تجھ پر ہے، وقار اور عزت کی علامت تجھ پر ہے، تمام بندوں اور ان کی اولاد پر تمہاری عزت، تنظیم اور خدمت لازم ہے اور کفّار و گنہگار لوگوں پر آگ غضب ناک ہو گی اور ان سے اس طرح انتقام لے گی جس طرح کوئی غالب اور طاقت ور اپنے دشمن پر قابو پانے کی صورت میں اس سے انتقام لیتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَ اِذَا رَاَتۡهُمۡ مِّنۡ مَّكَانٍۢ بَعِيۡدٍ سَمِعُوۡا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيۡرًا۔	اور جب آگ کافروں کو دُور سے دیکھتی ہے تو وہ سنتے ہیں کہ وہ غصہ کرتی اور جوش مارتی ہے۔

اگر تو دنیا اور آخرت کی عزت چاہتا ہے تو تجھ پر اللہ تعالیٰ کا حکم بجا لانا اور اس کی نافرمانی سے باز رہنا لازم ہے اس طرح تو اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل کرے گا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَنۡ كَانَ يُرِيۡدُ الۡعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الۡعِزَّةُ جَمِيۡعًا	جو شخص عزت چاہتا ہے تو تمام عزت اللہ کے پاس ہے۔

اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلِلّٰهِ الۡعِزَّةُ وَلِرَسُوۡلِهٖ وَلِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَلٰكِنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ۔	اور اللہ ہی کے لیے عزت ہے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں کے لیے لیکن منافق نہیں جانتے۔

پس اے ایمان کے مدعی! تیرا نفاق اور اے اخلاص کے دعویدار! تیرا شرک اللہ تعالیٰ، نبیٔ مختار صلی اللہ علیہ وسلم اور برگزیدہ مؤمنوں کے دیدار سے حجاب بن جائے گا۔ اور اگر تو ایمانی احکام پر عمل پیرا ہو اور اخلاص کے شرائط پر یقین رکھے تو دنیا میں ہر ایذا پہنچانے والے نیز انسانوں اور جنوں کے تمام شیطانوں اور آخرت میں آگ کے عذاب سے محفوظ

رہے گا۔ تجھے مدد حاصل ہوگی اور تیرے دشمن ذلیل ورسوا ہونگے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَ يُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ۔

اگر تم اللہ تعالیٰ (کے دین) کی مدد کرو تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَهِنُوْا وَ تَدْعُوْا اِلَى السَّلْمِ وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ وَ اللّٰهُ مَعَكُمْ۔

اور سست نہ ہو جاؤ اور صلح کی طرف بلاؤ اور تم ہی غالب رہوگے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے۔

لیکن غفلت نے تیرے دل پر ہجوم کر رکھا ہے اور اس پر زنگ کی تہیں بیٹھ چکی ہیں اور اس کے گرد سیاہی اور ظلمت پھیل گئی ہے۔ پس ہائے افسوس اور ہائے پشیمانی! جس دن (قیامت کے دن) بھید کھولے جائیں گے جس دن حق کا ظہور ہوگا، جو بڑی مصیبت کا دن ہوگا، جس دن اس کا جاہ وجلال سب پر غالب آئیگا اور تمام اس سے متاثر ہوں گے۔

جس دن تمہیں پیش کیا جائے گا تم میں سے کوئی چیز مخفی نہ ہوگی اس دن لوگ قبروں سے پریشان حال نکلیں گے تاکہ انکو ان کے اعمال دکھائے جائیں پس جو شخص ایک ذرّے کے برابر نیک عمل کرے گا وہ اسے دیکھ لیگا اور جو آدمی ایک ذرّے کے برابر برائی کرے گا وہ اسے دیکھ لیگا۔ کہتے ہیں ذرہ غبار کا ایک ریزہ ہے جو سورج کی شعاع میں سوئی کے ناکے کی طرح چمکتا ہے ایک قول یہ ہے کہ چار ذرّے مل کر رائی کے دانے کے برابر ہوتے ہیں یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ چھوٹی سی سرخ چیونٹی ہوتی ہے جو چلتے ہوئے نظر نہیں آتی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ذرّہ جَو کے دانے کا ہزاروال حصہ ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب تم مٹی پر اپنا ہاتھ رکھو تو مٹی میں سے جو کچھ اس کے ساتھ لگ جائے وہ ذرّہ ہے۔ پس تیرا کیا حال ہوگا جب اس انداز میں اعمال کا وزن کیا جائیگا اس طرح بھاری ہوں گے اور یونہی ہلکے ہونگے۔ اللہ تعالیٰ اس دن کے بارے میں فرماتا ہے:

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا وَّ نَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا۔

جس دن ہم پرہیزگار لوگوں کو رحمٰن کی طرف جمع کریں گے اور مجرموں کو جہنم کی طرف چلائیں گے۔

اس وقت پردہ ہٹ جائے گا اور پوشیدہ باتیں ظاہر ہو جائیں گی۔ مومن کافر سے، صدیق منافق سے، موحد مشرک سے، دوست دشمن سے اور سچا محض دعویٰ کرنے والے سے ممتاز ہو جائے گا۔ اے مسکین! اس دن کی ہیبت سے ڈر اور دیکھ کہ تو گروہوں میں سے کس میں ہوگا اگر تو اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کرے اور اپنے عمل میں اس خبر رکھنے والے کا خوف رکھے اور پرکھنے بصیرت رکھنے والے کی نگاہ میں جو چیزیں بُری ہیں ان سے عمل کو پاک صاف رکھے تو تو پرہیزگار لوگوں کی جماعت میں ہوگا جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوں گے۔ پس اے باعزت! تیرے لیے عزت ہوگی اور اے دانا! تیرے لیے سلامتی اور خوشخبری ہوگی۔ اگر تیری کیفیت یہ نہیں ہوگی تو جان لے۔ تو دوسرے گروہ میں ان کے ساتھ مل کر ہلاک ہوگا جس طرح وہ فرعون، ہامان اور قارون کے ساتھ مل کر جہنم کی آگ میں ہلاک ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ

پس جو شخص اپنے رب کی ملاقات کی امید رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اچھے کام کرے اور اپنے رب کی عبادت

رَبِّہٖٓ اَحَدًا۔ میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔

لہٰذا تجھے اس دن نیک اعمال ہی نجات دیں گے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کی فضیلت

حضرت عطاء، حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں جب "بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ" نازل ہوئی تو بادل مشرق کی طرف دوڑ پڑے ہوائیں ٹھہر گئیں، سمندر میں موجیں اُٹھنے لگیں، جانور ہمہ تن گوش ہو گئے۔ شیطانوں پر آسمان سے پتھر برسنے لگے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی عزت کی قسم کھائی کہ جس چیز پر اس کا نام لیا جائیگا اسے شفاء عطا فرمائے گا اور جس چیز پر اُسے پڑھا جائے گا اس میں برکت ڈال دے گا۔ جس نے "بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ" پڑھا وہ جنت میں داخل ہو گا۔

حضرت ابو وائل، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا جو شخص چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے جہنم کے انیس فرشتوں سے نجات دے وہ "بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ" پڑھے۔ بے شک اس کے انیس حروف ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ اس کے ہر حرف کو ان میں سے ہر ایک کے سامنے ڈھال بنا دے۔

حضرت طاؤس بواسطہ حضرت ابن عباس، حضرت عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہم) سے روایت کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے "بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ" کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے اس کے اور اللہ تعالیٰ کے اسم اعظم کے درمیان اتنا قرب ہے جتنا آنکھ کی سفیدی اور سیاہی کے درمیان ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرتے ہوئے زمین سے ایسا کاغذ اُٹھایا جس پر "بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ" لکھی ہوئی تھی تاکہ پاؤں کے نیچے نہ آئے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں صدیقین میں لکھا جاتا ہے اور اس کے والدین کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے اگرچہ وہ مشرک ہوں۔

کہا گیا ہے کہ شیطان تین مرتبہ اس قدر چلا کر رویا کہ ایسا کبھی نہ رویا۔ ایک مرتبہ اس وقت جب اس پر لعنت بھیجی گئی اور آسمانی سلطنت سے نکالا گیا۔ دوسری مرتبہ اس وقت جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی اور تیسری بار جب سورۃ فاتحہ نازل ہوئی کیونکہ اس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تھی۔

حضرت سالم بن ابی جعدان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا جب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اتری تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب پہلی بار حضرت آدم علیہ السلام پر یہ آیت نازل ہوئی تو انھوں نے فرمایا میری امت عذاب سے محفوظ ہو گئی جب تک وہ اسے پڑھتے رہیں گے پھر اسے اُٹھا لیا گیا اس کے بعد حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ آپ نے اسے اس وقت پڑھا جب آپ منجنیق میں تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر آگ کو ٹھنڈا اور سلامتی بنا دیا۔ اس کے بعد اسے پھر اُٹھا لیا گیا اور پھر حضرت سلیمان علیہ السلام پر نازل کی گئی۔ اس وقت فرشتوں نے کہا اللہ کی قسم! اب آپ کی بادشاہی مکمل ہو گئی پھر اسے اُٹھا لیا گیا اور بعد ازاں اسے مجھ پر اتارا گیا۔ میری امت قیامت کے دن بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتی ہوئی آئے گی اور جب ان کے اعمال ترازو پر رکھے جائیں گے تو ان کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو گا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے اپنی کتب اور خطوط میں لکھا کرو اور جب لکھو تو زبان سے بھی پڑھا کرو۔

فضیلتِ بسم اللہ پر مزید گفتگو

حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے مروی ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے لوح و قلم کو پیدا فرمایا اللہ تعالیٰ نے قلم کو حکم دیا تو اس نے لوح پر وہ سب کچھ لکھ دیا جو قیامت تک ہونے والا تھا۔ لوح پر سب سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو اپنی مخلوق کے لیے امن کا باعث بنایا جب تک وہ اسے پڑھتے رہیں۔

ساتوں آسمانوں میں رہنے والے، بلند مرتبے والے، خیمے والے بزرگ مقرب، صف بستہ اور تسبیح بیان کرنے والے فرشتے اس آیت کو پڑھتے ہیں۔ سب سے پہلے یہ حضرت آدم علیہ السلام پر نازل ہوئی، آپ نے فرمایا میری اولاد جب تک اسے پڑھتی رہے گی عذاب سے محفوظ رہے گی اس کے بعد یہ اٹھالی گئی پھر سورۂ فاتحہ کے ضمن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل ہوئی آپ نے منجنیق کے پلڑے میں اسے پڑھا تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر آگ کو ٹھنڈا اور سلامتی بنا دیا۔ اس کے بعد یہ اٹھالی گئی اور بعد ازاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب میں ان پر نازل ہوئی۔ اس کے باعث آپ فرعون اور اس کے جادوگروں نیز قارون اور اس کے متبعین پر غالب آ گئے اس کے بعد اسے اٹھالیا گیا اور پھر حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام پر نازل ہوئی۔ اس وقت فرشتوں نے کہا قسم بخدا اب آپ کی بادشاہی مکمل ہوگئی حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے جس چیز پر بھی پڑھا وہ آپ کے لیے جھک گئی اور اللہ تعالیٰ نے جب اسے اتارا تو آپ سے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے تمام گروہوں میں اعلان کر دیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے امان کی آیت سننا چاہتا ہے وہ داؤد علیہ السلام کے محراب میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس حاضر ہو جائے۔ کیونکہ آپ خطبہ دینا چاہتے ہیں چنانچہ ہر وہ شخص جو عبادت کا شوق رکھتا تھا جلدی جلدی آپ کے پاس پہنچ گیا یہاں تک کہ جب تمام علماء، عبادت گزار، زاہد اور یعقوب علیہ السلام کی تمام اولاد حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس جمع ہوگئی تو آپ کھڑے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے منبر پر تشریف لے گئے اور ان پر آیت امان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی۔ چنانچہ جس نے سنا مسرت سے جھوم اٹھا۔ انھوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ اس آیت کے ذریعے حضرت سلیمان علیہ السلام زمین کے بادشاہوں پر غالب آئے اسی کے سبب اللہ تعالیٰ نے اپنی نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مکہ مکرمہ فتح کیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد اسے اٹھالیا گیا اور اس کے بعد حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم علیہما السلام پر نازل ہوئی۔ آپ نے اس پر خوشی کا اظہار کیا اور آپ کے حواری (ساتھی) بھی نہایت مسرور ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی بھیجی، اے کنواری مریم کے بیٹے! کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ پر کونسی آیت نازل ہوئی ہے۔ یہ آیت "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" آیت امان ہے۔ آپ اٹھتے، بیٹھتے، سوتے، آتے، جاتے، بلندی پر چڑھتے اور نیچے اترتے بکثرت اس کی تلاوت کریں کیونکہ قیامت کے دن جس کے نامۂ اعمال میں اس کا آٹھ سو بار تذکرہ ہوا اس حال میں کہ وہ مجھ پر اور میرے رب ہونے پر ایمان لانے والا ہو میں اسے جہنم کی آگ سے آزاد کر دوں گا اور جنت میں داخل کر دوں گا۔ لہٰذا تمہاری قرأت اور نماز کی ابتداء بسم اللہ سے ہونی چاہیے۔ جس آدمی کی نماز اور قرأت کا آغاز بسم اللہ سے ہو اور اسی پر اسے موت آئے تو اسے منکر نکیر

سے ڈر نہیں آئے گا نیز موت کی سختی اور قبر کی تنگی اس پر آسان ہو جائے گی۔ اس پر میری رحمت نازل ہوگی میں اس کی قبر کو کشادہ کر دوں گا۔ حدِ نگاہ تک اسے روشن کر دوں گا اور اسے قبر سے اس طرح نکالوں گا کہ اس کا جسم سفید اور چہرہ روشن ہوگا اس پر نور جگمگا رہا ہوگا۔ اس کا نہایت آسان حساب لوں گا اس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری کر دوں گا اور پل صراط پر اسے مکمل نور عطا کر دوں گا یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہو جائیگا اور اللہ تعالیٰ ایک منادی کو حکم دے گا تا کہ وہ قیامت کے میدان میں اس کے لیے خوش بختی اور بخشش کا اعلان کر دے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا یا اللہ! اے میرے رب! کیا یہ خاص میرے لیے ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں خاص تیرے لیے اور ان لوگوں کے لیے جو تیری پیروی کریں تیرے راستے پر چلیں اور وہی بات کہیں جو تو کہتا ہے اور آپ کے بعد یہ حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے لیے ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے متبعین کو اس بات کی خبر دی اور فرمایا "میں تمہیں ایک رسول کی خوشخبری دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد ہوگا"۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات اور کمالات کا ذکر کیا اور اپنی قوم سے آپ پر ایمان لانے کا وعدہ لیا اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسمان پر اٹھایا اس وقت آپ نے اپنے ساتھیوں کے سامنے نئے سرے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کیے جب آپ کے حواری اور انکی اتباع کرنیوالے بھی دنیا سے رخصت ہو گئے اور دوسرے لوگ آ گئے تو وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور انھوں نے دوسروں کو بھی گمراہ کیا دین کو بدل دیا اور دین کے بدلے دنیا حاصل کر لی۔ اس وقت عیسائیوں کے سینوں سے آیت امان اٹھا لی گئی اور اہل انجیل میں سے صرف مسلمانوں مثلاً بحیرہ راہب اور ان جیسے دوسرے لوگوں کے سینوں میں باقی رہی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو یہ آیت مکہ مکرمہ میں سورۂ فاتحہ کے ضمن میں آپ پر نازل ہوئی پھر اسے سورتوں کے شروع میں اور رسائل اور کتب کے آغاز میں لکھا گیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس آیت کا نزول بہت بڑی فتح تھی۔ اللہ تعالےٰ نے اپنی عزت کی قسم اٹھائی کہ جو ایماندار یقین رکھنے والا اسے کسی چیز پر پڑھے گا میں اس کے لیے اس میں برکت ڈالوں گا اور جو بھی اہل ایمان اسے پڑھتا ہے تو جنت کہتی ہے "لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ" یا اللہ! اپنے اس بندے کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی برکت سے میرے اندر داخل کر پس جب جنت کسی آدمی کو بلاتی ہے تو اس کے لیے جنت میں جانا ضروری ہو جاتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ دعا نہیں لوٹائی جاتی جس دعا کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہو۔ اور میری امت قیامت کے دن بسم اللہ پڑھتے ہوئے آئے گی اور میزان میں ان کے اعمال حسنہ بھاری ہو جائیں گے۔ باقی امتیں کہیں گی کس چیز نے امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے اعمال کو بھاری کر دیا تو انبیاء کرام ان کو جواب دیں گے امت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کا آغاز اللہ تعالیٰ کے ایسے تین بزرگ و برتر ناموں سے ہوتا تھا کہ اگر انھیں ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور تمام مخلوق کی برائیاں دوسرے پلڑے میں رکھی جائیں تو ان کی نیکیاں بھاری ہو جائیں گی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو ہر بیماری سے شفاء، ہر دوا کا معاون ہر محتاجی سے غنا، جہنم سے پردہ اور زمین میں دھنسنے، چہروں کے مسخ ہونے اور سختی میں پڑنے سے حفاظت کا ذریعہ بنایا ہے جب تک لوگ اسے پڑھتے رہیں گے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ کی تفسیر

اللہ تعالیٰ کے ارشاد "بسم اللہ" کے بارے میں حضرت عطیہ عوفی سے روایت ہے۔ وہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی والدہ نے علم حاصل کرنے کے لیے مکتب میں بھیجا۔ آپ کے معلم نے کہا کہو "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا "بسم اللہ" کیا ہے۔ استاد نے کہا "میں نہیں جانتا" حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "با" اللہ تعالیٰ کی روشنی ہے "سین" اللہ تعالیٰ کی بلندی ہے "میم" سے اس کی بادشاہی مراد ہے۔

حضرت ابوبکر وراق فرماتے ہیں "بسم اللہ" جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔ اس کے ہر حرف کی تفسیر الگ ہے۔ "با" میں چھ وجوہات ہیں۔

(۱) عرش سے تحت الثریٰ تک مخلوق کو پیدا کرنے والا (بارئ)، اس کا بیان یہ ہے کہ وہی اللہ تعالیٰ عرش سے تحت الثریٰ تک مخلوق کو پیدا کرنیوالا ہے۔

(۲) عرش سے تحت الثریٰ تک مخلوق کو دیکھنے والا (بصیر) ہے اس کی وضاحت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھنے والا ہے۔

(۳) عرش سے تحت الثریٰ تک اپنی مخلوق کا رزق کشادہ کرنے والا (باسط) ہے۔ اس کا بیان اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہے رزق کشادہ کرتا اور تنگ کر دیتا ہے۔

(۴) مخلوق کے فنا ہونے کے بعد عرش سے تحت الثریٰ تک باقی رہنے والا ہے۔ اس کا بیان یہ ہے کہ سب کے لیے فنا ہے صرف تیرے بزرگی وعزت والے رب کے لیے بقا ہے۔

(۵) عرش سے تحت الثریٰ تک تمام مخلوق کو موت کے بعد اٹھانے والا (باعث) ہے۔ تاکہ ان کو ثواب یا عذاب دے۔ اس کی وضاحت یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ قبروں والوں کو اٹھائے گا۔

(۶) اللہ تعالیٰ عرش سے تحت الثریٰ تک مومنوں کے ساتھ احسان کرنیوالا (بارّ) ہے اس کا بیان یہ ہے کہ وہی احسان کرنے والا مہربان ہے۔ [1]

---

[1] ان چھ صورتوں میں بالترتیب درج آیات والفاظ کی طرف اشارہ ہے۔

هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ (۵۹ — ۲۴)

وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (۵۰ — ۱۸)

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ (۱۳ — ۲۶)

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ (۵۵ — ۲۶)

اَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ۔ (۲۲ — ۷) (بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

"سین"، پانچ صورتوں پر مشتمل ہے "عرش سے تحت الثریٰ تک اپنی مخلوق کی آواز کو سننے والا"
اس کا بیان (قرآن پاک میں) اس طرح ہے۔
اَمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَ نَجْوٰىهُمْ۔ کیا ان کا خیال ہے کہ ہم ان کی پوشیدہ باتوں اور سرگوشیوں کو نہیں سنتے۔
دوسرا معنی یہ ہے وہ "سیّد" ہے اور اس کی سیادت عرش سے تحت الثریٰ تک ہے اور اس کا بیان یوں ہے۔
اَللّٰهُ الصَّمَدُ اللہ بے نیاز ہے۔
تیسری صورت میں اس کا مفہوم عرش سے تحت الثریٰ تک اپنی مخلوق کا جلد حساب لینے والا (سریع الحساب) ہے اس کا بیان اس طرح ہے:
وَاللّٰهُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ اللہ تعالےٰ جلد حساب لینے والا ہے۔
چوتھی صورت "سلام" کے مفہوم پر مشتمل ہے کہ اس نے اپنی مخلوق کو عرش سے تحت الثریٰ تک اندھیروں سے سلامتی عطا فرمائی اس کا بیان قرآن پاک میں اس طرح ہے۔
اَلسَّلَامُ الْمُؤْمِنُ
پانچویں صورت میں اس کا معنیٰ "ساتر" ہے کہ وہ عرش سے تحت الثریٰ تک اپنے بندوں کے گناہوں کی پردہ پوشی فرماتا ہے جیسے بیان کیا گیا۔
غَافِرُ الذَّنْبِ وَ قَابِلِ التَّوْبِ گناہوں کو بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے۔
"میم" کی بارہ صورتیں۔
(۱) وہ عرش سے تحت الثریٰ تک مخلوق کا بادشاہ (مَلِک) ہے اور اس کا بیان اس طرح ہے۔
اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ پاک بادشاہ ہے
(۲) عرش سے تحت الثریٰ تک اپنی مخلوق کا مالک ہے۔ اسے قرآن پاک میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔
قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ۔ تم کہو اے اللہ! بادشاہی کے مالک۔
(۳) عرش سے تحت الثریٰ تک اپنی مخلوق پر احسان رکھنے والا (منّان) ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے۔
بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ۔ بلکہ اللہ تم پر احسان فرماتا ہے۔
(۴) عرش سے تحت الثریٰ تک اپنی مخلوق سے بزرگ و برتر (مجید) ہے۔ اس کا بیان اس طرح
ذُو الْعَرْشِ الْمَجِیْدِ۔ بزرگی والے عرش کا مالک ہے۔
(۵) اپنی مخلوق کو عرش سے تحت الثریٰ تک امن دینے والا (مؤمن) ہے جس طرح ارشادِ خداوندی ہے۔
وَاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ خوف میں امن دیتا ہے۔
(۶) عرش سے تحت الثریٰ تک اپنی مخلوق کا نگہبان (مہیمن) ہے۔ جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

(بقیہ حاشیہ) اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِیْمُ۔ (۲۸-۵۲)

اَلْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ۔ بندوں کو امن و عافیت دینے والا نگہبان ہے۔

(۷) عرش سے تحت الثریٰ تک اپنی مخلوق پر قدرت رکھنے والا (مقتدر) ہے۔ اس کا بیان یوں ہے۔

فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ۔ قدرت والے بادشاہ کے پاس بیٹھنے کے سچے مقام میں۔

(۸) عرش سے تحت الثریٰ تک اپنی مخلوق پر نگہبان (مقیت) ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا نگہبان ہے۔

(۹) عرش سے تحت الثریٰ تک اپنے دوستوں کو عزت بخشنے والا (مکرم) ہے۔ جیسے ارشاد فرمایا

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ اٰدَمَ اور بے شک ہم نے انسان کو عزت بخشی۔

(۱۰) عرش سے تحت الثریٰ تک اپنی مخلوق کو انعام و اکرام سے نوازنے والا (منعم) ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً۔ اور ہم نے تم پر ظاہری اور باطنی نعمتیں مکمل کر دیں۔

(۱۱) عرش سے تحت الثریٰ تک اپنی مخلوق پر احسان کرنے والا (مفضل) ہے۔ جس کا بیان اس طرح ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ۔ بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے۔

(۱۲) عرش سے تحت الثریٰ تک اپنی مخلوق کی صورتیں بنانے والا (مصوّر) ارشادِ خداوندی ہے۔

اَلْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ۔ پیدا کرنے والا صورتیں عطا فرمانے والا ہے۔

اہل حقائق فرماتے ہیں: "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" کے یہ معانی بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس سے برکت حاصل کی جائے اور لوگوں کو اس کی طرف رغبت دی جائے کہ وہ اپنے اقوال و افعال کا آغاز بسم اللہ سے کریں جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کو بسم اللہ سے شروع فرمایا۔

اسم ذات کا معنیٰ اور اشتقاق

اسم ذات "اللہ" کے بارے میں اہلِ علم کا اختلاف ہے۔ خلیل بن احمد اور عربی جاننے والی ایک جماعت کا خیال ہے کہ یہ اسم اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے مقرر ہے۔ اسی میں اس کا کوئی شریک نہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا کیا خدا کا کوئی ہم نام جانتے ہو۔

یعنی اللہ تعالیٰ کا ہر نام اللہ تعالیٰ اور اس کے غیر کے درمیان مشترک ہے اس کے لیے حقیقیاً اور دوسروں کے لیے مجازی طور پر بولا جاتا ہے۔ البتہ یہ اسم اس کی ذات سے مخصوص ہے کیونکہ اس میں ربوبیت کا معنیٰ ہے باقی تمام معنیٰ اس کے تحت ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب الف (ہمزہ) گرا دیا جائے تو للّٰہ باقی رہ جاتا ہے اور جب لام ہٹا دیا جائے تو "لہ" رہ جاتا ہے اور "لہ" سے لام ہٹا دیں تو "ہو" رہ جاتا ہے۔

اسم جلالت "اللہ" کے اشتقاق میں بھی اختلاف ہے۔ نضر بن شمیل نے کہا ہے کہ یہ "تَاَلَّهَ" سے مشتق ہے اور اس کا معنیٰ عبادت کرنا کہا جاتا ہے "اَلَهَ اِلٰهَةً یعنی عَبَدَ عِبَادَةً" یعنی اس نے عبادت کی۔ کچھ دوسرے لوگ کہتے ہیں یہ "اَلَهَ" سے مشتق ہے اور اس کا معنیٰ اعتماد کرنا ہے۔ کہا جاتا ہے۔ "اَلِهْتُ اِلٰى فُلَانٍ" یعنی میں نے فلاں کی طرف داری کی اور اس پر اعتماد کیا۔ اب "اللہ" کا معنیٰ یہ ہوگا کہ مخلوق اپنے حادثات اور ضرورتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتی اور اس پر اعتماد کرتی ہے اور وہ ان کو پناہ دیتا ہے اس اعتبار سے اسے "الٰہ"

کہا جاتا ہے جس طرح اس شخص کو امام کہا جاتا ہے جس کی اقتدا کی جائے۔ پس لوگ نفع اور نقصان کے معاملات میں اس کی طرف متوجہ ہونے پر مجبور ہیں۔ جیسے ایک حیران و مضطر اور مغلوب آدمی کا معاملہ ہوتا ہے۔

ابو عمر بن ملا کا قول ہے کہ یہ "اَلِہَ" بمعنی حیران ہوا، سے مشتق ہے۔ جب کوئی شخص پریشان ہو اور ہدایت نہ پائے تو کہتا ہے "اَلِهْتُ فِی الشَّیْءِ" مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی حقیقت اس کی عظمت اور کیفیت کا احاطہ کرنے میں عقول حیران ہیں پس وہ "اِلٰہ" ہے جس طرح مکتوب کو کتاب اور محسوب کو حساب کہا جاتا ہے۔

مبرد نے کہا ہے کہ یہ عربوں کے اس قول سے مشتق ہے "اَلِهْتُ اِلٰی فُلَانٍ" میں نے فلاں کے پاس سکون حاصل کیا۔ گویا مخلوق اللہ تعالیٰ کے ہاں سکون پاتی اور اس کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتی ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے۔

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ سنو اللہ تعالیٰ کے ذکر ہی سے دل مطمئن ہوتے ہیں۔

کہا گیا ہے کہ اس کی اصل "وَلَهٌ" ہے۔ کسی عزیز کو نہ پانے پر ہوش و حواس کے گم ہو جانے پر اس کا اطلاق ہوتا ہے گویا اللہ تعالیٰ کا یہ نام اس لیے ہے کہ اس کی محبت میں دل دیوانے ہو جاتے ہیں اور ذکرِ الٰہی کے وقت ان میں اضطراب و شوق پیدا ہو جاتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس کا معنیٰ "مُحْتَجِبْ" یعنی وہ ارشاد جو پردے میں ہے کیونکہ اہل عرب جب کسی چیز کو پہچان لیں پھر وہ انکی نگاہوں سے غائب ہو جائے تو وہ اسے "لاہ" کہتے ہیں دلہن جب پردے میں ہو جائے تو کہا جاتا ہے "لاھت العروس لاھا" دلہن خوب پردے میں ہو گئی۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت دلائل اور نشانیوں کی روشنی میں ظاہر ہے لیکن کیفیت کے اعتبار سے وہ انسانی وہم و خیال سے پردے میں ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنیٰ "مُتَعَالِیْ" بلند ہونے والی ذات ہے۔ کہا جاتا ہے "لَاہَ" یعنی "اِرْتَفَعَ" بلند ہوا اسی لیے سورج کو بھی "اِلٰهَة" کہا جاتا ہے۔

ایک قول کے مطابق بے نمونہ اشیاء کو پیدا کرنے پر قادر کو "اِلٰہ" کہتے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ "اِلٰہ" سردار کے معنیٰ میں ہے۔

رحمٰن و رحیم ایک قوم کہتی ہے کہ یہ دونوں ہم معنی ہیں یعنی رحمت والا اور دونوں اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفات ہیں۔ ایک قوم کا خیال ہے کہ رحمٰن اور رحیم دونوں صفات کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص عذاب کا مستحق ہے اس کو عذاب نہ دینا اور غیر مستحق کو بھلائی سے نوازنا اس طرح یہ دونوں صفات فعل ہیں۔ کچھ دوسرے لوگوں نے ان دونوں میں اس طرح فرق کیا ہے کہ رحمٰن مبالغہ کے لیے استعمال ہوتا ہے لہٰذا اس کا معنی یہ ہوگا کہ وہ ذات جس کی رحمت ہر چیز کو شامل ہے اور لفظ رحیم، کا رتبہ اس سے کم ہے۔

بعض لوگوں کے نزدیک رحمٰن تمام مخلوق پر مہربان کو کہا جاتا ہے۔ مسلمان ہوں یا کافر، نیک ہوں یا بدکار کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا رزق عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ۔ میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے۔

اور رحیم مومنوں کے ساتھ خاص ہے کہ وہ دنیا میں ان کو ہدایت و توفیق کے ساتھ مشرف فرماتا ہے اور آخرت میں جنت اور دیدار سے نوازے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا۔ اور اللہ تعالیٰ مومنوں پر مہربان ہے۔

پس صفت رحمٰن لفظاً خاص اور معنیً عام ہے اور رحیم لفظ کے اعتبار سے عام اور معنیٰ کے اعتبار سے خاص ہے۔ رحمٰن اس اعتبار سے خاص ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو رحمٰن نہیں کہا جا سکتا اور عام اس طرح ہے کہ وہ پیدا کرنے، رزق دینے، نفع اور نقصان پہنچانے کی حیثیت سے تمام موجودات کو شامل ہے۔

رحیم اس اعتبار سے عام ہے کہ مخلوق پر بھی اس کا اطلاق ہو سکتا ہے لیکن معنیٰ کے اعتبار سے خاص ہے کیونکہ یہ (مومنوں پر) مہربانی کرنے اور اسلام کی توفیق دینے پر بولا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ دونوں نام نہایت دقیق ہیں۔ اور ہر ایک، دوسرے کے مقابلے میں زیادہ دقیق ہے۔

حضرت مجاہد فرماتے ہیں دنیا والوں پر رحمٰن اور آخرت والوں کے لیے رحیم ہے۔

ایک دعا کے الفاظ ہیں: "يَا رَحْمٰنَ الدُّنْيَا يَا رَحِيْمَ الْآخِرَةِ"

حضرت ضحاک کہتے ہیں آسمان والوں کے لیے رحمٰن ہے کہ ان کو وہاں جگہ دی، فرمانبرداری کا شوق عطا کیا، مصائب سے بچایا، کھانوں اور لذتوں کو ان سے دور رکھا۔ اور زمین والوں کے لیے رحیم ہے کہ ان کی طرف رسولوں کو بھیجا اور ان پر کتابیں نازل فرمائیں۔

حضرت عکرمہ فرماتے ہیں ایک رحمت کے ساتھ رحمٰن اور سو رحمتوں کے ساتھ رحیم ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ہاں سو حصے رحمتیں ہیں۔ اس نے زمین کی طرف ایک (حصہ) رحمت نازل فرمائی اور اسے مخلوق میں تقسیم کر دیا اسی کے ساتھ مخلوق ایک دوسرے پر مہربانی کرتی اور رحم و کرم کا مظاہرہ کرتی ہے باقی رحمتیں (ننانوے حصے) اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے رکھی ہیں جن کے ساتھ وہ روزِ قیامت اپنے بندوں کو نوازے گا۔

دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ایک (حصہ) رحمت کو ان ننانوے رحمتوں (حصوں) کے ساتھ ملا کر قیامت کے دن لوگوں پر رحمت فرمائیگا۔ رحمٰن وہ ہے کہ اس سے جب مانگا جائے عطا کرے اور رحیم وہ ہے کہ نہ مانگنے پر غضب فرمائے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا اللہ تعالیٰ اس پر غضب فرماتا ہے۔ شاعر کہتا ہے ؎

اَللّٰهُ يَغْضِبُ اِنْ تَرَكْتَ سُؤَالَهُ ــــ وَبُنَيَّ آدَمَ حِيْنَ يُسْأَلُ يَغْضِبُ

اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ نہ مانگنے پر غضب فرماتا ہے۔ اور انسان سے جب مانگا جائے غضب ناک ہو جاتا ہے۔

وہ رحمٰن ہے کہ نعمتیں عطا کرتا ہے اور رحیم ہے کہ مصائب کو دور کر کے اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے اللہ تعالیٰ رحمٰن ہے کہ اس نے دوزخ سے بچایا جسطرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ۔ اور تم جہنم کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے پس اس نے تم کو بچا لیا۔

اور وہ رحیم ہے کہ جنت میں داخل کرتا ہے جس طرح اس نے ارشاد فرمایا:

اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ۔ اس میں سلامتی اور امن کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔

اللہ تعالیٰ رحمٰن ہے کہ نفسوں پر رحم فرماتا ہے اور رحیم ہے کہ دلوں پر رحمت نازل فرماتا ہے۔ رحمٰن ہونے کے باعث مصیبتوں کو دُور کرتا ہے اور رحیم ہونے کے سبب گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ وہ راہِ حق دکھانے کے اعتبار سے رحمٰن اور گناہوں سے محفوظ رکھنے اور نیکی کی توفیق دینے کے باعث رحیم ہے۔ وہ رحمٰن ہے کیونکہ وہ گناہوں کو بخش دیتا ہے اگرچہ بہت بڑے بڑے ہوں اور رحیم ہے کیونکہ نیکیوں کو قبول کرتا ہے اگرچہ عیب سے پاک نہ ہوں لوگوں کے ذرائع معاش درست رکھنے کے اعتبار سے رحمٰن ہے اور آخرت کے اسباب درست کرنے کے اعتبار سے رحیم ہے۔ رحمٰن وہ ہے جو رحم کرتا ہے اور تکلیف دُور کرنے نیز بُرائی کو زائل کرنے پر قادر ہے اور رحیم رزق دیتا ہے اور کھانا کھلاتا ہے اور خود کھانے سے پاک ہے۔" بیشک اللہ تعالیٰ ہی رزق دینے والا قوت دینے والا اور دانا ہے۔ انکار کرنے والے پر رحمٰن اور موحد کے لیے رحیم ہے۔ کافر کے لیے رحمٰن اور شکر گزار کے لیے رحیم ہے۔ مشرک کیلئے رحمٰن اور ایک ماننے والے کیلئے رحیم ہے۔"

بسم اللہ پڑھنے اور سننے کے فوائد

بسم اللہ پڑھو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عفو و درگزر پاؤ گے۔ یہ تمہارا سننا قاری سے ہے اللہ تعالیٰ سے سننے کا کتنا لطف ہوگا۔ یہ اس وقت سننا ہے جب غم باقی ہے اس وقت سننا کیسا ہوگا جب اللہ تعالیٰ ساقی ہوگا یہ سننا بالواسطہ ہے بلاواسطہ سننا کیسا ہوگا، یہ سننا دھوکے اور فریب کے گھر میں ہے سرور والی جگہ میں سننا کیسا ہوگا۔ یہ سننا شیطان کے گھر میں ہے اللہ تعالیٰ کے پڑوس میں سننا کیسا ہوگا۔ یہ سننا ذلیل بندے سے ہے بزرگی والے بادشاہ سے سننا کیسا ہوگا، یہ تو محض خبر کی لذت ہے دیدار کی حالت میں کسقدر لطف ہوگا، یہ تو مجاہدے کی لذت ہے، مشاہدے کی لذت کسقدر ہوگی۔ یہ لذت بیان سے حاصل ہوتی ہے آشکارا ہونے کی صورت میں لذت کا کیا عالم ہوگا۔ یہ غائبانہ لذت ہے آنکھوں سے دیکھنے کی صورت میں لذت کی کیا کیفیت ہوگی۔

اس اللہ تعالیٰ کے نام سے کہو جو اپنے مقابل سے پاک ہے۔

اس اللہ تعالیٰ کے نام سے کہو جو شریکوں سے پاک ہے۔

اس اللہ تعالیٰ کے نام سے کہو جو اولاد اختیار کرنے سے پاک ہے۔

اس اللہ تعالیٰ کے نام سے کہو جس نے نُوروں کو بھی روشن کیا۔

اس اللہ تعالیٰ کے نام سے کہو جس نے نیک لوگوں کو عزت بخشی۔

اس اللہ تعالیٰ کے نام سے کہو جس نے ہر چیز کو ایک اندازے پر رکھا۔

اس اللہ تعالیٰ کے نام سے کہو جس نے دلوں اور آنکھوں کو روشن کیا۔

اس اللہ تعالیٰ کے نام سے کہو جس نے سحری کے وقت نیکوں کے دلوں کو روشن کیا۔

اس اللہ تعالیٰ کے نام سے کہو جس نے اپنے محبوب لوگوں کو اسرار و رموز سکھائے۔ ان کے دلوں کے نور سے ڈھانپا اپنے اسرار کی امانت سے ان کو نوازا، ان کے دلوں کو خطرات سے دُور کیا، دوسروں کی غلامی سے انھیں محفوظ رکھا ان سے

بوجھ اور گلے کے طوق اور ہر قسم کے گناہوں کے بوجھ ہٹا دیے کیونکہ اللہ تعالیٰ ازل سے ہی احسان کرنے والا، فضل فرمانے والا اور بخشش مانگنے والوں کے گناہوں کو بخشنے والا ہے۔

اس اللہ تعالیٰ کے نام سے کہو جس نے نہریں جاری کیں، درخت اگائے، فرمانبردار بندوں کے ساتھ شہروں کو آباد کیا اور انھیں پہاڑوں کی طرح زمین کی میخیں بنا دیا۔ پس ان کی وجہ سے زمین اپنے اوپر بسنے والوں کے لیے گہوارہ بن گئی وہ چالیس برگزیدہ شخصیتیں ہیں جو ابدال کہلاتے ہیں۔ شر یچوں سے اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔ دنیا میں بادشاہ ہیں اور قیامت کے دن مخلوق کے سفارشی ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عالم کی بہتری اور بندوں پر شفقت کے لیے پیدا کیا۔

بسم اللہ کیا ہے

بسم اللہ ذکر کرنے والوں کے لیے ذخیرہ، قوی لوگوں کے لیے عزت کمزوروں کے لیے پناہ، محبت کرنے والوں کے لیے نور اور شوق رکھنے والوں کے لیے سرور ہے۔ بسم اللہ روحوں کا آرام ہے۔ بسم اللہ جسموں کے لیے نجات ہے، بسم اللہ سینوں کا نور ہے، بسم اللہ کاموں کا نظام ہے، بسم اللہ عارفوں کا تاج ہے، بسم اللہ واصلانِ حق کا چراغ ہے، بسم اللہ عاشقوں کو بے نیاز کرنے والی ہے۔ بسم اللہ اس کا نام ہے جس نے بعض بندوں کو عزت بخشی اور کچھ بندوں کو ذلیل و رسوا کیا۔ بسم اللہ اس کا نام ہے جس نے جہنم کو اپنے دشمنوں کی انتظار گاہ بنایا اور اپنے محبوبوں سے دیدار کا وعدہ فرمایا۔ بسم اللہ اس ذات کا نام ہے جو واحد ہے متعدد نہیں۔ بسم اللہ اس کا نام ہے جو باقی رہنے والا ہے اس کی کوئی انتہا نہیں۔ بسم اللہ اس کا نام ہے جو کسی سہارے کے بغیر قائم ہے۔ بسم اللہ سے ہر صورت کا آغاز ہوتا ہے اس کا نام ہے جس کے ساتھ خلوتوں کی آبادی اور خوشی ہے اس کا نام ہے جس (کے ذکر) سے نماز مکمل ہوتی ہے۔ یہ اس کا نام ہے جس کے ساتھ خیالات کو حسن حاصل ہوتا ہے۔ یہ اس کا نام ہے جس کے لیے آنکھیں بیدار رہتی ہیں۔ یہ اس کا نام ہے جو کسی چیز کو "کن" کہدے تو وہ ہو جاتی ہے۔ یہ اس کا نام جو ہاتھ لگائے جانے سے پاک ہے، یہ اس کا نام ہے جو لوگوں سے بے نیاز ہے۔ یہ اس ذات کا نام ہے جو اندازوں سے ماوراء ہے۔

بسم اللہ کو حرف حرف کر کے پڑھو ہزار در ہزار ثواب پاؤ گے اور تمہارے تمام گناہ مٹا دیے جائیں گے جو شخص زبان سے بسم اللہ کہے دنیا اس کی گواہ بنتی ہے اور جو شخص دل سے کہے آخرت اس کی گواہ ہو جاتی ہے اور جو آدمی پوشیدہ طور پر کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا گواہ ہو جاتا ہے۔ بسم اللہ ایک ایسا کلمہ ہے جس سے زبانوں پر حلاوت حاصل ہوتی ہے۔ بسم اللہ ایک ایسا کلمہ ہے جس کے ساتھ غم باقی نہیں رہتا۔ یہ وہ کلمہ ہے جس کے سبب تمام نعمتیں حاصل ہوتی ہیں۔ یہ وہ کلمہ ہے جس کے باعث عذاب دور کیا جاتا ہے یہ وہ کلمہ ہے جو اس امت کے ساتھ مخصوص ہے۔ یہ وہ کلمہ ہے جو جلال و جمال کا جامع ہے۔ بسم اللہ جلال در جلال ہے اور الرحمٰن الرحیم جمال در جمال ہے۔ جس نے اللہ تعالیٰ کے جلال کا مشاہدہ کیا وہ فنا ہو گیا اور جس نے اس کے جمال کا مشاہدہ کیا زندگی پا گیا۔

یہ کلمہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور رحمت کا جامع ہے قدرت نے فرمانبردار لوگوں کی اطاعت کو جمع کیا اور رحمت نے گنہگاروں کے گناہوں کو مٹا دیا۔

بسم اللہ اس طرح پڑھو گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہی شخص میری بارگاہ میں شرف باریابی پاتا ہے جس نے میرا حکم مانا پھر اطاعت کے نور سے دیدار تک پہنچا ہے پھر جسے دیدار کی دولت نصیب ہو جائے وہ بیان سے بے نیاز ہو جاتا ہے اس وقت

اس کا دل اسرار رموز اور علوم ادیان کا ظرف (برتن) بن جاتا ہے اور جو شخص محبوب تک پہنچ جائے وہ رویے دھونے سے نجات پالیتا ہے جس نے جمالِ الٰہی کا مشاہدہ کیا وہ خبر سے بے پروا ہو جاتا ہے۔ جو آدمی بارگاہ صمدیت میں پہنچ گیا وہ اندہ وغم سے نجات پا گیا جسے اللہ تعالیٰ کی دوستی حاصل ہوگئی وہ جدائی سے بچ گیا جو شخص بزرگ و برتر ذات تک پہنچ گیا وہ درد فراق سے محفوظ ہو گیا اور جس کو شرف ملاقات حاصل ہوا وہ بدبختی سے مامون ہو گیا۔ "بسم اللہ" پڑھو پس "با" سے باری تعالیٰ کی طرف اشارہ ہے۔ "سین" گناہوں کو ڈھانپنے والے (ستار) کی طرف اشارہ ہے "میم" سے عطاؤں کے ساتھ احسان کرنے والے (منان) کی طرف اشارہ ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ "با" سے مراد اولاد سے بری ہے، "سین" سے آوازوں کو سننے والا اور "میم" سے مجیب الدعوات (دعاؤں کو قبول کرنے والا) مراد ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لوگوں کو کھانا کھلاؤ میں تمہیں کھانا دوں گا دوسروں کو پانی پلاؤ میں تمہیں پلاؤں گا اور میری طرف نظر رکھو کیونکہ باقی رہنے والا ہوں۔

ایک قول کے مطابق "با" سے توبہ کرنے والوں کا رونا (بکا) سین سے عبادت کرنے والوں کا سجدہ اور "میم" سے گناہ گاروں کی معذرت مراد ہے۔ کتنے ہی اللہ مصیبتوں کو دور کرنے والا رحمٰن عطیات دینے والا اور رحیم گناہوں کو بخشنے والا ہے۔ اللہ عارفین کے لیے، رحمٰن عابدین کے لیے اور رحیم مذنبین (گنہگاروں) کے لیے ہے۔ اللہ وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا اور وہ بہترین خالق ہے۔ رحمٰن وہ ہے جس نے تم کو رزق دیا اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے اور رحیم وہ ہے جو تمہارے گناہ بخشتا ہے اور سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ نعمتوں کو پورا کرنے کے اعتبار سے اللہ ہے اور جود و کرم کے اعتبار سے رحمٰن و رحیم ہے ماؤں کے پیٹوں سے نکالنے کے باعث اللہ ہے۔ قبروں سے نکالنے کے اعتبار سے رحمٰن ہے اور اندھیروں سے نور کی طرف نکالنے کے سبب رحیم ہے۔

شیطان کی مخالفت باعث رحمت ہے۔

اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے شیطان کی مخالفت کی گناہوں سے کنارہ کش رہا، جہنم سے ڈرا، مخلوقِ خدا پر بکثرت احسان کیا اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا۔ پس وہ کہتا ہے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم"

اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے جو شخص رحمتِ خداوندی کا دامن مضبوطی سے پکڑتا ہے اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اس پر بھروسا رکھتا اور اس کے ذکر میں مشغول رہتے ہوئے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" پڑھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے جس نے دنیا کو ترک کیا اور آخرت کی طرف مائل ہوا، تکلیفوں پر صبر کیا۔ اور نعمتوں پر شکر کیا اور اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہو کر پڑھا "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" وہ بندہ خوش نصیب ہے جو شیطان سے دور رہے دنیا سے صرف قوت لایموت پر قناعت کرے اور اس ذات کے ذکر میں مشغول رہے جو زندہ ہے اور اسے کبھی بھی موت نہیں آئے گی۔ پھر وہ کہے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم"

تیسری مجلس

توبہ کا بیان

ارشادِ خداوندی ہے:

وَتُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔

اور تم سب اللہ تعالٰی کی طرف توبہ کرو اے مومنو! تاکہ تم کامیابی پاؤ۔

یہ عام لوگوں کو توبہ کا خطاب ہے۔ لغتِ عرب میں توبہ رجوع کرنے کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے " تَابَ فُلَا مِنْ كَذَا " فلاں شخص نے اس بات سے (مثلاً) رجوع کیا لہٰذا ایسی چیز سے جو شرعاً مذموم ہے ایسی چیز کی طرف شریعت میں محمود ہے رجوع کرنے کو توبہ کہتے ہیں۔ نیز یہ علم ہونا چاہیے کہ گناہ اور نافرمانی باعث ہلاکت اور اللہ تعالٰی اور اس جنت سے دور کرنے والے ہیں اور ان کو چھوڑ دینا اللہ تعالٰی اور اس کی جنت کے قرب کا سبب ہیں۔ گویا اللہ تعالٰی ارشا ہے (اے بندو!) اپنی نفسانی خواہشات اور ان کے ساتھ قائم رہنے سے میری طرف لوٹ آؤ۔ ممکن ہے تم قیامت کے میرے ہاں اپنا مقصد حاصل کر لو، باقی رہنے والے اور قرار کے مکان میں میری نعمتوں کے ساتھ باقی رہو، (جہنم سے) چھ حاصل کرو، کامیابی پاؤ، نجات حاصل کرو اور میری رحمت کے ساتھ جنت اعلیٰ میں داخل ہو جاؤ جو نیک لوگوں کے لیے تی کی گئی ہے۔

اللہ تعالٰی نے انھیں ایک خصوصی اور طلب پر مبنی خطاب بھی فرمایا۔ ارشادِ خداوندی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔

اے ایمان والو! اللہ تعالٰی کی طرف خالص رجوع کرو۔ قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہ مٹا دے اور تمہیں جنت میں داخل کرے جس کے نیچے سے نہریں جاری ہیں۔

نصوح کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ خالص اللہ تعالٰی کے لیے ہو اور اس میں کوئی خرابی نہ ہو۔ "نصوح" نصاح سے ماخوذ ہے جس معنیٰ رسی ہے اور یہ خالص توبہ ہے جس کا کسی چیز سے تعلق نہیں ہوتا اور نہ کوئی چیز اس سے متعلق ہوتی ہے اس کے ساتھ عبادات خداوندی پر استقامت اختیار کرتا ہے گناہ کی طرف مائل نہیں ہوتا نہ لومڑی کی طرح مکر و فریب سے کام لیتا ہے اور نہ نافرمانی یا کسی گناہ کی طرف لوٹنے کا خیال دل میں لاتا ہے۔ وہ اسی طرح خلوص کے ساتھ اللہ تعالٰی کی رضا کے لیے گناہ کو ترک کرتا ہے جس طرح خالص نفسانی خواہشات کے تحت گناہ کا ارتکاب کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اچھے خاتمہ کے ساتھ دنیا رخصت ہوتا ہے۔

توبہ واجب ہے۔

تمام گناہوں سے توبہ کے واجب ہونے پر امت کا اجماع ہے۔ اللہ تعالٰی نے متعدد مقاما

توبہ کرنے والوں کا ذکر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ۔

بے شک اللہ تعالیٰ خوب توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور خوب پاک ہونے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ وہ انھیں توبہ کرنے اور گناہوں سے جو اللہ تعالیٰ سے دوری کا باعث ہیں، باز رہنے کی وجہ سے محبوب رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرَّاکِعُوْنَ السَّاجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاھُوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰہِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ (توبہ۔۱۱۲)

توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، تعریف کرنے والے روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے۔ نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے اللہ تعالیٰ کی حدوں کی حفاظت کرنے والے اور آپ مؤمنوں کو خوشخبری دیجئے۔

اللہ تعالیٰ نے ایک معروف نام "تائبون" (توبہ کرنے والے) ذکر کیا اور اس کے بعد ان اوصاف حمیدہ کے ساتھ ان کی تعریف کی۔ معلوم ہوا کہ جو شخص توبہ کرتا ہے وہ ان اوصاف کا حامل ہوتا ہے اور جب ان اوصاف کے ساتھ موصوف ہو جاتا ہے۔ تو وہ خوشخبری اور ایمان کا مستحق ہو جاتا ہے کیونکہ ارشاد خداوندی ہے "وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ" اور مؤمنوں کو خوشخبری دیجئے۔

کن باتوں سے توبہ کی جائے۔

تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے توبہ کی جائے کبیرہ گناہوں کی تعداد میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔ ان میں سے بعض کہتے ہیں یہ تین ہیں۔ کہا گیا ہے کہ چار ہیں۔ ایک قول کے مطابق سات ہیں ایک قول نو، اور ایک گیارہ کے بارے میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس قول کا پتا چلا کہ کبیرہ گناہ سات ہیں تو انھوں نے فرمایا اس سلسلے میں سات کی بجائے ستّر کا قول زیادہ قریب ہے آپ فرماتے تھے جس چیز سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا وہ گناہ کبیرہ ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں اسے پوشیدہ رکھا گیا اور اس کی تعداد کا علم نہیں ہو سکتا جس طرح لیلۃ القدر اور جمعہ کے دن قبولیت دعا کا وقت مخفی رکھا گیا تاکہ لوگ اس کی طلب میں زیادہ کوشش کریں۔ اس طرح کبیرہ گناہوں کو بھی مبہم رکھا گیا تاکہ لوگ تمام گناہوں سے سخت اجتناب کریں۔

ایک قول یہ ہے کہ جس عمل پر جہنم کی آگ سے ڈرایا گیا ہے وہ گناہ کبیرہ ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ جس گناہ پر دنیا میں حد (سزا) واجب ہوتی ہے وہ گناہ کبیرہ ہے۔

بعض علماء کرام نے ان کبیرہ گناہوں کو جمع کرتے ہوئے فرمایا یہ سترہ ہیں۔ چار کا تعلق دل سے ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا۔

(۲) بار بار اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنا۔

(۳) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہو جانا۔
(۴) اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر (عذاب) سے بے غم ہونا۔

چار کا تعلق زبان سے ہے۔

(۱) جھوٹی گواہی دینا۔
(۲) بے گناہ پر الزام لگانا
(۳) جھوٹی قسم کھانا، یعنی ایسی قسم جس کے ساتھ باطل کو حق اور حق کو باطل بنایا جائے یا کسی مسلمان کا مال ناحق طور پر حاصل کیا جائے اگرچہ پیلو کی مسواک ہی ہو۔
(۴) جادو کرنا۔

تین کبیرہ گناہوں کا تعلق پیٹ سے ہے۔

(۱) شراب پینا اور ہر نشہ والی چیز کا استعمال
(۲) ناحق طور پر یتیم کا مال کھانا۔
(۳) جان بوجھ کر سود کھانا۔

دو کبیرہ گناہ شرمگاہ سے متعلق ہیں۔

(۱) زناکاری۔
(۲) لواطت

دو کا تعلق ہاتھوں سے ہے۔

(۱) قتل
(۲) چوری۔

ایک کبیرہ گناہ پاؤں سے تعلق رکھتا ہے اور وہ جہاد کے موقع پر میدانِ جنگ سے بھاگنا ہے۔ یعنی دو کے مقابلے سے ایک کا، بیس کے مقابلہ سے دس کا اور دو سو کے مقابلے سے ایک سو کا بھاگنا

ایک کبیرہ گناہ تمام جسم سے متعلق ہے اور وہ ماں باپ کی نافرمانی کرنا ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ اگر وہ قسم کھائیں تو تُو اس کی تصدیق نہ کرے اگر وہ تجھے گالی دیں تو تُو ان کو مارنا شروع کر دے اور جب وہ بھوک کی حالت میں تجھ سے کھانا مانگیں تو تُو ان کو کھانا نہ دے (یہ نافرمانی ہے)

صغیرہ گناہ

صغیرہ گناہ بے شمار ہیں ان کی معرفت کی تحقیق اور ان کے بیان ضبط کی طرف کوئی راستہ نہیں لیکن ہم شرعی شواہد اور باطنی نور سے معلوم کر سکتے ہیں کیونکہ شریعت کا مقصد یہ ہے کہ لوگ گناہوں کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف جائیں اور اس کا قرب اور بڑوس حاصل کریں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ مَعَهٗ۔ — ظاہر اور اسکے ساتھ پوشیدہ گناہ کو چھوڑ دو

گناہ صغیرہ میں سے یہ ہے کہ کوئی شیطان کسی حسین مرد یا عورت کی طرف دیکھے اسے بوسہ دے اور اس کو ساتھ لٹائے البتہ جماع نہ کرے۔ اسی طرح کسی مسلمان بھائی کو گالی گلوچ کرنا بھی صغیرہ گناہ ہے البتہ زنا کی تہمت لگانا کبیرہ ہے۔ کسی کو مارنا، غیبت کرنا، چغلی کھانا اور جھوٹ بولنا وغیرہ امور جن کی تشریح کافی طویل ہے گناہ صغیرہ ہیں۔ جب کوئی بندۂ مومن کبیرہ گناہ سے توبہ کرتا ہے تو اس کے ضمن میں صغیرہ گناہوں کی معافی بھی ہو جاتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ۔ — اگر تم ان کبیرہ گناہوں سے بچو جن سے تم کو روکا گیا تو ہم تمہارے (صغیرہ) گناہوں کو مٹا دیں گے۔

لیکن صرف اسی امید پر نہیں رہنا چاہیے بلکہ تمام صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے توبہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ جس طرح شاعر کہتا ہے:

خَلِّ الذُّنُوْبَ كَبِيْرَهَا وَصَغِيْرَهَا۔ — تمام چھوٹے اور بڑے گناہوں کو چھوڑ دے
فَهُوَ التُّقٰى لِمَنِ اسْتَقَامَ وَشَمَّرَا — یہی تقویٰ ہے جس نے استقامت اختیار کی
وَاصْنَعْ كَمَاشٍ فَوْقَ اَرْضِ الشَّوْكِ — اور خاردار زمین پر چلنے والے کا طریقہ اختیار کر
يَسْئَلُكَ مَا خَلَا حَتّٰى يُحَاذِرُ مَا يَرٰى — وہ چلتا ہے اور جو کچھ دیکھتا ہے اس سے دامن بچاتا ہے۔
لَا تَحْقِرَنَّ صَغِيْرَةً فِيْ نَفْسِهَا اِنَّ — کسی چھوٹے گناہ کو بھی حقیر نہ جان، کیونکہ سنگریزوں سے بنا
الْجِبَالَ مِنَ الْحَصٰى لَمْ تَحْقِرَا۔ — ہوا پہاڑ حقیر نہیں ہوتا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام ایک وادی میں اترے جہاں نہ تو لکڑیاں تھیں اور نہ ہی کوئی دوسری چیز نظر آتی تھی آپ نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ وہ لکڑیاں چنیں انھوں نے عرض کیا یارسول اللہ! ہمیں کوئی لکڑی نظر نہیں آتی۔ آپ نے فرمایا کسی چیز کو حقیر نہ سمجھو جیسے تم اٹھاؤ چنانچہ وہ تھوڑی تھوڑی چیزیں جمع کرنے لگے حتیٰ کہ ایک بہت بڑا گٹھا بن گیا۔ آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا کیا تم نہیں دیکھتے جن نیکیوں یا برائیوں کو حقیر سمجھا جاتا ہے وہ اسی طرح ہو جاتی ہیں یہاں تک کہ صغیرہ، صغیرہ کے ساتھ۔ کبیرہ، کبیرہ کے ساتھ۔ نیکی، نیکی کے ساتھ اور برائی، برائی کے ساتھ اسی طرح مل جاتی ہے۔

کہا گیا ہے کہ جب کوئی گناہ بندے کے نزدیک چھوٹا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا شمار ہوتا ہے اور جب بندہ اسے بڑا سمجھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ چھوٹا سمجھا جاتا ہے۔ بلاشبہ مومن بندہ اپنے ایمان کی عظمت اور بلندئ معرفت کے پیش نظر چھوٹے گناہ کو بھی بڑا سمجھتا ہے۔ جس طرح حدیث شریف میں ہے:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن اپنے گناہ اپنے سر پر پہاڑ کی طرح سمجھتا ہے اور اسے ڈر ہوتا ہے کہ کہیں اس پر گر نہ پڑے اور منافق اپنے گناہ کو ناک کے اوپر مکھی کی طرح سمجھتا ہے جسے وہ اڑا دیتا ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں جس گناہ کی بخشش نہیں ہوتی وہ آدمی کا یہ قول ہے کہ کاش میرا ہر عمل ایسا ہی ہوتا۔ یہ اس کے ایمان کی کمی، معرفت کی کمزوری اور جلال الٰہی سے لاعلمی کی وجہ سے ہوتا ہے اگر اسے اللہ تعالیٰ کی عظمت کا کچھ علم ہوتا تو چھوٹے گناہ کو بڑا اور حقیر کو عظیم سمجھتا، جس طرح اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف وحی بھیجی۔

"ہدیہ کی کمی کو نہ دیکھو ہدیہ بھیجنے والے کی عظمت کو دیکھو گناہ کے چھوٹا ہونے کو نہ دیکھو بلکہ اس کی بڑائی کو دیکھو۔

جس کا سامنا کرنا ہوگا۔

اسی لیے کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جس کا رتبہ بڑا اور مقام و منزلت عظیم ہے اس کے نزدیک کوئی گناہ چھوٹا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ہر مخالفت کبیرہ گناہ ہے۔

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے تابعین سے فرمایا "تم کچھ ایسے اعمال کرتے ہو جو تمہاری نگاہوں میں بال سے بھی زیادہ باریک ہیں جبکہ ہم دورِ رسالت میں انھیں ہلاک کرنے والے گناہوں میں شمار کرتے تھے۔" صحابی نے یہ بات اس لیے کہی کہ انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل تھا۔ پس عالم سے سرزد ہونے والا وہ گناہ بہت بڑا سمجھا جاتا ہے جو جاہل سے سرزد ہونے پر چھوٹا خیال کیا جاتا ہے۔ اسی طرح عام آدمی سے لغزش معاف کر دی جاتی ہے جبکہ عارف کی وہی لغزش معاف نہیں ہوتی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عالم اور جاہل کے علم، معرفت اور منزلت میں فرق و امتیاز کو ہمیشہ نظر رکھا جاتا ہے

توبہ فرض عین ہے

توبہ ہر آدمی پر فرض ہے کسی آدمی کے اس سے بے نیاز ہونے کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ کسی شخص کے اعضاء گناہ سے خالی نہیں ہوتے اور اگر خالی بھی ہوں تو دل گناہ کا ارادہ کرنے سے خالی نہیں ہوتا اگر یہ بات بھی نہ ہو تو شیطان انسانی دل میں مختلف قسم کے خطرات پیدا کرتا ہے جن کے باعث وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہو جاتا ہے اگر یہ وسوسے بھی نہ ہوں تو وہ اللہ تعالیٰ کی صفات و افعال کے جاننے میں کوتاہی کا مرتکب ہوگا۔

یہ تمام باتیں اہلِ ایمان کے حالات و مقامات کے اعتبار سے مرتبہ کے مطابق ہیں۔ ہر ایک کے لیے عبادت، گناہ، حدود اور شرائط جدا جدا ہیں۔ ان کی حفاظت عبادت ہے اور ان کا چھوڑنا اور ان سے لاپرواہی برتنا گناہ ہے لہٰذا وہ توبہ کا محتاج ہوگا یعنی وہ اپنے اندر پیدا ہونے والی کج روی سے صراطِ مستقیم کی طرف لوٹ جائے جو شریعت نے اس کے لیے مقرر کیا ہے۔ نیز اس مقام اور منزل کی طرف رجوع کرے جو اس کیلئے بنائی اور تیار کی گئی ہے بنا بریں ہر آدمی توبہ کا محتاج ہے۔ البتہ توبہ کے مراتب مختلف ہیں۔

توبہ کے مراتب

عوام کی توبہ گناہ سے اور خواص کی توبہ غفلت سے ہوتی ہے جبکہ خاص الخاص لوگوں کی توبہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسری طرف میلان نہ کرنا ہے۔ جس طرح حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "عوام کی توبہ گناہ سے اور خواص کی توبہ غفلت سے ہوتی ہے۔" حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ کا ارشاد ہے "توبہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے سوا ہر چیز سے توبہ کرے پس توبہ کرنے والوں کے درمیان امتیاز و فرق ہے۔ بعض لوگ گناہوں سے توبہ کرتے ہیں کچھ لوگ غفلتوں سے توبہ کرتے ہیں۔ بعض توبہ کرنے والے نیکیوں کو دیکھنے (اعتبار کرنے) سے توبہ کرتے ہیں جبکہ کچھ تائبین خالق کائنات کے غیر کی طرف دل کے متوجہ ہونے سے توبہ کرتے ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام بھی توبہ سے مستغنی نہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میرے دل پر ایک بادل سا آجاتا ہے تو میں دن رات میں ستّر مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

حضرت آدم علیہ السلام نے جب ممنوعہ درخت (کا پھل) کھایا تو آپ کے جسم سے (بہشتی) لباس اُتر گیا اور آپ کا ستر کھل گیا اور

صرف سر پر تاج اور کلغی باقی رہ گئی تو آپ کو اس بات سے شرم محسوس ہوئی کہ یہ دونوں بھی اتار لیے جائیں۔ اسی دوران حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور انھوں نے آپ کے سر سے تاج اور پیشانی سے کلغی اتار دی حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کو آواز دی گئی کہ میرے پڑوس سے چلے جاؤ، میری حکم عدولی کرنے والا میری ہمسائیگی حاصل نہیں کر سکتا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے شرم کے ساتھ حضرت حوا علیہا السلام کی طرف دیکھا اور فرمایا "یہ پہلی شامت گناہ ہے ہم محبوب کے پڑوس سے نکال دیے گئے"۔ پس ان دونوں کو توبہ، زاری اور مسکینی کے اظہار کا محتاج بنا دیا گیا جبکہ اس سے پہلے آپ کو خوشگوار زندگی عظیم بادشاہی، بہت بڑا فضل، عزت و ناز اور اللہ تعالیٰ کے قرب میں نہایت باعزت، پاکیزہ اور محفوظ مقامات میں سکونت حاصل تھی۔ پس اگر کوئی شخص توبہ سے بے نیاز ہوتا، دشمن، شامتِ نفس، شیطانی وسوسوں اور مکر و فریب سے محفوظ ہوتا اور اپنے مقام کی شرافت و طہارت اللہ تعالیٰ کے قرب اور اس کے نزدیک اپنے مقام و مرتبہ پر فخر کر سکتا تو حضرت آدم علیہ السلام اس کے زیادہ مستحق تھے لیکن آپ بھی توبہ سے بے نیاز نہ ہوئے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی توبہ قبول فرمائی۔ جس طرح ارشادِ خداوندی ہے:

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۔

پس حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ لیے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے ساتھ ان کی طرف رجوع فرمایا بے شک وہی بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی تو فرشتوں نے ان کو مبارکباد پیش کی۔ حضرت جبریل، حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل علیہم السلام زمین پر اترے اور انھوں نے کہا اے آدم علیہ السلام قبولیتِ توبہ کے باعث آپ کی دونوں آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا اے جبریل! اگر اس توبہ کے بعد بھی (مجھ سے) سوال ہوا تو میرا کیا ٹھکانا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی بھیجی۔ اے آدم علیہ السلام! آپ نے اپنی اولاد کو رنج اور مشقت میں ڈالدیا اور انھیں توبہ کا وارث بنایا۔ پس ان میں سے جو شخص مجھ سے دعا کرے گا میں اس کی دعا قبول کروں گا جس طرح میں نے آپ کی دعا قبول کی اور ان میں سے جو شخص مجھ سے مغفرت طلب کرے گا تو میں بخل سے کام نہیں لوں گا کیونکہ میں قریب اور دعاؤں کو قبول کرنے والا ہوں۔ اے آدم علیہ السلام! میں گناہوں سے توبہ کرنے والوں کو جنت میں اکٹھا کروں گا اور انھیں قبروں سے اس طرح باہر لاؤں گا کہ وہ مسرت کے ساتھ مسکرا رہے ہوں گے اور ان کی دعا قبول ہو گی۔

اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام جن کی بددعا، ان کی ناموس کے تحفظ، کفار کی طرف سے آپ کی تکذیب اور آپ کے ان پر شدید غصہ کی وجہ سے مشرق و مغرب والوں کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا اور آپ آدم ثانی تھے کیونکہ تمام مخلوق آپ کی اولاد سے ہے۔ جس طرح کہا گیا ہے کہ جو لوگ آپ کے ساتھ کشتی میں تھے ان میں سے صرف آپ کے تین صاحبزادوں سام، حام، اور یافث کی نسل چلی ہے اور تمام انسان ان ہی سے پھیلے ہیں۔

اس مرتبہ و مقام کے باوجود حضرت نوح علیہ السلام نے عرض کیا:

رَبِّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَيْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَ اِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وَ تَرْحَمْنِیْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۔

اے میرے رب! میں اس بات سے پناہ چاہتا ہوں کہ تجھ سے ایسی بات کا سوال کروں جس کا مجھے علم نہیں اور اگر تُو مجھے نہ بخشے اور مجھ پر رحم نہ کرے تو میں نقصان اٹھانے والوں سے ہو جاؤں گا۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جاہ وجلال کے مالک تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی خاص دوستی کے لیے منتخب کر لیا اور انھیں انبیاء ومرسلین کا باپ بنایا جیسے روایت کیا گیا ہے کہ آپ کی اولاد اور ان کی اولاد سے چار ہزار انبیاء علیہم السلام ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ہم نے ان کی اولاد کو باقی رکھا حتیٰ کہ ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت داؤد اور حضرت سلیمان اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام بھی انکی اولاد سے تھے اس کے باوجود وہ توبہ سے بے نیاز نہیں ہوئے اور نہ ہی بارگاہ خداوندی میں عاجزی اور احتیاج کے اظہار سے کنارہ کش ہوئے۔ آپ نے فرمایا:

الَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ وَالَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ وَالَّذِیْ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓــَٔتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ ۔

وہ ذات جس نے مجھے پیدا فرمایا مجھے راستہ دکھائے گا وہی ہے جو مجھے کھانا دیتا اور پانی پلاتا ہے اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو شفاء دیتا ہے وہی جو مجھے موت دے گا پھر مجھے زندہ کریگا۔ اسی سے امید ہے کہ وہ قیامت کے دن میری خطائیں بخش دیگا۔

اور اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے:

وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۔

اور ہمیں ہماری عبادت کے طریقے سکھا اور ہماری توبہ قبول فرما بے شک تو ہی بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کس قدر جاہ وجلال اور قدر ومنزلت کے مالک تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسالت اور کلام کے لیے منتخب کیا اپنی ذات کے لیے خاص کیا۔ ان کے دل میں اپنی محبت ڈالی اور واضح معجزات مثلاً عصا مبارک، چمکتا ہوا ہاتھ، نو نشانیاں اور وہ باتیں جو میدانِ تیہ میں ظاہر ہوئیں مثلاً رات کو روشنی کا ستون، من اور سلویٰ اور اس کے علاوہ دیگر نشانیاں دیں جو آپ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی تھیں اس کے باوجود آپ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا۔

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِاَخِیْ وَاَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِکَ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۔

اے میرے رب! مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل کر اور تو ہی بہت زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام عزت ومرتبے کے مالک تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ملک عظیم عطا فرمایا۔ آپ کے ہاں تینتیس (۳۳) ہزار محافظ ہوتے تھے اور جب زبور پڑھتے تو پرندے آپ کے سر سے اوپر قطار باندھ کر کھڑے ہو جاتے چلتا ہوا پانی رک جاتا انسان اور جن آپ کے ارد گرد حلقہ باندھ لیتے۔ اسی طرح درندے اور ایذا رساں جانور بھی صفیں باندھ لیتے کوئی کسی کو تکلیف نہ پہنچاتا۔ پہاڑ تسبیح کہتے۔ آپ کی ناموس اور تنظیم کے سبب آپ کے لیے لوہا نرم کر دیا گیا تاکہ آپ اسے معیشت کا ذریعہ بنائیں اس کے باوجود آپ چالیس دن سجدے کی حالت میں روتے رہے یہاں تک کہ آپ کے آنسوؤں سے گھاس اگ گئی پس اللہ تعالیٰ نے آپ پر رحم فرمایا اور توبہ قبول فرمائی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِکَ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰی وَحُسْنَ مَاٰبٍ ۔

پس ہم نے انھیں بخش دیا بے شک انھیں ہمارے نزدیک قرب اور اچھا ٹھکانہ حاصل ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام عظیم بادشاہی کے مالک تھے آپ کے لیے ہوا مسخر کر دی گئی تھی۔ ایک مہینے کا راستہ دن

کے نصف اوّل میں اور ایک مہینے کا راستہ دوسرے نصف میں طے کرتے تھے۔ آپ کی طرح حکمرانی بعد میں کسی کو نہیں ملی لیکن جب آپ کے گھر میں چالیس دن مورتی کی پوجا کی گئی اور آپ کو اس کا علم نہ تھا تو چالیس دن تک آپ سے بادشاہی لے لی گئی۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام حیران و پریشان جدھر کو منہ اُٹھا بھاگ کھڑے ہوئے۔ ہاتھ پھیلا پھیلا کر سوال کرتے لیکن کھانے کو کچھ نہ ملا۔ جب کہتے مجھے کھانا دو میں سلیمان بن داؤد ہوں تو آپ کے سر کو پھوڑا جاتا، پتھر مارے جاتے اور توہین و تکذیب کی جاتی۔ ایک مرتبہ آپ نے ایک گھر سے کھانا طلب کیا تو آپ کو دور کر دیا گیا اور ایک عورت نے آپ کے چہرۂ انور پر تھوک دیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ ایک دن کسی بوڑھی عورت نے پیشاب سے بھرا ہوا آبخورہ (کوزہ) آپ کے سر پر ڈال دیا۔ یہی حالت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کے پیٹ سے آپ کے لیے ایک انگوٹھی نکالی تو آپ نے چالیس دن پورے ہونے پر اسے پہنا۔ اس وقت پرندے آ کر اوپر کھڑے ہو گئے اور جن، شیطان اور وحشی جانور آپ کے اردگرد جمع ہو گئے۔ جب توہین کرنے اور مارنے والوں نے آپ کو پہچان لیا تو اپنی خطا پر معذرت خواہ ہوئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا جو کچھ تم نے پہلے کیا میں اس پر تمہیں ملامت نہیں کرتا اور جو کچھ تم اب کر رہے ہو اس پر تمہاری تعریف نہیں کرتا یہ ایک معاملہ تھا جو میرے رب کی طرف سے ہوا اور یہ ضروری تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی توبہ قبول فرمائی آپ کی بادشاہی لوٹا دی اور آپ کو جائے پناہ بکثرت عطا کر دی۔

جب ان سرداروں، اکابر، قائدین، مخلوق و شریعت کے حاکموں اور مخلوق میں اللہ تعالیٰ کے خلفاءؑ کی یہ حالت ہے پس تیری حالت کیا ہوگی اور اے مسکین تیرا غرور کیا ہے جبکہ تو دھوکے اور فریب کی دنیا میں شیطانوں کی جاگیر میں ہے مخلوق میں سے دشمنوں، نفسانی خواہشات، نفس، شہوتوں، ارادوں، وسوسوں اور شیطان کی آرائش و تحسین نے تمہیں گھیر رکھا ہے تم ظاہری عبادات روزے، نماز، زکوٰۃ حج کے ادا کرنے اور ظاہری گناہوں سے اجتناب پر مغرور ہو جبکہ تمہارا باطن باطنی عبادات سے خالی ہے اور وہ کامل پرہیزگاری، تقویٰ، زہد، صبر، رضا، قناعت، توکل، تفویض، یقین، دل کی سلامتی، سخاوت نفس، احسان شناسی، خالص نیت، نیکی، حسنِ ظن، اچھے اخلاق، حسن صحبت، حسن معرفت، عبادت حسنہ، صدق و اخلاص اور دیگر محاسن جن کی تفصیل بہت زیادہ ہے، سے خالی ہے بلکہ تمہارا دل بُری خصلتوں سے بھر پور اور گناہوں کی ایسی جڑوں میں جکڑا ہوا ہے جن سے ہر قسم کی تکلیف، مصائب اور دنیا و آخرت میں ہلاک کرنے والی بلائیں شاخ در شاخ نکلتی ہیں۔ مثلاً محتاجی کا ڈر، اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر ناراضگی، مخلوق کے بارے میں اس کے فیصلے پر اعتراض کرنا۔ اس فیصلے کے ضمن میں اللہ تعالیٰ پر تہمت لگانا، وعدۂ خداوندی میں شک کرنا، کھوٹ، کینہ پروری، حسد، بلند مرتبہ طلب کرنا، اپنی تعریف و توصیف پسند کرنا، دنیا میں جاہ و منصب چاہنے اور اس پر خوش اور مطمئن ہونا، اللہ تعالیٰ کے بندوں پر تکبر کا اظہار کرنا اور ان پر اپنی بڑائی جتانا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ

اور جب اسے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر تو عزت اسے گناہ کی ترغیب دیتی ہے۔

اور یہ باتیں ان لوگوں کو احکام خداوندی بجالانے سے روکتی ہیں۔ عزت و ناموس کا خیال، جاہ و مرتبہ کی محبت، دشمنی، بغض، طمع، بخل دوسروں کے مال کی طرف میلان، لوگوں سے ڈرنا، خوشی کا اظہار کرنا، بزرگی ظاہر کرنا۔ مال دار لوگوں کی تعظیم کرنا اور فقراء کی توہین کرنا، تکبر و غرور کرنا، دنیا میں رغبت کرنا اور اس پر فخر کرنا، لوگوں کو دکھانے اور سنانے کے لیے کام کرنا، تکبر

کرتے ہوئے حق بات سے منہ پھیر لینا لایعنی اور فضول باتوں میں پڑنا، غیر نفع بخش کلام بکثرت کرنا، تکبر کرنا اور لاف زنی سے کام لینا، دوسروں کے حالات آزمانا لیکن اپنی حالت کو نہ دیکھنا حالانکہ عبادت یہ ہے کہ تو اپنی حالت کی حفاظت کرے۔ اللہ تعالیٰ کے معاملات میں اپنی ملکیت اور اقتدار بتانا، مخلوق کی عزت کرنا اور ان کی خاطر دین میں مداہنت و منافقت سے کام لینا، اپنے اعمال پر خود پسندی ظاہر کرنا، ناکردہ کاموں پر اپنی تعریف چاہنا، مخلوق خدا کی عیب جوئی کرنا اور اپنے عیبوں سے آنکھیں بند کر لینا، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بھلا دینا اور انھیں اپنی طرف یا مخلوق خدا کی طرف منسوب کرنا جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کے تابع ہیں اور ان نعمتوں کے لیے محض وسیلہ ہیں۔ ظاہر پر قناعت کر لینا اور بنیادی باتوں کی پروا نہ کرنا۔ حدود کی حفاظت نہ کرنا اور کسی کام کو اس کے محل پر نہ کرنا۔ ہر وقت خوش رہنا اور اس حزن و ملال کو ناپسند کرنا جس کے نہ ہونے سے دل ویران رہتے ہیں۔ ان سے خشیت الٰہی نکل جاتی ہے اور اس حزن کے دور ہونے سے حکمت کا نور زائل ہو جاتا ہے جبکہ اس کے اضافہ سے اللہ تعالیٰ کا قرب اور اُنس حاصل ہوتا ہے۔ انسان اس کی بات کان لگا کر سنتا اور سمجھتا ہے اور اس کے باعث اس کی مخلوق سے بے نیاز ہو جاتا ہے نیز ابدی سعادت، دائمی نجات اور مکمل نعمت حاصل ہوتی ہے اور جب نفس کو ذلت پہنچتی ہے تو اس وقت خوف الٰہی سے پوری مدد حاصل ہوتی ہے کیونکہ وہ شکر ادا کرکے نیک بختی حاصل کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے دوستوں، محبوبوں، برگزیدہ لوگوں، شہداء، علماء (تقدیر کی پہچان رکھنے والے) عارفوں اور انبیاء کرام علیہم السلام کے ابدالوں میں اس کا شمار ہوتا ہے اور تو دینِ حق کی مدد کرنے میں سستی سے کام لیتا ہے۔ دین کے مددگاروں، اس کی دلیل کے ساتھ قائم دوستوں، اطاعت خداوندی کی طرف بلانے والوں اور اس کے عذاب سے ڈرانے والوں کی مخالفت کرتا ہے۔ حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کے گذشتہ ایام یاد دلا کر اس کی رحمت و جنت کی ترغیب دیتے ہیں تو اپنے (مسلمان) بھائیوں سے ظاہر میں اتحاد کا دم بھرتا ہے جبکہ بباطن ان سے دشمنی رکھتا ہے۔ ایسے نیک لوگوں کی موافقت سے اعراض کرتا ہے جن کے دل شکستہ ہیں وہ جو ہمنشینانِ خدا ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں اطمینان پاتے، سختی اور تکلیف کو لازم پکڑتے، ہمیشہ خدمت میں مصروف رہتے اور احسانِ خداوندی سے نعمت یافتہ ہیں۔ حسن عقیدت کا لباس پہنے ہوئے ہیں۔ ان کو رب العزت کے خالص بندے کہا جاتا ہے دولت اور فتنہ کے چکر سے محفوظ ہیں۔ قبر کے عذاب اور تنگی سے اور قیامت کے دن حساب کی طوالت اور وحشت سے بے خوف ہوں گے۔ ہمیشہ رہنے والے گھر (بہشت) میں نعمت، سرور، تازگی اور خوشی میں رہیں گے جنت میں انھیں خاص طور پہ ہر گھڑی اور ہر لحظہ عجیب و غریب چیزیں ان کے سامنے حاضر ہوں گی۔ (اے انسان!) تو اس بات پر مغرور ہے کہ تجھے دنیا میں نعمتیں حاصل ہیں ہر قسم کی فراخی ملی ہوئی ہے اور مشقت کی جگہ تجھے راحت عطا کی گئی اور تو اس بات سے بے خوف ہے کہ یہ عطاء، فضل اور نعمت تجھ سے واپس لی جائے گی حالانکہ پہلے یہ دوسروں کے پاس تھی پھر ان سے تیری طرف منتقل ہوئی۔ فرعون، ہامان، قارون، شداد، عاد، قیصر اور کسریٰ جیسے بادشاہ گزر گئے اور وہ اُمتیں تباہ و برباد ہو گئیں جن کے لیے دنیا نے کھیل کھیلا اور خواہشات نے ان کو دھوکے میں رکھا۔ شیطان نے ان کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے مغرور کیا اور برگشتہ رکھا وہ مال و متاع جمع کرنے میں مصروف رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آیا تو ان کو دی گئیں نعمتیں واپس لے لی گئیں۔ ان بستروں سے انھیں الگ کر دیا گیا جو انھوں نے اپنے لیے تیار کیے تھے۔ ان مکانات سے بھی ان کو نکال دیا گیا جنھیں انھوں نے نہایت مضبوط بنایا تھا جو عزت حاصل تھی وہ بھی ان سے چھین لی گئی جس بادشاہی پر انھیں بلند بانگ دعویٰ تھا وہ بھی لے لی گئی۔ ان کے پاس جو امانتیں (مال و متاع) رکھی گئی تھیں وہ بھی واپس ہو گئیں اور انھیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ حکم پہنچا جس کا

ان کو گمان بھی نہ تھا۔ ان کے بُرے اعمال ان کے سامنے لائے گئے اور معمولی سی معمولی بات پر بھی ان کا محاسبہ کیا گیا۔ دنیا میں لوگوں کو جن قید خانوں میں ڈالتے تھے ان سے بھی تنگ قید خانوں میں ان کو بند کیا گیا جس قدر وہ دنیا میں دوسروں پر سختی کرتے تھے اس سے زیادہ سختی میں مبتلا ہوئے۔ جس قدر انھوں نے دنیا میں دوسروں کو عذاب دیا ان کو اس سے زیادہ عذاب دیا گیا۔ انھیں آگ میں جلایا گیا، ہاتھوں اور پاؤں میں بیڑیاں پہنا کر جہنم میں ڈالا گیا گلے میں طوق ڈالا گیا اور کھانے کے لیے زقوم اور تھوہڑ اور پینے کے لیے کھولتا ہوا پانی دیا گیا اور پیپ پلائی گئی۔

باعث عبرت

کیا زمانۂ ماضی کے ان افراد کے حالات میں تیرے لیے سامانِ عبرت نہیں کیا ان لوگوں کے انجام سے تجھے نصیحت حاصل نہیں ہوئی ان کی دولت باقی رہ گئی اور وہ مکانات جنھیں انھوں نے بنایا تھا دھرے کے دھرے رہ گئے اور وہ جلا وطن کر دیے گئے کیونکہ انھی محلات میں بیٹھ کر وہ لوگوں پر ظلم کیا کرتے تھے انھوں نے وہاں کتنی ہی عزتیں لوٹیں، کتنی ہی پیٹھوں، چہروں اور سروں پر ضرب لگائی۔ کتنے ہی بے آسرا مسکینوں کو رُلایا اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری کیے۔ کتنے ہی باعزت لوگوں کو ذلیل و رسوا کیا۔ انھوں نے کسقدر بدعات اور بُری رسمیں جاری کیں بہت سے حکمت و علم سے بھرپور دلوں کو توڑا اور ان پر غضب ناک ہوے۔ کتنے ہی نیک دل لوگوں نے ان کے مظالم سے تنگ آکر رات کی تاریکی میں ان کی شکایت کرتے ہوئے غم و اندوہ کی آواز میں اللہ تعالیٰ کو پکارا تاکہ وہ ان کی پریشانی دور کر دے چونکہ اربابِ قلوب نے سب سے زیادہ باخبر ہستی سے فریاد کی اس لیے اس کے معزز فرشتوں نے اسے فوراً ہاتھوں ہاتھ لیا اور بہت بڑے بادشاہ اور عظیم منصف کے سامنے پیش کر دیا۔

عزیز و حکیم، دلوں کی باتیں جاننے والے اور پوشیدہ و ظاہر سے آگاہ ذات نے ان کی شکایت کو دیکھا اور انھیں جو تکلیف دی گئی اس کا مشاہدہ فرمایا اور اس غالب اور بزرگی والے نے ان کی دعا قبول فرمائی اور اعلان کیا) میں تمہاری مدد ضرور کروں گا اگرچہ کچھ عرصہ بعد ہو۔ چنانچہ ان ظالموں کو کاٹی ہوئی کھیتی کی طرح کر دیا گیا۔ کیا تم اسکا کوئی نشان باقی دیکھتے ہو۔ کسی قوم کو غرق کیا گیا کسی کو زمین میں دھنسا دیا گیا کسی پر پتھر برسائے گئے کوئی قتل کے ذریعے تباہ ہوئی کسی قوم کی شکلیں بگاڑ دی گئیں کسی کو باطنی طور پر مسخ کر دیا گیا یعنی ان کے دل پتھر کی طرح سخت کر دیے گئے اور ان پر کفر و شرک کی مہر لگا دی گئی۔ وہ زنگ آلود ہو گئے پردے اور اندھیرے میں چھپ گئے۔ نہ ان میں اسلام داخل ہوا اور نہ ہی ایمان۔

پھر انھیں نہایت سختی سے پکڑا گیا جس طرح کوئی سخت پکڑتا ہے اور ان کو جہنم میں ڈال دیا گیا جب کبھی ان کے چمڑے پک جاتے ہم (اللہ تعالیٰ) ان کو دوسرے چمڑوں سے بدل دیتے ہیں۔ پس وہ مسلسل عذاب، دوزخ اور مصیبت میں ہیں انھیں ایسا کھانا دیا جائیگا جو گلے کو پکڑنے والا ہے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ اسی حالت میں رہیں گے اور جب تک زمین و آسمان موجود ہیں ان کی یہی حالت رہے گی نہ انھیں وہاں موت آئے گی اور نہ ہی وہ وہاں سے نکالے جائیں گے نہ ان کے عذاب کی کوئی انتہا ہے اور نہ ہی ہلاکت و تباہی کی۔ انکی معیشت وہاں بہت تنگ ہوگی نہ انھیں وہاں خوشی پہنچے گی۔ اور نہ سانس جاری ہوگی اور نہ ہی روح نکلے گی۔ ان کی امیدیں اور آوازیں کٹ جائیں گی۔ ان کے دل گلے میں پھنسے ہونگے اور زبانیں گنگ ہونگی ان سے کہا جائے گا دُور رہو اور بات نہ کرو۔ اے مسکین! تجھے ان کی طرح کے کام کرنے اور ان کی روش پر چلنے سے پرہیز کرنا چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ تو توبہ کے بغیر مر جائے اور غفلت و فریب میں پکڑا جائے کہ نہ تو اپنے نفس کے لیے کوئی معذرت کر سکے نہ جواب تیار کر سکے اور نہ ہی چھٹکارے کی کوئی صورت پیدا کر سکے۔

لہٰذا آگے جانے کے لیے زادِ راہ تیار کر اور پُل صراط سے گزرنے کا انتظام کر ورنہ تیرے لیے بھی وہی عذاب ہوگا جس میں وہ مبتلا ہوئے۔

توبہ کی شرائط اور اس کا طریقہ

شرائط توبہ

توبہ کی تین شرطیں ہیں۔

(۱) **ندامت** ــــــ یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے اس پر پشیمان ہو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"النَّدَمُ تَوْبَةٌ" پشیمانی توبہ ہے۔

ندامت کے صحیح ہونے کی علامت دل کا نرم ہونا اور بکثرت آنسوؤں کا جاری ہونا ہے۔ اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا "بہت توبہ کرنے والوں کی مجلس اختیار کرو کیونکہ ان کے دل نرم ہوتے ہیں۔"

(۲) **ترکِ گناہ** ــــــ دوسری شرط یہ ہے کہ ہر حالت میں اور ہر وقت تمام گناہوں کو چھوڑ دے۔

(۳) **آئندہ نہ کرنیکا پختہ ارادہ** ــــــ اس بات کا پختہ ارادہ کرے کہ جن گناہوں اور خطاؤں کا ارتکاب کر چکا ہے، آئندہ ان کا اعادہ نہیں کرے گا۔

حضرت ابوبکر واسطی رحمۃ اللہ علیہ سے جب "توبۃ النصوح" کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا توبۃ النصوح یہ ہے کہ توبہ کرنے والے پر کسی قسم کے پوشیدہ یا ظاہر گناہ کا اثر باقی نہ رہے اور جس شخص کی توبہ خالص ہے اسے اس بات کی کوئی پروا نہیں کہ اس کی شام کیسے گزرتی ہے اور صبح کیسے بسر ہوتی ہے۔ ندامت سے عزم اور قصد پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا عزم یہ ہے کہ وہ ان گناہوں کا اعادہ نہ کرے جن کا ارتکاب کر چکا ہے کیونکہ اسے ندامت کی صورت میں معلوم ہو چکا ہے کہ گناہ اس کے اور رب کے درمیان نیز دنیا کی خوشیوں اور بُرے انجام سے محفوظ آخرت کے درمیان پردہ بن جاتے ہیں۔ جیسا کہ روایت میں ہے کہ بندہ گناہ کے سبب کثرتِ رزق سے محروم ہو جاتا ہے نیز زناکاری فقر و محتاجی پیدا کرتی ہے۔ بعض عارفین فرماتے ہیں جب تم اپنی روزی میں تبدیلی اور تنگی اور پریشان حالی دیکھو تو جان لو کہ تم نے اپنے آقا و مولیٰ کے کسی حکم کو چھوڑ دیا ہے اور اپنی خواہشں کے تابع ہو چکے ہو اور جب اپنے اوپر لوگوں کے ہاتھوں اور زبانوں کو مسلط دیکھو نیز جب ظالم لوگ تمہاری جان مال اور اولاد میں دست درازی کریں تو سمجھ لو کہ تم منہیات کے مرتکب، حقوق العباد میں کوتاہی کرنے والے، حدودِ شرعیہ سے متجاوز اور آدابِ شریعت کو برباد کرنے والے ہو۔ اور جب دیکھو کہ غم و اندوہ اور مصائب نے تمہارے دل پر ہجوم کر لیا تو جان لو کہ تم تقدیرِ الٰہی کے سلسلے میں اپنے رب سے منہ پھیرنے والے اور اس کے وعدے کے بارے میں تہمت لگانے والے ہو۔ احکامِ خداوندی میں مخلوق کو اس کا شریک ٹھہراتے ہو اس پر اعتماد نہیں کرتے اور اپنے نیز مخلوق کے بارے میں اس کی تدبیر پر راضی نہیں ہو۔

جب توبہ کرنے والا اپنے حال میں نظر کرتے ہوئے نیز غور و فکر سے یہ بات معلوم کر لیتا ہے تو اسے اس پر ندامت ہوتی ہے اور ندامت کا مطلب یہ ہے کہ محبوب کے جدا ہونے کا علم حاصل ہونے پر دل غمناک ہو جائے، پس اس کی حسرت و افسوس

غم واندوہ، رونا دھونا، آہ و زاری اور آنسوؤں کا بہنا زیادہ ہو جاتا ہے اس وقت وہ پختہ ارادہ کر لیتا ہے کہ آئندہ اس قسم کے گناہ کی طرف نہیں لوٹے گا کیونکہ اس بات کا علم حاصل ہونے پر اس کے نزدیک اس کی نحوست ثابت ہو چکی ہے اور اسے یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ یہ گناہ زہر قاتل، حملہ آور درندے، جلانے والی آگ اور کاٹنے والی تلوار سے زیادہ نقصان دہ ہے اور مؤمن ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاتا لہٰذا جب وہ لازماً گناہ سے بھاگتا ہے جس طرح وہ ان نقصان دہ اور مہلک مقامات سے بھاگتا ہے گناہ میں مکمل ہلاکت اور فرمانبرداری میں کلی بقاء، ابدی سلامتی نیز دنیوی اور اُخروی سعادت سب ہے۔ کاش! گناہ پیدا ہی نہ کیے جاتے اور موجود ہی نہ ہوتے بعض اوقات ایک لمحے کی خواہش ایک طویل غم پیدا کرتی ہے۔ اور اس کے بعد بیمار کرنے والی زحمت لاتی ہے۔ غم طویل کو گھٹا دیتی ہے اور بہت سی مخلوق کو جہنم کی آگ میں ڈال دیتی ہے۔

ندامت کا نتیجہ

ندامت سے جو قصد و ارادہ پیدا ہوتا ہے وہ گناہوں کے تدارک کا ارادہ ہوتا ہے۔ اس کا تعلق زمانۂ حال سے بھی ہوتا ہے اور زمانۂ ماضی سے بھی۔ حال سے تعلق کی صورت یہ ہے کہ جن گناہوں کا مرتکب ہو رہا تھا انہیں ترک کر دے اور اس کے ذمہ جو فرائض ہیں انہیں فی الحال ادا کرے اور ماضی سے اس کے تعلق کا تقاضا یہ ہے کہ گذشتہ زمانے میں جو کمی کی اس کا تدارک کرے اور مستقبل سے اس کا تعلق تقاضا کرتا ہے کہ ہمیشہ اطاعت خداوندی میں مشغول رہے اور مرتے دم تک گناہوں کو چھوڑے رکھے۔

صحّتِ توبہ کی شرائط

توبہ کے صحیح ہونے کی شرائط جو ماضی سے متعلق ہیں وہ یہ ہیں کہ جس دن سے وہ بالغ ہوا اس وقت کی طرف اپنی سوچ دوڑائے اور گذشتہ زندگی کے ایک ایک سال، ایک ایک مہینے، ایک ایک دن، ایک ایک گھڑی اور ایک ایک سانس کا حساب لگائے اور سوچ و بچار کرے کہ عبادات کے سلسلے میں کسقدر کوتاہی ہوئی ہے اور کن کن گناہوں کا ارتکاب کیا ہے۔

عبادات کو دیکھئے اگر نماز نہیں پڑھی یا شرائط و ارکان کا خیال کیے بغیر پڑھی ہے مثلاً وضو کے بغیر نماز ادا کی یا وضو کیا لیکن اس کی کسی شرط مثلاً نیت کو ترک کر دیا[۱] یا بعض واجبات مثلاً کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا[۲] اور چہرہ یا دیگر اعضاء کا دھونا چھوڑ دیا یا ناپاک کپڑے، ریشمی کپڑے، کسی سے چھینے ہوئے کپڑے اور غصب کی ہوئی زمین پر نماز پڑھی تو بالغ ہونے سے لے کر توبہ کے وقت تک ان تمام نمازوں کو قضا کرے لہٰذا پہلے قضا شدہ فرائض میں مشغول ہو اور جب تک موجودہ نماز کا وقت تنگ نہ ہو جائے قضا نمازیں پڑھتا رہے پھر وقتی نمازیں ادا کرے اس کے بعد پھر قضا نمازوں میں مشغول ہو جائے دوسری نماز تک یہی عمل کرے اور جب جماعت ہونے لگے تو اس کے ساتھ بھی قضاء کی نیت سے قضاء ادا کرے پھر اکیلا پڑھتا رہے

---

[۱] احناف کے نزدیک وضو میں نیت شرط نہیں بلکہ سنت ہے۔ ۱۲ ہزاروی

[۲] احناف کے نزدیک کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھی سنت ہے واجب نہیں۔ ۱۲ ہزاروی

یہاں تک کہ جب اس نماز کا وقت تنگ ہوجائے جو امام نے پڑھائی ہے تو اکیلا بطور اسے ادا پڑھے۔ یہ تمام طریقہ بطورِ احتیاط ہے تاکہ اسے قضاء نمازوں میں ترتیب حاصل ہوجائے کیونکہ وہ ہمارے نزدیک واجب ہے اور اگر امام کے ساتھ وقتی نماز پڑھی ہے تو اس کی بھی اجازت ہے اسے دوبارہ لوٹانے کی ضرورت نہیں جبکہ پہلا طریقہ صحیح ہے اور اگر اس نے گذشتہ زمانے میں اپنے دین کو گناہوں سے مخلوط کیا اور ایسے لوگوں میں شمار ہوا جن کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے۔

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۔

اور کچھ دوسرے لوگ جنھوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا نیک اور بُرے اعمال کو ملایا عنقریب اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائیگا۔

کبھی اس پر ایمان کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ نیک اعمال کرنے لگ جاتا ہے مثلاً نماز پڑھنا روزہ رکھنا، ناپاک اور حرام چیزوں سے بچنا اور اپنے دین میں احتیاط کرتا ہے اور کبھی اس پر بدبختی غالب آتی ہے تو شیطان اُسے بہکاتا ہے اور وہ نماز میں کوتاہی کرتا ہے اس کی شرائط ارکان اور واجبات میں سے بعض کو ادا کرتا اور بعض کو چھوڑ دیتا ہے۔ ایک دن نماز پڑھتا ہے اور کئی دن چھوڑے رکھتا ہے یا ایک دن کی نمازوں میں سے ایک یا دو نمازیں پڑھتا ہے اور باقی ترک کر دیتا ہے لہٰذا اس معاملے میں کوشش کرنی چاہیے اور غور و فکر کے بعد جن نمازوں کے بارے میں یقین ہوجائے کہ وہ بتمام وکمال شرعی طریقے کے مطابق ادا کی گئی ہیں انہیں قضاء نہ کرے باقی نمازیں قضاء کرے اور اپنے نفس پر شفقت کرتے ہوئے بہتر اور اولیٰ کو اختیار کرنا چاہتا ہے اور زیادہ مشقت کا خواہاں ہے تو تمام نمازوں کی قضاء کرے، اسی میں احتیاط ہے، یہی آخرت کے لیے توشہ ہے اور جن احکامات میں کوتاہی ہوئی ان کے لیے کفارہ اور درستگی کا باعث ہے اور اگر توبہ، اسلام اور سنت پر اس کی موت واقع ہو تو جنت میں درجات کی بلندی کا سبب بھی بنے گا۔

اور جب فرض نمازوں کی قضاء سے فارغ ہوجائے اور اللہ تعالیٰ اس کی زندگی دراز کر دے، اپنی عبادات کی توفیق دے اطاعت کے لیے اسے پسند کر کے استقامت بخشے اسے اہلِ محبت میں سے بنا دے، گمراہی، شیطان کی دوستی اور اتباعِ نیز خواہشات و لذات سے اسے محفوظ رکھے اور دنیا سے اسے بے رغبت کر کے آخرت کی طرف متوجہ کرا دے تو چاہیے کہ اس وقت سنتِ مؤکدہ کی قضاء اور نماز سے متعلق امور کی قضاء میں مشغول ہوجائے جس طرح ہم نے فرائض کے ضمن میں تفصیل سے ذکر کیا ہے [۱] اس کے بعد نمازِ تہجد، رات کی نماز اور ان وظائف میں مشغول ہو جن کا ہم کتاب کے آخر میں ذکر کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

روزوں کی قضاء

اگر سفر یا بیماری کی وجہ سے روزہ نہیں رکھا یا گھر میں تھا اور جان بوجھ کر روزہ چھوڑ دیا یا رات کو جان بوجھ کر یا بھول کر نیت نہیں کی تو ان تمام روزوں کی قضاء کرے اور اگر ان روزوں کے بارے میں یقینی طور پر کچھ معلوم نہ ہو تو اس بارے میں سوچ و بچار سے کام لے اور جن روزوں کے چھوڑنے کے بارے میں غالب گمان ہو انھیں قضاء کرے اور باقی روزے

[۱] قضاء صرف فرائض اور واجب مثلاً وتر نماز کی ہوگی۔ ۱۲ ہزاروی

چھوڑ دے قضا نہ کرے اور اگر احتیاطاً تمام روزوں کو قضاء کرے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے۔ اس صورت میں بلوغت سے لیکر توبہ کے وقت تک کا اندازہ لگائے اگر یہ عرصہ دس سالوں پر مشتمل ہو تو دس مہینوں کے روزے رکھے اگر بارہ سال ہوں تو ایک سال کے روزے رکھے یعنی ہر سال سے ایک ماہ کے روزے رکھے اور یہ رمضان کا مہینہ ہے۔

زکوٰۃ کی ادائیگی

اپنے تمام مال کا حساب لگائے اور جب سے وہ مالک ہوا اس وقت سے شمار کرے بالغ یا عقلمند ہونے کے وقت سے حساب نہ لگائے کیونکہ زکوٰۃ بچے اور پاگل پر بھی واجب ہے۔ پس اپنے مال کی زکوٰۃ مستحقین مثلاً فقراء، مساکین اور دوسرے لوگوں کو دے اگر اس نے بعض سالوں کی زکوٰۃ ادا کی اور کچھ سالوں کی زکوٰۃ ادا کرنے میں سُستی سے کام لیا تو اس کا حساب لگا کر چھوڑے ہوئے سالوں کی زکوٰۃ ادا کرے اور جن سالوں کی زکوٰۃ دے چکا ہے انھیں چھوڑ دے جس طرح نماز اور روزے کے بارے میں گذر چکا ہے۔

حج کی قضاء

رہا حج کا مسئلہ تو اگر اس میں حج کی تمام شرائط پوری ہو گئیں تو اس پر اس کی کوشش اور ارادہ واجب تھا لیکن اس نے سُستی اور کوتاہی کی یہاں تک کہ محتاج ہو گیا اور کچھ عرصہ وہ شرائط معدوم ہو گئیں اس کے بعد پھر قادر ہوا تو اس پر حج کے لیے جانا فرض ہے اور اگر اسے مالی استطاعت تو حاصل نہ ہوئی لیکن بدنی اعتبار سے طاقت رکھتا ہے تو افلاس کے باوجود اسے (پیدل) جانا ہوگا اور اگر مال کے بغیر حج کرنا ممکن نہیں تو اس پر لازم ہے کہ کسب حلال کے ذریعے زادِ راہ اور سواری حاصل کرے اور اگر کسب حلال پر بھی قادر نہیں تو لوگوں سے سوال کرے کہ وہ زکوٰۃ اور صدقات میں سے اس کی مدد کریں تاکہ وہ حج کر سکے کیونکہ ہمارے نزدیک حج بھی "فی سبیل اللہ" (اللہ تعالیٰ کے راستے میں) ہے[۱] اور وہ زکوٰۃ کے آٹھ مصارف میں سے ایک ہے۔ اور اگر وہ اس سے پہلے فوت ہو گیا تو نافرمان اور گناہ گار فوت ہوگا کیونکہ اس نے حج کی ادائیگی میں کوتاہی کی جبکہ وہ ہمارے نزدیک فی الفور فرض ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص زادِ راہ اور سواری پر قادر ہوا جو اسے بیت اللہ شریف تک پہنچا دے پھر اس نے حج نہیں کیا تو اس پر کوئی حرج نہیں کہ وہ یہودی یا عیسائی ہو کر مرے یا کسی بھی دین پر اس کی موت واقع ہو اور ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں اور اس نے حج نہیں کیا تو چاہے یہودی مرے یا عیسائی۔ یہ تمام ارشادات حکمِ حج کی تاکید ہیں تاکہ اس کی حفاظت میں احتیاط کرے اور اس کو ضائع کرنے سے ڈرے۔

کفاروں اور نذروں کی ادائیگی

اگر توبہ کرنے والے کے ذمہ کچھ کفاروں اور نذروں کی ادائیگی باقی ہو تو ان سے عہدہ برار ہونا اور احتیاط سے کام لینا جس طرح پہلے مذکور ہوا، ضروری ہے گناہوں کے بارے میں سوچ و بچار کرے کہ بالغ

---

[۱] احناف کے نزدیک ایسے شخص کو حج کرنے کے لیے زکوٰۃ دے سکتے ہیں لیکن سوال کرنا جائز نہیں (بہارِ شریعت حصہ پنجم ص ۵۶) ۱۲ ہزاروی

ہونے کے بعد اس کے کان، آنکھ، زبان، ہاتھ، پاؤں، شرمگاہ اور باقی تمام اعضاء کس قدر گناہوں میں ملوث ہوئے پھر تمام دنوں اور ساعتوں کا اندازہ لگائے اور تمام گناہوں کا جائزہ لے یہاں تک کہ ہر قسم کے صغیرہ و کبیرہ گناہوں پر مطلع ہو جائے اور ان ساتھیوں کو دیکھ کر بھی گناہوں کو یاد کرے جو اس کے ساتھ شریکِ گناہ رہے جن مقامات پر گناہ سرزد ہوا ان کو دیکھے اور وہ مقامات جہاں وہ لوگوں کی نگاہوں سے مخفی ہوا لیکن ان آنکھوں سے بے خبر رہا جو سوتی نہیں اور پلک جھپکنے کے برابر بھی اس سے غافل نہیں رہتیں۔ ارشادِ خداوندی ہے:

كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ

معزز لکھنے والے جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو،

نیز فرمایا:

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ۔

وہ کوئی بات زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ نہ بیٹھا ہو۔

وہ ان بزرگ فرشتوں سے غافل رہا جو اس کے آگے اور پیچھے ہر وقت موجود رہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم کی نگرانی کرتے اور افعال اور سانسوں کو شمار کرتے ہیں۔ وہ اس ذات سے بھی غافل رہا جو رازوں اور نہایت پوشیدہ باتوں کو جاننے والا ہے دل کی باتوں سے آگاہ ہے اور جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں ہر بات کی خبر رکھتا ہے۔

حقوق اللہ کے بارے میں توبہ

توبہ کرنے والا اس کے بعد اپنے گناہوں کو دیکھے اگر وہ گناہ اللہ تعالیٰ کے حقوق سے متعلق ہوں یعنی وہ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ہیں بندوں کے مظالم سے ان کا کوئی تعلق نہیں جیسے زنا کاری، شراب نوشی، گانا سننا، غیر محرم کی طرف دیکھنا، ناپاکی کی حالت میں مسجد میں بیٹھنا، وضو کے بغیر قرآن پاک کو ہاتھ لگانا اور بدعت پر مبنی عقیدہ رکھنا تو ان گناہوں سے توبہ یہ ہے کہ ندامت اور افسوس کے ساتھ بارگاہِ خداوندی میں معذرت خواہ ہو ان گناہوں کی کثرت اور مدت کو شمار کرے اور ہر گناہ کے بدلے ایک مناسب نیکی کرے جس طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ۔

بے شک نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، آپ نے فرمایا "جہاں بھی ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور گناہ کے بعد نیکی لاؤ وہ اسے مٹا دے گی۔"

پس ہر گناہ کا کفارہ اسی کی جنس سے ایک نیکی کرنا ہے جو مشابہت میں اسی گناہ کے قریب ہو نہ کہ دوسرے گناہ سے۔ پس شراب نوشی کا کفارہ ہر ایسے حلال مشروب کا صدقہ کرنا ہے جو اسے نہایت پسند ہو اور اس کے نزدیک پاکیزہ ہو۔ گانا سننے کا کفارہ قرآن پاک، احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور نیک لوگوں کی حکایات سننا ہے۔ مسجد میں ناپاکی کی حالت میں بیٹھنے کا کفارہ عبادت کے ساتھ اعتکاف بیٹھنا ہے۔ بے وضو قرآن پاک کو ہاتھ لگانے کا کفارہ قرآن پاک کی بکثرت عزت و احترام کرنا، اسے زیادہ پڑھنا، وضو کر کے بار بار اُسے چھونا اور اس کی تعلیمات سے سبق حاصل کرنا، نصیحت پکڑنا اس کا احترام کرنا اور اس پر عمل کرنا ہے نیز قرآن پاک لکھ کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دینا ہے تاکہ وہ اسے پڑھیں۔!

حقوق العباد میں کوتاہی سے توبہ

بندوں پر ظلم و ستم کرنے میں بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کے حقوق سے روگردانی ہے

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بندوں پر ظلم کرنے سے اسی طرح منع فرمایا ہے جس طرح زنا کاری، شراب نوشی اور سود خوری سے منع کیا لہٰذا ان میں سے جو اللہ تعالیٰ کے حق سے متعلق ہو اس کا تدارک پشیمانی اور افسوس کا اظہار کرنے اور آئندہ اسے نہ کرنے کا عہد ہے نیز نیکی کرنا ہے تاکہ ان کا کفارہ ادا ہو جائے لہٰذا اگر کسی کو تکلیف دی ہے تو اس کا کفارہ اس کے ساتھ نیکی کرنا اور اس کے لیے دعا کرنا ہے اگر وہ شخص جسے ایذاء پہنچائی گئی فوت ہو جائے تو اس کے لیے رحمت کی دعا کرے اور اس کی اولاد اور ورثاء کے ساتھ نیکی کرے۔ یہ اس وقت ہے جب ایذاء کا تعلق زبان کے ساتھ ہو یا مارنے سے متعلق ہو۔ اگر لوگوں کا مال غصب کیا ہے تو اس صورت میں اللہ تعالیٰ کے حقوق کا کفارہ یہ ہے کہ اپنا تمام حلال مال صدقہ کر دے اگر اذیت عزت و ناموس سے متعلق ہے مثلاً لوگوں کی غیبت یا چغل خوری یا ان کی عیب جوئی کا مرتکب ہوا تو اس صورت میں کفارہ یہ ہے کہ ان کی تعریف و توصیف کرے اگر وہ دین دار اور سنت کے پابند ہیں۔ اسی طرح اپنے احباب کی مجالس میں ان کی اچھی خصلتوں کا تذکرہ کرے۔

قتل کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے حقوق کا کفارہ یہ ہے کہ غلام آزاد کرے کیونکہ یہ بھی کسی کو زندہ کرنے کے مترادف ہے کیونکہ غلام اپنی ذات کے اعتبار سے مفقود اور معدوم ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ۔ — اللہ تعالیٰ نے ایک مملوک غلام کی مثال پیش کی جو کسی چیز پر قادر نہیں۔

پس وہ کلیتاً اپنے مالک کے سپرد ہوتا ہے اس کے تصرفات، حرکات اور سکنات سب کچھ مالک کے اختیار میں ہیں لہٰذا اسے آزاد کرنا نئی زندگی سے ہمکنار کرنا ہے گویا قاتل نے ایک ایسے بندے کو ختم کر دیا جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا اس نے اس کی عبادت کو معطل کر دیا لہٰذا وہ اللہ تعالیٰ کا بھی مجرم ہے لہٰذا اسے حکم ہوا کہ وہ اسی جیسا ایک عبادت گزار بندہ قائم کرے اور یہ کسی غلام کو آزاد کرنے سے ہی ممکن ہو سکتا ہے تاکہ وہ اپنی ذات میں اپنے لیے کسی رکاوٹ کے بغیر تصرف کر سکے لہٰذا معدوم کرنے کے بدلے میں ایجاد کرنا کفارہ ہوگا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کے حق میں ہے۔ بندوں کے حقوق ذاتی ہوں یا مالی، ناموس سے متعلق ہوں یا دل سے یہ خالصتاً ایذاء ہیں۔ اگر وہ نفس سے متعلق ہوں۔ مثلاً اس سے قتل واقع ہوا تو اس کی توبہ مستحقین کو دیت ادا کرنا ہے۔ اس کے ہم نسب ورثاء آقا اور حاکم ان میں سے جو بھی اس کا مستحق ہو لہٰذا جب تک دیت ادا نہیں کرے گا وہ اس جرم سے عہدہ برا نہیں ہو سکتا یہ دیت یا تو عاقلہ (رشتہ دار) ادا کریں یا امام۔ اگر اس کے رشتہ دار نہ ہوں اور خود قاتل ادائیگی کر سکتا ہو تو اس پر صرف ایک مومن غلام کو آزاد کرنا ہے اگر نفلی طور پر دیت دے تو یہ بہتر ہے کیونکہ دیت ہمارے نزدیک رشتہ داروں پر واجب ہے قاتل کی ذمہ داری نہیں یہی صحیح بات ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اگر اس کے رشتہ دار نہ ہوں اور وہ صاحبِ مال ہو تو اس پر ادائیگی واجب ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی قول ہے کیونکہ دیت ابتداء میں قاتل پر واجب ہوتی ہے۔ پھر اس کی آسانی، مدد اور غمخواری کے لیے رشتہ دار اپنے ذمہ لیتے ہیں کیونکہ وہ ایک دوسرے کے وارث ہیں۔ چونکہ یہاں اس کے رشتہ دار نہیں ہیں لہٰذا خود قاتل پر دیت واجب ہوگی بالخصوص جب وہ توبہ کر رہا ہو اور ظلم و تعدی سے باز آتا اور حقوق انسانی کی ادائیگی کرنا چاہتا ہو۔

قتل عمد سے توبہ

اگر جان بوجھ کر قتل کیا ہے تو قصاص کے بغیر خلاصی نہیں ہوگی اسی طرح زخمی کرنے کی صورت میں اگر بدلہ لینا ممکن ہو تو بدلہ ہی لیا جائے گا پھر دیکھا جائے گا اگر قتل نفس ہے تو گفتگو ورثاء سے کی جائے گی اور اس سے کم ہے یعنی کوئی ایذاء پہنچائی ہے تو خود مضروب سے بات کی جائیگی اگر وہ قصاص نہ لینے اور معاف کرنے پر راضی ہو جائیں تو قصاص ساقط ہو جائے اگر معافی کے بدلے مال طلب کریں تو مال دیکر بری الذمہ ہو جائے۔

نامعلوم قاتل

اگر کسی شخص نے کسی دوسرے کو قتل کیا لیکن یہ پتا نہیں چلتا کہ یہی قاتل ہے تو اسے چاہیے کہ مقتول کے وارثوں کے سامنے اقرار کرے اور اپنے بارے میں ان سے فیصلہ مانگے۔ مقتول کا ولی چاہے تو اسے معاف کر دے اور چاہے تو قتل (کا مطالبہ) کر دے یا مال حاصل کرے۔ قاتل کے لیے اپنا جرم چھپانا جائز نہیں کیونکہ یہ محض توبہ سے ساقط نہیں ہوتا۔ اگر اس نے کئی آدمیوں کو مختلف اوقات میں متعدد مقامات پر قتل کیا اور کچھ عرصہ گزر گیا اب نہ ان کے ورثاء کا پتا چلتا ہے اور نہ یہ یاد ہے کہ کتنے افراد کو قتل کیا ہے تو اچھی طرح توبہ کرے اور اپنی اصلاح کرے اور اپنے آپ پر اس طرح حد قائم کرے کہ مجاہدات اور مشقتوں میں مبتلا ہو اپنے اوپر ظلم کرنے والوں کو معاف کرے، غلاموں کو آزاد کرے اپنے مال سے صدقہ و خیرات کرے اور بکثرت نوافل پڑھے تاکہ قیامت کے دن اس کا ثواب مقتولین میں حسب حقوق تقسیم ہو جائے اور وہ نجات پاکر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ساتھ جنت میں داخل ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت نہایت وسیع ہے اور وہ سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔ اس صورت میں جب مقتولین کے ورثاء کا پتا نہ چلے تو لوگوں کے سامنے مقتولین کے قتل، ان کو زخمی کرنے اور لوٹنے کا ذکر نہ کرے کیونکہ وہ مستحقین پر مطلع نہیں ہو سکتا تاکہ ان کا حق ادا کرے یا ان سے معافی کا خواستگار ہو لہٰذا وہ اعمال صالحہ میں مشغول ہو جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

اسی طرح اگر اس نے زنا کیا یا چوری کی لیکن صاحب مال کا پتا نہیں یا ڈاکہ ڈالا لیکن یہ معلوم نہیں کہ کس کا مال لوٹا یا کس عورت سے از نا نہیں کیا بلکہ مباشرت کی جس پر حد یا تعذیر واجب نہیں ہوتی تو اب توبہ کے صحیح ہونے کے لیے ضروری نہیں کہ وہ اپنے آپ کو ذلیل و رسوا کرتا پھرے اور اپنا پردہ اٹھائے اور حاکم بادشاہ سے اپنے اوپر حد کے نفاذ کا مطالبہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ نے جو اس کی پردہ پوشی کی ہے اسی پردے میں رہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرے اور مختلف قسم کے مجاہدوں میں مشغول ہو مثلاً دن کو روزے رکھے۔ مباح چیزوں اور لذتوں کو کم کر دے رات کو نماز پڑھے۔ قرآن پاک کی قرأت کرے، کثرت سے تسبیح پڑھے اور پرہیزگاری اختیار کرے اور اس کے علاوہ نیک اعمال میں مشغول ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص ان گناہوں میں سے کسی گناہ کا مرتکب ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کی پردہ پوشی سے پوشیدہ رکھنا چاہیے۔ ہمارے سامنے ان گناہوں کو ظاہر نہ کرے کیونکہ جو آدمی گناہوں کے ساتھ ہمارے سامنے آئیگا ہم اس پر اللہ تعالیٰ کی حدود نافذ کریں گے

اور اگر اس نے ہماری اس بات کے برعکس اپنا معاملہ حاکم کے سامنے پیش کر دیا اور اس نے اس پر حد قائم کر دی تو یہ درست ہوگی اور اس کی توبہ بھی صحیح ہو جائیگی وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہوگا گناہ کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوگا اور گناہ کی آلائشوں سے پاک ہو جائے گا۔

مالی حقوق کی ادائیگی اور توبہ

اگر کسی کا مال بایں طور حاصل کیا کہ اسے غصب کیا، چوری کی، ڈاکہ ڈالا کسی امانت یا اُدھار میں خیانت کی یا سودا بیچنے کے لیے دھوکے سے کام لیا اور اس کا عیب چھپایا یا مزدور کی مزدوری میں کمی کی یا اس کی پوری مزدوری روک لی تو ان تمام باتوں کی تفتیش کرے اور یہ تفتیش بالغ ہونے کے وقت سے نہیں بلکہ جب سے یہ جرم پایا گیا بالغ ہونے اور عقل و تمیز کے حصول کے بعد ہو یا اس سے پہلے جب وہ اپنے ولی یا وصی کی پرورش میں تھا اور اس نے اس کے مال کو اپنے مال کے ساتھ ملا دیا اور پھر اس ہی (دینی) سُستی کے باعث کوئی احتیاط نہ کی کیونکہ وہ خود ظالم اور دین کو تلف کرنے والا تھا لہٰذا یہ حرام مال بچے کے مال کے ساتھ مل گیا کبھی تو بچے کے فعل سے ایسا ہوتا ہے اور کبھی وصی کے ظلم کی وجہ سے۔ اب وہ بچہ بالغ ہونے کے بعد توبہ کرنا چاہتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ تفتیش کر کے لوگوں کے حقوق واپس کر کے شبہات اور حرام سے اپنے مال کو پاک کرے۔ جب یہ جرم ہوا اس وقت سے ایک ایک دانے اور ایک ایک ذرّے کا حساب لگائے ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں موت آجائے اور اس نے ابھی تک حساب نہ کیا ہو اور قیامت کے دن وہ اسی بے خبری اور غفلت کی حالت میں پیش ہو کہ نہ تو اس نے ثواب کمایا اور نہ اپنے نامۂ اعمال کو پاک کیا اس حالت میں اس سے سوال کیا جائے تو اس کا جواب قابلِ سماعت نہ ہو اس وقت وہ پشیمان ہو جائے لیکن اب اس ندامت کا کوئی فائدہ نہ ہوگا اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا چاہے گا لیکن اس کی اجازت نہیں ملے گی، معذرت کرنا چاہے گا لیکن اس کا کوئی عذر قبول نہیں ہوگا مہلت طلب کرے گا مگر مہلت نہیں ملے گی۔ شفاعت طلب کرے گا لیکن حاصل نہ ہوگی۔

یہ تمام باتیں اس چیز کا نتیجہ ہیں کہ اس نے دنیوی زندگی میں کوتاہی کی بیداری اور ہوشیاری کی حالت میں نفسانی آرزوؤں کے درپے اور حریص رہا، خواہشات اور شیطان کی اتباع کی، اپنے رب کی اطاعت اور اس کی بارگاہ سے روگردانی کرتا رہا حکم خداوندی قبول کرنے میں تاخیر سے کام لیا اور اس کی نافرمانی اور مخالفت میں جلدی کرتا رہا۔ یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن اس کا حساب طویل ہوگا۔ ہلاکت و گریہ بہت زیادہ ہوگا۔ اس کی کمر (بارِ گناہ سے) ٹوٹ جائے گی، سرنگوں ہو جائیگا اور شرمندگی بہت زیادہ ہوگی نیز اس کی حجت اور دلیل منقطع ہو جائے گی۔ اس کی نیکیاں لے لی جائیں گی، گناہ دو چند ہو جائیں گے، اس کی (دینی) تجارت میں نقصان ہوگا۔ بالکل خالی ہاتھ رہ جائے گا اور اللہ تعالیٰ کا غضب اور پکڑ نہایت سخت ہوگی۔ فرشتے اسے پکڑ کر دوزخ کی طرف لے جائیں گے جسے اس نے خود اپنے لیے تیار کیا ہے۔ اس نے اپنے آپ کو عذاب اور ہلاکت میں ڈالا اور عذاب جہنم میں قارون، فرعون اور ہامان کے ہم پلہ ہوگا۔ کیونکہ بندوں پر ظلم سے چشم پوشی نہیں کی جاتی اور نہ وہ معاف ہوتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے "بے شک بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کیا جائیگا، اس کی نیکیاں پہاڑوں کی مثل ہونگی اور نیکیاں سلامت رہیں تو وہ اہلِ جنت سے ہوگا لیکن جن پر اس نے ظلم کیا ہوگا وہ کھڑے ہوں گے کسی کو اس نے گالی دی ہوگی، کسی کا مال چھینا ہوگا کسی کو مارا ہوگا پس اس کے اعمال صالحہ بدلے میں دے دیے جائیں گے اور اس کے پاس کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔ فرشتے عرض کرینگے یا رب! اس کی نیکیاں ختم ہو گئی ہیں اور بہت سے مطالبہ کرنے والے باقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیگا اُن کی برائیاں اس کی برائیوں میں ملا دو اور اس کے لیے دوزخ میں جانے کا ایک پروانہ لکھو اس طرح وہ دوسروں کی برائیوں کے سبب ہلاک ہوگا کیونکہ ظلم کی وجہ سے ظالم کی نیکیاں مظلوم کی طرف منتقل ہو جائیں گی۔

اعمال کے تین دفتر

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعمال کے تین دفتر ہیں ایک دفتر وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ بخش دیگا دوسرا دفتر بخشا نہیں جائیگا اور تیسرے دفتر سے کچھ بھی باقی نہیں چھوڑے گا وہ دفتر جسے اللہ تعالیٰ نہیں بخشے گا وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّہٗ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰہِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ الْجَنَّۃَ وَمَاْوٰىہُ النَّارُ۔

بے شک جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرائے اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت کو حرام کر دیا اور اس کا ٹھکانا آگ ہے

وہ دفتر اعمال جسے اللہ تعالیٰ بخش دے گا وہ بندے کا اپنے اوپر ظلم کرنا ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کے حقوق سے تعلق رکھتا ہے اور وہ دفتر جس میں سے کچھ بھی نہیں چھوڑے گا وہ بندوں کا ایک دوسرے پر ظلم کرنا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو قیامت کے دن میری امت میں سے نماز روزہ ادا کرنے کے باوجود کون مفلس ہوگا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں مفلس وہ ہوتا ہے جس کے پاس نہ روپے پیسے ہوں نہ سامان — نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے وہ شخص مفلس ہوگا جو قیامت کے دن نماز روزے کے ساتھ آئے گا لیکن اس نے کسی کو گالی دی ہوگی کسی پر زنا کی تہمت لگائی ہوگی کسی کا مال کھایا ہوگا کسی کا خون بہایا ہوگا کسی کو مارا ہوگا پس اس کی نیکیاں ان مظلومین میں تقسیم کر دی جائیں گی اور جب اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو ان لوگوں کے گناہ اس کے کھاتے میں ڈالے جائیں گے، پھر اسے جہنم میں ڈال دیا جائیگا۔

توبہ میں جلدی کرنا

گناہ گار کو چاہیے کہ توبہ کرنے میں جلدی کرے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (توبہ میں) "تاخیر کرنے والے ہلاک ہوئے جو کہتے ہیں ہم عنقریب توبہ کریں گے"

"حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد" بَلْ یُرِیْدُ الْاِنْسَانُ لِیَفْجُرَ اَمَامَہٗ "بلکہ آدمی چاہتا ہے کہ اس کی نگاہ کے سامنے بدی کرے) کے بارے میں فرماتے ہیں کہ انسان گناہ کو مقدم کرتا ہے اور توبہ میں تاخیر کرتا ہے اور کہتا ہے میں عنقریب توبہ کروں گا یہاں تک کہ اسے موت آجاتی ہے اور وہ اسی برائی پر قائم ہوتا ہے اور اسی حالت میں مر جاتا ہے۔

حضرت لقمان حکیم نے اپنے بیٹے سے فرمایا " اے بیٹے! کل تک توبہ کو مؤخر نہ کرو کیونکہ موت اچانک آئے گی لہٰذا ہر شخص پر لازم ہے کہ صبح و شام توبہ کرے"۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو شخص صبح اور شام کے وقت توبہ نہ کرے وہ ظالموں میں سے ہے۔

توبہ کی دو صورتیں

توبہ کی دو صورتیں ہیں ایک حقوق العباد سے متعلق ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے اور دوسری ان امور سے متعلق ہے جو تمہارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہیں۔ ان گناہوں سے توبہ زبان کے ساتھ بخشش مانگنا اور دل سے ندامت کا اظہار کرنا ہے اور اس بات کا قصد کرنا کہ آئندہ اس قسم کا گناہ نہیں کرے گا جس طرح ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔ لہٰذا گناہ و ظلم سے توبہ کرنے والے کو نیکیاں بڑھانے میں انتہائی کوشش کرنی چاہیے تاکہ اگر قیامت کے دن اس سے بدلہ لیا جائے اور اس کی نیکیاں لے کر مظلومین کے کھاتے میں ڈالی جائیں تو یہ نیکیاں (کم از کم) مظالم کے برابر تو ہوں ورنہ دوسروں کی بُرائیوں کے سبب ہلاک ہوگا اور یہ اس وقت ہو سکتا ہے جب تمام زندگی اعمال صالحہ میں مصروف رہے۔ اگر مظالم کی عمر، نیکیوں کی مدت سے بڑھ جائے تو کیا حال ہوگا؟ حالانکہ موت ہر وقت پیچھے لگی ہوئی ہے اور بعض اوقات تو موت قریب ہوتی ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آرزوؤں کے حاصل ہونے، عمل کو خالص کرنے نیت کو صحیح رکھنے اور حلال لقمہ حاصل کرنے سے پہلے ہی موت آگھیرتی ہے بنا بریں اُسے لازم ہے کہ توبہ میں جلدی کرے اور اپنی پوری کوشش صرف کرے۔ تمام مظالم اور جن جن پر ظلم کیا ایک ایک کا نام لکھے اور اطراف عالم میں اور شہروں میں چل پھر کر انھیں تلاش کر کے ان سے معافی مانگے اور ان کے حقوق ادا کرے اگر ان کو نہ پائے تو ان کے ورثاء کے پاس جائے اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرے اس کی رحمت کی امید رکھے توبہ کرے اور ہر اس چیز کو اُکھاڑ پھینکے جسے اس کا مالک (اللہ تعالیٰ) ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی رضا حاصل کرنے میں جلدی کرے اگر اس حالت میں اُسے موت آجائے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر و ثواب پائے گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:-

وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ۔

اور جو شخص اپنے گھر سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کرتا ہوا نکلا اور اسے موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ پر ہوگا۔

صحیح بخاری و مسلم میں متفق علیہ روایت ہے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم سے پہلے لوگوں میں ایک شخص تھا جس نے ننانوے قتل کیے پھر اس نے سب سے بڑے عالم سے (توبہ کے بارے میں) پوچھا تو اس نے اسے ایک راہب کے پاس بھیجا۔ وہ راہب کے پاس گیا اور بتایا کہ اس نے ننانوے قتل کیے ہیں کیا توبہ کی کوئی صورت باقی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ قاتل نے اسے بھی قتل کر دیا اور سو کی تعداد پوری کر دی پھر کسی بڑے عالم کے بارے میں پوچھا اس کو ایک عالم کا پتا بتایا گیا۔ وہ اس کے پاس گیا اور بتایا کہ میں نے ایک سو انسانوں کو قتل کیا ہے کیا میری توبہ قبول ہوگی؟ اس عالم نے کہا ہاں (ضرور ہوگی) تیرے اور تیری توبہ کے درمیان کون حائل ہو سکتا ہے۔ فلاں علاقے میں چلا جا وہاں کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہیں تو بھی ان کے ساتھ مل کر عبادت کر۔ لیکن اپنے علاقے کی طرف نہ لوٹنا کیونکہ یہ بُری زمین ہے چنانچہ وہ چلا گیا۔ ابھی نصف راستہ طے کیا تھا کہ اسے موت آگئی اب اس کے بارے میں رحمت اور عذاب کے فرشتے باہم جھگڑنے لگے۔ رحمت کے فرشتوں نے کہا یہ توبہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر آیا تھا۔ جبکہ عذاب کے فرشتوں نے کہا اس نے کوئی نیک کام نہیں کیا پس ان کے پاس ایک

فرشتہ انسانی شکل میں آیا جسے انھوں نے اپنا ثالث بنایا اس نے کہا زمین کی پیمائش کرو جدھر فاصلہ کم ہوگا اسے ادھر ہی شمار کیا جائے گا۔ انھوں نے پیمائش کی تو جدھر وہ جارہا تھا اس طرف فاصلہ کم تھا چنانچہ رحمت کے فرشتوں نے اس کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ نیک زمین کی طرف ایک بالشت زیادہ تھا چنانچہ اسے ان لوگوں میں شمار کیا گیا۔ ایک روایت میں ہے اللہ تعالیٰ نے ادھر والی زمین کو حکم دیا کہ وہ دور ہو جائے اور (جدھر وہ جارہا تھا) ادھر والی زمین سے فرمایا قریب ہو جا پھر فرمایا ان دونوں کے درمیان پیمائش کرو انھوں نے ایک بالشت قریب پایا چنانچہ اسے بخش دیا گیا۔

یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ توبہ کی طرف اس کا قصد و ارادہ، کوشش اور نیت نے اسے نفع دیا اور یہ بات بھی واضح ہوئی کہ جب تک میزانِ حساب میں نیکیوں کا پلڑا بھاری نہ ہوگا اگرچہ ایک ذرے کی مثل ہو اس وقت تک چھٹکارا نہیں ہو سکتا لہٰذا توبہ کرنے والے کو اپنی نیکیوں اور نوافل میں اضافہ کرنا چاہیے تاکہ قیامت کے دن ان کے ساتھ اپنے مخالف کو راضی کر سکے اور فرائض کو قبولیت کا شرف حاصل ہو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: نوافل بکثرت پڑھو ان سے فرائض کو بلندی حاصل ہوتی ہے یا جس طرح آپ نے (دوسری حدیث میں) فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحیح اور پکا وعدہ کرے کہ وہ کبھی بھی ان گناہوں اور ان جیسی غلطیوں کی طرف نہیں لوٹے گا اور گوشہ نشینی، خاموشی، کم کھانے، کم سونے، حلال روزی حاصل کرنے، حرام اور شبہ والی چیزوں سے بچنے کے ذریعے اس مقصد پر مدد چاہے حلال روزی کا حصول یا تو کسبِ حلال کے ذریعے ہو سکتا ہے یا وراثت اور کسی دوسرے حلال سبب سے مال حاصل ہو اگر وراثت کے ذریعے حاصل ہونے والے مال میں شبہ ہو یا وہ مال حرام ہو تو اسے الگ کر دے اور اس سے نہ کھائے اور نہ ہی اس سے لباس پہنے۔ کیونکہ تمام گناہوں کی جڑ حرام ہے اور دین کا سرمایہ حلال مال، پرہیزگاری اور صاف ستھرا لقمہ ہے پس انسان سے جو بھی بھلائی اور برائی سرزد ہوتی ہے لقمہ کے سبب سے ہوتی ہے۔ حلال لقمہ بھلائی پیدا کرتا ہے جبکہ حرام لقمہ میں برائی پیدا ہوتی ہے جس طرح ہنڈیا میں جو کچھ پکایا جاتا ہے پکنے کے بعد اسی کی خوشبو واضح ہوتی ہے اور برتن سے وہی چیز باہر آتی ہے جو اس میں ہوتی ہے۔

علماء کی مجالس اختیار کرنا

توبہ کرنے والے کو فقہا اور علماء کی مجالس میں بکثرت بیٹھنا چاہیے تاکہ وہ دینی معاملات میں ان سے استفادہ کرے اور وہ اسے راہِ الٰہی پر چلنا سکھائیں عبادت خداوندی اور اس کے احکام کی تعمیل میں قائم رہنے کے آداب بتائیں اور سلوک و معرفت کی جو باتیں اس پر پوشیدہ ہیں ان سے اسے آگاہ کریں جو شخص راہ سے ناواقف ہو اسے دلیل کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کی رہنمائی کرے ایسے مرشد کی حاجت ہوتی ہے جو اس کو راستہ دکھائے اور ایسا ہادی چاہیے جو اسے ہدایت سے ہمکنار کرے نیز ایک قائد ہو جو اس کی قیادت کرے۔ ان تمام باتوں میں سچائی اور اخلاص اختیار کرنا اور مجاہدہ میں کوشش کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ — اور وہ لوگ جو ہمارے راستہ میں کوشش کرتے ہیں ہم انھیں اپنے راستے دکھاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے راستے میں سچی کوشش کرنے والے کو اس نے ہدایت کی ضمانت دی ہے جب ان تمام باتوں

میں سچا ہوگا تو ہدایت نایاب نہیں ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ وعدے کے خلاف نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں اور وہ سب سے بڑا مہربان ہے۔ اپنی مخلوق پر بہت زیادہ رحم فرمانے والا اور احسان کرنے والا ہے جو لوگ اس کی طرف جاتے ہیں ان کی مدد کرتا اور توفیق دیتا ہے اور پیٹھ پھیرنے والوں رُوگردانی کرنے والوں کو نہایت نرمی سے اپنی طرف بلاتا ہے۔ بندوں کی توبہ سے اس طرح راضی ہوتا ہے جس طرح کوئی ماں اپنے بیٹے کے آنے پر خوش ہوتی ہے جب وہ دور دراز کے سفر سے آئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی ایک کی توبہ سے اُس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے کہ جب کوئی آدمی نہایت خطرناک جنگل سے گزرتا ہے اور اس کے ساتھ سواری ہوتی ہے جس پر کھانے پینے اور دیگر ضروریات کا سامان ہوتا ہے پھر وہ سواری گم ہو جاتی ہے وہ اسے ڈھونڈنے نکلتا ہے حتیٰ کہ موت کے قریب پہنچ جاتا ہے اور کہتا ہے میں وہاں ہی جاتا ہوں جہاں وہ سواری مجھ سے گم ہوئی ہے میں وہاں ہی مروں گا چنانچہ وہ اسی جگہ لوٹ آتا ہے اور اس پر نیند غالب آجاتی ہے وہ ایک گھڑی کے لیے آنکھیں بند کرتا ہے جب بیدار ہوتا ہے تو اچانک سواری اس کے سرہانے کھڑی ہوتی ہے۔ اس وقت اس مسافر کی خوشی کا کیا ٹھکانہ ہوگا۔

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سُنا اور آپ صادق تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی بندہ گناہ کرتا پھر وہ کھڑا ہوتا ہے وضو کرکے نماز پڑھتا اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی بخشش مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ (کے ذمہ کرم) پر اس کا حق ہے کہ اسے بخش دے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۔

اور جو کوئی بُرائی یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے بخشش چاہے تو اللہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔

غصب شدہ مال سے توبہ

اگر موجودہ مال کسی سے چھینا ہوا ہو تو اسے اس کے مالک کی طرف لوٹا دیا جائے یا اس کے ورثاء کو دے دیا جائے جس طرح پہلے بیان ہوا اور اگر مالک کا پتا نہ چلے تو صاحب مال کی طرف سے صدقہ کر دے اگر حلال مال میں حرام شامل ہو جائے جس طرح اس وراثت میں چھینا ہوا مال شامل ہوا تو حساب لگائے ، حرام مال کی مقدار جاننے کی کوشش کرے اور اسے صدقہ کر دے اور باقی اپنے لیے اور اپنے اہل وعیال کے لیے چھوڑ دے۔

بے آبرو کرنے سے توبہ

جہاں تک عزت وناموس کا تعلق ہے تو اس ضمن میں کسی کو اس کے منہ پر گالی دینا یہ قلبی گناہ ہے۔ اسی طرح لوگوں کی غیبت کرنا اور بُرے الفاظ سے ان کو یاد کرنا نیز جس غیبت سے ان کی برائی ہوتی ہے۔ یہ سب گناہ ہیں ہر وہ بات جو کسی کے منہ پر نہ کہی جا سکے اگر یہی بات پس پشت کہے گا تو غیبت ہوگی۔

اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے یاد رکھے اور معافی مانگے اگر وہ لوگ جن کی غیبت کی گئی ہو ایک جماعت ہو تو فرداً فرداً ہر ایک سے معافی طلب کرے اور اگر ان میں سے کوئی شخص اس سے پہلے فوت ہو چکا ہے تو اعمال صالحہ کی کثرت کے ساتھ اس کا تدارک کرے جس طرح پہلے ذکر کیا گیا یہ بات اس وقت ہے جب انہیں اس غیبت کا علم ہو گیا اگر ان تک یہ بات نہیں

پہنچی تو ان سے معافی مانگنے کی ضرورت نہیں بلکہ جائز ہی نہیں کیونکہ اس صورت میں انکے دلوں کو دکھ پہنچے گا بلکہ جب وہ لوگ اس کے پاس آئیں تو ان کے سامنے اپنے آپ کو جھٹلاتے ہوئے ان کی تعریف و توصیف کرے۔

مظالم کا تدارک

گنہگار آدمی نے جس کی غیبت کی ہے اسے تمام مظالم تفصیل سے نہ بتائے اور نہ ہی اس کی مقدار بتا کر معافی کا طلبگار ہو بلکہ اجمالی طور پر بتائے کیونکہ ممکن ہے جب مظلوم کو تمام تفصیل کا علم ہو تو وہ معاف کرنا پسند نہ کرے بلکہ اسے قیامت تک انتظار رکھے تاکہ بطور بدلہ ظالم کی نیکیاں حاصل کرے یا اپنے گناہ اس کے کھاتے میں ڈال دے اور اگر اس نے ایسے گناہ کا ارتکاب کیا ہے کہ بتانے کی صورت میں وہ مظلوم کے لیے سخت ایذاء کا باعث بنتا ہے جس طرح اس کی لونڈی یا بیوی سے زنا کرنا یا زبان سے کسی ایسے مخفی عیب کی طرف نسبت کرنا تو اس صورت میں مبہم طور پر معافی طلب کرے اور اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں پھر اس کا جو حق رہ جائے گا اس کا نیکیوں کے ذریعے ازالہ کرے جس طرح میت اور مفقود کی حق تلفی کا ازالہ کیا جاتا ہے اگر کسی دوسرے کی حق تلفی کی اور اسے معلوم نہیں لیکن (صورتحال یہ ہے) اگر اسے معلوم ہو جائے تو معاف کرنے کے لیے تیار نہ ہو یا اسے خوف ہو کہ وہ اس کا مقابلہ کرے گا تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے ساتھ نرمی برتتے اس کے کاموں اور حاجتوں کے پورا کرنے میں اس کا ہاتھ بٹائے اس سے محبت اور شفقت کا اظہار کرے تاکہ اس کا دل اس کی طرف مائل ہو جائے۔ کیوں کہ انسان، احسان کا بندہ ہے اور جو شخص برائی کے سبب نفرت کرتا ہے نیکی کے ذریعے مائل ہو جاتا ہے اور لوٹ آتا ہے اگر یہ بھی مشکل ہو تو کثرت کے ساتھ نیکیوں کے حصول کی کوشش کرے تاکہ قیامت کے دن اس کی حق تلفی کا بدلہ دے سکے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہی اس کے بارے میں فیصلہ فرمائے گا اور اگر مظلوم قبول نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس پر ان کا قبول کرنا لازم کر دے گا۔ جس طرح اس نے دنیا میں کسی کا مال ضائع کیا پھر اس کی مثل لے کر آیا لیکن حقدار نے اسے قبول کرنے اور اس کو بری الذمہ قرار دینے سے انکار کر دیا تو حاکم اس مال پر قبضہ کرنے کا فیصلہ کرے گا صاحب حق چاہے یا نہ ــــــ اسی طرح اللہ تعالیٰ قیامت کے میدان میں بھی فیصلہ فرمائے گا اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے اور سب سے زیادہ انصاف کرنے والا ہے۔

پرہیزگاری اختیار کرنا

جب لوگوں پر کیے گئے مظالم کا بدلہ چکا دے اور اپنے خاص حالات میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے فارغ ہو جائے تو زہد و تقویٰ کا راستہ اختیار کرے کیونکہ اس کے ذریعے وہ دنیا اور آخرت میں بندوں سے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے چھٹکارا حاصل کر سکتا ہے اور اس کے ساتھ قیامت کے دن عذاب میں تخفیف ہو گی کیونکہ قیامت کا حساب بندوں کے باہمی حقوق اور ان معاملات کے بارے میں ہوگا جو مخلوق کے درمیان غیر شرعی طور پر جاری ہوئے اور جو شخص دنیا میں اپنا محاسبہ کرے، مخلوق سے صرف اپنا حق حاصل کرے، جو اس کا حق نہیں اس سے اعراض کرے اور قیامت کے دن طویل حساب سے ڈر محسوس کرے تو اس کا حساب کس بات پر ہوگا۔ (یعنی نہیں ہوگا) حدیث شریف میں ہے اللہ تعالیٰ حیاء فرماتا ہے کہ قیامت کے دن پرہیزگار لوگوں کا حساب لے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اپنے نفسوں کا محاسبہ کرو اس سے پہلے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے اور وزن کیے جانے سے پہلے وزن کرو"۔ اور آپ نے ارشاد فرمایا: "غیر ضروری باتوں کو چھوڑ دینا انسان کے اسلام کی عمدہ خصلت ہے"۔ اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہر چیز میں توقف کرے اور شرعی اجازت کے بغیر اس کی طرف قدم نہ بڑھائے۔ اگر اسے حاصل کرنے کے لیے شریعت میں گنجائش پائے تو حاصل کرے ورنہ اسے چھوڑ کر دوسری بات کی طرف مائل ہو جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "شک والی بات کو چھوڑ کر غیر مشکوک بات کو اپناؤ"۔ اور آپ نے ارشاد فرمایا: "مومن توقف کرنے والا اور منافق (بے پروائی سے) نگلنے والا ہے"۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اگر تم اتنی نمازیں پڑھو کہ کمان کی طرح ہو جاؤ (کمر جھک جائے) اور اس قدر روزے رکھو کہ زِہ کی طرح (کمزور) ہو جاؤ تب بھی شفا بخش پرہیزگاری کے بغیر فائدہ نہ ہوگا" دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا: "مؤمن جستجو کرنے والا ہوتا ہے"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو شخص اس بات کی پروا نہ کرے کہ اس کا کھانا پینا کہاں سے ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس بات کی طرف پروا نہیں فرماتا کہ اس کو جہنم کے کس دروازے سے داخل کرے"۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "اے لوگو! تم میں سے کوئی شخص اپنا رزق مکمل کیے بغیر نہیں مرتا لہٰذا رزق حاصل کرنے میں جلدی نہ کرو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اچھی طرح طلب کرو حلال رزق حاصل کرو اور حرام چھوڑ دو"۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر کوئی شخص حرام مال کما کر صدقہ دیتا ہے تو اسے کوئی اجر نہیں دیا جاتا وہ اس میں سے جو کچھ خرچ کرتا ہے اس میں برکت نہیں ہوتی اور جو کچھ چھوڑ کر جاتا ہے وہ جہنم کی طرف زادِ راہ ہوتا ہے"۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتا بلکہ برائی کو بھلائی سے مٹاتا ہے"۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اے میرے بندے! جو کچھ میں نے تم پر فرض کیا اسے ادا کرو میرے بہت زیادہ عبادت گزار بندوں میں سے ہو جاؤ گے اور جن باتوں سے میں نے روکا ان سے رک جاؤ تمام لوگوں میں سے زیادہ پرہیزگار ہو جاؤ گے میرے دیے ہوئے رزق پر قناعت کرو سب سے زیادہ غنی ہو جاؤ گے"۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "پرہیزگار ہو جاؤ سب سے زیادہ عبادت گزار ہو جاؤ گے"۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا: "پرہیزگاری کا ایک ذرہ، ایک ہزار مثقال روزے اور نماز سے بہتر ہے"۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی اور فرمایا: "لوگ مجھ سے پرہیزگاری کے ساتھ جس قدر قرب حاصل کرتے ہیں اس قدر کسی دوسری بات کے ذریعے مقرب نہیں ہوتے"۔

کہا گیا ہے کہ ایک درہم چاندی کا چھٹا حصہ واپس لوٹانا چھ سو مقبول حج کرنے سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل ہے۔ ایک قول ستر مقبول حج کرنے کے بارے میں ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کل (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ کے ہمنشین پرہیزگار اور متقی لوگ ہوں گے حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک حرام پیسہ چھوڑ دینا ایک سو پیسہ صدقہ کرنے سے افضل ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ہے کہ آپ شام کے علاقہ میں تھے اور حدیث شریف لکھتے تھے آپ کا قلم ٹوٹ گیا آپ نے کسی سے مستعار قلم لیا۔ جب لکھنے سے فارغ ہوئے تو بھول گئے اور قلم اپنے قلمدان میں رکھ دیا جب

مرد کی طرف واپس آئے تو قلم دیکھا اور پہچان لیا چنانچہ شام کی طرف جانے کا ارادہ کر لیا تا کہ قلم واپس کرایا جائے۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ نے فرمایا حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی، اور ان دونوں کے درمیان کچھ شُبہے والی چیزیں ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے پس جو شخص مشتبہ چیزوں سے بچا اس نے اپنے دین اور عزت کو محفوظ کر لیا۔ اور جو آدمی ان شُبہ والی چیزوں سے نہ بچا وہ حرام میں پڑ گیا جس طرح چرواہا جو کھیتی کے اردگرد چراتا ہے قریب ہے کہ اس کے اندر چلا جائے بے شک ہر بادشاہ کی ایک (ممنوعہ) چراگاہ ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی (ممنوعہ) چراگاہ حرام کردہ اشیاء ہیں، سنو! بے شک جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ صحیح ہوتا ہے تو تمام جسم صحیح ہوتا ہے اور جب وہ خراب ہوتا ہے تو تمام جسم خراب ہوتا ہے خبردار وہ گوشت دل ہے۔"

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے اور اسلام کی حدود پرہیز گاری، تواضع، صبر اور شکر ہیں۔ پس پرہیز گاری تمام امور کا ستون ہے۔ صبر، جہنم سے نجات (کا باعث) ہے اور شکر جنت میں جانے کا سبب ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد سے ایک بچے کو دیکھا جو کعبۃ اللہ سے ٹیک لگائے لوگوں کو وعظ کر رہا تھا۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہو گئے اور فرمایا دین کا ستون کیا ہے؟ اس بچے نے جواب دیا "پرہیز گاری" پوچھا دین کی مصیبت کیا ہے؟ جواب دیا "طمع" اس پر حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بہت مسرور ہوئے۔

پرہیز گاری کی اقسام

حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پرہیز گاری دو قسم کی ہے۔ ایک پرہیز گاری فرض ہے اور دوسری پرہیز گاری اجتناب سے تعلق رکھتی ہے۔ فرض پرہیز گاری، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے رُک جانا ہے اور اجتنابی پرہیز گاری حرام چیزوں میں شبہات سے بچنا ہے۔ عام لوگوں کی پرہیز گاری حرام اور شُبہ والی چیزوں سے بچنا ہے اور یہ وہ چیز ہے جس پر مخلوق کو انجام بد کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور شریعت کا اس میں مطالبہ ہوتا ہے۔ خاص لوگوں کی پرہیز گاری ہر اس چیز سے پرہیز کرنا ہے جس میں خواہشات کا دخل ہو اور نفس اس کی آرزو کرے اور لذت محسوس کرے۔ خاص الخاص لوگوں کی پرہیز گاری ہر اس چیز سے بچنا ہے جس میں ارادے اور دکھاوے کا دخل ہو۔ پس عام لوگوں کی پرہیز گاری دنیا چھوڑنے میں ہے خاص لوگوں کی پرہیز گاری اعلیٰ جنت کو ترک کرنے میں ہے جبکہ خاص الخاص لوگوں کی پرہیز گاری دنیا کے علاوہ بھی ہر اس چیز کو ترک کر دینا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پرہیز گاری کی دو صورتیں ہیں ایک ظاہری پرہیز گاری ہے یعنی اللہ تعالیٰ (کی رضا) کے بغیر حرکت نہ کرے اور دوسری باطنی پرہیز گاری، اور وہ یہ ہے کہ تیرے دل میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا کچھ بھی نہ داخل ہو۔ انھوں نے مزید فرمایا جو شخص پرہیز گاری کے بارے میں باریک بینی سے کام نہیں لیتا اسے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا اور اس کو بہت بڑی عطاء بھی حاصل نہیں ہوتی۔ کہا گیا ہے جو شخص پرہیز گاری میں باریک بینی سے کام لیتا ہے قیامت میں اس کا مرتبہ بڑا ہوتا ہے۔ ایک قول میں ہے سونے اور چاندی میں پرہیز گاری اختیار کرنے سے گفتگو میں پرہیز گاری اختیار کرنا بہتر ہے اور سرداری کی حالت میں زہد و تقویٰ اختیار کرنا سونے اور چاندی میں پرہیز گاری سے افضل ہے کیونکہ تم سونے

اور چاندی کو حصولِ ریاست میں خرچ کرتا ہے۔

حضرت ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ پرہیز گاری، زُہد کی پہلی سیڑھی ہے جس طرح صبر رضائے الٰہی کی انتہا ہے۔

حضرت ابو عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، پرہیز گاری کا ثواب، حساب کے آسان ہونے کی صورت میں (ظاہر ہوتا) ہے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پرہیز گاری کا مطلب کسی تاویل کے بغیر علم کی حد پر ٹھہر جانا ہے۔

حضرت ابن جلا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو شخص فقر کی حالت میں پرہیز گاری اختیار نہیں کرتا وہ واضح طور پر حرام کھاتا ہے۔

حضرت یونس بن عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پرہیز گاری ہر شبہے والی چیز سے نکلنے اور ہر لمحہ نفس کا محاسبہ کرنے کا نام ہے۔

حضرت سُفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس سے زیادہ آسان پرہیز گاری میں نے نہیں دیکھی کہ جب کوئی چیز تیرے دل میں کھٹکے تو تُو اسے ناپسند کرے۔ یہی بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی ہے آپ فرماتے ہیں "گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تو اُس پر لوگوں کی آگاہی کو ناپسند کرے اور یہ اس وقت ہوتا ہے کہ جب اس کی وجہ سے سینے میں کشادگی نہ ہو اور دل میں کچھ محسوس ہو۔"

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے "گناہ دلوں کا کٹنا ہے"۔

یعنی تیرے سینے میں کچھ کھٹکے اور دل کو اطمینان حاصل نہ ہو تو تُو اس سے پرہیز کر۔ اسی سے ایک حدیث ہے۔ آپ نے فرمایا "دل کے کھٹکوں سے اپنے آپ کو بچاؤ کیونکہ یہ گناہ ہیں"۔ آپ ہی کا ارشاد ہے "شبے والی چیز کو چھوڑ کر غیر مشتبہ چیز کو اختیار کر و۔"

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تعریف کرنے سے بھی زبان کو محفوظ رکھ جس طرح کسی کی مذمت سے زبان کو بچاتا ہے۔

حضرت بشر بن حارث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا سخت ترین اعمال تین ہیں۔

(۱) قلیل مال میں سے سخاوت کرنا۔ (۲) تنہائی میں پرہیز گاری اختیار کرنا۔ (۳) اور اس وقت کلمۂ حق کہنا جب ڈر اور امید جمع ہوں۔

کہا گیا ہے کہ بشر بن حارث حافی رحمۃ اللہ علیہ کی ہمشیر حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوئیں اور عرض کیا اے امام! ہم اپنی چھتوں پر سوت کاتتی ہیں اس وقت ہم پر روشنی کا ایک شعلہ گزرتا ہے۔ کیا ہمارے لیے اس کی روشنی میں سوت کاتنا جائز ہے۔ انھوں نے پوچھا تُو کون ہے اللہ تجھے معاف کرے۔ اس نے کہا میں بشر بن حارث کی بہن ہوں۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ رو پڑے اور فرمایا تمہارے گھر سے تقویٰ برآمد ہوتا ہے تُو اس کی روشنی میں سُوت نہ کات۔

حضرت علی العطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں بصرہ کی ایک سڑک پر جارہا تھا تو دیکھا کہ کچھ مشائخ بیٹھے ہوئے ہیں اور بچے کھیل رہے ہیں میں نے کہا تم ان بزرگوں سے حیاء کیوں نہیں کرتے۔ اس پر ان میں سے ایک بچے نے کہا ان مشائخ کی پرہیز گاری کم ہے لہٰذا ان کی ہیبت بھی کم ہو گئی ہے۔

قصہ کیا جاتا ہے کہ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ بصرہ میں چالیس سال ٹھہرے لیکن آپ نے مرتے دم تک

وہاں کی خشک یا تر ایک کھجور بھی نہ کھائی اور نہ چکھی اور جب کھجوروں کے موسم میں گزرتے تو فرماتے اے اہلِ بصرہ! یہ میرا پیٹ ہے نہ اس سے کچھ کم ہوا اور نہ تمہارے پیٹوں میں کچھ اضافہ ہوا۔

حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ زمزم کا پانی نہیں پیتے؟ آپ نے فرمایا اگر میرے پاس ڈول ہوتا تو میں پیتا۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت حارث محاسبی رحمۃ اللہ علیہ جب کسی ایسے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتے جس میں شبہ ہوتا تو آپ کی انگلیوں پر پسینہ ظاہر ہو جاتا، اور آپ کو معلوم ہو جاتا کہ یہ حلال نہیں ہے۔

کہا گیا ہے کہ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جب شبے والا کھانا رکھا جاتا تو آپ اس کی طرف ہاتھ نہ بڑھاتے۔

کہتے ہیں کہ حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ کی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا جب شبے والے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتیں تو کھانا اُن سے دور ہو جاتا اور اس وقت ان کے پیٹ میں حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ تھے چنانچہ آپ اس طرف ہاتھ نہ بڑھاتیں[۱]۔

بعض بزرگوں کے بارے میں ہے کہ جب ان کے سامنے مشتبہ کھانا لایا جاتا تو اس سے بدبو پھیل جاتی اور معلوم ہو جاتا کہ یہ مشتبہ ہے چنانچہ وہ اس کے کھانے سے رُک جاتے۔ بعض بزرگوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ جب وہ اپنے منہ میں مشتبہ کھانے کا لقمہ ڈالتے تو وہ چبایا نہ جاتا اور منہ میں ریت کی طرح ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر تخفیف، شفقت، رحمت اور ان کی حفاظت کے طور پر ایسے کرتا ہے۔ کیونکہ وہ پاکیزہ رزق حاصل کرتے ہیں۔ حلال کی طلب اور حرام و مشتبہ چھوڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ان کو ناپسندیدہ کھانوں سے محفوظ فرماتا ہے اور پہچاننے کے سبب انھیں اس سے دور رکھتا ہے اور ان کو جستجو اور تفتیش کی قوت عطا فرماتا ہے کہ وہ کھانا بیچنے والے سے تحقیق کریں کسب اور معیشت میں جو روزی حاصل کریں وہ حلال سے حلال سے کمائیں جس رقم کے ساتھ خریدیں اس کی حقیقت سے بھی واقف ہوں اور اسے ان کے لیے ایک علامت بنا دیا کہ جب بھی اسے دیکھیں کھانے سے ہاتھ روک لیں اور جب اسے نہ دیکھیں تو کھا لیں یہ وہ بزرگ اور پیشوا لوگ ہیں جن کی طرف عنایتِ خداوندی نے پیش قدمی کی اور رعایتِ الٰہی نے انھیں اپنی گرفت میں لے لیا۔

عام مؤمنوں کے حق میں ہر وہ چیز حلال ہے جس میں مخلوق کا حق نہ ہو اور نہ شریعت کا کوئی مطالبہ ہو جس طرح حضرت سہل بن عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا آپ سے حلال کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: حلال وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو دوسری مرتبہ فرمایا حلال پاکیزہ وہ ہے جس میں خدا کو نہ بھلایا جائے لہٰذا حلال وہی ہے جسکو خدا حلال قرار دے نہ یہ کہ خود بخود حلال ہو کیونکہ اگر کوئی چیز خود بخود حلال ہوتی تو کسی کے لیے بھی مُردار کھانا جائز نہ ہوتا۔ اسی طرح وہ حلال کھانا جسے پولیس والے نے حرام مال سے خریدا پھر رجوع کر لیا اور کھانا اصل مالک کی طرف لوٹ گیا تو کسی مؤمن زاہد کے لیے یہ کھانا جائز نہ ہوتا کیونکہ درمیان میں ایک ایسی حالت پیدا ہوئی جب اس کا کھانا جائز نہ تھا اور وہ پولیس والے کے ہاتھ میں اس کا جانا ہے تو جب تمام مسلمان اس کھانے کے حلال ہونے پر متفق ہیں جسے پولیس والے نے حرام مال سے خریدا حالانکہ اس حرام مال کی حرمت پر سب کا اتفاق ہے تو معلوم ہوا کہ حرام و حلال وہی ہے جس کے بارے میں شرعی حکم ہو کوئی چیز بذاتِ خود حرام و حلال نہیں ہوتی۔

---

[۱] معلوم ہوا اللہ کا ولی پیدا ہونے سے پہلے بھی دوسروں کو گناہوں سے باز رکھتا اور ان کی مدد کرتا ہے۔ ۱۲ ہزاروی۔

کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کا کھانا ہمیشہ حلال رہا ہے جس طرح حدیث شریف میں آتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دمی کو اس طرح دعا مانگتے ہوئے سُنا "یا اللہ! مجھے حلالِ مطلق عطا فرما۔" آپ نے فرمایا یہ تو انبیاء کرام کا کھانا ہے تو اللہ تعالیٰ سے ایسے رزق کا سوال کر جس پر وہ تجھے عذاب نہ دے ——— شریعت میں اس طرح ہے کہ جو ذمی یہودی، عیسائی اور مجوسی حرام چیز (مثلاً شراب اور خنزیر وغیرہ کی تجارت کرے ہم اسے اس خرید و فروخت والا بنا دیتے ہیں (یعنی تجارت برقرار رکھتے ہیں) اور ان کی قیمت سے دسواں حصہ وصول کرتے ہیں۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا انہیں بیچنے کا اختیار دو اور ان سے قیمت کا دسواں حصہ وصول کرو۔ پس جب ان سے دسواں حصہ لیا جائے گا تو اس کو کہاں صرف کیا جائے گا کیا مسلمان اس سے نفع اندوز نہیں ہوں گے، اگر حلال، بذاتِ خود حلال ہوتا تو یہ عشر لینا جائز نہ ہوتا کیونکہ شراب، خنزیر اور ان کی قیمت حرام ہے اور اسے قبضے میں آنے کی وجہ سے نیز عقد بیع کی وجہ سے حلال قرار دیا گیا جس طرح کہا گیا ہے کہ حلال اور حرام کے درمیان ہاتھ (کی تبدیلی) کا فرق ہے۔

لہٰذا جس شخص نے شریعت کا چراغ ہاتھ میں لیا اس کے مطابق لین دین کیا، اس میں کوئی تبدیلی نہ کی اور شریعت سے باہر نہ نکلا وہ چیز اختیار کی جس کے متعلق شریعت نے اجازت دی وہی کچھ دوسروں کو دیا جس کا شریعت نے حکم دیا اور اس کے تمام تصرفات شریعت کے مطابق ہوئے۔ اس نے شریعت کے حکم سے حلال کھایا اس پر مطلق حلال اور بالذات حلال کی طلب واجب نہیں کیونکہ اس کا حصول مشکل ہے البتہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اپنے اولیاء کرام اور برگزیدہ بندوں کو یہ اعزاز بخشتا ہے اور یہ بات ذاتِ باری کے لیے مشکل نہیں۔

طعام کے بارے میں لوگوں کی اقسام

طعام کے بارے میں لوگ تین قسم کے ہیں متقی، ولی، بدل عارف۔ متقی کا حلال وہ ہے جس میں لوگوں کا حق اور شریعت کا مطالبہ نہ ہو۔ سچا ولی جو زاہد کہلاتا ہے اور خواہشات سے دور رہتا ہے اس کا کھانا وہ ہے جس میں خواہش کو دخل نہ ہو بلکہ وہ محض امر خداوندی کا پابند ہو۔ عارف بدل جس کا اپنا ارادہ ختم ہو گیا اور اس کے بارے میں حکم خداوندی پورا ہو گیا ایسے شخص کا کھانا وہ ہے جس میں قصد و ارادہ شامل نہیں ہوتا بلکہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے رزق دیتا ہے اس کی راہنمائی کرتا ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی قدرت عامہ احسان عمیم اور مشیت نافذہ کے تحت ہوتا ہے جس طرح ایک دودھ پینے والا بچہ اپنی شفیق و مہربان ماں کی گود میں ہوتا ہے

پس جب تک پہلا مرتبہ ثابت نہ ہو دوسرے مقام تک نہیں پہنچ سکتا اور جب تک دوسرا مقام ثابت نہ ہو تیسرے مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔ بنابریں متقی کا کھانا ایسے شخص کے حق میں مشتبہ ہوتا ہے جس کی خواہشات زائل ہو گئیں اور اس شخص کا کھانا جس کی خواہشات ختم ہو گئیں ایسے آدمی کے حق میں مشتبہ ہوتا ہے جس کا ارادہ زائل ہو چکا ہے جس طرح کہا جاتا ہے مقربین کے گناہ نیکوکار لوگوں کی نیکیاں ہوتی ہیں۔ شیخ کا کھانا مرید کے لیے جائز ہوتا ہے لیکن مرید کا کھانا شیخ کے لیے جائز نہیں ہوتا، کیونکہ اس کی حالت صاف، مرتبہ پاکیزہ اور قدر و منزلت بلند ہوتی ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

پرہیزگاری کی باریکی

پرہیزگاری کی باریکی کے بارے میں حضرت کہمش سے منقول ہے فرماتے ہیں مجھ سے ایک گناہ

سرزد ہوا تھا اور میں چالیس سال سے اس پر رو رہا ہوں اور وہ یہ ہے کہ میرا ایک بھائی مجھے ملنے آیا میں نے چھ درہم سے ایک بھونی ہوئی مچھلی خریدی جب وہ کھانے سے فارغ ہوا تو میں نے اپنے پڑوسی کی دیوار سے مٹی کا ایک ڈھیلا لیا تاکہ وہ اس کے ساتھ اپنے ہاتھ صاف کرے حالانکہ میں نے اس کی اجازت نہ لی تھی۔

کہتے ہیں کہ ایک شخص کرایے کے مکان میں رہتا تھا اس نے ایک رقعہ لکھا اور ارادہ کیا کہ گھر کی دیوار سے اسے خاک آلود کرے اچانک اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ تو کرایہ کا مکان ہے پھر خیال پیدا ہوا کہ کوئی حرج نہیں چنانچہ اس نے لکھے ہوئے کو مٹی سے خشک کیا تو ایک غیبی آواز سنی کہ مٹی سے خشک کرنے کو آسان سمجھنے والا عنقریب جان لے گا کہ کل کس قدر طویل حساب دینا ہوگا۔

لوگوں نے سردیوں کے موسم میں عتبہ کے جسم سے پسینہ جاری ہوتا دیکھا تو اس کے بارے میں پوچھا گیا انھوں نے فرمایا اس مکان میں مجھ سے اپنے رب کی نافرمانی ہوئی، پوچھا گیا وہ کیا؟ فرمایا میں نے اس دیوار سے ایک ڈھیلا اکھاڑا تاکہ میرا مہمان اپنے ہاتھ صاف کرے اور میں نے صاحب مکان سے اجازت نہیں لی تھی۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے مکہ مکرمہ میں ایک سبزی فروش کے پاس اپنا تھال بطور رہن رکھا جب تھال واپس لینا چاہا تو سبزی فروش نے دو تھال نکالے اور کہا جو تھال چاہیں لے لیں۔ امام صاحب نے فرمایا میرے لیے اپنے تھال کی پہچان مشکل ہے لہٰذا وہ تمہارے لیے ہے اور درہم بھی تمہارے ہیں۔ سبزی فروش نے کہا آپ کا تھال یہ ہے۔ میں نے محض آپ کا تجربہ کرنے کے لیے ایسا کیا تھا آپ نے فرمایا میں نہیں لیتا چنانچہ آپ اسے چھوڑ کر چلے گئے۔

کہا گیا کہ حضرت رابعہ عدویہ رحمۃ اللہ علیہا نے اپنی پھٹی ہوئی قمیص کی ایک سرکاری مشعل کی روشنی میں سلائی کی تو ایک عرصے تک اپنے دل کو گم پایا یہاں تک کہ اسے وہ واقعہ یاد آگیا چنانچہ اس نے اپنی قمیص کو پھاڑ دیا تو دوبارہ دل کو پایا۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آپ کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے دو پَر ہیں اور آپ جنت میں ایک درخت سے دوسرے درخت کی طرف اُڑ رہے ہیں۔ پوچھا گیا آپ نے یہ مقام کیسے پایا فرمایا پرہیزگاری کے ذریعے۔

حضرت حسان بن ابی سنان پہلو کے بل نہیں لیٹتے تھے نہ مرغن غذا کھاتے اور نہ ٹھنڈا پانی پیتے۔ ساٹھ سال یہی معمول رہا وصال کے بعد کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ فرمایا اچھا سلوک کیا البتہ ایک سوئی کی وجہ سے مجھے جنت سے روکا گیا جسے میں نے بطور ادھار لیا تھا اور پھر واپس نہ کیا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن زید رحمۃ اللہ علیہ کا ایک غلام تھا کہ اس نے چند سال آپ کی خدمت کی اور چالیس سال عبادت میں مصروف رہا۔ شروع شروع میں وہ غلے کی پیمائش کیا کرتا تھا۔ مرنے کے بعد کسی نے اسے خواب میں دیکھا پوچھا گیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جواب دیا اچھا سلوک کیا لیکن مجھے جنت سے روکا گیا کیونکہ قفیز (پیمانہ) کے گرد وغبار سے میرے ذمہ چالیس قفیز نکلتے تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک قبرستان کے پاس سے گزرے تو آپ نے ایک مردے کو آواز دی تو اللہ تعالیٰ نے اسے زندہ کر دیا۔ آپ نے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں ایک بار کش تھا لوگوں کا مال اِدھر اُدھر لے جاتا تھا ایک دن میں کسی شخص کی لکڑیاں اٹھا کر لے گیا تو میں نے ایک لکڑی توڑ کر خلال کیا تو جب سے فوت ہوا ہوں مسلسل اس کا مطالبہ ہو رہا ہے۔

****

پرہیزگاری کی تکمیل

جب تک انسان اپنے اوپر دس چیزیں فرض ولازم نہ جانے پرہیزگاری کی تکمیل نہیں ہوتی۔

پہلی چیز زبان کو غیبت سے محفوظ رکھنا ہے کیونکہ ارشادِ خداوندی ہے:

وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا۔ اور تم میں سے بعض، بعض کی غیبت نہ کریں۔

دوسری چیز بُرے گمان سے بچنا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ۔ اکثر گمان سے پرہیز کرو کیونکہ بعض گمان گناہ ہیں۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بدگمانی سے بچو کیونکہ وہ سب سے جھوٹی بات ہے۔"

تیسری چیز مذاق کرنے سے اجتناب کرنا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ۔ کوئی قوم کسی قوم سے مذاق نہ کرے۔

چوتھی چیز غیر محرم عورتوں سے آنکھیں بند کرنا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ۔ آپ مؤمنوں سے فرما دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں پست رکھیں۔

پانچویں چیز سچ کہنا ہے۔ اصدق الصادقین کا ارشاد ہے:

وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا۔ جب بات کرو تو انصاف سے کرو یعنی سچی بات کہو۔

چھٹی چیز یہ ہے کہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے احسانات کی قدر کرے تاکہ نفس مغرور نہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰكُمْ لِلْاِيْمَانِ۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا کہ تمہیں ایمان کا راستہ بتایا۔

ساتویں چیز راہِ حق میں اپنا مال خرچ کرنا اور اُسے ناجائز کاموں میں خرچ نہ کرنا۔

ارشادِ خداوندی ہے:

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا۔ اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا خرچ کرتے ہیں اور نہ کمی کرتے ہیں۔

یعنی نہ گناہ میں خرچ کرتے ہیں اور نہ عبادت سے روک رکھتے ہیں۔

آٹھویں چیز بلندی مانگنے اور تکبر کرنے سے اجتناب کرنا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِى الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا۔ یہ آخرت کا گھر ہم اسے ان لوگوں کے لیے کریں گے جو زمین میں نہ تو بلندی چاہتے ہیں اور نہ فساد کرتے ہیں۔

نویں چیز، پانچوں نمازوں کو اپنے اپنے اوقات پر رکوع وسجود کے ساتھ پڑھنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ۔ تمام نمازوں بالخصوص درمیانی نماز (نمازِ عصر) کی حفاظت کرو اور اللہ تعالیٰ کے لیے باادب کھڑے ہو جاؤ۔

دسویں چیز، سنت وجماعت پر قائم رہنا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِىْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ اور بے شک یہ میرا سیدھا راستہ ہے۔ پس اس پر چلو اور

وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ۔ مختلف راستوں پر نہ جاؤ وہ تمہیں سیدھے سے ہٹا دیں گے

بعض گناہوں سے توبہ

اگر ایک ہی حالت میں تمام گناہوں سے توبہ ممکن نہ ہو تو بعض گناہوں سے توبہ کرے مثلاً کبیرہ گناہوں سے توبہ کرے اور صغیرہ گناہوں کو چھوڑ دے کیونکہ اسے معلوم ہے کہ کبیرہ گناہ اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ بڑے ہیں اور اس کے عذاب و سختی کو زیادہ دعوت دیتے ہیں اور صغیرہ گناہ مرتبے میں ان سے چھوٹے ہیں۔ کیونکہ ان کی معافی کا راستہ زیادہ قریب ہے لہٰذا بڑے گناہوں سے توبہ کرنا مشکل نہیں پھر جب اس کے دل میں ایمان اور یقین مضبوط ہو جاتا ہے اور نورِ ہدایت کا ظہور ہوتا ہے نیز رجوع الی اللہ کے لیے اس کا سینہ کشادہ ہو جاتا ہے تو وہ تمام صغیرہ گناہوں، باریک تر خطاؤں، شرک خفی، دل سے تعلق رکھنے والے اور حالات و مقامات کے اعتبار سے شمار ہونے والے تمام گناہوں کو چھوڑ دیتا ہے اور وہ ایسی حالت و مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اوامر و نواہی کو عمل میں لاتے ہوئے ان کی پہچان رکھتا ہے جس طرح اس حالت کو چکھنے والا، اس راستے پر چلنے والا اور اس قسم کے لوگوں میں شمولیت اختیار کرنے والا شخص پہچانتا ہے لہٰذا چاہیے کہ شروع ہی میں لوگوں کے ساتھ وہ طریقہ اختیار نہ کرے جو اس کی انتہا و غایت ہے۔ تمہیں آسانی پیدا کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔ مشکل میں ڈالنے والے اور نفرت پیدا کرنے والے بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ یہ سیدھا دین ہے لہٰذا اس میں نرمی کے ساتھ چلو کیونکہ جو کٹ گیا نہ اس کے چلنے کے لیے کوئی راستہ ہے اور نہ باقی رہنے کے لیے کوئی پناہ گاہ ہے۔ بعض کبیرہ گناہوں سے توبہ کرے اور بعض کو (فی الحال) چھوڑ دے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان میں سے کچھ دوسروں کے مقابلے میں زیادہ سخت ہیں اور ان کی سزا زیادہ ہے۔ مثلاً قتل و غارت گری اور بندوں پر ظلم کرنا کیونکہ یہ بات معلوم ہے کہ بندوں کے حقوق معاف نہیں ہوں گے اور جو کچھ بندے اور خدا کے درمیان ہے بخشش اس کی طرف جلد آتی ہے۔ اسی طرح شراب سے توبہ کی جائے اور زنا سے توبہ کو فی الحال چھوڑ دیا جائے کیونکہ یہ بات بھی واضح ہے کہ شراب برائی کی چابی ہے۔ جب عقل زائل ہو جاتی ہے تو انسان گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے اور وہ شعور نہیں رکھتا۔ زنا کی تہمت لگانا، گالی بکنا، خدا کے ساتھ کفر کرنا، زنا کرنا، قتل کرنا اور مال چھیننا سب کی بنیاد اور اصل شراب ہے۔

اور جیسے کوئی شخص ایک صغیرہ گناہ سے توبہ کرے یا کئی صغیرہ گناہوں سے حالانکہ وہ کبیرہ گناہوں کا عادی ہے مثلاً وہ غیبت سے یا غیر محرم کی طرف دیکھنے سے توبہ کرتا ہے حالانکہ وہ شراب پینے پر مُصر ہے کیونکہ اسے اس کی عادت پڑی ہوئی ہے وہ اس سے محبت رکھتا ہے اور اس کا نفس یہ بہانہ بناتا ہے کہ وہ بیماری کے علاج کے طور پر پیتا ہے اور ہمیں دوائی استعمال کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسی طرح شیطان اس کو گمراہ کرتے ہوئے بتاتا ہے کہ اس میں طاقت ہے اس سے مسرت حاصل ہوتی ہے اور غم دور ہوتے ہیں اور ان کے خیال میں جسمانی صحت حاصل ہوتی ہے حالانکہ وہ اس حقیقت کو فراموش کر دیتے ہیں کہ اس کا انجام غلط ہے وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے غافل ہو جاتے ہیں نیز یہ دین و دنیا کی خرابی کا باعث ہے کیونکہ اس سے عقل زائل ہو جاتی ہے جس کے ساتھ دنیا اور دین کا نظام چل رہا ہے۔

ہم نے یہ بات کہ بعض گناہوں سے قطع نظر کرتے ہوئے کچھ گناہوں سے توبہ کرنا صحیح ہے، اس لیے کہی ہے کہ

مسلمان تمام حالات میں اعمال صالحہ اور گناہوں کا مرتکب ہوتا رہتا ہے لوگوں کے حالات مختلف ہوتے ہیں بعض کے گناہ صغیرہ ہوتے ہیں جبکہ کچھ لوگوں کے گناہ کبیرہ گناہ کہلاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی کو قرب خداوندی نصیب ہوتا ہے اور کچھ لوگ خدا سے دور ہوتے ہیں۔

جب کوئی گناہ گار کہتا ہے اگر شیطان نے شہوت کے واسطے سے بعض گناہوں میں مجھ پر غلبہ کیا تو میرے لیے مناسب نہیں کہ میں لگام بالکل ڈھیلی چھوڑ دوں اور گناہوں میں مشغول ہو جاؤں بلکہ جن گناہوں کا چھوڑنا میرے لیے آسان ہے انہیں ترک کر دوں گا اور یہ باقی گناہوں کے لیے کفارہ بن جائے گا اور امید ہے کہ جب اللہ تعالیٰ دیکھے کہ میں اس سے ڈرتا ہوں اور اس کی رضا کے لیے گناہوں کو ترک کرتا ہوں گناہوں کو چھوڑنے میں نفس و شیطان سے جھگڑتا ہوں تو اللہ تعالیٰ میری مدد فرمائے گا مجھے توفیق دے گا اور اپنی رحمت کے ساتھ میرے اور گناہوں کے درمیان پردہ کر دیگا۔

اور اگر یہ صورت نہ ہو جیسا کہ ہم نے کہا ہے تو کسی فاسق کی نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور کوئی بھی عبادت صحیح نہ ہو گی۔ اسے کہا جائیگا تو نافرمان ہے اپنی نافرمانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے حکم سے خارج ہو چکا ہے، تیری یہ عبادت اللہ کے غیر کے لیے ہے۔ اور اگر تو سمجھتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے تو نافرمانی چھوڑ دے اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ایک ہے اور یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ تو اپنی نماز کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا قرب چاہے اور جب تک گناہ نہ چھوڑے اس کا قرب حاصل نہ ہو، یہ محال ہے۔

اس کی مثال یوں ہے کہ ایک شخص نے دو آدمیوں کے دو دینار دینے ہوں پس اگر ایک کو اس کے حصے کا ایک دینار دیدے اور دوسرے کو نہ دے بلکہ انکار کر دے اور جان بوجھ کر قسم کھائے تو اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جس کو ادا کر دیا اس کی طرف سے بری الذمہ ہو گیا اور جس کے لیے انکار کیا اس کا دینار اس کے ذمہ باقی ہے۔ اسی طرح جو شخص بعض احکام میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اس کا حکم مانتا ہے اور بعض ممنوعات میں اس کی نافرمانی کرتا ہے وہ مؤمن ناقص الایمان ہے اللہ تعالیٰ کا مطیع بھی ہے اور نافرمان بھی۔ جو لوگ دین کے معاملے میں گناہوں میں ملوث ہیں وہ یہ طریقہ اختیار کریں حتیٰ کہ وہ اس حالت کو پہنچ جائیں کہ ان کی خواہشات ختم ہو جائیں اور تمام گناہوں سے دوری حاصل ہو جائے۔ البتہ وہ شخص کہ جسکے مقدر میں گناہ ہوں اس کا معاملہ الگ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر گناہوں سے بچنا مشکل ہے اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہے توبہ قبول کرتا ہے اور اپنی رحمت سے نوازتا ہے۔

توبہ کے بارے میں احادیث و آثار مبارکہ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن ہمیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا "اے لوگو! مرنے سے پہلے توبہ کرو اور اس سے پہلے کہ رکاوٹ پیدا ہو نیک اعمال میں جلدی کرو۔ آپس میں صلہ رحمی سے کام لو اور اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑو نیک بخت ہو جاؤ گے۔ صدقہ زیادہ دیا کرو تمہیں رزق دیا جائے گا نیکی کا حکم دو تمہیں پناہ حاصل ہو گی۔ بُری باتوں سے روکو تا کہ تمہاری مدد کی جائے ——

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا بکثرت مانگا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔

یا اللہ! مجھے بخش دے اور میری توبہ قبول فرما۔ بیشک تو ہی بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب شیطان کو زمین پر اُتارا گیا تو اس نے کہا مجھے تیری عزت وجلال کی قسم میں اس وقت تک انسان کو گمراہ کرتا رہوں گا جب تک اس کے جسم میں رُوح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم ہے میں اسے توبہ سے نہیں روکوں گا۔ یہاں تک کہ سانس حلق تک پہنچ جائے۔

حضرت محمد بن عبداللہ سلمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں مدینہ طیبہ میں صحابہ کرام کی ایک جماعت کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ان میں سے ایک نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ نے ارشاد فرمایا جو شخص موت سے نصف دن پہلے توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔ دوسرے نے کہا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ نے فرمایا جس نے حلق تک سانس پہنچنے سے پہلے توبہ کی اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

حضرت محمد بن مطرف رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ابن آدم پر رحمت ہو۔ گناہ کرتا ہے پھر مجھ سے بخشش طلب کرتا ہے۔ تو میں اُسے بخش دیتا ہوں۔ اس پر رحم ہو، دوبارہ گناہ کرتا ہے پھر مجھ سے بخشش مانگتا ہے تو میں اسے بخش دیتا ہوں۔ وہ قابل رحم ہے نہ وہ گناہ چھوڑتا ہے اور نہ میری رحمت سے مایوس ہوتا ہے (اے فرشتو!) میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اُسے بخش دیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ہر روز سو مرتبہ بخشش مانگتے اور کہتے ہم اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتے اور توبہ کرتے ہیں۔

وَاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ — اور یہ کہ تم اپنے رب سے بخشش طلب کرو پھر اس کی طرف رجوع کرو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک شخص نے بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! مجھ سے گناہ سرزد ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کر۔ اس نے عرض کیا میں توبہ کرتا ہوں پھر وہ گناہ ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بھی گناہ سرزد ہو توبہ کر یہاں تک کہ شیطان ہی ذلیل و رسوا ہو جائے۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس طرح تو میرے گناہ زیادہ ہو جائیں گے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی بخشش تیرے گناہوں سے زیادہ ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا توبہ کے بغیر بخشش اور عمل کے بغیر ثواب کی تمنا نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ سے غافل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تو اس کے غضب سے دور رہا (خیال نہ کیا) اور اس کے پسندیدہ اعمال کو چھوڑ دیا پھر تو بخشش کی تمنا بھی کرتا ہے۔ پس آرزوؤں نے تجھے غافل کر دیا حتیٰ کہ تیرے بارے میں حکم خداوندی آگیا۔ کیا تو نے نہیں سُنا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ — اور جھوٹی طمع نے تمہیں فریب دیا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آگیا اور تمہیں اللہ کے حکم پر اس بڑے فریبی نے فریب دیا۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى — اور بے شک میں بخشنے والا ہوں اُسے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھا کام کیا پھر ہدایت پر رہا۔

نیز ارشاد فرمایا:

وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ فَسَاَکْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوةَ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ۔

اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے تو عنقریب میں نعمتوں کو ان کے لیے لکھ دوں گا جو ڈرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔

توبہ اور تقویٰ کے بغیر جنت ورحمت کی طمع بیوقوفی، جہالت اور دھوکا ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں (جنت اور رحمت) مذکورہ بالا دو آیات سے مقید ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مؤمن وہ ہے جو اپنے گناہوں کو پہاڑ کی طرح دیکھتا ہے اور ڈرتا ہے کہ کہیں اس پر نہ گر پڑے اور فاجر وفاسق اپنے گناہ کو مکھی کی طرح دیکھتا ہے جو ناک پر بیٹھتی ہے وہ ہاتھ سے اشارہ کرتا ہے تو اڑ جاتی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ گناہ کرتا ہے پھر وہ گناہ اسے جنت میں لے جاتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! گناہ کیسے جنت میں لے جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا گناہ اس کے پیشِ نظر ہوتا ہے وہ بخشش مانگتا اور پشیمان ہوتا ہے یہاں تک کہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے قدیم گناہ کے مقابلے میں جدید نیکی سے بڑھ کر کسی چیز کی طلب کو اچھا نہیں پایا۔ اور نہ ہی اس سے جلدی کوئی چیز حاصل ہوتی ہے۔ بے شک نیکیاں، برائیوں کو دور کرنے والی ہیں یہ نصیحت ماننے والوں کے لیے نصیحت ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب کوئی بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نکتہ پیدا ہو جاتا ہے جب وہ توبہ کرتا اس سے ہاتھ کھینچ لیتا اور بخشش مانگتا ہے تو اس سے اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور جب توبہ نہیں کرتا نہ زاری کرتا ہے اور نہ ہی بخشش مانگتا ہے تو گناہ پر گناہ اور سیاہی پر سیاہی چھا جاتی ہے یہاں تک کہ اس کا دل اندھا ہو جاتا ہے اور وہ اسی طرح مر جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كَلَّا بَلْ سكتہ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔

کوئی نہیں بلکہ ان کی کمائیوں نے ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: توبہ طلب کرنے سے گناہ کا چھوڑنا آسان ہے۔ پس موت کی غفلت کو غنیمت شمار کر۔

حضرت آدم بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے تمہیں چاہیے کہ اپنے نفس کو اس حالت پر سمجھو کہ موت حاضر ہے پھر تم نے اللہ تعالیٰ سے موت کے ٹلنے کا سوال کیا اللہ تعالیٰ نے اسے ٹال دیا تو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اختیار کرو۔

کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی اے داؤد! اس بات سے ڈرو کہ میں تمہیں اچانک پکڑ لوں پس تم بلا دلیل مجھ سے ملاقات کرو۔

ایک صالح بزرگ، عبدالملک بن مروان کے پاس تشریف لے گئے اس نے کہا آپ مجھے وصیت کیجیے۔ انھوں نے فرمایا اگر تیرے پاس موت آ جائے تو کیا تُو اس کے لیے تیار ہے؟ اس نے کہا نہیں فرمایا کیا تو اس حالت سے کسی دوسری حالت

کی طرف ہونے کا قصد کرتا ہے جسے تو پسند کرتا ہے؟ اس نے کہا نہیں پوچھا کیا مرنے کے بعد کوئی ایسا مکان ہے جہاں تم خوشی سے رہو؟ اس نے کہا نہیں ان بزرگ نے پوچھا کیا تو اس بات سے بےخوف ہے کہ تجھے اچانک موت آئے۔ اس نے کہا نہیں بزرگ نے فرمایا میں نے اس قسم کی عادات کو پسند کرنے والا کوئی عاقل نہیں دیکھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پشیمانی توبہ ہے اور آپ نے فرمایا جس نے گناہ کیا پھر اس پر پشیمان ہوا تو یہ اس (گناہ) کا کفارہ ہے۔

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں توبہ چار ستونوں پہ قائم ہے۔ زبان سے بخشش مانگنا، دل سے نادم ہونا، اعضاء سے گناہ چھوڑنا اور دل میں یہ ارادہ رکھنا کہ دوبارہ گناہ نہیں کرے گا۔ نیز فرمایا خالص توبہ یہ ہے کہ توبہ کرنے کے بعد وہ گناہ نہ کرے جس سے توبہ کی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گناہ سے توبہ کرنے والا گناہ نہ کرنے والے کی طرح ہے اور گناہ پر قائم رہتے ہوئے بخشش مانگنے والا ایسے ہے جیسے کوئی شخص اپنے رب سے (معاذ اللہ) مذاق کر رہا ہو اور جب کوئی شخص کہتا ہے اے رب! میں تجھ سے بخشش چاہتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں پھر گناہ کرتا ہے پھر بخشش کا طالب ہوتا ہے اس کے بعد دوبارہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے تین بار اسی طرح ہوتا ہے تو چوتھی مرتبہ یہ گناہ کبیرہ گناہوں میں لکھ دیا جاتا ہے

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اپنے نفس کو خود وصیت کرو لوگوں کو اپنے لیے وصی نہ بناؤ جب تم نے خود اپنی وصیت کو ضائع کر دیا تو دوسروں کو کیسے ملامت کرو گے کہ انھوں نے تمہاری وصیت کو ضائع کر دیا۔ کسی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے۔

تَمَتَّعْ اِنَّمَا الدُّنْيَا مَتَاعٌ ۔۔۔ وَاِنَّ دَوَامَهَا لَا يُسْتَطَاعُ

وَقَدِّمْ مَا مَلَكْتَ وَاَنْتَ حَيٌّ ۔۔۔ اَمِيْرٌ فِيْهِ مُتَّبَعٌ مُطَاعُ

وَلَا يَغْرُرْكَ مَنْ تُوْصِيْ اِلَيْهِ ۔۔۔ فَقَصْرُ وَصِيَّةِ الْمَرْءِ الضِّيَاعُ

یہ دنیا تھوڑا سا سامان ہے جہاں تک ہو سکے فائدہ اُٹھا اور اس کا ہمیشہ رہنا کسی کے بس میں نہیں۔ جس چیز کا تو مالک ہے اپنی زندگی میں اسے آگے بھیج تو امیر ہے نیکی میں جس کی پیروی اور اطاعت کی گئی جس کو وصیت کرے اس کے دھوکے میں نہ رہنا۔ کیونکہ انسان کی وصیت کی کمی اس کا ضائع ہونا ہے۔

ایک دوسرے شاعر نے کہا:

اِذَا كُنْتَ مُتَّخِذًا وَصِيًّا ۔۔۔ فَكُنْ فِيْمَا مَلَكْتَ وَصِيَّ نَفْسِكَ

اگر تو کسی دوسرے کو وصی بنانا چاہتا ہے (تو ایسا نہ کر بلکہ) اپنی ملکیت میں خود اپنے آپ کو وصیت کر۔

سَتَحْصُدُ مَا زَرَعْتَ غَدًا وَتَجْنِيْ ۔۔۔ اِذَا وُضِعَ الْحِسَابُ ثِمَارَ غَرْسِكَ

جو آج بوئے گا کل کاٹے گا۔ جب تیری کھیتی کے پھلوں کا حساب رکھا جائیگا۔

اعمال کی تحریر

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دائیں طرف والا فرشتہ،

بائیں والے پر امیر ہے جب کوئی شخص ایک نیکی کرتا ہے تو دائیں طرف والا دس نیکیاں لکھتا ہے اور جب بُرے عمل کا ارادہ کرتا ہے تو بائیں طرف والا لکھنا چاہتا ہے لیکن دائیں طرف والا کہتا ہے اس سے رُک جا چنانچہ وہ دن کی چھ یا سات ساعتیں رُک جاتا ہے اگر بندہ اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگے تو وہ اس کے ذمہ کچھ بھی نہیں لکھتا اور اگر وہ بخشش نہیں مانگتا تو اس کے ذمہ ایک گناہ لکھتا ہے ایک دوسری روایت میں ہے جب بندہ گناہ کرتا ہے تو فرشتہ کچھ نہیں لکھتا حتیٰ کہ وہ دوسرا گناہ کرتا ہے۔ جب پانچ گناہ جمع ہو جاتے ہیں تو پھر اگر وہ ایک نیکی کرتا ہے تو اس کے کھاتے میں پانچ نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور پانچ نیکیاں پانچ گناہوں کے ازالہ میں شمار ہوتی ہیں۔ اس وقت ابلیس لعنۃ اللہ علیہ کہتا ہے میں انسان پر کیسے قابو پا سکتا ہوں میں اگر کوشش بھی کروں تو ایک نیکی میری تمام کوشش کو برباد کر دیتی ہے۔

حضرت یونس بواسطہ حضرت حسن (رضی اللہ عنہما) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہر بندے پر دو فرشتے مقرر ہوتے ہیں۔ دائیں طرف والا بائیں طرف والے پر امیر ہوتا ہے۔ جب بندہ برائی کرتا ہے تو بائیں طرف والا کہتا ہے لکھ لو لیکن دائیں طرف والا کہتا ہے اسے چھوڑ دو یہاں تک کہ پانچ گناہ کرے جب پانچ گناہ کر لیتا ہے تو بائیں طرف والا اسے کہتا ہے لکھ لو دائیں طرف والا کہتا ہے چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ ایک نیکی کرے جب وہ ایک نیکی کرتا ہے تو دائیں طرف والا کہتا ہے ہمیں بتایا گیا ہے کہ ایک نیکی کا بدلہ دس ہیں لہٰذا آؤ ہم پانچ کے بدلے پانچ برائیاں مٹا دیں اور باقی پانچ نیکیاں لکھ دیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت شیطان چلاتا ہے اور کہتا ہے میں کب انسان تک پہنچ سکوں گا۔

یہ احادیث مبارکہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے موافق ہیں:

وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی۔

بے شک میں اسے بخشتا ہوں جو توبہ کرے اور اچھا عمل کرے پھر راہِ راست پر چلے۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ آیت مذکورہ بالا کے بارے میں فرماتے ہیں یہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے چار ہزار سال پہلے سے عرش کے گرد لکھی ہوئی ہے۔

یہ احادیث اس آیت کریمہ کے بھی موافق ہیں:

اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّئَاتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰی لِلذّٰكِرِیْنَ۔

بے شک نیکیاں، برائیوں کو لے جاتی ہیں۔ یہ نصیحت ماننے والوں کے لیے نصیحت ہے۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں جب کوئی بندہ توبہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے تو فرشتوں کو اس کے برے اعمال بھلا دیتا ہے اسی طرح حکم خداوندی سے اس کے اعضاء ان خطاؤں کو بھول جاتے ہیں جن کا انھوں نے ارتکاب کیا جس مقام پر گناہ کیا وہ بھی بھلا یا جاتا ہے۔ زمین میں ہو یا آسمان میں، چنانچہ وہ قیامت میں اس طرح آئے گا کہ اس کے خلاف کوئی گواہ نہ ہو گا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ ایک روایت میں ہے اگرچہ دن میں ستر مرتبہ لوٹائے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص تین مرتبہ مندرجہ ذیل کلمات کہے اس کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔

أَسْتَغْفِرُ اللهَ الْعَظِيْمَ الَّذِيْ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ۔

میں اس عظیم اللہ سے بخشش چاہتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ ہمیشہ رہنے والا ہے اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن انسان اپنے نامۂ اعمال کو دیکھے گا تو شروع میں گناہ اور آخر میں نیکیاں (مذکور) ہوں گی۔ پھر جب دوبارہ شروع میں دیکھے گا تو کل نیکیاں ہوں گی۔ اسی بات کی طرف اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں اشارہ ہے۔

فَأُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللهُ سَيِّـَٔاتِهِمْ حَسَنٰتٍ۔

یہی وہ لوگ ہیں اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کو بھلائیوں سے بدل دے گا۔

یہ اس توبہ کرنے والے کے بارے میں ہے جس کا خاتمہ توبہ اور گناہوں سے رجوع پر ہوا۔ بعض بزرگوں نے فرمایا جب بندہ گناہ سے توبہ کرتا ہے تو تمام گزشتہ گناہ نیکیوں میں بدل جاتے ہیں۔ اسی لیے حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں لوگ قیامت کے دن تمنا کریں گے کہ کاش ان کے گناہ زیادہ ہوتے۔ یہ بات آپ نے ان لوگوں کے بارے میں فرمائی ہے جن کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں میں بدل دے گا اور یہ ان لوگوں کے لیے جن کو اللہ تعالیٰ چاہے گا۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اسقدر گناہ کرتا ہے کہ زمین و آسمان کے درمیان جگہ بھر جاتی ہے۔ پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اس لیے حدیث شریف میں ہے اے انسان! تو زمین بھر گناہوں کے ساتھ مجھ سے ملاقات کرے گا تو میں اس کی مقدار بخشش کیساتھ تجھ سے ملاقات کروں گا۔

سچی توبہ

ایک روایت میں ہے کہ ایک دن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کوفہ کے مضافات میں ایک گاؤں کے پاس سے گزرے آپ نے دیکھا کہ کچھ فاسق لوگ ایک آدمی کے مکان میں جمع ہو کر شراب نوشی میں مشغول ہیں اور ان کے ساتھ ایک گانے بجانے والا بھی ہے۔ جس کو زادان کہا جاتا تھا وہ اپنا بربط بجا رہا تھا اور اچھی آواز میں گا رہا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سُنا تو فرمایا یہ کیا ہی اچھی آواز ہے اگر یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھنے میں استعمال ہوتی تو کتنا اچھا ہوتا پھر آپ نے سر پر چادر لی اور چل پڑے زادان نے یہ آواز سنی تو پوچھا یہ کون ہے۔ لوگوں نے کہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ زادان نے کہا انھوں نے کیا کہا لوگوں نے جواب دیا انھوں نے فرمایا ہے یہ کتنی اچھی آواز ہے اگر یہ تلاوت قرآن میں استعمال ہوتی تو کتنا اچھا ہوتا۔ یہ سن کر اس کے دل میں ہیبت پیدا ہو گئی وہ اٹھا بربط کو زمین پر مارا اور توڑ دیا پھر جلدی جلدی چل پڑا حتیٰ کہ آپ کو پا لیا اپنی گردن میں رومال ڈالا اور آپ کے سامنے رونے لگا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن میں اپنی باہیں ڈال دیں اور دونوں رونے لگ گئے۔ آپ نے فرمایا میں اس شخص کو کیسے پسند نہ کروں جسے اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا اور اس نے بربط بجانے سے توبہ کر لی اور آپ کی صحبت اختیار کر لی یہاں تک کہ قرآن سیکھا اور علم سے بہت زیادہ حصہ پایا اور علم میں امامت کے درجہ پر فائز ہو گیا۔

بواسطہ زاذان حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہما سے بکثرت روایات مروی ہے۔

اسرائیلی کتب میں مروی ہے ایک بدکار عورت تھی جو گاتی، بجاتی اور اپنے حسن سے لوگوں کو فتنے میں مبتلا کرتی تھی۔ اس کے مکان کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا اور وہ دروازے کے سامنے چارپائی پر بیٹھی ہوتی، جو شخص بھی وہاں سے گزرتا اور اسے دیکھتا وہ اس پر عاشق ہو جاتا اور اسے دس دینار یا اس سے زیادہ دینار دینے پڑتے تاکہ وہ اسے اپنے پاس آنے کی اجازت دے۔ ایک دن اس کے دروازے سے ایک عبادت گزار بنی اسرائیلی کا گزر ہوا۔ اس کی نظر گھر میں اس عورت پر پڑی وہ چارپائی پر بیٹھی ہوئی تھی وہ اس پر فریفتہ ہو گیا چنانچہ وہ اپنے آپ سے جھگڑنے لگا حتیٰ کہ اس نے اس خیال کے زوال کے لیے بارگاہِ خداوندی میں دعا کی لیکن اس کا خیال دور نہ ہوا اور اس نے اپنا سامان بیچ کر حسب ضرورت دینار حاصل کیے اور اس عورت کے دروازے پر آگیا۔ عورت نے کہا یہ سونا میرے وکیل کے حوالے کر دو۔ اور وعدہ کیا کہ وہ اس کے پاس آئے حسب وعدہ عابد اس کے پاس آیا۔ وہ بناؤ سنگھار کر کے چارپائی پر بیٹھی تھی۔ عابد اندر داخل ہوا اور اس کے ساتھ چارپائی پر بیٹھ گیا جب اس نے عورت کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس کی سابقہ عبادت کی برکت سے رحمتِ خداوندی نے اسے گھیر لیا چنانچہ اس کے دل میں خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ عرش سے مجھے اس حالت میں دیکھ رہا ہے اور میں حرام کام کا مرتکب ہو رہا ہوں تحقیق میرے تمام اعمال ضائع ہو گئے اس کے دل میں خوف پیدا ہوا اور وہ کانپ اٹھا۔ چہرے کا رنگ بدل گیا۔ عورت نے اس کی طرف دیکھا کہ اس کا رنگ بدل چکا ہے تو پوچھا اے مرد! تجھے کیا ہوا؟ اس نے کہا میں اپنے رب اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں مجھے جانے کی اجازت دے اس نے کہا تجھ پر رحم ہو! بہت سے لوگ اس حالت کی تمنا کرتے ہیں جسے تو نے پایا ہے۔ اور تم میری محبت سے منہ موڑ رہے ہو۔ اس نے کہا میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں وہ بزرگ ذات ہے جو مال میں نے تیرے وکیل کو دیا ہے وہ تیرے لیے حلال ہے مجھے جانے دے۔ اس نے کہا معلوم ہوتا ہے تو نے یہ کام کبھی نہیں کیا۔ عابد نے کہا نہیں۔ عورت نے پوچھا تو کہاں رہتا ہے اور تیرا نام کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ وہ فلاں بستی میں رہتا ہے اور اس کا فلاں نام ہے چنانچہ اس نے اجازت دیدی اور وہ چلا گیا۔ دراں حالیکہ ہلاکت و تباہی کی دعا کر رہا تھا اور اپنے آپ پر رو رہا تھا۔ اس عابد کی برکت سے عورت کے دل میں بھی خوف پیدا ہوا۔ اس نے دل میں کہا اس شخص نے پہلی مرتبہ گناہ کیا تو اس پر اتنا خوف طاری ہوا اور میں تو اتنے سالوں سے گناہ میں مبتلا ہوں اس کا وہ رب جس سے وہ ڈرتا ہے میرا بھی تو وہی رب ہے لہٰذا اس کی بہ نسبت مجھے زیادہ ڈرنا چاہیے۔ چنانچہ اس نے بارگاہ خداوندی میں توبہ کی لوگوں سے چھپ کر دروازہ بند کر لیا۔ پرانے کپڑے پہنے اور عبادت میں متوجہ ہو گئی اور جس قدر اللہ نے چاہا اس نے عبادت کی پھر دل میں کہنے لگی اگر میں اس آدمی کے پاس چلی جاؤں تو شاید مجھ سے شادی کر لے میں اس کے پاس رہوں۔ اس سے دین کی باتیں سیکھوں اور وہ عبادتِ خداوندی میں میری مدد کرے اس نے سامان تیار کیا اپنے ساتھ مال اور خادم لیے اور اس بستی میں چلی گئی۔ اس عابد کے بارے میں پوچھا لوگوں نے عابد کو بتایا کہ ایک عورت اس کے بارے میں پوچھ رہی ہے۔ عابد باہر آیا۔ عورت نے جب اسے دیکھا تو چہرے سے پردہ ہٹا دیا تاکہ وہ اسے پہچان لے عابد نے اسے دیکھ کر پہچانا اور وہ واقعہ جو ان دونوں کے درمیان وقوع پذیر ہوا تھا یاد کیا تو ایک چیخ ماری اور اس کے ساتھ ہی اس کی روح قبض ہو گئی۔ عورت غمگین ہو گئی اور دل میں کہنے لگی میں تو اس کے لیے گھر سے نکلی تھی اور وہ مر گیا کیا اس کا کوئی رشتہ دار ہے جو عورت (سے شادی) کا حاجتمند ہو۔ لوگوں نے کہا اس کا ایک نیک بھائی ہے لیکن تنگ دست ہے اسکے پاس مال نہیں۔ عورت نے کہا کوئی حرج نہیں میرے پاس اتنا مال ہے جو ہمیں کفایت کرے گا چنانچہ اس عابد کا بھائی آیا اور

اس نے اس (عورت) سے شادی کر لی اور اس کے ہاں سات بیٹے پیدا ہوئے وہ تمام کے تمام بنی اسرائیل میں نبوت کے مقام پر فائز ہوئے۔

سچائی اور فرمانبرداری کی برکت دیکھو کس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت زادان کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے واسطے سے ہدایت دی کیونکہ آپ سچے اور نیک دل تھے۔ لہٰذا تمہارے ذریعے کوئی بدکار اس وقت تک ٹھیک نہیں ہو سکتا جب تک تم ذاتی طور پر نیک نہ بنو۔ خلوت میں اللہ تعالیٰ سے نہ ڈرو اور اس کے لیے خالص نیت نہ رکھو۔ جب تم ریاکاری سے پاک ہو کر لوگوں سے میل جول نہ رکھو گے اور تمہاری حرکات و سکنات لوگوں کو دکھانے کے لیے نہیں ہوں گی اور تمام حالات میں اللہ کو وحدہٗ لاشریک سمجھو گے تو تمہاری توفیق اور استقامت میں اضافہ ہوگا۔ خواہشات سے نیز جنوں اور انسانوں میں سے شیاطین، تمام برائیوں، فاسقین، بدعت اور گمراہی سے تم محفوظ ہو جاؤ گے۔ کسی تکلف کے بغیر تم سے برائی دُور ہو جائے گی اور نیکی برائی میں نہیں بدلے گی جس طرح ہمارے زمانے میں ہوتا ہے کہ کوئی شخص ایک برائی کو بُرا سمجھتا ہے۔ لیکن اس سے بہت سی برائیاں اور بہت بڑا فساد پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً گالی دینا، الزام لگانا، کسی کو مارنا، توڑنا، کپڑے پھاڑنا اور لوگوں کا مال خراب کرنا اور یہ سب کچھ اس لیے ہوتا ہے کہ صداقت کم ہے، ایمان اور یقین ناقص ہے اور خواہشات کا غلبہ ہے پس اب ان میں برائی پائی جاتی ہے اس کے ازالہ کی فرضیت ان کی طرف متوجہ ہوتی ہے لیکن وہ اپنے نفسوں میں مشغول ہوتے ہیں اور دوسروں کو روکتے ہیں۔ فرض عین کو چھوڑ دیتے ہیں اور فرض کفایہ سے تعلق پیدا کرتے ہیں۔ مقصد کو چھوڑ دیتے ہیں اور غیر مقصد میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کے حسنِ اسلام سے ہے کہ بے مقصد باتوں کو ترک کر دے جو شخص چاہتا ہے کہ اس سے برائی جلد از جلد دُور ہو جائے اسے چاہیے کہ اپنے نفس کو روکے اسے وعظ و نصیحت کرے اور ظاہر و باطن گناہوں سے باز رکھے۔ جب ان تمام گناہوں سے پاک ہو جائے اس وقت دوسروں میں مشغول ہو جائے اس طرح نہایت اچھے طریقے سے برائی دُور ہو گی جس طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے دُور ہوئی نیز عابد کے حق میں عبادت اور سچائی کی برکت ملاحظہ کرو کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اسے فاحشہ عورت اور گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے نجات دی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ۔

ہم نے یونہی کیا کہ اس سے برائی اور بے حیائی کو پھیر دیں بے شک وہ ہمارے چُنے ہوئے بندوں میں سے ہے۔

پس اللہ تعالیٰ اس عابد اور فاحشہ عورت کے درمیان حائل ہو گیا کیونکہ اس نے گذشتہ زمانہ میں دن رات عبادت کی اور خلوت میں بھی سچائی کو اختیار کر رکھا پھر دیکھو اس عابد کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے کس طرح اس فاحشہ عورت کو گناہ سے نجات دی پھر اس عابد کی برکت سے عورت کو اس (عابد) کا بھائی مل گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی محتاجی کو دور کر دیا اور نہایت خوبصورت اور مالدار عورت سے اس کا نکاح ہو گیا اللہ تعالیٰ نے اسے ایسی جگہ سے رزق دیا جہاں اس کا گمان بھی نہ تھا۔ اسے سات انبیاء کرام علیہم السلام کی ماں بنایا۔ لہٰذا تمام بھلائی فرمانبرداری میں اور تمام شر نافرمانی میں ہے اگر ہم گنہگار ہوں گے تو نہ نافرمانی رہے گی اور نہ ہم رہیں گے۔

توبہ کی پہچان

توبہ کرنے والے کی توبہ چار چیزوں سے پہچانی جاتی ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ اپنی زبان کو فضول باتوں، غیبت، چغلی اور جھوٹ سے کنٹرول کرے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس کے دل میں کسی کے بارے میں حسد یا دشمنی نہ ہو۔ تیسری بات یہ کہ بُری مجلس سے الگ رہے کیونکہ یہی لوگ اسے اس ارادے سے پھرنے پر اُبھارتے ہیں اور صحت ارادہ کے سلسلے میں اس کو پریشان کرتے ہیں۔ توبہ کے لیے یہ بات اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک وہ ہمیشہ مشاہدے کی حالت میں نہ رہے کیونکہ مشاہدے سے توبہ میں رغبت بڑھتی ہے اور ان باتوں میں اضافہ ہوتا ہے جو اس کے ارادے کی تکمیل کا باعث ہیں نیز اس کے خوف وامید میں قوت پیدا ہوتی ہے اور بُرے افعال پر اصرار سے اس کا دل خالی ہو جاتا ہے۔ ممنوعات شرعیہ سے باز آجاتا ہے اور خواہشات کی اتباع سے اپنے نفس کو لگام دے دیتا ہے۔ اس وقت گناہ سے علیحدگی اختیار کرتا ہے اور آئندہ اس قسم کے افعال کی طرف نہ لوٹنے کا پکا ارادہ کرتا ہے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ موت کے لیے تیار رہے گزشتہ گناہوں پر نادم ہو اور بخشش مانگنے اور اپنے رب کی اطاعت کے لیے کوشاں رہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اس کے مقبول التوبہ ہونے کی علامت چار باتیں ہیں۔

پہلی یہ کہ فاسق لوگوں سے علیحدگی اختیار کرے اور ان کی طرف خوف وہیبت سے نظر کرے اور نیک لوگوں کی مجلس اختیار کرے۔

دوسری بات یہ ہے ہر قسم کے گناہ سے قطع تعلق کرکے عبادات کی طرف متوجہ ہو۔

تیسری بات یہ کہ اس کے دل سے دنیا کی خوشی زائل ہو جائے اور ہمیشہ آخرت کا غم کرے۔

چوتھی بات یہ کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمۂ کرم پر لیا ہے مثلاً رزق وغیرہ اس سے دل کو فارغ کرکے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے احکام کی تعمیل میں مشغول ہو۔

جب اس میں یہ علامات پائی جائیں گی تو وہ ان لوگوں میں سے ہو جائے گا جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ۔

بے شک اللہ تعالیٰ بہت توبہ کرنے والوں اور خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے۔

توبہ کرنے والے کے بارے میں لوگوں کی ذمہ داری

ایسے شخص کے بارے میں لوگوں پر چار باتیں واجب ہیں۔ پہلی بات یہ کہ اس سے محبت کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے۔ دوسری یہ کہ اس کے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اسے توبہ پر ثابت قدم رکھے۔ تیسری بات یہ کہ گزشتہ گناہوں پر اسے عیب نہ لگائیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا جس نے کسی مؤمن پر گناہ کی وجہ سے عیب لگایا وہ اس (گنہگار) کے لیے کفارہ بن جائے گا اور اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ وہ اس عیب لگانے والے کو اس گناہ میں مبتلا کر دے اور جس نے کسی مؤمن کو گناہ کی وجہ سے شرمندہ کیا وہ اس وقت

تک دنیا سے رخصت نہیں ہوگا جب تک اسی گناہ کا مرتکب نہ ہو اور اس کے ذریعے رسوا نہ ہو جائے نیز مومن گناہ کا قصد نہیں کرتا اور نہ اسے دین سمجھتا ہے بلکہ شیطان کے گناہ کو آراستہ کرنے، سخت آرزو اور شوق نیز غفلت اور شیطانی دھوکا بازی کی وجہ سے وہ اس کا مرتکب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:-

وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ۔ — اور اس نے تمہارے لیے کفر، گناہ اور نافرمانی کو ناپسند کیا۔

اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ اس نے مؤمنوں کے دلوں میں گناہ سے دشمنی رکھی ہے لہٰذا جب وہ توبہ کرے تو اسے شرمندہ نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس کے لیے توبہ پر ثابت قدمی توفیق خداوندی اور حفاظت کی دعا کرنی چاہیے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ اس کے پاس بیٹھیں باتیں کریں اور اس کی مدد کریں اور اس کی عزت کریں۔

تائب کی بارگاہ خداوندی میں عزّت افزائی

توبہ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ چار چیزوں کے ساتھ عزت بخشتا ہے

پہلی چیز یہ ہے کہ اسے گناہ سے الگ کر دیتا ہے جیسے اس نے کبھی گناہ کیا ہی نہ ہو۔ دوسری چیز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہے۔ تیسری چیز یہ ہے کہ شیطان کو اس پر مسلط نہیں ہونے دیتا بلکہ اس کی حفاظت کرتا ہے۔ چوتھی چیز یہ ہے کہ دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے خوف سے بچا لیتا ہے کیونکہ ارشاد خداوندی ہے۔

تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔ — ان پر فرشتے اترتے ہیں (اور کہتے ہیں) نہ خوف کھاؤ اور نہ غمگین ہو اور تمہیں اس جنّت کی خوشخبری ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا۔

توبہ کے بارے میں مشائخ کرام کے اقوال

حضرت ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، توبہ کی تین قسمیں ہیں

پہلی قسم توبہ گناہ سے باز رہنا۔ دوسری قسم (انابت) اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا اور تیسری قسم (اوبت) اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا ہے۔ پس توبہ ابتداء ہے انابت درمیانہ درجہ ہے اور اوبت انتہا ہے۔ گویا کہ جو شخص عذاب کے ڈر سے توبہ کرے وہ صاحب توبہ کہلاتا ہے جو ثواب کے حصول یا عذاب سے بچنے کے لیے توبہ کرے وہ صاحب انابت ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل پیرا ہونے کی خاطر توبہ کرے نہ ثواب کا حصول مقصود ہو اور نہ ہی عذاب سے بچنا مقصد ہو وہ صاحب اوبت ہے۔

کہا گیا ہے کہ توبہ مؤمنوں کی صفت ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ — اے مومنو! تم سب اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو تاکہ تم کامیابی پاؤ

انابت مقرب اولیاء کرام کی صفت ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ — اور وہ رجوع کرتا ہوا دل لایا۔

اور اوبت انبیاء کرام اور مرسلین علیہم السلام کی صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ کیا اچھا بندہ، بے شک وہ رجوع لانے والا ہے۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں توبہ کے تین درجے ہیں:
پہلا درجہ گناہ پر نادم ہونا، دوسرا درجہ دوبارہ گناہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرنا اور تیسرا درجہ مظالم کا ازالہ کرنا۔

حضرت سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے حضرت حارث رحمۃ اللہ علیہ سے سنا آپ نے فرمایا: میں نے کبھی یہ الفاظ نہیں کہے "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ التَّوْبَةَ" یا اللہ! میں تجھ سے توبہ کا سوال کرتا ہوں۔ بلکہ میں کہتا ہوں "اِنِّیْ اَسْاَلُكَ شَهْوَةَ التَّوْبَةِ" یا اللہ! میں تجھ سے توبہ کی خواہش کا سوال کرتا ہوں۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہیں ایک دن حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا تو میں نے ان کے چہرے پر کچھ تغیر دیکھا میں نے پوچھا آپ کو کیا ہوا؟ انھوں نے فرمایا میرے پاس ایک نوجوان آیا اور اس نے مجھ سے توبہ کے بارے میں سوال کیا میں نے اس سے کہا اپنے گناہوں کو نہ بھولنا اس نے جواب دیا اور کہا توبہ یہ ہے کہ تم اپنے گناہ بھول جاؤ۔ میں (حضرت جنید) نے کہا میرے نزدیک بھی وہی بات ہے جو اس نوجوان نے کہی ہے۔ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کیوں؟ میں نے کہا اس لیے کہ جب میں تکلیف کی حالت میں تھا تو اس نے مجھے حالت وفا میں منتقل کر دیا لہٰذا آرام کی حالت میں رنج کی حالت کو یاد کرنا تو جفا ہے۔ اس پر حضرت سری سقطی سہل بن عبداللہ خاموش ہو گئے۔ حضرت سہل بن عبداللہ فرماتے ہیں توبہ یہ ہے کہ تو اپنے گناہوں کو نہ بھولے۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے جب توبہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا توبہ یہ ہے کہ تو اپنے گناہ نہ بھولے۔
ابونصر السراج نے دونوں قولوں کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا حضرت سہل نے مریدین اور دوسرے لوگوں کے احوال کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ کبھی وہ اپنے نفع کے سبب ایسا کرتے ہیں اور کبھی نقصان کے لیے۔ حضرت جنید نے محققین کی توبہ کی طرف اشارہ کیا ہے چونکہ ان کے دلوں پر اللہ تعالیٰ کی عظمت کا غلبہ ہوتا ہے اور وہ ہمیشہ اس کے ذکر میں مصروف رہتے ہیں لہٰذا وہ اپنے گناہوں کو یاد نہیں کرتے۔ ابونصر سراج فرماتے ہیں۔ حضرت جنید کی بات حضرت رُویم رحمۃ اللہ علیہ کے قول جیسی ہے کہ جب ان سے توبہ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا توبہ (کی یاد) سے توبہ کرنی چاہیے (کیونکہ توبہ کی یاد گناہ کی یاد دلاتی ہے)۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا عوام کی توبہ گناہوں سے توبہ کرنا ہے۔ اور خاص لوگوں کی توبہ غفلت سے توبہ کرنا ہے۔

حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں توبہ یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے توبہ کرے۔ حضرت عبداللہ بن محمد بن علی رحمہم اللہ فرماتے ہیں گناہوں سے توبہ کرنے والے، غفلتوں سے توبہ کرنے والے اور نیکیوں کو دیکھنے سے توبہ کرنے والوں میں فرق ہے۔

حضرت ابوبکر واسطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں خالص توبہ یہ ہے کہ توبہ کرنے والے پر پوشیدہ اور ظاہر کسی گناہ کا اثر باقی نہ رہے اور جس کی توبہ خالص ہو وہ اس بات کی پروا نہیں کرتا کہ اس کی شام اور صبح کیسے بسر ہوتی ہے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مناجات میں کہا یا اللہ! میں نہیں کہتا کہ میں نے توبہ کی اور نہ یہ کہ دوبارہ گناہ نہیں کروں گا کیونکہ مجھے اپنی سرشت کا پتا ہے میں گناہ چھوڑنے کی ضمانت بھی نہیں دے سکتا کیونکہ مجھے اپنی کمزوری کا پتا ہے پھر بھی میں کہتا ہوں کہ میں دوبارہ گناہ نہیں کروں گا ممکن ہے میں گناہ کی طرف لوٹنے سے پہلے مر جاؤں۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "گناہ چھوڑنے کے بغیر توبہ جھوٹوں کی توبہ ہے" آپ نے مزید فرمایا توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ زمین کشادہ ہونے کے باوجود تجھ پر تنگ ہو جائے یہاں تک کہ تجھے قرار حاصل نہ ہو پھر تجھ پر تیرا نفس بھی تنگ ہو جائے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

حَتّٰی ضَاقَتْ عَلَیْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَ ضَاقَتْ عَلَیْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَیْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَیْهِمْ لِیَتُوْبُوْا۔

یہاں تک کہ جب زمین اتنی وسیع ہو کر ان پر تنگ ہو گئی اور وہ اپنی جان سے تنگ آ گئے اور انھیں یقین ہوا کہ اللہ سے پناہ نہیں مگر اسی کے پاس پھر ان کی توبہ قبول کی تاکہ تائب رہیں۔

حضرت ابن عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں توبہ کی دو قسمیں ہیں توبۂ انابت اور توبۂ استجابت۔ توبۂ انابت یہ ہے کہ بندہ عذاب کے ڈر سے توبہ کرے اور توبۂ استجابت یہ ہے کہ اس کے کرم سے حیاء کرتے ہوئے توبہ کرے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ توبہ کے بعد ایک گناہ کرنا اس سے پہلے ستر گناہ کرنے سے زیادہ برا ہے۔

حضرت ابو عمرو انطاکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں علی بن عیسیٰ وزیر ایک بہت بڑے لشکر میں سوار تھے۔ غریب لوگوں نے کہنا شروع کیا یہ کون ہے؟ راستے میں کھڑی ہوئی ایک عورت نے کہا کب تک کہتے رہو گے یہ کون ہے؟ یہ کون ہے؟۔ یہ ایک بندہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت سے گر گیا ہے پس اللہ تعالیٰ نے اسے اس حالت میں مبتلا کر دیا جسے تم دیکھ رہے ہو۔ علی بن عیسیٰ نے یہ بات سنی تو گھر واپس آ کر وزارت سے استعفاء دے دیا اور مکہ مکرمہ جا کر مقیم ہو گئے۔

تقویٰ

"ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم" کی روشنی میں

تقویٰ کے معنیٰ اور متقی کی حقیقت میں علماء کا اختلاف ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ آپ نے فرمایا تمام کا تمام تقویٰ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں (مذکور) ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔

بے شک اللہ تعالیٰ، انصاف اور نیکی اور رشتہ داروں کو دینے کا حکم فرماتا ہے۔ بے حیائی، برائی اور سرکشی سے منع فرماتا ہے۔ تمہیں نصیحت فرماتا ہے تاکہ تم دھیان کرو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں متقی وہ ہے جو شرک، کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں تقویٰ یہ ہے کہ تو اپنے آپ کو کسی سے اچھا نہ سمجھے۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ متقی وہ ہے جو کسی کو دیکھے تو کہے یہ مجھ سے بہتر ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے فرمایا مجھے تقویٰ کے بارے میں بتائیے۔ انھوں نے فرمایا کیا آپ کبھی کانٹوں والے راستے پر چلے ہیں؟ فرمایا ہاں۔ انھوں نے پوچھا وہاں آپ کیا طریقہ اختیار کرتے ہیں؟

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ڈرتا ہوں اور دامن بچا کر چلتا ہوں حضرت کعب نے فرمایا تقویٰ اسی طرح ہے۔ اسی بات کو کسی شاعر نے اس طرح منظوم کیا ہے۔

خَلِّ الذُّنُوبَ صَغِيرَهَا وَكَبِيرَهَا فَهُوَ التُّقٰى	چھوٹے اور بڑے گناہوں کو چھوڑ دے یہی تقویٰ ہے۔
وَاصْنَعْ كَمَاشٍ فَوْقَ أَرْ ضِ الشَّوْكِ يَحْذَرُ مَا يَرٰى	اس آدمی جیسا طریقہ اختیار کر جو کانٹوں والی زمین پر چلتا ہے اور جو کچھ دیکھتا ہے اس سے بچتا ہے۔
لَا تَحْقِرَنَّ صَغِيرَةً إِنَّ الْجِبَالَ مِنَ الْحَصٰى	صغیرہ گناہوں کو حقیر نہ سمجھ کیونکہ پہاڑ کنکریوں سے مل کر بنتا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے فرماتے ہیں تقویٰ دن کو روزہ رکھنے رات کو (عبادت کے لیے) قیام کرنے اور ان دونوں باتوں کو ملانے کا نام نہیں بلکہ تقویٰ اس چیز کا نام ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے حرام کیا اسے چھوڑ دے اور جو کچھ اس نے فرض کیا اسے ادا کرے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ جو روزی عطا فرمائے گا وہ بہتر ہے جو نیکی کی طرف لے جانے والی ہے۔ حضرت طلق بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا تقویٰ کے بارے میں اچھی طرح بیان کیجئے۔ انھوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نور پر ثواب کی امید سے اور اس سے شرم کرتے ہوئے اس کی فرمانبرداری کرنا تقویٰ ہے۔ کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو اس طرح چھوڑنا کہ اس کے نور پر رہتے ہوئے اس کے عذاب سے ڈر محسوس کرے، یہ تقویٰ ہے۔

حضرت بکر بن عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ آدمی اسوقت تک متقی نہیں ہو سکتا جب تک وہ کھانے اور غصے کے معاملے میں تقویٰ اختیار نہ کرے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں متقی کو لگام دی جاتی ہے جس طرح محرم کو حرم میں پابندی ہوتی ہے۔

حضرت شہر بن حوشب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں متقی وہ ہے جو ان چیزوں کو چھوڑ دیتا ہے جن میں حرج نہیں تاکہ حرج والی چیزوں میں داخل ہونے سے محفوظ رہے۔

حضرت سفیان ثوری اور حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں متقی وہ ہے جو لوگوں کے لیے وہ چیز پسند کرتا ہے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے اور حضرت جنید بن محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں متقی وہ نہیں جو دوسروں کے لیے وہ چیز پسند کرے جو اپنے لیے کرتا ہے بلکہ متقی وہ ہے جو اپنے سے بڑھ کر دوسروں کے لیے پسند کرے۔ کیا تم جانتے ہو کہ میرے استاذ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ سے کیا واقعہ ہوا؟ وہ یہ کہ ایک دن ان کے ایک دوست نے انھیں سلام کیا لیکن انھوں نے ناراضگی اور تنگ دلی کیساتھ جواب دیا میں نے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا مجھے یہ بات پہنچی کہ جب کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کو سلام کرتا ہے اور وہ جواب دیتا ہے تو دونوں کے درمیان سو رحمتیں تقسیم ہوتی ہیں نوے اس کے لیے جو کشادہ روئی کا مظاہرہ کرتا ہے اور دس دوسرے کے لیے، میں نے چاہا کہ نوے رحمتیں اس شخص کے لیے ہوں۔

حضرت محمد بن علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں متقی وہ ہے جس کا کوئی دشمن نہ ہو۔

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں متقی وہ ہے جو اپنے نفس سے دشمنی کرتا ہے۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں متقی اسے کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈرے۔ ایک سچے شاعر نے کہا۔

أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهِ بَاطِلٌ سنو! اللہ تعالیٰ کے سوا سب کچھ باطل ہے۔

حضرت محمد حنیف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تقویٰ ہر اس چیز سے بچنے کا نام ہے جو تجھے اللہ تعالیٰ سے دُور کر دے۔ حضرت قاسم بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، تقویٰ آداب شریعت کی محافظت کا نام ہے۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ متقی وہ ہے جو دنیا اور اس کی آفتوں سے بچے۔ حضرت ابویزید رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ تقویٰ شبہات سے بچنے کا نام ہے۔ آپ نے مزید فرمایا متقی وہ ہے کہ جب بولے تو اللہ تعالیٰ کے لیے بولے، خاموش ہو تو اللہ تعالیٰ (کی رضا) کے لیے خاموشی اختیار کرے اور جب ذکر کرے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بندہ اس وقت تک متقی لوگوں میں شمار نہیں ہوتا جب تک اس کے دشمن اس سے اس طرح محفوظ نہ رہیں جس طرح اس کے دوست اس سے بےخوف ہوتے ہیں۔

حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ متقی وہ ہے جو اپنی طاقت و قوت سے بیزار ہو۔ ایک قول کے مطابق تقویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے وہاں نہ دیکھے جہاں سے اُس نے منع کیا ہے اور وہاں سے گم نہ پائے جہاں کا تجھے حکم دیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار کا نام تقویٰ ہے۔

کہا گیا ہے کہ تقویٰ یہ ہے کہ تُو اپنے دل کو غفلتوں سے، نفس کو شہوتوں سے، حلق کو لذتوں سے اور اعضاء کو گناہوں سے بچالے۔ اس وقت تجھے زمین و آسمان کے رب تک پہنچنے کی اُمید ہوگی۔

حضرت ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تقویٰ اچھے اخلاق کا نام ہے۔ بعض بزرگ فرماتے ہیں کسی انسان کے تقویٰ پر تین چیزوں سے استدلال کیا جاسکتا ہے جو کچھ نہیں پایا اس کے بارے میں اچھا توکّل، جو کچھ حاصل ہوا اس کے سلسلے میں اچھی طرح راضی ہونا اور جو کچھ ضائع ہوا اس پر اچھی طرح صبر کرنا۔

کہتے ہیں کہ متقی وہ ہے جو خواہشات کے پیچھے چلنے سے بچے۔ حضرت مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھ سے حضرت وہب بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ فقہاء مدینہ میں سے کسی نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ متقی لوگوں کی کچھ علامات ہیں جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں، مصیبت پر صبر کرنا، فیصلہ خداوندی پر راضی رہنا، نعمتوں کے ملنے پر شکر کرنا اور قرآنی احکام کے سامنے جھک جانا۔

حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ فرماتے ہیں آدمی اس وقت تک متقی نہیں ہو سکتا جب تک بخیل شریک اور جابر بادشاہ سے بڑھ کر اپنے نفس کا محاسبہ نہ کرے۔ حضرت ابوتراب فرماتے ہیں تقویٰ کے سامنے پانچ گھاٹیاں ہیں جو شخص انہیں عبور نہ کرے متقی نہیں ہو سکتا۔ وہ یہ ہیں:

(۱) آسانی کے مقابلے میں سختی اختیار کرنا۔ (۲) زیادہ رزق کے مقابلے میں تھوڑی روزی پر قناعت کرنا۔ (۳) عزّت کے مقابلے میں ذلّت اختیار کرنا۔ (۴) آرام کے مقابلے میں تکلیف کو پسند کرنا اور (۵) زندگی کے مقابلے میں موت کو ترجیح دینا۔

بعض علماء نے فرمایا انسان اس وقت تک تقویٰ کی کوہان (بلندی) پر نہیں پہنچ سکتا جب تک اس کی یہ حالت نہ ہو کہ جو کچھ اس کے دل میں ہے اسے ایک پلیٹ میں رکھ کر بازار میں پھرایا جائے تو اس میں سے کسی چیز کے بارے میں وہ شرمندہ نہ ہو کہا گیا ہے کہ تقویٰ یہ ہے کہ تم اپنے باطن کو اللہ کے لیے اس طرح مزیّن کرو جس طرح اپنے ظاہر کو لوگوں کے لیے بناتے سنوارتے ہو۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

بندہ چاہتا ہے کہ اسے اپنی خواہشات کے مطابق ملے لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی دیتا ہے انسان کہتا ہے "میرا فائدہ اور میرا مال،" لیکن اللہ تعالیٰ سے ڈرنا (تقویٰ اختیار کرنا) سب سے بہترین فائدہ ہے۔

حضرت مجاہد، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں انھوں نے فرمایا ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے وصیت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا تقویٰ اختیار کرو کیوں کہ وہ تمام نیکیوں کا مجموعہ ہے اور جہاد اختیار کرو کیونکہ وہ اسلام کی رہبانیت (گوشہ نشینی) ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر اختیار کرو بیشک وہ تمہارے لیے روشنی ہے۔

حضرت ابو ہرمز نافع بن ہرمز رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سُنا آپ فرماتے تھے، پوچھا گیا یا رسول اللہ! آپ کی آل کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا "ہر متقی" پس تقویٰ تمام صالح اعمال کا مجموعہ ہے اور تقویٰ کی حقیقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ اس کے عذاب سے بچنا ہے۔ کہا جاتا ہے اِتَّقٰی فُلَانٌ بِتُرْسِہٖ۔ فلاں شخص اپنی ڈھال کے ذریعے (حملے سے) محفوظ رہا۔ اور اصل تقویٰ یہ ہے کہ شرک سے اجتناب کیا جائے پھر صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے بچا جائے۔ اس کے بعد شبہات سے اور آخر میں ضرورت سے زائد اشیاء سے کنارہ کشی اختیار کی جائے۔

اللہ تعالیٰ کے ارشادِ گرامی:

اِتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ۔ — اللہ تعالیٰ سے ڈرو جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے

کی تفسیر میں آیا ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے نافرمانی نہ کی جائے اُسے یاد کیا جائے بھلایا نہ جائے شکر ادا کیا جائے انکار نہ کیا جائے۔

حضرت سہل بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مددگار نہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی رہنما نہیں تقویٰ کے سوا سامانِ سفر نہیں اور اس پر صبر کے سوا کوئی عمل نہیں۔ حضرت کتانی فرماتے ہیں دنیا کی تقسیم آزمائشوں پر ہے اور جنّت کی تقسیم تقویٰ پر ہے اور جو شخص اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان تقویٰ اور غور و فکر (امراقبہ) کے ساتھ فیصلہ نہیں کرتا وہ کشف اور مشاہدہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

نصر آبادی فرماتے ہیں تقویٰ یہ ہے کہ بندہ، اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے پرہیز کرے۔ حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو شخص چاہتا ہے کہ اسکے۔ لیے تقویٰ صحیح ہو جائے اسے چاہیے کہ تمام گناہوں کو چھوڑ دے۔

حضرت نصر آبادی رحمہ اللہ نے مزید فرمایا کہ جو شخص تقویٰ اختیار کرتا ہے وہ ترکِ دنیا کا آرزومند ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَدَارُ الْاٰخِرَۃِ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ۔ — اور البتہ آخرت کا گھر متقی لوگوں کے لیے بہتر ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں جس شخص کا تقویٰ درست ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دُنیا سے رُوگردانی آسان کر دیتا ہے۔

حضرت ابو عبد اللہ رُودباری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تقویٰ یہ ہے کہ تو اس چیز سے اجتناب کرے جو تجھے اللہ تعالیٰ سے دور کرتی ہے

حضرت ذالنون مصری فرماتے ہیں متقی وہ ہے جو اپنے ظاہر کو شریعت کی مخالفت سے اور باطن کو غافل کرنیوالی چیزوں سے آلودہ نہیں کرتا اور وہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ اتفاق اور تسلیم و رضا کے مقام پر ٹھہرا ہوتا ہے۔

حضرت ابن عطیہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں متقی کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن۔ اس کا ظاہر شرعی حدود کی حفاظت کرنا ہے اور باطن، نیّت اور اخلاص ہے۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں زندگی ان لوگوں کے ساتھ گزارنی چاہیے جن کے دل تقویٰ کے آرزومند ہیں اور ذکرِ الٰہی کے ساتھ خوش ہوتے ہیں۔

حضرت ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تقویٰ خالص حلال میں ہے اس کے غیر میں نہیں۔

حضرت ابو الحسین زنجانی رحمہ اللہ نے فرمایا جس کا سرمایہ تقویٰ ہو اس کے نفع کے اوصاف بیان کرنے سے زبانیں گنگ

ہو جاتی ہیں۔

حضرت واسطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تقویٰ یہ ہے کہ اپنے تقویٰ سے بھی بچے یعنی ریاکاری کا تقویٰ نہ ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے گھی کے چالیس مٹکے خریدے ان کے غلام نے ایک مٹکے سے چوہا نکالا۔ آپ نے پوچھا تو نے کس مٹکے سے نکالا ہے۔ اس نے کہا مجھے معلوم نہیں چنانچہ آپ نے تمام گھی بہادیا۔

بعض ائمہ کرام کے بارے میں مروی ہے کہ وہ اپنے قرض دار کے درخت کے سائے میں نہیں بیٹھتے تھے اور فرماتے جس قرض سے نفع حاصل کیا جائے وہ سود ہے۔ کہا گیا ہے کہ حضرت ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک دوست کے ہمراہ جنگل میں کپڑا دھویا۔ خادم نے کہا انگور والی دیوار پر ڈال دیں انھوں نے فرمایا میں غیر کی دیوار میں میخ گاڑنا نہیں چاہتا۔ اس نے کہا درخت پر لٹکا دیں۔ فرمایا نہیں کیونکہ اس سے ٹہنیاں ٹوٹ جائیں گی۔ اس نے کہا اذخر (ایک گھاس) پر ڈال دیں، فرمایا نہیں کیونکہ وہ چارپایوں کا چارہ ہے۔ ہم اسے ان سے پوشیدہ نہیں کرتے۔ کہا گیا کہ پھر آپ نے اپنی پیٹھ سورج کی طرف کرکے اس پر قمیص بچھالی اور کھڑے رہے یہاں تک کہ ایک طرف سے خشک ہوگئی اور اسے الٹ دیا یہاں تک کہ دوسری جانب سے بھی خشک ہوگئی۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک رات بیت المقدس کے پتھر کے نیچے سوگیا۔ جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو دو فرشتے اترے۔ ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے پوچھا یہاں کون ہے؟ دوسرے نے کہا یہ ابراہیم بن ادھم ہیں۔ اس نے کہا یہی ہے وہ شخص کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے درجات میں سے ایک درجہ کم کردیا ہے۔ دوسرے نے پوچھا کیوں؟ اس نے جواب دیا اس لیے کہ اس نے بصرہ میں کھجوریں خریدیں تو پھل فروش کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اس کی کھجوروں میں گرگئی۔ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں (یہ سن کر) میں بصرہ کی طرف چل پڑا اور اس آدمی سے کھجوریں خریدیں اور اپنی کھجوروں میں سے ایک کھجور اس کی کھجوروں میں ڈال دی پھر بیت المقدس کی طرف لوٹا اور پتھر کے نیچے سوگیا۔ رات کا کچھ حصہ گزرا تو آسمان سے دو فرشتے اترے ایک نے دوسرے سے پوچھا یہاں کون ہے؟ دوسرے نے کہا یہ ابراہیم بن ادھم ہیں۔ اس نے کہا یہ وہی ہیں جنھوں نے ایک چیز کو اس کے اصل مقام کی طرف لوٹا دیا اور ان کا درجہ بلند ہوگیا۔

تقویٰ کی اقسام:- کہا گیا ہے کہ تقویٰ کی چند صورتیں ہیں:

عام لوگوں کا تقویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے سے بچیں۔ خاص لوگوں کا تقویٰ یہ ہے کہ ہر حال میں گناہوں کو ترک کرنے اور نفس کی مخالفت کے ذریعے خواہشات کو چھوڑ دیں۔

اور اولیاء کرام میں سے خاص الخاص لوگوں کا تقویٰ یہ ہے کہ وہ ہر بات میں اپنے ارادے کو چھوڑ دیں عبادات میں سے محض نوافل کو اختیار کرنا ترک کردیں اسباب دنیا سے تعلق اور غیر خدا کی طرف میلان کو چھوڑ دیں۔

اور فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کی تعمیل کریں انبیاء کرام علیہم السلام کا تقویٰ یہ ہے ان سے کوئی غیب کسی غیب میں نہیں گزرتا مگر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس کی طرف ہے، وہ انھیں حکم دیتا ہے انھیں منع کرتا ہے، ان کو توفیق دیتا اور ادب سکھاتا ہے انکو خوش کرتا ہے انکا علاج کرتا ہے ان سے باتیں کرتا ہے انھیں راستہ دکھاتا ہے ان کو عطا کرتا ہے، مبارک باد دیتا ہے ان کو (غیب پر) مطلع کرتا اور (قلبی) بینائی عطا فرماتا ہے ان کے تقویٰ تک عقل کی رسائی نہیں۔

انبیاء کرام، انسانوں بلکہ تمام فرشتوں سے الگ ہیں البتہ ظاہری امور اور وہ باتیں جو امت کے لیے نیز عام مومنوں سے متعلق ہیں ان میں وہ لوگوں کے ساتھ شریک ہوتے ہیں اور اس کے علاوہ باتوں میں ان سے جدا رہتے ہیں۔ بعض اوقات بعض بزرگ ابدال اور منتخب

اولیاء کرام بھی اس تقویٰ سے کچھ حصہ حاصل کرتے ہیں جن کے ذکر سے عبارات قاصر ہیں وہ وجود کی طرف ظاہر نہیں ہوتا اور نہ ہی سماعت اور دیگر حواس سے محسوس کیا جا سکتا ہے البتہ جب بات زبان پر غالب آ جائے تو ایک یا کچھ کلمات باہر آ جاتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ اُسے سکون و اطمینان، ثابت قدمی اور پردہ پوشی عطا فرماتا ہے چنانچہ وہ اپنے معاملے میں بیدار ہو جاتا ہے اور اپنی زبان کی حفاظت کرتا ہے اور جو کلمہ زبان پر جاری ہوا اس کے لیے بخشش طلب کرتا ہے اور عبارت بدل دیتا ہے اور اس انداز پر الفاظ کو ڈھالتا ہے کہ عام طریقے کے مطابق سمجھے جا سکیں۔

تقویٰ کا راستہ

تقویٰ کا راستہ یہ ہے کہ سب سے پہلے بندوں پر کیے گئے مظالم اور ان کے حقوق سے پاک صاف ہو جائے پھر کبیرہ اور صغیرہ گناہوں سے پاک ہو اس کے بعد قلبی گناہوں کو چھوڑنے میں مشغول ہو کیونکہ یہ تمام گناہوں کی اصل ہیں اور انہی سے ظاہری اعضاء کے گناہ پھوٹتے ہیں۔ ریاکاری، منافقت، خود پسندی، تکبر، حرص، لالچ، مخلوق سے خوف اور امید، عہدہ اور حکومت کی طلب، اپنے ہم جنس لوگوں سے بڑھنا اور اس طرح کے دیگر گناہ جن کی تفصیل بہت زیادہ ہے، سے اجتناب کیا جائے۔

ان تمام باتوں پر قوت، خواہشات کی مخالفت سے حاصل ہوتی ہے۔ اس کے بعد اپنے ارادے کو چھوڑنے میں مشغول ہو جائے، اللہ تعالیٰ کے اختیار کے ساتھ اپنے اختیار اور اس کی مشیت میں اپنی تدبیر کو داخل نہ کرے اور نہ اُسے ترجیح دے حصولِ رزق میں کسی جہت و سبب کو اپنا ذریعہ خیال نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کی تخلیق پر اعتراض نہ کرے بلکہ سب کچھ اس کے سپرد کر دے اس کے حضور جھک جائے اور اس کے سامنے اپنے آپ کو ڈال دے۔ قدرت خداوندی کے سامنے یوں ہو جائے جس طرح دودھ پیتا بچہ دودھ پلانے والی اور دایہ کے سامنے ہوتا ہے یا جس طرح میت غسل دینے والے کے ہاتھ میں ہوتی ہے کہ اس کے اپنے اختیارات سلب اور ختم ہو جاتے ہیں اور ارادہ باقی نہیں رہتا پس تمام قسم کی نجات اسی بات میں ہے۔

اگر کوئی کہے کہ یہاں تک پہنچنے کا راستہ کیا ہے تو کہا جائے گا کہ یہاں تک پہنچنے کا راستہ سچائی کے ساتھ خداوند تعالیٰ کی پناہ میں آنا ہے ہر طرف سے تعلقات توڑ کر اسی کا بن جانا اس کی اطاعت و فرمانبرداری اختیار کرنا، اس کی طرف سے منع کی گئی چیزوں سے باز رہنا تقدیر خداوندی کو تسلیم کرنا اور حدودِ الٰہیہ کی حفاظت کرنا نیز اپنے حال کی ہمیشہ نگرانی کرنا ہے۔

نجات کے بارے میں بزرگانِ دین کے اقوال مختلف ہیں۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو شخص نجات حاصل کرتا ہے محض اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے سے حاصل کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا حَتَّىٰ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَن لَّا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ

اور ان تین پر جو موقوف رکھے گئے۔ یہاں تک کہ جب زمین اتنی وسیع ہو کر ان پر تنگ ہو گئی اور وہ اپنی جان سے تنگ آ گئے اور انھیں یقین ہوا کہ اللہ سے پناہ نہیں، مگر اسی کے پاس۔

حضرت رویم رحمہ اللہ فرماتے ہیں تقویٰ اور صدق کے بغیر کوئی نجات نہیں پا سکتا۔

ارشادِ خداوندی ہے:

وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۔ اور اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کو ان کی نجات کی جگہ بچائے گا۔

حضرت حریری فرماتے ہیں وہی نجات پاتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے وفاداری کا ثبوت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ۔ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا کرتے ہیں اور بات پکی کر کے پھرتے نہیں۔

حضرت عطاء فرماتے ہیں وہی شخص نجات پاتا ہے جس میں حیا پایا جاتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ۔ کیا تو نہیں جانتا کہ بے شک اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے۔

بعض حضرات کا قول ہے کہ نجات پانے کا واحد ذریعہ اللہ تعالیٰ کا حکم اور وہ فیصلہ ہے جو پہلے سے علمِ خداوندی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰى ۔ بے شک وہ لوگ جن کیلیے پہلے ہی سے ہمارا بھلائی کا وعدہ ہو چکا۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نجات وہی پاتا ہے جو دنیا اور اس میں رہنے والوں سے منہ پھیر لیتا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ ۔ بے شک دنیا کی زندگی کھیل کود ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" دنیا کی محبت تمام گناہوں کی اصل ہے اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والے فرائض کی ادائیگی سے بڑھ کر کسی چیز سے قرب حاصل نہیں کرتے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے جب سے دنیا کو پیدا فرمایا ہے اس کی طرف نظر نہیں فرمائی"۔

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ناپسند کرتے ہوئے اس پر رحمت کی نظر نہیں فرمائی اور یہ بہت بڑا پردہ ہے۔ اسی کے ساتھ خالص اور عیب ناک میں تمیز ہوتی ہے جس شخص کے پاس اس میں سے کچھ بھی باقی ہو اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے مناجات کی لذت تک پہنچنا صحیح نہیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کی محبوب چیز ان کی دشمن ہے۔

ترغیب و ترہیب

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو ثواب و عذاب کے وعدہ اور ترغیب و ترہیب کے ذریعے توحید اور اطاعت کی دعوت دی۔ انھیں ڈرایا اور باز رکھا تاکہ انھیں کوئی عذر باقی نہ رہے اور ان پر حجت قائم ہو جائے۔ اس ضمن میں آیات ملاحظہ فرمائیں:

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ۔ رسول خوشخبری دیتے اور ڈر سناتے کہ رسولوں کے بعد اللہ کے یہاں لوگوں کو کوئی عذر نہ رہے۔

وَلَوْ اَنَّا اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَا اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ۔ اور اگر ہم انھیں رسول کے آنے سے پہلے کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے تو وہ ضرور کہتے اے ہمارے رب تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہیں بھیجا کہ ہم اس سے پہلے تیری آیتوں پر چلتے اور ذلیل و رسوا نہ ہوتے۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔

اور ہم عذاب نہیں دیتے جب تک اپنے رسولوں کو نہ بھیجیں۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ۔

اے لوگو! بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت دلوں کی شفاء اور مومنوں کے لیے ہدایت و رحمت آگئی۔

وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ۔

اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے عذاب سے ڈراتا ہے اور اللہ تعالے بندوں پر مہربان ہے۔

اِعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْۤ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ۔

جان لو بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے پس اس سے ڈرو۔

وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔

اور جان لو بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔

خالق کائنات ارشاد فرماتا ہے:

وَاتَّقُوْنِ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ۔

اور اے عقلمند لوگو! مجھ ہی سے ڈرو۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ۔

اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جان لو کہ بے شک تم اس سے ملاقات کرنے والے ہو۔

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۔

اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاؤ گے پھر ہر نفس کو اس کے کسب کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ۔

اور اس دن سے ڈرو جب کوئی نفس کسی نفس کے کام نہیں آئیگا اور نہ ان سے فدیہ قبول کیا جائے گا۔ اور نہ ہی ان کو سفارش نفع دے گی۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْئًا اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ۔

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن کا خوف کرو جس میں کوئی باپ اپنے بچّہ کے کام نہ آئیگا اور نہ کوئی بیٹا اپنے باپ کو کچھ نفع دیگا بے شک اللہ کا وعدہ سچّا ہے تو تمہیں دنیا کی زندگی ہرگز دھوکا نہ دے اور ہرگز تمہیں اللہ کے حکم پر بڑا فریبی دھوکا نہ دے

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ۔

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو بے شک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

اے لوگو! اپنے اس رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا اور اس سے اس کا ایک جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مردوں اور عورتوں کو پھیلایا اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو بیشک

عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا ۔

اللہ تعالیٰ تمہیں ہر وقت دیکھتا ہے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا۔

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۔

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ہر نفس کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کل کے لیے کیا بھیج رہا ہے اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی خبر رکھتا ہے۔

وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۔

اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو بے شک اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔

قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا وَّقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ ۔

اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہوں گے۔

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّاَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۔

کیا تمہارا خیال ہے کہ ہم نے تمہیں فضول پیدا کیا اور تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے۔

اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدًی ۔

کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ اسے آزاد چھوڑا جائے گا۔

اَفَاَمِنَ اَھْلُ الْقُرٰٓی اَنْ یَّاْتِیَھُمْ بَاْسُنَا بَیَاتًا وَّھُمْ نَآئِمُوْنَ اَوَاَمِنَ اَھْلُ الْقُرٰٓی اَنْ یَّاْتِیَھُمْ بَاْسُنَا ضُحًی وَّھُمْ یَلْعَبُوْنَ ۔

کیا بستیوں والے (اس بات سے) بے خوف ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت آئے جب وہ سوئے ہوئے ہوں کیا بستیوں والے بے خوف ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن چڑھے آئے جب وہ کھیل رہے ہوں۔

اے مسکین! ان آیات کے بارے میں تیرا جواب کیا ہے؟ ان پر تیرا عمل کیسا ہے؟ کیا تو اپنی خبیث خواہشات کی اتباع سے باز آیا جو تجھے دنیا اور آخرت میں ہلاک کرنے والی ہیں، بدبختی اور ذلت کے مقام پر اتارنے والی ہیں جہاں کی آگ تجھے جلائے گی وہاں کے سانپ تجھے ڈسیں گے بچھو اور دیگر کاٹنے والی چیزیں تجھے ڈنگ ماریں گی کیڑے تجھے کھائیں گے مقرر شدہ اور محافظ فرشتے تجھے ماریں گے، ہر دن نیا عذاب ہوگا اور وہاں تو فرعون، ہامان، قارون اور شیطانوں کے ساتھ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے (تقویٰ کی) ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:

وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ۔

اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو۔

نیز ارشاد فرمایا:

وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یُکَفِّرْ عَنْہُ سَیِّاٰتِہٖ وَیُعْظِمْ لَہٗٓ اَجْرًا ۔

اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کی برائیاں اتار دے گا اور اسے بڑا ثواب دے گا۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

یٰٓاَیُّھَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ الَّذِیْ خَلَقَکَ فَسَوّٰکَ فَعَدَلَکَ ۔

اے انسان! تجھے کس چیز نے اپنے کرم والے رب سے فریب دیا جس نے تجھے پیدا کیا۔ پھر ٹھیک بنایا پس ہموار کیا۔

نیز ارشاد ہوتا ہے:

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ۔

کیا ایمان والوں کے لیے وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کے لیے جھک جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے تجھے اس چیز کی طرف رغبت دی ہے جو اس کے پاس ہے مثلاً اس کے فضل، وسیع رحمت، اچھے رزق، اس کے ہاں سکون پانے اور اطمینان حاصل کرنے کے لیے تقویٰ کے راستے پر چلنا اور اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اختیار کرنا چاہیے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے راستہ بیان کیا، حجت واضح کی اور اس کے بعد گناہوں کی بخشش، غلطیوں کے مٹانے اور بہت بڑا اجر عطا کرنے کی ضمانت دی۔

ارشاد فرمایا:

وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یُکَفِّرْ عَنْہُ سَیِّاٰتِہٖ وَیُعْظِمْ لَہٗٓ اَجْرًا۔

اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کی بُرائیاں اتار دے گا اور اسے بڑا ثواب دے گا

پھر تنبیہہ فرمائی کہ کہیں اللہ تعالیٰ کی ذات سے غافل نہ ہو جانا، اس کے راستے سے اندھے نہ بن جانا، اس کی آیات، مواعظ اور سرزنش سننے سے بہرے نہ ہو جانا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ الَّذِیْ خَلَقَکَ فَسَوّٰکَ فَعَدَلَکَ۔

تجھے کس چیز نے اپنے کرم والے رب سے فریب دیا جس نے تجھے پیدا کیا پھر ٹھیک بنایا پس ہموار کیا۔

اللہ تعالیٰ نے کریم کے طور پر اپنا ذکر فرمایا تاکہ تم اس کے معاملات سے علیحدہ نہ ہو جاؤ اس کے قرب سے نفرت نہ اختیار کرو اور اسے چھوڑ کر مخلوق میں مشغول نہ ہو جاؤ۔ پھر (اے انسان) تیرا ذکر فرمایا کہ اس نے تجھے پیدا فرمایا اور عدم سے وجود میں لایا۔ تجھے زندہ کیا جب کہ تو کچھ بھی نہ تھا تجھے فقر کے بعد غنا اور ضعف کے بعد قوت عطا فرمائی۔ فلاح و بہبود کے سلسلہ میں تجھے بصیرت دی جبکہ پہلے تم بالکل اندھے تھے جہالت کے بعد علم اور گمراہی کے بعد ہدایت سے نوازا پس اے غافل! اس کے وسیع فضل کی طلب سے بیٹھ جانے کی کیا وجہ ہے؟ اس کی اطاعت سے کیونکر کاہل بنے بیٹھے ہو جبکہ یہی چیز دنیا میں عزت، آخرت میں سعادت اور جنت میں بلندیٔ درجات کا سبب ہے کیا تم نے دنیا کو پسند کر لیا اور خیر کے بدلے ایک ادنیٰ چیز کو بدل لیا۔ دنیا اور اس کی اولاد اور دنیا کی فانی زینت کو فردوس اعلیٰ اور انبیاء کرام، صدیقین و شہداء کی دوستی پر ترجیح دیدی۔ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سُنا۔

اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَۃِ فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّا قَلِیْلٌ۔

کیا تم نے دنیا کی زندگی کو آخرت کے مقابلے میں پسند کر لیا، پس دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں قلیل ہے۔

نیز فرمایا:

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی۔

بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ آخرت بہتر اور زیادہ باقی رہنے والی ہے۔

ایک جگہ ارشاد ہوا:

فَاَمَّا مَنْ طَغٰی وَاٰثَرَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا فَاِنَّ الْجَحِیْمَ ھِیَ الْمَاْوٰی۔

پس جس شخص نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی، پس بے شک جہنم ہی اس کا ٹھکانا ہے۔

جنت و دوزخ میں داخلے کا باعث اعمال

جان لو جہنم میں جانے کا باعث کفر ہے اور (وہاں) عذاب کا بڑھنا مختلف طبقات کی تقسیم بُرے اعمال اور اخلاق بد کی وجہ سے ہے جبکہ جنت میں داخل ہونے کا سبب ایمان اور نعمتوں میں اضافہ نیز درجات جنت کی تقسیم اچھے اعمال اور اخلاق حسنہ کے باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا فرما کر جنتیوں کے لیے اسے نعمتوں سے بھر دیا اور جہنم کو پیدا کر کے دوزخیوں کے لیے اُسے عذاب سے بھر دیا۔ دنیا کو پیدا کر کے آزمائش وابتلاء کے لیے اسے مصیبتوں اور نعمتوں سے بھرا پھر مخلوق کو پیدا کر کے جنت وجہنم کو ان سے پوشیدہ رکھا کہ انھوں نے اسے نہیں دیکھا۔

دنیا کی نعمتیں اور تکالیف آخرت کا ایک نمونہ اور محض چکھنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین میں اپنے کچھ بندوں کو بادشاہ بنا کر انھیں غلبہ دیا تاکہ ان کے ذریعے لوگوں کے دلوں میں رُعب پیدا کیا جائے اور لوگوں کی جانوں کا مالک بنایا پس یہ اس کی تدبیر، بادشاہی اور اس کے حکم و معاملہ کے نفاذ کا ایک نمونہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان تمام باتوں کی قرآن پاک میں خبر دی دونوں جہانوں کی صفت بیان کی اپنی بادشاہی، قدرت، تدبیر، عطا اور صنعتوں کو بیان کیا اور اس پر مثالیں بیان فرمائیں پھر ارشاد فرمایا:

وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا اِلَّا الْعَالِمُوْنَ۔

یہ مثالیں ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں اور ان کو صرف اہلِ علم سمجھتے ہیں۔

لہٰذا وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کا علم رکھتے ہیں وہ اس کی طرف سے بیان کی گئی مثالوں کو سمجھتے ہیں کیونکہ مثال اس چیز کی صفت ہے جسے تُو نے دیکھا اور وہ تجھے اسی چیز کی صفت دکھاتی ہے جو تجھ سے چھپی ہوئی ہے اور جو کچھ تُو نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا وہ دکھاتی ہے تاکہ تیرے دل کی آنکھ وہاں تک پہنچ جائے جہاں تک تیری ظاہری آنکھ نہیں پہنچتی۔ اور تیرا دل اس چیز کو سمجھ جائے جس کے ساتھ تجھے مخاطب کیا گیا ہے یعنی دونوں جہاں کے حالات اور تمام بادشاہوں کے بادشاہ کے معاملات سے تم واقف ہو جاؤ۔

پس دُنیا کی ہر نعمت اور ہر خواہش جنت اور اس کی نعمتیں چکھنے کا ایک نمونہ ہے اس کے بعد جنت میں وہ کچھ ہے جسے نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سُنا اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں اس کا خیال گزرا۔ پس اگر بندوں کے لیے ان میں سے کسی چیز کا نام رکھ دیا جائے تو وہ ان ناموں سے فائدہ حاصل نہیں کر سکیں گے کیونکہ اس کو انھوں نے یہاں (دنیا میں) نہ تو سمجھا ہے اور نہ ہی دیکھا ہے اور دنیا میں اس کا کوئی نمونہ بھی نہیں ہے۔

جنّت کے درجات

جنّت کے سو درجے ہیں ان میں سے تین کے اوصاف بیان کیے گئے ہیں۔

(۱) سونا (۲) چاندی (۳) نور۔ اس کے علاوہ درجات سمجھے نہیں جا سکتے اور نہ ہی عقل ان کو برداشت کر سکتی ہے۔

اسی طرح دنیا میں جو سختی اور عذاب ہے وہ جہنم کا ایک نمونہ ہے اس کے بعد طرح طرح کے عذاب ہیں جو عقل میں نہیں آ سکتے۔

اور یہ سب کچھ اہل جہنم پر اللہ تعالیٰ کے غضب کا نتیجہ ہے اور اہل جنت کیلئے نعمتوں کا حصول اس کی رحمت کے سبب سے ہے۔

جنّت کی نعمتیں

اللہ تعالیٰ کے بندے دنیا میں جو حلال چیز کھا کر اس کا شکر ادا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کے بدلے قیامت میں وہ چیز عطا کرے گا جس کے مقابلے میں یہ (دنیوی) چیز نہایت حقیر ہو گی اور جو شخص حرام چیز کھاتا ہے اس نے جنت کے درجات کو اپنے اوپر حرام کر دیا اور جس نے اسے جھوٹ سمجھا اس نے اپنے آپ کو جنت کی تمام نعمتوں سے محروم کر دیا۔

اہل جنت کے لیے بیویاں، کھانے اور مہمان نوازی ہو گی۔ بیویاں اس لیے ہوں گی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سلامتی کے گھر کی طرف بلایا تاکہ نئے اور تازہ جسم نیز ہمیشہ کی زندگی عطا فرمائے۔ شادی کے سلسلے میں دعوت ولیمہ ہوگی اور مہمان نوازی زیارت کیلئے ہوگی۔

اہل جنت باہم ملاقات اور ایک دوسرے کی زیارت کریں گے الفت و محبت کے مقام پر ایک دوسرے سے گفتگو کریں گے اور طوبیٰ درخت کے نیچے جمع ہوں گے وہاں انبیاء و رسل علیہم السلام سے ملاقات اور ان کی زیارت کا شرف حاصل کریں گے ان کے درمیان فرشتوں کی مجلسیں ہوں گی ان سب پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی ہو۔ نماز کے اوقات میں بازاروں میں جا کر وہاں سے صورتیں اور اللہ تعالیٰ کے تحائف حاصل کریں گے۔ صبح و شام ان کو طرح طرح کے کھانے پینے کا سامان اور پھل حاصل ہوں گے۔ ان کا رزق بہت زیادہ ہو گا نہ ختم ہو گا نہ روکا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دن رات اضافہ ہو گا جب مزید ملیگا تو پہلے کو بھول جائیں گے پھر ان کے لیے تماشا گاہ ہوگی جس کی طرف وہ نکلیں گے وہ حوضِ کوثر کے کنارے پر واقع باغ میں ہوگی اس میں موتیوں کے خیمے نصب ہونگے ایک خیمے کی لمبائی چھ میل ہوگی اور اتنی ہی چوڑائی ہوگی وہ ایک موتی سے بنا ہو گا اور اس کا کوئی دروازہ نہیں ہو گا۔ اس میں خوشبو دار لونڈیاں ہوں گی جن کی طرف نہ کسی فرشتے نے دیکھا اور نہ ہی کسی جنتی نے وہ جنتی خدّام اور حوروں سے ہوں گی اللہ تعالیٰ کے اس قول میں اسی کیطرف اشارہ ہے۔

فِيهِنَّ خَيْرَاتٌ حِسَانٌ ۔ ان میں نیک سیرت اور خوبصورت عورتیں ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے ان کو خوبصورت فرمایا تو ان کے حسن کی تعریف کون کر سکتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ ۔ خیموں میں پردہ نشیں حوریں ہیں۔

یہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی پسندیدگی کا اظہار، اس نے دیگر صورتوں میں سے ان کی صورتوں کو پسند فرمایا وہ رحمت کے بادلوں سے پیدا ہوتی ہیں جب رحمتِ خداوندی کی بارش ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی مشیت کریمہ سے خوبرو کنیزیں برستی ہیں۔ ان کے چہروں کا نور عرش کے نور سے ہے ان کو موتیوں کے خیموں میں رکھا گیا جب سے اللہ تعالیٰ نے انھیں پیدا کیا کسی نے ان کو نہیں دیکھا پس وہ خیموں میں مستور ہیں وہ تمام مخلوق سے الگ کر کے صرف اپنے خاوندوں کے لیے روکی گئی ہیں پس اہل جنت محلات میں اپنی بیویوں کے ہمراہ نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے اور جب تک اللہ چاہے گا نعمتوں میں رہیں گے یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ انھیں نئی نعمت اور نئے تماشے سے سرفراز کرنا چاہے گا تو بہشت کے مختلف درجات سے ان کو آواز دی جائے گی اے اہل جنّت! یہ دن تماشے، خوشی، کشادگی کا دن ہے پس اپنے تماشے کی طرف نکلو چنانچہ وہ اپنے شہروں کے دروازوں سے مروارید اور یاقوت کے گھوڑوں پر ان میدانوں کی طرف نکلیں گے پھر ان میدانوں میں سیر کرتے کرتے حوضِ کوثر کے کنارے پر واقع باغوں میں جا پہنچیں گے اللہ تعالیٰ ان کو ان کے مقامات کا راستہ دکھائے گا تو ہر شخص اپنے خیمے کے پاس اترے گا اس خیمے کا کوئی دروازہ نہیں ہوگا۔

نیچے میں سوراخ کر کے دروازہ بنایا جائے گا اور یہ سوراخ (ہاتھ کی بجائے) اللہ تعالیٰ کے دل کی نگاہ سے ہوگا۔ تاکہ اُسے پتا چلے کہ جو کوئی اس خیمے میں ہے اس پر کوئی بھی مطلع نہیں ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وہ وعدہ پورا فرمایا جو دنیا میں کیا تھا جب فرمایا:

فِيهِنَّ خَيْرَاتٌ حِسَانٌ ۔ ان میں نیک اور خوبصورت عورتیں ہیں۔

پھر فرمایا:

حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ خیموں میں پردہ نشین حوریں ہیں۔

پھر ارشاد فرمایا:

لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ ۔ ان سے پہلے ان کو کسی انسان اور جن نے ہاتھ نہیں لگایا۔

چنانچہ وہ مومن اپنی جنتی زوجہ کے ساتھ آراستہ کیے گئے مکان میں پاکیزہ چارپائی پر بیٹھے گا پھر ولیمہ کا کھانا پیش کیا جائے گا جب یہ کھانا کھالیں گے تو اللہ تعالیٰ انھیں پاکیزہ شراب عطاء فرمائے گا اور تازہ میوے کھائیں گے یہ اس دن کے جدید سے جدید تر تحائف میں سے ہوں گے۔ انہیں زیورات اور عمدہ لباس عطاء کیے جائیں گے انھیں رحمانی لباس پہنایا جائے گا اور وہ پسندیدہ خوبرو عورتوں کے ساتھ مشغول ہو جائیں گے اور ان سے اپنی (اس کے وقت کے شایانِ شان) حاجت پوری کریں گے۔

اس کے بعد ان باغوں میں نہروں کے کناروں پر ابریشم کے مختلف رنگوں سے منقش فرشوں کی طرف واپس چلے جائیں گے۔ سبز رنگ کے رفرفوں پر سوار ہوں گے اور ان پر تکیہ لگائیں گے جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:-

مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ۔ وہ سبز بچھونوں اور منقش خوبصورت چاندنیوں پر تکیہ لگائے ہوں گے۔

جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کو حسین فرما دے تو باقی کیا رہ جاتا ہے۔ رفرف وہ چیز ہے کہ جب کوئی اس پر سوار ہوتا ہے تو وہ پنگھوڑے کی طرح اسے دائیں بائیں اور اوپر نیچے حرکت دیتا ہے وہ اپنے سوار کے ساتھ لذت پاتا ہے۔ جب وہ رفرف پر سوار ہوں گے تو حضرت اسرافیل علیہ السلام نغمہ شروع کر دیں گے اور حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی کی آواز حضرت اسرافیل علیہ السلام کی آواز سے زیادہ اچھی نہیں۔

حضرت اسرافیل علیہ السلام جب نغمہ سرائی شروع کریں گے تو ساتوں آسمانوں میں رہنے والوں کی تسبیح اور نمازیں رک جائیں گی اور جب وہ رفرف پر سوار ہوں گے اور حضرت اسرافیل علیہ السلام رنگ برنگ آوازوں سے اس پاک بادشاہ کی پاکیزگی اور تقدیس میں نغمہ سرا ہوں گے تو جنت کے ہر درخت میں پھل لگ جائیں گے اور ہر پردہ اور دروازہ (وجد میں آ کر) کھلنا اور بند ہونا شروع ہو جائے گا۔ دروازے کی ہر زنجیر مختلف انداز کی آوازوں کے ساتھ بجنے لگے گی سونے اور چاندی کے جنگلوں میں جب اس آواز کی گونج پیدا ہوگی تو اس کی جھاڑیوں میں بانسری کی آواز سے زمزمے پیدا ہوں گے اس وقت حوروں میں سے ہر کنیز اپنی آواز کے ساتھ نغمہ سرا ہوگی اور پرندے اپنی آوازوں کے ساتھ گائیں گے۔

اس وقت اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ ان کو جواب دیں اور میرے ان بندوں کو سنائیں جنھوں نے شیطان کے باجوں سے اپنے کانوں کو پاک رکھا چنانچہ فرشتے روحانی لہجے اور آواز کے ساتھ نغمے سنائیں گے۔ ان تمام آوازوں کے باہم مل جانے سے ایک بڑی آواز پیدا ہوگی پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیگا اے داؤد علیہ السلام! اٹھ کر میرے عرش کے پائے کے پاس کھڑے ہو جاؤ اور میری بزرگی بیان کرو۔ حضرت داؤد علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی تمجید و تقدیس ایسے لہجے سے بیان کریں گے جو تمام آوازوں کو ڈھانپ

ے گی اور ان کو آراستہ کر دے گی اور لذت بڑھ جائے گی۔ خیموں والے اپنے رفرف پر جھومتے ہوئے طرح طرح کی آوازوں اور نغموں سے محظوظ ہو رہے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: فَهُمْ فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ۔

حضرت یحییٰ بن کثیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں روضہ سے مراد لذت و سرور ہے وہ اس لذت و سرور کی حالت میں ہوں گے کہ جنت عدن سے ان کے لیے پاک بادشاہ کا دروازہ کھل جائے گا۔ جنت عدن کے دروازے سے لے کر جنت کے درجات تک رُوحانی لوگوں کی صفوں سے بزرگ و برتر مالک کی بزرگی بیان کرنے کے ساتھ آوازیں بلند ہونگی اور جنت عدن کی ہوا خوشبو اور خوشی کے ساتھ پھیل جائے گی اور بادِ نسیم چلے گی۔ اور یہ قُرب خداوندی کی ہَوا ہو گی۔ اس کے بعد ایک نُور بلند ہو گا جس سے ان کے باغات، خیمے اور نہروں کے کنارے روشن ہو جائیں گے اور ہر چیز نورُ سے بھر جائے گی پھر اللہ تعالیٰ بزرگ و بُرتر ان کو اُوپر سے آواز دے گا، اے میرے دوستو اور میرے منتخب لوگو! تم پر سلامتی ہو، تم نے اپنی تفریح گاہ کو کیسا پایا، تمہیں یہ دن نوروز کے بدلے میں ملا ہے میرے دشمنوں نے دنیا میں ایک دن طلب کیا تاکہ اپنے لیے نعمت کی تجدید کریں اور انھوں نے اپنے خبث اور بدبختی کی وجہ سے آلودہ کر دیا لہٰذا جو لذت وہ چاہتے تھے حاصل نہ کر سکے اور دنیا میں جو کچھ چاہا اس سے نقصان اُٹھایا اور صبر نہ کیا تاکہ یہ چیز حاصل کرتے جو آخرت میں اطاعت گذار لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے اور تم نے اس چیز سے اعراض کیا جس کی طرف وہ متوجہ ہوئے اور جس چیز میں دنیاداروں کی رغبت تھی تم اس سے باز رہے پس آج وہ لوگ اس چیز کا عذاب چکھ رہے ہیں جس میں ان کی رغبت تھی دارفنا میں ان کی طلب کردہ لذت و شہوت جلد ہی فنا ہو گئی اور انھیں ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑا اور تمہیں صبر کی وجہ سے جنت، جنتی لباس، تفریح گاہ اور سلامتی حاصل ہو گی یہ تمہارا یوم نوروز ہے اور یہ تمہاری تفریح گاہ ہے اور جنت عدن میں میرے گھر میں تمہاری ملاقات کا دن ہے اور عرصہ دراز ہوا کہ میں نے دیکھا کہ تم دنیا میں اس قسم کے دنوں میں میری عبادت اور فرمانبرداری میں مشغول رہتے اور سرکش و مغرور لوگ اپنے کھیل کود میں مدہوش، حیران و سرگرداں گنہگار اور متکبر تھے اسباب دنیا سے نفع حاصل کرتے اور اس کے حصول پر باہم خوشی کا اظہار کرتے تم میری بزرگی کی پاسبانی اور میری حدود کی حفاظت میں مشغول رہتے میرے وعدے کا خیال رکھتے اور میرے حقوق کی ادائیگی میں مہربانی و شفقت کا ثبوت دیتے۔

جنتیوں پر احسان

پھر اہلِ جنت کے سامنے جہنم کا دروازہ کھولا جائے گا تو اس کی لپٹ اور دھوآں نیز اہلِ جہنم کی فریاد اور پکار بڑی سخت ہو گی یہ (دروازے کا کھولنا) اس لیے ہو گا تاکہ اہلِ جنت ان مجالس سے وہ منظر دیکھ کر سوچیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر کس قدر احسان فرمایا اور ان کا رشک اور سرور بڑھ جائے اور جہنمی ان قید خانوں میں طوقوں اور زنجیروں میں جکڑے ہوئے اہلِ جنت کو دیکھ کر اس چیز پر افسوس کا اظہار کریں جو ان کے ہاتھوں سے نکل گئی۔ چنانچہ وہ جنتیوں کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مدد کی درخواست کریں گے اور ان کو ان کے ناموں سے پکاریں گے۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغُلٍ فَاكِهُوْنَ	بے شک جنت والے آج دل کے بہلاووں میں چین کرتے
هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ	ہیں وہ اور ان کی بیویاں سایوں میں ہیں تختوں پر تکیہ لگائے
مُتَّكِـُٔوْنَ لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ	ان کے لیے اس میں میوہ اور ان کے لیے اس میں جو وہ مانگیں

سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيمٍ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَا بَنِي آدَمَ أَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ وَأَنِ اعْبُدُونِي هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ۔

ان پر مہربان رب کا سلام ہوگا، اور لے مجرمو! آج الگ ہو جاؤ، اے اولادِ آدم! کیا میں نے تم سے وعدہ نہ لیا تھا کہ شیطان کو نہ پوجنا بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور میری بندگی کرنا یہ سیدھا راستہ ہے۔

پھر ان پر آگ جوش مارے گی تو ان کی جماعت منتشر ہو جائے گی اور ان کی آواز بند ھ جائے گی پھر انہیں جہنم میں کچھ جزیرو ں کی طرف پھینک دیا جائے گا اور جب انھیں اس آگ کی طرف نکالا جائے گا تو ان کی طرف بچھو چل پڑیں گے جن کے دانت کھجور کے تنے کی طرح ہوں گے اور اس کے بعد آگ کا ایک سیل رواں ان کی طرف متوجہ ہو گا جو اللہ تعالیٰ کے غضب سے پُر ہو گا۔ وہ انھیں اٹھا کر دوزخ کے سمندروں میں غرق کر دے گا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک منادی پکارے گا "یہ وہ دن ہے جس کے بارے میں تم میرے ساتھ بڑے بڑے مقابلے کرتے تھے اور میری نعمتیں حاصل کر کے میرے سامنے سرکشی کرتے تھے۔ تم اپنے اعمال کے ساتھ غموں اور ذلت کی زندگی پر خوش تھے۔ لہٰذا جو کچھ میں نے عبادت گزار لوگوں کے لیے تیار کیا ہے ان لذتوں سے تمہارا کوئی تعلق نہیں اب اس چیز کا عذاب چکھو جس کو تم نے ترجیح دی تھی۔

اہلِ جنت تم سے توجہ ہٹا کر دعوت ولیمہ، طرح طرح کے پھلوں، تازہ تحفوں، جوان کنواری لڑکیوں سے ملاپ، رفرف پر سواری، نغموں کے ساتھ لذت حاصل کرنے، طرح طرح کی نغمہ سرائی، میری طرف سے سلام، میرے اچھے سلوک اور مہربانی سے لطف اندوز ہونے میں مشغول ہیں۔ ان کے لیے نعمتوں کی کوئی حد نہیں تاکہ وہ ان نعمتوں سے خوشحال رہیں نیز انھیں حاصل ہونے والی لذت میں بھی اضافہ ہوتا رہے گا۔

اے اہلِ جنت! یہ دن تمہیں میرے دشمنوں کے اس دن کے بدلے میں حاصل ہوا جس میں وہ ایک دوسرے کو خوشخبری دیتے اپنے بادشاہوں کو تحفے پیش کرتے اور ان کے تحائف قبول کرتے تھے اور تم کامیاب و کامران ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں ایک شخص نے بارگاہ نبوی میں عرض کیا: یا رسول اللہ! میں ایک ایسا آدمی ہوں جسے اچھی آواز پسند ہے کیا جنت میں خوش آوازی ہوگی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ جنت کے ایک درخت کو حکم فرمائے گا (اے درخت) میرے ان بندوں کو جو میری عبادت اور ذکر میں مشغول رہے سرنگی اور باجوں کی آواز سناؤ وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کے ساتھ ایسی آواز بلند کرے گا جس کی مثل مخلوق نے کبھی نہ سنی ہو گی۔

حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا جنت میں رات ہو گی؟ آپ نے فرمایا تجھے اس بات کا خیال کیسے پیدا ہوا۔ اس نے عرض کیا میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس کا ذکر فرمایا۔ ارشاد خداوندی ہے: وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَعَشِيًّا۔

تو میں نے کہا رات صبح اور شام کے درمیان ہوتی ہے [1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہاں رات نہیں ہو گی وہاں روشنی

---

[1] بظاہر الفاظِ حدیث سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صبح سے شام تک رات ہوتی ہے لیکن یہاں مقصود صرف (بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر دیکھیں)

ہی روشنی ہوگی جو صبح کو شام اور شام کو صبح پر لائے گا اور جنتیوں کے پاس ان اوقات میں جب وہ دنیا میں نماز پڑھا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحائف آئیں گے اور فرشتے سلام پیش کریں گے پس جو شخص چاہتا ہے کہ اس کے لیے اس لذیذ اور دائم زندگی میں حصہ ہو اسے چاہیے کہ شروطِ تقویٰ کی حدود کی حفاظت کرے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں مذکور ہیں۔

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ۔ (۲ : ۱۷۷)

کچھ اصل نیکی یہ نہیں کہ مشرق اور مغرب کی طرف رُخ کر د، ہاں اصل نیکی یہ ہے کہ ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر اور اللہ کی محبت میں اپنا عزیز مال دے۔ رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور راہ گیر اور سائلوں اور گردنیں چھڑانے میں اور نماز قائم رکھے اور زکوٰۃ دے اور اپنا قول پورا کرنے والے جب عہد کریں اور صبر والے مصیبت اور سختی میں اور جہاد کے وقت یہی ہیں جنھوں نے اپنی بات سچ کی اور وہی لوگ پرہیز گار ہیں۔

اور اس پر لازم ہے کہ اسلام کی حدود اور ارکان کی حفاظت کرے۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد یایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ــ "اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ" کی تفسیر میں فرمایا اسلام کے آٹھ حصے ہیں: (۱) نماز (۲) زکوٰۃ (۳) روزہ (۴) حج (۵) عمرہ (۶) جہاد (۷) نیکی کا حکم دینا اور (۸) برائی سے روکنا۔

اور وہ شخص نامراد ہے جسے ان میں سے کوئی حصہ بھی حاصل نہ ہو۔

حضرت عاصم احول بواسطہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام ثابت و قائم درخت کی مثل ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان اس کی اصل ہے، پانچ نمازیں اس کی شاخیں ہیں۔ رمضان المبارک کے روزے اس کا چھلکا ہیں حج اور عمرہ اس کے چُنے ہوئے پھل ہیں۔ وضو اور ناپاکی سے غسل اس کا پانی ہے۔ ماں باپ سے اچھا سلوک اور صلہ رحمی اس کی ٹہنیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء سے رُک جانا اس کے پتے ہیں، اچھے اعمال اس کا پھل ہیں اور ذکرِ الٰہی اس کے ریشے ہیں جس طرح سبز پتوں کے بغیر درخت کی زینت نہیں ہوتی اسی طرح محارم سے اجتناب اور اعمال صالحہ کے بغیر اسلام (قبولیت کی) صلاحیت نہیں رکھتا۔

دوزخ

دوزخ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس میں اہلِ جہنم کے لیے تیار کیا نیز جنت اور جو کچھ اہلِ جنت کے لیے تیار کیا ہے کا بیان

(حاشیہ صفحہ سابقہ) آتا ہے کہ رات کی ایک طرف صبح اور ایک طرف شام ہوتی ہے ترتیب کا ذکر بیان مقصود نہیں۔ ۱۲ ہزاردی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا اور اس دن جس میں کوئی شک نہیں مخلوقِ خدا ایک زمین پر جمع ہوگی ایک سخت تاریکی ان کو ڈھانپ لے گی اور شدید تاریکی کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکیں گے لوگ اپنے قدموں کے اگلے حصّے پر کھڑے ہونگے ان کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ستّر سال کی مسافت ہوگی حضور علیہ السلام نے فرمایا وہ اسی حالت میں ہونگے کہ خالقِ کائنات فرشتوں پر تجلّی فرمائیگا تو رب کائنات کے نور سے تمام زمین روشن ہو جائے گی اور اندھیرا چھٹ جائیگا۔ اللہ تعالیٰ کا نور ان تمام پر چھا جائیگا فرشتے عرش کے گرد طواف کرتے اور اپنے رب کی تمجید و تقدیس میں مصروف ہوں گے آپ ارشاد فرماتے ہیں مخلوق خدا اسی طرح صفیں باندھی کھڑی ہوگی ہر اُمّت ایک گوشے میں کھڑی ہوگی کہ اعمال نامے اور ترازو لائے جائیں گے اعمال نامے رکھ دیے جائیں گے اور ایک فرشتے کے ہاتھ میں ترازو لٹکایا جائے گا وہ اسے ایک مرتبہ بلند کرے گا اور ایک مرتبہ جھکائے گا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ اسی حالت میں ہوں گے کہ اچانک جنّت کی طرف سے پردہ اٹھایا جائے گا اور اسے نزدیک کیا جائے گا وہاں سے ایک ہوا چلے گی تو مسلمان اس کی خوشبو کستوری کی طرح محسوس کریں گے۔ حالانکہ ان کے اور جنت کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہو گی پھر جہنم سے پردہ ہٹایا جائے گا تو وہاں سے سخت دھوئیں کے ساتھ ہَوا چلے گی اور مجرم اس کی بُو محسوس کریں گے حالانکہ ان کے اور جہنم کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہوگا پھر اسے ایک بہت بڑی زنجیر کے ساتھ کھینچ کر لایا جائے گا اس پر انیس فرشتے مقرّر ہونگے اور ہر فرشتے کے ساتھ ستر ہزار مددگار فرشتے ہوں گے ہر خازن فرشتہ اپنے مددگاروں کے ہمراہ اور تمام مؤکل فرشتے اسے کھینچیں گے جبکہ ان کے مددگار دائیں بائیں اور پیچھے سے ان کے ساتھ چل رہے ہوں گے ان میں سے ہر فرشتے کے ہاتھ میں لوہے کا ایک گُرز ہوگا وہ ان میں چلائیں گے تو وہ چل پڑے گی اور اس کی آواز گدھے کی پہلی اور آخری آواز کی طرح ہوگی سخت دہشت، اندھیرا اور دُھواں ہوگا سخت اضطراب اور لپیٹ ہوگی اور اس کا سبب یہ ہے کہ وہ اہلِ جہنم پر سخت غضب ناک ہوگی۔ اسے جنت اور کھڑے ہونے کی جگہ (موقف) کے درمیان نصب کر دیا جائے گا۔ وہ آنکھ اُٹھا کر مخلوق کی طرف دیکھے گی پھر ان کو کھانے کے لیے حملہ آور ہوگی تو خازن فرشتے زنجیروں سے پکڑ کر اُسے روکیں گے اور اگر اسے چھوڑا جائے تو ہر مؤمن و کافر پر حملہ آور ہوگی جب وہ دیکھے گی کہ اسے مخلوق سے روکا گیا ہے تو سخت جوش مارے گی حتیٰ کہ سخت غصّے کی وجہ سے پھٹنے کے قریب ہو جائے گی پھر دوبارہ فریاد کرے گی تو تمام مخلوق اس کے دانتوں کی رگڑ کی آواز سنے گی اس وقت دِل لرز اٹھیں گے اور باہر نکل آئیں گے اور ہوش و حواس گُم ہو جائیں گے آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی اور دل حلق تک نکل آئیں گے

ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں دوزخ کی حالت بتائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا، دوزخ زمین کی طرح بڑا اور اس سے ستر گنا زیادہ کُشادہ ہے سخت تاریک ہے اور اس کے سات سَر ہیں اور ہر سَر میں تیس دروازے ہیں ہر دروازے کی لمبائی تین دن کی مسافت جتنی ہے اس کا بالائی ہونٹ ناک کے نتھنے تک جا پہنچتا ہے اور نچلے لب کو گھسیٹتے ہوئے چلے گا۔ اس کے ہر نتھنے میں بندش اور بہت بڑی زنجیر ہوگی اسے ستر ہزار فرشتوں نے تھام رکھا ہوگا وہ نہایت تند خُو اور سخت مزاج ہونگے اور سامنے کے دانت باہر کو نکلے ہوں گے۔ ان کی آنکھیں انگاروں کی طرح سرخ ہوں گی اور ان کے رنگ آگ کی لپیٹ کی طرح ہوں گے۔ ان کے نتھنوں سے آگ کے شعلے اور دھواں بلند ہو رہا ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لیے تیار کھڑے ہوں گے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت جہنم اللہ تعالیٰ سے سجدہ کرنے کی اجازت مانگے گی تو اللہ تعالیٰ اُسے اجازت عطا فرمائے گا اور جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا سجدہ ریز رہے گی۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا اپنا سر اُٹھالے تو وہ سر اُٹھائے گی اور کہے گی اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے جس نے مجھے اپنے نافرمان بندوں سے انتقام کا ذریعہ بنایا اور مخلوق میں سے کسی کے ذریعے مجھ سے انتقام نہیں لیا پھر نہایت رواں اور شُستہ زبان میں کہے گی تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس طرح وہ چاہے۔ جہنم یہ حمد بلند آواز سے بجا لائے گی پھر بڑے زور سے فریاد کرے گی تو اس وقت کوئی فرشتہ کوئی نبی مرسل اور مؤقف پر کھڑا کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جو اپنے گھٹنوں پر جھک نہ جائے۔ پھر دوبارہ فریاد کرے گی تو آنکھوں کے تمام قطرات باہر آجائیں گے پھر تیسری بار فریاد کرے گی تو اگر کسی انسان یا جنّ کے بہتّر (۷۲) نبیوں کے برابر بھی عمل ہوں تو یہی خیال کرے گا کہ میں جہنم میں گر جاؤنگا۔ پھر چوتھی بار فریاد کرے گی تو ہر چیز خاموش ہوجائے گی البتہ حضرت جبریل، حضرت میکائیل اور حضرت ابراہیم علیہم السلام عرش کو پکڑے ہوں گے اور ہر ایک نفسی نفسی کی پکار میں ہوگا اور بارگاہِ خداوندی میں التجا کرے گا کہ میں اپنے نفس اور جان کے سوا کسی کا سوال نہیں کرتا پھر آسمان کے ستاروں جتنے انگارے پھینکے گی ہر انگارہ مغرب کی طرف سے اٹھنے والے بڑے بادل کے برابر ہوگا اور وہ انگارے مخلوق کے سروں پر گریں گے۔ پھر اس کے اُوپر پل صراط نصب کیا جائے گا اور اس کے لیے سات سو پُل تیار کیے جائیں گے۔ ان میں سے ہر دو پُلوں کے درمیان ستر سال کی مسافت ہوگی اور کہا گیا ہے سات پُل ہونگے۔ پُل صراط کی چوڑائی ایک طبقہ سے دوسرے طبقہ تک پانچ سو سال کی مسافت ہوگی اور دوسرے سے تیسرے تک پانچ سو سال کی مسافت تیسرے سے چوتھے تک اسی طرح، چوتھے سے پانچویں تک اتنی ہی مسافت، پانچویں سے چھٹے تک اسیطرح اور پھر چھٹے سے ساتویں تک اتنا ہی فاصلہ ہوگا۔ یہ ساتواں طبقہ، تمام طبقات سے زیادہ کشادہ، زیادہ گرم اور سب سے زیادہ گہرا ہوگا اس میں طرح طرح کے عذاب ہوں گے اور اس کے انگارے سب سے بڑے یعنی ستّر گنا ہونگے۔

سب سے نزدیک والے طبقہ کی لپیٹ پُل صراط کے دائیں بائیں سے متجاوز ہو کر آسمان کی طرف تین میل کے فاصلے تک پہنچے گی ہر نیچے والا طبقہ اُوپر والے طبقہ سے گرمی، انگاروں اور طرح طرح کے عذاب کے اعتبار سے اوپر والے طبقہ سے ستر گنا زیادہ سخت ہوگا۔ ہر طبقہ میں سمندر، نہریں، پہاڑ اور درخت ہونگے۔ ہر پہاڑ کی بلندی ستر ہزار سال کی مسافت ہوگی اور جہنم کے ہر طبقہ میں ستّر پہاڑ ہوں گے اور ہر پہاڑ میں ستّر ہزار درّے ہوں گے اور ہر درّے میں ستّر ہزار درخت ہوں گے ہر درخت کی ستّر ہزار شاخیں ہوں گی اور ہر شاخ پر ستر سانپ اور ستر بچھو ہوں گے ہر سانپ کی لمبائی تین میل ہوگی اور بچھو بڑے بڑے بُختی اونٹوں جتنے ہوں گے۔ ان میں سے ہر درخت پر ستر ہزار پھل ہوں گے ہر پھل میں شیطان کا سر اور ہر میوے کے درمیان ستر کیڑے ہوں گے ہر کیڑے کی لمبائی ایک تیر پھینکنے کا اندازہ ہوگی کسی پھل میں کیڑے نہیں ہوں گے لیکن کانٹے ہوں گے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جہنم کے سات دروازے ہیں ان میں سے ہر دروازے کے لیے ستر وادیاں ہیں ہر وادی کی گہرائی ستّر سال کی مسافت ہے ان میں سے ہر وادی کی ستّر ہزار شاخیں ہیں ہر شاخ میں ستر ہزار غار ہیں اور ہر غار میں ستر ہزار سوراخ ہیں ہر سوراخ کی گہرائی ستر ہزار سال کی مسافت ہے ہر سوراخ کے درمیان ستر ہزار اژدہا ہیں ہر اژدہا کے جبڑوں میں ستر ہزار بچھو ہیں۔ ان میں سے ہر بچھو کی پشت پر ستر ہزار مہرہ اور ہر مہرہ ایک زہر آلود پہاڑ ہوگا ہر کافر و منافق اس کا مزہ چکھے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ اسی حالت میں اپنے زانوؤں پر جھکے ہوئے کھڑے ہوں گے اور جہنم مست اونٹ کی طرح ان پر حملہ کے لیے مضطرب ہوگی تو ایک منادی بلند آواز سے پکارے گا اور انبیاء کرام، صدیقین، شہداء اور نیک لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے پھر لوگوں کو پیش کیا جائے گا تاکہ وہ اپنے مظالم کے باعث

کیفرِ کردار کو پہنچیں پھر دوبارہ پیش کیے جائیں گے تو رُوحوں اور جسموں کے درمیان جھگڑا ہوگا اور جسم، ارواح پر غالب آجائیں گے، پھر تیسری بار اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیے جائیں گے تو نامۂ اعمال اُڑکر لوگوں کے ہاتھوں میں آجائیں گے، پس بعض کو نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں اور بعض لوگوں کو بائیں ہاتھ میں دیا جائیگا اور بعض کا نامۂ اعمال پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائیگا جن لوگوں کو داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا انھیں اپنے رب کی طرف سے نُور عطا ہوگا اور فرشتے ان کی عزت افزائی پر مبارکباد پیش کریں گے وہ اپنے رب کی رحمت سے پُل صراط پار کر کے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ جنت کے دروازوں پر ان کی ملاقات وہاں کے داروغوں سے ہوگی جو ان کے لیے مناسب لباس، سواری اور زیورات لے کر کھڑے ہوں گے۔ چنانچہ وہ اپنی اپنی منزل کی طرف چلے جائیں گے اور اپنے محلاّت کی طرف خوش ہوکر لوٹیں گے جب وہ اپنی بیویوں کے پاس جائیں گے تو وہ کچھ پائیں گے کہ زبان ان کی تعریف نہیں کر سکتی نہ کسی آنکھ نے اُسے دیکھا اور نہ ہی کسی دل میں اس کا خیال پیدا ہوا وہ کھائیں پئیں گے اور اپنے زیورات پہنیں گے۔ پھر جس قدر مقدّر ہوگا اپنی بیویوں سے بغلگیر ہوں گے اور اپنے رب کی تعریف کریں گے جس نے ان سے غم کو دُور کیا انھیں خوف سے نجات دی اور ان کا حساب آسان کیا پھر جو کچھ حاصل ہوا اس پر اپنے رب کا شکر ادا کریں گے وُہ کہیں گے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا ۚ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ ۔

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لائق ہیں جس نے ہماری اس طرف راہنمائی فرمائی اور اگر ہمیں اللہ تعالیٰ ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پا سکتے۔

چنانچہ جو کچھ دنیا میں انھوں نے (آخرت کے لیے) سامان بنایا تھا اس پر ان کی آنکھیں روشن ہوں گی کیونکہ وہ دنیا میں یقین کرنے والے، ایمان والے، تصدیق کرنے والے، اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے اس کی رحمت کی امید اور رغبت رکھنے والے تھے۔ اس وقت نجات پانے والے نجات پائیں گے اور کافر ہلاک ہوں گے۔

اور جن لوگوں کو نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں یا پیٹھ کے پیچھے سے دیے جائیں گے ان کے چہرے سیاہ ہوں گے اور آنکھوں کی رنگت بدل جائے گی، سینے پر داغ لگائے جائیں گے ان کے جسم پھُول جائیں گے اور چمڑے موٹے ہو جائیں گے۔ اور انھیں ہلاکت کی خبر دی جائے گی جب وہ اپنے نامۂ اعمال کو دیکھیں گے اور اپنے گناہوں کا معائنہ کریں گے کہ وہ ہر چھوٹے اور بڑے گناہ کو نامۂ اعمال میں لکھا ہوا پائیں گے اس وقت ان کے دل تاریک ہو جائیں گے اور وہ بُرے گمان سخت ڈر اور بہت زیادہ غم میں مبتلا ہوں گے ان کے سر جھکے ہوں گے آنکھیں حیران و پریشان اور گردنیں بھی جھکی ہوں گی جہنم کی طرف نظریں چرُا کر دیکھیں گے اور ان کی نظر واپس نہیں لوٹے گی کیونکہ وہ ایک بہت بڑے حادثہ کو دیکھیں گے جو پیش آنے والا ہے، وہ نہایت غمگین کرنے والا سانس بند کرنے والا، ڈرانے والا ذلیل و رسوا کرنے والا اور آنکھوں سے خُون رُلانے والا ہوگا۔

چنانچہ وہ اپنے رب کی بندگی اور اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے اور ان کا یہ اعتراف آگ، شرم، غم، بدبختی، جہنّم کا لزوم اور اللہ تعالیٰ کے غضب کا باعث ہوگا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ اسی حالت میں گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے اپنے رب کے سامنے گھٹنوں کے بل جھکے ہوں گے۔ آنکھیں نیلی ہوں گی اور کچھ نظر نہیں آئے گا دل گر رہے ہوں گے ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آئے گا ایک ایک عضو کانپ رہا ہوگا اور کچھ بول نہیں سکیں گے۔ باہم رشتے منقطع ہو چکے ہوں گے نہ نسب باقی ہوگا اور نہ برادری، کوئی کسی کا پرسان حال نہ ہوگا۔ ہر کوئی اپنی اپنی مصیبت میں مبتلا ہوگا جس کا دُور کرنا اس کے لیے ممکن نہ ہوگا دنیا میں واپسی کی درخواست کریں گے لیکن قبول نہ ہوگی۔ اس وقت انھیں اس بات کا یقین حاصل ہو جائے گا جسے وہ دنیا میں نہیں مانتے

تھے۔ پیاسے ہوں گے لیکن سیرابی کے لیے پانی میسّر نہیں ہوگا۔ بھوکے ہوں گے لیکن کھانے کو کچھ نہیں ملے گا اور نہ ہی جسم ڈھانپنے کے لیے کپڑا ہوگا۔ پس وہ پیاسے، بھوکے، ننگے اور بے یار و مددگار پریشان حال پھریں گے۔ جان، مال کسب، بیوی اور بچوں غرض ہر طرف سے نقصان میں ہوں گے۔ اسی حالت میں اللہ تعالیٰ دوزخ کے مؤکلوں کو حکم دے گا کہ وہ اپنے معاونین کو لے کر جہنم سے باہر آئیں اور ہر قسم کی زنجیریں، بیڑیاں، طوق اور گرز ساتھ لائیں چنانچہ وہ سب اس سامان کے ساتھ حاضر ہوں گے جب دوزخی ان تمام چیزوں کو دیکھیں گے تو اپنی انگلیوں کے پورے چبا ڈالیں گے۔ موت کو آواز دیں گے، آنسو بہائیں گے اور ان کے پاؤں لڑکھڑا جائیں گے۔ اس وقت وہ ہر قسم کی بہتری سے ناامید ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا ان کو پکڑ کر ان کی گردنوں میں طوق ڈالو اور جہنم میں دھکیل کر زنجیروں میں جکڑ دو اس کے بعد جس شخص کو جہنم کے جس درجے میں داخل کرنا ہوگا اللہ تعالیٰ اس درجہ کے مؤکلوں کو بلا کر حکم دے گا کہ اسے گرفتار کر لو۔ چنانچہ ستر ستر مؤکل ایک ایک آدمی کی طرف بڑھیں گے اسے خوب جکڑ کر باندھیں گے گردن میں بھاری طوق اور نتھنوں میں زنجیریں ڈالیں گے جس سے دم گھٹنے لگے گا پھر ان طوقوں کو پیٹھ کی طرف سے لاکر پیشانی اور قدموں کو ملا دیا جائے گا جس کی وجہ سے پیٹھ کی ہڈیاں ٹوٹ جائیں گی۔ آنکھیں پھٹ جائیں گی، رگیں پھول جائیں گی۔ طوق کی گرمی سے گردن کا گوشت جل جائے گا رگوں کا چمڑا اتر جائے گا دماغوں کا مغز پگھل کر باہر نکل آئے گا اور یہ بہ کر پاؤں تک پہنچ جائے گا۔ بدن کی کھال الگ ہو کر گر پڑے گی، گوشت نیلے پڑ جائیں گے اور خون بہنے لگے گا، گردنیں مونڈھوں سے کانوں تک طوقوں سے بھری ہوں گی۔ تمام گوشت جل جائے گا۔ ہونٹ کٹ جائیں گے دانت اور زبانیں باہر نکل آئیں گی اور وہ چیخ و پکار کریں گے، طوقوں سے شعلے نکل رہے ہوں گے اور ان طوقوں کی گرمی رگوں میں اس طرح دوڑے گی جس طرح خون گردش کرتا ہے۔ طوق اندر سے خالی ہوں گے جہاں تپش گردش کرتی ہوگی طوقوں کی گرمی دلوں تک پہنچ جائے گی اور دلوں کا چمڑا ادھیڑ دے گا۔ دل اچھل کر حلق تک آ جائیں گے دم اس قدر گھٹنے لگے گا کہ آوازیں نکلنا بند ہو جائیں گی۔

اسی دوران اللہ تعالیٰ جہنم کے مؤکلوں کو حکم دے گا کہ ان کو (جہنم کا) لباس پہناؤ، ان کو نہایت سیاہ، کھردرے، بدبودار اور جہنم کی گرمی میں دہکتے ہوئے کرتے پہنائے جائیں گے۔ اس قدر گرم ہوں گے کہ ان پر پہاڑ بھی رکھ دیا جائے تو پگھل جائے، پھر ارشادِ خداوندی ہوگا کہ انھیں ان کے ٹھکانے پر لے جاؤ، چنانچہ انھیں لے جانے کے لیے دوزخ سے مزید زنجیریں آئیں گی جو پہلی زنجیروں کے مقابلے میں بہت بھاری اور بڑی ہوں گی۔ فرشتے ان زنجیروں کو پکڑ کر ان میں سے ہر ایک گروہ کو الگ الگ باندھیں گے پھر فرشتے ان زنجیروں کے سِروں کو اپنے کاندھے پر رکھتے ہوئے پیٹھ پھیر کر انھیں منہ کے بل کھینچتے ہوئے لے جائیں گے۔ پیچھے سے ہر گروہ کو ستر ہزار فرشتے گرزوں سے مارتے ہوئے ہنکائیں گے۔ جہنم پر پہنچنے کے بعد مؤکل کہیں گے یہی وہ آگ ہے جس کو تم نہیں مانتے تھے کیا یہ کوئی جادو ہے کیا دکھائی نہیں دیتا اب تو تمہیں اس میں داخل ہونا ہے چاہے صبر کرو یا نہ کرو تمہیں تمہارے اعمال کی سزا ملے گی اس وقت جہنم کے دروازے کھول دیے جائیں گے تاکہ وہ اس آگ میں داخل ہوں، دروازوں پر سے پردے اٹھا دیے جائیں گے اس وقت جہنم کی آگ جوش مارے گی اور اس کی لپٹ بھڑکنے لگے گی، دھواں اٹھے گا، اور شرارے بلند ہوں گے ہر شرارہ ستر سال کی مسافت کے برابر بلند ہوگا۔ یہ شرارے واپس لوٹ کر ان کے سروں پر گریں گے جس سے ان کے بال جل جائیں گے اور کھوپڑیاں ٹوٹ جائیں گی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر جہنم بلند آواز سے چلائے گی میری طرف آؤ اے اہلِ جہنم! میری طرف آؤ اے اہلِ جہنم! آگاہ رہو اپنے رب کی قسم میں تم سے ضرور بدلہ لوں گی پھر جہنم کہے گی تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کو سزاوار ہیں جس نے اپنے غضب کے ساتھ مجھے غضب ناک بنایا وہ میرے ذریعے اپنے دشمنوں سے بدلہ لیتا ہے۔

یا اللہ! میری گرمی کو مزید بڑھا دے اور میری قوت میں اضافہ فرما۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا پھر جہنم سے کچھ اور فرشتے نکلیں گے اور ہر فرشتہ ان میں سے ایک گروہ کو ہتھیلی پر اٹھا کر منہ کے بل جہنم میں ڈالے گا چنانچہ وہ سروں کے بل لڑھکتے ہوئے ستر سال کی مسافت تک جہنم میں نیچے چلے جائیں گے اور ابھی جہنمی پہاڑوں کی چوٹیوں پر نہیں پہنچیں گے اور جب ان کی چوٹیوں پر پہنچیں گے تو انہیں وہاں بھی قرار نہ ہوگا۔ حتیٰ کہ ان میں سے ہر آدمی کے ستر چمڑے بدلیں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنم کی پہاڑیوں کی چوٹیوں پر پہنچنے کے بعد ان کو پہلا کھانا زقوم (تھوہڑ) سے دیا جائے گا جس کی گرمی نہایت واضح اور کڑواہٹ زیادہ ہوگی اور وہ کانٹے دار ہوگا۔

آپ نے فرمایا اسی اثناء میں کہ وہ زقوم چبا رہے ہوں گے کہ اچانک گرز بردار موکل ان کو گرز مارنا شروع کریں گے جس سے ان کی ہڈیاں ٹوٹ جائیں گی پھر انہیں پاؤں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے جہنم میں ڈال دیں گے وہ ستر سال کی مسافت جہنم میں لڑھکتے چلے جائیں گے بالآخر ان پہاڑوں کے درّوں میں جا پہنچیں گے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں ان گھاٹیوں میں بھی قرار نصیب نہ ہوگا حتیٰ کہ وہاں ان کی ستر کھالیں بدلی جائیں گی۔ آپ نے فرمایا ان کی عوراک زقوم منہ ہی میں ہوگی نیچے نہیں لے جا سکیں گے ان کا لقمہ اور دل حلق میں جمع ہوگا۔ جس سے دم گھٹنے لگے گا اور ہر آدمی پانی طلب کرے گا۔ ان وادیوں میں کچھ ندیاں ہوں گی جو دوزخ کی طرف بہتی ہوں گی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ لوگ ان ندیوں کی طرف بڑھیں گے اور پانی پینے کے لیے وہاں اوندھے گر پڑیں گے لیکن ان کے چہروں سے چمڑے الگ ہو کر پانی میں گر پڑیں گے چنانچہ وہ پانی نہیں پی سکیں گے اور واپس مڑنا چاہیں گے کہ فرشتے آ پہنچیں گے اس وقت وہ ان چشموں پر منہ کے بل گرے ہونگے کہ فرشتے ان کو مارنا شروع کر دیں گے جس سے ان کی ہڈیاں ٹوٹ جائیں گی۔ فرشتے ان کو پاؤں سے پکڑ کر جہنم میں ڈالیں گے اور وہ سر کے بل ایک سو چالیس سال کی مسافت سخت لپٹ اور دھوئیں میں نیچے کی طرف گریں گے اور وہ ان وادیوں میں آرام نہ پا سکیں گے اور وہاں اترنے سے پہلے ان کی کھالیں ستر بار بدلی جائیں گی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان وادیوں میں واقع چشموں سے وہ پانی پئیں گے لیکن وہ سخت گرم ہوگا حتیٰ کہ پیٹ میں نہیں ٹھہرے گا پھر اللہ تعالیٰ ان کی کھال سات بار بدلے گا۔ آپ نے فرمایا جب وہ پانی ان کے پیٹ میں ٹھہرے گا تو ان کی آنتوں کو کاٹ دے گا اور یہ کٹی ہوئی آنتیں مقعد کے راستے سے نکل جائیں گی اور باقی پانی ان کی رگوں میں پھیل جائے گا جس سے ان کا گوشت پگھل جائے گا اور ہڈیاں ٹوٹ جائیں گی پھر فرشتے ان کو جا پکڑیں گے اور ان کے چہروں، پیٹھوں اور سروں پر گرز ماریں گے۔ ہر گرز کی تین سو ساٹھ دھاریں ہوں گی جب وہ ان کے سروں پر ماریں گے تو ان کے سروں کی کھوپڑیاں ٹوٹ جائیں گی اور پیٹھیں ریزہ ریزہ ہو جائیں گی اور ان کو منہ کے بل کھینچ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا جب وہ دوزخ کے درمیان میں پہنچیں گے تو ان کے چمڑوں میں آگ بھڑک اٹھے گی اور کانوں میں پھیل جائے گی چنانچہ ان کے نتھنوں اور پسلیوں سے آگ کے شعلے نکلیں گے اور تمام بدن سے پیپ بہنے لگے گی آنکھیں باہر نکل آئیں گی اور رخساروں پر لٹک جائیں گی پھر ان کو ان کے شیطانوں کے ساتھ جنھوں نے ان کو بہکایا تھا اور ان جھوٹے معبودوں کے ساتھ جن سے فریادیں کیا کرتے تھے باندھا جائے گا پھر انہیں ان شیاطین کے ساتھ تنگ جگہ پر پھینک دیا جائے گا چنانچہ وہ اپنی ہلاکت کی فریاد کریں گے پھر ان کے مال لائے جائیں گے اور ان کو جہنم کی آگ میں گرم کر کے جہنمیوں کی پیشانیوں اور پہلوؤں کو داغ لگایا جائے گا اور اسے ان کی پیٹھوں پر رکھا جائے گا جو پیٹوں سے باہر نکل آئے گا یہی لوگ جہنم کے مستحق اور شیاطین اور بتوں کے ساتھ باندھے ہوں گے۔ اپنے پہاڑ جیسے گناہوں کے ساتھ لٹکائے جائیں گے تاکہ ان پر عذاب سخت ہو۔ ان میں سے ایک پہاڑ کی لمبائی ایک ماہ کی مسافت چوڑائی پانچ دن کی مسافت موٹائی تین دن کی مسافت اور چوٹی افرع پہاڑ جتنی ہوگی، افرع شام کی سرحد کے پاس ایک پہاڑ

ہے۔ دوزخیوں کے منہ میں بتیس دانت ہوں گے جن میں سے بعض سر سے بھی اُوپر کو نکلے ہوں گے اور بعض اس کی داڑھی اور ناک سے بھی نیچے لٹکے ہوں گے اور وہ ایک بڑے ٹیلے کی طرح ہوں گے۔ اس کے بالوں کی لمبائی اور سختی صنوبر درخت کی طرح ہوگی اور وہ اتنے زیادہ ہوں گے جتنے دنیوی جنگل ہیں۔ اوپر کا ہونٹ کھنچا ہوا ہوگا اور نیچے والا ہونٹ نوّے ہاتھ کا ہوگا۔ جہنمیوں کے ہاتھ دس دن کی مسافت جتنے ہوں گے اور ایک دن کی مسافت کے برابر موٹے ہوں گے۔ ران ورقان (پہاڑ) جتنی ہوگی اور چمڑے کی موٹائی چالیس گز ہوگی۔ پنڈلی کی لمبائی پانچ رات کی مسافت کے برابر اور موٹائی ایک دن کی مسافت کے برابر ہوگی۔ آنکھ حراء پہاڑ جتنی ہوگی اور جب اس کے سر پر تارکول ڈالا جائے گا تو اس میں آگ شعلے مارے گی اور وہ مزید بھڑکے گی۔ راوی کہتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر کوئی شخص جہنم سے نکلے اور وہ زنجیر کو کھینچ رہا ہو اس کے ہاتھ گردن سے باندھے ہوئے ہوں، اس کی گردن میں طوق ہو اور اس کے پاؤں میں بیڑیاں ہوں پھر اسے مخلوق دیکھ لے تو اس سے بھاگ جائے اور جہاں تک ممکن ہو بھاگتی چلی جائے۔ آپ نے فرمایا دوزخ کی گرمی، غمناکی، گوناگوں عذاب اور منازل کی تنگی سے ان کے گوشت سبز ہو جائیں گے۔ ہڈیاں ٹوٹ جائیں گی اور بھیجے کھولتے ہوں گے چنانچہ وہ ان کے چمڑوں پر بہ نکلیں گے اور انہیں جلا دیں گے چنانچہ ان کے اعضاء کٹ جائیں گے اور ان سے پیپ بہنے لگے گی۔ ان میں کیڑے پڑ جائیں گے اور وہ کیڑے موٹے ہو جائیں گے چنانچہ ایک ایک کیڑا گورخر کے برابر ہوگا اور ان کے ناخن گرگس اور عقاب کے ناخنوں جتنے ہوں گے۔ یہ ناخن ان دوزخیوں کے چمڑوں اور گوشت کے درمیان پیوست ہو جائیں گے یہ کیڑے ان کو کاٹیں گے شور مچائیں گے اور سہمے ہوئے جنگلی جانور کی طرح اِدھر اُدھر بھاگیں گے دوزخیوں کا گوشت کھائیں گے اور ان کا خون پئیں گے کیونکہ ان کے لیے اس کے علاوہ نہ کوئی کھانا ہوگا اور نہ ہی پانی۔ فرشتے پھر ان کو پکڑیں گے اور انگاروں نیز نیزے کے بھالے کی طرح نوکیلے پتھروں پر سختی کے ساتھ کھینچیں گے اور ان کو جہنم کے دریا کی طرف لے جائیں گے جس کی مسافت ستر سال ہے وہ اس دریا تک نہیں پہنچیں گے کہ ان کے اعضاء ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور ان کے چمڑے ہر دن ستر ہزار مرتبہ بدلے جائیں گے جب وہ اس دریا کے نگہبان فرشتوں تک پہنچیں گے تو وہ ان کو پاؤں سے پکڑ کر دریا میں ڈال دیں گے اس دریا کی گہرائی کو اس کے خالق کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ کہا گیا ہے کہ توریت کی بعض کتب میں لکھا ہے کہ دنیا کا دریا جہنم کے دریا کی نسبت اس طرح ہے جس طرح دنیوی دریا کے کنارے پر ایک چھوٹا سا چشمہ ہو جب ان کو اس میں ڈالا جائے گا اور وہ عذاب کا مزا چکھیں گے تو ان میں بعض، بعض سے کہیں گے گویا جو عذاب اس سے پہلے ہمیں دیا گیا وہ ایک خواب تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اس دریا میں غوطہ لگائیں گے اور باہر آئیں گے پھر اسے جوش آئے گا اور وہ ان کو ستر ہاتھ دور پھینک دے گا۔ دو ہاتھوں کے درمیان کا فاصلہ اتنا ہوگا جتنا مشرق سے مغرب تک ہے پھر فرشتے ان کو گرزوں سے ہنکائیں اور انہیں ماریں گے اور دوبارہ اس دریا کی گہرائی میں غرق کر دیں گے۔ ان کا کھانا پینا اسی سے ہوگا پھر وہ ایک سو چالیس سال کی مسافت کے برابر اُوپر کو اُبھریں گے اور ان میں سے ہر آدمی چاہے گا کہ کچھ سانس لے لے مگر فوراً ہی فرشتے گرز مارنے کے لیے آجائیں گے۔ جس عذاب کا ذکر کیا گیا ہے یہ اس کے علاوہ ہوگا جب وہ اپنا سر اُٹھائے گا تو اس کے سر پر ستر ہزار گُرز پڑیں گے ان میں سے کوئی بھی خطا نہ ہوگا بعد ازاں وہ ستر ہاتھ گہرائی میں چلے جائیں گے ہر ہاتھ مشرق و مغرب کے درمیانی فاصلے کے برابر ہوگا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا جب تک اللہ چاہے گا وہ اس عذاب میں مبتلا ہوں گے حتیٰ کہ ان کا گوشت اور ہڈیاں گل سڑ جائیں گی محض رُوح باقی رہ جائے گی تو ایک موج ان کو ستر ہزار سال کی مسافت تک دُور کسی ساحل

پر پھینک دیگی اس ساحل میں ستر ہزار غار ہوں گے ہر غار کی ستر ہزار شاخیں ہوں گی اور ہر شاخ ستر سال کی مسافت کے برابر ہو گی اور ہر شاخ میں ستر ہزار اژدہا ہوں گے ہر اژدہا کی لمبائی ستر ہاتھ کے برابر ہو گی اور ہر اژدہا کے ستر دانت ہوں گے اور ہر دانت میں ایک مٹکا زہر بھرا ہو گا اور ہر اژدہا کے جبڑے میں ایک ہزار بچھو ہوں گے اور ہر بچھو میں ایک مہرہ ہو گا اور ہر مہرے میں زہر ہو گا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کی ارواح دریا سے نکل کر ان غاروں کی طرف جائیں گی تو ان کو نئے جسم اور کھالیں دی جائیں گی نیز لوہے کے طوق پہنائے جائیں گے پھر یہ سانپ اور بچھو باہر نکلیں گے اور ان میں سے ہر انسان کے ساتھ ستر ہزار سانپ اور ستر ہزار بچھو لپٹ جائیں گے وہ صبر کریں گے پھر یہ سانپ ان کے گھٹنوں کی طرف چڑھیں گے پھر بھی صبر کریں گے اس کے بعد ان کی چھاتیوں کی طرف چڑھیں گے وہ پھر بھی صبر کریں گے ازاں بعد وہ ان کے گلے تک چڑھیں گے تو بھی صبر کریں گے پھر یہ ان کے نتھنوں، ہونٹوں، زبانوں اور کانوں تک پہنچ جائیں گے وہ فریاد کریں گے لیکن ان کی فریاد کوئی نہیں سُنے گا چنانچہ وہ جہنم کی طرف بھاگیں گے اور اس میں گر پڑیں گے۔ سانپ ان کا گوشت چبائیں گے اور خون پئیں گے جبکہ بچھو ان کو ڈسیں گے تو ان کا گوشت گر پڑے گا اور جوڑ جوڑ الگ ہو جائے گا جب وہ آگ میں گریں گے تو آگ ستر سال تک انتظار کرے گی اور سانپوں اور بچھوؤں کے زہر کی وجہ سے ان پر اثر انداز نہ ہو گی۔ آپ نے فرمایا پھر آگ ان کو ستر سال تک جلائے گی اس کے بعد ان کے پہلے چمڑوں کو بدل دیا جائے گا وہ کھانا مانگیں گے تو وہ فرشتے کھانا لائیں گے جس کو ولیمہ کہا جائے گا وہ لوہے سے بھی زیادہ خشک ہو گا وہ اسے چبائیں گے لیکن اس سے کچھ بھی نہیں کھا سکیں گے چنانچہ منہ سے باہر پھینکیں گے اور بھوک کی شدت سے اپنی انگلیوں کے پوروں اور ہتھیلیوں کو کھانا شروع کریں گے جب انھیں کھالیں گے تو بازوؤں کو کھانا شروع کریں گے کہنیوں تک کھانے کے بعد کہنیوں کو کھانا شروع کریں گے اور کاندھوں تک کھا جائیں گے صرف کاندھے باقی رہ جائیں حتیٰ اگر اس کے بعد جسم کے کسی حصے تک ان کا منہ پہنچتا تو اسے بھی کھا لیتے۔ پھر ان کی پنڈلیوں کو لوہے کے آنکڑوں میں جکڑ کر زقوم (تھوہڑ) کے درخت کے ساتھ لٹکا دیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا ان میں ستر ہزار دوزخی ایک شاخ کے ساتھ لٹکائے جائیں گے۔ لیکن ان کے بوجھ کی وجہ سے شاخ نیچے کو نہیں جھکے گی ان کے نیچے جہنم کی آگ جل رہی ہو گی جو ستر سال کا اندازہ ان کے چہروں تک پہنچے گی حتیٰ کہ ان کے جسم پگھل جائیں گے اور محض رُوح باقی رہے گی اس کے بعد ان کو نئے جسم اور چمڑے پہنائے جائیں گے پھر انگلیوں کے پوروں کے ساتھ ان کو لٹکایا جائے گا اور نیچے سے آگ کی لپٹ ان کو پہنچ رہی ہو گی جو ان کی مقعد سے داخل ہو کر ان کے دلوں کو جلا دے گی اور نتھنوں، مونہوں اور کانوں سے باہر آئے گی ستر سال تک یہی کیفیت ہو گی حتیٰ کہ ان کی ہڈیاں اور گوشت بھی پگھل جائیں گے محض رُوحیں باقی رہیں گی پھر انھیں چھوڑ دیا جائے اور نئی کھالیں اور جسم پہنائے جائیں گے پھر اس طرح آنکھوں کے ساتھ لٹکائے جائیں گے وہ مسلسل عذاب میں مبتلا رہیں گے حتیٰ کہ ان کے جسم میں کوئی جوڑ باقی نہیں رہے گا جس کے ساتھ ان کو لٹکایا نہ گیا ہو۔ ستر سال تک اسی طرح ہو گا۔ اسی طرح سر کے ہر بال کے ساتھ بھی لٹکایا جائے گا چنانچہ وہ ہر جوڑ سے موت کا مزا چکھیں گے لیکن موت پھر بھی نہیں آئے گی ان عذابوں کے بعد بھی طرح طرح کے عذاب ہوں گے۔ فرشتے جب ان جہنمیوں کو یہ عذاب دے چکیں گے اور انھیں نیچے اتاریں گے تو ان میں سے ہر ایک کو زنجیر سے باندھ کر گھسیٹتے ہوئے اس کے ٹھکانے کی طرف لے جائیں گے ہر جہنمی کا ٹھکانہ اس کے اعمال کے مطابق ہو گا کسی کو ایک مہینے کی مسافت کے برابر ٹھکانہ دیا جائے گا اس کی لمبائی اور چوڑائی اسی طرح ہو گی۔ وہاں آگ جل رہی ہو گی اور صرف وہی اس جگہ جائے گا اور بعض کو انتیس راتوں کی مسافت کے برابر ٹھکانہ ملے گا پھر اسی طرح ان کے ٹھکانے تنگ اور چھوٹے ہونے شروع ہو جائیں گے حتیٰ کہ ان میں سے کسی کو ایک دن کی

مسافت کے برابر لمبا چوڑا ٹھکانہ دیا جائے گا جتنا کسی کا ٹھکانہ ہوگا اسی کے مطابق اسے عذاب دیا جائے گا کسی کو چت لٹا کر عذاب دیا جائے گا کسی کو بٹھا کر کسی کو گھٹنوں کے بل جھکا کر، کسی کو کھڑا کر کے اور کسی کو پیٹ کے بل لٹا کر عذاب دیا جائے گا۔ یہ تمام مقامات اہلِ جہنم کے لیے نیزے کی نوک سے بھی زیادہ تیز ہوں گے کسی کے ٹخنوں تک آگ پہنچے گی کسی کے گھٹنوں تک، کسی کے ازار بند تک، کسی کی ناف تک، کسی کے حلق تک اور بعض لوگ آگ میں ڈوب رہے ہوں گے کبھی غوطہ کھا رہا ہوگا اور کبھی اس میں چکر کھائے گا آگ ان کو ستر ماہ کی مسافت کا اندازہ گہرائی تک پہنچائے گی پھر جب وہ اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچیں گے تو ہر ایک کو اس کے ساتھی کے ساتھ ملا دیا جائے گا وہاں اتنا روئیں گے کہ آنسو خشک ہو جائیں گے پھر خون کے آنسو روئیں گے اور ان کے آنسو اس قدر جمع ہوں گے کہ اگر ان میں کشتیاں چلائی جائیں تو چل پڑیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اہلِ جہنم کے لیے دوزخ کی تہ میں ایک دن مقرر ہوگا جس میں وہ جمع ہوں گے اس کے بعد پھر جمع نہیں ہو سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جہنم کی تہ میں ایک منادی پکارے گا جس کو اوپر والے نیچے والے اور دور و نزدیک والے سنیں گے۔ اس پکارنے والے کا نام حشر ہوگا وہ کہے گا اے دوزخیو! جمع ہو جاؤ چنانچہ وہ جہنم کی تہ میں جمع ہو جائیں گے اور ان کے ساتھ نگاہبان ہوں گے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا وہ باہم مشورہ کریں گے تو ان میں سے وہ لوگ جن کو (دنیا میں) کمزور سمجھا گیا تھا، متکبر لوگوں سے کہیں گے ہم دنیا میں تمہارے پیچھے چلتے تھے کیا تم عذابِ الٰہی میں سے کچھ کم کر سکتے ہو۔ متکبرین کہیں گے ہم سب اس میں مبتلا ہیں بے شک اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے درمیان فیصلہ فرما دیا۔ متکبر لوگ کمزور لوگوں سے کہیں گے تمہیں کشادگی حاصل نہ ہو ہم سے فریاد کرتے ہو (اس کے جواب میں) کمزور لوگ کہیں گے تمہیں بھی کوئی خوشی حاصل نہ ہو تم ہی تو ہم پر یہ عذاب لائے ہو پس کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔ کمزور لوگ، متکبرین کے بارے میں کہیں گے یا اللہ! جن لوگوں کے سبب ہمیں اس عذاب میں مبتلا ہونا پڑا انھیں آگ میں دوگنا عذاب دے (اس پر) متکبر لوگ کہیں گے اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت دیتا تو ہم ضرور تمہاری راہنمائی کرتے۔ کمزور لوگ کہیں گے (یہ بات نہیں) بلکہ تم دن رات ہم سے دھوکا فریب کرتے رہے جب تم ہمیں کہتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کا انکار کریں اور اس کے ساتھ شریک ٹھہرائیں آج ہم تم سے اور تمہارے ان جھوٹے خداؤں سے جن کی طرف دنیا میں تم ہمیں بلاتے تھے، بیزار ہیں۔

شیطان کی بیزاری

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر وہ سب اپنے شیطان ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوں گے تو شیطان کہیں گے ہم نے تمہیں اسی طرح گمراہ کیا جس طرح ہم خود گمراہ ہوئے اس کے بعد شیطان نہایت بلند آواز سے کہے گا اے اہلِ جہنم! بے شک اللہ تعالیٰ نے تم سے سچا وعدہ فرمایا اس نے تمہیں (اپنی طرف) بلایا لیکن تم نے قبول نہ کیا اور نہ ہی تم نے تصدیق کی۔ اور میں نے تم سے وعدہ کیا جس کو میں نے پورا نہ کیا اور مجھے تم پر کوئی زور نہ تھا البتہ یہ کہ میں نے تمہیں بلایا اور تم نے میری بات مان لی لہٰذا اب مجھے ملامت نہ کرو اپنے نفسوں کو ملامت کرو نہ میں تمہاری فریاد کو پہنچ سکتا ہوں اور نہ تم میرے فریاد رس ہو سکتے ہو تم نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میری پوجا کی آج میں اس کا انکار کرتا ہوں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے چنانچہ اس وقت کمزور لوگ، تکبر کرنے والوں پر اور متکبرین، کمزوروں پر لعنت کریں گے اور وہ اپنے شیطان ساتھیوں پر لعنت کریں گے

اور وہ شیطان ان پر لعنت بھیجیں گے پھر اپنے شیطان ساتھیوں سے کہیں گے کاش ہمارے اور تمہارے درمیان مشرق و مغرب جتنی دوری ہوتی آج تم بدترین ساتھی ہو اور دنیا میں تم نہایت بُرے وزیر تھے جب وہ اپنی جماعت کی طرف دیکھیں گے تو ایک دوسرے سے کہیں گے آؤ جہنم کے داروغوں سے سفارش کی درخواست کریں ممکن ہے وہ اپنے رب سے ہماری شفاعت کریں اور ہم سے آج عذاب ہلکا کیا جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اسی طرح عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جہنم کے داروغوں کو جواب دینے میں ستر سال کا عرصہ لگے گا پھر وہ ان کی طرف رجوع کرتے ہوئے کہیں گے کیا تمہارے پاس تمہارے رسول روشن دلائل لے کر نہیں آئے تھے، وہ تمام کہیں گے ہاں آئے تھے فرشتے کہیں گے دعا کرو اور کافروں کی دعا تو بیکار ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب وہ دیکھیں گے کہ مؤکل ان کو اچھا جواب نہیں دے رہے تو مالک فرشتے سے مدد طلب کریں گے اور کہیں گے اے مالک! ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کیجئے تاکہ وہ ہم پر موت کا فیصلہ کر دے چنانچہ مالک فرشتہ بقدر مدت دنیا ان کو جواب نہیں دے گا پھر ان کی طرف متوجہ ہو کر کہے گا موت کے فیصلے سے پہلے تمہیں عرصہ دراز تک یہاں رہنا ہوگا جب وہ دیکھیں گے کہ مالک فرشتے نے بھی ان کو اچھا جواب نہیں دیا تو بارگاہِ خداوندی میں فریاد کریں گے اور عرض کریں گے اے ہمارے رب! ہمیں یہاں سے نکال دے، اگر ہم دوبارہ گناہ کریں تو ظالموں میں سے ہوں گے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ستر سال کا عرصہ ان سے بات نہیں فرمائے گا اور نہ ہی ان کو کوئی اچھا جواب ملیگا پھر ان کو خود جواب دے گا اور ان کو کتوں کی طرح دھتکارتے ہوئے جواب دے گا کہ تم یہاں ذلیل و رسوا رہو اور مجھ سے کلام مت کرو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب وہ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ بھی ان پر رحم نہیں فرماتا اور نہ ہی کسی بھلائی کیساتھ جواب دیتا ہے تو ان میں سے بعض دوسروں سے کہیں گے ہم عذاب سے فریاد کریں یا صبر، ہمارے لیے چھٹکارا نہیں ہمارے لیے نہ کوئی سفارشی ہے اور نہ ہی کوئی دل سوز دوست ——— اگر ہم دوبارہ دنیا میں جائیں تو ضرور مومنوں میں شامل ہوں گے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر فرشتے ان کو ان کے ٹھکانوں پر لائیں گے اس وقت ان کے قدم پھسلتے ہوں گے ان کی تمام حجتیں بیکار ہو جائیں گی وہ عذابِ الٰہی کو دیکھیں گے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو جائیں گے اور اس وقت سخت تکلیف کا سامنا کرنا پڑے گا اور نہایت ذلیل و رسوا ہوں گے اور افسوس کے ساتھ اس چیز پر فریاد کریں گے جو انھوں نے دنیا میں کوتاہی کی ان کے اپنے بوجھ اور ان کے ماننے والوں کے بوجھ ان کی گردنوں پر رکھے ہونگے اور اس میں کچھ بھی کمی نہ ہوگی

اہلِ جہنم کا عذاب زمین کی مٹی اور دریاؤں کے قطروں سے بھی زیادہ ہوگا اور ان کے گرد عذاب دینے والے فرشتے ہوں گے جن کا حکم جلد نافذ ہونے والا، کلام نہایت سخت، جسم بڑے بڑے، بجلی کی طرح کوندتے چہرے انگاروں جیسی آنکھیں، آگ کے شعلے کی طرح ان کے رنگ ہوں گے۔ دانت باہر کو آئے ہوئے اور بیل کے سینگ کی طرح ناخن ہوں گے ان کے ہاتھوں میں بڑے بڑے آتشیں گرز ہوں گے اگر اس سے پہاڑ پر ضرب لگائیں تو وہ ریزہ ریزہ اور بوسیدہ ہو جائے۔ ان گرزوں کے ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں کو ماریں گے اب اگر ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کے بعد خون بہنے لگے تو تعجب کی بات نہیں کیونکہ اگر وہ پکاریں گے تو جواب نہیں ملے گا اگر روئیں گے تو رحم نہیں کیا جائے گا اگر ٹھنڈا پانی مانگیں گے تو فریاد نہیں سنی جائے گی مگر ایسا پانی ملے گا جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا اور چہروں کو بھون کر رکھ دے گا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر روز اہلِ دوزخ پر ایک بہت بڑا بادل آئے گا جس کی بجلی چمکنے سے ان کی آنکھوں کی بینائی چلی جائے گی اس کی کڑک سے ان کی کمر ٹوٹ جائے گی اور ایسا اندھیرا چھائے گا کہ وہ اپنے نگہبان فرشتوں کو بھی دیکھ نہیں

سکیں گے پھر بادل ان سے مخاطب ہو کر بلند آواز سے کہے گا اے اہل دوزخ! کیا تم چاہتے ہو کہ میں تم پر بارش برساؤں؟ وہ سب مل کر کہیں گے ہم پر ٹھنڈا پانی برسا تو ایک ساعت وہ پتھر برسائے گا جو ان کے سروں پر پڑیں گے جس سے ان کی کھوپڑیاں چکنا چور ہو جائیں گی، پھر گرم پانی شعلے اور لوہے کے ڈنڈے برسائے گا ـــــــ اس کے بعد سانپ، بچھو، کیڑے اور زخموں کا دھوون برسائے گا جب وہ برسائے گا تو دوزخ کے دریا گرم ہو جائیں گے اور ان کے درمیان موجیں پیدا ہوں گی، جہنم غضب ناک ہوگی اور جہنم میں کوئی پست جگہ اور پہاڑ ایسا نہیں ہوگا جہاں تک وہ طغیانی نہ پہنچے اس سے تمام اہل جہنم غرق ہو جائیں گے لیکن ان کو موت نہیں آئے گی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جہنم میں جو نافرمان لوگ ہوں گے ان پر جہنم کا غضب، گرمی، سانس، لپٹ، دھواں، اندھیرا، دھنسنا، گرم ہوا اور گرم پانی اور آگ کا بھڑکنا بڑھتا چلا جائے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہوگا۔

ہم جہنم سے، اس میں لیے جانے والے کاموں اور اہل دوزخ کے قرب سے خدا کی پناہ چاہتے ہیں۔ اے ہمارے اور جہنم کے رب! ہمیں جہنم کے حوضوں پر نہ لے جانا، ہمارے گلے میں اس کا طوق نہ ڈالنا، اس کا لباس ہمیں نہ پہنانا، اس کا زقوم ہمیں نہ کھلانا اس کا گرم پانی ہمیں نہ پلانا، اس کے داروغوں کو ہم پر مسلط نہ کرنا ہمیں جہنم کی آگ کا کھانا نہ بنانا بلکہ ہمیں اپنی خاص رحمت سے پل صراط سے پار کر دینا، جہنم کے شعلوں اور لپٹ کو ہم سے دور رکھنا تاکہ ہم تیری رحمت کے ساتھ اس سے اس کے دھوئیں سے اس کی سختی اور عذاب سے نجات پائیں، آمین یا رب العالمین ـــــــ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر مغرب میں جہنم کا ایک چھوٹا سا دروازہ کھول دیا جائے تو اس سے مغرب کے پہاڑ پگھل جائیں جس طرح تانبا پگھلتا ہے اور اگر اس کی کوئی چنگاری اڑ کر مغرب میں جا گرے اور آدمی مشرق میں ہو تو اس کا دماغ کھولنے لگ جائے یہاں تک کہ مغز جسم پر بہنے لگے۔ اہل جہنم کا سب سے ہلکا عذاب یہ ہوگا کہ ان کو آگ کے جوتے پہنائے جائیں گے اور وہ آگ ان کے کانوں اور نتھنوں سے نکلے گی اور اس سے ان کے دماغ کھولنے لگیں گے اور جو لوگ ان کے قریب ہوں گے وہ اُس کی تپش سے، جہنم کی چٹانوں میں سے ایک چٹان پر جا گریں گے اور ایک پتھر سے گریں گے تو دوسرے پر جا پڑیں گے۔ تمام اہل جہنم کو اپنے اپنے اعمال کے مطابق عذاب دیا جائے گا۔ ہم ان کے اعمال اور ٹھکانے سے خدا کی پناہ چاہتے ہیں۔

بدکاری کی سزا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت نہیں کرتے ان کو شرمگاہوں کے ساتھ دنیا کی مدت کا اندازہ لٹکا دیا جائے گا حتیٰ کہ ان کے جسم پگھل جائیں گے اور صرف رُوحیں باقی رہ جائیں گی پھر ان کو اُتارا جائے گا اور جدید جسم اور چمڑے دیے جائیں گے ان میں سے ہر ایک کو دنیا کی مدت کا اندازہ ستر ہزار فرشتے کوڑے ماریں گے یہاں تک کہ ان کے جسم پگھل جائیں گے اور روحیں باقی رہ جائیں گی یہ ان کا عذاب ہے۔

چور کی سزا

چور کا عذاب یہ ہوگا کہ اس کا ایک عضو کاٹ دیا جائے گا پھر نیا جسم دیا جائے گا یہ اس کا عذاب ہوگا ستر ہزار فرشتے اس کا جسم کاٹنے کے لیے چھریاں لے کر اس کی طرف بڑھیں گے۔

جھوٹے گواہوں کا عذاب

وہ لوگ جو جھوٹی گواہی دیتے ہیں ان کی زبانوں میں آنکڑے ڈال کر لٹکایا جائے گا پھر ان میں سے ہر انسان کو ستّر ہزار فرشتے کوڑے ماریں گے یہاں تک ان کے جسم پگھل جائیں گے اور محض رُوحیں باقی رہ جائیں گی۔

مشرکین کا عذاب

مشرکین کو جہنم کے غاروں میں رکھ کر بند کر دیا جائے گا۔ ان میں سانپ، بچھو، آگ کے شعلے اور سخت دھواں ہوگا۔ ان میں سے ہر ایک کا ہر گھڑی جسم تبدیل کر دیا جائے گا۔ یہی ان کا عذاب ہوگا۔

ظالم اور متکبّر لوگوں کا عذاب

تکبّر کرنے والے لوگوں کو آگ کے صندوقوں میں ڈال کر تالے لگا دیے جائیں گے انھیں جہنم کے سب سے نچلے درجے میں رکھا جائے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان میں سے ہر انسان کو ہر گھڑی ننانوے قسم کا عذاب دیا جائے گا۔ ہر دن ان کے ایک ہزار جسم تبدیل ہوں گے۔ یہ ان کا عذاب ہوگا۔

خیانت کرنیوالوں کا عذاب

وہ لوگ جو خیانت کرتے ہیں ان کو ان کی خیانتوں کے ساتھ لایا جائیگا پھر ان کو جہنم کے سمندر میں ڈالا جائے گا پھر کہا جائے گا غوطہ کھاؤ اور ان چیزوں کو نکالو جن میں تم نے خیانت کی ہے یہاں تک کہ وہ سمندر کی تہ تک چلے جائیں گے اور اس کی تہ کو صرف اس کا خالق جانتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس قدر اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ اس میں غوطہ کھائیں گے پھر سانس لینے کے لیے اپنے سَر باہر نکالیں گے تو ان میں سے ہر ایک کی طرف ستّر ستّر ہزار فرشتے جلدی جلدی جائیں گے ہر فرشتے کے پاس لوہے کا گرز ہوگا وہ اسے اس کے سر پر ماریں گے وہ ہمیشہ اس عذاب میں مبتلا رہیں گے۔

دائمی عذاب

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے اہل جہنم کے بارے میں فیصلہ فرمایا ہے کہ وہ اس میں کئی احقاب، (زمانے) رہیں گے مجھے یہ معلوم نہیں کہ کتنے احقاب ہوں گے البتہ یہ ہے کہ ایک، حقب (زمانہ) اسّی ہزار سال کا ہوگا اور ایک سال تین سو ساٹھ دن کا اور ایک دن دنیوی ہزار سالوں کے برابر ہوگا پس جہنمیوں کے لیے ہلاکت ہے ان چہروں کے لیے ہلاکت ہے جو (دنیا میں) سورج کی گرمی برداشت نہیں کر سکتے تھے مگر جہنم کی آگ میں ان کو جلنا پڑے گا۔ ان سروں کے لیے ہلاکت ہے جو دردِ سر پر صبر نہیں کر سکتے تھے تو کیسے ہوگا جب ان پر گرم پانی ڈالا جائے گا۔ ان آنکھوں کے لیے ہلاکت ہے جو آشوبِ چشم پر صبر نہیں کر سکتی تھیں۔

ان کانوں کے لیے ہلاکت ہے جو خوشگوار باتیں سن کر لذت حاصل کرتے تھے جب ان سے آگ کے شعلے نکلیں گے۔ ان

نتھنوں کے لیے ہلاکت ہے جو بدبو سونگھنا گوارا نہیں کرتے تھے جب آگ ان کو کھائے گی۔ ان گردنوں کے لیے ہلاکت ہے جو درد پر صبر نہیں کرتی تھیں جب ان میں طوق ڈالے جائیں گے۔ ان کھالوں کے لیے ہلاکت ہے جو کھُردرا لباس پہننا برداشت نہیں کرتی تھیں جب ان کو آگ کا نہایت کھُردرا، بدبُو دار لباس پہنایا جائے گا۔ ہلاکت ہے ان پیٹوں کے لیے جو معمولی تکلیف نہیں برداشت کر سکتے تھے جب سخت گرم پانی سے تھوہڑ کھانا پڑے گا جو ان کی آنتوں کو کاٹ کر رکھ دے گا ان قدموں کے لیے ہلاکت ہے جو ننگا رہنا برداشت نہیں کر سکتے تھے جب ان میں آگ کی جوتی پہنائی جائے گی پس اہلِ جہنم کے لیے طرح طرح کے عذاب سے ہلاکت ہے۔ یا اللہ! اس حلم عظیم اور اپنے فضلِ عام کے وسیلہ سے ہمیں ان لوگوں میں نہ کرنا۔

پُل صراط پار کرنا اور رحمتِ خداوندی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جہنم کے سات پُل ہیں۔ ہر دو پلوں کے درمیان ستر سال کا فاصلہ ہے پُل کی چوڑائی تلوار کی دھار کے برابر ہے۔ پہلا گروہ پل جھپکنے کی طرح تیز گزر جائیگا دوسرا گروہ بجلی کی چمک کی طرح تیسرا گروہ تیز ہَوا کی طرح، چوتھا گروہ (اڑتے ہوئے) پرندے کی طرح، پانچواں گروہ (دوڑتے ہوئے) گھوڑے کی طرح، چھٹا گروہ تیز دوڑنے والے آدمی کی طرح اور ساتواں گروہ پیدل چلنے والوں کی طرح پُل سے گزرے گا پھر ایک آدمی باقی رہے گا اور پُل سے گزرنے والا وہ آخری شخص ہو گا اُسے کہا جائیگا گزر جاؤ۔ وہ پُل پر اپنے قدم رکھے گا تو ایک پاؤں پھسل جانے لگا پھر وہ پُل پر چڑھ کر گھٹنوں کے بل چلنے کی کوشش کرے گا تو آگ اس کے بالوں اور چہرے پر اثر انداز ہو گی۔ راوی کہتے ہیں وہ اسی طرح چلتا جائے گا کہ دوسرا پاؤں بھی پھسل جائے گا تو وہ ایک ہاتھ سے پکڑ کر چلے گا جبکہ دوسرا ہاتھ لٹکتا ہو گا اس حال میں بھی اس کو آگ پہنچے گی وہ خیال کرے گا کہ اب بچ نہیں سکتا، وہ پیٹ کے بل مسلسل چلتا جائے گا یہاں تک کہ دوزخ سے باہر آجائے گا۔ باہر نکل کر جب جہنم کی طرف دیکھے گا تو کہے گا وہ ذات بابرکت ہے جس نے مجھے تجھ سے نجات دی۔ میں نہیں سمجھتا کہ اللہ تعالیٰ نے جس قدر مجھ پر رحمت فرمائی پہلوں اور پچھلوں میں سے کسی پر ایسی رحمت فرمائی ہو۔ اُس نے مجھے تجھ سے نجات دی حالانکہ میں تجھ میں جاچکا تھا اور تجھ سے ملاقات کر چکا تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت اس کے پاس ایک فرشتہ آئے گا جو اس کا ہاتھ پکڑ کر جنت کے دروازے کے سامنے حوض کی طرف لے جائیگا۔ فرشتہ کہے گا اس حوض سے غسل کر اور پانی پی چنانچہ وہ اس سے غسل کرے گا اور پانی پیئے گا پھر اس کی طرف اہلِ جنت کی خوشبو اور رنگ آئیگا فرشتہ اس کو لے جاکر جہنم کے دروازے پر کھڑا کرے گا اور کہے گا اپنے رب کا حکم آنے تک یہاں ٹھہرو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اہلِ جہنم کی طرف دیکھے گا اور ان کو کتوں کی طرح بھونکتے ہوئے سنے گا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا وہ رونے لگے گا اور عرض کرے گا اے میرے رب! میرا چہرہ اہلِ جہنم سے پھیر دے۔ اے میرے رب! میں تجھ سے اور کچھ نہیں مانگتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ فرشتہ اس کے پاس آئے گا اور اس کا چہرہ جہنم سے جنت کی طرف پھیر دے گا۔ آپ نے فرمایا اس کے کھڑے ہونے کی جگہ اور جنت کے دروازے کے درمیان ایک قدم کا فاصلہ ہو گا وہ جنت کے دروازے اور اس کی چوڑائی کو دیکھے گا۔ جنتی دروازے کے دو بازوؤں کے درمیان تیز اڑنے والے پرندے کی رفتار کے مطابق چالیس سال کی مسافت ہو گی۔ یہ شخص اپنے رب سے سوال کرتے ہوئے عرض کرے گا۔ اے میرے رب! تُو نے مجھ پر بہت بڑا احسان فرمایا مجھے جہنم سے نجات دی اور جہنمیوں سے میرا چہرہ جنت کی طرف پھیر دیا۔ میرے اور جنت کے درمیان ایک

قدم کا فاصلہ ہے یا اللہ! میں تیری عزت کے واسطے سے سوال کرتا ہوں مجھے دروازے سے داخل کر دے میں اور کچھ نہیں مانگتا لیکن جنت کے دروازے کو میرے اور جہنمیوں کے درمیان آڑ بنا دے تاکہ میں اس کی آواز نہ سنوں اور نہ دوزخیوں کو دیکھوں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہی فرشتہ اس کے پاس آئے گا اور کہے گا اے انسان! تو کس قدر جھوٹا ہے کیا تو نے نہیں کہا تھا کہ اس کے علاوہ کچھ نہیں مانگوں گا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ قسم کھا کر کہے گا مجھے اپنے رب کی قسم اس کے علاوہ کچھ نہیں مانگوں گا فرشتہ اسے ہاتھ سے پکڑ کر دروازے سے داخل کر دے گا پھر فرشتہ بارگاہِ خداوندی میں چلا جائے گا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا وہ شخص جنت میں اپنے دائیں بائیں اور سامنے ایک سال کی مسافت تک دیکھے گا تو اسے درختوں اور پھلوں کے سوا کچھ نظر نہیں آئے گا۔ اس کے اور قریبی درخت کے درمیان ایک قدم کا فاصلہ ہوگا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا وہ شخص اس کی طرف دیکھے گا تو اس کی جڑ سونے کی ٹہنیاں سفید چاندی کی اور پتے نہایت خوبصورت زیورات کی طرح ہوں گے اس کے پھل مکھن سے زیادہ نرم شہد سے زیادہ شیریں اور کستوری سے زیادہ خوشبودار ہوں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص یہ دیکھ کر حیران رہ جائے گا اور کہے گا اے میرے رب! تو نے مجھے جہنم سے نجات دی اور جنت کے دروازے سے داخل کیا مجھ پر ہر قسم کا احسان کیا اب میرے اور اس درخت کے درمیان ایک قدم کا فاصلہ ہے میں اس کے سوا اور کچھ نہیں مانگتا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر اس کے پاس وہ فرشتہ آکر کہے گا اے ابن آدم! تو کس قدر جھوٹا ہے کیا تو نے نہیں کہا تھا کہ مزید کچھ نہیں مانگے گا تجھے کیا ہو گیا کہ پھر مانگتا ہے تیری قسم کہاں گئی تجھے شرم نہیں آتی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر قریب کی منزل میں لے جائیگا چنانچہ وہ دیکھے گا کہ اس کے سامنے موتیوں کا ایک محل ہے جو ایک سال کی مسافت کے برابر کشادہ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب وہ وہاں جائے گا تو اپنے سامنے ایسی جگہ دیکھے گا گویا وہ محل اور جو کچھ اس کے اردگرد ہے محض ایک خواب ہے جب اس کی طرف دیکھے گا تو اپنے آپ کو قابو میں نہیں رکھ سکے گا اور کہے گا اے میرے رب! میں تجھ سے اس منزل کا سوال کرتا ہوں اور کچھ نہیں مانگوں گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت اس کے پاس فرشتہ آئے گا اور کہے گا اے انسان! کیا تو نے اپنے رب کی قسم نہیں کھائی تھی؟ اے انسان! تو کس قدر جھوٹا ہے یہ منزل تیری ہے جب وہاں جائے گا تو اپنے سامنے وہ منظر دیکھے گا کہ گویا یہ منزل اس کے مقابلے میں ایک خواب و خیال ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا وہ کہے گا اے میرے رب! میں تجھ سے اس منزل کا سوال کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا پھر فرشتہ آکر کہے گا اے انسان! تجھے کیا ہوا تو اپنا وعدہ پورا نہیں کرتا کیا تو نے نہیں کہا تھا کہ اس کے علاوہ کچھ نہیں مانگے گا فرشتہ اسے ملامت نہیں کرے گا کیونکہ وہ محسوس کرے گا کہ جنت کے عجائب کو دیکھ کر وہ اپنے آپ پر قابو نہیں پا سکتا۔ فرشتہ کہے گا وہ تیرا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچانک اس کے سامنے ایک اور منزل ہو گی گویا اس کے پاس جتنے مقامات ہیں سب ایک خواب و خیال ہیں۔ وہ خاموش ہو جائے گا اور کچھ کہہ نہیں سکے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت فرشتہ اسے کہے گا تجھے کیا ہوا کہ اپنے رب سے سوال نہیں کرتا۔ وہ کہے گا اے میرے سردار! قسم بخدا! میں نے اپنے رب کی اتنی بار قسم کھائی کہ اب ڈر لگتا ہے اور اس سے اس قدر سوال کیے ہیں کہ اب شرم آتی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھے پسند نہیں کہ میں تیرے لیے دنیا کو جمع کر دوں اس دن سے لے کر جب میں نے اسے پیدا کیا ہے اس دن تک جب میں نے اسے فنا کیا پھر میں اسے تیرے لیے دس گنا کر دوں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس پر وہ شخص کہے گا اے میرے رب! تو مجھ سے استہزاء فرما رہا ہے حالانکہ تو رب العالمین ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا میں ایسا کر سکتا ہوں تو جو کچھ مانگنا چاہتا ہے مانگ، وہ شخص کہے گا اے میرے رب! مجھے لوگوں کے ساتھ ملا دے۔ آپ نے فرمایا پھر فرشتہ آکر اسے ہاتھ سے پکڑے گا اور جنت میں لے جائے گا تو وہ ایک ایسی چیز دیکھے گا کہ گویا اس کی مانند اس

نے کوئی چیز نہیں دیکھی چنانچہ وہ سجدے میں گر پڑے گا اور سجدے کی حالت میں کہے گا بے شک میرے رب عزوجل نے مجھ پر جلوہ نمائی فرمائی ہے۔ فرشتہ کہے گا سر اٹھا یہ تیرا گھر ہے اور یہ تیرا سب سے ادنیٰ مکان ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کہے گا اگر اللہ تعالیٰ میری نظر کی حفاظت نہ فرماتا تو اس محل کے نور سے میری بینائی چلی جاتی۔ آپ نے فرمایا پھر وہ اس محل میں اترے گا تو ایک آدمی سے اس کی ملاقات ہو جائے گی جب وہ اس کے چہرے اور لباس کو دیکھے گا تو حیران ہو جائے گا سمجھے گا شاید یہ کوئی فرشتہ ہے۔
وہ شخص اس کے پاس آکر کہے گا " السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ " اب آپ کے آنے کا وقت ہوا وہ سلام کا جواب دینے کے بعد پوچھے گا اے اللہ کے بندے! تو کون ہے؟ وہ کہے گا میں تیرا محافظ ہوں اور میں اس عمارت پر مقرر ہوں اور تیرے لیے میرے جیسے ہزار محافظ ہیں۔ ان میں سے ہر ایک تیرے محلات میں سے ایک محل پر مقرر ہے اور تیرے لیے ایک ہزار محل ہیں۔ ہر محل میں ہزار خادم ہیں اور حور عین میں سے ایک زوجہ ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر وہ اپنے اس محل میں داخل ہو جائے گا تو سفید موتیوں سے بنا ہوا ایک قبہ دیکھے گا جس کے اندر ستر مکان ہوں گے ہر مکان کے ستر دروازے ہوں گے ہر دروازے میں موتیوں کا ایک قبہ ہوگا وہ ان قبوں سے داخل ہوگا اور ان کو کھولے گا اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی نے اس کو نہیں کھولا ہوگا اس قبہ کے درمیان سرخ موتیوں کا ایک قبہ ہوگا جس کی لمبائی ستر ہاتھ کے برابر ہوگی اور اس کے ستر دروازے ہوں گے ان میں سے ہر دروازہ سرخ موتی کی طرف پہنچائے گا۔ اس کی لمبائی بھی اتنی ہی ہوگی اس کے بھی ستر دروازے ہوں گے کسی جوہر کا رنگ دوسرے جوہر کے رنگ سے ملتا نہیں ہوگا۔ ہر جوہر میں عورتیں، عروسی تخت اور دوسرے تخت ہوں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب وہ وہاں داخل ہوگا تو حور عین سے بیوی پائے گا وہ اسے سلام کہے گی اور یہ سلام کا جواب دے گا پھر حیران ہو کر کھڑا رہے گا۔ وہ کہے گی اب وقت آچکا ہے کہ تم ہمارا دیدار کرو میں تمہاری بیوی ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اپنا چہرہ اس کے چہرے میں دیکھے گا جس طرح تم میں سے کوئی اپنا چہرہ آئینے میں دیکھتا ہے یعنی وہ اس قدر حسینہ جمیلہ ہوگی اور اس کا چہرہ نہایت صاف وشفاف ہوگا وہ دیکھے گا کہ اس عورت پر ستر حلے (لباس) ہیں ہر حلہ ستر رنگوں پر مشتمل ہے ہر رنگ دوسرے سے جدا ہے وہ اس کی پنڈلی کے مغز کو باہر سے دیکھ لے گا اور جب وہ اس سے نگاہ ہٹانے کے بعد دیکھے گا تو اس کی نگاہ میں عورت کا حسن ستر گنا بڑھ جائے گا۔ وہ حور اس مرد کے لیے اور مرد حور کے لیے شیشے کی طرح ہوگا۔ راوی کہتے ہیں ان میں سے ہر محل کے تین سو ساٹھ دروازے ہوں گے اور ہر دروازے پر موتیوں، یاقوت اور جواہرات کے تین سو ساٹھ قبے ہوں گے ہر قبے کا رنگ الگ ہوگا جب وہ محل کی چھت پر جائے گا تو زمین کے برابر سے اپنا ملک نظر آئے گا اور جب وہ اس میں چلے گا تو اپنی ملکیت میں ایک سو سال چلے گا وہ کسی چیز تک پہنچ نہیں سکے گا البتہ ان سب کو دیکھے گا۔ فرشتے اس کے محلات میں ہر دروازے سے سلامتی اور اپنے رب کی طرف سے تحائف کے ساتھ داخل ہوں گے۔ ایک فرشتے کے پاس جو تحائف ہوں گے وہ دوسرے کے پاس نہیں ہوں گے ہر صبح فرشتے اسے سلام کریں گے اور ان کے پاس تحفے ہوں گے اور اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ کی کتاب میں یوں ہے۔

وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ۔

اور فرشتے ان پر ہر دروازے سے داخل ہوں گے (اور کہیں گے) تم پر سلامتی ہو اس کا بدلہ جو تم نے (دنیا میں) صبر کیا پس آخرت کا گھر کیا ہی اچھا ہے۔

نیز ارشاد خداوندی ہے۔

وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا

ان کے لیے اس میں صبح وشام رزق ہوگا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنتی اس شخص کو مسکین کے نام سے پکاریں گے کیونکہ ان کے مکانات اس کی منزل سے اعلیٰ ہونگے اور اس مسکین کے کھانے کے لیے اسی ہزار خادم مقرر ہونگے۔ جب اسے کھانے کی خواہش ہوگی تو وہ اس کے لیے سرخ یاقوت کا دستر خوان بچھائیں گے جس میں زرد رنگ کے یاقوت جڑے ہونگے اور اس کے ارد گرد مروارید، یاقوت اور زمرد ہوں گے اس کے پائے مروارید کے ہونگے اس کی ایک جانب بیس میل کی ہوگی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس دستر خوان پر اس شخص کے لیے ستر قسم کے کھانے چُنے جائیں گے اور اس کے سامنے اسی خادم حاضر ہونگے ہر خادم کے ہاتھ میں ایک پیالہ کھانے کا اور ایک پیالہ پانی کا ہوگا ایک پیالے میں جو کھانا ہوگا وہ دوسرے میں نہیں ہوگا اور ایک پیالے میں جو پانی ہوگا وہ دوسرے میں نہیں ہوگا۔ پہلے کھانے کی لذت آخری کھانے کی طرح اور آخری کھانے کی لذت پہلے کی طرح محسوس کرے گا وہ کھانے ایک دوسرے سے ملتے جُلتے ہوں گے اور وہ ہر رنگ کے کھانے میں سے کھائے گا۔ جب اسکے سامنے سے کھانا اُٹھایا جائے گا تو جو خادم بھی اس کے سامنے ہوگا وہ اس کھانے اور پانی سے حصہ پائے گا اعلیٰ درجے کے جنتی اس کی زیارت کریں گے اور وہ ان کی زیارت نہیں کر سکے گا۔ بلند مرتبہ جنتیوں میں سے ہر ایک کی خدمت میں آٹھ لاکھ خادم ہوں گے۔ ہر خادم کے ہاتھ میں ایک پیالہ ہوگا اور ہر پیالے میں الگ قسم کا کھانا ہوگا وہ ہر رنگ کے کھانے سے بہرہ ور ہوگا اور جب اس کے سامنے سے کھانا اٹھایا جائے گا تو ہر خادم کو اس کھانے اور پانی سے حصہ ملے گا۔ ان میں سے ہر آدمی کے لیے بہتر (۷۲) بیویاں حوروں سے اور دو بیویاں انسانوں میں سے ہونگی۔ ان میں سے ہر بیوی کے لیے سبز یاقوت کا محل ہوگا جس میں سرخ یاقوت جڑے ہوں گے ان میں ستر ہزار تخت پوش ہوں گے ہر تخت پوش کے لیے مروارید کا ایک قُبہ ہوگا ہر بیوی پر ستر ہزار لباس ہونگے اور ہر لباس کے ستر ہزار رنگ ہوں گے کوئی لباس دوسرے کے مشابہ نہیں ہوگا۔ ہر بیوی کی ضروریات کے لیے اس کے سامنے ایک ہزار لونڈی کھڑی ہوگی اور ستر ہزار لونڈیاں اس کی مجلس کے لیے ہوں گی۔ ہر لونڈی اپنے کام میں مشغول ہوگی جب کھانا اس کے قریب ہوگا تو اس کے سامنے ستر ہزار لونڈیاں کھڑی ہوں گی۔ ہر لونڈی کے ہاتھ میں ایک پیالہ کھانے کا اور ایک پیالہ پانی کا ہوگا ہر پیالے کا کھانا اور پانی دوسرے سے مختلف ہوگا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص ایک دوسرے شخص (سے ملاقات) کا آرزو مند ہوگا جس سے دنیا میں محض رضائے خداوندی کے لیے محبت کرتا تھا وہ کہے گا کاش مجھے معلوم ہوتا کہ میرے فلاں بھائی کے ساتھ کیا سلوک ہوا یعنی اسے ڈر ہوگا کہ کہیں اللہ تعالیٰ نے اسے ہلاک نہ کر دیا ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل کی بات کو جانتے ہوئے فرشتوں کو حکم دے گا کہ میرے اس بندے کو اس کے بھائی کے پاس لے جاؤ۔ فرشتہ اس کے پاس ایک بڑی اونٹنی لے کر آئے گا جس پر نور کے نمدوں سے بنا ہوا کجاوہ ہوگا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اسے سلام کہے گا تو وہ سلام کا جواب دے گا اور کہے گا اُٹھ، سوار ہو اور اپنے بھائی کی طرف جا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا وہ اس پر سوار ہو کر جنت میں ایک ہزار سال کی مسافت اتنی دیر میں طے کرے گا جتنی دیر میں تم میں سے کوئی ایک اونٹنی پر سوار ہو کر تین میل چلے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ یہ راستہ طے کرتے ہوئے اپنے بھائی کے مکان پر پہنچے گا اور اسے سلام کہے گا وہ اس کو سلام کا جواب دیگا اور خوش آمدید کہے گا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کہے گا اے میرے بھائی تو کہاں تھا مجھے تیرے بارے میں خوف ہو گیا تھا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا وہ دونوں ایک دوسرے سے معانقہ کریں گے پھر کہیں گے اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے جس نے ہمیں ملا دیا وہ اتنی بلند آواز سے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کریں گے کہ ہر انسان اسے سن نے لگے اس وقت اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا اے میرے بندو! یہ عمل کا وقت نہیں بلکہ یہ دعا اور سوال کا وقت ہے لہٰذا مجھ سے مانگو تاکہ میں تمہیں وہ چیز عطا کروں جس کی تمہیں خواہش ہے وہ عرض کریں گے

اے ہمارے رب! ہمیں یہاں اکٹھا رہنے دے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس درجۂ جنت کو ان دونوں کی مجلس قرار دے گا۔ یہ مجلس ایک ایسے خیمہ میں ہوگی جس کے ارد گرد مروارید اور یاقوت ہوں گے۔ ان کی بیویوں کے لیے اس کے علاوہ منزل ہوگی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ پئیں گے کھائیں گے اور نفع اٹھائیں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان میں سے ایک آدمی لقمہ اٹھا کر اپنے منہ میں ڈالے گا پھر اس کے دل میں دوسرے کھانے کا خیال پیدا ہوگا تو وہی لقمہ اس کھانے کی شکل اختیار کرے گا جس کی اسے تمنا ہوگی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا یا رسول اللہ! جنت کی زمین کیا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ چاندی کے سفید پتھر ہیں جو ہموار کیے گئے ہیں۔ اس کی مٹی کستوری اور اس کی ریت زعفران ہوگی۔ اس کی دیواریں مروارید، یاقوت، سونا اور چاندی سے ہونگی۔ اس زمین کا باہر اندر سے اور اندر باہر سے نظر آئے گا۔ جنت میں کوئی محل ایسا نہیں جس کا باہر اندر سے اور اندر باہر سے نظر نہ آتا ہو، ہر جنتی کا لباس تہبند اور چادر ہوگی اور ایسا لباس ہوگا جو نہ کٹا ہوا ہوگا اور نہ ہی سلا ہوا۔ سر پر موتیوں کا تاج پہنے ہوئے ہوگا جس کے ارد گرد موتی یاقوت اور زبر جد جڑے ہونگے اس کے بال سونے کی دو مینڈیاں ہونگی اس کے گلے میں سونے کا ہار ہوگا جس میں موتی اور سبز یاقوت جڑا ہوگا۔ ہر جنتی مرد کے ہاتھ میں تین کنگن ہوں گے ایک کنگن سونے کا دوسرا چاندی کا اور تیسرا موتیوں کا ہوگا تاج کے نیچے موتیوں اور یاقوت کے کپڑے رکھے ہوں گے وہ اپنے ان حلّوں کے اوپر دیباج پہنیں گے اور دیباج کے اوپر استبرق اور سبز ریشم ہوگا ایسے فرشوں پر تکیہ لگائے ہوں گے جن کے استر استبرق سے ہوں گے اور ان کا ظاہر منقش خوبصورت ہوگا۔ ان کے تخت سرخ یاقوت سے اور ہر تخت کے پائے موتیوں سے بنے ہوں گے۔ ہر تخت پر ایک ہزار بچھونے ہوں گے اور ہر بچھونے میں ستر رنگ ہوں گے۔ کوئی بچھونا دوسرے بچھونے سے ملتا جلتا نہ ہوگا ہر تخت کے سامنے ستر ہزار غالیچے ہوں گے اور ہر غالیچے میں ستر رنگ ہوں گے کوئی غالیچہ دوسرے کے مشابہ نہ ہوگا ہر تخت کی دائیں جانب ستر ہزار کرسیاں ہوں گی اور بائیں طرف بھی اسی طرح ہوگا کوئی کرسی دوسری کرسی کی ہم شکل نہ ہوگی۔

جنتیوں کا قد

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام ادنیٰ و اعلیٰ جنتی حضرت آدم علیہ السلام کے قد پر ہوں گے۔ اور آپ کا قد مبارک ستر ہاتھ تھا۔ جنتی جوان بے ریش ہونگے آنکھوں میں سرمہ لگا ہوگا۔ ان کے بال گرم پانی سے دُھلے ہونگے اور ان کی عورتیں بھی ایک ہی طرح کی ہوں گی۔

جنتیوں کی رضامندی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب یہ سب کچھ ہو جائے گا تو جنت میں ایک منادی آواز دے گا اور ہر ادنیٰ و اعلیٰ اس کی آواز سنے گا وہ کہے گا اے اہلِ جنت! کیا تم اپنے ٹھکانوں پر خوش ہو وہ سب کہیں گے ہاں اللہ کی قسم! بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمیں عزت والی جگہ دی ہم اس سے پھرنا یا اسے بدلنا نہیں چاہتے۔ ہم اپنے رب کے پڑوس میں راضی ہیں۔ اے اللہ! ہم نے تیرے منادی کو سنا اور سچائی کے ساتھ اسے قبول کیا۔

. . . .

اللہ تعالیٰ کا دیدار

یا اللہ! ہم تیرا دیدار کرنے کے خواہشمند ہیں ہمیں اپنا دیدار کرا دے تیرے نزدیک ہمارا سب سے بہتر ثواب یہی ہے اس وقت اللہ تعالیٰ اس جنت کو جہاں اس کی منزل اور مجلس ہے (جس طرح اس کے شایانِ شان ہے) کو حکم دے گا اور یہ جنت دار السلام کہلاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے جنت! اپنے آپ کو آراستہ کر اور مزین کر کے میرے بندوں کی زیارت کے لیے تیار ہو جا۔ وہ حکم خداوندی کے کلمات پورے ہونے سے پہلے سن کر اطاعت کرے گی۔ مزین ہو کر دیدار خداوندی کرنے والوں کے لیے تیار ہو جائے گی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو حکم دے گا کہ میرے بندوں کو میری زیارت کے لیے بلاؤ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ فرشتہ اپنے رب کے پاس سے آکر بلند اور شیریں آواز سے پکارے گا کہے گا اے اہلِ جنت اللہ کے دوستو! اپنے رب کی زیارت کرو۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اس کی آواز کو ہر ادنیٰ اور اعلیٰ سُنے گا وہ اونٹوں اور ترکی گھوڑوں پر سوار ہو کر سفید کستوری اور زرد زعفران کے ٹیلوں کے سائے ہیں چلیں گے۔ دروازے کے پاس جا کر سلام کریں گے ان کا سلام اس طرح ہوگا "ہم پر ہمارے رب کی طرف سے سلام ہو" وہ اجازت طلب کریں گے تو ان کو اجازت دیجائے گی وہ ارادہ کرتے ہوئے دروازے سے داخل ہو جائیں گے اس وقت عرش کے نیچے سے مثیرہ نامی ہوا چلے گی جس سے کستوری اور زعفران کے ٹیلے اُڑ جائیں گے اور غبار بن کر ان کے گریبانوں سروں اور کپڑوں پر گریں گے وہ اندر داخل ہونگے اور اللہ تعالیٰ کے عرش و کرسی پر درخشاں نور دیکھیں گے لیکن ابھی ان پر تجلی نہیں ہوگی وہ کہیں گے:۔

سُبْحَانَكَ رَبُّنَا قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلَآئِكَةِ وَالرُّوحِ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ اَرِنَا نَنْظُرْ عَلَيْكَ۔

تو پاک ہے اے ہمارے رب! ہر عیب سے پاک فرشتوں اور جبرئیل علیہ السلام کا رب تو برکت والا بلند و بالا ہے۔ ہمیں دکھا، ہم تیری زیارت کریں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت اللہ تعالیٰ نور کے پردوں کو حکم دیگا کہ مجھ سے دور ہو جاؤ چنانچہ پردے ہٹنے شروع ہو جائیں گے یہاں تک کہ ستر پردے الگ ہو جائیں گے ہر پردہ دوسرے پردے سے ستر گنا زیادہ نورانی ہوگا اللہ تعالیٰ ان پر اپنے نور کی تجلی فرمائے گا جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ سجدہ ریز رہیں گے وہ سجدے کی حالت میں کہیں گے۔

سُبْحَانَكَ لَكَ الْحَمْدُ وَالتَّسْبِيْحُ اَبَدًا اَنْجَيْتَنَا مِنَ النَّارِ وَاَدْخَلْتَنَا الْجَنَّةَ نِعْمَ الدَّارُ رَضِيْنَا عَنْكَ الرِّضَاءَ كُلَّهٗ فَارْضَ عَنَّا۔

تو پاک ہے تیرے لیے ہمیشہ ہمیشہ حمد و تسبیح ہے تو نے ہمیں جہنم سے نجات دی اور ہم کو جنت میں داخل کیا۔ پس کیا ہی اچھا مکان ہے ہم تجھ سے مکمل طور پر راضی ہوئے پس تو ہم سے راضی ہو

اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں تم سے مکمل طور پر راضی ہوں یہ عمل کا وقت نہیں بلکہ یہ تروتازگی اور نعمت کا وقت ہے مجھ سے مانگو تاکہ تمہیں عطا کروں مجھ سے تمنا کرو کہ میں تمہیں زیادہ دوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کلام کیے بغیر (دل سے) تمنا کریں گے وہ اس بات کی تمنا کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ان کو عطا فرمایا وہ دائمی ہو اللہ تعالیٰ فرمائیگا میں نے جو کچھ تمہیں دیا وہ ہمیشہ رہے گا اور اسی کی طرح مزید عطا کروں گا۔ آپ نے فرمایا پھر وہ تکبیر کہتے ہوئے اپنے سروں کو اٹھائیں گے لیکن اللہ تعالیٰ

کے نور کی شدت کے باعث اس کی طرف آنکھ نہیں اُٹھا سکیں گے اس مجلس کا نام "رب العالمین کے عرش کا مشرقی قبہ" ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا اے میرے بندو! میرے ہمسایو! میرے برگزیدہ اور منتخب لوگو میرے دوستو! میری بہترین مخلوق اور میرے اطاعت گزارو! انہیں خوشی ہو اچانک دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے عرش کے سامنے نور کے منبر ہونگے۔ ان منبروں کے قریب نور کی کرسیاں، کرسیوں کے قریب بچھونے، بچھونوں کے قریب تکیے اور تکیوں کے قریب غالیچے ہونگے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرمائے گا اپنی عزت کی جگہوں پر بیٹھو، پس رسل کرام علیہم السلام آگے بڑھ کر ان منبروں پر بیٹھیں گے پھر انبیاء علیہم السلام آگے بڑھیں گے اور ان کرسیوں پر بیٹھیں گے اس کے بعد صلحاء آگے بڑھ کر ان غالیچوں پر بیٹھیں گے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے لیے نور کے دستر خوان بچھائے جائیں گے ہر دستر خوان پر ستر رنگ ہونگے اور وہ مروارید اور یاقوت سے مرصع ہوں گے اللہ تعالیٰ خدام سے فرمائیگا ان کو کھانا کھلاؤ چنانچہ ان کے لیے ہر دستر خوان پر موتیوں اور یاقوت کے ستر ہزار پیالے رکھے جائیں گے ہر پیالے میں ستر قسم کے کھانے ہوں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے میرے بندو! کھاؤ، چنانچہ جس قدر اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ اس سے کھائیں گے اس وقت وہ ایک دوسرے سے کہیں گے اس کھانے کے مقابلے میں ہمارا کھانا تو محض خیال ہے۔ اللہ تعالیٰ خدام سے فرمائے گا میرے بندوں کو پانی پلاؤ۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا وہ ان کے پاس پانی لائیں گے اور وہ پانی پی کر ایک دوسرے سے کہیں گے اس پانی کے مقابلے میں ہمارا پانی تو محض خواب و خیال ہے پھر اللہ تعالیٰ خدام سے فرمائے گا تم نے ان کو کھانا کھلایا پانی پلایا اب ان کو پھل کھلاؤ، حضور علیہ السلام نے فرمایا وہ پھل لیکر آئیں گے جنتی ان پھلوں میں سے کھانے کے بعد ایک دوسرے سے کہیں گے اس کے مقابلے میں ہمارے پھل تو محض خواب و خیال ہیں پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم نے ان کو کھانا کھلایا پھل کھلائے پانی پلایا، اب ان کو لباس اور زیورات پہناؤ۔ آپ نے فرمایا پھر وہ ان کے پاس لباس اور زیورات لے کر آئیں گے اور ان کو پہنائیں گے اس وقت بھی وہ ایک دوسرے سے کہیں گے اس کے مقابلے میں ہمارا لباس اور زیور محض خواب و خیال ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اسی حالت میں کرسیوں پر بیٹھے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ عرش کے نیچے سے مثیرہ نامی ہوا بھیجے گا وہ عرش کے نیچے سے برف سے بھی زیادہ سفید کستوری اور کافور لائے گی جو غبار کی طرح ان کے کپڑوں، سروں اور گریبانوں کو غبار آلود کر کے خوشبودار بنادے گی پھر باقی ماندہ کھانے سمیت دستر خوان اُٹھا لیے جائیں گے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا اب مجھ سے مانگو میں تمہیں عطا کر دوں اور مجھ سے تمنا کرو میں تمہیں زیادہ دوں حضور علیہ السلام نے فرمایا وہ سب کہیں گے اے اللہ! ہمارے رب! ہم تیری رضا کے طالب ہیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے میرے بندو! میں تم سے راضی ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر وہ تکبیر و تسبیح کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے میرے بندو! اپنے سر اُٹھاؤ یہ عمل کا وقت نہیں یہ تر و تازگی اور نعمت کا وقت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اپنے سروں کو اٹھائیں گے تو ان کے چہرے نور ربانی سے درخشاں ہوں گے اللہ تعالیٰ فرمائے گا اپنے ٹھکانوں کی طرف جاؤ آپ نے فرمایا وہ اپنے رب کے پاس سے باہر آئیں گے تو ان کے غلام سواریوں کے جانور لیے موجود ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک اپنے اونٹ اور ترکی گھوڑے پر سوار ہو گا اور اس کے ساتھ ستر ہزار غلام اسی قسم کی سواریوں پر سوار ہوں گے۔ پس ان میں سے جو چاہے گا اپنے گھر کی طرف چلے گا پھر اس کے ساتھ باقی تمام غلام بھی چل پڑیں گے یہاں تک کہ وہ اس محل میں آئے گا جس کا وہ ارادہ کرے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب

وہ اپنے محل میں آکر اپنی بیوی کے پاس جائے گا تو وہ کھڑی ہو کر اسے خوش آمدید کہے گی اور کہے گی اے میرے محبوب! تو میرے پاس کہ حسن و جمال، نور، لباس، خوشبو اور زیور کے ساتھ آیا ہے حالانکہ مجھ سے جدا ہوتے وقت تمہارے اوپر یہ چیزیں نہ تھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ بلند آواز سے پکارتے ہوئے کہے گا اے اہل جنت! تم ہمیشہ اسی طرح رہو گے، تمہیں تازہ تازہ نعمتیں دی جائیں گی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرشتے ان پر ہر دروازے سے یہ کہتے ہوئے داخل ہوں گے "تم پر صبر کے باعث سلامتی ہو آخرت کا گھر کتنا اچھا ہے بیشک تمہارا رب تم پر سلام بھیجتا ہے"۔ ان کے پاس کھانے، پانی، لباس اور زیورات ہوں گے۔

جنّت کے درجات

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جنت کے سو درجے ہیں ہر دو درجوں کے درمیان ایک امیر ہو گا اہل جنت اس کی فضیلت اور سرداری کو تسلیم کریں گے اور جنت میں سفید کستوری اور زرد زعفران کے پہاڑ ہوں گے جب وہ کھانا کھائیں گے تو کستوری سے زیادہ خوشبو دار ڈکار لیں گے اور جب پانی پئیں گے تو ان کے چمڑوں سے کستوری ٹپکے گی انھیں قضائے حاجت اور پیشاب کی ضرورت نہ ہو گی، نہ تھوکیں گے اور نہ ناک سے پانی آئے گا نہ بیمار ہوں گے اور نہ درد سر ہو گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کے بلند مرتبہ اور کم مرتبہ لوگ چاشت کے وقت کھانا کھائیں گے پھر دو گھڑیاں آرام کریں گے اور دو گھڑیاں ملاقات کریں گے چار گھڑیاں اپنے خالق کی بزرگی بیان کریں گے اور دو گھڑیاں ایک دوسرے کی زیارت کریں گے۔ جنت میں دن اور رات بھی ہوں گے اور رات کی سیاہی دن سے ستر گنا زیادہ سفید ہو گی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے کم عطیے والا وہ جنتی ہو گا کہ اگر اس کے پاس انسانوں اور جنوں میں سے مہمان آئیں تو اس کے ہاں کرسیاں بچھونے، تکیے اور بستر ہوں گے جن پر وہ بیٹھیں گے اور تکیہ لگائیں گے اور ان کے دستر خوانوں، پیالوں، خدام اور کھانے پینے میں اضافہ ہو گا اور اسے اتنی تکلیف بھی نہ ہو گی جو کسی ایک مہمان کے آنے سے ہوتی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جنتی درختوں کے تنے سونے کے ہوں گے بعض چاندی کے، کچھ یاقوت کے اور کچھ زبرجد کے ہوں گے۔ ان کی شاخیں بھی ایسی ہی ہوں گی اور ان کے پتے نہایت عمدہ کپڑوں کی طرح ہوں گے ان کے پھل مکھن سے زیادہ نرم اور شہد سے زیادہ میٹھے ہوں گے ہر درخت کی لمبائی پانچ سو سال کی مسافت اور تنے کی موٹائی ستر سال کی مسافت ہو گی جب کوئی شخص اس کی طرف نگاہ اٹھائے گا تو اس کی نظر آخری شاخ اور پھل تک پہنچے گی ہر درخت پر ستر ہزار قسم کے پھل ہوں گے اور کوئی پھل دوسرے کا ہم رنگ نہ ہو گا جب ان میں سے کسی پھل کی آرزو کرے گا تو جس ٹہنی میں یہ پھل ہو گا وہ پانچ سو سال یا پچاس یا اس سے کم مسافت سے اس کی طرف جھک جائے گی یا اس سے بھی کم جھکے گی حتیٰ کہ اگر وہ چاہے تو ہاتھ سے پکڑ لے اگر ہاتھ کے ساتھ پکڑنے سے عاجز ہو گا تو منہ کھول دے گا اور وہ پھل اس میں داخل ہو جائیگا جب کوئی پھل توڑ دیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ نہایت عمدہ اور خوشبو دار پھل لگا دے گا۔ جب وہ اس سے اپنی حاجت پوری کر لے گا اور وہ اسے کفایت کر دے گا تو شاخ اپنی جگہ لوٹ جائے گی۔ بعض درخت پھل دار نہیں ہوں گے بلکہ ان میں شگوفے لٹکتے ہوں گے جن میں حریر، ریشمی اور قیمتی کپڑے ہوں گے۔

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنتی ہر جمعہ کو اپنے رب کی زیارت کریں گے اور آپ نے فرمایا اگر جنت کا ایک ! ج

آسمان سے لٹکایا جائے تو سورج کی روشنی ختم ہو جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں محلات ہونگے ہر محل میں چار نہریں ہونگی ایک میٹھے پانی کی، دوسری دودھ کی تیسری شراب طہور کی اور چوتھی شہد کی، جب ان میں سے کچھ پیئے گا تو آخر میں خوشبو آئے گی وہ ان نہروں میں سے جو کچھ پیئیں گے ان میں جنتی چشموں کا امتزاج ہو گا۔ ایک چشمے کا نام زنجبیل ہے دوسرے کا تسنیم اور تیسرے کا نام کافور ہے۔ اس سے صرف مقربین لوگ پیئیں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ تعالےٰ حکم فرمائے کہ تم ایک دوسرے کے پیالے سے پیو تو وہ کبھی بھی اپنے منہ سے پیالہ نہ ہٹائیں گے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل جنت ایک لاکھ سال یا اس سے بھی زیادہ مدت کی مسافت پر ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے جب اپنے بھائیوں کے پاس سے واپس آئیں گے تو بھولے بغیر اپنے مکانوں تک سیدھے پہنچ جائیں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنتی جب اپنے رب کا دیدار کر کے واپسی کا ارادہ کریں گے تو ہر شخص کو ایک سبز رنگ کا انار دیا جائے گا جس میں ستر دانے ہوں گے ہر دانے میں ستر رنگ ہونگے ہر دانے کا رنگ دوسرے سے جدا ہو گا جب اپنے رب کے ہاں سے واپسی ہو گی تو جنت کے بازاروں سے گزریں گے۔ ان بازاروں میں خرید و فروخت نہیں ہو گی۔ ان میں زیورات، لباس، سندس، استبرق، منقش لباس جس میں مروارید اور یاقوت کی جھالریں لٹکتی ہوں گی۔

وہ ان میں سے جتنا کچھ اٹھا سکیں گے حاصل کریں گے پھر بھی کچھ کمی نہ ہو گی۔ ان بازاروں میں لوگوں کی صورتوں جیسی صورتیں ہوں گی ان صورتوں کے سینے پر لکھا ہو گا کہ جو شخص میری طرح حسین بننا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا حسن میری طرح کر دے پس جو شخص چاہے گا کہ اس کے چہرے کا حسن اس صورت کی طرح ہو جائے اللہ تعالیٰ اسے اس صورت جیسا بنا دے گا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر وہ اپنے محلات کی طرف واپس آئیں گے تو ان کے غلام صف بستہ کھڑے ہوں گے ان کو خوش آمدید اور سلام کہیں گے اور ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھ والے کو خوشخبری دے گا یہاں تک کہ یہ خوشخبری اس کی بیوی تک پہنچ جائے گی وہ نہایت سبک رفتاری سے دروازے پر پہنچے گی اور اس کا استقبال کرتے ہوئے خوش آمدید اور سلام کہے گی پھر وہ دونوں معانقہ کریں گے اور اسی حالت میں اندر داخل ہونگے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر کوئی جنتی عورت (دنیا میں) ظاہر ہو جائے اور اسے مقرب فرشتہ یا نبی مرسل بھی دیکھ لے تو اس کے حسن پر فریفتہ ہو جائے اور ارشاد فرمایا اہل جنت کھانے کے بعد جو شراب پیئیں گے اسے طہور دہاق کہا جائے گا (یعنی پاک اور بھرا ہوا پیالہ) جب اسے پیئیں گے تو ان کا کھانا پینا ہضم ہو جائے گا وہ اسے کستوری کی طرح سمجھے گا اسے ڈکار بھی کستوری کا آئے گا اور پیٹ میں کسی قسم کی تکلیف نہ ہو گی جب اسے پی لیں گے تو مزید کھانے کی چاہت ہو گی ہمیشہ یہی طریقہ رہے گا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے جنتیوں کے چار پائے سفید یاقوت سے پیدا کیے ہیں

تین جنت:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بہشت تین ہیں (۱) جنت (۲) عدن (۳) دار السلام)۔ جنت، جنت عدن سے ستر گنا درجہ چھوٹی ہے۔ جنت کے محلات باہر سے سونے کے اور اندر سے زبرجد کے ہیں اس کے برج سرخ یاقوت سے ہیں اس کی کھڑکیوں میں موتی جڑے ہوئے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنتی مرد ایک نشست میں اپنی بیوی سے سات سو سال کی مقدار متمتع ہو گا اور واپس نہیں لوٹے گا پھر محل سے اس کی دوسری بیوی جو پہلی سے زیادہ خوبصورت ہو گی آواز دے گی اے میرے دینی بھائی! اب وقت آ چکا ہے کہ ہم تم سے حصہ حاصل کریں وہ آدمی کہے گا تو کون ہے؟ وہ کہے گی میں وہ ہوں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ۔ کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کیا چیز مخفی رکھی گئی ہے۔

چنانچہ وہ اس کی طرف پھرے گا اس کے پاس سات سو سال کی مقدار ٹھہرے گا کھانا کھائے گا، پانی پئے گا اور اس سے دولت وصال حاصل کرے گا

جنّت کا درخت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جنت میں ایک ایسا درخت ہے کہ سوار اس کے سائے میں سات سو سال چلے گا پھر بھی ختم نہ ہو گا اس کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں اس کی ہر شاخ پر شہر آباد ہیں ہر شہر کی لمبائی دس ہزار میل ہے اور دو شہروں کے درمیان مشرق سے مغرب کے درمیان جتنا فاصلہ ہے اور سبیل کے چشمے ان محلات سے شہروں کی طرف رواں ہوں گے۔ ایک پتے کے سائے میں ایک بہت بڑی جماعت بیٹھے گی۔

جنتی مرد اور اس کی زوجہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی جنتی اپنی بیوی کے پاس جائے گا تو وہ اسے کہے گی اللہ کی قسم جس نے مجھے تیرے سبب اعزاز بخشا مجھے جنت کی کوئی چیز تجھ سے زیادہ پسند نہیں۔ آپ نے فرمایا مرد بھی اسے یہی بات کہے گا۔

جنت کی بے مثل اشیاء

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں وہ کچھ ہے کہ تعریف کرنے والے اس کی تعریف نہیں کر سکتے اور نہ دنیا والوں کے دلوں میں اس کا خیال آ سکتا ہے اور نہ ہی کسی سننے والے نے اسے سنا ہے اور اس میں ایسی ایسی نعمتیں ہیں جن کو مخلوق نے نہیں دیکھا۔

اللہ کے لیے محبت کرنیوالے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ان دو آدمیوں کو جو محض رضائے الٰہی کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے، جنت عدن میں اتارے گا۔ جنت عدن سرخ یاقوت کے ستونوں پر ہے اس کی چوڑائی ستر ہزار سال کی مسافت ہے اور وہ سات ہزار گھروں پر مشتمل ہے ہر گھر ایک محل کی صورت میں ہو گا اوپر سے اہل جنت کو دیکھیں گے اور ان کی پیشانیوں پر نور سے لکھا ہو گا یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے جب ان میں سے ایک اپنے محل سے دیگر اہل جنت کی طرف دیکھے گا تو اس کے چہرے کی چمک اہل جنت کے محلات کو نور سے اس طرح بھر دیگی جس طرح سورج اہل زمین کے گھروں کو روشن کر دیتا ہے وہ ایک دوسرے سے کہیں گے یہ روشنی ان لوگوں کی طرف سے ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔ پس اچانک ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح ہو جائیں گے۔

....

اہلِ جنّت کا حسن

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جنتی کا حسن اپنے جنتی خادم کے حسن سے اس قدر زیادہ ہوگا جس طرح چودہویں رات کے چاند کی چمک اور روشنی ستاروں سے زیادہ ہوتی ہے۔

جنّتی عورتوں کا گانا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جنتی عورتیں کھانے کے بعد نہایت شیریں اور بلند آواز سے گانا گائیں گی اور یوں کہیں گی۔ ہم ہمیشہ رہیں گی کبھی نہیں مریں گی، ہم مامون ہیں کبھی نہیں ڈریں گی، ہم خوش ہیں کبھی ناراض نہیں ہونگی، ہم جوان ہیں کبھی بوڑھی نہ ہوں گی۔ ہم لباس پہنے ہوئے ہیں کبھی ننگی نہ ہوں گی۔ ہم خوبصورت خوش اخلاق ہیں اور باعزت لوگوں کی بیویاں ہیں۔

جنتی پرندہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنتی پرندے کے ستر ہزار پَر ہونگے ہر پَر کا رنگ دوسرے سے جدا ہوگا اور ہر پَر ایک مربع میل ہوگا جب کوئی مومن اس کی خواہش کرے گا تو اسے ایک پیالے میں رکھا جائے گا وہ اپنے آپ کو جھاڑے گا تو اس سے پکے ہوئے اور بھنے ہوئے پرندے کی طرح ستر کھانے ظاہر ہوں گے اس کے علاوہ مختلف رنگ ہونگے ان کا ذائقہ مشک سے بھی زیادہ اچھا ہوگا مکھن سے زیادہ نرم ہوگا اور چھاچھ سے زیادہ سفید ہوگا۔ جب جنتی اسے کھائے گا تو وہ اپنے پروں کو جھاڑتے ہوئے اڑ جائے گا اور اس کا ایک پَر بھی کم نہ ہوگا۔

جنتی چراگاہ

جنتیوں کے پرندے اور سواریاں جنت کے باغوں میں اور اپنے محلات کے اردگرد چریں گے۔

جنتیوں کی انگوٹھیاں

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ جنتیوں کو سونے کی انگوٹھیاں عطا فرمائے گا جنھیں وہ پہنیں گے وہ ہمیشہ رہنے کی انگوٹھیاں ہونگی پھر ان کو مروارید، یاقوت اور موتیوں کی انگوٹھیاں عطا فرمائے گا اور یہ اسوقت ملیں گی جب وہ دارالسلام میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کی زیارت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب وہ اپنے رب کی زیارت کریں گے تو کھائیں پئیں گے اور نفع اندوز ہوں گے حضور علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے داؤد علیہ السلام اپنی بہترین آواز سے میری بزرگی بیان کر دیس وہ جب تک

اللہ تعالیٰ نے چاہے گا اس کی بزرگی بیان کریں گے۔ ان کی خوش آوازی سے جنت کی ہر چیز خاموش ہو جائے گی پھر اللہ تعالیٰ ان میں سے ہر ایک کو لباس اور زیورہ عطا فرمائے گا اور وہ اپنے اہل خانہ کی طرف لوٹ آئیں گے۔

جنتی لباس

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر جنتی کے لیے جنت میں ایک درخت ہو گا جس کو طوبیٰ کہا جائے گا جب ان میں سے کوئی اعلیٰ لباس پہننا پسند کرے گا تو طوبیٰ کے پاس چلا جائے گا چنانچہ اس کے لیے درخت اپنے شگوفوں کے غلاف کھول دیگا وہ چھ رنگ کے ہوں گے ہر غلاف میں ستر رنگ کے کپڑے ہوں گے ہر لباس کا رنگ دوسرے سے مختلف ہے اور ہر ایک کا نقش دوسرے سے جدا ہے۔ جو لباس پسند کرے گا حاصل کرے گا وہ گلِ لالہ سے بھی زیادہ نازک ہو گا۔

جنتی بیویاں

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل جنت کی بیویوں میں سے ہر ایک کے سینے پر لکھا ہو گا تو میرا محبوب اور میں تیری محبوبہ نہ تجھ سے روگردانی کی جائے گی اور نہ کوتاہی۔ میرے دل میں کسی قسم کا کھوٹ اور آلائش نہیں جنتی جب اپنی بیوی کے سینے کی طرف دیکھے گا تو چمڑے اور گوشت کے اوپر سے اس کے جگر کی سیاہی دیکھ لے گا گویا عورت کا جگر اس کے لیے شیشہ ہے۔ اور اس کا جگر عورت کا شیشہ ہے۔ وہ جگر عورت میں اس طرح غائب ہو گا جس طرح یاقوت میں دھاگہ غائب ہوتا ہے (یعنی نظر آئے گا) وہ مرجان (چھوٹے موتیوں) کی طرح سفید اور یاقوت کی طرح صاف شفاف ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ۔ گویا وہ یاقوت اور مرجان ہیں

جنتی سواریاں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنتی لوگ اونٹوں اور ترکی گھوڑوں پر سوار ہونگے ان اونٹوں کا قدم حد نگاہ پر پہنچے گا اسی طرح ان گھوڑوں کا قدم بھی وہاں پہنچے گا جہاں تک نگاہ جاتی ہے وہ یاقوت اور موتیوں سے پیدا کیے گئے ہیں ہر جانور ستر میل کے برابر بڑا ہو گا۔ نیز ان اونٹوں اور گھوڑوں کی لگامیں مروارید اور زبرجد سے بنائی گئی ہیں۔

جہنم کی ہولناکی سے حفاظت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا۔ تو انہیں اللہ نے اس دن کے شر سے بچا لیا اور انہیں تازگی اور شادمانی دی۔

"فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ" کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کو حساب کی سختی اور جہنم کی ہولناکی سے بچائے گا یعنی قیامت کے دن جب جہنم کو میدان قیامت میں لایا جائے گا اسے ستر نگہبان فرشتے کھینچ رہے ہوں گے ہر نگہبان فرشتے کے ساتھ ستر ہزار مددگار فرشتے ہونگے وہ سخت مزاج اور درشت لہجے والے ہوں گے

ان کے سامنے والے دانت باہر نکلے ہوں گے آنکھیں دہکتے انگاروں کی طرح اور رنگ آگ کی لپٹ جیسا ہوگا ان کے نتھنوں سے آگ کے شعلے اور دھواں بلند ہو رہا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ جبار کے حکم کی تعمیل میں جلدی کریں گے۔ جہنم کو تمام خازن اور اس کے ساتھی بڑی بڑی رسیوں اور زنجیروں سے جکڑ کر کھینچیں گے کبھی وہ اس کے دائیں چلیں گے، کبھی بائیں اور کبھی پیچھے، ان میں سے ہر فرشتے کے ہاتھ میں لوہے کا گرز ہوگا جس کے ساتھ وہ چلائیں گے تو جہنم چل پڑے گی۔ پھنکار، دہاڑ، دھواں تاریکی اور سخت آواز پیدا ہو گی اور اہل دوزخ پر غضب ناک ہونے کی وجہ سے اس سے شعلے بلند ہونگے۔ وہ اسے جنت اور موقف کے درمیان نصب کر دیں گے۔ وہ آنکھ اٹھا کر مخلوق کو دیکھے گی پھر انھیں کھانے کیلئے جست لگائے گی تو نگہبان اس کو زنجیروں سے پکڑ کر روک لیں گے۔ (یہ کیفیت ہو گی کہ) اگر تو اسے چھوڑ دے تو ہر مومن پر حملہ کر دے جب وہ دیکھے گی کہ اسے مخلوق سے روکا گیا ہے تو اس قدر سخت جوش مارے گی کہ غصے کے باعث پھٹنے کے قریب ہو جائے گی پھر دوبارہ سانس لے گی تو مخلوق اس کے دانت بجنے کی آواز سنے گی اس وقت دل لرزنے اور باہر نکل کر اڑنے لگیں گے آنکھیں خیرہ ہو جائیں گی اور دل گلے تک آجائیں گے پھر سانس لے گی تو اس وقت تمام مقرب فرشتے، انبیاء و المرسلین اور موقف پر موجود تمام لوگ گھٹنوں پر جھک جائیں گے پھر سانس لے گی تو آنکھوں سے آنسوؤں کے تمام قطرے باہر آجائیں گے اس کے بعد جب سانس لے گی تو یہ کیفیت ہو گی کہ اگر ہر آدمی اور جن کے پاس بہتر (۷۲) انبیاء کرام کا عمل بھی ہو تو بھی اس میں گرنے کا خطرہ ہو گا لوگ سمجھیں گے کہ وہ اس سے نجات حاصل نہیں کر سکتے! پھر چوتھی مرتبہ فریاد کرے گی تو ہر چیز کا کلام ختم ہو جائے گا اور حضرت جبرئیل، میکائیل اور حضرت ابراہیم علیہ السلام عرش الٰہی سے لٹک جائیں گے۔ ان میں سے ہر ایک کہے گا میں اپنے نفس کو بچانا چاہتا ہوں کسی دوسرے کا سوال نہیں کرتا پھر آسمان کے ستاروں کے برابر چنگاریاں پھینکے گی ہر چنگاری مغرب سے اٹھنے والے بہت بڑے بادل جیسی ہو گی۔ یہ چنگاریاں مخلوق کے سروں پر پڑیں گی یہی وہ چنگاری ہے جس سے اللہ تعالیٰ ان مؤمنوں کو بچائے گا جو نذر پوری کرتے اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو بچالے۔ اللہ تعالیٰ اس کی شر سے توحید و ایمان والوں اور اہل سنت کو محفوظ فرمائے گا۔ ان پر رحمت نازل فرمائے گا، ان کا حساب آسان کر دے گا اور ان کو اپنی جنت میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔

اور کفار و مشرکین کی تکالیف، خوف اور عذاب میں مسلسل اضافہ ہوگا ان کو جہنم میں داخل کرے گا اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا"۔ چہروں پر تروتازگی اور دلوں میں سرور ہوگا۔

اور یہ اس طرح کہ قیامت کے دن جب مومن اپنی قبر سے نکلے گا تو اپنے سامنے ایک ایسے انسان کو دیکھے گا جس کا چہرہ سورج کی طرح چمکتا ہوگا وہ ہنس رہا ہوگا نہایت پاک نفس ہوگا جسم پر سفید لباس اور سر پر تاج ہوگا اس کی طرف دیکھے گا حتیٰ کہ اس کے قریب ہو کر کہے گا اے اللہ کے ولی! تجھ پر سلام ہو یہ جواب میں کہے گا اور تجھ پر بھی سلام ہو، اے اللہ کے بندے تو کون ہے کیا کوئی فرشتہ ہے وہ کہے گا نہیں، یہ کہے گا کیا تو کوئی نبی ہے وہ کہے گا نہیں اللہ کی قسم! پوچھے گا مقرب لوگوں میں سے ہے کہے گا اللہ کی قسم! ایسا نہیں ہے وہ پوچھے گا پھر تو کون ہے؟ وہ جواب دے گا میں تیرا نیک عمل ہوں، میں تجھے جنت (میں جانے) اور جہنم سے نجات پانے کی خوشخبری دینے آیا ہوں وہ کہے گا اے اللہ کے بندے کیا تو اسے جانتا ہے

کر مجھے خوشخبری دے وہ جواب دے گا ہاں پوچھے گا مجھ سے کیا چاہتا ہے وہ کہے گا مجھ پر سوار ہو جا یہ کہے گا سبحان اللہ! تیرے جیسے پر سوار ہونا مناسب نہیں وہ کہے گا ہاں مجھ پر سوار ہو دنیا میں کتنی طویل مدت میں تجھ پر سوار رہا، میں تجھے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں مجھ پر سوار ہو جا چنانچہ یہ شخص اس پر سوار ہو جائے گا وہ کہے گا ڈرو مت میں تمہیں جنت کی راہ دکھاؤں گا چنانچہ یہ شخص خوش ہو جائے گا اور خوشی کے آثار اس کے چہرے سے ظاہر ہونگے یہاں تک کہ چہرہ چمک اٹھے گا، اور نورانی نظر آئے گا اور دل سرور سے بھر جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی "وَلَقّٰھُمْ نَضْرَۃً وَّسُرُوْرًا" میں اسی طرف اشارہ ہے۔

لیکن کافر جب جہنم سے باہر نکلے گا تو اپنے سامنے ایک شخص کو دیکھے گا جو نہایت بدصورت ہوگا۔ آنکھیں نیلی اور تاریک رات کی طرح قبر کی تاریکی سے بھی زیادہ سیاہ اور کپڑے بھی نہایت کالے ہونگے۔ کپڑوں کو زمین پر گھسیٹتا ہوا اور بجلی کی کڑک کی طرح فریاد کناں ہوگا۔ مردار سے بھی زیادہ بدبودار ہوگا۔ یہ پوچھے گا اے بندۂ خدا تو کون ہے؟ اور اس کے ساتھ ہی اس سے منہ پھیرنا چاہے گا لیکن وہ مرد اس کافر سے کہے گا اے اللہ کے دشمن! میری طرف آؤ، میری طرف آؤ آج تم میرے لیے ہو اور میں تمہارے لیے ہوں وہ کافر کہے گا تجھے ہلاکت ہو کہیں تو شیطان تو نہیں، وہ کہے گا اللہ کی قسم! شیطان نہیں ہوں بلکہ تمہارا برا عمل ہوں۔ وہ کہے گا مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ وہ جواب دے گا تجھ پر سوار ہونا چاہتا ہوں۔ کافر کہے گا تجھے خدا کی قسم چھوڑ دے، کیوں مجھے لوگوں کے سامنے ذلیل کرتا ہے۔ وہ کہے گا اللہ کی قسم! اس کے سوا چارۂ کار نہیں تو عرصۂ دراز تک مجھ پر سوار رہا آج میں تجھ پر سوار ہوں گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس وہ اس پر سوار ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی "وَھُمْ یَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَھُمْ عَلٰی ظُھُوْرِھِمْ اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوْنَ" ــ "(اور وہ اپنے بوجھ اپنی پیٹھوں پر اٹھائے ہوں گے سنو! کیا ہی برا بوجھ اٹھاتے ہیں) میں اسی طرف اشارہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد اپنے دوستوں کا ذکر فرمایا اور وہ ثواب جو ان کو بشارت کے بعد حاصل ہوگا اور یہ مصائب پر صبر کرنے، اوامر کی ادائیگی، ممنوعات سے باز رہنے اور تقدیر الٰہی کو تسلیم کرنے کے صلہ میں جنت و حریر کی صورت میں ملے گا۔ جنت میں ناز و انداز سے رہیں گے اور ریشم پہنیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "مُتَّکِئِیْنَ فِیْھَا" وہ اس جنت میں تکیہ لگائے ہونگے۔ "عَلَی الْاَرَآئِکِ" "حجلہ عروسی کی طرح تختوں پر"، "لَا یَرَوْنَ فِیْھَا شَمْسًا وَّلَا زَمْھَرِیْرًا" ــ "یعنی ان کو وہاں نہ تو سورج کی گرمی پہنچے گی اور نہ زمہریر کی ٹھنڈک، کیونکہ وہ گرمی اور سردی کا موسم نہیں ہوگا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَدَانِیَۃً عَلَیْھِمْ ظِلٰلُھَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُھَا تَذْلِیْلًا" یعنی درختوں کے سائے ان کے قریب ہونگے اور یہ اس طرح ہوگا کہ اہل جنت، جنت کے پھل کھڑے ہو کر بیٹھ کر یا لیٹ کر جس طرح جی چاہے گا کھائیں گے۔ جب ارادہ کریں گے پھل قریب آجائے گا یہاں تک کہ اسے پکڑ لیں گے پھر ان میں سے کوئی ایک کھڑا ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے قول "وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُھَا تَذْلِیْلًا" میں اسی طرف اشارہ ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَیُطَافُ عَلَیْھِمْ بِاٰنِیَۃٍ مِّنْ فِضَّۃٍ وَّاَکْوَابٍ اور ان پر چاندی کے برتن اور کوزے پھیرے جائیں گے، اکواب (کوب کی جمع) ان کوزوں کو کہتے ہیں جن کے دستے نہیں ہوتے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "قواریر" یعنی یہ شیشہ ہیں حالانکہ وہ چاندی سے بنے ہوں گے اور یہ اس طرح ہے کہ دنیا کا شیشہ مٹی

سے بنا ہوتا ہے جبکہ آخرت کا شیشہ چاندی کا ہوگا۔ "قَدَّرُوهَا تَقْدِيرًا" یعنی ان کوزوں کو برتنوں کی مقدار پر بنایا گیا ہوگا اور وہ برتن خادموں کے ہاتھوں میں آنے والے اس انداز کے ہوں گے کہ جب کوئی شخص پیئے گا تو اس میں کچھ بھی نہیں بچے گا اور نہ زیادہ ہوگا لہٰذا وہ برتنوں کے انداز سے غلاموں کی ہتھیلیوں اور قوم کی سیرابی کے مطابق بنے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی "قَدَّرُوهَا تَقْدِيرًا" میں اسی طرف اشارہ ہے۔ ارشاد خداوندی ہے "وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا" یعنی ان کو شراب پلائی جائے گی، برتن میں پائے جانے والے ہر مشروب کو خمر نہیں کہتے لہٰذا وہ برتن کاس نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيلًا" یعنی اس میں زنجبیل کا پانی ملا ہوگا۔ پھر فرمایا "فِيهَا عَيْنًا تُسَمَّى سَلْسَبِيلًا" اس میں ایک سلسبیل نامی چشمہ ہے جو جنت عدن سے ان کی طرف جاری ہے۔ وہ ہر جنت سے گزر کر واپس جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ" ولدان وہ بچے ہیں جو بوڑھے نہیں ہوں گے "مُخَلَّدُونَ" نہ بالغ ہوں گے اور نہ بزرگی کی عمر کو پہنچیں گے۔ وہ ایسے بچے ہوں گے کہ اگر تم ان کو دیکھو تو حسن اور سفیدی کو دیکھ کر یہی سمجھو کہ بے شمار موتی بکھرے پڑے ہیں جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد فرمایا "إِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ" جب تم وہاں دیکھو گے یعنی جنت میں دیکھو گے۔ "رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا" تو نعمت اور بہت بڑی بادشاہی دیکھو گے۔ اور یہ اس طرح کہ ایک ایک جنتی کے لیے ایک ایک محل ہوگا ہر محل میں ستر محل ہوں گے ہر محل میں ایک مکان ہوگا جو مجوف (اندر سے کھلا) موتی کا ہوگا۔ آسمان کی طرف اس کی بلندی ایک فرسخ اور چوڑائی ایک مربع فرسخ ہوگی ہر مکان میں سونے کے بنے ہوئے چار ہزار دروازے ہوں گے اور اس مکان میں مروارید اور یاقوت کی شاخوں سے بنا ہوا تخت ہوگا۔ تخت کے دائیں بائیں سونے سے بنی ہوئی چار ہزار کرسیاں ہوں گی اس کے پائے سرخ یاقوت کے ہوں گے۔ اس تخت پر ستر بچھونے ہوں گے۔ ہر بچھونے کا رنگ الگ ہوگا۔ وہ جنتی اس پر بائیں جانب تکیہ لگائے ہوگا اور دیباج کے ستر لباس پہنے ہوگا جو لباس اس کے جسم سے چھو رہا ہوگا وہ سفید ریشمی لباس ہوگا۔ اس کی پیشانی پر یاقوت، زمرد اور رنگ برنگے جواہرات سے مرصع پٹی ہوگی ہر موتی کا رنگ جدا ہوگا۔ سر پر سونے کا تاج ہوگا جس کے ستر کونے ہوں گے ہر کونے میں ایک مروارید ہوگا جس کی قیمت مشرق و مغرب کے تمام اموال کے برابر ہوگی اور اس کے ہاتھ میں تین کنگن ہوں گے۔ ایک کنگن سونے کا دوسرا چاندی کا اور تیسرا موتیوں کا ہوگا۔ اور اس کے ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں میں سونے اور چاندی کی انگوٹھیاں ہوں گی جن میں رنگ برنگے نگینے ہوں گے۔ اور اس کے سامنے دس ہزار غلام ہوں گے وہ کبھی بھی بڑے نہیں ہوں گے اور نہ بوڑھے ہوں گے اس جنتی کے سامنے سرخ یاقوت کا دستر خوان ہوگا جو ایک مربع میل ہوگا اس پر سونے اور چاندی کے ستر ہزار برتن ہوں گے ہر برتن میں ستر رنگ کے کھانے ہوں گے وہ اپنے ہاتھ سے لقمہ اٹھائے گا پھر دل میں دوسرے لقمہ کا خیال پیدا ہوگا تو یہ لقمہ اس کی چاہت کے مطابق بدل جائے گا اس کے سامنے غلام ہوں گے جن کے ہاتھوں میں چاندی کے کوزے اور دیگر برتن ہوں گے ان کے پاس شراب، پانی اور کھانا ہوگا وہ ہر قسم کے کھانوں سے چالیس آدمیوں کے برابر کھانا کھائے گا جب وہ ایک قسم کے کھانے سے سیر ہو جائے گا تو غلام اس کو اس کی چاہت کے مطابق پانی پلائیں گے پھر اسے ڈکار آئے گا تو اللہ تعالیٰ خواہشات کے ہزار دروازے اس پر کھول دے گا یا وہ پانی پیئے گا تو اسے پسینہ آئے گا۔ پسینہ آنے کے بعد اللہ تعالیٰ اس کے لیے کھانے اور پینے کی آرزو کے

ایک ہزار دروازے کھول دے گا۔ پرندے بختی اونٹوں کی طرح دروازوں سے داخل ہوں گے اور اس کے سامنے صف بستہ کھڑے ہو جائیں گے۔ ہر پرندہ نہایت خوش آوازی سے اپنی تعریف کرے گا اور یہ خوش آوازی دنیا کے ہر گانے سے زیادہ خوش کن ہوگی وہ کہے گا اے اللہ کے دوست! مجھے کھا، میں جنت کے فلاں فلاں باغوں میں چرتا رہا ہوں اور میں نے فلاں فلاں چشمے سے پانی پیا ہے چنانچہ اس کے سامنے ان کی آوازیں بلند ہوں گی۔ وہ نظر اٹھا کر ان میں سے بلند اور اچھی آواز والے پرندے کی طرف دیکھے گا اور اس کی خواہش کرے گا اس کے دل میں پرندے کی محبت سے اللہ تعالیٰ آگاہ ہوگا۔ چنانچہ پرندہ آکر اس کے دستر خوان پر گرے گا کچھ حصہ خشک اور کچھ بھنا ہوا ہوگا۔ برف سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا وہ اسے کھائے گا یہاں تک کہ جب سیر ہو جائے گا اور وہ اسے کفایت کرے گا تو پہلے کی طرح پرندہ بن جائے گا اور جس دروازے سے آیا تھا اسی سے نکل جائے گا۔

یہ جنتی تخت پر ہوگا اور اس کی بیوی سامنے کھڑی اس کے چہرے میں اپنا چہرہ دیکھے گی۔ کیونکہ اس کا چہرہ نہایت صاف اور سفید ہوگا۔

جب وہ اس سے قربت کا ارادہ کرے گا تو اس کی طرف دیکھے گا لیکن بلانے سے شرم کرے گا۔ عورت سمجھ جائے گی کہ وہ کیا چاہتا ہے چنانچہ وہ قریب ہو کر کہے گی میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں اپنا سر اٹھا اور میری طرف دیکھ آج تو میرے لیے ہے اور میں تیرے لیے ہوں۔ چنانچہ وہ پہلے زمانے کے ایک سو آدمیوں کی قوت اور چالیس آدمیوں کی شہوت کے ساتھ جماع کرے گا لیکن جب بھی اس کے قریب جائے گا اسے کنواری پائے گا اور چالیس دن تک اس سے غافل نہ ہوگا۔ جب فارغ ہوگا تو اس سے کستوری کی خوشبو پائے گا جس سے اس کی محبت بڑھ جائے گی۔ اس مکان میں اس کے لیے اس جیسی چار ہزار آٹھ سو بیویاں مزید ہوں گی۔ ہر بیوی کے ستر خادم اور لونڈیاں ہوں گی۔

اہلِ جنت کا حسن

حضرت علی کرم اللہ وجہہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر ایک لونڈی یا خادم دنیا کی طرف مکمل آئے تو ان پر تمام دنیا والے باہم لڑنا شروع کر دیں حتیٰ کہ تمام لوگ ختم ہو جائیں۔ اور اگر کوئی حور عین زمین میں اپنی زلفیں ظاہر کر دے تو ان کا نور سورج کی روشنی کو ماند کر دے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خادم اور مخدوم میں کیا فرق ہوگا؟ آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ خادم مخدوم کے سامنے اس طرح ہوگا جس طرح چودھویں رات کے چاند کے پہلو میں بے نور ستارہ ہو۔

رضائے الٰہی کی خوشخبری

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنتی اس حالت میں اپنے تخت پر بیٹھا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیجے گا جس کے پاس ستر قیمتی لباس ہوں گے ہر لباس کا رنگ جدا ہوگا اور وہ ایسے نرم و نازک ہوں گے کہ فرشتے کی دو انگلیوں کے درمیان

ہوں گے اور وہ تسلیم و رضا کے ساتھ آئے گا ــــــ فرشتہ آکر دروازے پر کھڑا ہو جائے گا اور دربان سے کہے گا مجھے اللہ کے دوست کے پاس جانے دو۔ تمام جہانوں کے پروردگار کی طرف سے اس کے پاس بھیجا گیا ہوں۔ دربان کہے گا اللہ کی قسم! میں اس کی طرف سے گفتگو کا مجاز نہیں ہوں لیکن میں اپنے قریب والے دربان سے بات کروں گا وہ مسلسل ایک سے دوسرے تک ذکر کرتے رہیں گے حتیٰ کہ ستر دروازوں کے بعد اس تک خبر پہنچے گی۔ وہ کہے گا اے اللہ کے ولی! اللہ تعالیٰ کا فرستادہ فرشتہ دروازے پر کھڑا ہے اسے اندر آنے کی اجازت دیجئے۔ چنانچہ فرشتہ داخل ہو کر کہے گا اے اللہ کے ولی! تجھ پر سلام ہو بے شک اللہ رب العزت آپ کو سلام کہتا ہے اور وہ آپ سے راضی ہے (حضور علیہ السلام نے فرمایا) اگر اللہ تعالیٰ نے اس پر موت (نہ آنے) کا فیصلہ نہ کیا ہوتا تو وہ خوشی سے مر جاتا۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا بہت بڑی ہے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے اور اس آیت میں بھی اسی طرف اشارہ ہے: ارشاد خداوندی ہے "اِذَا رَاَيْتَ" یعنی اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ دیکھیں گے، "رَاَيْتَ نَعِيْمًا" وہاں جنت میں نعمتیں دیکھیں گے، "وَمُلْكًا كَبِيْرًا" اور بہت بڑی بادشاہی یعنی ایسی بادشاہی کہ رب العالمین کا بھیجا ہوا فرشتہ بھی اس کی اجازت کے بغیر داخل نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ــــــ عَالِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ ۔ یعنی ان کے اوپر سبز سندس اور استبرق کے لباس ہیں "عَالِيَهُمْ" اس لیے فرمایا کہ جسم سے ملا ہوا کپڑا سفید ریشمی ہوگا۔ پھر فرمایا "وَحُلُّوْا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ" اور ان کو چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور دوسری آیت میں ہے: "يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا" جنت میں ان کو سونے اور موتیوں کے کنگن پہنائے جائیں گے اور یہ تین کنگن ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا" ان کو ان کا رب پاکیزہ شراب پلائے گا۔ اس کی صورت یہ ہے کہ جنت کے دروازے پر ایک درخت ہے جس کے تنے سے دو چشمے نکلتے ہیں جب آدمی پل صراط کو پار کر کے ان چشموں کی طرف جائے گا تو ان میں سے ایک چشمے میں داخل ہو جائے گا اور اس سے غسل کرے گا وہ کستوری سے بھی زیادہ خوشبو دار ہوگا

جنتیوں کے قد اور عمریں

جنتی انسان کا قد حضرت آدم علیہ السلام کے قد کے برابر ستر ہاتھ ہوگا اور اہل جنت مرد و عورت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر کے مطابق تینتیس ۳۳ سال کے ہوں گے۔ بچپن میں فوت ہونے والے بڑے ہوں گے یہاں تک کہ تینتیس سال کی عمر کو پہنچیں گے۔ اور بوڑھوں کی عمر بھی کم ہو کر اتنی رہ جائے گی۔ خوبصورتی میں بھی تمام جنتی مرد و عورت حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح حسین ہوں گے اور ایک جیسے ہوں گے۔

طہارت قلبی

دوسرے چشمے سے پانی پیئے گا تو دل سے کھوٹ، غم اور حسد وغیرہ نکل جائے گا اور اس پانی کے ساتھ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو پاک کر دے گا وہ باہر آئے گا تو اس کا دل حضرت ایوب علیہ السلام کے دل کی طرح پاک صاف ہوگا اور سید عالم صلی

اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک عربی بول رہا ہو گا۔

جنت میں دائمی زندگی

پھر وہ چل پڑیں گے یہاں تک کہ جب دروازے پر پہنچیں گے تو دربان کہیں گے تم خوشحال آئے ہو وہ کہیں گے ہاں اسی طرح آئے ہیں فرشتے کہیں گے اس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ۔ وہ داخل ہونے سے پہلے ان کو ہمیشہ رہنے کی خوشخبری دیں گے یعنی وہ کبھی بھی نہیں نکلیں گے۔ پہلی مرتبہ جب جنتی جنت کے دروازے سے داخل ہو گا تو اس کے ساتھ وہ دونوں فرشتے ہوں گے جو دنیا میں اس کے ساتھ تھے یعنی کراماً کاتبین —— پھر اچانک ایک فرشتے سے ملاقات ہو گی جس کے پاس سبز یاقوت کی سواری ہو گی۔ اس کی لگام سرخ یاقوت سے ہو گی اس پر کجاوہ ہو گا جس کا اگلا اور پچھلا حصہ موتیوں اور یاقوت سے بنا ہو گا اور دونوں پہلو سونے اور چاندی کے ہوں گے۔ اس فرشتے کے پاس ستر لباس ہوں گے جنھیں یہ شخص پہنے گا اور اپنے سر پر تاج رکھے گا اور پوشیدہ مروارید کی طرح کے دس ہزار غلام ہوں گے۔ وہ فرشتہ کہے گا اے اللہ کے ولی! سوار ہو جا، یہ سواری تیرے لیے ہے اور اس جیسی اور سواریاں بھی ہیں۔ وہ اس پر سوار ہو گا۔ اس سواری کے دو پر ہوں گے اور وہ حد نگاہ پر قدم رکھے گی۔ وہ اپنی سواری پر چلے گا اور اس کے آگے دس ہزار فرشتے ہوں گے۔ ساتھ ساتھ دو فرشتے ہوں گے جو دنیا میں اس کے ساتھ تھے یہاں تک کہ وہ اپنے محلات تک پہنچ جائے گا اور وہ پھر وہاں اترے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ یہ جو کچھ میں نے تمہارے لیے اس سورت میں بیان کیا یہ تمہارے اعمال کا بہترین ثواب ہے اور تمہارے اعمال بارگاہ خداوندی میں تعریف کیے گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے بدلے میں تمہیں جنت عطا فرمائی۔

مبارک مہینوں اور دنوں کے فضائل

فضائل ماہِ رجب

ارشادِ خداوندی ہے:

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ

بے شک مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں اللہ کی کتاب میں جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا ان میں سے چار قابل عزت ہیں۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ فتح مکہ سے پہلے جب مسلمان مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ کی طرف جانے لگے تو انھوں نے کہا ہمیں ڈر ہے کہیں کفار ہم سے عزت والے مہینے میں نہ لڑیں اس پر اللہ تعالےٰ نے مندرجہ بالا آیت کریمہ نازل فرمائی کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک مہینے بارہ ہیں یہ اس دن سے لوح محفوظ پر لکھا ہے جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا ان میں سے چار مہینے عزت والے ہیں: رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم الحرام، ایک مہینہ یعنی رجب الگ ہے باقی تین متصل ہیں۔ (ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ) یہ نہایت سیدھا اور مضبوط حساب ہے۔ (فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ) لہٰذا ان قابل احترام مہینوں میں اپنے آپ پر ظلم نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ نے جنگ و جدال کی ممانعت کو ان چار مہینوں سے مخصوص کر کے ہم پر واضح کیا کہ یہ مہینے محترم ہیں۔ اس لیے دوسرے مہینوں کی نسبت ان میں ظلم و زیادتی کی ممانعت زیادہ ہے اگرچہ ظلم ہر مہینے میں منع ہے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى

تمام نمازوں بالخصوص درمیانی نماز کی حفاظت کرو۔

اس آیت کریمہ میں نماز وسطیٰ (عصر) کی پابندی کے ساتھ ادائیگی کا الگ حکم دیا گیا اگرچہ وہ باقی نمازوں کے ذکر میں بھی شامل ہے لیکن اس کی زیادہ تاکید کے پیشِ نظر تخصیص کی گئی۔ اسی طرح ان مہینوں میں ظلم سے ممانعت کی زیادہ تاکید کرتے ہوئے مشرکین عرب سے قتال جائز نہیں رکھا البتہ اگر وہ پہل کریں تو جوابی حملہ کی اجازت ہے۔

ابو یزید کے نزدیک اطاعتِ خداوندی کے ترک اور گناہوں کے ارتکاب کو ظلم کہا جاتا ہے لیکن دوسرے لوگوں کے نزدیک کسی چیز کو اس کی اپنی جگہ کی بجائے دوسری جگہ رکھنا ظلم ہے۔ یہاں یہی معنیٰ مراد ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا:

وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ

تمام مشرکین سے لڑو جس طرح وہ سب تم سے لڑتے ہیں۔

مقصد یہ ہے کہ اگر وہ تم سے عزت والے مہینوں میں لڑیں تو تم بھی ان سب سے لڑو اور جان لو کہ تائیدِ خداوندی پرہیزگار لوگوں (مسلمانوں) کو ہی حاصل ہوتی ہے۔ اہل علم کا "دین قیم" کے مفہوم میں اختلاف ہے۔ حضرت مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس سے "دینِ حق" مراد ہے کچھ لوگ اس سے "دین صادق" (اسلام) مراد لیتے ہیں۔ بعض دوسرے لوگوں کے نزدیک یہ "دین حنیف" ہے اور کچھ لوگ کہتے ہیں "دین قیم" وہ ہے جسے اپنانے کا مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے۔

لفظ رجب کی تحقیق

"رجب" اسمائے مشتقہ میں سے ایک اسم ہے اور یہ "ترجیب" سے مشتق ہے۔ اہل عرب کے ہاں "ترجیب" تعظیم کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے "رجبت ھذا الشھر" میں نے اس مہینے کی تعظیم کی۔
حضرت حباب بن منذر بن جموع رضی اللہ عنہ کا وہ قول اس معنیٰ کو ظاہر کرتا ہے جو آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے دن ثقیفہ بنو ساعدہ میں کہا تھا اس وقت مہاجرین و انصار میں امیر کے بارے میں اختلاف رونما ہوا تو انصار نے کہا ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے ____ اس بات پر حضرت حباب رضی اللہ عنہ غضبناک ہو گئے آپ نے تلوار کھینچ لی اور فرمایا

اَنَا جُذَیْلُھَا الْمُحَکَّکُ وَعُذَیْقُھَا الْمُرَجَّبُ۔ میں اس قبیلہ کی تراشی ہوئی لکڑی اور بڑی کھجور ہوں۔

آپ نے فرمایا کہ میں اپنی قوم میں عظیم المرتبت اور پیشوا ہوں (یہاں المرجب بمعنی معظم استعمال کیا گیا)
"اَلْعُذَیْقُ"، عذق کی تصغیر ہے بڑی کھجور کو کہتے ہیں۔
"اَلرُّجْبَۃُ" اس دیوار کو کہتے ہیں جو کھجور کے درخت کے اردگرد بنائی جاتی ہے۔
"جُذَیْلُھَا الْمُحَکَّکُ" جُذَیل، جذل کی تصغیر ہے کھجور کا وہ تنا ہے جس کے ساتھ خارشی اونٹ کھجلاتے ہیں کہا گیا ہے کہ جذل وہ لکڑی ہے جو اونٹوں کے باڑے میں نصب کی جاتی ہے اور اس کے ساتھ اونٹوں کے بچے کھجلاتے ہیں۔

ابو زید، یحییٰ بن زیاد فراء سے نقل کرتے ہیں کہ اس کا نام رجب اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس مہینے میں وہ کھجوروں کے اردگرد دیوار بناتے تھے اور اسے شاخوں کے ساتھ باندھ دیتے تھے تاکہ اسے ہوا نہ توڑے اسی سے کہا جاتا ہے:
"رَجَبْتُ النَّخْلَۃَ تَرْجِیْبًا" میں نے کھجور کے گرد دیوار کھڑی کی۔
اور کچھ دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ کھجوروں کو لوگوں کی دست درازی سے محفوظ رکھنے اور پھل کو زمین پر گرنے سے بچانے کے لیے ان کے گرد کانٹے لگا دینا ترجیب ہے۔
بعض دوسرے لوگوں کے نزدیک ترجیب یہ ہے کہ جب کھجور کا درخت جھک جائے تو اسے گرنے سے بچانے کے لیے ستون لگایا جاتا ہے۔
کچھ اور لوگوں کا خیال ہے کہ یہ اہل عرب کے قول "رَجَبْتُ الشَّیْئَ" سے ماخوذ ہے یعنی میں نے

اس کو خوب ڈرایا اور کچھ دوسرے لوگوں کے نزدیک آمادہ ہونا اور تیاری کرنا ترجیب ہے۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اس (مہینے) میں شعبان کے لیے بہت سی نیکیاں تیار کی جاتی ہیں (لَیُرَجَّبُ کا لفظ استعمال ہوا۔) بعض دوسرے لوگوں کے خیال میں اللہ تعالیٰ کے ذکر اور تعظیم کا تکرار ترجیب ہے کیونکہ فرشتے اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح، تحمید، اور تقدیس کے ساتھ بار بار آواز نکالتے ہیں۔

رجب کی بجائے رجم (میم کے ساتھ) بھی کہا گیا ہے اس وقت معنیٰ یہ ہو گا کہ اس میں شیطانوں کو رجم کیا جاتا ہے تاکہ وہ اس مہینے میں مؤمنوں کو تکلیف نہ پہنچائیں۔ لفظ رجب کے تین حرف ہیں "ر، ج اور ب" "راء" سے اللہ تعالیٰ کی رحمت، "جیم" سے اس کا جود و سخا اور "با" سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھلائی مراد ہے۔ اس مہینے کے شروع سے آخر تک بندوں پر اللہ تعالیٰ کی تین عطائیں ہوتی ہیں۔ عذاب کے بغیر اللہ تعالیٰ کی رحمت، بخل کے بغیر جود و عطا اور ظلم کے بغیر بھلائی۔

رجب کے دیگر نام

رجب کے کچھ دوسرے نام بھی ہیں وہ یہ ہیں:

رجب مضر، منصل الاسنۃ، شہر اللہ الاصم، شہر اللہ الاصب، الشہر المطہر، الشہر السابق اور الشہر الفرد۔

رجب مضر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے اپنے بعض خطبوں میں فرمایا زمانہ اپنی اس شکل پر آچکا ہے جس طرح اس دن تھا جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا سال بارہ مہینوں کا ہے جن میں سے چار مہینے حرام ہیں تین مسلسل ہیں۔ ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم اور ایک الگ ہے وہ رجب مضر ہے جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر کہ وہ جمادی اور شعبان کے درمیان ہے اس تاخیر کو باطل قرار دیا دورِ جاہلیت میں عرب جس کا ارتکاب کرتے تھے اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی ہے۔

إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا۔ بے شک مہینوں کا پیچھے ہٹانا کفر میں بڑھنا ہے۔ اس سے کافر بہکائے جاتے ہیں۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ دورِ جاہلیت کے عرب جب منیٰ سے باہر آنا چاہتے تو بنو کنانہ میں سے نعیم بن ثعلبہ نامی ایک شخص جو اپنی قوم کا رئیس تھا کھڑا ہو کر یہ کہتا میں وہ شخص ہوں جس کی بات مانی جاتی ہے اسے کوئی عیب نہیں لگایا جاتا اور نہ ہی اس کا فیصلہ رد کیا جاتا ہے۔ وہ کہتے تو ٹھیک کہتا ہے ہم سے ایک مہینہ مؤخر کر دے، مطلب یہ ہوتا تھا کہ محرم کی حرمت کو ایک ماہ پیچھے کر کے صفر کے مہینے میں کر دے اور ہمارے لیے محرم کو حلال کر دے وہ ایسا اس لیے کرتے تھے کہ تین مہینے مسلسل ایسے نہ آئیں جن میں وہ لوٹ مار نہ کر سکیں۔ حالانکہ ان کا ذریعہ معاش لوٹ مار تھا وہ ایک سال اسی طرح کرتا پھر محرم کی حرمت اور صفر کی اباحت کی طرف لوٹ آتا اس کو انساء (پیچھے کرنا) کہتے ہیں اسی سے ہے کہا جاتا ہے:

نَسَاءَ اللّٰهُ فِي أَجَلِهِ اور أَنْسَاءَ اللّٰهُ أَجَلَهُ اللہ تعالیٰ نے اس کی اجل کو مؤخر کر دیا۔

اس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب کی دو صفات بیان فرمائیں ایک یہ کہ وہ رجب مضر ہے کیونکہ مضر قبیلہ اس مہینے

کی تعظیم، بڑائی اور حرمت میں مبالغہ کرتے تھے۔ دوسری یہ کہ آپ نے تقدیم و تاخیر کے خوف سے اسے جمادی اور شعبان کے درمیان ہونے سے مقید کیا جس طرح محرم کی تحریم صفر کی طرف منتقل کرنے کا طریقہ جاری ہوا۔ پس آپ نے اس مہینہ کو "مضر" کے ساتھ خاص کیا وقت کے ساتھ مقید کیا اور ہمیشہ کے لیے اس کو قابل احترام قرار دیتے ہوئے اس بات کی تاکید فرمائی۔ کہا گیا ہے کہ اس کا نام "رجب مضر" اس لیے رکھا گیا کہ اس مہینے میں بعض کفار نے ایک قبیلے کے خلاف بد دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر دیا یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس مہینے میں ہر ظالم کے خلاف دعا قبول ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ دورِ جاہلیت میں لوگ ظالموں کے خلاف بد دعا کو رجب تک مؤخر کرتے اور اس مہینے میں ان کی دعا رد نہ ہوتی۔

اسے منصل الاسنۃ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس مہینے میں تیروں سے پھل نکال کر تلواروں اور نیزوں کو میان میں کر لیتے اس طرح وہ اس مہینے کا احترام کرتے بناء بریں اس کو منصل الاسنۃ (نیزوں کے پھلوں کو کھینچنے والا) کہا جاتا ہے۔

کہتے ہیں "نَصَلْتُ السَّهْمَ" میں نے نیزے کو پھل لگایا اور جب پھل نکالا جائے تو کہا جاتا ہے "انْصَلْتُهٗ" میں نے تیر سے پھل نکال لیا۔ [۱]

اسے شہر اللہ الاصم بھی کہا جاتا ہے کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ماہِ رجب کا چاند طلوع ہوا تو آپ جمعہ کے دن منبر پر تشریف فرما ہوئے اور خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ "سنو! یہ اللہ تعالیٰ کا بہرہ مہینہ ہے یہ تمہاری زکوٰۃ کا مہینہ ہے لہٰذا جس پر قرض ہو وہ اپنا قرض ادا کرے پھر بقیہ مال کی زکوٰۃ ادا کرے۔

ابن انباری کہتے ہیں اس مہینے کو "اصم" کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرب ہمیشہ ایک دوسرے سے لڑتے رہتے تھے اور جب رجب کا چاند طلوع ہوتا تو ہتھیار رکھ دیتے اور نیزوں کے پھل اتار دیتے تو اس میں ہتھیاروں کی جھنکار اور نیزوں کی آواز سنائی نہ دیتی اور جب کوئی شخص اپنے باپ کے قاتل کو تلاش کرنے کے لیے سوار ہوتا تو رجب آنے پر اس سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہ کرتا گویا اس نے اسے دیکھا ہی نہیں اور نہ اس کے بارے میں کوئی خبر سنی ہے اس بناء پر اس کو اصم کہا جاتا ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ چونکہ اس مہینے میں کسی قوم پر اللہ تعالیٰ کا غضب نہیں سنا گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے گذشتہ امتوں کو باقی مہینوں میں تو عذاب میں مبتلا کیا لیکن اس ماہ میں کسی امت کو عذاب نہیں دیا اس لیے اسے اصم کہا جاتا ہے۔

اسی مہینہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی پر سوار ہونے کا حکم دیا اور وہ آپ کو اور آپ کے دیگر رفقاء کو لیکر چھ مہینے چلتی رہی۔

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بے شک رجب اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے اسی میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی میں سوار کیا اور انھیں نیز ان کے ساتھیوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو مع ہمراہیوں کے طوفان سے محفوظ رکھا اور زمین کو شرک اور دشمنان دین سے پاک کر دیا۔

اسی بات کو حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ کسی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور وہ یہ کہ ہم سے

---

[۱] یعنی ثلاثی مجرد سے صیغہ استعمال ہو تو نیزے میں پھل لگانا مقصود ہوتا ہے اور باب افعال میں پھل اتارنے کا معنی دیتا ہے "منصل الاسنۃ" میں منصل باب افعال سے اسم فاعل ہے "الاسنۃ" سنان کی جمع ہے یعنی نیزے یا تیر کا پھل اتارنے والا گویا اس مہینے میں جنگ نہیں لڑی جاتی۔ ۱۲ ہزاروی۔

ہبۃ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ ابوحازم سے انھوں نے سہل بن سعد سے اور انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ آپ نے فرمایا: سنو! رجب عزت والے مہینوں میں سے ہے۔ اسی میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی پر سوار کیا اور نوح علیہ السلام نے کشتی میں ہی روزہ رکھا اور اپنے ساتھیوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو نجات دی اور ڈوبنے سے بچا لیا اور زمین کو طوفان کے سبب کفر و سرکشی سے پاک کر دیا۔

رجب کو اصم کہنے کی ایک وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اے مومن! یہ مہینہ تیرے ظلم و لغزشں سے بہرہ اور تیری فضیلت اور بزرگی کو سننے والا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسے تیرے ظلم اور ذلت سے بہرہ بنا دیا تاکہ وہ قیامت کے دن تیرے خلاف گواہی نہ دے بلکہ وہ تیرے حق میں گواہی دے کیونکہ اس نے تیرے فضل اور اچھے اعمال کو سنا ہے۔

اس مہینے کو شہر اللہ الاصب بھی کہتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کے بندوں پر اس کی رحمت بہائی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ انھیں اس قسم کے اعزازات اور ثواب عطا کرتا ہے جنھیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سُنا اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں اس کا خیال پیدا ہوا۔

اس سے وہ بات ہے جس کی خبر حضرت شیخ امام ہبۃ اللہ بن مبارک سقطی رحمہ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت اعمش سے انھوں نے حضرت علقمہ سے، انھوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے دی ہے۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہے یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں لکھا ہوا ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا۔ ان میں سے چار حرام ہیں ایک رجب ہے جس کو شہر اللہ الاصم کہا جاتا ہے اور دوسرے تین مسلسل ہیں۔ یعنی ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم —— سنو! بیشک رجب اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے، شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان میری اُمت کا مہینہ ہے۔ جس نے حالت ایمان میں ثواب کی نیت سے رجب کا ایک روزہ رکھا اس کے لیے خدائے بزرگ و برتر کی رضا واجب ہو گی اور فردوس اعلیٰ اس کا ٹھکانہ ہے۔ اور جس نے دو روزے رکھے اس کے لیے دوگنا ثواب ہے اور ہر حصہ دنیا کے پہاڑوں جتنا ہے اور جس نے رجب کے تین روزے رکھے اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان ایک خندق بنا دے گا جس کی لمبائی ایک سال کی مسافت ہو گی اور جس نے رجب کے چار روزے رکھے اسے مختلف مصائب مثلاً پاگل پن، جذام، برص اور دجال کے فتنہ سے بچایا جائے گا، جو شخص رجب میں پانچ روزے رکھے گا وہ عذاب قبر سے محفوظ ہو گا، جو شخص رجب کے چھ روزے رکھے گا وہ قبر سے اس طرح برآمد ہو گا کہ اس کا چہرہ چودہویں رات کے چاند سے زیادہ روشن ہو گا جو آدمی رجب کے مہینے میں سات روزے رکھے گا اللہ تعالیٰ جہنم کے سات دروازوں میں سے ہر دروازے کو ایک ایک روزے کے بدلے اس پر بند کر دے گا جو آدمی رجب کے آٹھ روزے رکھے گا تو جنت کے آٹھ دروازے سے ہیں ہر روزے کے بدلے ایک دروازہ کھولا جائے گا جو شخص اس کے نو روزے رکھے گا وہ قبر سے کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے نکلے گا اور اس کا رُخ جنت کی طرف ہی ہو گا جو شخص رجب کے دس روزے رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے پل صراط کے ہر میل پر ایک بچھونا بچھائے گا جس پر وہ آرام کرے گا۔ جس نے رجب کے گیارہ روزے رکھے وہ قیامت کے دن اپنے آپ سے بہتر کسی کو نہیں پائے گا البتہ وہ شخص جس نے اس جیسا عمل کیا یا اس سے زیادہ روزے رکھے۔ جو شخص رجب کے بارہ روزے رکھتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے دو حُلّے پہنائے گا۔ ان میں سے ایک

حلّہ دینا اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر ہے اور جو آدمی رجب کے تیرہ روزے رکھے قیامت کے دن اس کے لیے عرش کے سائے میں کھانا چنا جائے گا۔ وہ اس سے کھائے گا جبکہ لوگ سخت مشکل میں ہوں گے اور جو آدمی رجب کے چودہ روزے رکھے اللہ تعالیٰ اسے وہ کچھ عطا کرے گا جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل میں اس کا خیال پیدا ہوا۔ جس آدمی نے رجب کے پندرہ دن روزہ رکھ کر گزارے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے امن والوں کی جگہ کھڑا کرے گا۔ اور کوئی مقرب فرشتہ یا نبی ومرسل نہیں گزرے گا مگر وہ اسے مبارک دیں گے کہ تجھے خوشی ہو تو امن والوں میں سے ہے۔ ایک روایت میں کچھ اضافہ ہے یعنی پندرہ دن سے زیادہ کا بھی ذکر ہے وہ یہ کہ جس نے رجب کے سولہ دن روزہ رکھا تو وہ اللہ تعالیٰ کے دیدار کرنے والوں اس کی طرف دیکھنے اور اس سے کلام کرنے والوں میں سے پہلی جماعت میں ہوگا اور جو شخص رجب کے سترہ دن روزہ رکھے اللہ تعالیٰ اس کے لیے پل صراط کے ہر میل پر ایک بستر بچھا دے گا جس پر وہ آرام کرے گا اور جو آدمی اٹھارہ دن روزہ رکھے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قبہ میں ان کا قرب حاصل کرے گا اور جس نے رجب کے انیس دن روزے میں گزارے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک محل بنائے گا جو حضرت ابراہیم اور حضرت آدم علیہما السلام کے محل کے سامنے ہوگا وہ ان کو سلام کرے گا اور وہ اسے سلام کریں گے۔ اور جو شخص رجب کے بیس روزے رکھے تو آسمان سے ایک منادی آواز دیتا ہے "اے اللہ کے بندے! اللہ تعالیٰ نے تیرے گذشتہ گناہ معاف کر دیے باقی دنوں میں از سر نو عمل شروع کر دے۔

اس مہینے کو مطہر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ روزہ دار کو گناہوں اور خطاؤں سے پاک کر دیتا ہے۔ اس سلسلے میں وہ روایت ہے جو شیخ امام ہبۃ اللہ بن مبارک سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے حسن بن احمد عبد اللہ مقری سے روایت کی انھوں نے اپنی سند کے ساتھ ہارون بن عنترہ سے انھوں نے اپنے والد سے اور انھوں نے حضرت علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے آپ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک رجب کا مہینہ ایک باعظمت مہینہ ہے جس نے اس کے ایک دن کا روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک ہزار سال کے روزوں کا ثواب لکھ دیتا ہے اور جس نے رجب کے دو دن روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کے لیے دو ہزار روزوں کا ثواب لکھ دیتا ہے جس نے اس مہینے میں تین دن کے روزے رکھے اللہ تعالیٰ اس کے لیے تین ہزار روزوں کا ثواب لکھ دیتا ہے جس نے اس میں سات روزے رکھے اس پر جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور جو شخص رجب کے آٹھ دن روزہ رکھے اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔ جو آدمی رجب کے پندرہ دن روزہ رکھے اس کی برائیاں نیکیوں میں بدل دی جاتی ہیں اور آسمان سے ایک منادی آواز دیتا ہے تیری بخشش ہو گئی اب نئے سرے سے عمل شروع کر دے اور جو زیادہ کرے اللہ تعالیٰ مزید عطا فرماتا ہے۔

شیخ امام ہبۃ اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ حضرت یونس سے وہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جس نے رجب کا ایک دن روزہ رکھا وہ تیس سال کے روزوں کے برابر ہے۔"

شیخ امام ہبۃ اللہ نے ہمیں حسن بن عبد اللہ مقری سے روایت کرتے ہوئے خبر دی وہ اپنی سند کے ساتھ حضرت علاء بن کثیر سے اور وہ حضرت مکحول سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں ایک شخص نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے رجب کے روزوں کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا تم نے ایک ایسے مہینے کے بارے میں پوچھا کہ دور جاہلیت کے لوگ دور جہالت میں اس کی تعظیم کیا کرتے تھے اور اسلام نے بھی اس کی فضیلت اور تعظیم میں اضافہ کیا ہے۔ جو شخص خالص نیت سے طلب

ثواب اور رضائے الٰہی کے حصول کے لیے اس مہینے میں ایک روزہ رکھے اس کا روزہ اس دن اللہ تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کر دیتا ہے اس پر جہنم کا دروازہ بند کر دیتا ہے اور اگر اس کا بدلہ زمین بھر سونا بھی دیا جائے تو وہ پورا بدلہ نہ ہوگا اور قیامت کے علاوہ دنیا کی کسی چیز سے اس کا اجر مکمل اجر نہیں ہے۔ اس روزہ دار کے لیے شام کے وقت دس مستجاب (قبول کی جانے والی) دعائیں ہوتی ہیں اگر جلدی کرتے ہوئے دنیا کی کوئی چیز طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے وہی عطا کر دیتا ہے ورنہ اس کی نیکیوں کے ساتھ جمع ہو جاتی ہیں یہ اس طرح جس طرح اللہ تعالیٰ کے اولیاء اکرام اور اس کے منتخب سچے بندے بہتر بن دعا کرتے ہیں۔

جو شخص دو روزے رکھے اس کو بھی اس طرح اجر دیا جاتا ہے اس کے علاوہ اسے صدیقین میں سے دس آدمیوں کے عمر بھر کے عمل کے برابر ثواب ملتا ہے چاہے ان کی عمر کتنی ہی ہو اور اس کی شفاعت اسی طرح قبول ہوتی ہے جس طرح صدیق لوگوں کی شفاعت قبول ہوتی ہے اور وہ ان کے گروہ میں شامل ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ان کے ساتھ جنت میں داخل ہوگا اور ان کے ساتھیوں میں سے ہوگا۔

جس نے تین دن کے روزے رکھے اس کو ایسا ہی اجر دیا جاتا ہے اور افطار کے وقت اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے بے شک میرے اس بندے کا حق واجب ہو گیا اور اس کے لیے میری محبت اور دوستی لازم ہو گئی۔ اے فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں میں نے اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے۔ اور جو شخص رجب کے چار دن روزہ رکھے اسے بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے نیز توبہ کرنے والے عقل مند لوگوں کا ثواب بھی عطا ہوتا ہے اور پہلے مرحلے میں کامیاب ہونے والوں میں اسے نامۂ اعمال دیا جاتا ہے جو آدمی پانچ دن کے روزے رکھے اسے بھی اسی قدر ثواب ملتا ہے اور وہ قیامت کے دن اس طرح اٹھایا جائیگا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا ہوگا اور اس کے لیے مقام عالج کی ریت کے برابر نیکیاں لکھی جاتی ہیں وہ جنت میں داخل ہوگا اور اسے کہا جائیگا جو چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمنا کر۔ جو آدمی چھ دن کے روزے رکھے اس کو بھی اتنا ہی ثواب دیا جاتا ہے اور اس کے علاوہ اسے ایک نور عطا ہوگا جس سے قیامت کے دن کا تمام اجتماع روشن ہو جائے گا۔ وہ امن والے لوگوں میں اٹھے گا یہاں تک کہ پل صراط سے حساب کے بغیر گزر جائے گا اس سے والدین کی نافرمانی اور رشتہ داروں سے قطع تعلق (جیسے گناہ) معاف ہو جائیں گے اور قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف خاص نظر فرمائے گا۔

جو آدمی سات کے دن کے روزے رکھے اس کے لیے بھی وہی ثواب ہوگا اس کے ساتھ ہی اس پر جہنم کے سات دروازے بند کر دیے جائیں گے اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کو حرام اور جنت کو واجب کر دے گا اس میں جہاں چاہے ٹھکانہ پائے گا۔ اور جو شخص آٹھ روزے رکھے اسے بھی یہی ثواب عطا ہوگا اور اس کے لیے جنت کے آٹھ دروازے کھول دیے جائیں گے جس دروازے سے چاہے گا داخل ہو جائے گا اور جو شخص نو روزے رکھے اسے یہ ثواب بھی ملے گا اور اس کا نامہ اعمال علیین میں اٹھایا جائے گا اور قیامت کے دن وہ امن پانے والوں میں اٹھایا جائے گا وہ قبر سے اس طرح نکلے گا کہ اس کا چہرہ روشن اور چمکتا ہوا ہوگا جس سے تمام لوگوں کو روشنی پہنچے گی یہاں تک کہ وہ کہیں گے کہ یہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اس کو کم از کم ملنے والا عطیہ یہ ہوگا کہ وہ حساب و کتاب کے بغیر جنت میں داخل ہوگا اور جس نے دس روزے رکھے اس نے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کی اور اس کے لیے تعریف ہے اسے اس کی مثل اور اس سے دس گنا زیادہ دیا جائے گا اور یہ ان لوگوں

میں سے ہو گا جن کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ بدل دیتا ہے نیز مقرر ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے عدل قائم کرنے والوں میں سے ہو گا اور اس شخص کی طرح ہو گا جو ایک ہزار سال اس طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے کہ وہ دن کو روزہ رکھتا، رات کو قیام کرتا، صبر کرتا اور ثواب چاہتا ہے اور جو شخص بیس روزے رکھے اسے اس کی مثل اور بیس گنا زیادہ دیا جائے گا اور یہ ان لوگوں میں سے ہو گا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ان کے قبہ میں ہونگے۔ ان کی شفاعت ربیعہ مضر قبیلہ جیسے لوگوں کے حق میں قبول ہو گی جو تمام کے تمام خطا کار و گناہ گار ہوں گے۔ جو شخص رجب کے تیس دن روزے رکھے اس کو اس کی مثل اور تیس گنا زیادہ ثواب دیا جائے گا اور آسمان سے ایک پکارنے والا آواز دے گا اے اللہ کے ولی! تجھے بہت بڑی عزت کی خوشخبری ہو۔ وہ پوچھے گا بڑی عزت کیا ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کے جمال کی زیارت کرنا نیز انبیاء اکرام، صدیقین، شہداء، اور صالحین کی رفاقت کا حاصل ہونا اور یہ کتنے اچھے دوست ہیں تجھے آنے والے کل کی خوشی ہو جب پردہ اٹھایا جائے گا اور تو اپنے رب کا بہت بڑا ثواب حاصل کرے گا اور جب اس کے پاس موت کا فرشتہ آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی روح قبض کرنے کے وقت اسے جنت الفردوس کے حوضوں میں سے شربت پلاتا ہے اس پر موت کی سختیاں آسان کر دیتا ہے یہاں تک کہ اسے موت کا درد نہیں ہوتا وہ قبر میں سیراب رہتا ہے اور مؤقف (کھڑے ہونے کے مقام) میں بھی سیراب رہیگا یہاں تک کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض پر جا پہنچے جب وہ قبر سے نکلے گا تو اس کے پیچھے ستر ہزار فرشتے ہوں گے جن کے ساتھ موتیوں اور یاقوت کے اونٹ ہونگے اور ان پر نہایت اچھے قسم کے زیورات اور کپڑے ہونگے۔ وہ کہیں گے اے اللہ کے ولی! اپنے اس رب عز وجل کی طرف جلدی جلدی چل جس کے لیے تو نے دن کو پیاس برداشت کی اور اس کی رضا جوئی کے لیے تو نے اپنے جسم کو کمزور کیا وہ قیامت کے دن کامیاب ہونے والے لوگوں کے ساتھ سب سے پہلے جنت عدن میں داخل ہو گا اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ خدا سے راضی ہیں یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر وہ ہر اس دن جب روزہ رکھے اپنی خوراک کے برابر صدقہ بھی دے تو وہ (جہنم سے) دور ہوا، دور ہوا، دور ہوا (تین بار فرمایا) اگر تمام مخلوق جمع ہو کر اس ثواب کا اندازہ لگانا چاہے جو اس بندے کو دیا جائے گا تو وہ اس کے دسویں حصہ تک بھی نہ پہنچ سکیں گے۔

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص رجب کے مہینے میں کسی مؤمن کی تکلیف دور کر دے اور یہ شہر اصم ہے (رجب کا ایک نام اصم ہے جیسے پہلے گذر چکا ہے) تو اللہ تعالیٰ اسے جنت الفردوس میں حد نگاہ تک بڑا محل عطا فرمائے گا۔

سنو! رجب کی عزت کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہزار عزت عطا فرمائے گا۔ حضرت عقبہ بن سلامہ بن قیس رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوع حدیث بیان فرماتے ہیں آپ نے فرمایا جو شخص رجب کے مہینے میں صدقہ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے جہنم سے اس قدر دور کر دیتا ہے جس طرح کوا اپنے گھونسلے سے نکل کر اڑتا رہے یہاں تک کہ بوڑھا ہو کر مر جائے کہا گیا ہے کہ کوا پانچ سو سال زندہ رہتا ہے۔

✿

اس مہینے کا نام سابق اس لیے ہے کہ یہ عزت والے مہینوں میں سے پہلا مہینہ ہے اور اسے فرد کا نام اس لیے دیا گیا ہے کہ دوسرے عزت والے مہینوں سے الگ ہے جس طرح حضرت ثور بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،

فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا سنو! زمانہ پھر پھرا کر اس صورت میں آچکا ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا۔ سال کے بارہ مہینے ہیں ان میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں تین متواتر ہیں یعنی ذی قعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور ایک الگ ہے جسے رجب مضر کہتے ہیں وہ جمادی الاخری اور شعبان کے درمیان ہے۔

فضیلت رجب

حضرت عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رجب اللہ کا مہینہ ہے، شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان میری امت کا مہینہ ہے۔ حضرت موسیٰ بن عمران رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا آپ نے فرمایا جنت میں ایک نہر ہے جسے رجب کہتے ہیں (اس کا پانی) دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے جو شخص رجب کے مہینے میں ایک روزہ رکھے اللہ تعالیٰ اسے اس نہر سے پانی پلائے گا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں جنت میں ایک محل ہے اس میں روزہ داروں کے علاوہ کوئی نہیں داخل ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے علاوہ رجب اور شعبان کے سوا کسی مہینے میں (بکثرت) روزے نہیں رکھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے رجب کے تین دنوں جمعرات، جمعہ اور ہفتہ کو روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کے لیے نوسو سال کی عبادت (کا ثواب) لکھ دیتا ہے۔

کہتے ہیں رجب ترک ظلم، شعبان عمل و وفا اور رمضان صدق و صفا کا مہینہ ہے۔ رجب توبہ کا مہینہ ہے۔ شعبان محبت کا مہینہ اور رمضان قربت کا مہینہ ہے۔ رجب حرمت کا مہینہ، شعبان خدمت کا مہینہ اور رمضان نعمت کا مہینہ ہے۔ رجب عبادت کا مہینہ، شعبان زہد و تقویٰ کا مہینہ اور رمضان اضافہ حاصل کرنے کا مہینہ ہے۔ رجب وہ مہینہ ہے جس میں نیکیاں دوگنا ہو جاتی ہیں۔ شعبان وہ مہینہ ہے جس میں برائیاں مٹادی جاتی ہیں اور رمضان کے مہینے میں کرامات و اعزازات کی انتظار ہوتی ہے۔ رجب پیش قدمی کرنے والوں کا، شعبان میانہ روی اختیار کرنے والوں کا اور رمضان گنہگاروں کا مہینہ ہے

حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں رجب آفات کے ترک، شعبان عبادات کے استعمال اور رمضان کرامات کی انتظار کا مہینہ ہے پس جس نے آفات کو ترک نہ کیا عبادات سے تعلق نہ جوڑا اور کرامات کی انتظار نہ کی وہ اہل باطل سے ہے۔

آپ نے مزید فرمایا رجب کھیتی کا مہینہ، شعبان پانی دینے کا مہینہ اور رمضان کھیتی کاٹنے کا مہینہ ہے اور ہر وہ شخص جو بوتا ہے کاٹتا ہے اور اپنے عمل کا بدلہ پاتا ہے اور جس نے کھیتی کو ضائع کیا وہ کٹائی کے دن پشیمان ہوتا ہے اپنے گمان کے خلاف پاتا اور برے انجام کو دیکھتا ہے۔ بعض صالحین نے فرمایا سال ایک درخت کی طرح ہے رجب اس کے

پتوں کے دن ہیں، شعبان اس کے پھل لانے اور رمضان پھل چننے کے دن ہیں۔
کہتے ہیں رجب اللہ تعالیٰ کی مغفرت حاصل کرنے، شعبان شفاعت کے حصول، رمضان نیکیوں کے بڑھنے، لیلۃ القدر نزولِ رحمت اور یوم عرفہ تکمیل دین کی خصوصیت رکھتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔
اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ۔ آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا۔
یوم جمعہ دعا مانگنے والوں کے لیے قبولیتِ دعا کا دن ہے۔ عید کا دن جہنم سے۔ آزادی اور مومنوں کی گردنیں آزاد ہونے کا دن ہے۔
حضرت مازنی، حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا رجب کے مہینے میں روزہ رکھو، کیونکہ رجب کا روزہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے توبہ (کی قبولیت) ہے۔ حضرت سلمان فارسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے ارشاد فرمایا جس نے رجب کا ایک روزہ رکھا گویا اس نے ایک ہزار سال روزہ رکھا اور یہ ایسے ہے جیسے اس نے ایک ہزار غلام آزاد کیا اور جس نے اس مہینے میں صدقہ دیا گویا اس نے ایک ہزار دینار صدقہ دیا۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے بدن پر ہر بال کے بدلے ایک ہزار نیکی لکھ دیتا ہے۔ ایک ہزار درجے بلند کرتا ہے اور اس سے ایک ہزار گناہ مٹا دیتا ہے اور ہر روزے نیز ہر صدقے کے بدلے ایک ہزار حج اور ایک ہزار عمرے کا ثواب لکھ دیتا ہے۔ اس کے لیے جنت میں ایک ہزار محل اور ایک ہزار حجرے بنا دیتا ہے۔ ہر حجرے میں ہزار خیمہ اور ہر خیمے میں ایک ہزار حور ہوگی جو سورج سے ہزار بار زیادہ حسین ہوگی۔

رجب کی پہلی رات اور پہلا دن

یہ فصل رجب کے پہلے دن روزہ رکھنے اور اس کی پہلی رات قیام کرنے کی فضیلت میں ہے۔ ہمیں امام شیخ ہبۃ اللہ سقطی رحمہ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہوئے خبر دی وہ فرماتے ہیں کہ جب رجب کا مہینہ داخل ہوتا تو حضور علیہ السلام یوں دعا مانگتے:
اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِىْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ۔ یااللہ! ہمارے رجب اور شعبان کو بابرکت بنا اور ہمیں رمضان تک پہنچا۔
شیخ امام ہبۃ اللہ رحمہ اللہ نے ہمیں میمون بن مہران سے خبر دی انھوں نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا جس نے رجب کا پہلا روزہ رکھا تو وہ ایک روزہ ایک مہینے کے روزوں کے برابر ہوگا جس نے سات روزے رکھے اس پر جہنم کے سات دروازے بند کر دیے جائیں گے جس نے آٹھ روزے رکھے اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جائیں گے اور جو دس دن روزے رکھے اللہ تعالیٰ اس کی برائیوں کو نیکیوں میں بدل دے گا جس نے اٹھارہ دن کے روزے رکھے اس کے لیے آسمان سے منادی آواز دیتا ہے کہ تیری بخشش ہو گئی لہٰذا ابتداء سے عمل شروع کر۔ ہمیں شیخ ہبۃ اللہ رحمہ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت سلامہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے خبر دی وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا جس نے رجب کے پہلے دن کا روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس سے ساٹھ سال کے گناہ مٹا دیتا ہے جو شخص رجب

کے پندرہ دن روزے رکھے اللہ تعالیٰ اس کا حساب آسان کر دے گا اور جو شخص رجب کے تیس روزے رکھے اللہ تعالیٰ اس کے لیے اپنی خوشنودی لکھ دیتا ہے اور اسے عذاب نہیں دے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے بصرہ کے حاکم حجاج بن ارطاۃ کو لکھا بعض کہتے ہیں عدی بن ارطاۃ کو لکھا کہ سال میں چار راتوں کا خاص خیال رکھو اللہ تعالیٰ ان راتوں میں اپنی رحمت سے خوب نوازتا ہے۔ رجب کی پہلی رات، شعبان کی پندرھویں رات، رمضان المبارک کی ستائیسویں رات اور عید الفطر کی رات،

حضرت خالد بن معدان رحمہ اللہ فرماتے ہیں سال میں پانچ راتیں ایسی ہیں کہ جو شخص ان کے ثواب کی امید اور وعدے کی تصدیق کرتے ہوئے ان میں ہمیشہ عبادت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا، رجب کی پہلی رات، رات کو قیام کرے اور دن کو روزہ رکھے، عیدوں کی دو راتیں کہ ان میں قیام کرے اور دن کو روزہ رکھے [۱] اور عاشورہ کی رات کو قیام کرے اور دن کو روزہ رکھے۔

بابرکت راتیں

بعض علماء کرام رحمہم اللہ نے ان راتوں کو جمع کیا جن کو عبادت کے ساتھ زندہ رکھنا مستحب ہے وہ یہ ہیں: محرم کی پہلی رات، عاشوراء کی رات۔ ماہ رجب کی پہلی، پندرھویں اور ستائیسویں رات، شعبان کی پندرھویں رات، عرفہ (نویں ذوالحجہ) کی رات، عید کی دو راتیں اور رمضان المبارک میں پانچ راتیں وہ آخری عشرہ کی طاق راتیں ہیں۔

ایام عبادت

اسی طرح سترہ دنوں میں اوراد و وظائف اور عبادت کرنا بھی مستحب ہے۔ عرفہ کا دن، یوم عاشوراء، شعبان کی پندرھویں تاریخ، جمعۃ المبارک کا دن، عیدوں کے دو دن اور ایام معلومات اور ذوالحجہ کے دس دن اور ایام معدودات (گنے ہوئے دن) یعنی تشریق کے دن، جمعۃ المبارک اور رمضان المبارک کی تاکید بہت زیادہ ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ بخیر بیت گزر جائے تو باقی دن بھی بخیر بیت گزر جاتے ہیں اور رجب رمضان المبارک خیر سے گزر جائے تو پورا سال خیر و بھلائی کے ساتھ گزر جاتا ہے اس کے بعد زیادہ موکد اور افضل دن سوموار اور جمعرات کے دن ہیں یہ وہ دن ہیں جن میں بندوں کے اعمال بارگاہِ خداوندی میں پیش کئے جاتے ہیں۔

رجب کی پہلی رات اور دعائیں

رجب کی پہلی رات میں نماز سے فراغت ہو تو یہ دعا مانگے:

---

[۱] عید کے دن روزہ رکھنے والی بات صحیح نہیں کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دو دنوں اور ایام تشریق یعنی گیارہ بارہ اور تیرہ ذوالحجہ کو روزہ رکھنے سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا ان دنوں میں روزہ نہ رکھو، یہ کھانے پینے اور جماع کے دن ہیں (مسند امام احمد بن حنبل جلد ۳، ص ۴۹۴) ۱۲ ہزاروی۔

"اے میرے معبود! آج کی رات پیش ہونے والے تیرے سامنے پیش ہوئے، ارادہ کرنے والوں نے تیری بارگاہ میں حاضری کا قصد کیا، مانگنے والے تیری بخشش اور احسان کے امیدوار ہوئے۔

تو اس رات عطیات و انعامات سے نوازتا ہے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے احسان کرتا ہے جس تک تیری مہربانی نہ پہنچے اس سے روکتا ہے اور میں تیرا محتاج بندہ ہوں تیرے فضل اور رحمت کا امیدوار ہوں، اے میرے مولا! آج کی رات اگر تو اپنی مخلوق میں سے کسی پر فضل کرے اور اسے اپنی مہربانی سے نوازے تو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پاک پر رحمت نازل فرما اور اپنے فضل وکرم سے مجھ پر بخشش فرما۔ اے تمام جہانوں کے پروردگار۔"

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سال کی چار راتوں میں عبادت کے لیے اپنے آپ کو فارغ کرتے۔ رجب کی پہلی رات، عید الفطر کی رات، عید الاضحیٰ کی رات اور شعبان کی پندرہویں رات۔ ان راتوں میں آپ جو دعائیں مانگتے ان میں سے ایک یہ ہے۔

یا اللہ! حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر رحمت نازل فرما وہ حکمت کے چراغ ہیں۔ والیٔ نعمت اور پاکیزگی کی کان ہیں۔ مجھے ان کے ساتھ ہر برائی سے محفوظ رکھ۔ ناتجربہ کاری اور غفلت پر میری گرفت نہ فرما۔ میرے انجام کو باعث حسرت و ندامت نہ بنا اور مجھ سے راضی ہو بے شک تیری بخشش ظالموں کے لیے ہے اور میں بھی ظالموں میں سے ہوں۔ یا اللہ! مجھے اس چیز سے بخش دے جو تیرے لیے باعث ضرر نہیں اور مجھے وہ چیز عطا کر جو تجھے نفع نہیں پہنچاتی بے شک تو وہ ہے جس کی رحمت وسیع اور حکمت عجیب ہے۔ مجھے فراخی، راحت، امن، صحت شکر (کی توفیق) عافیت، تقویٰ، صبر، اور اپنے نیز اپنے دوستوں کے بارے میں سچائی عطا فرما۔ سختی کے بعد آسانی عطا فرما اور اسے میری آل اور اولاد اور اسلامی بھائیوں، میرے مسلمان اور مومن آباؤ اجداد عورتوں اور مردوں کے لیے عام کر دے۔

ماہ رجب کی نفلی نماز

شیخ امام ہبۃ اللہ بن مبارک سقطی رحمہ اللہ نے ہمیں خبر دی فرماتے ہیں ہم سے محمد بن احمد محاملی نے ان سے علی ابن محمد اسماعیل بن محمد صفار نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں ہمیں سعد بن نصر بن منصور بزاز نے خبر دی ان کو سفیان بن عیینہ نے بواسطہ اعمش، اور طارق ابن شہاب حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے خبر دی۔ وہ فرماتے ہیں رجب کا چاند چڑھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے سلمان! جو مومن مرد و عورت اس مہینے میں تیس رکعات نماز اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ تین بار سورۂ اخلاص اور تین بار سورۂ الکافرون پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے گناہ مٹا دیتا ہے۔ پورا مہینہ روزہ رکھنے والے کے برابر ثواب عطا کرتا ہے، آئندہ سال تک نماز پڑھنے والوں میں شمار ہوتا ہے۔ ہر دن اس کے لیے شہداء بدر میں سے ایک شہید کا عمل اٹھایا جاتا ہے ہر روزے کے بدلے اس کے لیے ایک سال کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ اور ایک ہزار درجے بلند کیے جاتے ہیں۔ اگر وہ پورا مہینہ روزہ رکھے اور یہ نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم سے نجات عطا فرمائے گا اور اس کے لیے جنت واجب کرے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کے جوار رحمت میں ہو گا۔ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھے اس کی خبر دی اور کہا اے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ تمہارے (مسلمانوں کے) درمیان اور مشرکین یا منافقین کے درمیان علامت ہے۔ کیونکہ منافق یہ نماز نہیں پڑھتے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اس کے پڑھنے کا طریقہ اور وقت بتائیے۔ آپ نے فرمایا اے سلمان! تو اس مہینے کے شروع میں دس رکعتیں ادا کر

ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک بار، سورۂ اخلاص تین بار اور سورۂ الکافرون تین بار پڑھ جب سلام پھیرے تو ہاتھ اٹھا کر یہ کلمات پڑھ :

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں وہی مالک اور تعریف کے لائق ہے۔ زندہ رکھتا اور موت دیتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! جس کو تو عطا کرے اسے کوئی رد کرنے والا نہیں اور جو کچھ تو نہ دے کوئی نہیں دے سکتا اور کسی کوشش کرنے والے کو تیری طرف سے کوشش نفع نہیں دے سکتی[1]

پھر ہاتھوں کو چہرے پر مل دے۔

اور مہینے کے درمیان میں دس رکعات اسی طرح پڑھ یعنی ایک مرتبہ فاتحہ، تین تین بار سورۂ اخلاص اور سورۂ الکافرون پڑھو سلام پھیرنے کے بعد ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے یوں کہو :

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اِلٰهًا وَّاحِدًا اَحَدًا صَمَدًا فَرْدًا وِتْرًا لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں وہی مالک اور حمد و ستائش کے لائق ہے زندہ رکھتا اور موت دیتا ہے وہ خود زندہ ہے اسے کبھی موت نہیں آئے گی بھلائی اس کے قبضہ میں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ایک معبود ہے، بے نیاز ہے تنہا ہے نہ اس کی بیوی ہے اور نہ اولاد۔

اس کے بعد اپنے ہاتھوں کو چہرے پر مل لو۔

اور مہینے کے آخر میں دس رکعتیں یوں ادا کرو کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک بار سورۂ اخلاص تین بار اور سورۂ الکافرون تین بار پڑھو جب سلام پھیرو تو آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے ہوئے یہ کہو۔

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهِ الطَّاهِرِيْنَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اس کی بادشاہی ہے اور وہی تعریف کے لائق ہے۔ اس کے قبضۂ قدرت میں بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اور ہمارے سردار حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور آپ کی پاکیزہ آل پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔ گناہوں کو دور کرنے اور نیکی کرنے کی قوت صرف اللہ بلند و برتر کی طرف سے ہے۔

---

[1] مطلب یہ ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی رحمت و عطا شامل نہ ہو محض کوشش فائدہ مند نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا توفیق خداوندی کی دعا کی جائے۔ ——— ۱۲ ہزاروی

اور اپنی حاجت کا سوال کرو تمہاری دعا قبول ہو گی اور اللہ تعالیٰ تمہارے اور جہنم کے درمیان ستر خندقیں حائل کر دے گا۔ ہر خندق آسمان و زمین کے درمیان مسافت کے برابر ہو گی ہر رکعت کے بدلے تمہارے لیے ایک ایک ہزار رکعت کا ثواب لکھا جائے گا۔ تمہارے لیے جہنم سے آزادی کا پروانہ اور پل صراط سے آسانی سے گزرنا لکھا جائے گا۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس بیان سے فارغ ہوئے تو سجدے میں گر پڑے اور روتے ہوئے سجدۂ شکر بجالائے اور حبب سے میں نے اس کثرت ثواب کے بارے میں سُنا تو اس پر عمل پیرا ہوا۔

پہلی جمعرات کا روزہ

یہ فصل رجب کی پہلی جمعرات کے روزے اور پہلے جمعہ کی رات نماز پڑھنے کی فضیلت کے بارے میں ہے ــــــــ

ہمیں شیخ ابوالبرکات ہبۃ اللہ سقطی رحمہ اللہ نے خبر دی، وہ فرماتے ہیں ہمیں قاضی ابو الفضل جعفر بن یحییٰ بن کمال مکی نے خبر دی ان کو ابو عبداللہ حسین بن عبدالکریم بن محمد بن محمد جزری نے مسجد حرام (مکہ مکرمہ) میں خبر دی ان کو ابوالحسن علی بن عبداللہ بن جہضم ہمدانی نے خبر دی وہ فرماتے ہیں ہمیں ابوالحسن علی بن محمد بن سید سعدی بصری نے خبر دی ان کو ان کے والد نے ان کو خلف بن عبداللہ صنعانی نے حضرت حمید طویل سے خبر دی انھوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ آپ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا رجب اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے، شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان میری امت کا مہینہ ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! اللہ کے مہینے سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا یہ بخشش سے مخصوص ہے اس میں انسانی خونوں کی حفاظت ہوتی ہے۔ (یعنی اس میں لڑائی حرام ہے) اس مہینے میں اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کی توبہ قبول فرمائی اور اسی میں اپنے دوستوں کو دشمنوں کے ہاتھوں سے بچایا جو شخص اس مہینے کے روزے رکھے اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر تین باتیں واجب ہو جاتی ہیں ــــــــ

(۱) تمام گذشتہ گناہوں کی معافی۔ (۲) باقی عمر میں حفاظت۔ (۳) بڑی پیشی (قیامت) کے دن پیاس سے امن ــــ

ایک بوڑھے کمزور شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں تمام مہینے کے روزے نہیں رکھ سکتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پہلے، درمیانے اور آخری دن کے روزے رکھو تمہیں پورا مہینہ روزے رکھنے والے کے برابر ثواب ملے گا۔ بے شک ایک نیکی کا ثواب دس گنا ملتا ہے لیکن رجب کے پہلے جمعہ کی رات سے غافل نہ ہونا۔ یہ وہ رات ہے جس کو فرشتے لیلۃ الرغائب کے نام سے پکارتے ہیں اور یہ بات یوں ہے کہ جب رات کا تیسرا حصہ گذرتا ہے تو تمام آسمانوں اور زمینوں کے فرشتے کعبۃ اللہ اور اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی طرف توجہ فرماتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے "اے میرے فرشتو! مجھ سے جو چاہو مانگو فرشتے عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب! ہماری حاجت یہ ہے کہ تو رجب کے روزے رکھنے والوں کو بخش دے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رجب کی پہلی جمعرات کو روزہ رکھتا ہے پھر جمعہ کی رات کو مغرب و عشاء کے درمیان بارہ رکعتیں پڑھتا ہے ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ تین بار سورۂ القدر اور بارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھتا ہے۔ دو، دو رکعتوں پر سلام پھیرتا ہے اور فارغ ہونے کے بعد ستر بار مجھ پر ان الفاظ کے ساتھ درود شریف پڑھتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَسَلِّمْ۔

اے اللہ! حضرت محمد کسی سے نہ پڑھے ہوئے نبی اور آپ کی آل پر رحمت نازل فرما۔

پھر سجدہ کرے اور سجدہ میں یہ کلماتِ تسبیح ستر بار کہے:

سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ

وہ ہر عیب سے پاک فرشتوں اور روح القدس کا رب ہے۔

پھر سجدے سے سر اٹھاتے ہوئے ستر بار یہ کلمات کہے:

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ تَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْاَعْظَمُ

اے میرے رب! بخش دے اور رحم فرما ان گناہوں کو معاف فرما دے جن کو تو جانتا ہے بے شک تو ہی غالب اور بہت بڑا ہے۔

پھر دوسرا سجدہ کرے اور اس میں بھی وہی کلمات کہے پھر حالتِ سجدہ ہی میں اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کا سوال کرے تو اس کی حاجت کو پورا کیا جائے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کوئی بندۂ خدا مرد یا عورت یہ نماز ادا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ مٹا دیتا ہے اگرچہ سمندر کی جھاگ، ریت کے ذروں، پہاڑوں کے وزن، بارشوں کے قطروں اور درخت کے پتوں کے برابر ہوں۔ قیامت کے دن اس کے ستر گھر والوں کے بارے میں اس کی سفارش قبول کی جائے گی جب قبر میں پہلی رات ہوگی تو اس نماز کا ثواب اس کے پاس خندہ پیشانی اور فصیح زبان کے ساتھ آئے گا اور کہے گا۔ اے میرے دوست! تمہیں خوشخبری ہو تم نے ہر سختی سے نجات حاصل کرلی۔ وہ کہے گا تو کون ہے اللہ کی قسم! میں نے تم سے خوبصورت کسی کو نہیں دیکھا تمہارے کلام سے زیادہ میٹھا کلام نہیں سنا، تمہاری خوشبو سے اچھی خوشبو نہیں سونگھی۔ وہ کہے گا اے میرے محبوب! میں اس نماز کا ثواب ہوں جو تو نے فلاں سال کے فلاں مہینے کی فلاں رات کو پڑھی تھی۔ میں آج رات اس لیے آیا ہوں کہ تمہاری حاجت پوری کروں تمہاری تنہائی میں مونس بنوں اور تجھ سے وحشت کو دور کروں۔ جب صور پھونکا جائے گا تو میں میدانِ قیامت میں تیرے سر پر سایۂ رحمت بنوں گا۔ تجھے خوشخبری ہو تو اپنے مالک کی طرف سے بھلائی کو کبھی بھی معدوم نہیں پائے گا۔

ستائیس رجب کا روزہ

ہمیں شیخ ابوالبرکات ہبۃ اللہ سقطی نے خبر دی وہ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے رجب کی ستائیسویں تاریخ کا روزہ رکھا اس کے لیے ساٹھ مہینوں کے روزوں کا ثواب لکھا جاتا ہے یہی وہ پہلا دن ہے جس میں حضرت جبرئیل علیہ السلام، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر رسالت لے کر اترے۔ حضرت ہبۃ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں خبر دی، فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا طریقۂ مبارک تھا کہ جب رجب کی ستائیسویں تاریخ ہوتی تو صبح سے اعتکاف بیٹھ جاتے اور ظہر تک نماز ادا کرتے (مکروہ اوقات کو چھوڑ کر) اور جب ظہر کی نماز ادا کر لیتے تو کچھ دیر نوافل ادا فرماتے پھر چار رکعتیں پڑھتے ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ، دو بار معوذتین (قل اعوذ برب الفلق

اور قل اعوذ برب الناس) تین بار سورہ القدر اور پچاس بار سورۂ اخلاص پڑھتے پھر عصر تک مسلسل دعا مانگتے اور فرماتے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس دن یہی معمول تھا۔

حضرت شیخ ہبۃ اللہ رحمہ اللہ نے بواسطہ ابو سلمہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت سلمان فارسی رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں خبر دی ہے فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رجب کے مہینے میں ایک دن اور ایک رات ایسے ہیں کہ جو شخص اس دن روزہ رکھے اور رات کو قیام کرے اس کے لیے اس شخص کے برابر ثواب ہوگا جو ایک سو سال روزہ رکھتا اور اس کی راتوں میں قیام کرتا ہے اور یہ رات رجب کی آخری تین راتوں سے ملی ہوتی ہے (یعنی ستائیسویں شب) اس دن اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔

روزے کے آداب وممنوعات

روزہ دار کو چاہیے کہ وہ اپنے روزے کو گناہوں سے بچائے اور تقویٰ پر مکمل کرے حضرت شیخ ہبۃ اللہ رحمہ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہوئے ہمیں خبر دی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ماہِ رجب، عزت والے مہینوں میں سے ہے اور اس کے دن چھٹے آسمان کے دروازے پر لکھے ہوئے ہیں جب کوئی شخص رجب کے کسی دن روزہ رکھتا ہے اور اس میں تقویٰ اختیار کرتا ہے تو وہ دروازہ اور دن دونوں بارگاہِ خداوندی میں عرض کرتے ہیں "یا اللہ! اسے بخش دے۔" اور جب اس کے روزہ کی تکمیل تقویٰ کے ساتھ نہ ہو تو وہ اس کے لیے بخشش نہیں مانگتے بلکہ وہ کہتے ہیں (یا کہا جاتا ہے) تو نے اپنے آپ کو دھوکا دیا۔

حضرت اعرج حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" روزہ ایک ڈھال ہے۔ جب تم میں سے کوئی روزے دار ہو تو جہالت کا ثبوت نہ دے اگر کوئی شخص اسے گالی دے یا لڑائی کرے تو کہے میں روزے دار ہوں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" جو شخص جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا پینا ترک کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔"

حضرت حسن رحمہ اللہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" روزہ جہنم سے ڈھال ہے جب تک اسے پھاڑ نہ دے عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اسے کیا چیز پھاڑتی ہے؟ آپ نے فرمایا" جھوٹ اور غیبت۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" روزہ محض کھانے اور پینے سے اجتناب کا نام نہیں بلکہ بیہودہ اور فضول باتوں سے رُکنا روزہ ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا پانچ چیزیں ایسی ہیں جو روزے اور وضو کو توڑ دیتی ہیں۔ جھوٹ، چغلی، غیبت، شہوت کے ساتھ دیکھنا اور جھوٹی قسم!؎۱۔

؎۱۔ حدیث شریف کا مفہوم یہ ہے کہ یہ چیزیں روزے اور وضو کے مقاصد کے خلاف ہیں روزہ (بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر دیکھیں)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس شخص کا روزہ (مقبول) نہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتا (غیبت کرتا) ہے۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب آدمی نے کسی عورت کو پیچھے سے کپڑوں کے اوپر نظر جما کر دیکھا اس کا روزہ ٹوٹ گیا۔ حضرت سلیمان بن موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب تم روزہ رکھو تو تمہارے کان، آنکھ اور زبان کا بھی جھوٹ اور حرام خوری سے روزہ ہونا چاہیے۔ پڑوسی کو اذیت نہ پہنچاؤ اور سکون و وقار اختیار کرو نیز روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کے دنوں کو برابر نہ کرو۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بہت سے روزہ داروں کو اپنے روزے سے بھوک اور پیاس کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا اور کئی قیام کرنے والوں کو بے خوابی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس عمل پر عرش لرز اٹھا اور اللہ تعالیٰ غضب ناک ہوا آپ کی مراد یہ تھی کہ جس عمل سے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی مطلوب نہ ہو بلکہ اس کے ساتھ مخلوق کو راضی کرنا چاہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے اپنے عمل میں میرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا وہ عمل میرے شریک کے لیے ہے میرے لیے نہیں میں تو صرف خالص عمل کو قبول کرتا ہوں اے انسان! میں تو بہترین تقسیم کرنے والا ہوں۔ تُو نے اپنے عمل کو دیکھا جسے تُو نے میرے غیر کے لیے انجام دیا تجھے وہی بدلہ ملے گا جس کے لیے تُو نے عمل کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوں دعا مانگا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ لِسَانِیْ مِنَ الْکِذْبِ وَقَلْبِیْ مِنَ النِّفَاقِ وَعَمَلِیْ مِنَ الرِّیَاءِ وَبَصَرِیْ مِنَ الْخِیَانَۃِ فَاِنَّکَ تَعْلَمُ خَائِنَۃَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ۔

اے اللہ میری زبان کو جھوٹ سے، دل کو نفاق سے عمل کو ریاکاری سے اور آنکھوں کو خیانت سے پاک کر دے بے شک تو آنکھوں کی خیانت اور دلوں میں پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے۔

روزے دار کو آداب کا خیال رکھنا اور ریاکاری سے بچنا چاہیے اور اس بات کا خیال رکھے کہ کسی شخص کو اس کے روزے کا علم نہ ہو سکے (نفلی روزے کے بارے میں ہے) اور اپنی تمام عبادات کو مخفی رکھے تاکہ دنیا اور آخرت میں نقصان نہ ہو۔ شیخ ابو نصر اپنے والد سے وہ اپنی سند کے ساتھ ابو فراس سے نقل کرتے ہیں انھوں نے فرمایا میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سُنا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ نے فرمایا حضرت نوح علیہ السلام نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کو چھوڑ کر عمر بھر روزہ رکھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے نصف زمانہ روزہ رکھا (یعنی ایک دن روزہ رکھا ایک دن نہ رکھا) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھا۔ گویا آپ نے عمر بھر روزہ رکھا[1] اور عمر بھر روزہ نہ رکھا۔

(حاشیہ صفحہ سابقہ) گناہوں کو دور کرتا ہے اور تقویٰ کے حصول کا ذریعہ ہے اسی طرح وضو کرنے سے گناہ جھڑ جاتے ہیں لہٰذا ان دونوں حالتوں میں ان گناہوں کا ارتکاب ان کی رُوح کو ختم کر دیتا ہے۔ ۱۲ ہزاروی

[1] چونکہ ایک نیکی کا ثواب دس گنا ہوتا ہے لہٰذا ہر مہینے کے تین روزے پورے مہینے کے برابر ہوئے یوں آپ نے عمر بھر روزہ رکھا اور چونکہ بظاہر مہینے میں صرف تین روزے رکھے گویا عمر بھر روزہ نہیں رکھا یعنی ثواب کے اعتبار سے عمر بھر کے روزے شمار ہوئے عمل کے اعتبار سے ایسا نہ تھا ۱۲ ہزاروی۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک بدوی بارگاہ نبوی علی صاحبہا السلام میں حاضر ہوا اس نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے اپنے روزے کے بارے میں خبر دیجئے۔ (یہ سن کر) آپ غضب ناک ہو گئے حتیٰ کہ آپ کا چہرۂ انور سرخ ہو گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ حالت دیکھی تو اس شخص کی طرف متوجہ ہوئے اور زجر و توبیخ کرتے ہوئے خاموش کرادیا۔ جب حضور علیہ السلام کا غصہ ختم ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان کر دے اس شخص کے بارے میں بتائیے جو عمر بھر روزہ رکھتا ہے آپ نے فرمایا اس نے نہ روزہ رکھا اور نہ ہی افطار کیا۔ عرض کیا یارسول اللہ! اس آدمی کے بارے میں بتائیں جو ہر مہینے تین روزے رکھتا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ عمر بھر کے روزے ہیں۔ عرض کیا اے اللہ کے نبی! اس آدمی کے بارے میں بتائیں جو سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھتا ہے آپ نے فرمایا جمعرات وہ دن ہے جس میں اعمال اوپر کو اٹھائے جاتے ہیں اور سوموار کا دن وہ ہے جس میں میری ولادت ہوئی اور مجھ پر وحی نازل کی گئی۔

وقتِ افطار کا عمل

جب روزہ افطار کرنے کا وقت آئے تو کہے:

اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔

اے اللہ! میں نے تیرے لیے روزہ رکھا اور تیرے ہی رزق سے افطار کیا۔ یا اللہ! اسے ہم سے قبول فرما بے شک تُو ہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما روزہ کھولتے وقت یہ کلمات کہا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِرَحْمَتِكَ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ اَنْ تَغْفِرَلِیْ۔

یا اللہ! میں تجھ سے تیری رحمت کا سوال کرتا ہوں جو ہر چیز کو شامل ہے کہ مجھے بخش دے۔

حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو شخص روزہ کھولتے وقت (درج ذیل کلمات) کہے وہ اپنے گناہوں سے ایسے نکلے گا جیسے آج ہی ماں نے اس کو جنا ہو۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَلٰى فَقَهَرَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَظَرَ فَخَبَرَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ مَلَكَ فَقَدَرَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ یُحْیِی الْمَوْتٰی۔

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو بلند ہے، جو بلند و غالب ہے اور تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے دیکھا اور اختیار دیا تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو مالک و قادر ہے اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو مُردوں کو زندہ کرتا ہے۔

حضرت مصعب بن سعید، حضرت عبداللہ بن زبیر سے وہ حضرت سعد بن مالک (رضی اللہ عنہم) سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے ہاں روزہ افطار فرماتے تو ارشاد فرماتے "تمہارے ہاں روزہ داروں نے روزہ افطار کیا، نیک لوگوں نے تمہارا کھانا کھایا اور فرشتوں نے تمہارے لیے رحمت کی دعا کی۔

ماہِ رجب میں قبولیتِ دُعا

رجب کے مہینے میں دعا قبول ہوتی ہے جنگ و جدال منع ہے اور مجرم کی سزا دو گنا ہو

جاتی ہے۔

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہم طواف کر رہے تھے کہ ہم نے ایک آواز سنی کہنے والا کہہ رہا تھا اے اندھیروں میں بھٹکنے والے کی دعا سننے والے، اے غموں، مصیبتوں اور بیماریوں کو دور کرنے والے! تیرے گردہ نے بیت اللہ کے گرد اور حرم شریف میں رات گزاری ہے ہم دعا مانگ رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نیند سے پاک ہے مجھ سے جو گناہ سرزد ہوئے اپنے کرم سے بخش دے۔ اے وہ ذات جس کی طرف مخلوق کرم کے ساتھ اشارہ کرتی ہے اگر تیرا عفو وکرم، مجرم و گنہگار کی طرف سبقت نہیں کرے گا تو گنہگاروں کو اپنی نعمت کے ساتھ کون بخشے گا

حضرت امام حسینؓ فرماتے ہیں مجھے میرے والد ماجد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا اے حسین! کیا تم گناہ پر گریہ کرنے والے اور اپنے رب پر شکوہ کرنے والے کو نہیں سنتے چلو ممکن ہے کہ اس تک پہنچ جاؤ اور اسے آواز دو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں تیز تیز چلا یہاں تک کہ میں نے اسے پا لیا میں نے دیکھا کہ ایک شخص ہے جس کا چہرہ خوبصورت بدن پاک، کپڑے ستھرے اور خوشبو دار ہیں لیکن اس کا دایاں پہلو فالج زدہ ہے۔ میں نے کہا امیر المومنین حضرت علی ابن ابیطالب رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہو وہ اپنے ایک پہلو کو کھینچتا ہوا اٹھا حتیٰ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔ آپ نے فرمایا تم کون ہو؟ اور تمہارا کیا حال ہے۔ اس نے عرض کیا اے امیر المومنین! اس شخص کا کیا حال ہو سکتا ہے جو سزا کے ساتھ پکڑا گیا اور حقوق سے محروم کر دیا گیا۔ آپ نے فرمایا تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا "منازل ابن لاحق"۔ آپ نے فرمایا تمہارا واقعہ کیا ہے؟ اس نے کہا میں عرب میں گانے بجانے اور لہو و لعب میں مشہور تھا۔ میدان میں گھوڑا دوڑاتا اور غفلت میں مدہوش رہتا۔ میری غفلت ختم نہ ہوتی اگر توبہ کرتا تو قبول نہ ہوتی اگر گناہوں سے رجوع کرتا تو رجوع نہ ہو سکتا۔ میں رجب اور شعبان کے مہینے میں مسلسل گناہ میں مبتلا رہتا میرا والد نہایت مہربان اور نرم دل تھا وہ مجھے جہالت کی جگہوں میں جانے اور گناہوں (کے سبب) سے حاصل ہونے والی بدبختی سے روکتا وہ کہتا اے میرے بیٹے! سخت پکڑ اور انتقام ہو گا۔ پس اس کی نافرمانی نہ کر جو آگ کے ساتھ عذاب دیتا ہے اور بہت سے لوگ تیرے مظالم سے فریاد کناں ہیں۔ فرشتے عزت اور حرمت والے مہینے نیز راتیں تیرے مظالم سے نالاں ہیں، جب میرا باپ مجھے تنبیہ کرتا تو میں اسے مارتا۔ ایک دن میں اپنے باپ کے پاس گیا تو میرے باپ نے کہا اللہ کی قسم! میں روزہ رکھوں گا افطار نہیں کروں گا، نماز پڑھوں گا نیند نہیں کروں گا چنانچہ اس نے ایک ہفتہ روزہ رکھا پھر سرخ اونٹ پر سوار ہو کر حج اکبر کے دن مکہ مکرمہ میں آیا اور کہا میں بیت اللہ شریف کے پاس جا کر اللہ تعالیٰ سے تیرے خلاف مدد چاہوں گا۔ اس نے کہا چنانچہ وہ حج اکبر کے دن مکہ مکرمہ میں آیا کعبہ شریف کے پردوں سے لٹک گیا اور میرے خلاف دعا کرتے ہوئے کہا اے وہ ذات جس کی طرف حجاج کرام دور دور سے آتے ہیں غالب واحد اور بے نیاز کی مہربانی کے امیدوار ہوتے ہیں یہ منازل ہے جو میری نافرمانی سے باز نہیں آتا، اے رحمٰن! میرے حق میں میرے لڑکے کو سزا دے اور اپنے کرم سے اس کے ایک پہلو کو شل کر دے۔ اے وہ ذات جو بے نیاز ہے نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ اس نے کسی کو جنا ہے۔

منازل کہنے لگے اس ذات کی قسم جس نے آسمان کو بلند کیا اور پانی کے چشمے جاری کیے ابھی اس کی بات پوری نہیں ہوئی تھی کہ میرا دایاں پہلو شل ہو گیا میں خشک لکڑی کی طرح حرم کے کنارے میں پڑا ہوا رہ گیا لوگ صبح و شام میرے

پاس آتے اور کہتے یہ وہ شخص ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں اس کے والد کی دعا قبول فرمائی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا پھر تمہارے والد نے کیا کیا۔ اس نے کہا اے امیر المؤمنین! میں نے اس سے کہا کہ جن مقامات پر اس نے میرے خلاف بددعا کی تھی وہاں میرے حق میں دعا کرے اور وہ اس وقت مجھ سے راضی ہو چکا تھا۔ اُس نے میری بات کو مان لیا چنانچہ میں نے اسے اونٹنی پر بٹھا کر تیز تیز چلنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ ہم ایک وادی میں پہنچے جسے وادی اداک کہا جاتا ہے وہاں ایک پرندہ اُڑا جس سے اونٹنی بدک ہوگئی اور اس نے بھاگنا شروع کر دیا میرے والد گر پڑے اور راستے ہی میں فوت ہو گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کیا میں تجھے ایسی دعائیں نہ سکھاؤں جو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہیں آپ نے ارشاد فرمایا جو مغموم شخص یہ دعا مانگے اللہ تعالیٰ اس کے غم کو دُور فرمائے گا اور جو مصیبت زدہ یہ دعا مانگے اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت زائل کر دے گا۔ اس نے کہا ہاں مجھے سکھائیے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اسے دعا سکھائی اور جب اس نے یہ دعا مانگی اور صحت یاب ہونے کے بعد صبح سویرے صحیح سالم ہمارے پاس آیا تو میں نے اس سے کہا تو نے کیسا عمل کیا اس نے کہا جب لوگ سو گئے تو میں نے ان کلمات کے ساتھ ایک بار دو بار اور تین بار دعا مانگی اتنے میں مجھے پکارا گیا تجھے اللہ کافی ہے۔ تو نے اللہ تعالیٰ کو اس کے اسم اعظم کے ساتھ پکارا ہے کہ اسے جب اس کے ساتھ پکارا جائے وہ قبول کرتا ہے جب اس کے ساتھ سوال کیا جائے عطا فرماتا ہے پھر مجھ پر نیند غالب آگئی اور میں سو گیا میں نے خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی میں نے اس دعا کا واقعہ آپ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے فرمایا میرے چچازاد بھائی حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے سچ فرمایا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہے کہ جب اس کے ساتھ اسے پکارا جائے وہ قبول کرتا ہے اور جب کچھ مانگا جائے عطا فرماتا ہے دوبارہ مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ کی زبان مبارک سے یہ دعا سننا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا یوں کہو۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ یَا عَالِمَ الْخَفِیَّةِ وَ یَا مَنِ السَّمَاءُ بِقُدْرَتِهٖ مَبْنِیَّةٌ وَ یَا مَنِ الْاَرْضُ بِعِزَّتِهٖ مَدْحِیَّةٌ وَ یَا مَنِ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِنُوْرِ جَلَالِهٖ مُشْرِقَةٌ وَیَا مُقْبِلًا عَلٰی كُلِّ نَفْسٍ مُؤْمِنَةٍ زَكِیَّةٍ وَیَا مُسَكِّنَ رُعْبَ الْخَائِفِیْنَ وَاَهْلِ التَّقِیَّةِ یَا مَنْ حَوَائِجُ الْخَلْقِ عِنْدَهٗ مَقْضِیَّةٌ یَا مَنْ نَجَا یُوْسُفَ مِنْ رِقِّ الْعُبُوْدِیَّةِ یَا مَنْ لَیْسَ لَهٗ بَوَّابٌ یُنَادٰی وَلَا صَاحِبٌ یُغْشٰی وَلَا وَزِیْرٌ یُعْطٰی وَلَا غَیْرُهٗ یُدْعٰی وَلَا یَزْدَادُ عَلٰی كَثْرَةِ الْحَوَائِجِ اِلَّا كَرَمًا وَجُوْدًا وَصَلِّ

یا اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، اے مخفی باتوں کے جاننے والے، اے وہ ذات جس کی قدرت سے آسمان کی عمارت ہے، اے وہ ذات جس کی عزت سے زمین بچھی ہوئی ہے اے وہ ذات جس کے نور جلال سے سورج اور چاند چمک رہے ہیں ہر مومن پاک نفس پر (رحمت کے ساتھ) رجوع فرمانے والے، خوفزدہ اور متقی لوگوں سے رعب کو دُور کرنے والے اے وہ ذات جس کے ہاں مخلوق کی حاجتیں پوری ہوتی ہیں اے وہ ذات جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو غلامی سے نجات دی ہے اے وہ ذات جس کے ہاں دربان نہیں جس کو پکارا جائے۔ نہ اس کا کوئی ساتھی ہے جس کے سامنے پیش ہوا جائے نہ کوئی وزیر ہے جو تیری نیابت کرے اور نہ اس کے سوا رب ہے جس کو پکارا جائے تو لوگوں کی کثرت حاجات پر کرم اور جود و سخا فرماتا ہے

عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَعْطِنِیْ سُؤَالِیْ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ حضرت محمد مصطفیٰ اور آپ کی آل پر رحمت نازل فرما اور میرے سوال پر عطا فرما بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے

اس شخص نے کہا جب میں جاگا تو بالکل ٹھیک ٹھاک تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں اس دعا کو اختیار کرو یہ عرش کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اور اس کے علاوہ بھی اس قسم کے واقعات منقول ہیں جن کی تشریح کافی طویل ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ عقل مند کے لیے مناسب نہیں کہ وہ گناہ، زیادتی اور مظلوم کی دعا کو معمولی سمجھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن ظالم کے لیے کئی تاریکیاں ہونگی اور آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ حیاء فرماتا ہے کہ بندہ اس کے سامنے دعا کے لیے ہاتھ پھیلائے اور وہ انہیں خالی لوٹائے یا تو اسے جلد ہی دنیا میں عطا فرما دیتا ہے یا اس کی آخرت کے لیے جمع کر دیتا ہے۔ اس سلسلے میں اشعار کہے گئے ہیں:

اَتَسْمَعُ بِالدُّعَاءِ فَتَزْدَرِیْهِ — تَبَیَّنَ فِیْكَ مَا صَنَعَ الدُّعَاءُ

کیا تو دعا کو سنتا اور اسے آسان جانتا ہے۔ — تجھ پر ظاہر ہوا کہ دعا کیا ہوتی ہے۔۔۔

سِهَامُ اللَّیْلِ لَا تَخْطِیْ وَلٰكِنْ — لَهَا اَمَدٌ وَلِلْاَمَدِ الْقِضَاءُ

رات کے تیر خطا نہیں کرتے لیکن — ان کا ایک وقت ہے جکا پورا ہونا ضروری ہے

❁

فضائل شعبان و شب برأت

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (بعض اوقات بکثرت) روزے رکھتے یہاں تک کہ ہم کہتے اب نہیں چھوڑیں گے اور (کبھی مسلسل) روزہ نہ رکھتے یہاں تک کہ ہم کہتے اب روزہ نہیں رکھیں گے۔ اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رمضان المبارک کے علاوہ مکمل مہینہ روزہ رکھتے نہیں دیکھا اور ماہِ شعبان کے علاوہ کسی مہینے میں زیادہ روزے رکھتے نہیں دیکھا۔ یہ حدیث صحیح ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے حضرت عبداللہ بن یوسف کے واسطہ سے حضرت مالک رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے۔

حضرت ہشام بن عروہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ آپ فرماتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (کثرت سے) روزے رکھتے حتیٰ کہ ہم کہتے اب نہیں چھوڑیں گے اور آپ روزہ رکھنا چھوڑ دیتے یہاں تک کہ ہم کہتے اب روزہ نہیں رکھیں گے اور آپ شعبان کے مہینے میں روزہ رکھنا پسند فرماتے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ میں آپ کو شعبان میں روزہ رکھتے ہوئے دیکھتی ہوں۔ آپ نے فرمایا اے عائشہ یہ وہ مہینہ ہے جس میں فرشتے کو ایک تحریر دی جاتی ہے اس میں ان لوگوں کے نام ہوتے ہیں جن کی آئندہ سال روح قبض کی جاتی ہے پس میں چاہتا ہوں کہ جب میرا نام لکھا جائے تو میں روزے کی حالت میں ہوں۔

حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں آپ فرماتی ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے بعد شعبان کے مہینے میں دوسرے مہینوں کی نسبت زیادہ روزے رکھتے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس شخص نے اس سال مرنا ہوتا ہے شعبان کے مہینے میں اس کا نام زندوں کی فہرست سے مرنے والوں کی فہرست میں لکھ دیا جاتا ہے۔ کوئی شخص سفر کر رہا ہوتا ہے ادھر اس کا نام مرنے والوں کی فہرست میں لکھ دیا جاتا ہے۔

حضرت ثابت، حضرت انس رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہترین روزوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا رمضان کی تعظیم کے لیے شعبان کے روزے رکھنا۔

حضرت معاویہ بن صالح فرماتے ہیں مجھ سے حضرت عبیداللہ بن قیس نے بیان کیا کہ انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سُنا آپ فرماتی تھیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مہینوں سے شعبان زیادہ پسند تھا آپ اسے رمضان سے ملاتے۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے شعبان المعظم کے آخری سوموار کو روزہ رکھا، اس کے گناہ بخش دیے گئے اس سے مراد شعبان کا آخری سوموار ہے مہینے کا آخری دن مراد نہیں کیونکہ ایک یا دو دن کے روزے کے ساتھ رمضان المبارک کا استقبال کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شعبان کو اس لیے شعبان کہتے ہیں کہ اس میں رمضان المبارک کے لیے بہت زیادہ نیکیاں پھوٹتی ہیں اور رمضان کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہ گناہوں

کو جلا دیتا ہے۔

شعبان پسندیدہ مہینہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ۔ اور تمہارا رب جس چیز کو چاہے پیدا کرتا ہے اور چُن لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تمام قسم کی اشیاء میں سے چار کو برگزیدہ کیا اور پھر ان میں سے ایک کو مختار بنایا تمام فرشتوں میں سے چار فرشتوں حضرت جبرئیل، میکائیل، اسرافیل اور عزرائیل علیہم السلام کو منتخب فرمایا پھر ان میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کا انتخاب فرمایا۔ انبیاء کرام علیہم السلام میں چار انبیاء کرام حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد مصطفیٰ علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام کو چُنا اور پھر ان میں سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو چن لیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے چار صحابہ کرام حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کا انتخاب فرمایا پھر ان چار میں سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو منتخب فرمایا۔ مسجدوں میں سے چار مسجدوں یعنی مسجد حرام، مسجد اقصیٰ، مسجد نبوی اور مسجد کوہ طور سینا کو پسند فرما کر ان میں سے مسجد حرام کو منتخب فرمایا۔ دنوں میں سے چار دنوں عید الفطر، عید الاضحیٰ، یوم عرفہ، (نو ذوالحجہ) اور یوم عاشوراء (دس محرم الحرام) کو منتخب فرمایا۔ پھر ان میں سے یوم عرفہ کو برگزیدہ کیا۔ راتوں میں سے چار راتوں کو بہترین قرار دیا۔ شب براءت، لیلۃ القدر، جمعہ کی رات، اور عید کی رات، پھر ان میں سے لیلۃ القدر کا انتخاب فرمایا۔

مقامات میں سے چار جگہوں کا انتخاب فرمایا۔ مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ، بیت المقدس۔ اور مساجد عشائر، پھر ان میں سے مکہ مکرمہ کو منتخب فرمایا۔ پہاڑوں میں سے چار پہاڑوں کو چُنا۔ کوہِ اُحد، کوہِ طور سینا، لکام، اور لبنان، پھر ان میں سے طورِ سینا کا انتخاب فرمایا۔ نہروں میں سے چار نہریں منتخب کیں۔ جیحون، سیحون، فرات اور نیل، پھر ان میں سے نہر فرات کا انتخاب فرمایا۔ مہینوں میں سے چار مہینے منتخب کیے۔ رجب، شعبان، رمضان اور محرم۔ پھر ان چار مہینوں میں سے شعبان کو مختار فرمایا اور اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مہینہ قرار دیا۔ پس جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کرام میں سے افضل ہیں اسی طرح آپ کا مہینہ بھی تمام مہینوں سے افضل ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا شعبان میرا مہینہ ہے۔ رجب اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے، اور رمضان میری امت کا مہینہ ہے۔ شعبان گناہوں کو مٹانے والا اور رمضان پاک کرنے والا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شعبان (کا مہینہ) رجب اور رمضان کے درمیان ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں۔ اس میں بندوں کے اعمال پروردگار عالم کی بارگاہ میں اٹھائے جاتے ہیں لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ جب میرے اعمال اٹھائے جائیں تو میں روزے کی حالت میں ہوں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام مہینوں پر رجب کی فضیلت ایسے ہے جس طرح قرآن پاک تمام کتابوں سے افضل ہے اور شعبان باقی مہینوں سے اسی طرح

افضل ہے جس طرح مجھے باقی انبیاء کرام پر فضیلت حاصل ہے اور رمضان کی باقی مہینوں پر فضیلت اسی طرح ہے جس طرح اللہ تعالیٰ تمام مخلوق سے افضل ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب شعبان کا چاند دیکھتے تو قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول ہو جاتے اور لوگ اپنے مالوں کی زکوٰۃ نکالتے تاکہ کمزور اور محتاج لوگ رمضان المبارک کے روزے رکھنے پر قادر ہو سکیں۔ حکمران قیدیوں کو بلاتے اگر کسی کو حد لگانی ہوتی تو حد لگاتے ورنہ رہا کر دیتے تاجر سفر شروع کر دیتے دوسروں کے قرض ادا کرتے اور اپنا مال اٹھا لیتے یہاں تک کہ جب رمضان المبارک کا چاند دیکھتے تو غسل کرتے اور اعتکاف بیٹھ جاتے۔

شعبان کے الفاظ

لفظ شعبان پانچ حروف پر مشتمل ہے۔ "ش، ع، ب، الف اور ن" شین شرف سے عین علو سے (بلندی) سے باء بر (نیکی) سے، الف الفت سے اور نون نور سے ماخوذ ہے۔ اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے کو یہ چیزیں عطا ہوتی ہیں۔ یہ وہ مہینہ ہے جس میں نیکیوں کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اور برکات کا نزول ہوتا ہے گناہ چھوڑ دیے جاتے ہیں اور برائیاں مٹا دی جاتی ہیں اور تمام مخلوق میں سے بہترین شخصیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں کثرت سے ہدیۂ درود و سلام بھیجا جاتا ہے۔ یہ مہینہ نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کا مہینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔

بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے درود کا مطلب رحمت بھیجنا ہے۔ فرشتوں کی طرف سے درود شریف شفاعت و استغفار اور مومنوں کی طرف سے درود دعا و ثناء ہے۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے درود توفیق و حفاظت فرشتوں کی طرف سے مدد و نصرت اور مومنوں کی طرف سے اتباع اور تعظیم ہے

حضرت ابن عطاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف سے مراد وصل ہے۔ فرشتوں کی طرف سے دل کی نرمی اور مومنوں کی طرف سے اتباع و محبت ہے۔ کسی اور کا قول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے درود تعظیم و حرمت ہے فرشتوں کی طرف سے درود اظہار کرامت اور امت کی طرف سے درود شریف طلب شفاعت ہے۔

درود شریف کی فضیلت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص مجھ پر ایک بار درود شریف پڑھتا

ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت بھیجتا ہے۔ لہٰذا ہر عقلمند مومن کو چاہیے کہ اس مہینے میں غافل نہ ہو بلکہ اس میں رمضان المبارک کے لیے تیاری کرے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ گناہوں سے پاک ہو جائے گذشتہ گناہوں سے توبہ کرے اور بارگاہ خداوندی میں عجز کا اظہار کرے۔

وسیلۂ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اور جس ذات کی طرف یہ مہینہ منسوب ہے یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انکے وسیلہ سے بارگاہ خداوندی تک رسائی حاصل کرے تاکہ اس کے دل کا فساد دور ہو اور قلبی بیماری کا علاج ہو جائے اس کام کو کل تک نہ چھوڑے۔

آج کا دن غنیمت

کیونکہ دن تین ہیں کل کا دن اور وہ گزر گیا آج کا دن وہ عمل کا دن ہے اور کل آنے والا اس کی محض امید ہے۔ لہٰذا معلوم نہیں کہ تو اس تک پہنچے گا یا نہیں، کل گزرنے والا نصیحت ہے آج کا دن غنیمت ہے اور آنے والا محض خیال ہے ملے یا نہ ملے۔ اسی طرح مہینے بھی تین ہیں رجب اور وہ گزر گیا اب نہیں آئے گا، رمضان کی انتظار ہے کوئی پتا نہیں اس کے آنے تک تو زندہ رہے یا نہ؟ اور شعبان کا مہینہ دونوں کے درمیان واسطہ ہے لہٰذا اس میں اطاعت و فرمانبرداری کو غنیمت جان۔

پانچ چیزیں

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو (کہتے ہیں وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تھے) نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: پانچ چیزوں کو، پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو۔ جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، صحت کو بیماری سے پہلے، مالداری کو محتاجی سے پہلے، فرصت کو مشغولیت سے پہلے، اور زندگی کو موت سے پہلے (غنیمت جانو)۔

شب برأت کی فضیلت

شب برأت کے فضائل اور اس کے ساتھ مخصوص رحمت و کرامت کے بیان میں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

حٰمٓ وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ۔ — حٰمٓ۔ روشن کتاب کی قسم بے شک ہم نے اس کو مبارک رات میں اتارا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں "حٰمٓ" یعنی اللہ تعالیٰ نے قیامت تک ہونے والے امور کا فیصلہ فرما دیا۔ "وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ" یعنی قرآن "إِنَّا أَنزَلْنَاهُ" ہم نے اس قرآن کو اتارا۔ "فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ" یہ نصف شعبان کی (پندرھویں) رات ہے اور یہی شب برأت ہے حضرت عکرمہ

رضی اللہ عنہ کے علاوہ اکثر مفسرین کا قول یہی قول ہے ان کے نزدیک اس سے لیلۃ القدر مراد ہے۔

مبارک اشیاء

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بہت سی چیزوں کو مبارک کہا ہے قرآن پاک کا نام مبارک رکھا اور فرمایا "هٰذَا ذِكْرٌ مُّبَارَكٌ أَنْزَلْنَاهُ" یہ مبارک ذکر ہے قرآن پاک کی برکت ہے کہ جس نے اسے پڑھا اور اس پر ایمان لایا وہ ہدایت یافتہ ہوگیا اور جہنم سے بچ گیا حتیٰ کہ یہ برکت اس کے آباؤ اجداد اور اولاد تک موثر ہوتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے قرآن مجید دیکھ کر پڑھا اللہ تعالیٰ اس کے ماں باپ سے عذاب ہلکا کر دیتا ہے اگرچہ وہ کافر ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے پانی کو مبارک فرمایا۔ ارشاد خداوندی ہے: "وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُّبَارَكًا" ہم نے آسمان سے مبارک پانی اتارا۔ پانی کی برکت ہے کہ اشیاء اس کے ساتھ زندہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ" ہم نے پانی سے ہر چیز کو زندہ کر دیا کیا وہ ایمان نہیں لاتے۔ کہتے ہیں پانی میں دس خاصیتیں ہیں۔ پتلاپن، نرمی، قوت، لطافت، صفائی، حرکت، رطوبت، ٹھنڈک، تواضع اور زندگی۔ اللہ تعالیٰ نے عقلمند مؤمن میں یہی صفات رکھی ہیں۔ رقت قلبی، اخلاق کی نرمی، اطاعت کی قوت، لطافت نفس، عمل کی صفائی، بھلائی کی حرکت، آنکھوں میں رطوبت، گناہوں میں ٹھنڈک، مخلوق کے لیے تواضع اور حق سنتے وقت حصول حیات۔ اللہ تعالیٰ نے زیتون کا نام مبارک رکھا۔ ارشاد خداوندی ہے "مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ" (مبارک زیتون کے درخت سے) یہ پہلا درخت ہے جس سے حضرت آدم علیہ السلام نے زمین پر اترنے کے بعد جس سے کھایا اس میں کھانا (پھل) بھی ہے اور روشنی بھی۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔۔۔۔ "وَصِبْغٍ لِّلْآكِلِينَ"۔

کہتے ہیں مبارک درخت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام مراد ہیں۔ کسی نے کہا قرآن مراد ہے۔ کوئی کہتا ہے ایمان مراد ہے۔ کسی کے نزدیک اس سے مومن کا مطمئن نفس مراد ہے۔ جو نیکی کا حکم دینے والا ہے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والا ہے۔ ممنوعات سے روکتا ہے۔ قضاء و قدر کو تسلیم کرتا اور اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کی موافقت کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی مبارک کہا۔ ارشاد خداوندی ہے: "وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنْتُ" "اس نے مجھے مبارک بنایا میں جہاں بھی ہوں۔" حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برکت سے آپ کی والدہ ماجدہ حضرت مریم صدیقہ علیہا السلام کے لیے کھجور کے خشک درخت پر پھل لگ گیا اور آپ کے نیچے سے پانی جاری ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"فَنَادَاهَا مِنْ تَحْتِهَا أَلَّا تَحْزَنِي قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا فَكُلِي وَاشْرَبِي وَقَرِّي عَيْنًا"۔

تو اسے اس کے نیچے سے پکارا کہ غم نہ کھا بے شک تیرے رب نے تیرے نیچے ایک نہر بہا دی اور کھجور کی جڑ پکڑ کر اپنی طرف ہلا تجھ پر تازہ پکی کھجوریں گریں گی تو کھا اور پی اور آنکھ ٹھنڈی رکھ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برکت سے پیدائشی اندھے اور برص کے داغوں والے تندرست ہوگئے اور آپ کی دعا سے مُردے زندہ ہوگئے۔ اس کے علاوہ بے شمار بھلائیاں اور معجزات ظاہر ہوئے۔

کعبۃ اللہ کی برکت

اللہ تعالیٰ نے کعبۃ اللہ کو مبارک فرمایا۔ ارشادِ خداوندی ہے۔

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبَارَكًا۔
بے شک پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لیے بنایا گیا ہے مکہ مکرمہ میں ہے (اور) برکت والا ہے۔

کعبۃ اللہ کی برکت ہے کہ جو شخص اس میں داخل ہوتا ہے اگر اس پر گناہوں کے کئی بوجھ بھی ہوں بخشش حاصل کر کے باہر آتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا۔
اور جو شخص اس میں داخل ہوا وہ مامون ہے۔

جو مومن ثواب کی نیت سے اور توبہ کرتے ہوئے کعبۃ اللہ میں داخل ہوا اللہ تعالیٰ اسے اپنے عذاب سے محفوظ رکھتا اس کی توبہ قبول کرتا اور اسے بخش دیتا ہے۔

کہا گیا ہے کہ جو شخص اس میں داخل ہوتا ہے وہ ایذا رسانی سے محفوظ رہتا ہے حتیٰ کہ حرم شریف سے باہر آجائے۔ یہی وجہ ہے کہ حرم شریف کا شکار کرنا اور اس کے درخت کاٹنا حرام ہے۔ یہ سب کچھ کعبۃ اللہ کی عزت کی وجہ سے ہے اور کعبۃ اللہ کی عزت اللہ تعالیٰ کی عزت کے سبب سے ہے۔ مسجد حرام کی حرمت، کعبۃ اللہ کی حرمت کے سبب سے اور مکہ مکرمہ کی حرمت مسجد حرام کی عزت کی وجہ سے اور حرم شریف کی عزت مکہ مکرمہ کی عزت کی وجہ سے ہے جس طرح کہا جاتا ہے کہ کعبۃ اللہ اہل مسجد کا قبلہ ہے، مسجد اہل مکہ کا قبلہ، مکہ مکرمہ اہل حرم کا قبلہ اور حرم شریف زمین پر رہنے والے تمام لوگوں کا قبلہ ہے۔ مکہ مکرمہ کو بکہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ (اس میں بھیڑ کی وجہ سے لوگوں کو ایک دوسرے کے دھکے لگتے ہیں۔ مکہ اور بکہ ایک ہی ہیں ایک دوسرے کی جگہ بدل کر آتے ہیں جس طرح کمد اور کبد نیز لازم اور لازب شب برأت کو "لیلۃ مبارکۃ" کہا گیا ہے۔ کیونکہ اس میں اہل زمین کے لیے رحمت، برکت، بھلائی، عفو اور بخشش کا نزول ہوتا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ (جیسا کہ اس کے شایانِ شان ہے) نصف شعبان کی رات کو آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور مشرک کینہ پرور، رشتہ داری ختم کرنیوالے اور زانیہ عورت کے علاوہ تمام مسلمانوں کو بخش دیتا ہے۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، نصف شعبان کی رات ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری چادر سے باہر تشریف لے گئے پھر فرماتی ہیں اللہ کی قسم میری چادر نہ ابریشم کی تھی نہ قز کی نہ کتان کی اور نہ خز کی[1] اور نہ اون کی حضرت عروہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا سبحان اللہ پھر وہ کس چیز سے تھی آپ نے فرمایا اس کا تانا بکری کے بالوں سے اور بانا اونٹ کے بالوں کا تھا۔ آپ فرماتی ہیں میں نے خیال کیا شاید نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی دوسری زوجہ

[1] یہ تمام ریشمی کپڑے کی اقسام ہیں۔ ۱۲ ہزاروی

کے پاس تشریف لے گئے ہوں۔ میں نے اُٹھ کر آپ کو گھر میں تلاش کرنا شروع کیا تو میرا ہاتھ آپ کے مبارک قدموں پر جا پڑا۔ آپ سجدے کی حالت میں تھے چنانچہ میں نے آپ کی دعا سے یاد کر لیا آپ نے یوں دعا مانگی۔

سَجَدَ لَكَ سَوَادِيْ وَجَنَانِيْ وَاٰمَنَ بِكَ فُؤَادِيْ اَبُوْءُ لَكَ بِالنِّعَمِ وَاَعْتَرِفُ لَكَ بِالذَّنْبِ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ اَعُوْذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُ بِرَحْمَتِكَ مِنْ نَغْمَتِكَ وَاَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ۔

(یا اللہ!) میرے ظاہر و باطن نے تیرے لیے سجدہ کیا اور میرا دل تجھ پر ایمان لایا میں تیرے انعامات کا معترف ہوں اور گناہوں کا بھی اقرار کرتا ہوں پس مجھے بخش دے کیونکہ تیرے سوا کوئی بخشنے والا نہیں میں تیرے عفو کے ساتھ تیرے عذاب سے پناہ چاہتا ہوں، تیری رحمت کے ساتھ تیرے عذاب سے پناہ کا طالب ہوں تیری رضا کے ساتھ تیرے غضب سے پناہ چاہتا ہوں اور تیرے (کرم کے) ساتھ تیرے عذاب سے پناہ چاہتا ہوں میں کما حقہ تیری تعریف نہیں کر سکتا تو ایسا ہی ہے جیسے تو نے خود اپنی تعریف بیان فرمائی ہے۔

ام المؤمنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح تک مسلسل قیام و قعدہ کی حالت میں رہے۔ حالانکہ آپ کے پاؤں مبارک پھول گئے تھے۔ میں آپ کی طرف دیکھتی اور کہتی آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے (سبب) آپ کے پہلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف نہیں کر دیے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو فلاں فلاں اعزاز عطا نہیں فرمایا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ کیا تم جانتی ہو اس رات کی کتنی فضیلت ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس رات میں کیا ہے؟ آپ نے فرمایا آئندہ سال پیدا ہونے والے ہر بچے کا نام اس رات لکھا جاتا ہے اور اسی رات آئندہ سال مرنے والوں کے نام لکھے جاتے ہیں اسی رات بندوں کے رزق اترتے ہیں اسی رات لوگوں کے اعمال و افعال اٹھائے جاتے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ساتھ ہر بندہ جنت میں داخل ہوگا؟ آپ نے فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر کوئی بھی جنت میں داخل نہیں ہوگا (ام المومنین فرماتی ہیں) میں نے عرض کیا آپ بھی نہیں؟ البتہ یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنے سایۂ رحمت میں رکھے۔ پھر آپ نے اپنے چہرۂ انور پہ ہاتھ پھیرا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا اے عائشہ! یہ کون سی رات ہے؟ انھوں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ پندرہ شعبان کی رات ہے۔ اس میں دنیا کے اور بندوں کے اعمال اٹھائے جاتے ہیں اور اس میں اللہ تعالیٰ بنو کلب کی بکریوں کے بالوں کے برابر لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے۔ کیا تو نے آج رات مجھے اجازت دی؟ آپ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا "جی ہاں"۔ پھر آپ نے نماز پڑھی جس میں مختصر قیام کیا۔ سورۂ فاتحہ اور ایک چھوٹی سی سورت پڑھی پھر نصف شب تک آپ سجدہ ریز رہے اس کے بعد دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوئے اور پہلی رکعت جتنی قرأت کی اور فجر تک سجدے کی حالت میں رہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں مجھے آپ کی طرف سے اندیشہ ہوا شاید اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح مبارک قبض فرمالی۔ زیادہ وقت گزرا تو میں آپ کے قریب ہوگئی اور پاؤں مبارک کے ورم کو چھوا۔ آپ نے حرکت فرمائی میں نے سنا آپ سجدے کی حالت میں کہہ رہے تھے۔

أَعُوْذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ وَأَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ جَلَّ ثَنَاؤُكَ لَا أُحْصِي عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَىٰ نَفْسِكَ۔

میں تیرے عفو کے ساتھ تیرے عذاب سے پناہ چاہتا ہوں۔ تیری رضا کے ساتھ تیرے غضب سے پناہ چاہتا ہوں اور تیرے (کرم کے) ساتھ تیرے عذاب سے پناہ چاہتا ہوں میں کماحقہ تیری تعریف نہیں کر سکتا تو ایسا ہی ہے جیسے تو نے خود اپنی تعریف بیان کی۔

میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں نے آپ سے سنا آپ نے رات کو ایسی چیز کا ذکر کیا جو میں نے آپ سے کبھی نہیں سنی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے اسے جان لیا؟ میں نے عرض کیا "جی ہاں!" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے سیکھو اور سکھاؤ کیونکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھے کہا ہے کہ میں اسے سجدے میں پڑھوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے ایک رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا میں باہر نکلی تو دیکھا کہ جنت البقیع میں ہیں اور سرِ انور آسمان کی طرف اٹھایا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا کیا تجھے ڈر تھا کہ اللہ اور اس کا رسول تجھ پر زیادتی کریں گے؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے خیال ہوا کہ آپ کسی دوسری زوجہ کے ہاں تشریف لے گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرھویں رات کو آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور بنو کلب قبیلہ کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ لوگوں کو بخش دیتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول: "فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيْمٍ" "اس رات ہر حکمت والے کام کا فیصلہ ہوتا ہے) کی تفسیر میں مروی ہے فرماتے ہیں۔ یہ شعبان المعظم کی پندرھویں رات ہے (اس رات) اللہ تعالیٰ پورے سال کے امور کی تدبیر فرماتا ہے زندہ لوگوں کے نام مرنے والوں کی فہرست میں لکھ دیے جاتے ہیں (یعنی جنھوں نے آئندہ سال مرنا ہوتا ہے) بیت اللہ شریف کا حج کرنے والوں کی فہرست بنا دی جاتی ہے۔ اور اس میں کوئی اضافہ ہوتا ہے نہ کمی۔

حضرت حکیم بن کیسان رحمہ اللہ فرماتے ہیں شعبان المعظم کی پندرھویں رات کو اللہ تعالیٰ لوگوں کو دیکھتا ہے جو اس رات اپنے آپ کو پاک کرے اللہ تعالیٰ اسے آئندہ شب برأت تک پاک رکھتا ہے۔

حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں شعبان کی پندرھویں رات کو آئندہ سال کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ ایک شخص سفر پر نکلتا ہے حالانکہ اس کا نام زندوں کی فہرست سے مرنے والوں کی فہرست میں لکھ دیا جاتا ہے۔ کوئی شخص شادی کرتا ہے حالانکہ وہ بھی زندوں میں سے نکال کر مردوں کی جماعت میں لکھ دیا جاتا ہے۔

مجھے ابونصر نے اپنے والد سے خبر دی وہ اپنی سند کے ساتھ حضرت مالک بن انس سے وہ حضرت عروہ سے وہ حضرت عائشہ سے (رضی اللہ عنہم) سے روایت کرتے ہیں آپ فرماتی ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ چار راتوں میں بھلائی (کے دروازے) کھول دیتا ہے۔ عید قرباں کی رات، عید الفطر کی رات، شب برأت کہ اس میں عمریں اور رزق نیز حج کرنے والوں کے نام لکھے جاتے ہیں اور عرفہ (نویں ذوالحجہ) کی رات صبح کی اذان تک۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابراہیم بن ابی نجیح نے مجھے فرمایا یہ پانچ راتیں ہیں جمعۃ المبارک کی رات بھی

ان میں شامل ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت جبرئیل علیہ السلام شعبان کی پندرھویں رات کو میرے پاس آئے اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آسمان کی طرف سر اٹھائیں آپ فرماتے ہیں میں نے پوچھا یہ رات کیا ہے، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا یہ وہ رات ہے جس میں اللہ تعالیٰ رحمت کے دروازوں میں سے تین سو دروازے کھولتا ہے اور ہر اس شخص کو بخش دیتا ہے جو مشرک نہ ہو البتہ جادوگر، کاہن، عادی شرابی، بار بار سود کھانے والے اور زناکار کی بخشش نہیں ہوتی جب تک توبہ نہ کریں۔ جب رات کا چوتھا حصہ ہوا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اتر کر عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر اٹھائیے۔ آپ نے سر انور اٹھا کر دیکھا تو جنت کے دروازے کھلے تھے اور پہلے دروازے پر ایک فرشتہ ندا دے رہا تھا۔ اس رات کو رکوع کرنے والے کے لیے خوشخبری ہے۔ دوسرے دروازے پر کھڑا فرشتہ پکار رہا تھا اس شخص کے لیے خوشخبری ہے جس نے سجدہ کیا۔ تیسرے دروازے پر فرشتہ کہہ رہا تھا اس رات دعا مانگنے والے کے لیے خوشخبری ہے۔ چوتھے دروازے پر کھڑا فرشتہ ندا دے رہا تھا اس رات ذکر خداوندی کرنے والوں کے لیے خوشخبری ہے۔ پانچویں دروازے پر فرشتہ پکار رہا تھا اس رات اللہ کے خوف سے رونے والے کے لیے خوشخبری ہے۔ چھٹے دروازے پر فرشتہ تھا جو کہہ رہا تھا اس رات تمام مسلمانوں کے لیے خوشخبری ہے ساتویں دروازے پر موجود فرشتے کی یہ ندا تھی کیا کوئی سائل ہے جس کو سوال کے مطابق عطا کیا جائے آٹھویں دروازے پر فرشتہ کہہ رہا تھا کیا کوئی بخشش کا طالب ہے جس کو بخش دیا جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ میں نے پوچھا اے جبرئیل یہ دروازے کب تک کھلے رہیں گے۔ انھوں نے کہا رات کے شروع سے طلوع فجر تک۔۔۔۔ پھر کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اس رات اللہ تعالیٰ قبیلہ بنو کلب کی بکریوں کے بالوں کے برابر لوگوں کو (جہنم سے) آزاد کرتا ہے۔

شب برأت کی وجہ تسمیہ

اس رات کو شب برأت اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں دو برأتیں (بیزاریاں) ہیں۔ بدبخت رحمٰن سے اور اولیاء کرام ذلت و رسوائی سے بیزار ہوتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، آپ نے فرمایا جب پندرہ شعبان کی رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر خصوصی توجہ فرماتا ہے مومنوں کو بخش دیتا ہے اور کافروں کو مہلت دیتا ہے۔ کینہ پرور لوگوں کو اسی حالت میں چھوڑتا ہے یہاں تک کہ وہ اسے ترک کر دیں۔

کہا گیا ہے کہ فرشتوں کی آسمان میں عید کی دو راتیں ہیں جس طرح مسلمانوں کے لیے زمین پر دو عیدیں ہیں۔ فرشتوں کی عیدیں شب برأت اور لیلۃ القدر ہیں اور مومنین کی عیدیں عید الفطر اور عید الاضحیٰ ہیں۔ فرشتوں کی عیدیں رات کو اس لیے ہیں کہ وہ سوتے نہیں اور مومنوں (انسانوں) کی عیدیں دن کو اس لیے ہیں کہ وہ رات کو سوتے ہیں۔

شب برات کو ظاہر کرنے کی حکمت

اللہ تعالیٰ نے شب برأت کو ظاہر کیا اور لیلۃ القدر کو پوشیدہ رکھا اس

کی حکمت کے بارے میں کہا گیا ہے کہ لیلۃ القدر رحمت، بخشش اور جہنم سے آزادی کی رات ہے اللہ تعالیٰ نے اسے مخفی رکھا تاکہ لوگ اس پر بھروسہ نہ کر بیٹھیں اور شب برأت کو ظاہر کیا کیونکہ وہ فیصلے، قضا، قہر، رضا، قبول ورد، نزدیکی و دوری، سعادت وشقاوت اور پرہیز گاری کی رات ہے کوئی شخص اس میں نیک بختی حاصل کرتا ہے اور کوئی مردود ہو جاتا ہے ایک ثواب پاتا ہے۔ دوسرا ذلیل ہوتا ہے ایک معزز ومکرم ہوتا ہے دوسرا محروم رہتا ہے ایک کو اجر دیا جاتا ہے دوسرے کو چھوڑا جاتا ہے۔ کتنے ہی لوگوں کا کفن دھویا جاتا ہے اور وہ بازار میں مشغول ہوتے ہیں۔ کتنی قبریں کھودی گئیں لیکن قبر والا خوشی اور غرور میں ہے کتنے ہی چہرے کھلکھلا رہے ہیں حالانکہ وہ ہلاکت کے قریب ہیں کتنے مکانوں کی تعمیر مکمل ہوگئی لیکن ان کا مالک موت کے قریب پہنچ چکا ہے۔ کتنے ہی بندے رحمت کے امیدوار ہیں پس انھیں عذاب پہنچتا ہے۔ کتنے ہی بندے خوشخبری کی امید رکھتے ہیں۔ پس وہ خسارہ پاتے ہیں کتنے ہی بندوں کو جنت کی امید ہوتی ہے پھر ان کو دوزخ میں جانا پڑتا ہے کتنے ہی بندے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے امیدوار ہوتے ہیں لیکن جدائی کا شکار ہوتے ہیں کتنے ہی لوگوں کو عطائے خداوندی کی امید ہوتی ہے لیکن وہ مصائب کا منہ دیکھتے ہیں کتنے ہی لوگوں کو بادشاہی کی امید ہوتی ہے لیکن وہ ہلاک ہوتے ہیں۔

کہا گیا ہے کہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ پندرہ شعبان کی رات کو گھر سے باہر تشریف لاتے اور آپ کا چہرہ یوں دکھائی دیتا جس طرح کسی کو قبر میں دفن کرنے کے بعد نکالا گیا ہو آپ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا اللہ کی قسم! وہ شخص جس کی کشتی ٹوٹ جائے وہ مجھ سے زیادہ مصیبت میں گرفتار نہیں، پوچھا گیا کیوں؟ فرمایا میرے گناہ یقینی ہیں لیکن نیکیوں کا مجھے خدشہ ہے آیا مجھ سے قبول کی جائیں گی یا رد کر دی جائیں گی۔

شب برأت کی نماز

شب برأت میں ایک سو رکعت (نوافل) نماز اس طرح وارد ہوئی ہیں کہ اس میں ایک ہزار مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھی جائے یعنی ہر رکعت میں دس بار "قل ہو اللہ احد" پڑھیں، اس نماز کو "صلوٰۃ الخیر" کہا جاتا ہے اس کی برکت پھیل جاتی ہے۔ پہلے زمانے کے بزرگ یہ نماز باجماعت ادا کرتے اور اس کے لیے جمع ہوتے تھے اس کی فضیلت زیادہ اور ثواب بے شمار ہے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ علیہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا مجھ سے تیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیان فرمایا کہ جو شخص اس رات یہ نماز پڑھے اللہ تعالیٰ اس کی طرف ستر بار نظر رحمت فرماتا ہے اور ہر نظر کے بدلے اس کی ستر حاجات پوری کرتا ہے۔ سب سے کم درجے کی حاجت مغفرت ہے چودھویں کو یہ نماز پڑھنا بھی مستحب ہے کیونکہ اس رات کو (عبادات کے ساتھ) زندہ رکھنا بھی مستحسن ہے جس طرح ہم نے فضائل ماہِ رجب میں ذکر کیا ہے تاکہ نمازی اس عزت، فضیلت اور ثواب کو بھی پالے۔

فضائلِ رمضان المبارک

ارشاد خداوندی ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تاکہ تم پرہیز گار ہو جاؤ۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب تم اللہ تعالیٰ سے "يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا" (کا خطاب) سنو تو اس کے لیے اپنے کانوں کو خالی کر دو کیونکہ یہ (خطاب) کسی کام کے حکم یا ممانعت کے لیے ہے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ندا کی لذت سے عبادت کی مشقت اور تکلیف زائل ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا" حرف "يَا" عالم و دانا کی طرف سے خطاب ہے۔ حرف "اَیُّ" "معلوم منادیٰ (جس کو پکارا گیا۔) حرف "ھَا" منادیٰ کو خطاب پر آگاہی ہے۔ "اَلَّذِيْنَ" معرفت سابقہ اور صحبت قدیمہ کی طرف اشارہ ہے۔ لفظ "اٰمَنُوْا" ایک ایسے راز کی طرف اشارہ ہے جو پکارنے والے اور مخاطب کے درمیان ہے۔ جیسے کوئی کہے اے وہ شخص جو میرے باطنی رازوں سے واقف ہے اور وہ اسے جانتا ہے۔ "كُتِبَ عَلَيْكُمْ" "تم پر روزہ رکھنا فرض کیا گیا۔" "الصِّيَام" "مصدر ہے جس طرح تم کہو... "صُمْتُ صِيَامًا وَقُمْتُ قِيَامًا" "صیام کا لغوی معنیٰ رک جانا ہے کہا جاتا ہے" صَامَتِ الرِّيْح" یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب ہوا ٹھہر جائے اور چلنے سے رک جائے جب گھوڑے کھڑے ہو جائیں اور چلنے سے رک جائیں تو کہا جاتا ہے "صَامَتِ الرِّيْح" دوپہر کے وقت جب دن رک جاتا ہے اور برابر ہو جاتا ہے تو کہا جاتا ہے "صَامَ النَّهَار" کیونکہ سورج جب آسمان کے درمیان پہنچتا ہے تو تھوڑی دیر کے لیے ٹھہر جاتا ہے اور چلنے سے رک جاتا ہے جس طرح شاعر کہتا ہے۔

حَتّٰى اِذَا صَامَ النَّهَارُ وَاعْتَدَلَ ۔۔۔ وَسَالَ لِلشَّمْسِ لُعَابٌ فَنَزَلَ

یہاں تک کہ جب دن رک گیا اور برابر ہو گیا ۔۔۔ اور سورج کا لعاب جاری ہو گیا پس وہ اترا۔

جب کوئی شخص گفتگو چھوڑ کر خاموش ہو جائے تو کہا جاتا ہے "صَامَ" یعنی رک گیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنِّىْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا

(حضرت مریم علیہا السلام نے فرمایا) بے شک میں نے رحمٰن کے لیے چپ رہنے کی نذر مانی ہے پس میں آج کسی انسان سے کلام نہیں کروں گی۔

یعنی "صوم" خاموشی کے معنیٰ میں ہے۔
صوم کا شرعی مفہوم کھانے پینے اور جماع کی عام عادت سے رُک جانا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ گناہوں کو بھی ترک کر دینا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ" یعنی تم سے پہلے انبیاء کرام اور گذشتہ امتوں پر بھی فرض کیے گئے۔ ان میں سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ عبدالملک بن ہارون بن عنترہ بواسطہ والد اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سُنا آپ نے فرمایا میں ایک دن دوپہر کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ حجرۂ مبارک میں تشریف فرما تھے۔ میں نے سلام کیا آپ نے سلام کا جواب دینے کے بعد فرمایا اے علی! یہ حضرت جبرئیل ہیں تمہیں سلام کہتے ہیں میں نے جواباً عرض کیا یارسول اللہ! آپ پر اور ان پر بھی سلام ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے قریب ہو جاؤ چنانچہ میں قریب ہو گیا تو آپ نے فرمایا اے علی! حضرت جبرئیل علیہ السلام تمہیں کہتے ہیں ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھو، پہلے دن کے بدلے دس ہزار سال کا ثواب لکھا جائے گا۔ دوسرے دن کے بدلے تیس ہزار سال اور تیسرے دن کے بدلے ایک لاکھ سال کا ثواب لکھا جائے گا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا یہ ثواب صرف میرے لیے ہے یا تمام لوگوں کے لیے عام ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے اور وہ لوگ جو تیرے بعد یہ عمل کریں گے ان کو یہ ثواب عطا فرمائے گا میں نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ کون سے دن ہیں۔ آپ نے فرمایا "ایام بیض"۔ تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخ۔ حضرت عنترہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا ان دنوں کو ایام بیض کیوں کہتے ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین پر اتارا تو سورج کی گرمی نے انھیں جلا دیا حتیٰ کہ جسم مبارک سیاہ ہو گیا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کیا اے آدم علیہ السلام! کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا جسم سفید ہو جائے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا پھر آپ ہر مہینے کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخ کا روزہ رکھیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے پہلا روزہ رکھا تو جسم کا تہائی حصہ سفید ہو گیا۔ دوسرے دن روزہ رکھا تو دوسرا تہائی حصہ سفید ہو گیا اور جب تیسرا روزہ رکھا تو پورا جسم سفید ہو گیا۔ لہٰذا ان دنوں کو ایام بیض کہا گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام ان لوگوں میں سے ہیں جن پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے روزے فرض کیے گئے۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ اور مفسرین کی ایک جماعت کہتی ہے اللہ تعالیٰ نے "الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ" سے نصاریٰ مراد لیے ہیں ان کے روزوں کو ہمارے روزوں سے مشابہت دی گئی کیونکہ دونوں کا وقت اور مقدار ایک ہے اور یہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں پر رمضان المبارک کے روزے فرض کیے۔ یہ بات ان پر گراں گزری کیونکہ رمضان کبھی سخت گرمی میں آتا اور کبھی سخت سردی میں، جس سے ان کو سفر کرنے اور اسباب معیشت کے حصول میں تکلیف اٹھانا پڑتی۔ چنانچہ ان کے علماء اور سردار اس بات پر متفق ہو گئے کہ وہ اپنے روزوں کو سردیوں اور گرمیوں کے درمیان موسم میں متعین کر دیں۔ چنانچہ انھوں نے موسم بہار کو روزوں کے لیے مختص کر دیا اور اس عمل کے کفارے کے طور پر دس دنوں کا اضافہ کر دیا۔ اس طرح چالیس دن کے روزے ہو گئے۔ پھر ان کے ایک بادشاہ کے منہ میں کچھ تکلیف ہو گئی تو اس نے منت مانی کہ اگر وہ اس بیماری سے شفایاب ہو گیا تو روزوں میں ایک ہفتے کا اضافہ کرے گا اور جب وہ بادشاہ مر گیا اور اس کی جگہ دوسرا بادشاہ آ گیا تو اس نے کہا پچاس روزے

پورے کرو۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں عیسائیوں کے ہاں کثرت سے موت واقع ہونا شروع ہوئی تو اس نے کہا روزوں میں مزید اضافہ کرو چنانچہ انھوں نے دس پہلے اور دس بعد میں بڑھا دیے۔ حضرت شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر میں سال بھر روزہ رکھوں تو اس دن افطار کر دوں گا جس میں شک ہے کہ وہ شعبان کا ہے یا رمضان کا۔ اور یہ اس طرح کہ ہماری طرح عیسائیوں پر بھی رمضان کے روزے فرض کیے گئے تھے انھوں نے ان کو ایک موسم کی طرف بدل دیا کیونکہ کبھی وہ سخت گرمیوں میں روزہ رکھتے اور تیس دن شمار کرتے ان کے بعد پھر دوسرے لوگ (دوسری نسل) آئے انھوں نے اپنے آپ پر اعتماد کرتے ہوئے تیس دنوں سے ایک دن پہلے اور ایک دن بعد کا روزہ رکھا۔ بعد میں آنے والے پہلوں کے نقشِ قدم پر چلتے رہے یہاں تک کہ پچاس روزے ہو گئے۔ اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ "كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ" تاکہ تم کھانے پینے اور جماع کرنے سے بچو۔

اہلِ تفسیر نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام جب مدینہ شریف آئے تو اللہ تعالٰی نے ان پر دس محرم کا روزہ اور ہر مہینے سے تین روزے فرض کیے۔ چنانچہ انھوں نے یہ روزے رکھے یہاں تک، غزوۂ بدر سے ایک ماہ پہلے اللہ تعالٰی نے رمضان المبارک کے روزوں کا حکم نازل فرمایا۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا "اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ" یعنی رمضان کا مہینہ تیس دن یا انتیس دن ہے۔ حضرت سعید بن عمر بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہم سے مروی ہے انھوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سُنا آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا میں اور میری امت اُمّی ہیں نہ حساب کرتے ہیں اور نہ مہینے کو لکھتے ہیں ماہ رمضان اس طرح ہے اس طرح اور اس طرح۔ یعنی تیس دن تین بار ہاتھوں کی دس انگلیوں سے اشارہ فرمایا۔ اس کو شہر اس لیے کہتے ہیں کہ یہ مشہور ہے کیونکہ لفظ شہر، شہرت سے ماخوذ ہے۔ اور یہ سفیدی کو کہا جاتا ہے اسی سے ہے شَهَرْتُ السَّيْفَ یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب تلوار کو صیقل کیا جائے۔ چاند طلوع ہو تو کہتے ہیں "شَهُرَ الْهِلَالُ"۔

رمضان کا معنٰی

لفظ رمضان کے معنٰی میں لوگوں کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں رمضان اللہ تعالٰی کے اسمائے گرامی میں سے ایک نام ہے پس کہا جاتا ہے شہر رمضان (رمضان کا مہینہ یعنی اللہ تعالٰی کا مہینہ) جس طرح رجب کو "شہر اللہ الاصم" کہا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے عبد اللہ (اللہ کا بندہ)۔

حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے آباء کرام سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان کا مہینہ اللہ تعالٰی کا مہینہ ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "رمضان" نہ کہو بلکہ اس طرح نسبت کرو جس طرح اللہ تعالٰی نے قرآن پاک میں اسے اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے فرمایا۔ "شہر رمضان"۔ حضرت اصمعی کی روایت ہے حضرت ابو عمرو نے فرمایا اس مہینے کو رمضان اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں گرمی کی وجہ سے اونٹوں کے بچے گرم ہو جاتے ہیں۔

دوسرے لوگوں نے کہا رمضان کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس میں گرمی کی وجہ سے پتھر گرم ہو جاتے تھے رمضا گرم

پکے ہوئے پتھروں کو کہتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ رمضان اس لیے کہتے ہیں کہ اس مہینے میں گناہ جل جاتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات مروی ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس مہینے میں دل، وعظ اور آخرت کی فکر کی گرمی کی سے بہرہ ور ہوتے ہیں جس طرح ریت اور پتھر سورج کی گرمی سے گرم ہو جاتے ہیں۔ خلیل کہتے ہیں یہ لفظ رَمَضٌ سے ماخوذ ہے اور یہ وہ بارش ہے جو موسم خزاں میں برستی ہے اس کو رمضان اس لیے کہتے ہیں کہ یہ مہینہ انسانی بدنوں کو گناہوں سے دھو ڈالتا ہے اور دلوں کو خوب پاک کر دیتا ہے۔

نزول قرآن کا مہینہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ۔

رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن مجید اتارا گیا حضرت عطیہ بن اسود رحمہ اللہ سے مروی ہے انھوں نے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ "إِنَّا أَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ" کا کیا مطلب ہے۔ حالانکہ قرآن پاک تو تمام مہینوں میں اترا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقُرْآنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَأَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ۔ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً۔

ہم نے قرآن پاک کو الگ الگ حصہ کر کے اتارا تاکہ آپ وقفے وقفے کے بعد لوگوں کو پڑھ کر سنائیں۔ اور انھوں نے کہا ان پر پورا قرآن یکبارگی کیوں نہیں نازل ہوا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا قرآن پاک رمضان المبارک کی لیلۃ القدر میں لوح محفوظ سے یکبارگی نازل ہوا اور اسے آسمان دنیا کے بیت العزۃ میں رکھا گیا۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر تھوڑا تھوڑا کر کے لاتے رہے اور تیئیس سال میں اس کی تکمیل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں اس طرف اشارہ ہے۔

فَلَآ أُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ۔ میں نزول قرآن کے اوقات کی قسم کھاتا ہوں۔

حضرت داؤد بن ابی ہند فرماتے ہیں میں نے حضرت شعبی سے کہا رمضان کے مہینے میں قرآن پاک اترا کیا یہ تمام سال اترتا نہیں رہا؟ انھوں نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے لیکن حضرت جبرئیل علیہ السلام رمضان کے مہینے میں اس کا دور کرتے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا پس اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے فیصلہ فرماتا ہے جس کو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے اور جس کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے۔

حضرت شہاب ابن طارق، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا رمضان کی تین راتیں گزرنے پر صحف ابراہیم علیہ السلام نازل ہوئے۔ موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل ہوئی تو رمضان کی چھ راتیں گزر چکی تھیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور نازل ہوئی تو رمضان کی اٹھارہ راتیں گزر چکی تھیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل رمضان کی تیرہ راتیں گزرنے پر نازل ہوئی اور قرآن مجید رمضان المبارک کی چوبیسویں[1] رات کو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] یہ بات واضح ہے کہ قرآن پاک لیلۃ القدر میں نازل ہوا اور چونکہ لیلۃ القدر کی تاریخ متعین نہیں لہٰذا جنھوں نے لیلۃ القدر چوبیسویں رات کو قرار دیا ان کے نزدیک نزول قرآن کی رات بھی وہی ہو گی، ۱۲ ہزاروی۔

پر نازل ہوا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا " هُدًى لِّلنَّاسِ " گمراہی سے ہدایت ہے " وبینات " حلال، حرام، حدود اور احکام کی واضح نشانیاں ہیں۔ " مِنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ " حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والی کتاب ہے۔

رمضان المبارک کے خصوصی فضائل

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان المعظم کے آخری دن ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا " اے لوگو! تم پر ایک بہت باعظمت مہینہ سایہ فگن ہوا ہے یہ مبارک مہینہ ہے اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے اللہ تعالیٰ نے اس میں روزہ رکھنا فرض اور رات کو قیام کرنا نفل قرار دیا جو شخص اس میں ایک نیکی کے ساتھ قربتِ خداوندی چاہے یا ایک فرض ادا کرے تو یہ ایسا ہے جیسے دوسرے مہینوں میں ستر فرض ادا کرے یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے یہ غم خواری کا مہینہ ہے یہ وہ مہینہ ہے جس میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے جو شخص اس میں کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے تو یہ اس کے گناہوں کی بخشش اور جہنم سے آزادی کا سبب ہے اور اسے اس روزہ رکھنے والے کے برابر ثواب ملے گا۔ اور اس کے ثواب میں بھی کمی نہ ہوگی صحابہ کرام نے عرض کیا ہم میں سے ہر آدمی افطار کرانے کے لیے کچھ نہیں پاتا۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ یہ ثواب ہر اس آدمی کو عطا فرماتا ہے جو ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی یا ایک گھونٹ دودھ سے روزہ افطار کروائے۔ اس مہینے کا پہلا عشرہ رحمت، درمیانہ عشرہ مغفرت اور آخری عشرہ جہنم سے آزادی کا باعث ہے جو شخص اس مہینے میں اپنے غلام پر تخفیف کرے اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے اور جہنم سے آزاد کرتا ہے پس اس میں چار عادات کثرت سے اپناؤ دو کاموں سے اپنے رب کو راضی کرو اور دو کام وہ ہیں جن کے بغیر تمہیں چارۂ کار نہیں۔ وہ دو کام جن کے ساتھ تم اپنے رب کو راضی کر دیتے ہو اس بات کی گواہی دینا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور دوسری بات یہ کہ اس سے بخشش مانگو اور دو باتیں جن کے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں وہ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو اور جہنم سے اس کی پناہ مانگو جو شخص اس مہینے میں کسی آدمی کو سیر کر کے کھلاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے میرے حوض سے پانی پلائے گا جس کے بعد وہ کبھی بھی پیاسا نہ ہوگا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کے دروازے اور آسمان کے دروازے رمضان مبارک کی پہلی رات کو کھول دیے جاتے ہیں اور وہ آخری رات تک بند نہیں ہوتے کوئی مومن مرد و عورت ایسا نہیں جو اس کی راتوں میں نماز پڑھے مگر اللہ تعالیٰ اس کے ہر سجدے کے بدلے اس کے لیے ایک ہزار سات سو نیکیاں لکھ دیتا ہے اور اس کے لیے جنت میں سرخ یاقوت کا مکان بناتا ہے جس میں ستر ہزار دروازے ہیں۔ ان میں ہر دروازے کے سونے سے بنے ہوئے دو تختے ہیں جو سرخ یاقوت سے مرصع ہیں۔ جب وہ رمضان المبارک کا پہلا روزہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دیتا ہے یہ رمضان کے آخر تک ہوتا ہے اور یہ دوسرے رمضان تک کفارہ بن جاتا ہے۔ اور ہر روزے کے بدلے اس کے لیے جنت میں ایک محل ہوگا جس کے ایک ہزار دروازے سونے سے بنے ہوں گے اور ستر ہزار فرشتے صبح سے لے کر آفتاب کے چھپ جانے تک اس کے لیے بخشش مانگتے ہیں وہ دن اور رات میں جو سجدے کرتا ہے ہر سجدے کے بدلے اس کے لیے جنت میں ایک درخت ہوگا جس کے سائے میں

سوار سو سال تک چلے گا پھر بھی ختم نہ ہو گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی طرف نظر فرماتا ہے اور جب وہ کسی بندے کی طرف نظر فرماتا ہے تو اسے کبھی بھی عذاب نہیں دے گا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہزاروں لوگ جہنم سے آزاد کیے جاتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیطانوں کو بیڑیاں ڈال دی جاتی ہیں۔

حضرت نافع بن بردہ، حضرت ابو مسعود غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا جو شخص ماہ رمضان کا ایک روزہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن حُورعین میں سے زوجہ عطا فرمائے گا جو ایسے موتی سے بنے ہوئے خیمہ میں ہو گی جو اندر سے خالی ہے اور جس کی تعریف اللہ تعالیٰ نے یوں فرمائی ہے:" حُوْرٌ مَّقْصُوْرَاتٌ فِي الْخِيَامِ "خیمہ میں پوشیدہ حوریں ہیں ان میں سے ہر عورت پر ستر قیمتی لباس ہوں گے ہر جوڑے کا رنگ الگ ہو گا۔ اور ستر قسم کی خوشبو سے بسے ہوں گے ہر ایک کی خوشبو دوسری خوشبو سے الگ ہوگی اور اسے سرخ یاقوت کے ستر تخت دیے جائیں گے جن پر موتی جڑے ہونگے۔ ہر تخت پر ستر بچھونے ہوں گے ہر بستر پر ایک مسند ہوگی ہر عورت کی ضروریات کے لیے ستر ہزار خدمت گار ہوں گے اس کے خاوند کے لیے بھی ستر ہزار خدام ہوں گے ہر خادم کے پاس سونے کا ایک پیالہ ہوگا جس میں ایک قسم کا کھانا ہوگا دوسرے لقمہ کی جو لذت ہوگی وہ پہلے میں نہیں پائے گا اس کی زوجہ کو بھی سرخ یاقوت سے بنا ہوا اسی قسم کا تخت دیا جائے گا یہ رمضان المبارک کے ہر روزے کے بدلے میں ہوگا دیگر نیکیوں کا حساب الگ ہے۔

رمضان المبارک کی برکات

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں انھوں نے نبی اکرمؐ سے سُنا آپ نے فرمایا رمضان المبارک کے استقبال کے لیے جنت کو ایک سال سے دوسرے سال تک آراستہ کیا جاتا ہے۔ جب رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو عرش کے نیچے سے ہوا چلتی ہے جس کو مثیرہ کہا جاتا ہے اس سے جنت کے پتے ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں اور دروازوں کی کنڈیاں کھڑکتی ہیں اور ایک ایسی اچھی راگ والی آواز پیدا ہوتی ہے کہ سننے والوں نے اس سے اچھی آواز کبھی نہیں سنی حوریں آراستہ ہو کر جنت کے بالاخانوں پر کھڑی ہو جاتی ہیں اور آواز دیتی ہیں کیا کوئی ایسا شخص ہے جو نکاح کا پیغام دے تو اللہ تعالیٰ اس کا نکاح کر دے پھر رضوان فرشتے سے پوچھتی ہیں یہ رات کیسی ہے؟ وہ ان کو لبیک کہتے ہوئے جواب دیتا ہے اے نیک سیرت خوبصورت حورو! یہ رمضان المبارک کی پہلی رات ہے۔ اس میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے روزے داروں کے لیے جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے رضوان! جنت کے دروازے کھول دے اے مالک (جہنم کے داروغے کا نام) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے روزے داروں پر جہنم کے دروازے بند کر دو اے جبرئیل

علیہ السلام! زمین میں اتر جاؤ اور سرکش شیطانوں کو بیڑیوں سے جکڑ دو اور ان کے گلے میں طوق ڈال دو پھر ان کو دریاؤں کے گرداب میں ڈال دو تاکہ وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کو فساد میں مبتلا نہ کریں کہ ان کے روزے مجھے محبوب ہیں۔ رمضان المبارک کی ہر رات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تین بار اعلان ہوتا ہے کیا کوئی مانگنے والا ہے جس کا سوال پورا کردوں کیا کوئی توبہ کرنے والا ہے اس کی توبہ قبول کردوں؟ کیا کوئی بخشش مانگنے والا ہے کہ اسے بخش دوں کون شخص ایسے غنی کو قرض دیتا ہے جو ضائع نہیں کرتا اور ظلم وزیادتی کے بغیر پورا کرتا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ افطار کے وقت لاکھوں گنہگاروں کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے حالانکہ وہ سب جہنم کے مستحق ہو چکے تھے۔ جب جمعہ کی رات اور جمعہ کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر ساعت میں لاکھوں گنہگاروں کو جو جہنم کے مستحق ہو چکے تھے آزاد کرتا ہے جب ماہِ رمضان کا آخری دن ہوتا ہے تو اول سے آخر تک آزاد کیے گئے لوگوں کے برابر آزاد کرتا ہے۔ جب لیلۃ القدر ہوتی ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتوں کے ایک گروہ کے ساتھ زمین کی طرف اترتے ہیں ان کے پاس ایک سبز جھنڈا ہوتا ہے جسے وہ خانہ کعبہ کی چھت پر گاڑ دیتے ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے چھ سَو پَر ہیں جنھیں وہ لیلۃ القدر میں کھولتے ہیں۔ چنانچہ جب وہ اس رات اپنے پَروں کو کھولتے ہیں، تو یہ پَر مشرق ومغرب سے تجاوز کر جاتے ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کو اس امت کے درمیان داخل ہونے کا حکم دیتے ہیں چنانچہ وہ داخل ہوکر ہر اس شخص کو سلام کرتے ہیں جو نماز کی حالت میں کھڑا ہوتا ہے اور ذکرِ الٰہی میں مشغول ہوتا ہے فرشتے ان سے مصافحہ کرتے ہیں اور ان کی دعا پر آمین کہتے ہیں یہاں تک کہ صبح طلوع ہو جاتی ہے پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام اعلان کرتے ہیں اے اللہ تعالیٰ کے دوستو! چل پڑو۔ وہ پوچھتے ہیں اے جبرائیل علیہ السلام! اللہ تعالےٰ نے امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی حاجات کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ وہ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی طرف نظر فرماتا ان کو معاف کرتا اور بخش دیتا ہے۔ البتہ چار آدمی مستثنیٰ ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ چار آدمی یہ ہیں۔ عادی شرابی، والدین کا نافرمان۔ رشتہ داری ختم کرنے والا، اور حسن، عرض کیا گیا یا رسول اللہ! مشاحن کون ہے؟ آپ نے فرمایا (مسلمان بھائی سے) قطع تعلق کرنے والا ——

اور جب عید الفطر کی رات ہوتی ہے تو اس رات کا نام لیلۃ الجائزہ رکھا گیا ہے۔ عید الفطر کی صبح اللہ تعالیٰ فرشتوں کو تمام شہروں میں پھیلا دیتا ہے وہ زمین کی طرف اترتے ہیں، گلیوں کے کناروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایسی آواز کے ساتھ پکارتے ہیں جسے جنوں اور انسانوں کے سوا تمام مخلوق سنتی ہے وہ کہتے ہیں اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنے کریم رب کی طرف نکلو وہ تمام بزرگی عطا فرمائے گا اور بڑے گناہ بخش دے گا۔ جب وہ عید گاہ میں پہنچتے ہیں تو اللہ تعالےٰ فرشتوں سے پوچھتا ہے جب مزدور کام کرلے تو اس کی مزدوری کیا ہے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں اے ہمارے معبود اور سردار! اسے پوری اجرت دی جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے رمضان میں ان کے روزوں اور قیام کا ثواب اپنی رضا اور مغفرت رکھی ہے پھر فرماتا ہے اے میرے بندو! مجھ سے سوال کرو مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم آج اس جماعت میں تم اپنی آخرت کے لیے جو کچھ مانگو گے عطا کردوں گا اور دنیا کے لیے جو دعا مانگو گے وہ بھی عطا کردوں گا۔ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! جب تک تم مجھ سے ڈرتے رہو گے میں تمہارے گناہ پر پردہ ڈالوں گا۔ مجھے اپنی عزت کی قسم میں تمہیں سزا پانے

والوں کے درمیان ذلیل ورسوا نہیں کروں گا اس حالت میں گھروں کو واپس جاؤ کہ تمہارے گناہ بخش دیے گئے تم نے مجھے راضی کیا میں نے تمہیں خوش کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس پر فرشتے خوش ہوتے اور اس اعزاز کی بشارت دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف اس امت کو اختتام رمضان پر حاصل ہوتا ہے۔

حضرت ضحاک بن مزاحم، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی مفہوم نقل کرتے ہیں دونوں حدیثوں کے الفاظ قریب قریب ہیں۔

حضرت ابومسعود غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جب رمضان کا چاند چڑھا تو آپ نے فرمایا اگر بندگانِ خدا کو معلوم ہوتا کہ رمضان شریف میں کیا کچھ ہے تو وہ تمنا کرتے کہ یہ مہینہ ایک سال کا ہو۔ قبیلہ خزاعہ کے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! بیان فرمائیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت سال کے شروع سے آخر تک رمضان المبارک کے لیے سجائی جاتی ہے یہاں تک کہ جب اس کی پہلی رات ہوتی ہے تو عرش کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے جس سے جنتی درختوں کے پتے مسلسل حرکت کرتے ہیں اور حورعین اس کی طرف دیکھتی اور کہتی ہیں اے ہمارے رب! اس مہینے میں اپنے بندوں میں سے ہمارے لیے جوڑے بنا جن کو دیکھ کر ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ہم ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک بنیں۔ لہٰذا جو شخص رمضان کے روزے رکھتا ہے اللہ تعالیٰ حوروں میں سے ایک حور اس کے نکاح میں دیتا ہے جو ایسے مروارید کے خیمے میں ہے جو اندر سے خالی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی تعریف یوں فرمائی ہے۔ "حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ۔" خیموں میں محفوظ حوریں ہیں ــــ ان میں سے ہر عورت پر ستر قیمتی لباس ہوں گے ہر جوڑے کا رنگ دوسرے سے مختلف ہوگا اور ستر قسم کی خوشبو دی جائے گی ہر خوشبو الگ رنگ کی ہوگی۔ ہر حور ایک ایسے تخت پر ہوگی جو یاقوت سے بنا ہوگا اور اس پر مروارید جڑے ہوں گے۔ ان تختوں پر ستر فرش بچھے ہوں گے جن کے استر استبرق کے ہوں گے ہر فرش کے اوپر ستر تخت ہوں گے جو آراستہ و مزین ہوں گے۔ ہر عورت کے پاس خدمت کے لیے ستر ہزار خدام ہوں گے اس کے شوہر کے لیے بھی ستر ہزار خدام ہوں گے۔ ہر خادم کے ہاتھ میں سونے کا ایک پیالہ ہوگا جس میں ایک قسم کا کھانا ہوگا اس کھانے کے آخر میں پہلے لقمے کی نسبت زیادہ لذت پائے گا۔ اس کے خاوند کو بھی سرخ یاقوت کے تخت پر اسی قسم کے کھانے ملیں گے نیز اسے سونے کے دو کنگن پہنائے جائیں گے جو یاقوت سے مرصع ہوں گے۔ یہ اس شخص کے لیے ہے جس نے رمضان المبارک کے روزے رکھے دیگر نیکیاں اس کے علاوہ ہیں۔

حضرت قتادہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ جو نہایت بزرگ و برتر ہے جنتیوں کے خازن رضوان کو آواز دیتا ہے وہ کہتا ہے میں حاضر ہوں اور آپ کا حکم بجا لاتا ہوں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لیے جنت کو آراستہ کرو۔ پھر مہینے کے اختتام تک اسے بند نہ کرو پھر جہنم کے خازن مالک کو پکارتا ہے وہ عرض کرتا ہے اے رب! میں حاضر ہوں اور حکم بجا لانے والا ہوں ــــ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے امت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے داروں پر جہنم کے دروازے بند کر دو اور مہینہ ختم ہونے تک نہ کھولو۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام کو پکارتا ہے وہ عرض کرتے ہیں یا اللہ! حاضر و مطیع ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے زمین میں اترجاؤ اور

شیطانوں کو قید کر دو تاکہ حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے روزوں اور افطار کو خراب نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ رمضان المبارک کے ہر دن سورج کے طلوع و غروب کے وقت مردوں اور عورتوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے ہر آسمان میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک منادی ہے۔ ان کے درمیان ایک فرشتہ ہے جس کی چوٹی عرش الٰہی کے نیچے اور پاؤں ساتویں زمین کے نیچے ہیں۔

اس کا ایک پَر مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ہے جو مرجان، موتیوں اور جواہرات سے مرصع ہیں اعلان کرتا ہے کوئی توبہ کرنے والا ہے جس کی توبہ قبول کی جائے؟ کوئی دعا مانگنے والا ہے جس کی دعا قبول کی جائے؟ کوئی مظلوم ہے اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرمائے؟ ہے کوئی بخشش مانگنے والا جسے اللہ تعالیٰ بخش دے؟ ہے کوئی مانگنے والا اللہ تعالیٰ اس کو سوال کے مطابق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پورا مہینہ ندا جاری رہتی ہے۔ اے میرے بندو! اور کنیزو! خوش ہو جاؤ، صبر کرو اور ہمیشہ عبادت کرو عنقریب میں تم سے رنج و تکلیف دور کر دوں گا اور تمہیں اپنی رحمت و کرامت تک پہنچاؤں گا۔ اور جب لیلۃ القدر ہوتی ہے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ اترتے ہیں، اور ہر اس شخص کے لیے رحمت کی دعا مانگتے ہیں جو کھڑے یا بیٹھے اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف ہوتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو بولنے کی اجازت فرمائے تو وہ روزہ داروں کو جنت کی خوشخبری دیں۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزے دار کی نیند عبادت ہے۔ اس کی خاموشی تسبیح ہے، اس کی دعا مستجاب ہے اور اس کا عمل دو چند ہوتا ہے۔ حضرت اعمش، حضرت ابو خثیمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا صحابہ کرام فرمایا کرتے تھے، رمضان دوسرے رمضان تک، حج دوسرے حج تک، جمعہ دوسرے جمعہ تک اور نماز دوسری نماز تک درمیان کے گناہوں کے لیے کفارہ ہے بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جب رمضان کا مہینہ داخل ہوتا تو آپ فرماتے ایسے مہینے کا آنا مبارک ہو جو مکمل طور پر بھلائی ہے اس کے دن میں روزہ اور رات میں قیام ہوتا ہے۔ اس میں خرچ کرنا اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے برابر ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ایمان کے ساتھ طلب ثواب کے لیے رمضان کا روزہ رکھا اس کے گذشتہ گناہ اور آئندہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں ــــــ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا انسان جو بھی نیکی کرتا ہے اس کا ثواب دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک دیا جاتا ہے۔ البتہ روزے کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ بندہ میری رضا جوئی کے لیے اپنی خواہشات، کھانا اور پینا ترک کرتا ہے۔ روزہ ڈھال ہے اور روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی روزہ افطار کرتے وقت ہوتی ہے اور دوسری خوشی اپنے رب سے ملاقات کے وقت ہوگی۔

ہمیں ابوالبرکات سقفی نے خبر دی انھوں نے اپنی سند کے ساتھ یزید بن ہارون سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں ہمارے سامنے مسعودی نے بیان فرمایا کہ جو شخص رمضان کی کسی رات نفلوں میں "اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا

پڑھے وہ اس سال محفوظ و مامون رہتا ہے۔

ماہِ رمضان کی عظمت

لفظ رمضان پانچ حروف پر مشتمل ہے حرف راء اللہ تعالیٰ کی رضا سے، میم اللہ تعالیٰ کی محبت سے۔ ضاد، اللہ تعالیٰ کی ضمانت سے، الف، اللہ تعالیٰ کی الفت سے اور نون اللہ تعالیٰ کے نور سے لیا گیا۔ پس یہ مہینہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں اور نیک لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضا، محبت، ضمانت، الفت، نور، بخشش اور بزرگی کا مہینہ ہے ـــــ کہا گیا ہے کہ باقی مہینوں میں رمضان ایسے ہی ہے جیسے سینے میں دل۔ عام لوگوں میں انبیاء کرام اور شہروں میں حرم شریف ہے حرم سے دجال لعین کو روکا گیا اور رمضان شریف میں شیطان قید کر دیے جاتے ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام مجرموں کی سفارش کرنے والے ہیں اور رمضان المبارک روزہ داروں کا شفیع ہے۔ دل معرفت اور ایمان کے نور سے مزین ہے اور ماہ رمضان تلاوتِ قرآن کے نور سے مزین و منور ہے۔ رمضان کے مہینے میں جس کی بخشش نہ ہوئی وہ کس مہینے میں بخشا جائے گا۔ لہٰذا انسان کو چاہیے کہ توبہ کا دروازہ بند ہونے سے پہلے توبہ کرے اور اس سے پہلے توبہ کرے کہ وقتِ توبہ ختم ہو جائے اور اس سے پہلے روئے کہ رونے اور رحمت کا وقت ختم ہو جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت جب تک رمضان کی عظمت برقرار رکھے ذلیل نہ ہوگی۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان کی ذلت کیا ہے؟ فرمایا کسی شخص نے رمضان میں حرام کا ارتکاب کیا یا برا عمل کیا، شراب پی یا زنا کا ارتکاب کیا اس سے رمضان المبارک (کا عمل) قبول نہ ہوگا۔ اور آئندہ رمضان تک پورا سال فرشتے اور آسمان والے اس پر لعنت بھیجتے ہیں اور اگر وہ آئندہ رمضان سے پہلے مر جائے تو اللہ کے ہاں اس کی کوئی نیکی نہ ہوگی۔

تمام مہینوں کا سردار

کہا گیا ہے کہ انسانوں کے سردار حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ اہلِ عرب کے سردار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ایرانیوں کے سردار حضرت سلمان فارسی ہیں۔ اہل روم کے سردار حضرت صہیب ہیں۔ حبشہ والوں کے سردار حضرت بلال ہیں۔ (رضی اللہ عنہم) بستیوں کا سردار مکہ مکرمہ، وادیوں کی سردار وادیٔ بیت المقدس، دنوں کا سردار یوم جمعہ، راتوں کی سردار لیلۃ القدر، کتابوں کا سردار قرآن پاک۔ سورۂ بقرہ کی سردار آیۃ الکرسی، پتھروں کا سردار حجرِ اسود، کنووں کا سردار زمزم، لاٹھیوں کی سردار موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہے۔ مچھلیوں کی سردار وہ مچھلی ہے جس کے پیٹ میں حضرت یونس علیہ السلام تھے۔ اونٹنیوں کی سردار حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی، سواریوں کی سردار براق، انگوٹھیوں کی سردار حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی اور مہینوں کا سردار رمضان المبارک کا مہینہ ہے۔

لیلۃ القدر کے فضائل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ۔ بے شک ہم نے اس کو قدر والی رات میں اتارا۔

" اَنۡزَلۡنَاہُ " میں مفعول کی ضمیر قرآن پاک سے کنایہ ہے اللہ تعالیٰ نے اسے لوح محفوظ سے لکھنے والے فرشتوں کی جماعت کی طرف آسمان دنیا پر اتارا۔ اس رات کو قرآن پاک کا اتنا حصہ لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر نازل ہوتا جتنا اس سال میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ پر لے کر آتے یہاں تک کہ پورا قرآن رمضان المبارک کی لیلۃ القدر میں لوحِ محفوظ سے آسمان دنیا پر اتارا گیا۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور آپ کے علاوہ دیگر مفسرین کے نزدیک " اَنۡزَلۡنَاہُ " میں مفعول کی ضمیر " ہ " سے مراد یہ ہے کہ ہم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو یہ سورت اور باقی تمام قرآن دے کر لکھنے والے فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ لیلۃ القدر میں اتارا۔ اس کے بعد قرآن پاک تھوڑا تھوڑا کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتا رہا حتیٰ کہ تیئیس سال میں مکمل نازل ہو گیا اور یہ نزول (لیلۃ القدر سے خاص نہیں) بلکہ تمام مہینوں، راتوں اور دنوں اور اوقات سے متعلق ہے۔ " لیلۃ القدر " عظیم رات کو کہتے ہیں بعض نے کہا حکم کی رات

لیلۃ القدر کی وجہ تسمیہ

اس رات کو لیلۃ القدر اس لیے کہتے ہیں کہ تعظیم اور قدر والی رات ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس رات میں آنے والے سال میں ہونے والے تمام معاملات کا اندازہ کرتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا " وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِ " یعنی اے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر اللہ تعالیٰ آپ کو نہ بتاتا تو آپ اس کی عظمت پر مطلع نہ ہوتے پس ہر وہ بات جو قرآن پاک میں " وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ " (ماضی) کے ساتھ مذکور ہوئی اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے آگاہ کیا اور قرآن پاک میں " وَمَا يُدۡرِيۡكَ " کے الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ (ابھی تک) اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس پر مطلع نہیں فرمایا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے " وَمَا يُدۡرِيۡكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوۡنُ قَرِيۡبًا " اور تمہیں کیا معلوم شاید قیامت قریب ہو۔۔۔۔ اور آپ کے لیے (ابھی تک) اس کا وقت ظاہر نہ کیا۔ " لیلۃ القدر " یعنی عظمت و حکمت والی رات، کہا گیا ہے کہ یہ " لیلۃ مبارکۃ " ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا " اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ فِىۡ لَيۡلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ فِيۡهَا يُفۡرَقُ كُلُّ اَمۡرٍ حَكِيۡمٍ " بے شک ہم نے اس کو مبارک رات میں اتارا ہے جس میں ہر حکمت والے کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ پھر ارشاد فرمایا " لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِ خَيۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ " یعنی اس رات کا عمل ایسی ہزار راتوں کے عمل سے بہتر ہے جن میں یہ رات نہ ہو۔ کہا جاتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جس قدر اللہ تعالیٰ کے ارشاد: " خَيۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ " سے خوشی حاصل ہوئی اس قدر خوشی کسی بات سے نہیں ہوئی۔ اور یہ اس طرح کہ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے بنی اسرائیل کے چار آدمیوں کا ذکر فرمایا کہ انھوں نے اسّی سال اللہ تعالیٰ کی پلک جھپکنے کے برابر بھی اس کی نافرمانی نہ کی اور آپ نے حضرت ایوب، حضرت زکریا، حضرت حزقیل، اور حضرت یوشع بن نون علیہم السلام کا بھی تذکرہ کیا۔ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تعجب ہوا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اور آپ کے صحابہ کرام ان لوگوں کے اسّی سال یوں عبادت کرنے پر تعجب کا اظہار کیا کہ انھوں نے پلک جھپکنے کے برابر بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی بہتر چیز اتاری ہے۔ پھر

انھوں نے سورۂ قدر پڑھی اور کہا یہ اس سے بہتر ہے جس پر آپ اور آپ کے صحابہ کرام متعجب ہیں۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر بہت خوش ہوئے۔

حضرت یحییٰ بن نجیح کہتے ہیں بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک ہزار سال ہتھیار بند رہا، اس نے اپنے ہتھیار کبھی نہ اتارے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ بات بیان فرمائی تو صحابہ کرام کو تعجب ہوا اس پر اللہ تعالیٰ نے "لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ" نازل فرمائی یعنی تمہارے لیے لیلۃ القدر ان ہزار مہینوں سے بہتر ہے جن میں اس شخص نے ہتھیار پہن رکھے اور کبھی نہ اتارے کہا گیا ہے کہ اس شخص کا نام شمعون تھا اور یہ بنی اسرائیل میں عبادت گزار تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کا نام شمسون تھا۔

"تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ" یعنی فرشتے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام غروب آفتاب سے طلوع فجر تک اترتے ہیں، حضرت ضحاک، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ روح انسانی صورت میں عظیم مخلوق ہے اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ۔" اور یہ فرشتہ ہے جو قیامت کے دن فرشتوں کے ساتھ تنہا کھڑا ہوگا۔ حضرت مقاتل فرماتے ہیں کہ وہ فرشتہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہترین فرشتہ ہے دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ وہ فرشتہ ہے جس کا چہرہ انسانی صورت کے مطابق اور جسم فرشتوں کے جسم کی طرح ہے وہ اپنی خلقت کے اعتبار سے مخلوق میں سے بہت بڑا ہے وہ اور دوسرے فرشتے ایک صف میں کھڑے ہوں گے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا" جس دن روح اور فرشتے صف بنائے کھڑے ہوں گے لیلۃ القدر میں، "بِإِذْنِ رَبِّهِمْ" اپنے رب کے حکم سے "مِنْ كُلِّ أَمْرٍ" ہر بھلائی کے ساتھ، "سَلَامٌ هِيَ" یعنی یہ رات محفوظ ہے "مَطْلَعِ الْفَجْرِ" طلوع فجر تک یہ رات محفوظ و سالم ہے۔ نہ اس میں کوئی بیماری پیدا ہوتی ہے اور نہ جادو وغیرہ کا اثر "مَطْلَعِ الْفَجْرِ" لام کی زبر کے ساتھ طلوع مراد ہے جبکہ لام کی زیر کے ساتھ اس جگہ کو کہتے ہیں جس میں سورج طلوع ہوتا ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ سلام سے مراد ملائکہ زمین والے مومنوں کو سلام کہنا ہے وہ کہتے ہیں "سلام سلام" یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے۔

لیلۃ القدر کی تلاش

رمضان المبارک کی آخری دس راتوں میں لیلۃ القدر کو تلاش کیا جائے لیکن زیادہ پکی بات ستائیسویں رات کے بارے میں ہے۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک آخری عشرہ کی تمام راتیں برابر ہیں کسی رات کو دوسری راتوں پر فضیلت حاصل نہیں۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اکیسویں رات زیادہ مؤکد ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ انتیسویں رات ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہی مذہب ہے۔ حضرت ابوبریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ تیئسویں رات ہے۔ حضرت ابوذر اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ پچیسویں رات ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ یہ چوبیسویں رات ہے، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں یہ انتیسویں رات ہے۔ انتیسویں رات کی زیادہ تاکید کی دلیل (واللہ اعلم) امام حنبل رضی اللہ کی وہ روایت ہے جسے آپ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا آپ فرماتے ہیں صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم ہمیشہ آخری عشرہ کے اپنے خواب حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرتے ایک بار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے تمہارے خواب دکھائے گئے۔

جو شخص لیلۃ القدر کو تلاش کرنا چاہے وہ آخری عشرہ کی ساتویں رات میں تلاش کرے۔ یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے عرض کیا ہے میں نے راتوں میں غور کیا تو میں نے ستائیسویں رات کو زیادہ بہتر جانا۔ انھوں نے وہی بات بیان فرمائی جو ابھی ہم سات کے ذکر میں بتائیں گے انھوں نے فرمایا آسمان سات ہیں، زمین سات ہیں، راتیں سات ہیں، دریا سات، صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے چکر سات، بیت اللہ شریف کے طواف میں سات (چکر) جمروں کی کنکریاں سات، انسانی تخلیق کے مراحل سات، اس کا رزق سات (دانوں) سے ہے۔ اس کے چہرے میں سات سوراخ ہیں۔ خواتیم سات ہیں سورۂ فاتحہ کی سات آیات ہیں۔ قرآن پاک کی قرأت سات طریقوں سے ہے دوبار اترنے والی آیات سات ہیں (سورۂ فاتحہ) سجدہ سات اعضاء پر ہوتا ہے۔ جہنم کے دروازے سات ہیں اور اس کے نام بھی سات ہیں۔ اس کے درجے سات ہیں، اصحاب کہف سات ہیں، قوم عاد آندھی کے ساتھ سات راتوں میں ہلاک ہوئی۔ حضرت یوسف علیہ السلام قید خانے میں سات سال رہے۔ سورۂ یوسف میں مذکورہ گائیں سات ہیں۔ قحط سالی کے سال سات اور فراخی دل کشادگی کے سال سات ہیں۔ پانچ نمازوں کی سترہ رکعتیں ہیں (یعنی فرائض) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سات روزے رکھو جب تم (حج سے) واپس آؤ۔ نسب سے سات عورتیں حرام ہیں اور سسرالی رشتے سے سات عورتیں حرام ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کتا برتن میں منہ مارے تو اسے سات بار دھوؤ[۱]، ایک بار مٹی کے ساتھ دھونا چاہیے۔ سورۂ قدر کے حروف "وھی سلام"، تک ستائیس ہیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام سات سال آزمائش میں رہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میری عمر سات سال تھی جب حضور علیہ السلام نے مجھ سے نکاح کیا۔ موسم سرما کا اختتام سات دنوں سے ہوتا ہے۔ ماہِ شباط (فروری) کے آخری تین اور ماہِ آخر (مارچ) کے پہلے چار دن ———

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے شہید سات ہیں۔ اللہ کی راہ میں قتل ہونے والا، طاعون سے فوت ہونے والا۔ سِل کی مرض سے مرنے والا، ڈوب کر مرنے والا، جل کر مرنے والا، پیٹ کی بیماری سے مرنے والا اور بچے کی پیدائش سے مرنے والی عورتیں۔ اللہ تعالیٰ نے سات چیزوں کی قسم کھائی ہے "وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا" سے "وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا"، تک۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قد مبارک اپنے زمانے کے گزوں کے مطابق سات گز تھا۔

جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ اکثر اشیاء سات سات ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو آگاہ فرمایا کہ لیلۃ القدر ستائیس رمضان المبارک ہے۔ ارشاد فرمایا "سلام ھی حتی مطلع الفجر"، معلوم ہوا کہ یہ ستائیسویں رات ہے۔

---

[۱] امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جس برتن میں کتا منہ ڈالے اسے تین بار دھویا جائے تو پاک ہو جاتا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کتے کے برتن چاٹنے سے اسے تین بار دھویا جائے۔ جس حدیث میں سات بار کا ذکر ہے وہ ابتداء اسلام کی بات ہے کیونکہ شروع شروع میں کتوں کے معاملے میں سختی برتی گئی تھی (ہدایہ مع عینی) ۱۲ ہزاروی۔

جمعہ کی رات افضل ہے یا لیلۃ القدر

ہمارے اصحاب کا اس میں اختلاف ہے۔ شیخ ابو عبداللہ بن بطہ، شیخ ابوالحسن جزری اور ابوحفص عمر برمکی رحمہم اللہ فرماتے ہیں جمعۃ المبارک کی رات افضل ہے۔ حضرت ابوالحسن تمیمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قدر والی راتوں میں سے جس رات قرآن پاک نازل ہوا وہ رات جمعہ کی رات سے افضل ہے۔

اکثر علماء فرماتے ہیں کہ لیلۃ القدر جمعہ کی رات اور دیگر راتوں سے افضل ہے۔ ہمارے اصحاب نے اس روایت کی بنیاد پر یہ موقف اختیار کیا جسے امام ابویعلیٰ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا آپ فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جمعہ کی رات کو اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کی بخشش فرماتا ہے"۔ اور یہ فضیلت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی دوسری رات کے بارے میں منقول نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا روشن رات اور روشن دن میں مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو۔ یہ جمعہ کی رات اور دن ہے (الغراءُ کا لفظ مستعمل ہوا) غرہ بہتر چیز کو کہتے ہیں۔ نیز جمعہ کی رات دن کے تابع ہوتی ہے اور جمعۃ المبارک کے دن کے بارے میں جس قدر فضیلت آئی ہے لیلۃ القدر کے دن کے بارے میں نہیں آئی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک جمعۃ المبارک سے زیادہ باعظمت اور محبوب دن پر سورج طلوع نہیں ہوا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورج کسی ایسے دن پر طلوع ہوتا ہے نہ ہی غروب ہوتا ہے جو جمعہ کے دن سے افضل ہو۔ انسانوں اور جنوں کے علاوہ ہر چوپایہ جمعہ کے دن سے ڈر کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن، دنوں کو ان کی شکلوں پر اٹھائے گا اور جمعۃ المبارک کو اس طرح اٹھائے گا کہ روشن اور چمکتا ہو گا اور اہل جمعہ اس کے گرد اس طرح جمع ہوں گے جس طرح دلہن کو دولہا کے گھر لے جایا جاتا ہے وہ ان کے لیے روشن ہو گا اور لوگ اس کی روشنی میں چلیں گے ان کے رنگ برف کی طرح سفید ہوں گے۔ خوشبو کستوری کی طرح ہو گی اور کافور کے پہاڑوں میں اتریں گے۔ میدان قیامت میں کھڑے تمام لوگ اس کی طرف دیکھیں گے اور تعجب کرتے ہوئے دیکھتے چلے جائیں گے۔ ان سے آنکھ نہیں ہٹائیں گے یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

اگر کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی "لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ" کا جواب کیا ہو گا تو اس کے جواب میں کہا جائے گا اس سے مراد وہ ہزار مہینے ہیں جن میں جمعہ کی رات نہ ہو جس طرح ان کے نزدیک وہ ہزار مہینے مراد ہیں جن میں لیلۃ القدر نہ ہو۔

دوسری بات یہ ہے کہ جمعہ کی رات جنت میں باقی ہو گی کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ کی زیارت ہو گی اور جمعہ کی رات دنیا میں قطعی طور پر معلوم ہے جبکہ لیلۃ القدر کا تعین ظنی ہے یقینی نہیں۔

تمیمی وغیرہ علماء کے نزدیک لیلۃ القدر کے افضل ہونے کی وجہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی "خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ" ہے ایک ہزار مہینے تراسی سالوں اور چار مہینوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔
کہا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ کی امت کی عمریں پیش کی گئیں تو آپ نے ان کو کم خیال فرمایا

اس پر آپ کو لیلۃ القدر عطا کی گئی۔

حضرت مالک بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے ایک باوثوق آدمی سے سُنا انھوں نے فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے لوگوں کی یا جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے چاہا، عمروں کو دیکھا تو آپ نے اپنی امت کی عمروں کو کم خیال فرمایا کہ وہ دوسروں جتنے اعمال نہیں کر سکیں گے۔ کیونکہ ان کی عمریں طویل تھیں اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو لیلۃ القدر عطا فرمائی جو ایک ہزار مہینے سے بہتر ہے۔

حضرت مالک بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص لیلۃ القدر میں عشاء کی نماز میں حاضر ہوا اسے لیلۃ القدر سے حصہ مل گیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا جس نے (لیلۃ القدر میں) مغرب اور عشاء کی نماز جماعت سے پڑھی اس نے لیلۃ القدر سے حصہ پالیا۔ اور جس نے سورۃ "القدر" پڑھی گویا اس نے قرآن کا چوتھائی حصہ پڑھا۔ رمضان کی نماز میں اس سورت کا پڑھنا مستحب ہے۔

لیلۃ القدر مخفی کیوں ہے؟

اگر کوئی شخص کہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو لیلۃ القدر سے قطعی طور پر کیوں نہیں مطلع کیا جس طرح جمعہ کی رات یقینی طور پر بتا دی گئی ہے اس شخص کے بارے میں کہا جائے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ صرف اس رات کے عمل پر بھروسا نہ کر بیٹھیں اور کہیں کہ ہم نے ایسی رات میں عمل کیا ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمیں بخش دیا۔ اس کے ہاں ہمیں درجات اور جنت حاصل ہو گئی لہٰذا اب کوئی عمل نہ کرو اور مطمئن ہو جاؤ اس طرح ان پر امید غالب ہو جاتی اور وہ ہلاک ہو جاتے۔

لیلۃ القدر کا مخفی رکھنا اسی طرح ہے جس طرح ان کو موت کا وقت نہ بتایا گیا تاکہ طویل عمر والا شخص یہ نہ کہے کہ میں خواہشات ولذات اور دنیوی نعمتوں کی پیروی کروں گا جب میری موت کا وقت قریب ہوگا تو بہ کر لوں گا اور اپنے رب کی عبادات میں مشغول ہو جاؤں گا اس طرح میں توبہ کرنے والا اور نیکوکار ہو کر دنیا سے رخصت ہونگا ——— چنانچہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ان کی موت سے آگاہ نہ فرمایا تاکہ وہ ہر وقت موت کے آنے کا ڈر محسوس کریں اور نیک عمل کریں ہمیشہ توبہ کرتے رہیں اور اپنے اعمال کی اصلاح کریں اور جب ان کی موت آئے تو وہ اچھے حال پر ہوں دنیا میں وہ طرح طرح کی لذتوں سے محظوظ ہوں اور آخرت میں وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے باعث اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات پائیں۔

پانچ چیزیں پانچ چیزوں میں مخفی ہیں

کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں میں مخفی رکھا۔

اوّل ——— اپنی رضا کو عبادات میں مخفی رکھا۔

دوم ——— اپنے غضب کو گناہوں میں پوشیدہ رکھا۔

سوم ——— درمیانی نماز (صلوۃ وسطی) کو نمازوں میں مخفی رکھا۔

چہارم ـــــــ مخلوق میں اپنے دوستوں کو پوشیدہ رکھا۔
پنجم ـــــــ لیلۃ القدر کو رمضان کے مہینے میں مخفی رکھا۔

پانچ راتیں

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پانچ راتیں عطا کی گئیں۔ پہلی رات معجزے اور قدرت کی رات ہے اور یہ چاند کے پھٹ جانے کی رات ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ۔ قیامت قریب آگئی اور چاند دو ٹکڑے ہوگیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے دریا آپ کے عصا مارنے سے پھٹا لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی کے اشارے سے چاند کے ٹکڑے ہوئے۔ لہٰذا یہ بہت بڑا معجزہ اور قدرت ہے۔

دوسری رات دعوت و قبولیت کی رات ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَیْکَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ یَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ۔

اور جب ہم نے آپ کی طرف کتنے جن پھیرے کان لگا کر قرآن سنتے۔

تیسری رات حکم اور فیصلے کی رات ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ اِنَّا کُنَّا مُنْذِرِیْنَ فِیْھَا یُفْرَقُ کُلُّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ۔

بے شک ہم نے اسے ایک مبارک رات میں اتارا۔ بیشک ہم ڈر سنانے والے ہیں اس میں ہر حکمت والے کام کی تعلیم ہوتی ہے۔

چوتھی رات، قربِ خداوندی کی رات ہے اور یہ معراج شریف کی رات ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ۔

اس ذات کے لیے پاکیزگی ہے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا۔ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔ جس کے اردگرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں۔ بے شک وہ دیکھتا سنتا ہے۔

پانچویں رات، سلام و تحیت کی رات ہے اور وہ لیلۃ القدر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا لَیْلَۃُ الْقَدْرِ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ فِیْھَا بِاِذْنِ رَبِّھِمْ مِنْ کُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ ھِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ۔

بے شک ہم نے اسے شب قدر میں اتارا اور تم نے کیا جانا کیا ہے شب قدر، شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس میں فرشتے اور جبریل اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لیے اترتے ہیں۔ وہ سلامتی ہے صبح چمکنے تک۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب لیلۃ القدر ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیتا ہے کہ وہ زمین پر اتریں۔ ان کے ساتھ سدرۃ المنتہیٰ پر رہنے والے ستر ہزار فرشتے ہوتے ہیں۔ ان فرشتوں کے پاس نور کے جھنڈے ہوتے ہیں جب وہ زمین پر اترتے ہیں تو حضرت جبریل علیہ السلام اور باقی فرشتے اپنے جھنڈے چار مقامات پر یعنی کعبۃ اللہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور، بیت المقدس کی مسجد اور مسجد طور سیناء کے پاس گاڑ دیتے ہیں۔ پھر حضرت جبریل علیہ السلام فرشتوں سے فرماتے ہیں، پھیل جاؤ چنانچہ وہ پھیل جاتے ہیں اور کوئی مکان، حجرہ، گھر اور کشتی ایسی نہیں ہوتی جس میں کوئی مومن مرد یا عورت ہو مگر فرشتے اس میں داخل ہو جاتے ہیں البتہ جس گھر میں کتا، خنزیر شراب، زناکاری سے ناپاک ہونے والا اور تصویر ہو وہاں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔ اس کی وحدانیت کی گواہی دیتے ہیں اور امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے لیے بخشش کی دعا کرتے ہیں۔ جب صبح کا وقت ہوتا ہے تو آسمان کی طرف چلے جاتے ہیں۔ آسمانِ دنیا کے فرشتے ان کا استقبال کرتے ہوئے کہتے ہیں تم کہاں سے آئے ہو؟ وہ کہتے ہیں ہم دنیا میں تھے کیونکہ یہ رات امت محمدیہ کے لیے شب قدر تھی۔ آسمانِ دنیا والے فرشتے کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ اور ان کی حاجات کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ حضرت جبریل علیہ السلام فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان میں سے نیک لوگوں کو بخش دیا اور بدکار لوگوں کے بارے میں شفاعت قبول کی گئی۔ پھر آسمانِ دنیا کے فرشتے بلند آواز کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں اور رب العالمین کی ثناء کرتے ہیں وہ اس بات پر اس کا شکر ادا کرتے ہیں جو اس نے امت کو مغفرت اور رضا کی صورت میں عطا فرمائی۔

پھر آسمانِ دنیا والے فرشتے دوسرے آسمان والوں تک پہنچتے ہیں وہاں بھی یہی سوال وجواب اور حمد وثناء کا سلسلہ چلتا ہے پھر اسی طرح ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک حتیٰ کہ ساتویں آسمان تک پہنچ جاتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام فرماتے ہیں اے آسمان پر رہنے والو! واپس چلے جاؤ، چنانچہ تمام فرشتے اپنے اپنے آسمان پر واپس چلے جاتے ہیں اور سدرۃ المنتہیٰ والے اپنے مقام پر چلے جاتے ہیں۔ سدرۃ المنتہیٰ پر رہنے والے فرشتے ان سے پوچھتے ہیں تم کہاں تھے تو وہی جواب دیتے ہیں جو جواب انھوں نے آسمان دنیا والوں کو دیا تھا۔ سدرۃ المنتہیٰ والے فرشتے بلند آواز سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں۔ یہ آواز جنت الماویٰ میں سنی جاتی ہے، پھر جنت النعیم میں، پھر جنت عدن، اس کے بعد جنت الفردوس میں اور پھر اللہ تعالیٰ کا عرش یہ آواز سنتا ہے۔ چنانچہ عرش الٰہی بلند آواز سے اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرتا ہے اور اس کی وحدانیت کا ذکر کرتا ہے اور تمام جہانوں کو پالنے والے کا شکر ادا کرتے ہوئے اس کی ثناء کرتا ہے کہ اس نے اسی امت کو یہ مقام عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ عرش سے فرماتا ہے۔ حالانکہ وہ اچھی طرح جانتا ہے اے میرے عرش! تُو نے اپنی آواز کیوں بلند کی؟ وہ کہتا ہے یا اللہ! مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تُو نے گذشتہ رات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے نیک لوگوں کی بخشش فرمائی اور ان میں سے بدکار لوگوں کے بارے میں نیک لوگوں کی سفارش قبول کی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے میرے عرش! تُو نے سچ کہا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لیے میرے ہاں وہ تدووہ منزلت ہے جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سُنا اور نہ ہی کسی دل میں اس کا خیال پیدا ہوا ـــــــ کہا گیا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام جب لیلۃ القدر میں آسمان سے اترتے ہیں تو ہر شخص سے مصافحہ اور سلام کرتے ہیں اور اس

کی علامت جسم پر بالوں کا کھڑا ہونا، دل کا نرم ہونا اور آنکھوں سے آنسوؤں کا جاری ہونا ہے اس لیے ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے لیے مغموم رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مغموم نہ ہوں میں آپ کی امت کو دنیا سے اس وقت تک نہیں لے جاؤں گا جب تک ان کو انبیاء کرام علیہم السلام کے درجات نہ دوں[1] اور یہ اس طرح کہ انبیاء کرام علیہم السلام پر فرشتے روح، رسالت، وحی اور کرامت کے ساتھ اترتے ہیں اسی طرح فرشتے لیلۃ القدر میں آپ کی امت پر میری طرف سے سلام اور رحمت کے ساتھ نازل ہوں گے۔

لیلۃ القدر کی علامت

لیلۃ القدر کی علامت یہ ہے کہ یہ رات معتدل ہوتی ہے نہ گرم اور نہ ٹھنڈی کہا گیا ہے کہ اس رات کتوں کے بھونکنے کی آواز نہیں آتی اور آنے والی صبح سورج اس طرح طلوع ہوتا ہے کہ اس کی شعاعیں نہیں ہوتیں وہ ایک تھال کی طرح ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں میں سے جن اہل دل، اولیاء کرام اور عبادت گزار لوگوں کے لیے چاہتا ہے۔ ان کے مراتب، احوال اور منازل قرب کے اعتبار سے ان پر اس رات کے عجائبات منکشف کر دیتا ہے۔

نماز تراویح

نماز تراویح سنت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات یا بقول بعض دو راتیں اور ایک قول کے مطابق تین راتیں یہ نماز پڑھی ہے پھر صحابہ کرام انتظار کرتے رہے لیکن آپ باہر تشریف نہ لائے اور فرمایا اگر میں باہر آ جاتا تو تم پر یہ نماز فرض ہو جاتی پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اس نماز کو دائمی حیثیت حاصل ہو گئی۔ اس لیے اس نماز کی نسبت آپ کی طرف کی جاتی ہے کیوں کہ آپ نے اس کی ابتداء فرمائی۔

اس سلسلے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کی ایک رات کے درمیانے حصے میں مسجد میں تشریف لائے آپ نے نماز پڑھی اور لوگوں نے بھی آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی دوسری رات ہوئی تو لوگوں کی تعداد زیادہ ہو گئی حتیٰ کہ مسجد میں نہ سما سکے۔ اس رات آپ باہر تشریف نہ لائے اور پھر فجر کی نماز کے لیے تشریف لائے نماز فجر پڑھانے کے بعد آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا مجھ پر تمہاری آج رات کی حالت پوشیدہ نہ تھی لیکن مجھے ڈر ہوا کہ کہیں تم پر رات کی نماز فرض نہ ہو جائے اور تم اس سے عاجز رہو۔ ام المومنین فرماتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد ان کو حکم دیے بغیر رمضان المبارک کو (عبادت کے ساتھ) زندہ رکھنے کی ترغیب دینا تھا اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور یہ معاملہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ابتدائی ایام خلافت میں اسی طرح رہا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تراویح کو ایک حدیث کی بنیاد پر شروع فرمایا جو انھوں نے مجھ سے سنی تھی، صحابہ کرام نے پوچھا امیر المومنین! وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے ہاں عرش کے گرد ایک جگہ ہے جس کو "حضیرۃ القدس" کہتے

[1] انبیاء کرام سے برابری مراد نہیں کیونکہ کوئی امتی کسی نبی کے برابر نہیں ہو سکتا ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام اور دیگر فرشتوں کے اترنے کی مناسبت سے یوں فرمایا گیا ۱۲ ہزاروی

ہیں اور وہ نور سے ہے اس میں اتنے فرشتے ہیں جن کی تعداد کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور اس میں ایک گھڑی بھی کمی نہیں کرتے۔ جب رمضان المبارک کی راتیں ہوتی ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ سے زمین پر اترنے کی اجازت مانگتے ہیں پھر وہ انسانوں کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں پس حضور علیہ السلام کا جو امتی ان سے چھو جائے یا وہ اس کو چھو لیں وہ نیک بخت ہو جاتا ہے اس کے بعد کبھی بھی بد بخت نہیں ہوتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو پھر ہم اس بات کے زیادہ مستحق ہیں چنانچہ آپ نے صحابہ کرام کو تراویح کے لیے جمع فرمایا اور اسے جاری کیا۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے، آپ رمضان المبارک کی پہلی رات باہر تشریف لائے تو آپ نے مساجد میں قرآن پاک کی تلاوت سنی اور فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبر انور کو نور سے بھر دے جس طرح انھوں نے مساجد کو قرآن پاک (کے نور) سے روشن کر دیا۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ مساجد کے پاس سے گزرے تو دیکھا کہ وہ چراغوں سے روشن ہیں اور لوگ تراویح کی نماز ادا کر رہے ہیں آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبر انور کو روشن فرمائے جس طرح انھوں نے ہماری مساجد کو روشن کر دیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے ارشاد فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کے گھروں میں سے کسی گھر (مسجد) میں چراغ روشن کرتا ہے تو فرشتے مسلسل اس کے لیے بخشش اور رحمت کی دعا مانگتے ہیں وہ ستر ہزار فرشتے ہیں۔ اس چراغ کے بجھنے تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی جب تیئیسویں رات شروع ہوئی تو آپ نے ہمیں نماز پڑھائی یہاں تک کہ رات کا تہائی حصہ گزر گیا جب چوبیسویں رات آئی تو آپ ہمارے پاس تشریف نہ لائے۔ پچیسویں رات کو تشریف لائے اور نماز پڑھائی حتیٰ کہ رات کا کچھ حصہ گزر گیا ہم نے عرض کیا اگر ہم آج رات نوافل پڑھیں تو اچھا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص امام کے ساتھ کھڑا ہو کر نماز ادا کرے یہاں تک کہ وہ واپس آ جائے تو اس کے لیے رات بھر کے قیام کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے ہمیں چھبیسویں رات نماز نہ پڑھائی جب ستائیسویں رات ہوئی تو آپ نے ہمیں کھڑا کیا اور گھر والوں کو بھی جمع کیا اور ہمیں نماز پڑھائی یہاں تک کہ ہمیں ڈر ہوا کہ کہیں فلاح نہ نکل جائے پوچھا گیا فلاح کیا ہے؟ فرمایا "سحری کھانا"

تراویح کی جماعت اور جہری قرأت

تراویح کی جماعت اور اس میں بلند آواز سے قرأت کرنا مستحب (سنت[۱]) ہے۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان راتوں میں نماز پڑھی ہے۔ اور اس کی ابتداء اس رات سے ہو جس میں رمضان کا چاند نظر آئے۔

---

[۱]۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک سنت اور مستحب ایک ہی معنی میں استعمال ہوتا ہے لہٰذا اس سے مراد سنت ہے ۱۲ ہزاروی۔

کیوں کہ یہی رات رمضان المبارک کی رات ہے نیز حضور علیہ السلام نے اسی طرح یہ نماز پڑھی ہے۔ عشاء کے فرض اور دو سنتیں پڑھنے کے بعد تراویح شروع کی جائیں کیونکہ حضور علیہ السلام نے یہ نماز اس طرح پڑھی ہے یہ بیس رکعتیں ہیں ہر دو رکعتوں کے بعد قعدہ کرے اور سلام پھیرے یہ پانچ تراویح ہیں ان میں سے ہر چار رکعتیں ایک ترویحہ ہیں ہر دو رکعتوں میں یوں نیت کرے کہ میں دو رکعت سنت تراویح ادا کرتا ہوں چاہے اکیلا پڑھ رہا ہو، امام ہو یا مقتدی۔ اور مستحب ہے کہ رمضان المبارک کی پہلی رات، پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ اور سورہ العلق یعنی "اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ" پڑھے کیونکہ ہمارے امام حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک یہ سورت سب سے پہلے نازل ہوئی بلکہ تمام آئمہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک اسی طرح ہے۔ سورت ختم کرنے کے بعد (رکوع اور پھر) سجدہ کرے پھر اٹھ کر کھڑا ہو اور سورہ بقرہ سے آغاز کرے۔

ختم قرآن

امام کے لیے مستحب ہے کہ تراویح میں قرآن پاک کی قرأت مکمل کرے تاکہ لوگ پورا قرآن سن لیں اور اس میں بیان کیے گئے اوامر و نواہی، وعظ و نصیحت اور جن باتوں پر جھڑکا گیا ان سے واقف ہو جائیں ایک بار سے زیادہ قرآن ختم کرنا مستحب نہیں کیونکہ اس طرح وہ مشقت میں پڑنے کی وجہ سے تنگ ہو جائیں گے اور تکلیف محسوس کرتے ہوئے جماعت کو ناپسند کریں گے اور اسے بھاری سمجھیں گے جس کی وجہ سے وہ بہت بڑے اجر اور ثواب سے محروم ہو جائیں گے اور یہ سب کچھ امام کی وجہ سے ہوگا لہٰذا اس کا گناہ زیادہ ہوگا اور وہ گناہ گاروں میں شمار ہوگا۔

اسی قسم کے مسئلے میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ! کیا تم لوگوں کو فتنے میں ڈالتے ہو؟ اس کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے ایک قوم کو نماز پڑھاتے ہوئے طویل قرأت کی اور ان میں سے ایک نے نماز توڑ کر الگ ادا کی اور پھر حضور علیہ السلام سے اس بات کی شکایت کی۔

وتروں کی تاخیر اور قرأت

تراویح کے اختتام تک وتروں میں تاخیر کرنا نیز پہلی رکعت میں "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى" دوسری میں "قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ" اور تیسری میں "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" پڑھنا مستحب ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی معمول تھا۔

تراویح کے درمیان اور بعد کے نوافل

دو ترویحوں کے درمیان نفل پڑھنا مکروہ ہے اسی طرح دو مسجدوں میں تراویح پڑھنا بھی مکروہ ہے نیز ایک روایت کے مطابق تراویح کے بعد جماعت کے ساتھ نفل پڑھنا بھی مکروہ ہے۔ کیونکہ یہ تعقیب ہے اور وہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک مکروہ ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ اسے مکروہ سمجھتے تھے بلکہ تھوڑی دیر سو جانا چاہیے پھر اٹھے اور

جس قدر نوافل پڑھ سکتا ہو پڑھے تہجد کی نماز ادا کرے اور پھر سو جائے۔ یہ رات کو اُٹھنا ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی اور یوں ذکر فرمایا:

إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ قِيلًا۔ بے شک رات کا اُٹھنا وہ زیادہ بات ڈالتا ہے اور بات خوب سیدھی نکلتی ہے۔

دوسری روایت کے مطابق یہ نماز (تراویح کے بعد باجماعت نوافل پڑھنا) جائز ہے لیکن اس میں کچھ تاخیر کرے۔ کیونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا تم رات کی فضیلت کو چھوڑتے ہو اس کے آخر میں ایک ایسی ساعت ہے جس میں تم سو جاتے ہو حالانکہ وہ ساعت مجھے اس ساعت سے زیادہ پسند ہے جس میں تم قیام کرتے ہو۔

فرشتوں کا اترنا اور سلام کرنا۔

دوسری فصل میں اس کا اختتامی بیان ہے جو لیلۃ القدر اور رمضان المبارک سے متعلق ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا۔ اس رات فرشتے اور حضرت جبریل علیہ السلام اترتے ہیں۔

جب فرشتے اور حضرت جبریل علیہ السلام اترتے ہیں ان کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوتے ہیں اور وہ ان کے امیر ہوتے ہیں حضرت جبریل علیہ السلام اسے سلام کرتے ہیں جو بیٹھا ہوتا ہے اور باقی فرشتے ان لوگوں کو سلام کرتے ہیں جو سوئے ہوئے ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان بندوں پر سلام بھیجتا ہے جو عبادت میں کھڑے ہوتے ہیں جس طرح یہ بات جائز ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے جنتی مومن بندوں پر سلام بھیجے گا۔ ارشاد خداوندی ہے: "سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبٍّ رَّحِيمٍ۔" سلام جو رحم فرمانے والے رب کا قول ہے"۔ اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ وہ دنیا میں ان نیک بندوں پر سلام بھیجے، جن کے لیے نیکی، عنایت اور سعادت ازل میں ہی سبقت کر چکی ہے وہ لوگ مخلوق سے فانی ہیں اور اپنے رب کے ساتھ باقی ہیں اور حق کے ساتھ مطمئن ہیں۔

پس لیلۃ القدر میں زمین کا کوئی ٹکڑا ایسا نہیں جہاں فرشتے سجدے یا قیام کی حالت میں مومن مردوں اور عورتوں کے لیے دعا نہ مانگ رہے ہوں، البتہ عیسائیوں اور یہودیوں کی عبادت گاہیں، آگ کی جگہ، بیت الخلاء یا وہ مقامات جہاں گندگی ڈالی جاتی ہے وہاں نہیں ہوتے۔ فرشتے تمام رات مومن مردوں اور عورتوں کے لیے دعا مانگتے ہیں۔

حضرت جبریل علیہ السلام تمام مومن مردوں اور عورتوں سے مصافحہ کرتے اور سلام کہتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں اگر تم اطاعت گزار ہو تو تم پر قبولیت اور احسان کے ساتھ سلام ہو اگر تم گناہ میں مشغول ہو تو تم پر بخشش کے ساتھ سلام ہو اگر تم سوئے ہوئے ہو تو تم پر رضائے الٰہی کے ساتھ سلام ہو اگر تم قبر میں ہو تو تم پر خوشی اور خوشبو کے ساتھ سلام ہو اس بات کی طرف اللہ تعالیٰ کے ارشاد "مِن كُلِّ أَمْرٍ سَلَامٌ" میں اشارہ ہے۔

کہا گیا ہے کہ فرشتے عبادت کرنے والوں کو سلام کہتے ہیں لیکن گناہ گاروں کو سلام نہیں کہتے ان میں سے کچھ ظالم ہیں جن کے لیے فرشتوں کے سلام میں کوئی حصہ نہیں حرام کھانے والوں، قطع تعلق کرنے والوں، چغل خوروں اور یتیموں

کا مال کھانے والوں کے لیے فرشتوں کے سلام سے کوئی حصہ نہیں اس سے بڑی مصیبت کیا ہوگی کہ ایسا مہینہ گزر جس کا اوّل رحمت، درمیان مغفرت اور آخر جہنم سے آزادی ہے لیکن تیرے لیے فرشتوں کے سلام میں کوئی حصہ نہیں جو نیکوں اور بُروں کے رب کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ تو رحمٰن سے دُور ہے، سرکش لوگوں میں شامل ہے اور شیطان کے ساتھ موافقت کرتا ہے۔ جہنم کے راستے پر چلنے والوں کے زیور سے آراستہ ہے اور جنت کے راستے پر چلنے والوں سے دُور اور علیحٰدہ ہے اور تو نے اس ذات کی اطاعت چھوڑ دی ہے جس کے قبضے میں ضرر و احسان ہے۔

رمضان کا مہینہ قلبی صفائی کا مہینہ ہے یہ مہینہ وفا کا مہینہ ہے، ذاکرین، صابرین اور صادقین کا مہینہ ہے۔ اگر یہ مہینہ تیرے دل کی اصلاح کرنے، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے تجھے نکالنے اور جرائم پیشہ لوگوں سے علیحٰدگی اختیار کرنے میں مؤثر نہیں ہوا تو کون سی چیز تیرے دل پر اثر انداز ہوگی پس تجھ سے کس نیکی کی امید کی جا سکتی ہے تیرے اندر کیا چیز باقی رہ گئی ہے اور تیرے لیے کس نجات کی انتظار کی جا سکتی ہے۔ پس اے مسکین جو چیز تیرے اندر آ چکی ہے اس سے خبر دار ہو، نیند اور غفلت سے بیدار ہو اس چیز کو دیکھ جو تجھے پہنچتی ہے اور باقی مہینہ توبہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کے ساتھ گزار اور اس میں استغفار اور عبادت کے ساتھ نفع حاصل کرنا ممکن ہے تو ان لوگوں میں سے ہو جائے جن کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مہربانی حاصل ہوتی ہے۔

ماہِ رمضان کو الوداع کہنا

آنسو بہا کر اور اپنے منحوس نفس پر بلند آواز سے اور آہ وزاری کے ساتھ روتے ہوئے اس مہینے کو الوداع کہو اس لیے کہ کتنے ہی روزے دار ہیں جو آئندہ کبھی بھی روزہ نہیں رکھیں گے۔ اور کتنے رات کو عبادت کرنے والے ہیں جو آئندہ کبھی بھی عبادت نہیں کر سکیں گے اور مزدور جب کام سے فارغ ہوتا ہے تو اسے مزدوری دی جاتی ہے اب ہم عمل سے فارغ ہو چکے ہیں لیکن کاش کہ میں جان سکتا ہمارے روزے اور قیام مقبول ہوا یا انھیں ہمارے منہ پر مار دیا جائے گا۔ کاش میں جان سکتا کہ ہم میں سے کون مقبول ہے اسے ہم مبارک باد پیش کرتے اور کسے رَدّ کیا گیا تاکہ ہم اس سے تعزیت کرتے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت سے روزے داروں کو بھوک اور پیاس کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا اور کئی شب بیداروں کو بے خوابی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

اے روزوں کے مہینے تجھ پر سلام، اے رات کو قیام کے مہینے تجھ پر سلام، اے ایمان کے مہینے تجھ پر سلام، اے قرآن کے مہینے تجھ پر سلام، اے نوروں کے مہینے تجھ پر سلام، اے بخشش کے مہینے تجھ پر سلام، اے درجات اور جہنم کے مختلف درجوں سے نجات کے مہینے تجھ پر سلام، اے توبہ کرنے والوں، عبادت کرنے والوں کے مہینے تجھ پر سلام، اے عارفین کے مہینے تجھ پر سلام، اے عبادت میں کوشش کرنے والوں کے مہینے تجھ پر سلام، اے امن کے مہینے تجھ پر سلام تو گناہ گاروں کے لیے قید اور پرہیز گاروں کے لیے اُنس کا مہینہ تھا، قندیلوں، روشن چراغوں، بیدار آنکھوں، جاری آنسوؤں، روشن محرابوں، قطرہ قطرہ بہنے والے آنسوؤں اور جلتے ہوئے دلوں

سے باہر آنے والے سانسوں پر سلام، یا اللہ! ہمیں ان لوگوں میں کر دے جن کے روزوں اور نمازوں کو تو نے قبول کیا، ان کی برائیوں کو نیکیوں میں بدلا، انھیں اپنی رحمت کے ساتھ جنت میں داخل کیا اور ان کے درجات کو بلند کیا اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے۔ ـــــ (آمین)

صدقۂ فطر

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی

بے شک وہ پاک کامیاب ہوا جس نے پاکیزگی اختیار کی اپنے رب کا نام ذکر کیا پس نماز پڑھی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد "قَدْ اَفْلَحَ" ـــــ فلاح کی دو قسمیں ہیں ایک فلاح قیامت کے دن جنت میں جانا اور جہنم سے نجات پانا اور دنیا میں آفتوں اور مصیبتوں سے محفوظ رہنا ہے۔ اور دوسری قسم کی فلاح دنیا میں عبادت کی توفیق کے ساتھ برکت و سعادت حاصل کرنا اور آخرت میں جنت کی ابدی زندگی حاصل کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ" یعنی مومن نیک بخت ہوئے اس کی مثال ہے "قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی" یعنی اسے زکوٰۃ دینے، اپنے ایمان کو پاک کرنے اور گناہوں سے بچنے کی توفیق دی گئی اور جسے زکوٰۃ دینے کی توفیق نہ دی گئی اس کے لیے فلاح اور کامیابی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "لَا یُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ" یعنی مجرموں کے لیے کامیابی اور سعادت مندی نہیں ہے۔ ـــــ

اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی "مَنْ تَزَکّٰی" کی تفسیر میں اختلاف ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس سے مراد وہ شخص ہے جو ایمان کے ذریعے شرک سے پاک ہوا۔ حضرت حسن فرماتے ہیں اس سے مراد وہ شخص ہے جو نیک ہوا اور اس کے اعمال پاک اور بڑھنے والے ہوں۔ حضرت ابوالاحوص فرماتے ہیں اس سے مراد تمام اموال کی زکوٰۃ ادا کرنا ہے حضرت قتادہ اور حضرت عطاء فرماتے ہیں اس سے صدقہ فطر مراد ہے اور کچھ مراد نہیں ـــــ

ارشاد خداوندی "وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی" (اور اس نے اپنے رب کا نام یاد کیا اور نماز پڑھی) کی مراد میں بھی اختلاف ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ایک مانا اور پانچ وقت کی نماز پڑھی۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "ذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ" سے مراد تکبیر کہنا ہے اور "صَلّٰی" سے مراد یہ ہے کہ وہ عید گاہ کی طرف گیا اور نماز پڑھی۔

حضرت وکیع بن جراح فرماتے ہیں صدقہ فطر ماہ رمضان کے لیے اس طرح ہے جس طرح نماز کے لیے سجدۂ سہو ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ دار کو بیہودہ باتوں سے پاک کرنے کے لیے صدقہ فطر واجب کیا گویا صدقۂ فطر ان نقصانات سے روزہ دار کی اصلاح کرتا ہے جو گناہوں، فضول باتوں، فحش کلامی، جھوٹ، غیبت، چغل خوری، شبہے والی چیزیں کھانے اور نیکیوں پر تکبر کرنے سے پیدا ہوتے، پس صدقۂ فطر ان لوگوں کا کفارہ، روزے کی تکمیل اور اصلاح کنندہ ہے جس طرح گناہوں کے لیے توبہ اور استغفار اور نماز کے لیے سجدہ سہو ہوتا ہے

پس جس طرح سجدۂ سہو شیطان کو ذلیل کرنے کے لیے شریعت نے رکھا ہے کیونکہ اس کا سبب شیطان ہی ہے اس طرح گناہوں سے توبہ اور رمضان (میں کیے گئے گناہوں) کے لیے صدقہ فطر شیطان کو ذلیل و رسوا کرنے کے لیے رکھے گئے ہیں۔ کیونکہ روزے میں جو گناہ ہوں یا فحش کلامی ہوتی ہے شیطان ہی اس کا سبب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام مومنوں کو شیطان کے مکر و فریب سے بچائے اور دنیا کی آفات اور مصیبتوں سے محفوظ فرمائے اور ہمیں اپنی رحمت خاص کے ساتھ اپنی مہربانی، بخشش اور احسان کی طرف لے جائے۔ آمین۔

عید کی وجہ تسمیہ

عید کو عید اس لیے کہتے ہیں کہ عید کے دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی طرف خوشی اور سرور لوٹاتا ہے (عید لوٹنے کے معنیٰ میں ہے) کہا گیا ہے کہ اسے عید اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے کو احسان کے ذریعے منافع اور فوائد حاصل ہوتے ہیں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس دن بندہ عاجزی اور رونے کی طرف اور اللہ تعالیٰ عطا و بخشش کی طرف لوٹتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس دن لوگ اپنی پہلی طہارت کی طرف لوٹتے ہیں۔ ایک قول کے مطابق اس دن مسلمان اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کی طرف اور فرض سے سنت کی طرف لوٹتے ہیں نیز وہ اپنے رمضان کے روزوں سے شوال کے چھ روزوں کی طرف لوٹتے ہیں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس دن کو عید اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں مسلمانوں کو کہا جاتا ہے اپنے گھروں کو اس طرح واپس جاؤ کہ تمہیں بخش دیا گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس دن کو عید اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں وعدے اور وعید کا ذکر ہے یہ جزاء اور اضافے کا دن ہے۔ لونڈیوں اور غلاموں کی آزادی کا دن ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اپنے قریب و بعید بندوں کی طرف خاص بندوں کا دن ہے۔ توبہ کا دن ہے اور کمزور بندے کے اپنے بخشنے والے رب کی طرف رجوع کا دن ہے۔

عید الفطر کے فضائل

حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جنت کو عید الفطر کے دن پیدا فرمایا طوبیٰ کا درخت عید الفطر کے دن لگایا۔ حضرت جبریل علیہ السلام کو وحی کے لیے عید الفطر کے دن منتخب فرمایا اور فرعون کے جادوگروں نے عید الفطر کے دن بخشش حاصل کی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا جب عید الفطر کا دن ہوتا ہے اور لوگ عید گاہ کی طرف نکلتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر مطلع ہو کر فرماتا ہے میرے بندو! تم نے میرے لیے روزے رکھے اور میرے لیے نمازادا کی تم بخشش حاصل کرتے ہوئے واپس جاؤ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عید الفطر کی رات میں اللہ تعالیٰ اس شخص کو پورا اجر فرماتا ہے جس نے رمضان المبارک کے مہینے میں روزہ رکھا۔ عید الفطر کی صبح اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتا ہے اور وہ زمین کی طرف اترتے ہیں اور گلیوں کے کناروں اور چوکوں پر بلند آواز سے اعلان کرتے ہیں

جس کو جنوں اور انسانوں کے علاوہ تمام مخلوق سنتی ہے (وہ کہتے ہیں) اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنے رب عزوجل کی طرف نکلو، وہ تھوڑے عمل کو قبول کرتا، زیادہ اجر عطا فرماتا اور بہت بڑے گناہ کو بخش دیتا ہے۔ جب وہ عیدگاہ میں پہنچتے ہیں اور نماز پڑھ کر دعا مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی ہر حاجت کو پورا کر دیتا ہے ان کے ہر سوال کو قبول کرتا اور گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ چنانچہ وہ اس حال میں واپس ہوتے ہیں کہ ان کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب عید الفطر کی رات ہوتی ہے تو اس رات کو لیلۃ الجائزہ کہتے ہیں اور جب عید الفطر کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کو تمام شہروں میں پھیلا دیتا ہے وہ زمین کی طرف اترتے ہیں اور گلیوں کے کناروں پر کھڑے ہو کر ایسی آواز سے پکارتے ہیں جس کو جنوں اور انسانوں کے علاوہ تمام مخلوق سنتی ہے وہ کہتے ہیں کہ اے امت محمد علیہ السلام! اپنے کریم رب کی طرف نکلو وہ زیادہ ثواب عطا فرماتا اور بہت بڑے گناہ کو بخش دیتا ہے جب وہ عیدگاہ کی طرف جاتے ہیں تو اللہ تعالےٰ فرشتوں سے فرماتا ہے اے میرے فرشتو! وہ کہتے ہیں اے رب! ہم حاضر ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے جب کوئی مزدور عمل کرے تو اس کی مزدوری کیا ہے؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے پروردگار، ہمارے مالک، ہمارے مولا! اس کو پورا اجر عطا فرما۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ فرماتا ہے، اے میرے فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں میں نے ان کو رمضان المبارک کے روزوں اور قیام کا ثواب اپنی رضا اور بخشش کی صورت میں عطا کیا۔ پھر فرماتا ہے اے میرے بندو! مجھ سے مانگو مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! آج تم اس جماعت میں مجھ سے اپنی آخرت کے لیے جو کچھ مانگو گے تمہیں عطا کروں گا اور دنیا کے لیے جو کچھ مانگو گے وہ بھی عطا کروں گا اور دنیا کے لیے جو کچھ مانگو گے وہ بھی عطا کروں گا اور مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! میں تمہاری لغزشوں پر پردہ ڈالوں گا جب تک تم میرے احکام کی حفاظت کرو گے میں تمہیں ان لوگوں کے درمیان ذلیل و رسوا نہیں کروں گا جن پر حدا جب ہو گئی۔ بخشش حاصل کرتے ہوئے واپس لوٹو تم نے مجھے راضی کیا اور میں تم سے راضی ہوا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس پر فرشتے خوش ہوتے ہیں اور اس بات کی خوشخبری دیتے ہیں جو اللہ تعالےٰ نے اس امت کو عطا فرمائی جب انھوں نے رمضان المبارک کے روزوں سے فراغت حاصل کی۔

چار عیدیں

چار قوموں کے لیے چار عیدیں ہیں ایک عید حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کی عید ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:- فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ (حضرت ابراہیمؑ نے ستاروں پر نظر ڈالی اور کہا میری طبیعت خراب ہے) اور یہ اس طرح کہ آپ کی قوم عید منانے شہر سے باہر گئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ان سے پیچھے رہ گئے۔ آپ نے اپنے آپ کو بیمار بتایا اور ان کے ساتھ تشریف نہ لے گئے کیونکہ آپ ان کے دین پر نہ تھے جب وہ چلے گئے تو آپ نے ایک کلہاڑا لے کر ان کے بتوں کو توڑ دیا اور کلہاڑا ان میں سے سب سے بڑے بت کی گردن پر رکھ دیا جب وہ واپس آئے تو کہنے لگے اے ابراہیم! ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ معاملہ کس نے کیا ہے؟ (آخر تک واقعہ)

اللہ تعالیٰ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کے لیے غیرت میں آ کر بتوں کو توڑنے کے لیے اپنے ہاتھوں کو مشقت میں ڈالا اور مخلوق کے رب کی دوستی

میں اپنے آپ کو خطرے میں ڈالا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی دوستی سے نوازا ان کے ہاتھوں پر مردہ پرندوں کو زندہ کیا ان کی پشت سے انبیاء ورسل علیہم السلام کو پیدا کیا اور ان کو تمام مخلوق میں سے بہترین شخصیت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا جد امجد بنایا۔

دوسری عید اللہ تعالیٰ کے کلیم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی عید ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

هُوَ عِدُكُمْ يَوْمُ الزِّينَةِ

اس دن کو زینت کا دن اس لیے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو ان کے دشمنوں فرعون اور اس کی قوم کی ہلاکت سے زینت دی۔ فرعون اور اس کی قوم کے سامنے بہتر جادوگر آئے کہا گیا ہے وہ بہتر تھے اور ان کے پاس سات سو لاٹھیاں اور رسیاں تھیں۔ انھوں نے رسیوں سے لپیٹے ہوئے عصا کے درمیان پارہ بھر دیا اور لوگ سخت گرم زمین پر کھڑے تھے۔ جب گرمی تیز ہوگئی تو پارے کے پگھلنے سے رسیوں میں لپٹی ہوئی لاٹھیوں نے دوڑنا شروع کر دیا لوگوں کو خیال ہوا کہ یہ سانپ ہیں جو دوڑ رہے ہیں۔ حالانکہ لاٹھیاں حرکت میں نہ تھیں چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دل میں قوم کے لیے ڈر محسوس کیا بہت سے لوگوں نے یہ خیال کیا کہ ان جادوگروں نے جو کچھ کیا وہ حق تھا پس ان کا ایمان ناقص ہوگیا یا وہ مرتد ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا آپ اپنا عصا مبارک ڈالیں پس اچانک وہ سانپ ان کی من گھڑت چیزوں کو نگل جائے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مبارک ڈالا تو وہ ایک بہت بڑے اونٹ کی طرح اژدہا تھا۔ اس کی دونوں آنکھوں سے آگ کے شرارے نکلتے تھے اور وہ نہایت ہیبت ناک تھا یہ سانپ ان کے جادو کی رسیوں اور لاٹھیوں کی طرف بڑھا اور ان تمام کا ایک لقمہ بنالیا اس سے نہ تو اس کا پیٹ پھولا نہ حرکت میں کچھ کمی آئی اور نہ لمبائی چوڑائی میں کچھ اضافہ ہوا چنانچہ جادوگر سجدے میں گر پڑے ان میں سے بڑے کا نام شمعون تھا۔ انھوں نے کہا ہم ایمان لائے یعنی ہم نے حضرت ہارون اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے رب کی تصدیق کی۔ اس کے بعد وہ سانپ فرعون کے لشکر اور قوم کی طرف بڑھا اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے کہا گیا ہے کہ ان میں سے پچاس ہزار آدمی مر گئے۔ یہ طویل واقعہ ہے

تیسری عید حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کی عید ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۔

اور یہ اس طرح کہ حواریوں نے کہا اے عیسیٰ علیہ السلام! کیا آپ کا رب ایسا کر سکتا ہے کہ آپ کے طلب کرنے پر آسمان سے خوان نعمت نازل کرے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اگر تم سچے ہو تو اس سے آزمائش کا مطالبہ نہ کرو کیونکہ اگر وہ اتارا گیا پھر تم نے اس کو جھٹلایا تو تمہیں عذاب دیا جائے گا انھوں نے کہا ہم چاہتے ہیں کہ اس سے کھائیں کیونکہ ہم بھوکے ہیں اور اس سے ہمارے دل مطمئن ہو جائیں اور جس ایمان اور تصدیق کی آپ ہمیں دعوت دیتے ہیں اس کے بارے میں ہمارے دلوں کو سکون حاصل ہو اور ہمیں یقین ہو جائے کہ آپ نبوت ورسالت کے دعوے میں سچے ہیں اور جب ہم بنی اسرائیل کی طرف جائیں تو اس دستر خوان پر گواہی دیں۔

حواری وہ لوگ تھے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے پاس سے گزرے اور وہ بیت المقدس میں تھے تو انھوں نے آپ کی تصدیق کی اور وہ اپنے کپڑوں کو سفید رکھتے تھے۔ نبطی زبان میں حواری ان لوگوں کو کہتے ہیں جو اپنے کپڑوں کو سفید رکھتے ہیں وہ بارہ افراد تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰهِ ۔" یعنی کفر وسرکشی کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے میری کون مدد کرے گا۔ آپ نے ان کو توحید اور اطاعت خداوندی کی دعوت دی۔ حواریوں نے کہا ہم اللہ تعالیٰ کے (دین کی) مدد کرنے والے ہیں انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کی اتباع کی وہ زمین میں جہاں بھی جاتے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے اور ان عجائبات اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کے دست مبارک پر جاری ہونے والے معجزات کو دیکھتے جب وہ بھوکے ہوتے اور کھانے کی ضرورت محسوس کرتے تو حضرت عیسٰی علیہ السلام اپنے ہاتھ مبارک باہر نکال کر زمین پر ہر ایک کے لیے دو دو روٹیاں نکال لیتے اور اپنے لیے بھی یونہی کرتے حضرت جبریل علیہ السلام ان کے ساتھ چلتے ان کو عجائبات دکھلاتے اور مختلف چیزوں کے ساتھ ان کی تائید و نصرت کرتے حضرت عیسٰی علیہ السلام بنی اسرائیل کو مسلسل عجائبات دکھاتے رہے لیکن وہ آپ کی تصدیق اور اتباع سے دور بھاگتے رہے یہاں تک کہ ایک دن آپ باہر تشریف لائے اس وقت آپ کے ساتھ بنی اسرائیل کے پانچ ہزار بطریق تھے انھوں نے حواریوں کے ساتھ مل کر خوانِ نعمت کا سوال کیا اس وقت حضرت عیسٰی علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا:

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا۔

یا اللہ! ہم پر آسمان سے خوان نازل فرما جو ہمارے پہلوں اور پچھلوں کے لیے عید بن جائے۔

یعنی وہ لوگ جو اس زمانے میں موجود ہیں ان کے لیے بھی خوشی کا باعث بنے اور بعد والوں کے لیے بھی مسرت کا سبب ہو۔

تَكُوْنُ اٰيَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ

وہ (خوان) تیری طرف سے نشانی ہو اور ہمیں (خوان) عطا فرما، بے شک تو بہتر رزق دینے والا ہے۔

یعنی جو بھی رزق دیتا ہے تو اس سے بہتر رازق ہے (کیونکہ رازق حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے باقی اسی سے لے کر دیتے ہیں)۔

اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا:

اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ

بے شک میں (اس خوان کو تم پر) نازل کروں گا پس تم میں سے جو شخص (اس کے نازل ہونے کے بعد) انکار کرے اسے ایسا عذاب دوں کہ تمام جہانوں میں سے کسی کو نہ دیا گیا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اتوار کے دن ان پر خوانِ نعمت اتارا جس میں تازہ مچھلی، چپاتیاں اور کھجوریں تھیں۔ ایک قول کے مطابق وہ ایک دسترخوان تھا جس میں تلی ہوئی مچھلی تھی جس کے سر کے پاس نمک اور دُم کے پاس سرکہ رکھا ہوا تھا۔ اس میں پانچ روٹیاں تھیں اور ہر روٹی پر زیتون تھا۔ پانچ انار اور کچھ کھجوریں تھیں جن کے گرد سبزیاں تھیں لیکن لہسن نہیں تھا۔

ایک قول یہ ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا وہ اس وقت ایک باغ میں تھے کیا تم میں سے کسی کے پاس کوئی چیز ہے؟ شمعون نے دو چھوٹی چھوٹی مچھلیاں اور پانچ روٹیاں پیش کیں ایک حواری کچھ ستو لایا حضرت عیسٰی علیہ السلام نے ان مچھلیوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کئے روٹیوں کو بھی توڑ دیا اور ستو اسی طرح رہنے دیے پھر وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔ اللہ تعالیٰ نے حواریوں پر اونگھ طاری کر دی جب انھوں نے آنکھیں کھولیں تو کھانا اتنا زیادہ ہو چکا تھا کہ ایک قافلے کے لیے کافی ہو۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے قوم سے فرمایا اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھاؤ لیکن اٹھا کر نہ لے جانا۔ آپ نے ان کو حلقے باندھ کر بیٹھنے کا حکم فرمایا چنانچہ وہ بیٹھ گئے اور اللہ تعالے کا نام لے کر کھانے لگے یہاں تک کہ وہ سیر ہو گئے وہ پانچ ہزار مرد تھے۔ کہا گیا ہے کہ ایک ہزار مرد الگ اور آٹھ سو مرد و عورت

مشترک تھے ان میں کچھ فقیر تھے اور کچھ بھوکے تھے۔ کچھ ایک روٹی کے اور کچھ اس سے زیادہ کے محتاج تھے۔ ان سب نے سیر ہو کر کھایا اور اپنے رب کا شکر ادا کیا اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ وہ خوان اسی طرح ہے پھر ان کی نظروں کے سامنے وہ آسمان کی طرف اٹھایا گیا اس دن جس فقیر نے بھی اس سے کھایا وہ مالدار ہو گیا اور مرتے دم تک مالدار رہا، جس اپاہج یا بیمار نے اسے کھایا وہ بھی صحت یاب ہو گیا۔

حضرت مقاتل فرماتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے قوم کو پکار کر فرمایا کیا تم کھا چکے ہو؟ انھوں نے عرض کیا جی ہاں!۔ آپ نے فرمایا "اٹھانا نہیں ہے"۔ انھوں نے عرض کیا نہیں اٹھائیں گے۔ لیکن اٹھا بھی لیا انھوں نے جتنا بچا ہوا اٹھایا تھا، اس کی مقدار چوبیس مکیال (ایک پیمانہ جس سے غلہ وغیرہ ناپتے تھے) اٹھالیا۔ اس وقت وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی۔ پھر وہ اپنی قوم بنی اسرائیل کے پاس پہنچے۔ اس وقت ان کے پاس بچا ہوا خوان تھا۔ بنی اسرائیل مسلسل ان ایمان لانے والوں پر پیچھے لگے رہے یہاں تک کہ ان کو اسلام سے پھیر دیا۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کا انکار کیا اور خوانِ نعمت کے نزول کے بھی منکر ہو گئے چنانچہ جب وہ سوئے ہوئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے چہرے مسخ کر کے انھیں خنزیر بنا دیا وہ سب مرد تھے ان میں کوئی بچہ یا عورت نہ تھی۔

بعض عارفین نے فرمایا کہ اس خوان پر محدود کھانا رکھا گیا جبکہ کھانے والے بہت زیادہ تھے پھر بھی وہ باقی رہا، تو رضائے خداوندی کے دستر خوان اور اس کی رحمت کے بچھونے کی کیا کیفیت ہوگی جبکہ اس کی کوئی حد اور انتہا نہیں۔

حدیث شریف میں ہے، اللہ تعالیٰ کی سو رحمتیں ہیں ایک رحمت مخلوق میں اتاری ہے جس کے ساتھ وہ ایک دوسرے پر رحمت اور مہربانی سے پیش آتے ہیں باقی ننانوے رحمتیں اس کے پاس ہیں جن کے ساتھ قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا

ایک دوسری حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنی رحمت و بزرگی کا ایسا بچھونا بچھائے گا جس کے کناروں میں پہلوں اور پچھلوں کے گناہ سما جائیں گے درمیان کا حصہ خالی رہے گا یہاں تک کہ ابلیس اس کی طرف بڑھنے کی کوشش کرے گا تاکہ اسے بھی اس بچھونے سے کچھ حصہ مل جائے۔

اس (رحمت خداوندی) کے باوجود کسی بھی عقلمند کے لیے مناسب نہیں کہ وہ اس پر بھروسا کر کے بیٹھ جائے اور خود فریبی میں مبتلا ہو جائے اور اس پر امید کا اتنا غلبہ بھی نہیں ہونا چاہیے کہ وہ ہلاک ہو جائے بلکہ پوری طرح کوشش کرے اور جس طرح ممکن ہو اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کے لیے وقت نکالے اور اپنے تمام امور کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے، توبہ و استغفار کی کثرت رکھے اور ہمیشہ پرہیز کرے اتنا خوف نہ ہو کہ اسے اللہ تعالیٰ سے مایوس کر دے اور اس قدر پر امید بھی نہ ہو کہ حرام کاریوں میں پڑ جائے اور احکام خداوندی کو ترک کر دے بلکہ اس کے درمیان راستہ تلاش کرے جیسے کسی نے کہا ہے اگر مومن کا خوف اور امید تولا جائے تو دونوں برابر ہوں گے لہٰذا اس کا خوف اور امید پرندے کے دو پروں کی طرح ہو۔ اور پرندہ ایک پر سے نہیں اڑتا۔

چوتھی عید حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی عید ہے۔ اس سے متعلق امور مجلس کے شروع میں ذکر کر دیے گئے ہیں۔

...

مومن اور کافر کا عید منانا

عید منانے میں مومن اور کافر دونوں شریک ہیں ہر ایک کے لیے عید ہے مومن کی عید رحمٰن کی رضا حاصل کرنے کے لیے ہے جبکہ کافر کی عید شیطان کو خوش کرنے کے لیے ہوتی ہے۔ مومن عید (کی نماز) کے لیے جاتا ہے تو اس کے سر پر ہدایت کا تاج اور آنکھوں پر تدبر عبرت کی علامت ہوتی ہے۔ کان کا حق سننے میں مشغول زبان پر توحید کی شہادت، دل میں معرفت و یقین اور اس کی گردن میں اسلام کی چادر ہوتی ہے اس کی کمر میں فرمانبرداری کا پٹکا ہوتا ہے اس کی منزل و مقام محراب اور مساجد ہیں اور اس کا معبود بندوں اور تمام مخلوق کا رب ہے پھر وہ اس کے سامنے گڑگڑاتا اور سوال کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے قبولیت و عطا کی صورت میں جواب ملتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اسے عزت کے مقام اور جنت میں داخل فرمائے گا۔

کافر عید کی طرف اس طرح جاتا ہے کہ اس کے سر پر ذلت اور گمراہی کا تاج ہوتا ہے اس کے کانوں پر غفلت و حجاب کی مہر، آنکھوں پر بھول جانے اور خواہشات کی نشانی، زبان پر بدبختی اور دوری کی مہر، دل پر انکار کا اندھیرا، کمر میں جدائی، بدبختی اور ضد کا پٹکا ہوتا ہے اس کی آمدورفت گرجوں یا آتش کدوں میں ہوتی ہے اس کے معبود بت ہیں اور آخرت میں اس کا ٹھکانہ جہنم اور آگ ہوگی۔

عید منانے کا اسلامی طریقہ

اچھا لباس پہننے، عمدہ کھانا کھانے، خوبصورت عورتوں سے معانقہ کرنے اور لذت و شہوت سے نفع اندوزی کا نام عید نہیں بلکہ مسلمان کی عید یہ ہے کہ اس کی عبادت قبول ہونے کی علامت ظاہر ہو، گناہ اور خطائیں مٹ جائیں، برائیاں نیکیوں میں بدل جائیں، بلندیٔ درجات، خلعتوں، قیمتی گھوڑوں، بخششوں کی خوشخبری حاصل ہو نور ایمان کے ساتھ سینہ کشادہ ہو جائے، قوت یقین اور دیگر علامات کے ذریعے سکون قلب حاصل ہو، علوم و فنون اور مختلف الانواع حکمتوں اور فصاحت و بلاغت کے سمندر دلوں سے نکل کر زبانوں پر جاری ہو جائیں۔

چنانچہ کہا گیا ہے کہ عید کے دن ایک شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ خشک روٹی تناول فرما رہے تھے۔ اس نے کہا آج عید کا دن ہے اور آپ خشک روٹی کھا رہے ہیں آپ نے فرمایا آج اس کی عید ہے جس کا روزہ قبول ہوا، محنت مشکور ہوئی اور گناہ بخشے گئے آج کا دن بھی، ہمارے لیے عید کا دن ہے اور کل کا دن بھی ہمارے لیے عید ہوگی، اور ہر وہ دن جس میں ہم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کریں وہ ہمارے لیے عید کا دن ہی ہے۔ پس ہر عقلمند کو چاہیے کہ وہ ظاہر پر نظر رکھنا چھوڑ دے اور اس کے ساتھ مقید نہ ہو جائے بلکہ عید کے دن غور و فکر کرے اور عید کے دن کو قیامت کا دن سمجھے اور جب عید کی رات بادشاہ کی طرف سے بگل کی آواز سنے تو اسے قیامت کے دن صور پھونکنا یاد آجائے جب لوگ عید کی رات انتظار کی حالت میں تیاری کر کے سو جائیں تو دو مرتبہ صور پھونکنے کی درمیانی حالت کو یاد کرے اور جب عید کی صبح لوگوں کو دیکھے کہ وہ اپنے محلات اور مکانات سے یوں نکلے ہیں کہ ان کے حالات مختلف ہیں اور لباس مختلف رنگوں پر مشتمل ہیں ہر ایک نے لباس اور زیور پہن رکھا ہے ان میں سے ایک مسرور ہے اور دوسرا مغموم، ایک سوار ہے اور دوسرا

پیدل جا رہا ہے، ایک مالدار ہے اور دوسرا محتاج، ایک کشادہ حال ہے اور دوسرا تنگ دست، اس وقت قیامت میں لوگوں کے اختلافِ احوال کو یاد کرنے کہ عبادت گزار مسرور ہوں گے اور نافرمان مغموم، متقی سوار ہوں گے اور مجرم پر کپکپاہٹ طاری ہوگی۔ سرنگوں ہوگا اسے کھینچا جا رہا ہوگا یا خود پیدل چلے گا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا۔

جس دن ہم رحمٰن کی طرف پرہیزگار لوگوں کو سوار کرکے لے جائیں گے اور مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسے اونٹوں کی طرح ہنکا کرلے جائیں گے۔

تمام زاہد، عارف اور ابدال اپنے حقیقی بادشاہ اور محبوب کے پاس عرش کے سائے میں خوشی اور سکون کے ساتھ ہوں گے ان کے جسم پر عمدہ لباس اور زیور ہوں گے۔ ان کے چہروں پر عبادت و معرفت کا نور ہوگا اور وہ تروتازہ چمکتے ہوں گے۔ ان کے سامنے دسترخوان ہوں گے جن پر طرح طرح کے کھانے، مشروبات اور پھل ہوں گے۔ مخلوق کا حساب مکمل ہونے تک یہی کیفیت ہوگی اس کے بعد وہ جنت میں اپنے ٹھکانے پر پہنچ جائیں گے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے تیار کیا ہے۔ جنت میں ان کے لیے وہ کچھ ہوگا جو کچھ وہ چاہیں گے ان کی آنکھوں کو ان چیزوں کے دیکھنے سے لذت حاصل ہوگی جسے نہ کسی نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں اس کا خیال پیدا ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے۔

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔

کوئی نفس نہیں جانتا کہ ان کے اعمال کے بدلے میں ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کیا کیا چیزیں پوشیدہ رکھی گئی ہیں۔

لیکن دنیا میں رغبت رکھنے والے لوگ رونے دھونے اور رنج والم میں مبتلا ہوں گے۔ جن نعمتوں سے اہل جنت بہرہ ور ہوں گے ان لوگوں کو ان کے قریب جانے سے منع کر دیا جائے گا۔ کیوں کہ وہ دنیا میں ان نعمتوں سے متمتع ہوتے اور حرام و مشتبہ مال کھاتے تھے اور اپنے رب کی عبادت میں اسے ملاتے تھے وہ جنت میں اپنا مکان دیکھے گا لیکن جب تک دوسروں کے حقوق ادا نہ کرے وہاں نہیں جا سکے گا۔

اور کافر طرح طرح کے عذاب، ذلت و رسوائی، ہلاکت و تباہی اور دوزخ میں ہمیشہ رہنے کو دیکھ کر موت اور ہلاکت کو پکاریں گے۔

اور جب مسلمان، عید کے دن جھنڈے لہراتے ہوئے دیکھے تو اسے وہ وقت یاد کرنا چاہیے جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک منادی ان مسلمانوں کو زیارت خداوندی کی طرف بلائے گا جن کے ہاتھوں میں جھنڈے ہوں گے۔

اور جب عید کی نماز کے لیے صفیں باندھ دی جائیں اور لوگ جمع ہو جائیں تو اس وقت کو یاد کرے جب لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ نافرمان لوگوں کی قطار الگ ہوگی اور نیک لوگ دوسری قطار میں ہوں گے اور یہ وہ دن ہوگا جب چھپی ہوئی باتیں بھی ظاہر ہو جائیں گی۔

اور جب لوگ عیدگاہ سے فارغ ہوتے ہیں تو کوئی شخص اپنے گھر کو جاتا ہے کوئی مسجد میں اور کوئی دکان پر جاتا ہے تو اس وقت قیامت کا وہ نقشہ پیش نظر ہونا چاہیے جب لوگ اپنے بادشاہ جزا دینے والے کی بارگاہ سے پلٹ کر جنت یا جہنم میں جائیں گے۔ جیسے اس باعظمت اور احسان کرنے والی ذات کا ارشاد ہے:

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ فَرِيْقٌ

اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن لوگ تقسیم ہو جائیں گے

فِی الْجَنَّۃِ وَفَرِیْقٌ فِی السَّعِیْرِ۔ ایک گروہ جنت میں جائے گا اور دوسرا گروہ جہنم میں۔

دس دنوں کے فضائل

ارشادِ خداوندی ہے:

وَالْفَجْرِ وَلَیَالٍ عَشْرٍ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ وَالَّیْلِ اِذَا یَسْرِ ھَلْ فِیْ ذٰلِکَ قَسَمٌ لِّذِیْ حِجْرٍ۔ قسم ہے فجر کی، دس راتوں کی، جفت اور طاق کی اور رات کی جب گزر جائے یہ قسم عقلمند لوگوں کے لیے ہے۔

"وَالْفَجْرِ۔" کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک فجر سے صبح کی نماز مراد ہے "وَلَیَالٍ عَشْرٍ۔" سے ذوالحجہ کی (پہلی) دس راتیں مراد ہیں۔ "وَالشَّفْعِ" سے مخلوق اور "والوتر" سے اللہ تعالیٰ کی ذات کریمہ مراد ہے "وَالَّیْلِ اِذَا یَسْرِ۔" یعنی جب رات چلی جائے "ھَلْ فِیْ ذٰلِکَ قَسَمٌ لِّذِیْ حِجْرٍ۔" یعنی یہ عقلمند لوگوں کے لیے قسم ہے کہ "اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَادِ۔" بے شک تمہارا رب تمہاری گھات میں ہے۔

حضرت مقاتل رحمۃ اللہ فرماتے ہیں فجر سے قربانی کے دن کی صبح مراد ہے۔ "لیال عشر" سے مراد عیدالاضحیٰ سے پہلے کی دس راتیں ہیں کیونکہ یہ نودن اور دس راتیں ہیں" وَالشَّفْعِ۔" سے حضرت آدم و حوا علیہما السلام اور "الوتر" سے اللہ تعالیٰ کی ذات مراد ہے۔ "وَالَّیْلِ اِذَا یسر" یعنی جب عیدالاضحیٰ کی رات آجائے ۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے قربانی کے دن، دس راتوں، حضرت آدم و حوا علیہما السلام، اپنی ذات اور عیدالاضحیٰ کی رات کی قسم کھائی اس کے بعد فرمایا کیا یہ قسم عقلمند لوگوں کے لیے کافی نہیں کہ وہ اس قسم کی عظمت کو جانیں اور قسم کا جواب یہ ہے کہ "اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَادِ" بے شک تمہارا رب انتظار میں ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ فجر سے مراد دن کا پھوٹ نکلنا ہے ایک قول کے مطابق اس سے دن مراد ہے لیکن فجر سے تعبیر کیا کیونکہ یہ اس کا آغاز ہے۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے خاص قربانی کے دن کی صبح مراد ہے۔ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے چشموں سے جاری ہونے والے پانی، زمین سے اُگنے والی سبزی اور درخت میں لگنے والے پھلوں کی قسم کھائی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک انگلیوں سے پھوٹ کر بہنے والے پانی کی قسم کھائی۔ کسی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کے لیے پتھر سے نکلنے والی اونٹنی کی قسم کھائی ہے ایک قول یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا مبارک کے ساتھ پتھر سے پانی نکلنے کی قسم ہے کسی نے کہا گناہ گاروں کی آنکھوں سے بہنے والے آنسوؤں کی قسم ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ دل سے اللہ تعالیٰ کی معرفت کا چشمہ پھوٹنے کی قسم ہے جس طرح اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰہُ۔ اور وہ شخص جو مردہ تھا ہم نے اسے (ایمان و معرفت کے ساتھ) زندہ کر دیا۔

"وَلَیَالٍ عَشْرٍ۔" کی تفسیر میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وَالْفَجْرِ وَلَیَالٍ عَشْرٍ" سے اضحیٰ (ذوالحجہ) کی دس راتیں مراد ہیں۔ حضرت عبداللہ

بن زبیر اور عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ان سے ذوالحجہ کی دس راتیں مراد ہیں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک دوسری روایت کے مطابق ان سے رمضان المبارک کی آخری دس راتیں مراد ہیں حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دس راتیں مراد ہیں (یعنی تیس پر جن دس کا اضافہ ہوا) محمد بن جریر طبری فرماتے ہیں یہ محرم الحرام کی پہلی دس راتیں ہیں "وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ" کی تفسیر میں حضرت قتادہ اور سدی فرماتے ہیں شفع سے ہر جوڑا اور وتر سے اللہ تعالیٰ کی ذات مراد ہے ایک قول یہ ہے کہ شفع سے حضرت آدم و حوا علیہما السلام مراد ہیں۔ یہ حضرت مقاتل کا قول ہے یعنی حضرت آدم علیہ السلام تنہا تھے پس ان کی زوجہ حضرت حوا علیہا السلام کے ذریعے انھیں جوڑا بنا دیا۔ ایک قول یہ ہے کہ بعض نمازیں جفت ہیں اور بعض طاق، حضرت ربیع بن انس اور ابوالعالیہ فرماتے ہیں اس سے مغرب کی نماز مراد ہے اس کی دو رکعتیں شفع ہیں اور ایک رکعت وتر ہے۔ ایک قول کے مطابق اس سے قربانی کا دن مراد ہے کیونکہ وہ دسواں دن ہے اور وتر یوم عرفہ ہے کیونکہ وہ نواں دن ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ شفع سے قربانی کے بعد دو دن (گیارہویں بارہویں تاریخ) اور وتر سے تیسرا (تیرھویں تاریخ) مراد ہے "وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ۔" یعنی جب رات چلی جائے ایک قول یہ ہے کہ جب تاریک ہو جائے کہا گیا ہے کہ اس سے خاص مزدلفہ کی رات مراد ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب رات کو چلنے والے چلیں کیونکہ "سَرٰی" رات میں چلنے کو کہتے ہیں۔

ارشاد خداوندی "هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ" ذی حجر عقلمند کو کہتے ہیں۔

یہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے حضرت حسن اور ابوالرجاء رحمہما اللہ کے نزدیک صاحب علم مراد ہے۔ حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں دین دار مراد ہے اس کا مطلب یہ ہے۔ "اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ" لفظ هَلْ یہاں اِنَّ کے معنیٰ میں ہے اور "وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ" میں لفظ رب محذوف ہے یعنی مالک فجر کے حق کی قسم دس راتوں کے مالک کے حق کی قسم اسی طرح دوسری قسمیں ہیں اس قسم کی دوسری آیات ہیں اسی طرح ہے مثلاً "وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا" ــــ "وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ" ــــ "وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ" ــــ یہاں بھی لفظ رب محذوف ہے۔

ذوالحجہ کا پہلا عشرہ

یہ اس فصل میں ذوالحجہ کے پہلے دس دنوں میں وقوع پذیر ہونے والے معجزات انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہے اور وہ روایات و آثار نقل کیے گئے جو ان دنوں کی فضیلت پر مشتمل ہیں نیز ان میں اعمال کی فضیلت کا تذکرہ ہے۔

شیخ ابوالبرکات نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے آپ نے فرمایا: ذوالحجہ کے دس دنوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی اس وقت آپ میدان عرفات میں تھے کیونکہ آپ نے اپنی خطاء کا اعتراف کیا۔ اسی عشرہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خلیل بنے آپ نے اپنا مال مہمانوں پر خرچ کیا۔ اپنے آپ کو آگ پر اپنے لخت جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو قربانی کے لیے، اور اپنا دل اللہ تعالیٰ کے لیے پیش کر دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر توکل کی انتہا ہو گئی اسی عشرہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ شریف بنایا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ۔ اور جب حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام بیت اللہ شریف کی بنیادیں اٹھاتے تھے۔

اسی عشرہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہم کلامی کا شرف عطا فرمایا۔ اسی عشرہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کو مغفرت عطاء کی گئی، اس عشرہ میں فخر و مباہات کی رات ہے۔

ایک قول کے مطابق اسی عشرہ میں عید الاضحیٰ کی صبح نزول قرآن کا آغاز ہوا اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ کی طرف تشریف لے جا رہے تھے اسی عشرہ میں بیعت رضوان ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ۔ جب وہ (صحابہ کرام) درخت کے نیچے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے۔

یہ ببول کا درخت تھا۔ یہ صلح حدیبیہ کا دن تھا اس دن صحابہ کرام کی تعداد ایک ہزار چار سو تھی۔ ایک قول کے مطابق ایک ہزار پانچ سو کی تعداد تھی۔ سب سے پہلے جس نے بیعت کے لیے ہاتھ بڑھایا وہ حضرت ابوسنان اسدی رضی اللہ عنہ تھے۔ ان پر اور دیگر تمام صحابہ کرام اور جن لوگوں نے نیکی میں ان کی اتباع کی سب پر رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ اسی عشرہ میں یوم ترویہ ہے (ذوالحجہ کی آٹھویں تاریخ) اسی میں یوم عرفہ (نویں تاریخ) اور اسی میں یوم النحر (قربانی کا دن) بھی ہے اور یہ یوم النحر حج اکبر کا دن ہے [1]۔

حضرت شیخ ابوالبرکات اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

سَیِّدُ الشُّهُوْرِ شَهْرُ رَمَضَانَ وَاَعْظَمُهَا حُرْمَةً ذُوالْحِجَّةِ۔ دنیا کے تمام مہینوں کا سردار ماہ رمضان المبارک ہے اور سب سے زیادہ عزت والا مہینہ ذوالحجہ ہے۔

شیخ ابوالبرکات رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَفْضَلُ اَیَّامِ الدُّنْیَا اَیَّامُ عَشْرِ ذِی الْحِجَّةِ۔ دنیا کے تمام دنوں میں ذوالحجہ کے دس دن زیادہ فضیلت والے ہیں۔

عرض کیا گیا اللہ کی راہ میں جہاد کے دن بھی اس کے برابر نہیں فرمایا نہیں البتہ اگر کوئی شخص اپنا چہرہ خاک آلود کر دے۔ (یعنی خوب لڑے حتیٰ کہ شہید ہو جائے)

اس عشرہ میں عبادت کی فضیلت

شیخ ابوالبرکات اپنی سند کے ساتھ حضرت عطاء بن رباح سے روایت کرتے

---

[1] حج اکبر سے مراد یا تو محض حج ہے اور عمرہ کے مقابلے میں حج اکبر کہلاتا ہے یا یہ کہ حضور علیہ السلام نے جو حج اکبر کیا وہ بھی تو اسی عشرہ میں تھا۔ بہر حال چونکہ ہر سال حج ہوتا ہے اور وہ اسی عشرہ میں ہوتا ہے لہٰذا مطلق حج مراد لینا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ۱۲ ہزاروی۔

ہیں وہ فرماتے ہیں میں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا آپ نے فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک شخص گانا سننے کا دلدادہ تھا لیکن جب ذوالحجہ کا چاند طلوع ہوتا تو وہ روزہ رکھ لیتا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ نے اسے بلا بھیجا اور فرمایا تم ان دنوں کے روزے کیوں رکھتے ہو۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ عبادت اور حج کے دن ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان کی دعا میں شریک فرما دے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا تجھے ہر دن کے روزے کے بدلے ایک سو غلام آزاد کرنے، سو اونٹ قربانی کرنے اور جہاد کے لیے سو گھوڑے دینے کا ثواب ملے گا اور جب ترویہ کا دن ہو گا تو تجھے ایک ہزار غلام آزاد کرنے، ایک ہزار اونٹ قربان کرنے اور جہاد کے لیے ایک ہزار گھوڑے دینے کا ثواب ملے گا اور عرفہ کے دن روزہ رکھنے کے بدلے دو ہزار غلام آزاد کرنے، دو ہزار اونٹ قربانی کے لیے بھیجنے اور جہاد کے لیے دو ہزار گھوڑے دینے کا ثواب ہو گا اور ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے روزوں کا ثواب مزید عطا ہو گا۔

حضرت شیخ ابوالبرکات رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان دس دنوں میں اعمال جس قدر پسندیدہ ہیں دوسرے دنوں میں نہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں جہاد بھی نہیں، البتہ وہ شخص جو اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کے لیے نکلا اور کچھ بھی بچا کر نہ لایا۔

حضرت شیخ ابوالبرکات رحمہ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہوئے ہمیں خبر دی آپ فرماتی ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چار چیزوں کو ترک نہیں فرماتے تھے ذوالحجہ کے پہلے عشرہ کے روزے،[1] عاشورہ کا روزہ، ہر مہینے کے تین دن کے روزے اور صبح سے پہلے دو رکعتیں (فجر کی سنتیں)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جن دنوں میں اللہ تعالیٰ کی (خاص طور پر) عبادت کی جاتی ہے ان میں سے کسی دن کی عبادت اللہ تعالیٰ کو اتنی پسند نہیں جتنی عشرہ ذی الحجہ کی عبادت محبوب ہے اس عشرہ کا ایک روزہ سال بھر کے روزوں کے برابر ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ذوالحجہ کے (پہلے) عشرہ کے روزے رکھے اس کے لیے ایک سال کے روزوں کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے ذوالحجہ کی دس راتوں میں چراغ نہ بجھاؤ اور آپ ان راتوں میں خدام کو بیدار رہنے کا حکم دیتے اور عبادت کو پسند فرماتے۔

عشرہ ذوالحجہ کی نماز

حضرت شیخ ابوالبرکات رحمہ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔ آپ فرماتی ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ذوالحجہ کی دس راتوں میں سے کسی ایک رات کو عبادت کے ساتھ زندہ رکھا گویا اس نے سال بھر حج اور عمرہ کرنے والے کی طرح عبادت کی اور جس نے ان میں سے ایک دن

[1] ۔ چونکہ عید کے دن روزہ رکھنا ناجائز اور منع ہے اس لیے اس عشرہ میں دس ذوالحجہ داخل نہیں، ۱۲ ہزاروی۔

کا روزہ رکھا گویا اس نے پورا سال اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزارا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ذوالحجہ کا پہلا عشرہ شروع ہو جائے تو عبادت میں کوشش کرو کیونکہ ان دنوں کو اللہ تعالیٰ نے فضیلت عطا فرمائی اور اس کی راتوں کی عزت دنوں کی حرمت جیسی رکھی ہے جو شخص ان دس دنوں کی کسی رات کی آخری تہائی میں چار رکعت نماز پڑھے اور بعد میں جو چاہے دعا مانگے اس کے لیے حج بیت اللہ، روضۂ مطہرہ کی زیارت اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے کا ثواب ہوگا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ سے مانگے گا اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔

نماز کا طریقہ

ہر رکعت میں ایک بار فاتحہ، ایک ایک بار سورۂ الفلق اور سورۂ الناس اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھے نیز ہر رکعت میں تین بار آیت الکرسی پڑھے۔ جب نماز سے فارغ ہو تو ہاتھ اٹھا کر یہ کلمات کہے۔

سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّۃِ وَالْجَبَرُوْتِ۔ سُبْحَانَ ذِی الْقُدْرَۃِ وَالْمَلَکُوْتِ سُبْحٰنَ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ سُبْحٰنَ اللّٰہِ رَبِّ الْعِبَادِ وَالْبِلَادِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا طَیِّبًا مُبَارَکًا عَلٰی کُلِّ حَالٍ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا جَلَّ جَلَالُہٗ وَقُدْرَتُہٗ بِکُلِّ مَکَانٍ۔

عزت و عظمت والا (رب) پاک ہے۔ قدرت و بادشاہی والی ذات پاک ہے وہ زندہ پاک ہے جس کے لیے موت نہیں اللہ تعالیٰ جو بندوں اور ملکوں کا رب ہے، پاک ہے اللہ تعالیٰ کے لیے بے شمار پاکیزہ اور مبارک تعریفیں ہر وقت ہیں۔ اللہ سب سے بڑا ہے بڑے مرتبے والا ہے اور ہر جگہ اس کی قدرت کا ظہور ہے۔

ان کلمات کے بعد جو دعا چاہے مانگے۔

اگر یہ نماز ان دس راتوں میں سے ہر رات پڑھے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے گا اور اس کا ہر گناہ مٹا دے گا اور اسے کہا جائے گا از سر نو عمل شروع کر دے اور جب نویں ذی الحجہ کے دن روزہ رکھے اور رات کو عبادت کرے اور یہی دعا مانگے اللہ تعالیٰ کے سامنے خوب گڑگڑائے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اے میرے فرشتو! گواہ ہو جاؤ میں نے اس شخص کو بخش دیا اور میں نے اسے بیت اللہ شریف کا حج کرنے والوں کے ساتھ شریک کر دیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرشتے اللہ تعالیٰ کی اس عطا پر بہت خوش ہوتے ہیں جو اس مومن کو نماز اور دعا پر اللہ تعالیٰ نے عطا فرماتا ہے۔

پانچ انبیاء کی دس دس مخصوص چیزیں

حضرت آدم علیہ السلام: حضرت آدم علیہ السلام کی دس چیزیں یہ ہیں: کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت حوا علیہا السلام کو ان کی بائیں پسلی سے پیدا فرمایا اس وقت آپ محوِ خواب تھے جب بیدار ہوئے تو حضرت حوا علیہا السلام کو اپنے پاس بیٹھا ہوا دیکھا پوچھا تو کون ہے؟ انھوں نے کہا آپ کے لیے ہوں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ہاتھ لگانے کا ارادہ کیا تو

کہا گیا جب تک حق مہر ادا نہ کریں اسے ہاتھ نہ لگائیں آپ نے عرض کیا الٰہی! اس کا مہر کیا ہے؟ اللہ تعالےٰ نے فرمایا آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دس بار درود شریف پڑھیں یہی اس کا مہر ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دس چیزیں یہ ہیں۔

ارشاد خداوندی ہے:

وَاِذِ ابْتَلٰی اِبْرٰھِیْمَ رَبُّهٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّھُنَّ۔ اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کے رب نے چند باتوں میں آزمایا تو انھوں نے پورا کر دکھایا۔

یہ دس باتیں ہیں۔ پانچ سر سے متعلق ہیں۔ (۱) مانگ نکالنا (۲) مونچھیں کاٹنا (۳) مسواک کرنا۔ (۴) کلی کرنا (۵) ناک میں پانی ڈالنا۔

پانچ باتیں بدن میں ہیں۔ (۱) ناخن تراشنا (۲) بغلوں کے بال اکھیڑنا۔ (۳) ختنہ کرنا۔ (۴) زیرِ ناف بال صاف کرنا۔ (۵) انگلیوں میں خلال کرنا۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دس باتیں پوری کر دیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی دوستی کا شرف عطا فرمایا، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاتَّخَذَ اللّٰہُ اِبْرٰھِیْمَ خَلِیْلًا۔ اور اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا۔

حضرت شعیب علیہ السلام

اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِکَ (پس اگر آپ دس سال پورے کریں تو یہ آپ کی طرف سے ہے)

اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دس سال اجرت پر رکھا اور یہ اجرت حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی کا حق مہر تھا۔

کہا گیا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام دس سال تک روتے رہے یہاں تک کہ آپ کی بینائی چلی گئی اللہ تعالیٰ نے آپ کی بینائی لوٹادی اور آپ کی طرف وحی فرمائی۔ اے شعیب! اگر آپ آگ سے ڈرتے ہیں تو میں نے آپ کو اس سے محفوظ کر لیا۔ اگر آپ جنت چاہتے ہیں تو میں نے آپ کو عطا کر دی اگر آپ کو میری رضا مطلوب ہے تو میں نے آپ کو وہ بھی عطا کر دی۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا اے جبریل علیہ السلام میرا رونا جنت کی محبت میں نہیں، اور نہ جہنم کے خوف سے ہے بلکہ رحمٰن کی ملاقات کا شوق اس کا باعث ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا اب آپ کو حق ہے پس آپ روئیں پھر روئیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس رونے کے بدلے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دس سال آپ کا خادم بنایا۔ اور یہ محبت خداوندی میں رونے کا بدلہ تھا جو کچھ عزت، بلند مقامات اور اپنا قرب آپ کے لیے رکھا وہ علیحدہ ہے۔ اپنی زیارت اور وہ نعمتیں عطا فرمائیں جنھیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی انسان

کے دل میں ان کا خیال پیدا ہوا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام

ارشادِ خداوندی ہے:

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّ اَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ۔ اور ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تیس راتوں کا وعدہ لیا اور ان کو دس کے ساتھ پورا کیا۔

اور یہ اس طرح ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلامی کا وعدہ فرمایا اور انھیں تورات عطا کی اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تیس دن کے روزے رکھے اور یہ ذوالحجہ کا مہینہ تھا، بعض کہتے ہیں یہ ذوالقعدہ تھا۔ جب آپ نے گفتگو کا ارادہ کیا تو زیتون کا ایک ٹکڑا اپنے منہ میں رکھ لیا کیوں آپ نے دیکھا کہ منہ کی بو بدل چکی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا اے موسیٰ! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ روزے دار کے منہ کی بو میرے نزدیک کستوری سے زیادہ خوشبودار ہے۔ اس کے بعد آپ کو محرم کے دس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ آخری روزہ عاشورہ کا تھا اور جو لوگ ذی قعدہ کا مہینہ مانتے ہیں ان کے نزدیک یہ ذوالحجہ کے دس روزے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا قرب عطا فرمایا اور ہمکلامی اور قرب کا شرف بخشا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا۔ اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ہمارے وعدے پر آئے۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو دس چیزیں عطا ہوئیں اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ان کی طرف اشارہ ہے۔ وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ یعنی ذوالحجہ کے دس دن اور ان کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

عشرۂ ذوالحجہ کی فضیلت

کہا گیا ہے کہ جو شخص اس عشرہ کی عزت واحترام کرتا ہے اللہ تعالےٰ اسے دس طرح کی عزتیں عطا فرماتا ہے۔ (۱) عمر میں برکت (۲) مال میں فراوانی (۳) اولاد کی حفاظت (۴) گناہوں کا کفارہ (۵) نیکیوں میں اضافہ (۶) قبضِ روح میں آسانی (۷) اندھیروں میں روشنی (۸) میزان کا بھاری ہونا (۹) طبقاتِ جہنم سے نجات۔ (۱۰) جنت کے درجات پر بلندی کا حصول۔

جو شخص اس عشرہ میں کسی مسکین کو صدقہ دیتا ہے گویا وہ انبیاء کرام اور رسولوں پر خیرات کرتا ہے[1]۔ جس نے ان دنوں میں کسی مریض کی بیمار پرسی کی گویا اس نے اولیاء کرام اور ابدال کی عیادت کی۔ جو آدمی جنازے کے ساتھ گیا گویا وہ شہداء کرام

---

[1] مطلب یہ ہے کہ بہت زیادہ ثواب حاصل ہوتا ہے۔ ۱۲ ہزاروی۔

کے جنازے کے ساتھ گیا جو آدمی کسی مومن کو لباس پہنائے اللہ تعالیٰ اسے قیمتی لباس پہنائے گا جو آدمی کسی یتیم بچے پر شفقت کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے عرش کے سائے میں اس پر مہربانی فرمائے گا۔ اگر وہ علماء کی مجلس میں حاضر ہو تو گویا وہ انبیاء و رسل علیہم السلام کی مجلس میں حاضر ہوا۔

حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ جب حضرت آدم علیہ السلام زمین کی طرف اتارے گئے تو آپ اپنی خطاء پر چھ دن تک روتے رہے۔ ساتویں دن اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی بھیجی اس وقت آپ نہایت غمگین تھے اور سر جھکائے بیٹھے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم علیہ السلام! آپ نے یہ کیا مشقت اختیار کر رکھی ہے؟ آپ نے عرض کیا یا اللہ! میں بہت بڑی مصیبت میں گرفتار ہوں، خطاؤں نے مجھے گھیر رکھا ہے۔ میں عزت کے گھر سے ذلت کے گھر میں، نیک بختی کے مقام سے بدبختی کے گھر میں اور دائمی گھر سے موت و فنا کے گھر میں آچکا ہوں تو میں اپنی خطاء پر کس طرح نہ روؤں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی، اے آدم علیہ السلام کیا میں نے تمہیں اپنے لیے خاص نہیں کیا پھر تجھے مخلوق پر فضیلت نہیں دی؟ تجھے عزت و کرامت سے نہیں نوازا، اور تجھے اپنی محبت عطا نہیں کی؟ کیا میں نے تجھے اپنے دست قدرت سے پیدا نہیں کیا؟ تیرے سامنے فرشتوں کو سجدہ ریز نہیں کیا؟ کیا تم میری طرف سے عزت و کرامت کے انتہائی مقام پر فائز نہیں رہے؟ پس تم نے میری رحمت و نعمت کو کیسے بھلا دیا، مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! اگر تمام زمین ایسے لوگوں سے بھر جائے جو آپ کی طرح ہیں وہ میری عبادت کریں اور رات دن میری تسبیح بیان کریں، لمحہ بھر بھی میری عبادت میں سستی نہ کریں پھر میری نافرمانی کریں تو میں انھیں گناہ گاروں کے مقام پر اتاروں گا۔ یہ سن کر حضرت آدم علیہ السلام تین سال تک ہندوستان کے پہاڑوں میں روتے رہے آپ کے آنسو پہاڑوں کی ندیوں میں بہتے رہے۔ ان آنسوؤں سے پاکیزہ درخت پیدا ہوئے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا اے آدم علیہ السلام! آپ بیت اللہ شریف جائیں اور ذوالحجہ کے پہلے عشرہ کی انتظار فرمائیں پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کریں وہ آپ کی لغزش پر رحم فرمائے گا چنانچہ آپ کعبۃ اللہ کی طرف روانہ ہوئے جہاں آپ کا قدم پڑتا وہاں بستی بن جاتی اور قدموں کے درمیان کی جگہ جنگل ہو جاتی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کے دو قدموں کے درمیان تین فرسنگ کا فاصلہ تھا آپ نے کعبہ شریف کے پاس پہنچ کر ایک ہفتہ طواف کیا اور روتے رہے یہاں تک کہ گھٹنوں تک پانی چڑھ گیا عرض کیا یا اللہ! تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے میں تیری حمد بیان کرتا ہوں مجھ سے خطاء ہوئی اور میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا پس تو مجھے بخشش دے اور تو بہترین بخشنے والا ہے مجھ پر رحم فرما اور تو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی اور فرمایا: اے آدم علیہ السلام! مجھے تمہاری کمزوری پر رحم آیا، میں نے تمہاری لغزش معاف کر دی اور تمہاری توبہ قبول فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کے اسی ارشاد میں اسی طرف اشارہ ہے

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ۔ پس آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ لیے تو اس نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔

ان دس دنوں کی برکت سے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی اسی طرح جس مومن سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو جائے اور وہ اپنی خواہشات کا پیروکار بن جائے جب ان دنوں میں توبہ کرے، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے اور اس کا فرمانبردار بن جائے، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور بخشش کے ساتھ اس پر فضل فرماتا ہے۔ اور اپنے لطف و کرم

سے اس کی بُرائیوں کو نیکیوں میں بدل دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قسم کھاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۔ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ——— اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ (تک)

فجر کی قسم، دس راتوں، جفت اور طاق کی قسم۔

"اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ۔" کا مطلب یہ ہے کہ جہنم کے پُل پر آٹھ چوکیاں ہیں پہلی چوکی پر بندے سے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بارے میں پوچھا جائے گا اگر مؤمن ہے تو نجات پائے گا ورنہ جہنم میں گر پڑے گا پھر دوسرے درجے میں جائے گا تو وضو اور نماز کے بارے میں سوال ہوگا اگر ان دونوں میں کوتاہی ہوگی تو جہنم میں گر پڑے گا اور اگر رکوع و سجود مکمل کیے ہیں تو نجات پائے گا پھر تیسرے درجے میں جائے گا تو زکوٰۃ کے بارے میں پوچھا جائے گا اگر ادائیگی کی ہوگی تو نجات پائے گا اس کے بعد چوتھے درجے کی طرف جائے گا تو روزے سے متعلق سوال ہوگا اگر مکمل روزے رکھے ہیں تو نجات حاصل ہوگی پھر پانچویں درجے کی طرف جائے گا تو حج اور عمرے کے بارے میں پوچھا جائے گا اگر ان دونوں کو ادا کیا ہوگا تو نجات پائے گا پھر چھٹے درجے میں امانت کے بارے میں سوال ہوگا اگر امانت میں خیانت نہیں کی ہوگی تو نجات حاصل کرے گا اس کے بعد ساتویں درجے میں جائے گا وہاں غیبت، چغلی اور بہتان کے بارے میں پوچھا جائے گا اگر غیبت کا مرتکب نہیں ہوا تو نجات پائے گا بعد ازاں آٹھویں درجہ میں حرام خوری سے سوال ہوگا اگر حرام نہیں کھایا تو نجات پائے گا ورنہ جہنم میں گر پڑے گا۔

یومِ ترویہ

(آٹھویں ذی الحجہ)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّرُكْبَانًا (الآیۃ)

اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دیں۔ آپ کے پاس پیدل اور سوار آئیں گے۔

یہ آیت کریمہ سورۂ حج میں ہے اور یہ سورہ قرآن پاک کی عجیب سورتوں میں سے ہے کیونکہ اس میں مکی آیات بھی ہیں اور مدنی بھی۔ حضری میں بھی سفری بھی، رات میں نازل ہونے والی بھی ہیں اور دن کو اترنے والی بھی، ناسخ بھی ہیں اور منسوخ بھی۔

تیسویں آیت سے آخر سورت تک تمام آیات مکی ہیں، پندرہویں آیت سے تیسویں آیت تک تمام آیات مدنی ہیں، پہلی پانچ آیات رات میں نازل ہوئیں اور چھٹی سے نویں تک دن کو نازل ہونے والی آیات ہیں۔ پہلی بیس آیات حضری ہیں (اور باقی سفری) اور مدنی کہلاتی ہیں کیونکہ یہ مدینہ طیبہ کے قرب میں نازل ہوئیں۔ یہ آیت ناسخ ہے "اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ" جن لوگوں سے لڑائی کی جاتی ہے ان کو اب لڑنے کی اجازت ہے [1]۔ تین آیات منسوخ ہیں۔

---

[1] چونکہ شروع شروع میں مسلمانوں کو مصائب برداشت کرنے اور جوابی کارروائی نہ کرنے کا حکم تھا اس آیت کے ذریعے یہ حکم منسوخ کر کے انھیں جہاد کی اجازت دی گئی اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ مسلمان مظلوم ہیں پہل کفار کی طرف سے (بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر دیکھیں)

(۱)۔ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ"
اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول یا نبی بھیجے سب پر یہ واقعہ گزرا ہے کہ جب انھوں نے پڑھا تو شیطان نے ان کے پڑھنے میں لوگوں پر کچھ اپنی طرف سے ملا دیا۔ (۲۲ : ۵۲)

اس کی ناسخ آیت "سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى" ہے۔[۱] (۸۷ - ۶)
(اب ہم آپ کو پڑھائیں گے تو آپ نہیں بھولیں گے

(۲)۔ اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُوْنَ۔
اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہارے درمیان فیصلہ کر دے گا جس میں تم اختلاف کر رہے ہو۔ (۲۲ - ۶۹)

آیت سیف یعنی آیت جہاد اس آیت کی ناسخ ہے۔

(۳)۔ وَجَاهِدُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ[۲]۔
اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا جہاد کرنے کا حق ہے۔ (۲۲-۷۸)

یہ "فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ" اس آیت کی ناسخ ہے۔

ارشاد ربانی ہے "وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ۔" کا مطلب یہ ہے کہ اے ابراہیم علیہ السلام! آپ اپنی اولاد اور دوسرے مومنوں میں حج کا اعلان کر دیں۔

"يَاْتُوْكَ رِجَالًا"۔ یعنی آپ کے پاس پیدل چل کر آئیں گے۔

"وَعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ"۔ اور اونٹوں پر سوار ہو کر آئیں گے۔

"يَاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ" دور دراز کے مقامات اور راستوں سے آئیں گے۔

یہ بات اللہ تعالیٰ نے اس وقت فرمائی جب حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیر کعبہ سے فارغ ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا یا اللہ! اس گھر کا کون ارادہ کرے گا؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ لوگوں میں حج کا اعلان کریں چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جبل ابو قبیس پر تشریف لے گئے یہ وہ پہاڑ ہے جس کے دامن میں صفا پہاڑی ہے آپ نے بلند آواز سے فرمایا: "اے لوگو اپنے رب کا حکم قبول کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ اس کے گھر کا حج کرو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس آواز کو زمین پر موجود ہر مومن مرد و عورت نے اور ان لوگوں نے سنا جو باپ کی پیٹھ یا ماں کے پیٹ میں تھے۔ آج جو تلبیہ کہا جاتا ہے یہ اسی ندائے ابراہیمی کا جواب ہے چنانچہ تمام نے "لَبَّيْكَ" کے ساتھ جواب دیا۔ پس جس نے اس دن جواب دیا وہ بیت اللہ شریف کی زیارت کے بغیر دنیا سے رخصت نہیں ہوگا۔

حج کا احرام باندھنے اور تلبیہ کہنے کی فضیلت

حضرت مجاہد رحمہ اللہ، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے

(بقیہ حاشیہ) ہے لہٰذا انھیں بھی اپنے دفاع کا حق ہے۔ ۱۲ ہزاروی۔

[۱] یعنی اب جو کچھ حضور علیہ السلام پڑھیں اس میں شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ نہیں ڈالا جا سکتا بلکہ پڑھا ہوا آپ کو یاد رہے گا۔ ۱۲ ہزاروی۔

[۲] پہلی آیت میں لوگوں کے اختلاف کا ذکر تھا کہ قیامت کے دن ان کا فیصلہ ہو جائے گا۔ دوسری آیت میں جہاد کا حکم دیا گیا یعنی اب محض قیامت تک کی انتظار نہ کی جائے بلکہ کفار سے جہاد کیا جائے۔ ۱۲ ہزاروی۔

روایت کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے کہ یمن سے ایک قافلہ آیا اور اس نے کہا ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ہمیں حج کے فضائل بتائیے آپ نے فرمایا ٹھیک ہے جو شخص گھر سے حج یا عمرے کے ارادے سے نکلتا ہے تو وہ جو قدم بھی اٹھاتا یا رکھتا ہے اس کے قدموں سے اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح درخت سے پتے گرتے ہیں۔ جب وہ مدینہ طیبہ پہنچ کر مجھ سے مصافحہ کے ساتھ سلام کرتا ہے تو فرشتے اس کے ساتھ مصافحہ اور سلام کرتے ہیں جب وہ ذوالحلیفہ پہنچ کر غسل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے گناہوں سے پاک کر دیتا ہے جب وہ دو نئے کپڑے پہنتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے جدید نیکیاں عطا فرماتا ہے اور جب وہ " لَبَّیْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ " کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواب میں فرماتا

لَبَّیْكَ وَسَعْدَیْكَ اَسْمَعُ كَلَامَكَ وَاَنْظُرُ اِلَیْكَ۔ لَبَّیْكَ وَسَعْدَیْكَ میں نے تیرا کلام سنا اور تیری طرف متوجہ ہوا۔

جب وہ مکہ مکرمہ میں داخل ہو کر طواف کرتا اور صفا مروہ کے درمیان سعی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے نیکیوں تک پہنچا دیتا ہے اور جب وہ میدان عرفات میں وقوف کرتا ہے اور طلبِ حاجات میں آوازیں بلند ہوتی ہیں تو اللہ تعالیٰ سات آسمانوں کے فرشتوں میں ان لوگوں پر فخر کا اظہار فرماتا ہے ارشاد ہوتا ہے:

میرے فرشتو! میرے آسمانوں میں رہنے والو! کیا تم میرے بندوں کو نہیں دیکھتے دور دراز کے علاقوں سے غبار آلود اور پریشان حال آئے ہیں۔ انھوں نے مال خرچ کیا اور اپنے جسموں کو تھکایا مجھے اپنی عزت، جلال اور کرم کی قسم! میں ان کی نیکیوں کے سبب ان کے بروں کو بھی بخش دوں گا اور انھیں گناہوں سے اس طرح پاک کروں گا گویا آج ہی شکم مادر سے باہر آئے ہوں۔ جب وہ جمرات کو کنکریاں مارتے، سر منڈاتے اور بیت اللہ شریف کی زیارت کرتے ہیں تو عرش کے نیچے سے ایک منادی پکارتا ہے جاؤ تمہاری بخشش ہو گئی اب نئے سرے سے عمل شروع کرو۔ ایک روایت میں ہے ایک اعرابی نے بارگاہِ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ! میں حج کے ارادے سے نکلا لیکن حج نہ کر سکا۔ میں نے احرام باندھ رکھا ہے فرمائیے اب میں کیا کروں؟ جس سے میں حج یا اس کا ثواب حاصل کر سکوں"۔ نبی کریم اس کی طرف متوجہ ہوتے اور فرمایا ابو قبیس کی طرف دیکھو اگر تمہارے پاس ابو قبیس جتنا سرخ سونا ہو اور تم اسے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرو تو پھر بھی حج کرنے والے کا مقام نہیں پا سکتے۔ پھر آپ نے فرمایا جب حج کرنے والا سفر کی تیاری شروع کر دیتا ہے تو جو چیز بھی اٹھاتا یا رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کے نامۂ اعمال میں دس نیکیاں لکھتا ہے اس سے دس گناہ مٹاتا ہے اور اس کے دس درجے بلند فرما دیتا ہے اور جب وہ سواری پر سوار ہوتا ہے تو سواری کے ہر قدم پر اسی قدر ثواب عطا ہوتا ہے جب بیت اللہ شریف کا طواف کرتا ہے تو گناہوں سے باہر نکل آتا ہے۔ صفا مروہ کے درمیان سعی کرتا ہے تو گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ عرفات میں ٹھہرتا ہے تب بھی گناہوں سے نکل جاتا ہے"۔ پھر فرمایا " جب مشعر حرام میں ٹھہرتا ہے تو گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ شیطانوں کو کنکریاں مارتا ہے تو بھی گناہوں سے نکل جاتا ہے"۔

اس کے بعد آپ نے اعرابی سے فرمایا" پھر تمہیں حج کرنے والے کے برابر ثواب کس طرح مل سکتا ہے؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بیت اللہ شریف کا طواف کر رہا تھا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، یہ بیت اللہ شریف کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اے علی!

اللہ تعالیٰ نے اس گھر کو دنیا میں میری امتوں کے گناہوں کا کفارہ بنایا ہے۔" میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ حجر اسود کیا ہے؟ آپ نے فرمایا" یہ جنتی جوہر ہے اللہ تعالیٰ نے اسے دنیا میں اتارا سورج کی طرح اس کی بھی شعاعیں تھیں جب سے مشرکین نے اسے ہاتھ لگایا اس کی سیاہی زیادہ ہو گئی اور رنگ بدل گیا۔

حضرت ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ نے ارشاد فرمایا اس بیت اللہ شریف پر دن رات میں ایک سو بیس رحمتیں نازل ہوتی ہیں ان میں سے ساٹھ طواف کرنے والوں کے لیے ہیں چالیس اس کے گرد اعتکاف کرنے والوں کے لیے اور بیس رحمتیں اس کی زیارت کرنے والوں کے لیے ہیں۔

حضرت زہری، حضرت سعد بن مسیب سے، وہ حضرت عمر بن سلمہ (رضی اللہ عنہم) سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ہم نے بندے کو جسمانی صحت اور درازیٔ عمر عطا کی اگر اس پر تین سال یوں گزر جائیں کہ وہ اس گھر کی طرف نہ آئے تو وہ محروم ہے محروم ہے۔

حجر اسود

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی ایام میں ان کے ہمراہ حج کیا آپ مسجد میں داخل ہونے یہاں تک کہ حجر اسود کے پاس ٹھہر گئے آپ نے فرمایا تو پتھر ہے نقصان دے سکتا ہے نہ نفع، اگر میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔ اس پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان سے فرمایا" امیر المؤمنین! یہ بات نہ کہیں بے شک یہ حکم خداوندی سے نقصان بھی دیتا ہے اور نفع بھی۔ اگر اگر آپ قرآن میں پڑھتے اور جو کچھ اس میں ہے اسے معلوم کرتے تو میری بات کا انکار نہ کرتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابوالحسن! کتاب الٰہی میں اس کی کیا وضاحت ہے؟ انھوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا أَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ۔

اے محبوب! یاد کیجئے جب آپ کے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد نکالی اور انھیں خود ان پر گواہ بنایا (فرمایا) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں، انھوں نے کہا ہاں کیوں نہیں ہم گواہ ہیں کہ قیامت کے دن تم یہ نہ کہو کہ ہمیں اس کی خبر نہ تھی۔

جب انھوں نے بندگی کا اقرار کر لیا تو یہ اقرار ایک ورق پر لکھ دیا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حجر اسود کو طلب فرمایا تو اس نے اس اقرار نامہ کو نگل لیا لہٰذا یہ اس جگہ اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ امین ہے تاکہ وہ قیامت کے دن اس شخص کی شہادت دے جس نے وعدہ پورا کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابوالحسن! اللہ تعالیٰ نے آپ کے سینے میں بہت بڑا علمی خزانہ رکھا ہے۔

حج اور عمرہ کرنے والوں کی مقبولیت

حضرت ابو صالح رحمہ اللہ بواسطہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا حج اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں اگر اس سے دعا مانگیں تو قبول کرتا ہے اگر وہ بخشش طلب کریں تو بخش دیتا ہے۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ! حج کرنے والے کو بخش دے اور جس کے لیے حاجی استغفار کرے اسے بھی بخش دے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا ایک حدیث میں آتا ہے فرشتے حاجیوں کا استقبال کرتے ہیں۔ جو لوگ اونٹوں پر سوار ہوتے ہیں ان کو سلام کرتے ہیں جو خچر یا گدھے پر ہوں ان سے مصافحہ کرتے ہیں اور پیدل چلنے والوں سے گلے ملتے ہیں۔

حضرت ضحاک رحمہ اللہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسلاً روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا" جو شخص گھر سے حج کے ارادے سے نکلے اور جہاد کرنے سے پہلے اسے جانور ہلاک کر دے یا کسی ڈسنے والے نے ڈس دیا یا کسی اور وجہ سے مر جائے وہ شہید ہے۔ اور جو شخص اپنے گھر سے بیت اللہ شریف کے ارادے سے نکلے اور وہاں پہنچنے سے پہلے اسے موت آجائے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت واجب کر دیتا ہے۔

حضرت سفیان بن عیینہ، ابوالزناد سے وہ اعرج سے وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اس گھر کا حج کیا اور حج کے دوران نہ گناہ کیا نہ نافرمانی کی اور نہ ہی جہالت کی بات کی وہ لیے واپس آئے گا جیسے آج ہی اسے ماں نے جنا ہو۔

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا جس نے حج کیا پھر گھر کو یوں لوٹا کہ اس نے بے حیائی، نافرمانی اور جہالت کی بات نہ کی ہو وہ ایسے ہو جاتا ہے جیسے پیدائش والے دن پاک تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک حج کے ساتھ تین آدمی جنت میں داخل ہوں گے۔ ایک وہ جس نے حج کی وصیت کی، دوسرا وہ جس نے اس پر عمل کیا اور تیسرا جس نے اس (وصیت کرنے والے) کی طرف سے حج کیا۔ عمرے اور جہاد کا بھی یہی مسئلہ ہے۔

حضرت علی بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں ایک سال ابو عبید قاسم بن سلام کا ہمسفر تھا جب میں ثوقف پر پہنچا اور سیل رحمت پر قیام کرنے کے بعد غسل کیا تو اپنا زادِ راہ وہاں ہی بھول آیا۔ جب اتر کر نیچے آیا تو حضرت ابوعبید نے مجھے فرمایا ہمارے لیے ستو اور کھجوریں خرید لاتے تو بہتر تھا جب میں یہ چیزیں خریدنے چلا گیا تو مجھے اپنا زادِ راہ یاد آیا چنانچہ میں فوراً واپس آیا اور اسی مقام پر پہنچا تو دیکھا کہ زادِ راہ اسی طرح موجود تھا میں اسے لے کر واپس چلا گیا میں نے کیا دیکھا کہ تمام وادی بندروں، خنزیروں اور اسی قسم کی دوسری چیزوں سے بھری پڑی ہے مجھے ان سے ڈر محسوس ہوا۔ واپسی پر بھی یہی کیفیت تھی۔ میں صبح سے تھوڑی دیر پہلے حضرت ابوعبید کے پاس پہنچ گیا انھوں نے مجھ سے پوچھا کیا معاملہ ہے تو میں نے بندروں اور خنزیروں کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا یہ انسانوں کے گناہ ہیں جنھیں وہ یہاں چھوڑ کر واپس چلے گئے ہیں۔

یوم ترویہ کی وجہ تسمیہ

یوم ترویہ کی وجہ تسمیہ میں اختلاف ہے۔ ترویہ ذوالحجہ کی آٹھویں تاریخ کو کہا جاتا ہے

یہی وہ دن ہے جس میں لوگ مکہ مکرمہ سے منیٰ کی طرف نکلتے ہیں۔ اس کو یوم ترویہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس دن لوگ آب زمزم سیر ہو کر پیتے ہیں ترویہ بر وزن تفعلہ ارتویٰ سے ماخوذ ہے اس کے معنیٰ ہیں پانی طلب کیا، پیا اور غسل کیا، اس دن لوگ کثرت سے آب زمزم پیتے ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آٹھویں ذوالحجہ کی رات خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے لخت جگر (حضرت اسماعیل علیہ السلام) کو ذبح کر رہے ہیں۔ صبح ہوئی تو آپ سوچ میں پڑ گئے کہ وہ دشمن خدا شیطان کی طرف سے ہے یا محبوب رحمٰن کی طرف سے۔ آپ اس خواب کے بارے میں سارا دن متفکر رہے۔ نویں ذوالحجہ کا دن (عرفہ) ہوا تو آپ سے کہا گیا آپ کو جو حکم دیا گیا اس کی تعمیل کیجئے اس سے آپ سمجھ گئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اسی لیے اس دن کو یوم عرفہ کہتے ہیں۔

چار دعوتیں

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ۔" اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل کو حکم دیا کہ وہ اس کے بندوں کو اس کے گھر کی طرف بلائیں، بلاوے چار ہیں۔

(۱)۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو بلانا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "وَاللّٰهُ يَدْعُوْا اِلٰى دَارِ السَّلَامِ۔" اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف بلایا، عمل کے گھر سے عزت والے گھر کی طرف بلایا، غیبت کے مقام سے مشاہدہ کی جگہ، زوال کی جگہ سے بقا کے مقام اور مصائب کے گھر سے مولیٰ کے گھر کی طرف بلایا۔ ایسے گھر سے جس کے آغاز میں رونا، درمیان میں مشقت اور آخر میں فنا ہے۔ ایسے گھر کی طرف بلایا جس کے شروع میں عطاء، درمیان میں رضا اور آخرت میں ملاقات ہے۔

(۲) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بلانا۔

دوسرا بلانا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت کو دین اسلام کی طرف بلانا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ۔ — اپنے رب کی راہ پر حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ۔

آپ کا کام دعوت اور بلانا ہے ہدایت دینا نہیں[1] جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بُعِثْتُ هَادِيًا وَلَيْسَ اِلَيَّ مِنَ الْهِدَايَةِ شَيْءٌ وَبُعِثَ اِبْلِيْسُ غَاوِيًا وَلَيْسَ اِلَيْهِ مِنَ الضَّلَالَةِ شَيْءٌ۔ — مجھے ہدایت دینے کے لیے بھیجا گیا لیکن (زبردستی) ہدایت دینا میرا کام نہیں اور ابلیس گمراہ کرنے کے لیے آیا لیکن اسے گمراہ کرنے کا کچھ اختیار نہیں۔

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

---

[1] ہدایت کی دو صورتیں ہیں: ایک راستہ دکھانا اور دوسری صورت منزل پر پہنچانا۔ راستہ دکھانا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر مصلحین کا کام ہے لیکن اس کے مطابق منزل پر پہنچانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ ۱۲ ہزاروی۔

اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ۔ آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت دیتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابوطالب کی ہدایت کا سوال کیا تو ہدایت نہ دی گئی لیکن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کو ہدایت عطا کی گئی۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے ذمہ بلانا ہے جیسے ارشاد خداوندی ہے:

يٰاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ۔ اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی طرف جو کچھ اتارا وہ لوگوں تک پہنچا دیجئے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا۔ بے شک ہم نے آپ کو شاہد (حاضر و ناظر) خوشخبری دینے والا، ڈرانے والا، اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا نیز روشن چراغ بنا کر بھیجا۔

اور آپ شفاعت کے منصب پر فائز ہیں لیکن قبول کرنا اور ہدایت دینا میرا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَاءُ۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے اپنے نور کی طرف ہدایت دیتا ہے۔

نیز ارشاد فرمایا ہے:

وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰهَا اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو ہدایت دیتے۔

(۳) مؤذن، نماز اور امر الٰہی کے گھر کی طرف بلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے سے بڑھ کر کس کی بات اچھی ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مؤذن اور تلبیہ کہنے والے قیامت کے دن اپنی قبروں سے یوں نکلیں گے کہ مؤذن اذان کہہ رہا ہوگا اور تلبیہ کہنے والا تلبیہ کہتا ہوگا۔ جہاں تک مؤذن کی آواز جاتی ہے اسی حساب سے اس کے لیے بخشش ہوتی ہے ہر تر اور خشک درخت اور ڈھیلے جو اس کی آواز سنتے ہیں اس کے حق میں گواہی دیتے ہیں اور مؤذن کے لیے اس مسجد میں نماز پڑھنے والے تمام نمازیوں کی نیکیوں جتنا ثواب لکھا جاتا ہے وہ اذان اور اقامت کے درمیان جو سوال بھی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے عطا فرماتا ہے یا تو دنیا میں جلد ہی دیا جاتا ہے یا اس کی وجہ سے کوئی برائی دور کر دی جاتی ہے یا اس کی آخرت کے لیے جمع کر دیا جاتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے ایک ایسا عمل بتائیں جس کے باعث میں جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا اپنی قوم کا مؤذن بن جا تیری وجہ سے وہ اکٹھے نماز پڑھیں۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر مجھے اس کی طاقت نہ ہو؟ آپ نے فرمایا اپنی قوم کا امام بن جا۔ تیرے ساتھ ان کی نماز قائم ہو اس نے عرض کیا اگر مجھے اس کی طاقت بھی نہ ہو؟ آپ نے فرمایا پھر پہلی صف کو اختیار کر۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں یہ آیت کریمہ " وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا " مؤذنوں کے حق میں نازل ہوئی یعنی وہ لوگوں کو نماز کی طرف بلاتا ہے اور اذان و اقامت کے درمیان نماز پڑھتا ہے۔

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہاں تک مؤذن کی آواز جاتی ہے اس کے مطابق اس کی بخشش ہوتی ہے اور اسے ان لوگوں جتنا ثواب ملتا ہے جو اس کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں حالانکہ ان کے ثواب میں بھی کمی واقع نہیں ہوتی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مریض جب تک حالتِ مرض میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ کا مہمان ہوتا ہے ہر روز اس کے لیے ستر شہداء کا عمل اٹھایا جاتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اسے بیماری سے صحت یاب فرمادے تو گناہوں سے اس طرح باہر آتا ہے جس طرح آج ہی وہ ماں کے بطن سے پیدا ہوا ہو اور اگر اس کے لیے موت کا فیصلہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو حساب بغیر جنت میں داخل فرمائے گا۔

بعض علماء فرماتے ہیں مؤذن اللہ تعالیٰ کے دربان ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر مؤذن کو ایک ہزار نبی کے برابر ثواب عطا فرماتا ہے امام اللہ تعالیٰ کا وزیر ہے اسے ہر نماز کے بدلے ایک ہزار صدیقین کا ثواب عطا ہوتا ہے۔ عالم اللہ تعالیٰ کا وکیل (نمائندہ) ہوتا ہے اسے قیامت کے دن ہر حدیث کے بدلے نور عطا کیا جائے گا اور اس کے لیے ایک ہزار سال کی عبادت کا ثواب لکھا جاتا ہے اور علم حاصل کرنے والے طلبہ اور طالبات اللہ تعالیٰ کے خادم ہیں ان کی جزا جنت ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن مؤذن سب سے بلند گردن والے ہوں گے۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص سات سال تک اذان کہے اللہ تعالیٰ اسے جہنم سے آزاد فرمائے گا جبکہ اس کی نیت صحیح ہو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مؤذن کی آواز جہاں تک جاتی ہے اس کے مطابق اس کو بخشش دیا جاتا ہے۔ اور جو بھی خشک و تر چیز اس کی اذان سنتی ہے اس کی تصدیق کرتی ہے۔

(۴)۔ چوتھا بلاوا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بلانا ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ " وَاَذِّنْ فِى النَّاسِ بِالْحَجِّ " مجلس کے آغاز میں اس کا ذکر ہو چکا ہے۔

یوم عرفہ کی فضیلت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔

آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کیا اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کیا۔

یہ آیت میدانِ عرفات میں نازل ہوئی جبکہ سورہ مائدہ کی دوسری آیات مدینہ طیبہ میں نازل ہوئیں " اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ

لَکُمْ دِیْنَکُمْ " یعنی تمہارے دین کے احکام حلال وحرام کو مکمل کر دیا"۔ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ، یعنی میری طرف سے تم پر نعمت پوری ہو گی۔ اب تمہارے ساتھ عرفات میں کا فر و مشرک جمع نہ ہوں گے " وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا "، یعنی تمہارے لیے دینِ اسلام کو پسند کیا۔

یہ آیت کریمہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر عرفہ کے دن میدان عرفات میں نازل ہوئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے نزول کے بعد اکیاسی دن (ظاہری حیات سے) بقیدِ حیات رہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت و رضا کی طرف طلب فرمالیا۔ یہ بات حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر مفسرین کرام سے مروی ہے۔

حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ آیت کریمہ فتح مکہ کے دن نازل ہوئی۔ حضرت امام جعفر صادق فرماتے ہیں "الیوم" سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور رسالت کے دن کی طرف اشارہ ہے۔ ایک قول کے مطابق "الیوم" سے یوم ازل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اتمام سے وقت اور رضا سے ابد کی طرف اشارہ ہے۔ کہا گیا ہے کہ دین کا کمال دو باتوں میں ہے جو اللہ تعالیٰ کی معرفت اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کرنے میں ہے۔ ایک قول کے مطابق دین کا کمال امن اور فراغت میں ہے کیوں کہ جب تم اس چیز سے بے غم ہو گئے جس کا ضامن اللہ تعالیٰ ہے تو اس کی عبادت کے لیے فارغ ہو جاؤ گے۔

ایک قول یہ ہے کہ دین کا کمال گردش اور قوت سے بیزاری اور تمام سے اس ذات کی طرف رجوع کرنے میں ہے جس کے لیے سب کچھ ہے۔

کسی نے کہا دین کا کمال اس وقت سے ہے جب حج کو یوم عرفہ کی طرف لوٹایا گیا کیونکہ وہ لوگ ہر سال ہر مہینے میں حج کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حج کا وقت مقرر کر دیا اور فرض قرار دیا تو یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ۔ الآیہ"۔

دین کا مفہوم

لفظ دین قرآن پاک میں کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے ان میں سے ایک دینا (قانون) ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَا کَانَ لِیَاْخُذَ اَخَاہُ فِیْ دِیْنِ الْمَلِکِ۔ — حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بھائی کو بادشاہ کے قانون میں پکڑ نہیں سکتے تھے۔

یعنی اس کی دنیا اور سیرت وعادت (قانون) میں حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بھائی کو پکڑ نہیں سکتے تھے۔

ایک معنیٰ حساب ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ۔ — یہ سیدھا حساب ہے۔

اس کا ایک معنیٰ جزا بھی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

یَوْمَئِذٍ یُّوَفِّیْهِمُ اللّٰهُ دِیْنَهُمْ۔ — اس دن اللہ تعالیٰ ان کو پورا بدلہ دے گا۔

دین حکم کے معنیٰ میں بھی آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَاْخُذْکُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ۔ — خدا کا حکم نافذ کرنے میں تم ان (زانی اور زانیہ) پر ترس نہ کھاؤ۔

اس کا معنیٰ عید بھی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَذَرُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَعِبًا وَلَهْوًا۔ اور ان لوگوں کو چھوڑ دیں جنھوں نے اپنے دین (عید) کو کھیل کود بنا لیا۔

دین، نماز اور زکوٰۃ کے معنیٰ میں بھی آتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ذٰلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ۔ یہ دین (یعنی نماز وزکوٰۃ) درست ہے۔

لفظ دین، قیامت کے معنیٰ میں بھی آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ مالک ہے بدلے کے دن کا۔

لفظ دین، شریعت کے معنیٰ میں بھی استعمال ہوا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ۔ آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا۔

تکمیلِ دین

ارشادِ خداوندی ہے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ۔ آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے تمام کتابوں کو یکبارگی نازل فرمایا جبکہ قرآن مجید کو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا۔ سوال پیدا ہوا کہ نزول کے اعتبار سے کون سی کتاب زیادہ بہتر ہے؟ کہا گیا قرآن زیادہ اچھا ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے تورات کو یکبارگی نازل فرمایا تو بنی اسرائیل نے اسے قبول کیا لیکن اس پر بہت کم عمل کیا اور تورات کے احکام اوامر ونواہی ان کو بھاری محسوس ہوئے تو انھوں نے کہا "سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا" ہم نے سُنا اور تسلیم نہ کیا۔

لیکن قرآن پاک کو اللہ تعالیٰ نے تھوڑا تھوڑا کر کے تدریجاً نازل فرمایا سب سے پہلے اللہ تعالےٰ نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھنے کا حکم دیا اور پڑھنے والوں کو جنت کی ضمانت دی۔ چنانچہ انھوں نے سُنا اور اطاعت کی اس کے بعد ان کو سورج طلوع ہونے سے پہلے دو رکعتوں اور غروب آفتاب کے بعد دو رکعتوں کا حکم دیا پھر انھیں پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم دیا۔ پھر ہجرت کے بعد جماعت کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھنے کا حکم فرمایا۔ اس کے بعد ان کو زکوٰۃ کا حکم دیا۔ بعد ازاں ان کو عاشورہ کا روزہ رکھنے کا حکم دیا اس کے بعد ہر مہینے میں تین روزے رکھنے کا حکم دیا پھر ماہِ رمضان کے روزوں کا حکم فرمایا پھر جہاد کا اور اس کے بعد حج کا حکم دیا اور جب تمام اوامر ونواہی مکمل ہو گئے تو اللہ تعالےٰ نے حجۃ الوداع کے دن اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ" نازل فرمائی۔

یہ دن جمعہ اور عرفہ کا دن تھا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اسی طرح منقول ہے۔ حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک یہودی، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا ایک آیت جو تم پڑھتے ہو اگر ہم پر نازل ہوتی اور ہمیں اس دن کا علم ہو جاتا تو ہم اسے عید کا دن قرار دیتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ کون سی آیت ہے اس نے کہا "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ" آپ

نے فرمایا ہمیں معلوم ہے یہ آیت کس دن اور کس جگہ نازل ہوئی یہ عرفہ اور جمعۃ المبارک کے دن نازل ہوئی (اس وقت) ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرفات میں وقوف کر رہے تھے اور الحمد للہ! یہ دونوں دن ہمارے لیے عید کے دن ہیں اور جب تک ایک مسلمان بھی باقی ہے یہ ان مسلمانوں کے لیے عید کا دن رہے گا۔

ایک یہودی نے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں عرض کیا اگر ہمیں یہ دن نصیب ہوتا تو ہم اسے عید کا دن بناتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس سے فرمایا یوم عرفہ سے بڑھ کر کون سی عید ہے۔

عرفات کی وجہ تسمیہ

مقامِ وقوف کو عرفات اور یومِ وقوف کو عرفہ کیوں کہا جاتا ہے اس کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔

حضرت ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت آدم علیہ السلام جب زمین پر اترے تو آپ ہندوستان میں اور حضرت حواء علیہا السلام جدّہ میں اتریں۔ پھر وہ دونوں ایک دوسرے کو تلاش کرتے رہے۔ چنانچہ عرفہ کے دن میدان عرفات میں دونوں اکٹھے ہو گئے اور ایک دوسرے کو پہچان لیا۔ اس وجہ سے یہ دن عرفہ اور یہ جگہ عرفات کہلاتی ہے۔

حضرت سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں عرفات کہنے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت حاجرہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اٹھایا اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے چلی گئیں۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام موجود نہ تھے جب تشریف لائے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کو نہ پایا چنانچہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے سارا واقعہ عرض کر دیا کہ حضرت حاجرہ ان کو لے کر چلی گئی ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام، ان کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے چنانچہ آپ نے ان کو حضرت حاجرہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ میدان عرفات میں پایا اور پہچان لیا لہٰذا اس مقام کو عرفات کہا گیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین سے روانہ ہوئے تو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے غیرت کی وجہ سے ان سے وعدہ لیا کہ وہ واپسی تک سواری سے نہیں اتریں گے۔ آپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس تشریف لائے پھر واپس چلے گئے ایک سال تک حضرت سارہ نے آپ کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس نہ جانے دیا۔ اس کے بعد آپ نے حضرت سارہ کو جانے کے متعلق بتا دیا تو انھوں نے اجازت دیدی۔ آپ روانہ ہوئے یہاں تک کہ مکہ مکرمہ کے پہاڑوں کے پاس پہنچ گئے۔ آپ رات بھر چلتے اور دوڑتے رہے حتیٰ کہ رات کی آخری تہائی میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو میدانِ عرفات میں ٹھہرنے کا حکم دیا صبح ہوئی تو آپ نے بستیوں اور راستے کو پہچان لیا اسی لیے اس دن کو عرفہ کہا گیا۔ آپ نے بارگاہِ خداوندی میں دعا مانگی۔

یا اللہ! سب سے زیادہ پسندیدہ مقام پر اپنا گھر بنا دے جس کی طرف دور دراز کے راستوں سے مسلمانوں کے دل مائل ہوں۔

حضرت عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ اسے عرفات اس لیے کہتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو احکام حج بتاتے جاتے اور آپ فرماتے "عَرَفْتُ" میں نے پہچان لیا۔ پھر بتاتے اور آپ فرماتے "عَرَفْتُ" اسلیے اسے عرفات کہتے ہیں۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھیجا۔ انھوں نے آپ کو حج کرایا۔ جب عرفات میں پہنچے تو انھوں نے فرمایا میں نے اسے پہچان لیا اور یہ اس لیے کہ آپ ایک مرتبہ پہلے بھی یہاں آچکے تھے۔ اس وجہ سے اس مقام کو عرفات کہا گیا۔

حضرت ابو الطفیل رحمہ اللہ، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا عرفہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آکر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مقامات مکہ مکرمہ اور حج کی جگہیں دکھائیں۔ وہ فرماتے اے ابراہیم! یہ فلاں جگہ ہے یہ فلاں جگہ ہے۔ آپ جواب میں فرماتے میں نے پہچان لیا میں نے پہچان لیا۔

حضرت اسباط نے حضرت سدّی (رحمہ اللہ) سے نقل کیا انھوں نے فرمایا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں میں حج کا اعلان کیا تو انھوں نے تلبیہ کے ساتھ جواب دیا اور جس نے آنا تھا وہ آگیا تو اللہ تعالےٰ نے عرفات کی طرف جانے کا حکم دیا اور اس کی کیفیت بھی بیان فرمائی۔ آپ تشریف لے گئے جب درخت کے پاس پہنچے تو تیسرے جمرہ یعنی جمرہ عقبہ پر شیطان سامنے آیا۔ آپ نے اسے سات کنکریاں ماریں اور ہر کنکری پر تکبیر پڑھی۔ شیطان وہاں سے ہٹ کر دوسرے جمرے پر چلا گیا آپ نے تکبیر کہتے ہوئے اسے بھی کنکریاں ماریں۔ وہ وہاں سے ہٹ کر پہلے جمرے پر چلا گیا آپ نے تکبیر کہہ کر اسے کنکری ماری۔ جب اس نے مقابلے کی قوت نہ پائی تو وہاں سے چلا گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں سے ذوالمجاز پر پہنچے۔ آپ نے اس مقام کو نہ پہچانا اور آگے بڑھ گئے اسی لیے اس مقام کو ذوالمجاز کہا جاتا ہے۔ پھر آپ چلے گئے حتیٰ کہ عرفات میں جا ٹھہرے آپ نے اسے پہچان لیا اور فرمایا عرفت اسی وجہ سے اسے عرفات کہا جاتا ہے اور یہ دن یوم عرفہ کہلاتا ہے شام ہوئی تو مقام جمع پر تشریف لے گئے چنانچہ اس جگہ کو مزدلفہ کہا جانے لگا۔ مقام جمع کو اس لیے جمع کہتے ہیں کہ وہاں مغرب اور عشاء کی دو نمازیں اکٹھی پڑھی جاتی ہیں۔

مشعر حرام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اس بات کا شعور بخشا اور انھیں بتایا کہ یہ جگہ بھی حرم شریف کے باقی مقامات کی طرح قابلِ احترام ہے تاکہ وہ وہاں کسی حرام کام کا ارتکاب نہ کریں۔

حضرت ابوصالح رحمہ اللہ، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ترویہ اور عرفہ ناموں کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آٹھویں ذوالحجہ کی رات خواب میں دیکھا کہ انھیں اپنا بیٹا ذبح کرنے کا حکم ہوا ہے۔ صبح ہوئی تو آپ تمام دن متفکر رہے کہ یہ خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے یا شیطان کی جانب سے؟ اس تفکر کی وجہ سے اس دن کو یوم ترویہ کہا جاتا ہے۔ نویں ذوالحجہ کی رات آپ نے دوبارہ یہی خواب دیکھا، صبح ہوئی تو سمجھ گئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اس لیے اس دن کو عرفہ کہتے ہیں۔

بعض علماء فرماتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اس دن لوگ میدان عرفات میں اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں۔

اور اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو حج کا حکم ہوا تو آپ عرفہ کے دن میدانِ عرفات میں کھڑے ہوئے اور عرض کیا "رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا" اے ہمارے رب! ہم نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا۔ ایک قول کے مطابق یہ "عرف" سے ماخوذ ہے اور وہ پاکیزگی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا "عَرَّفَهَا لَهُمْ" اللہ تعالےٰ نے ان کو پاک کر دیا۔ اور یہ منیٰ کی ضد ہے کیونکہ منیٰ میں خون بہایا جاتا ہے اسی لیے اسے منیٰ کہتے ہیں۔ وہاں گوبر اور خون ہوتا ہے لہٰذا یہ جگہ پاک نہیں رہ سکتی اور عرفات میں یہ گندگی نہیں ہوتی اس لیے وہ جگہ صاف رہتی ہے اسی لیے اسے عرفات کہتے ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ ان دو ناموں کی اصل صبر ہے۔ جب کوئی شخص صبر اور عجز و انکساری کرنے والا ہو اسے "کہا جاتا ہے۔ ایک ضرب المثل ہے۔ "اَلنَّفْسُ عَرُوْفٌ وَمَا حَمَّلْتَهَا تَحْتَمِلُ ــــ" نفس بہت بڑا صابر ہے اس پہ جو بوجھ رکھو اٹھا لیتا ہے۔

ذوالرمہ شاعر کا قول ہے "عروف لما حطت مقادیر" وہ اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر پر صبر کرنے والا ہے بنابریں یہ نام اس لیے رکھا گیا کہ اس مقام پر حجاج کرام بہت زیادہ گریہ وزاری کرتے ہیں اور اس عبادت کے سلسلہ میں مشکلات و مصائب برداشت کرتے ہیں۔

عرفہ کے دن اور رات کی فضیلت

حضرت ہبتہ اللہ بن مبارک رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" عرفہ کے دن سے افضل کوئی دن نہیں۔ (اس دن) اللہ تعالےٰ آسمان والوں کے سامنے زمین والوں پر فخر فرماتا ہے۔ ارشاد فرماتا ہے میرے بندوں کو دیکھو بکھرے ہوئے بالوں اور گرد آلود چہروں کے ساتھ دور دراز کے راستوں سے میرے پاس آئے ہیں۔ میری رحمت کی امید رکھتے اور میرے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ پس جس قدر عرفہ کے دن دوزخ سے رہائی ہوتی ہے اتنی کسی دوسرے دن نہیں ہوتی۔

حضرت ہبتہ اللہ بن مبارک رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کے دن لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"اے لوگو! اونٹوں کو ایذاء پہنچانے اور گھوڑوں کو کمزور کرنے میں کوئی نیکی نہیں۔ اچھی رفتار سے چلو کمزوروں پر رحم کھاؤ اور کسی مسلمان کو اذیّت نہ دو۔"

حضرت نافع، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن اپنے بندوں کی طرف نظر فرماتا ہے تو جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہو اسے بخش دیتا ہے۔ حضرت نافع فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کیا سب لوگوں کو بخشا جاتا ہے یا صرف اہل عرفہ کو؟ آپ نے فرمایا یہ مغفرت سب لوگوں کے لیے ہے۔

حضرت ہبتہ اللہ رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا جب عرفہ کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے (جیسے اس کے شایانِ شان ہے) اور حاجیوں کے سبب ملائکہ پر فخر فرماتا ہے اے میرے فرشتو! میرے بندوں کو دیکھو کس طرح بکھرے ہوئے بالوں اور غبار آلود چہروں کے ساتھ دور دراز کے علاقوں سے آئے ہیں۔ میری رحمت کی امید رکھتے ہیں اور میرے عذاب سے ڈرتے ہیں پس جس شخص کی ملاقات کے لیے کوئی آئے تو اس کا فرض ہے کہ آنے والے کی عزت کرے۔ مہمان کی عزت کرنا میزبان کا فرض ہے۔ تم گواہ ہو جاؤ میں نے انھیں بخش دیا اور جنت کو ان کی مہمان نوازی کی جگہ قرار دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرشتے عرض کرتے ہیں اے رب! ان میں فلاں متکبر مرد اور عورت بھی شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے ان کو بھی بخش دیا پس عرفہ کے دن سے بڑھ کر جہنم سے آزادی کا کوئی دن نہیں۔

حضرت ہبتہ اللہ رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یوم عرفہ سے بڑھ کر کسی دن شیطان کو زیادہ ذلیل و رسوا، شرمندہ اور غضب ناک نہیں دیکھا گیا۔ اور یہ اسلیے کہ اسے اللہ تعالٰی کی رحمت کا نزول اور گناہوں کی مغفرت نظر آتی ہے۔ البتہ بدر کا دن اس سے مستثنٰی ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! ابلیس نے بدر کے دن کیا دیکھا تھا۔ آپ نے فرمایا اس نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ فرشتوں کو بلا رہے تھے۔

حضرت عکرمہ، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا حج اکبر کا دن یوم عرفہ ہے۔ اور یہ فخر کا دن ہے (اس دن) اللہ تعالٰی سب سے نچلے آسمان پر نزولِ اجلال فرماتا ہے اور اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے میری زمین پر میرے بندوں کو دیکھو انھوں نے میری تصدیق کی پس عرفہ کے دن سے بڑھ کر جہنم سے آزادی کا کوئی دن نہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یوم موعود قیامت کا دن ہے شاہد جمعہ کا دن اور مشہود عرفہ کا دن ہے۔

حضرت عطاء رحمہ اللہ، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالٰی عرفہ کے دن عام لوگوں پر بالعموم اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پر بالخصوص فخر فرماتا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بڑا مجرم وہ ہے جو عرفات سے یہ سمجھ کر لوٹ آتا ہے کہ اللہ تعالٰی نے اس کی بخشش نہیں فرمائی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالٰی عرفہ کی شام مزدلفہ میں جمع ہونے والے تمام لوگوں کی مغفرت فرماتا ہے البتہ کبیرہ گناہ کرنے والوں کی مغفرت نہیں ہوتی اور جب مزدلفہ کی صبح (دس ذوالحجہ) ہوتی ہے تو کبیرہ گناہوں کے مرتکب اور ایذاء پہنچانے والوں کو بھی بخش دیتا ہے۔

حضرت نافع، حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کی شام ہمارے ساتھ وقوف فرمایا جب روانگی کے لیے کھڑے ہوئے تو لوگوں کو خاموش رہنے کا حکم دیا وہ خاموش ہوئے تو فرمایا اے لوگو! آج کے دن اللہ تعالٰی نے تم پر احسان کیا تمہارے نیکو کاروں کے وسیلے سے بدکاروں کو بخش دیا اور نیک لوگوں کو ان کے سوال کے مطابق عطا فرمایا اور رنج و تکلیف دینے والوں کے علاوہ سب کے گناہ بخش دیے۔ اللہ کے نام سے چل پڑو، فرماتے ہیں جب ہم مزدلفہ میں پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ وقوف فرمایا جب رخصت ہونے لگے تو لوگوں کو کھڑا کیا اور خاموش رہنے کا حکم دیا جب وہ کھڑے ہو گئے تو فرمایا اے لوگو! آج کے دن اللہ تعالٰی نے تم پر احسان کیا اور تمہارے بروں کو نیکوں کے طفیل بخش دیا۔ نیک لوگوں کو ان کی طلب کے مطابق عطا فرمایا تمہارے گناہوں کو بخش دیا اور جو کچھ ایذاء رسانی کی اسے بھی معاف کر دیا اور ان کے لیے ثواب کا ضامن ہوا۔ اللہ کے نام سے چل پڑو"۔ ایک اعرابی اٹھا اور اس نے آپ کی اونٹنی کی مہار پکڑ لی عرض کیا یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا میں نے دنیا میں ہر برا عمل کیا۔ میں نے جھوٹے حلف بھی اٹھائے تو کیا میں بھی ان لوگوں میں شامل ہوں جن کی صفت آپ نے بیان فرمائی۔ آپ نے فرمایا اے اعرابی! اگر تو از سر نو نیک کام شروع

کر دے تو تیرے گذشتہ گناہ معاف ہو جائیں گے مہار چھوڑ دے۔

حضرت عباس ابن مرداس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کی شام اپنی امت کے لیے بخشش اور رحمت کی دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور فرمایا میں نے ایسا ہی کیا لیکن حقوق العباد کی معافی نہیں ہوگی میرے حق میں جو کوتاہی کی گئی اسے معاف کر دیا عرض کیا یا اللہ! تو اس بات پر قادر ہے کہ مظلوم کو اس سے زیادہ سے زیادہ بہتر عطا فرمائے اور ظالم کو معاف کر دے۔ آپ فرماتے ہیں اس رات اللہ تعالیٰ نے جواب عطا نہ فرمایا۔ مزدلفہ کی صبح دوبارہ عرض کیا اللہ تعالیٰ نے شرف قبولیت عطا فرمایا اور فرمایا میں نے ان کو بخش دیا۔ اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا بعض صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے اس وقت یوں تبسم فرمایا کہ اس سے پہلے ایسے وقت میں کبھی تبسم نہیں فرمایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا میں اللہ کے دشمن شیطان کی حالت پر مسکرایا کیوں کہ جب اسے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کے حق میں میری خواہش کے مطابق دعا قبول فرمائی ہے تو وہ اپنی تباہی و بربادی کو پکارنے لگا اور سر پر مٹی ڈالنے لگا۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ عرفہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میدان عرفات میں اس جگہ تھے جہاں بندے اپنے رب کے حضور ہاتھ اٹھاتے اور بلند آواز سے دعا مانگتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے عرض کیا بلند و برتر ذات نے آپ کی طرف سلام بھیجا ہے اور وہ ارشاد فرماتا ہے یہ لوگ میرے گھر کا حج کرنے والے اور میری زیارت کرنے والے ہیں اور جس کی زیارت کی جائے وہ زیارت کرنے والے کی عزت کرتا ہے میں آپ کو اور اپنے فرشتوں کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان سب کو بخش دیا اور جمعہ کے دن زیارت کرنے والوں کو بھی یہی اعزاز عطا کروں گا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں عرفہ کی شام جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (میدان عرفات میں) کھڑے تھے۔ آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور تین بار فرمایا اللہ کے گروہ! تم نے فراخی پالی، یہ لوگ جو بھی مانگیں عطا کیا جاتا ہے اور دنیا میں ان کے رزق میں برکت دی جاتی ہے اور آخرت میں ہر درہم کے بدلے ایک ہزار (کا ثواب) مرحمت فرمائے گا کیا میں تمہیں خوشخبری نہ دوں؟ انھوں نے عرض کیا ہاں کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا جب عرفہ کی شام ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے پھر فرشتوں کو حکم دیتا ہے تو وہ زمین پر اترتے ہیں۔ وہ اتنے زیادہ ہوتے ہیں کہ اگر ایک سوئی پھینکی جائے تو وہ بھی کسی فرشتے کے سر پر گرے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے فرشتو! میرے بندوں کی طرف دیکھو وہ میرے پاس گرد آلود چہروں اور بکھرے ہوئے بالوں کے ساتھ دنیا کے کونے کونے سے آئے ہیں کیا تم سنتے ہو جو کچھ وہ مجھ سے مانگتے ہیں؟ فرشتے عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب! وہ تجھ سے مغفرت کا سوال کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے انھیں بخش دیا (تین بار فرماتا ہے) لہٰذا اپنی قیام گاہوں سے یوں واپس جاؤ کہ تمہارے گناہ بخش دیے گئے۔

معمولاتِ یومِ عرفہ

یومِ عرفہ کا روزہ، نمازیں اور دُعائیں

عرفہ کا روزہ

حضرت ہبتہ اللہ بن مبارک رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"جو شخص عرفہ کے دن روزہ رکھے اللہ تعالیٰ اس کے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔"

حضرت ہبتہ اللہ رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

"یومِ عرفہ کا روزہ دو سالوں یعنی ایک سال گذشتہ اور ایک سال آئندہ کا کفارہ ہے۔"

یومِ عرفہ کی نمازیں

حضرت ہبتہ اللہ بن مبارک رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص عرفہ کے دن ظہر اور عصر کے درمیان چار رکعتیں یوں پڑھے کہ ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورۃ فاتحہ اور پچاس بار سورۃ اخلاص پڑھے اس کے لیے ہزاروں نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور قرآن پاک کے ہر حرف کے بدلے جنت میں ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے ہر دو درجوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے اور قرآن پاک کے ہر حرف کے بدلے اللہ تعالیٰ ستر حوروں کے ساتھ اس کا نکاح کرے گا۔ ہر حور کے ساتھ موتیوں اور یاقوت کے ستر ہزار دستر خوان ہونگے۔ ہر دستر خوان پر ستر ہزار قسم کے کھانے اور سبز پرندوں کے گوشت ہوں گے وہ برف کی طرح ٹھنڈے، شہد کی طرح میٹھے اور کستوری کی طرح خوشبو دار ہوں گے۔ نہ انھیں آگ پر پکایا گیا ہوگا اور نہ لوہے چھری سے کاٹا گیا ہوگا۔ پہلے اور آخری لقمے کی لذت ایک جیسی ہوگی۔ پھر ان کے پاس ایک پرندہ آئے گا جس کے پَر سرخ یاقوت کے اور چونچ سونے کی ہوگی اس کے ستر ہزار پر ہوں گے وہ ایسی پیاری آواز سے پکارے گا کہ سننے والوں نے کبھی ایسی آواز نہیں سنی ہوگی وہ کہے گا اے عرفہ والو! تمہیں فراخی اور کشادگی حاصل ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ پرندہ ان میں سے کسی ایک کے پیالے میں گرے گا اس کے پَر سے ستر ہزار قسم کے کھانے نکلیں گے وہ آدمی اس سے کھائے گا پھر وہ پرندہ اپنے پَر جھاڑ کر اڑ جائیگا۔

بہ شخص جب قبر میں رکھا جائے گا تو قرآن پاک کے ہر حرف کے بدلے اسے ایک نور عطا ہوگا جس سے قبر روشن ہوجائے گی یہاں تک کہ وہ کعبۃ اللہ کے گرد طواف کرنے والوں کو دیکھ لے گا اس کے لیے جنت کے دروازے کھول دیے جائیں گے پھر اس وقت وہ کہے گا اے میرے رب! قیامت قائم کر دے، میرے رب! قیامت قائم کر دے۔ یہ اس لیے کہ وہ اس ثواب اور عزت کو دیکھے گا جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا فرمائی۔

حضرت ہبۃ اللہ بن مبارک رحمہ اللہ، اپنی سند کے ساتھ حضرت علی ابن ابی طالب اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ ان دونوں نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

جو شخص عرفہ کے دن دو رکعتیں پڑھے۔ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ تین بار بسم اللہ اور آمین کے ساتھ پڑھے پھر تین بار سورۂ الکافرون اور ایک بار سورۂ اخلاص پڑھے ہر بار بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سے شروع کرے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے گواہ ہو جاؤ میں نے اس کے گناہ بخش دیے۔

یوم عرفہ کی دعائیں

حضرت ہبۃ اللہ بن مبارک رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ حضرت عمر لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انھوں نے فرمایا ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پانچ دعائیں عطا فرمائیں یہ دعائیں حضرت جبریل علیہ السلام لے کر آئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے۔ آپ یہ پانچ دعائیں مانگیں۔ اللہ تعالیٰ کو ذوالحجہ کے پہلے عشرہ کی عبادت سے بڑھ کر کوئی عبادت پسند نہیں۔

پہلی دعاء

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اسی کی بادشاہی ہے اور وہی لائق حمد ہے وہ زندہ رکھتا اور مارتا ہے اسی کے قبضے میں بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

دوسری دعا

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ اِلٰهًا وَّاحِدًا صَمَدًا لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ایک معبود ہے بے نیاز ہے نہ اس کی بیوی ہے اور نہ اولاد۔

تیسری دعا

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کی بادشاہی

وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

ہے اور وہی تعریف کے لائق ہے وہ زندہ رکھتا اور مارتا ہے وہ زندہ ہے کبھی نہیں مرے گا اسی کے قبضہ میں بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

چوتھی دعا

حَسْبِيَ اللّٰهُ وَكَفٰى سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ دَعَا لَيْسَ وَرَاءَ اللّٰهِ الْمُنْتَهٰى۔

اللہ تعالیٰ مجھے کافی ہے اللہ تعالیٰ کو جو پکارے وہ اس کی بات سنتا ہے اللہ کے سوا کوئی منتہیٰ نہیں۔

پانچویں دعا

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا نَقُوْلُ وَخَيْرٌ مِّمَّا تَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ لَكَ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ وَلَكَ يَا رَبِّ تُرَاثِيْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ شَتَاتِ الْاَمْرِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا تَجْرِيْ بِهِ الرِّيْحُ۔

یا اللہ! تیرے لیے تعریف ہے جس طرح تو نے اپنی تعریف فرمائی اور اس سے بڑھ کر جو ہم کہتے ہیں یا اللہ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت (سب کچھ) تیرے لیے ہے یا اللہ! میری میراث بھی تیرے لیے ہے یا اللہ! میں عذاب قبر سے اور کاموں کے بکھرنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ یا اللہ! جس چیز پر ہوا چلتی ہے۔ اس کی بہتری کے لیے تجھ سے سوال کرتا ہوں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے آپ سے سوال کیا کہ جو شخص ان دعاؤں میں سے کوئی دعا مانگے اس کا کیا ثواب ہے؟ آپ نے فرمایا۔ جو شخص پہلی دعا ایک سو بار پڑھے تو اس دن دنیا میں کسی شخص کا عمل اس کے عمل سے بہتر نہ ہو گا۔ اور قیامت کے دن اس کی نیکیاں سب سے زیادہ ہوں گی اور جو شخص دوسری دعا ایک سو بار پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں ہزاروں ہزاروں نیکیاں لکھ دیتا ہے اسی اندازے سے اس کی برائیاں مٹا دی جاتی ہیں اور جنت میں اس کے دس ہزار درجے بلند کیے جاتے ہیں۔

جو شخص تیسری دعا ایک سو بار پڑھے تو آسمان دنیا سے ستر ہزار فرشتے اترتے ہیں اور وہ ہاتھ اٹھا کر ہر اس شخص کے لیے رحمت کی دعا کرتے ہیں جو یہ دعا پڑھتا ہے۔ جو آدمی چوتھی دعا ایک سو بار مانگے تو فرشتے اسے سجا کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دعا مانگنے والے کی طرف فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ جس کی طرف نظر فرمائے وہ کبھی بدبخت نہیں ہوتا۔

حواریوں نے عرض کیا اے عیسیٰ علیہ السلام! پانچویں دعا مانگنے والے کا کیا ثواب ہے؟ آپ نے فرمایا یہ میری دعا ہے اور مجھے اس کی وضاحت کی اجازت نہیں۔

حضرت ہبۃ اللہ بن مبارک رحمہ اللہ اپنی سند سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر عرفہ کی شام کو یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا تَقُوْلُ وَخَيْرٌ

یا اللہ! تیرے لیے حمد ہے جیسی تو نے تعریف کی اور اس سے

مِمَّا تَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ لَكَ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ وَلَكَ يَا رَبِّ تُرَاثِيْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا تَجْرِيْ بِهِ الرِّيْحُ۔

بہتر جو ہم کہتے ہیں یا اللہ! میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت تیرے لیے ہے۔ اے میرے رب! میری میراث بھی تیرے لیے ہے۔ یا اللہ! میں اس چیز کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں جس پر ہوا چلتی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کرام کی عرفہ کے دن اکثر یہ دعا رہی۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا وَفِيْ سَمْعِيْ نُوْرًا وَفِيْ بَصَرِيْ نُوْرًا اَللّٰهُمَّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْ اَمْرِيْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَسَاوِسِ الصَّدْرِ وَفِتْنَةِ الْقَبْرِ وَشَتَاتِ الْاَمْرِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا يَلِجُ فِي اللَّيْلِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَلِجُ فِي النَّهَارِ وَمِنْ شَرِّ مَا تَهُبُّ بِهِ الرِّيَاحُ وَمِنْ شَرِّ بَوَائِقِ الدَّهْرِ۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اس کی بادشاہی ہے۔ وہی تعریف کے لائق ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ یا اللہ! میرے دل، میرے کانوں اور میری آنکھوں کو نور سے معمول کر دے اے اللہ میرا سینہ کھول دے اور میرا کام آسان کر دے یا اللہ! میں دل کے وسوسوں، قبر کے عذاب اور کاموں کے بکھرنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں، یا اللہ! مجھے رات اور دن کی شرارتوں سے نیز ہوا کی شرارت سے اور زمانے کی مصیبتوں سے پناہ عطا فرما۔

حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر جب لوگ عرفات میں جمع تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" یہ حج اکبر کا دن ہے اور جو شخص عرفہ کے دن یا رات کو یہاں نہ پہنچا اس کا حج نہیں ہوا۔ آج کا دن سوال کرنے اور بارگاہِ خداوندی میں دعا مانگنے کا دن ہے یہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھنے اور تکبیر و تلبیہ کا دن ہے۔ جو شخص آج کے دن یہاں آیا لیکن اس نے اپنے رب سے کچھ نہ مانگا وہ محروم ہے۔ تم ایسے سخی سے طلب کرتے ہو جو بخل نہیں کرتا حلیم ہے، نادان نہیں، جاننے والا ہے فراموش نہیں کرتا۔ جو شخص عرفہ کے دن اپنے اہل و عیال میں رہتے ہوئے روزہ رکھے گویا اس نے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کا روزہ رکھا۔

شام عرفہ کی مخصوص دعاء

حضرت ہبۃ اللہ بن مبارک رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عرفات کے موقف میں کوئی قول و عمل اس دعا سے افضل نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ جس پر سب سے پہلے نظر فرماتا ہے وہ اس دعا کو پڑھنے والا شخص ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب عرفات میں کھڑے ہوتے تو قبلہ رُخ ہو کر دعا مانگنے والے کی طرح ہاتھوں کو پھیلاتے پھر تین بار تلبیہ کہتے اس کے بعد سو بار یہ دُعا مانگتے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ بِیَدِهِ الْخَیْرُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اس کی بادشاہی ہے اور اسی کے لیے حمد ہے۔ وہ زندہ رکھتا اور مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

پھر سو بار یہ کلمات پڑھتے:

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ اَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَاَنَّ اللّٰهَ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا۔

نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کی طاقت اللہ بلند و بالا کی طرف سے ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور بے شک ہر چیز اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔

پھر اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھتے اور تین بار اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ" پڑھتے اس کے بعد تین بار سورۂ فاتحہ یوں پڑھتے کہ شروع میں" بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" اور آخر میں اٰمِیْن کہتے اس کے بعد سو بار یہ کلمات کہتے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان رحم والا ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

یا اللہ! کسی سے نہ پڑھے ہوئے نبی پر رحمت و برکت نازل فرما۔

اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے، میرے بندے کو دیکھو میرے گھر کی طرف آیا میری بڑائی بیان کی مجھے لبیک کہا میری پاکیزگی اور توحید بیان کی " لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ " پڑھا میری پسندیدہ سورت پڑھی اور میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھا۔ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اس کے عمل کو قبول کیا۔ اس کے لیے اجر و ثواب واجب کیا اس کے گناہ بخش دیے اور اس کا سوال پورا کیا۔

عرفہ کے دن حضرت جبریل، میکائیل اور خضر علیہم السلام کی دُعاء

حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بری اور بحری یعنی حضرت الیاس اور حضرت خضر علیہما السلام ہر سال مکہ مکرمہ میں اکٹھے ہوتے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہمیں خبر پہنچی ہے کہ وہ ایک دوسرے کا سر مونڈتے اور ایک دوسرے کو یہ کلمات کہنے کی ترغیب دیتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا یَاْتِیْ بِالْخَیْرِ اِلَّا اللّٰهُ
بِسْمِ اللّٰهِ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا یَصْرِفُ السُّوْٓءَ اِلَّا اللّٰهُ
بِسْمِ اللّٰهِ مَا شَآءَ اللّٰهُ وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ
بِسْمِ اللّٰهِ مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

اللہ کے نام سے جو اللہ چاہے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں دیتا، اللہ کے نام سے جو کچھ اللہ چاہے برائی کو صرف اللہ تعالیٰ ہی دور کر سکتا ہے۔ بسم اللہ ماشاء اللہ تمہارے پاس جو نعمت بھی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ بسم اللہ ماشاء اللہ نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کی طاقت اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جو آدمی روزانہ صبح یہ کلمات کہے شام تک غرق ہونے، جلنے، چوری اور ہر تکلیف سے محفوظ رہتا ہے اور جو شخص شام کے وقت یہ کلمات پڑھے صبح تک اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہتا ہے۔

حضرت ہبتہ اللہ بن مبارک رحمہ اللہ اپنی سند سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا ہر عرفہ کو حضرت جبریل، حضرت میکائیل اور حضرت خضر علیہم السلام میدان عرفات میں جمع ہوتے ہیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام فرماتے ہیں: مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ـــــ حضرت میکائیل علیہ السلام جواباً فرماتے ہیں۔ مَا شَآءَ اللّٰهُ كُلُّ نِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ ـــــ حضرت اسرافیل علیہ السلام فرماتے ہیں۔ مَا شَآءَ اللّٰهُ الْخَيْرُ كُلُّهٗ بِيَدِ اللّٰهِ ـــ اور حضرت خضر علیہ السلام فرماتے ہیں: لَا يَدْفَعُ السُّوْءَ إِلَّا اللّٰهُ۔ اور پھر وہ جدا ہو جاتے اور آئندہ سال اس دن سے پہلے جمع نہیں ہوتے۔

یوم عرفہ کی دعاء

حضرت ابن جریج رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حکم دیا جاتا تھا کہ اس موقف (عرفات) میں مسلمانوں کی زیادہ تر دعا یہ ہونی چاہیے۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھلائی مرحمت فرما اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں انھوں نے فرمایا رکن یمانی کے پاس ایک فرشتہ اس دن سے کھڑا ہے جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا وہ فرشتہ اس آدمی کی دعا پر آمین کہتا ہے جو "رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ" پڑھتا ہے۔

حضرت حماد بن ثابت رحمہ اللہ فرماتے ہیں لوگوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے عرض کیا ہمارے لیے دعا فرمائیں تو انھوں نے یہ دعا مانگی۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

(ترجمہ گذر چکا ہے۔)

انھوں نے عرض کیا مزید دعا فرمائیے۔ آپ نے پھر یہی دعا مانگی انھوں نے پھر عرض کیا مزید دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا تم کیا چاہتے ہو، میں نے اللہ تعالیٰ سے تمہارے لیے دنیا اور آخرت کی بھلائی مانگی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ان الفاظ کے ساتھ دعا مانگتے تھے:

"رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا کہ جو شخص یہ دعا مانگے اسے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و فضل سے حصہ عطا فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا ۔ بعض لوگ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں عطا فرما۔

یعنی ہمیں اونٹ، بکریاں، گائے، غلام، لونڈیاں اور سونا چاندی عطا فرما اس کا مقصد محض دنیا ہوتا ہے اس کے لیے خرچ کرتا ہے اس کے لیے عمل کرتا اور اسی کے لیے تھکاوٹ اختیار کرتا ہے یہی اس کا مقصد، سوال اور طلب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۔ اور اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

اور ان میں سے بعض کہتے ہیں: "رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ" یہ دعا حضور علیہ السلام اور مومن مانگتے ہیں۔ دنیا اور آخرت کی بھلائیاں کیا ہیں؟ اس سلسلے میں علماء کا اختلاف ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں، دنیا میں بھلائی سے نیک بیوی اور آخرت میں بھلائی سے حورعین مراد ہے۔ اور "ہمیں جہنم سے بچا" سے بری بیوی مراد ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا دنیوی بھلائی سے علم وعبادت اور اخروی بھلائی سے جنت مراد ہے۔

حضرت سدی اور ابن حبان رحمہما اللہ فرماتے ہیں دنیوی بھلائی سے حلال اور کشادہ رزق نیز اچھا عمل مراد ہے۔ اور آخرت کی بھلائی سے بخشش اور ثواب مقصود ہے۔

حضرت عطیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں دنیوی نیکی سے علم اور اس پر عمل مراد ہے اور آخرت کی بھلائی سے حساب کا آسان ہونا اور جنت میں جانا مراد ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ دنیوی بھلائی نیکی کی توفیق اور پاکدامنی ہے اور آخرت میں بھلائی سے نجات و رحمت مراد ہے۔ کسی نے کہا دنیا میں بھلائی نیک اولاد ہے اور آخرت میں بھلائی انبیاء کرام علیہم السلام کی رفاقت ہے۔ بعض کہتے ہیں دنیا میں بھلائی مال و نعمت ہے اور آخرت میں بھلائی تکمیل نعمت ہے اور جہنم سے نجات اور جنت کا داخلہ ہے۔

ایک قول کے مطابق دنیوی بھلائی اخلاص اور اخروی بھلائی نجات ہے۔ کسی نے کہا دنیا میں بھلائی ایمان پر ثابت قدمی ہے اور آخرت کی بھلائی سلامتی اور رضائے الٰہی کا حصول ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ دنیا میں بھلائی عبادت کی لذت اور آخرت کی بھلائی دیدارِ خداوندی کی لذت ہے۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں دنیا کی بھلائی سے بھی عافیت مراد ہے اور آخرت کی بھلائی بھی عافیت ہے۔ اس مفہوم کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے جسے حضرت ثابت بنانی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کی بیمار پرسی فرمائی وہ شخص اس چوزے کی طرح (کمزور) ہو چکا تھا جس کے پر اکھیڑ دیے گئے ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا مانگتے ہو یا سوال کرتے ہو اس نے کہا میں یوں کہتا ہوں: "یا اللہ! جو کچھ تو نے آخرت میں مجھے عذاب دینا ہے وہ دنیا ہی میں دیدے۔" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سبحان اللہ! اس کی تم طاقت نہیں رکھتے ہو تم یہ بات کیوں نہیں کہتے۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔ (ترجمہ گذر چکا ہے۔)

اس کے بعد اس شخص نے یہی دعا مانگنا شروع کر دی تو اللہ تعالیٰ نے اسے شفاء عطا فرمائی۔
حضرت سہل ابن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں دنیا میں بھلائی سے سنت اور آخرت میں بھلائی سے جنت مراد ہے۔
حضرت مسیب نے حضرت عوف (رحمہما اللہ) کا قول نقل کیا ہے۔ وہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ قرآن، اہل وعیال اور مال ومتاع عطا فرمائے اسے دنیا و آخرت میں بھلائی عطا کی گئی۔
حضرت عبدالاعلیٰ بن وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ سے سنا وہ اس آیت کے بارے میں فرماتے تھے۔ دنیوی بھلائی سے پاکیزہ رزق اور اخروی بھلائی سے جنت مراد ہے۔

یوم اضحیٰ اور یوم نحر کی فضیلت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ۝

بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمایا۔ پس اپنے رب کے لیے نماز پڑھیں اور قربانی دیں یقیناً آپ کا دشمن ہی بے نسل ہے۔

کوثر سے مراد

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کوثر سے خیر کثیر مراد ہے جس میں قرآن، نبوت اور وہ نہر بھی شامل ہے جو جنت میں ہے۔ وہ نہر جنت کے وسط سے جاری ہوتی ہے اس کا اندرونی حصہ کھو کھلے موتی سے بنا ہے اور اس کے کناروں پر سبز یاقوت کے قبے ہیں اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور مکھن سے زیادہ ملائم ہے اس کا کیچڑ خالص کستوری سے اور مٹی سفید کافور سے ہے اور اس کی کنکریاں موتیوں اور یاقوت سے ہیں اور اس کا پانی تیر کی طرح سیدھا چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہر اپنے نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی۔
حضرت مقاتل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کوثر جنت کے درمیان ایک نہر ہے اسے کوثر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جنت کی تمام نہروں سے اس کی خوبیاں زیادہ ہیں۔ اس نہر میں لہریں ہیں اور تیر کی طرح سیدھی چلتی ہیں۔ اس کا کیچڑ خالص مشک کا ہے اس کی کنکریاں یاقوت، زبرجد اور موتیوں سے بنی ہیں۔ برف سے زیادہ سفید ہے، مکھن سے زیادہ ملائم اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے اس کے کناروں پر کھوکھلے موتیوں کے گنبد ہیں۔ ہر گنبد کی لمبائی چوڑائی ایک ایک فرسخ (تین تین میل) ہے۔ ان پر سونے سے بنے ہوئے چار ہزار دروازے ہیں۔ ہر گنبد میں ایک حور عین ہے جس کے ستر خادم ہیں۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں شب معراج میں نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا یہ خیمے کیسے ہیں؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا یہ جنت میں آپ کی ازواج مطہرات کی رہائش گاہیں ہیں۔ کوثر سے اہل جنت کے لیے چار نہریں نکلتی ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۂ محمد میں کیا ہے ان میں سے ایک پانی کی، دوسری دودھ کی، تیسری شراب کی اور چوتھی شہد کی نہر ہے۔

....

قربانی اور نماز

ارشادِ خداوندی ہے:

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔ آپ اپنے رب کے لیے نماز پڑھیں اور قربانی دیں۔

حضرت مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں مقصد یہ ہے کہ اپنے رب کے لیے پانچ نمازیں ادا کیجئے اور قربانی کے دن اونٹوں کی قربانی دیجئے۔ ایک قول یہ ہے اپنے رب کے لیے نماز پڑھنے سے مراد عید کی نماز ہے اور نحر سے مراد منیٰ میں اونٹ قربان کرنا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ تکبیر کے لیے اپنے ہاتھ ہنسلی کی ہڈی تک اٹھاؤ۔ بعض کہتے ہیں "وانحر" سے مراد یہ ہے کہ اپنے سینہ کو قبلہ رُخ کریں۔

دشمن رسول

ارشادِ خداوندی ہے۔

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ۔ بے شک آپکا دشمن ہی نسل بریدہ ہے۔

اس کا شانِ نزول یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باب بنی سہم سے مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ اس وقت قریش کے کچھ لوگ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گزر گئے اور وہاں نہ بیٹھے یہاں تک کہ باب صفا سے باہر تشریف لے گئے۔ انھوں نے آپ کو باہر نکلتے ہوئے دیکھا لیکن داخل ہوتے ہوئے نہ دیکھ سکے۔ بنابریں وہ آپ کو پہچان نہ سکے۔ باب صفا پر آپ سے عاص بن وائل کی ملاقات ہوئی، وہ کعبہ میں داخل ہو رہا تھا۔ انہی دنوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تھا اور اہل عرب کا دستور تھا کہ جب کسی شخص کی نرینہ اولاد باقی نہ رہے جو اس کی وارث بن سکے تو وہ اسے ابتر کہا کرتے تھے۔

جب عاص بن وائل اپنی قوم کے پاس پہنچا تو انھوں نے پوچھا تمہاری کس سے ملاقات ہوئی۔ اس نے کہا (معاذ اللہ) وہ ابتر تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "اِنَّ شَانِئَكَ" "بے شک آپ کا دشمن اور آپ سے بغض رکھنے والا" "هُوَ الْاَبْتَرُ" وہی خیر سے دُور اور الگ ہے اور وہ عاص ابن وائل ہے۔ اور اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کا ذکر ہمیشہ میرے ذکر کے ساتھ رہے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذکر کو تمام لوگوں میں بلند کیا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔

کیا ہم نے آپ کا سینہ کشادہ نہیں کیا اور آپ سے وہ بوجھ دُور کر دیا جس نے آپ کی پیٹھ کو دُہرا کر دیا تھا۔ اور ہم نے آپ کیلیے آپ کے ذکر کو بلند کیا۔

چنانچہ ہر عید اور جمعہ کے دن منبروں پر مساجد میں اذان، اقامت، نماز اور ہر جگہ حتیٰ کہ نکاح کے خطبہ اور گفتگو کے خطبات اور حاجات میں اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فردوس اعلیٰ کو آپ کی منزل قرار دیا۔ آپ کے دشمنوں کی بدگوئی آپ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی اور عاص بن وائل کا ٹھکانہ جہنم بنایا اور طرح طرح کے عذاب اور

ذِلت میں مبتلا کیا کیونکہ اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ شان میں گستاخی کا ارتکاب کیا اور آپ کی عظمت کا انکار کیا اس طرح اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والے مومنوں کو جنت عطا فرماتا ہے اور آپ کے دشمنوں کو جو کافر و منافق ہیں جہنم کا مستحق قرار دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے "فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ" میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو اولاً نماز کا اور پھر دیگر باتوں کا حکم فرمایا جو نماز کے بعد ہوتی ہیں ان میں ذکر بھی ہے، دعا بھی اور قربانی بھی۔

ذکرِ الٰہی

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا۔
اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کا ذکر بکثرت کرو۔

نیز ارشاد ہوتا ہے:

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ۔
پس تم مجھے یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا اور میرا شکر ادا کرو اور ناشکری نہ کرو۔

اس کی تفسیر میں علماء کا اختلاف ہے۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں تم عبادت کے ذریعے مجھے یاد کرو میں اپنی مدد کے ذریعے تمہیں یاد کروں گا۔

جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔
وہ لوگ جو ہمارا راستہ تلاش کرتے ہیں ہم انھیں اپنے راستے دکھاتے ہیں۔

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ تم مجھے عبادت کے ذریعے یاد کرو میں تمہیں مغفرت کے ساتھ یاد کروں گا، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ۔
اور اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مانو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ تم مجھے عبادت کے ساتھ یاد کرو میں تمہیں ثواب کے ذریعے یاد کروں گا جس طرح اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ۔
بیشک ہم اچھے عمل کرنے والوں کا ثواب ضائع نہیں کرتے۔ ان لوگوں کے لیے جنتِ عدن ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"جس نے اللہ تعالیٰ کا حکم مانا گویا اس نے اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اگرچہ اس کی نمازیں، روزے اور تلاوت قرآن کم ہو اور جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اس نے خدا کو بھلا دیا اگرچہ اس کی نمازیں، روزے اور تلاوتِ قرآن زیادہ ہو۔"

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"بطور عبادت توحید کافی ہے اور بطور ثواب جنت کافی ہے۔"
حضرت ابن کیسان رحمہ اللہ فرماتے ہیں ذکر کا مطلب یہ ہے کہ "تم مجھے شکر کے ساتھ یاد کرو میں تمہیں مزید نعمتوں کے ساتھ یاد کروں گا"۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ۔ اگر تم میرا شکر کرو تو میں تمہیں مزید عطا کروں گا۔

ایک قول یہ ہے کہ تم مجھے توحید اور ایمان کے ساتھ یاد کرو میں تمہیں درجات اور جنتوں کے ساتھ ذکر کروں گا ارشاد خداوندی ہے:

وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۔ اور ان لوگوں کو خوشخبری دیجئے جو ایمان لائے اور انھوں نے اچھے عمل کیے کہ بے شک ان کے لیے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ تم مجھے زمین کے اوپر یاد کرو میں تمہیں اندر یاد کروں گا جب کہ تمہارے گھر والے تمہیں بھول جائیں گے جیسے اصمعی کہتے ہیں:
میں نے عرفہ کے دن ایک اعرابی کو دیکھا وہ عرفات میں کھڑا کہہ رہا تھا یا اللہ! طرح طرح کی زبانوں میں تیری طرف آوازیں بلند ہو رہی ہیں لوگ تجھ سے حاجتوں کا سوال کر رہے ہیں اور تیری بارگاہ میں میری حاجت یہ ہے کہ تو مجھے اس مصیبت میں یاد رکھنا جب میرے گھر والے مجھے بھول جائیں گے۔
ایک قول یہ ہے کہ تم مجھے عبادات کے ذریعے یاد کرو میں تمہیں عفو و درگزر کے ذریعے یاد کروں گا۔ اس کی دلیل میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً ۔ جو مرد یا عورت اچھا کام کرے اور وہ مومن ہو تو ہم اسے پاکیزہ زندگی عطا کریں گے۔

بعض نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ تم مجھے خلوت و جلوت میں یاد کرو میں بھی اسی طرح تمہیں یاد کروں گا۔ جیسے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کتب (صحیفوں) میں فرمایا "بندہ مجھے اپنے ایمان کے مطابق پاتا ہے پس میرے بارے میں جو چاہے گمان رکھے اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے جو آدمی مجھے دل میں یاد کرے میں اسے تنہا یاد کرتا ہوں اور جو شخص مجھے کسی مجلس میں یاد کرے میں ان سے بہتر مجلس میں اسے یاد کرتا ہوں، جو شخص ایک بالشت میرے قریب ہوتا ہے میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں اور جو میری طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہے میں اسکی طرف دو ہاتھ بڑھتا ہوں جو آدمی میری طرف چل کر آتا ہے میں (میری رحمت) اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔ جو شخص زمین بھر گناہ لے کر آتا ہے میں اسی قدر بخشش عطا کرتا ہوں لیکن اس صورت میں کہ وہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔
ایک قول یہ ہے کہ تم مجھے نعمت اور فراخی کی حالت میں یاد کرو میں تمہیں سختی اور مصیبت کے وقت یاد کروں گا جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ إِلَىٰ يَوْمِ اگر وہ (حضرت یونس علیہ السلام) تسبیح بیان کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو قیامت تک اس (مچھلی) کے

يُبْعَثُوْنَ ۔ پیٹ میں ٹھہرے رہتے۔

حضرت سلمان فارسی کا ارشاد گرامی

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب بندہ خوشی کی حالت میں اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے پھر (کبھی) اس پر مصیبت نازل ہوتی ہے تو فرشتے کہتے ہیں یا اللہ تیرے فلاں بندے پر مصیبت نازل ہوئی چنانچہ وہ اس کی سفارش کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی سفارش کو قبول فرماتا ہے اور اگر اس نے (خوشی کی حالت میں) نہ پکارا ہو تو فرشتے کہتے ہیں اب پکارتے ہو؟ چنانچہ وہ اس کی سفارش نہیں کرتے۔ فرعون کا واقعہ اس کا واضح بیان ہے کہ جب وہ ڈوبنے لگا تو کہا میں حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے رب پر ایمان لایا تو فرمایا گیا اب ایمان لاتے ہو حالانکہ اس سے پہلے تم نافرمان تھے۔

ایک قول یہ ہے کہ تم اپنے آپ کو میرے حوالے کرکے مجھے یاد کرو میں تمہیں نہایت اچھے طریقے سے یاد کرونگا اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی میں اس کا بیان ہے۔

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرے اللہ اسے کافی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ تم مجھے شوق اور محبت کے ساتھ یاد کرو میں تمہیں وصل و قربت سے یاد کروں گا۔ کہا گیا ہے کہ تم مجھے میری بزرگی اور تعریف کے ذریعے یاد کرو میں تمہیں عطا و جزاء کے ذریعے یاد کروں گا ایک قول یہ ہے کہ تم مجھے توبہ کے ذریعے یاد کرو میں گناہوں کی بخشش کے ذریعے تمہیں یاد کروں گا تم مجھے دعا کے ساتھ یاد کرو میں تمہیں عطا کے ساتھ یاد کروں گا، تم مجھے سوال کرکے یاد کرو میں تمہیں عطا کے ذریعے یاد کروں گا۔ تم غفلت کے بغیر میرا ذکر کرو میں کسی تاخیر کے بغیر تمہیں یاد کروں گا۔ تم ندامت کے ساتھ مجھے یاد کرو میں کرم کے ذریعے تمہیں یاد کرونگا، تم مجھے معذرت کے ساتھ یاد کرو میں تمہیں بخشش کے ساتھ یاد کروں گا

تم عقیدت کے ساتھ مجھے یاد کرو میں تمہیں فائدہ پہنچا کر یاد کروں گا تم لوگوں کی نگاہوں سے بچ کر مجھے یاد کرو میں فضل و کرم کے ساتھ تمہیں یاد کروں گا۔ تم مجھے اخلاص کے ساتھ یاد کرو میں تمہیں نجات عطا کرنے کے ذریعے یاد کروں گا۔ تم دل میں مجھے یاد کرو میں مصیبتیں دور کرنے کے ذریعے تمہیں یاد کروں گا۔ تم بھولے بغیر مجھے یاد کرو میں امن کے ساتھ تمہیں یاد کروں گا تم محتاج بن کر مجھے یاد کرو میں تمہیں طاقت عطا کرکے یاد کروں گا۔ تم معذرت اور طلب مغفرت کے ساتھ مجھے یاد کرو میں تمہیں رحمت اور بخشش کے ساتھ یاد کروں گا، تم ایمان کے ساتھ مجھے یاد کرو میں جنت کے ذریعے تمہیں یاد کروں گا۔ تم سلام کے ساتھ مجھے یاد کرو میں لطف و کرم کے ساتھ تمہیں یاد کرونگا۔

تم دل کے ساتھ مجھے یاد کرو میں حجاب اٹھا کر تمہیں یاد کروں گا تم فانی ذکر کے ساتھ یاد کرو میں باقی ذکر کے ساتھ یاد کرونگا تم مجھے عاجزی کے ساتھ یاد کرو میں تمہیں فضل کے ساتھ یاد کروں گا۔ تم عاجزی کے ساتھ یاد کرو میں تمہارے گناہوں کو مٹا کر تمہیں یاد کروں گا۔ تم اعتراف کے ساتھ مجھے یاد کرو میں تمہارے گناہوں کو مٹا کر تمہیں یاد کروں گا۔ تم صاف باطن کے ساتھ مجھے یاد کرو میں خالص کے ساتھ تمہارا ذکر کرونگا۔ تم صداقت کیساتھ مجھے یاد کرو میں مہربانی والفت کیساتھ تمہارا ذکر کرونگا۔ تم خالصتاً میرا ذکر کرو میں عفو و درگزر سے تمہارا ذکر کرونگا۔ تم تعظیم کے ساتھ مجھے یاد کرو میں تکریم کے ساتھ تمہیں یاد کرونگا۔ تم میری بڑائی بیان کرکے مجھے یاد کرو میں بھڑکتی ہوئی آگ سے نجات دے کر تمہیں یاد کرونگا۔ تم ظلم ترک کرکے مجھے یاد کرو میں وفا کی حفاظت کے ساتھ تمہارا ذکر کروں گا۔

تم گناہ چھوڑ کر میرا ذکر کرو میں طرح طرح کی عطا کیساتھ تمہیں یاد کروں گا۔ تم عبادت میں مشقت اٹھا کر میرا ذکر کرو میں تم پر اپنی نعمت پوری کر کے تمہیں یاد کروں گا اور تم اپنی حیثیت کے مطابق مجھے یاد کرو میں اپنی شان کے مطابق تمہیں یاد کروں گا اور اللہ کا ذکر بہت بڑا ہے۔

حضرت ربیع رحمہ اللہ اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اس آیت کریمہ کے بارے میں اپنے ذاکر بندے کو یاد کرتا ہے جو شکر کرتا ہے اسے مزید نعمتیں دیتا ہے اور جو انکار کرے اسے عذاب دیتا ہے۔

حضرت سدی رحمہ اللہ اس آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے یاد فرماتا ہے جو مومن اللہ کا ذکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ رحمت کے ساتھ اس کا تذکرہ فرماتا ہے اور جو کافر اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے (یعنی انکار کے ساتھ) اللہ تعالیٰ اُسے عذاب میں مبتلا کرتا ہے۔

حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میں نے اپنے بندوں کو وہ کچھ دیا ہے کہ اگر حضرت جبرئیل و میکائیل علیہما السلام کو دیتا تو گویا انھیں بہت کچھ دیا ہوتا۔ میں نے ان سے کہا "تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا"۔ میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا ظالموں سے کہہ دو کہ مجھے نہ یاد کریں کیونکہ جو مجھے یاد کرتا ہے میں اسے یاد کرتا ہوں اور ظالموں کے لیے میری یاد یہ ہے کہ میں ان پر لعنت بھیجوں۔

حضرت عثمان نہدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب میرا رب مجھے یاد فرماتا ہے مجھے معلوم ہو جاتا ہے۔ پوچھا گیا وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اُذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ" تو جب میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہوں وہ مجھے یاد فرماتا ہے۔

کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے داؤد علیہ السلام! مجھ ہی سے خوشی حاصل کرو اور میرے ذکر کے ساتھ راحت پاؤ۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ہر ایک کے لیے عذاب ہے اور عارف کا عذاب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہو جائے۔

کہا گیا ہے کہ جب دل میں یاد الٰہی جاگزیں ہو جاتی ہے اور اس صورت میں شیطان قریب آتا ہے تو وہ اس طرح بیہوش ہو جاتا ہے جس طرح انسان کے قریب جن آتا ہے تو وہ بیہوش ہو جاتا ہے۔ دوسرے شیطان پوچھتے ہیں: اسے کیا ہوا؟ کہا جاتا ہے اسے انسان نے چھوا ہے (اسے انسان کا سایہ ہو گیا ہے)

حضرت سہل بن عبد اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں، میں اس سے بڑی مصیبت نہیں جانتا کہ انسان اپنے رب کریم کو بھول جائے۔

ایک قول یہ ہے کہ فرشتے ذکر خفی کو اُٹھا کر نہیں لے جاتے کیونکہ انھیں اس کی اطلاع نہیں ہوتی وہ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان راز ہوتا ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں میرے سامنے ایک ذکر کرنے والے کی تعریف کی گئی اور وہ جنگل میں رہتا تھا چنانچہ میں اس کے پاس آیا وہ بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے ایک درندہ آیا اور اس نے پنجہ مار کر گوشت نوچ لیا چنانچہ اس پر اور مجھ پر بھی بیہوشی طاری ہو گئی جب افاقہ ہوا تو میں نے پوچھا کیا ماجرا تھا؟ اس نے جواب دیا جب مجھ سے

اللہ کی یاد میں سستی ہوتی ہے تو یہ درندہ مجھے اس طرح آکر کاٹتا ہے جیسے تم نے دیکھا۔

دُعاء

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ۔

اور تمہارے رب نے فرمایا مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کرونگا۔

ارشادِ خداوندی ہے:

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ۔

تو جب آپ نماز سے فارغ ہوں تو دعا میں محنت کریں اور اپنے رب کی طرف رغبت کریں۔

یعنی جب نماز پڑھ کر فارغ ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ کے ہاں دعا کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔

اور جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھیں تو میں قریب ہوں میں دعا مانگنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارے۔

اس آیت کی شانِ نزول میں مفسرین کا اختلاف ہے۔

حضرت کلبی بواسطہ ابو صالح حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا مدینہ طیبہ کے یہودیوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ہمارا رب ہماری دعائیں کیسے سنتا ہے حالانکہ آپ کے خیال میں ہمارے اور آسمان کے درمیان پانچ سو سال کا راستہ ہے اور ہر آسمان کی موٹائی بھی اتنی ہی ہے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی " وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ (الایۃ)"۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ! ہمارا رب کہاں ہے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

حضرت عطاء اور حضرت قتادہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں یہ آیت کریمہ " وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ " نازل ہوئی تو ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم اپنے رب کو کیسے اور کب پکاریں؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت: وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ۔ نازل فرمائی۔

حضرت ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں بعض صحابہ کرام نے پوچھا کیا ہمارا رب قریب ہے کہ ہم اس سے مناجات کریں یا دور ہے کہ ہم اسے پکاریں؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ بالا اُتاری۔ اہلِ تحقیق فرماتے ہیں اس میں کچھ الفاظ پوشیدہ ہیں گویا یوں فرمایا " فَقُلْ لَهُمْ آپ ان سے فرما دیں یا " فَاَعْلِمْهُمْ " آپ انھیں بتادیں کہ " اِنِّیْ قَرِیْبٌ بِالْعِلْمِ " میں علم کے ساتھ قریب ہوں۔ اربابِ معرفت فرماتے ہیں بندے اور خدا کے درمیان واسطے کو اُٹھا دینا قدرت کا اظہار ہے۔ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ۔

یعنی عبادت کے ساتھ میرا حکم مانیں، کہتے۔ اَجَابَ اور اِسْتَجَابَ دونوں کا ایک معنیٰ ہے۔
ابو رجاء خراسانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کا مطلب ہے کہ مجھے پکاریں۔ اَجَابَتْ لغت میں فرمانبرداری اور سوال کے مطابق عطاء کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ "اَجَابَتِ السَّمَآءُ بِالْمَطَرِ" "وَاَجَابَتِ الْاَرْضُ بِالنَّبَاتِ"۔ یعنی آسمان سے بارش مانگی گئی تو اس نے دیدی اور زمین سے سبزی مانگی گئی تو اس نے دیدی۔ اجابت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو عطاء کرنا مراد ہے اور بندے کی طرف نسبت ہو تو فرمانبرداری کرنا مقصود ہوتا ہے۔

وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ۔ اور چاہیے کہ مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پائیں

دُعاء کا قبول نہ ہونا۔

اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ"۔ اور "اُدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ"۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے لوگ دعا مانگتے ہیں لیکن ان کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ اس کے جواب میں کہا گیا ہے کہ علماء کرام نے ان آیات کی توجیہہ و توضیح مختلف طریقوں سے کی ہے بعض علماء فرماتے ہیں یہاں دعا اطاعت کے معنیٰ میں ہے۔ اور اجابت کا معنیٰ ثواب ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے جب میرا بندہ اطاعت کرتا ہے تو میں اسے ثواب عطا کرتا ہوں۔

بعض علماء فرماتے ہیں ان دونوں آیتوں کا معنیٰ خاص ہے اگرچہ ان کے الفاظ عام ہیں یعنی میں اگر چاہوں تو دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں۔ ------------ جب وہ قضاء و قدر کے موافق ہو جائے۔ دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ کسی محال چیز کا سوال نہ کرے۔ دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں اگر قبولیت اس کے حق میں بہتر ہو۔ اس مفہوم پر وہ روایت دلالت کرتی ہے جو حضرت علی بن ابو المتوکل نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے تو اگر اس میں رشتہ داروں سے قطع تعلقی یا گناہ کی بات نہ ہو تو اللہ تعالیٰ دعا مانگنے والے کو تین چیزوں میں سے ایک چیز ضرور عطا فرماتا ہے یا تو جلد ہی اس کی دعا قبول ہو جاتی ہے یا وہ اس کی آخرت کے لیے جمع ہو جاتی ہے یا اس کے سبب اس طرح کی کوئی بُرائی دُور کر دی جاتی ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! پھر تو ہمیں کثرت سے دعا مانگنا چاہیے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ بہت عطا فرمانے والا ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں آیت عام ہے اس میں قبولیت دعا سے زیادہ کسی چیز کا ذکر نہیں، خواہش کے مطابق عطا کرنا یا حاجت کا پورا کرنا اس آیت میں مذکور نہیں۔ اس کا یہ جواب بھی دیا جاتا ہے کہ مالک اپنے غلام کی بات پر اور باپ اپنے بیٹے کی بات پر ہاں کہہ دیتا ہے لیکن سوال کے مطابق کچھ نہیں دیتا۔ لہٰذا دعا کرتے وقت قبولیت ضرور ہوتی ہے۔ کیونکہ اجیب اور استجیب خبر ہے اور خبر کبھی منسوخ نہیں ہوتی۔ ورنہ خبر دینے والے کا جھوٹ لازم آئے گا اور اللہ تعالیٰ کی شان اس سے بہت بلند ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خبر خلاف واقع نہیں ہوتی اس مفہوم پر حضرت نافع کی روایت دلالت کرتی ہے وہ بواسطہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت

کرتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: "جس کے لیے دعا کا دروازہ کھل گیا اس کے لیے قبولیت کا دروازہ کھل گیا"۔
اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ ظالموں سے کہو مجھ سے دعا نہ مانگیں کیونکہ میں نے اپنے ذمہ کرم پر قبولیت کو لازم قرار دیا ہے اور میں ظالموں کی دعا اس طرح قبول نہیں کرتا ہوں کہ ان پر لعنت بھیجتا ہوں۔
ایک جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کی دعا اسی وقت قبول کرتا ہے لیکن اس کی مراد کو تاخیر سے پورا کرتا ہے تاکہ وہ دعا مانگتا رہے اور اللہ تعالیٰ اس کی دعا سنتا رہے۔ اس پر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت دلیل ہے۔ آپ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ بارگاہ خداوندی میں دعا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے قبول فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "اے جبرئیل! میرے اس بندے کی حاجت پوری کرو لیکن دیر سے پوری کرنا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کی آواز سنتا رہوں۔ اور اگر وہ بندہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں تو ارشاد ہوتا ہے اے جبرئیل اس بندے کے (دعا میں) اخلاص کی وجہ سے اس کی مراد جلدی پوری کرو کیونکہ مجھے اس کی آواز سننا پسند نہیں۔
حضرت یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے نیند کی حالت میں اپنے رب کی زیارت کی تو میں نے عرض کیا اے میرے رب! میں نے بارہا تجھے پکارا لیکن تو نے میری دعا قبول نہ فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے یحییٰ! مجھے تیری آواز پسند ہے۔
بعض علماء فرماتے ہیں دعا کے کچھ آداب و شرائط ہیں وہی قبولیت اور حصول مقصد کا باعث بنتے ہیں۔ لہٰذا جو شخص ان کا لحاظ رکھے اور انہیں مکمل کرے وہ قبولیت حاصل کرنے والوں میں سے ہے اور جو شخص ان سے غافل ہو یا ان میں کوتاہی کرے وہ دعا کے راستے سے الگ ہو جاتا ہے۔
کہتے ہیں حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کیا وجہ ہے کہ ہم دعا مانگتے ہیں لیکن قبول نہیں ہوتی؟ انھوں نے فرمایا تم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتے ہو لیکن آپ کے راستے پر نہیں چلتے۔ قرآن کی پہچان رکھتے ہو لیکن اس پر عمل نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں کھاتے ہو لیکن اس کا شکر بجا نہیں لاتے۔ جنت کو پہچانتے ہو لیکن اس کو طلب نہیں کرتے۔ دوزخ کی پہچان رکھتے ہو لیکن اس سے ڈرتے نہیں۔ شیطان کو جانتے ہو لیکن اس سے لڑائی نہیں کرتے بلکہ اس کی موافقت کرتے ہو، موت کو جانتے ہو لیکن اس کے لیے تیاری نہیں کرتے۔ اپنے فوت شدہ لوگوں کو دفن کرتے ہو لیکن عبرت حاصل نہیں کرتے، اپنے عیبوں کی طرف نہیں دیکھتے اور دوسروں کے عیب تلاش کرتے ہو۔

قربانی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَانْحَرْ" اور قربانی کیجئے۔
قربانی کے بارے میں اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود ظالم کی آگ مکروفریب اور عذاب سے نجات دی تو آپ کو قربانی کا حکم فرمایا۔
اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول نقل فرمایا۔ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ــــ میں اپنے رب کی رضا جوئی کے لیے ارض مقدس کی طرف ہجرت کر رہا ہوں وہ مجھے اپنے دین کا راستہ دکھائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے مخلوق میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم نے ہجرت فرمائی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ

انکے ماموں زاد بھائی حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی ہمشیر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں جب آپ ارض مقدس (فلسطین) پہنچ تو اپنے رب سے بیٹے کا سوال کرتے ہوئے عرض کیا " رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصَّالِحِيْنَ " اے میرے رب مجھے نیک بچہ عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کرتے ہوئے انہیں ایک عالم بچے کی خوشخبری دی " فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ " حلیم کا معنی علیم یعنی جاننے والا ہے۔ اور یہ اسحاق بن سارہ تھے۔ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ جب وہ چلنے پھرنے یعنی پہاڑوں کی طرف جانے کے قابل ہوا " قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْ اَذْبَحُكَ فرمایا اے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ بیٹے نے جواباً کہا " يٰاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ " اباجان! جس بات کا آپ کو حکم ہوا کر گزریں اور اپنے رب کا حکم مانیں۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے یہ نہیں کہا کہ آپ نے جو کچھ خواب میں دیکھا ہے کریں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام مسلسل تین راتیں خواب دیکھتے رہے ذبح سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام روزہ رکھتے اور نماز پڑھتے تھے۔ بیٹے نے کہا " سَتَجِدُنِيْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ عنقریب آپ مجھے (ذبح پر) صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ " فَلَمَّآ اَسْلَمَا "جب وہ دونوں اللہ تعالیٰ کا حکم بجا لانے کے لیے تیار ہو گئے۔ " وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ "، اور انہیں پیشانی کے بل لٹا دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انھیں رضائے الٰہی کی خاطر ذبح کرنے کے لیے پیشانی سے پکڑا تو اللہ تعالیٰ نے دونوں کو سچا پایا، اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰاِبْرٰهِيْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا " ہم نے آواز دی اے ابراہیم علیہ السلام! آپ نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے سلسلہ میں خواب سچا کر دکھایا پس آپ اپنے بیٹے کے بدلے مینڈھا ذبح کریں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: " وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ " اور ہم نے ایک عظیم جانور کے ساتھ ان کا بدلہ دیا۔ اس مینڈھے کا نام زریر تھا اور یہ ذبح سے پہلے چالیس سال تک جنت میں چرتا رہا۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ وہی مینڈھا تھا جس کو حضرت آدم علیہ السلام کے مقتول شہید بیٹے حضرت ہابیل نے قربان کیا تھا یہ جنت میں چرا کرتا تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند کا بدلہ بنا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ۔ ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔

یعنی ہر محبت کرنے والے کا یہی بدلہ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو اطاعت کرنے اور اپنے لخت جگر کو ذبح کرنے کا اچھا بدلہ دیا۔ کہا گیا ہے کہ جس فرزند کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے [۱]۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ۔ بے شک یہ واضح رحمت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے انکی جگہ مینڈھے کا فدیہ دے دیا۔

---

[۱] - حضرت اسحاق علیہ السلام کی قربانی کا نظریہ یہودیوں سے مسلمانوں میں آیا۔ صحیح بات یہ ہے کہ قربانی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ہوئی اور یہی وجہ ہے کہ آج قربانی کا رواج اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں ہے فدیہ میں ذبح ہونے والے مینڈھے کے سینگوں کا خانہ کعبہ میں موجود ہونا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں (حاشیہ صفحہ ہذا آئندہ صفحہ پر دیکھیں)

کہا جاتا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے صاجزادے کے حلق پر چھری رکھی اور ان کو آواز دی گئی:
اَنْ یَّآ اِبْرٰهِیْمُ اے ابراہیم علیہ السلام! اپنے صاجزادے کو چھوڑ دیجئے ہمارا مقصد اس بچے کی قربانی نہ تھا ہماری مراد تو یہ تھی کہ آپ کا دل بچے کی محبت سے خالی ہو جائے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ بعض کتابوں میں مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کا ارادہ فرمایا تو دل میں کہا یا اللہ! اگر یہ ذبح کسی اور کے ہاتھوں ہو جاتا تو بہتر تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ صرف آپ کے ہاتھوں سے ہوگا۔ فرشتوں نے عرض کیا اے ہمارے رب! تو نے ایسا کیوں کیا؟ فرمایا تاکہ آزمائشیں بڑھ جائیں۔ فرشتوں نے عرض کیا وہ کیوں؟ فرمایا تاکہ وہ میرے سوا کسی اور سے محبت نہ کرے۔ کیونکہ میں اپنی محبت میں شرکت کو قبول نہیں کرتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے لخت جگر سے محبت کرتے تھے تو ان کو بچے کے ذبح کے ساتھ آزمایا گیا حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام سے محبت کی تو وہ چالیس سال تک ان سے غائب رہے اور حضرت یعقوب علیہ السلام ان کے فراق میں مبتلا ہوئے اور ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے محبت کرتے تھے اور یہ محبت دل میں جاگزیں ہو گئی تو حضرت جبریل علیہ السلام نے آکر خبر دی کہ ان میں سے ایک کو زہر دیا جائے گا اور دوسرا شہید کر دیا جائے گا تاکہ آپ ان سے ایسی محبت نہ کریں (جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں شرکت کا باعث ہو۔)

عید گاہ کا راستہ بدلنا۔

مسلمان جب عید کی نماز کے لیے جائے تو مستحب ہے کہ دوسرے راستے سے واپس آئے۔ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن ایک راستے سے تشریف لے گئے اور دوسرے راستے سے واپس تشریف لائے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپ ایک راستے سے تشریف لے جاتے اور دوسرے راستے سے واپس آتے آپ نے یہ طریقہ کیوں اختیار کیا ہے؟ اس سلسلے میں علماء کا اختلاف ہے۔ اکثر علماء کہتے ہیں اس سے آپ کا مقصد مسلمانوں کو مشرکین کے لشکر سے محفوظ رکھنا تھا۔ لہٰذا آپ نے دو مختلف راستے اختیار کیے تاکہ حفاظت ہو سکے۔ دوسرے علماء کا خیال ہے کہ واپسی پر مختصر راستہ اختیار کیا۔ گویا آپ نہایت طویل راستے سے تشریف لے گئے تاکہ نیکیاں زیادہ ہوں اور نہایت مختصر راستے سے واپس تشریف لائے کچھ دوسرے علماء فرماتے ہیں جب آپ ایک راستے سے تشریف لے گئے تو زمین نے گواہی دی پھر دوسرے راستے سے واپس تشریف لے گئے تاکہ زمین کا دوسرا حصہ بھی گواہ رہے۔

ایک قول یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک محلے سے گذرے پھر دوسروں کی طرف سے ہو کر واپس ہوئے تاکہ تمام قبائل کی عزت افزائی ہو جائے کیونکہ آپ کی زیارت ان کے لیے باعث رحمت تھی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:
وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔

(حاشیہ صفحہ سابقہ) اور اس طرح کے دیگر دلائل واضح کرتے ہیں کہ قربانی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ہوتی ہے اور یہ بات بھی اس نظریے کو تقویت پہنچاتی ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش پہلے ہوئی اور قربانی کے وقت آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اکلوتے بیٹے تھے ۱۲ ہزاروی۔

کہا گیا کہ زمین اپنے اوپر انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رحمہم اللہ کے چلنے اور دوڑنے پر فخر محسوس کرتی ہے لہٰذا آپ نے چاہا کہ دونوں حصوں کو مساوی رکھا جائے تاکہ ایک راستے کو دوسرے پر فخر کا موقع نہ ملے۔ ایک قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ کی طرف ایک راستے سے تشریف لے گئے۔ درحقیقت آپ کا مقصود اللہ تعالیٰ کی طرف جانا تھا۔ پھر اپنے گھر والوں، وطن اور مٹی پانی کی طرف رجوع کا ارادہ فرمایا۔ لہٰذا آپ نے پسند نہ فرمایا کہ اسی راستے سے اللہ تعالیٰ کی طرف جائیں اور اسی راستے پر دوسروں کی طرف تشریف لے جائیں۔ لہٰذا آپ دوسرے راستے سے واپس تشریف لائے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر آپ دوسرے راستے سے واپس تشریف نہ لاتے تو لوگوں کے لیے پہلے راستے سے ہی واپس سنت بن جاتی اور نمازِ عید کے بعد ان کے لیے گھر کی طرف لوٹنا مشکل ہو جاتا، اس لیے آپ نے واپسی کے سلسلے میں وسعت بیان فرمائی کہ جس راستے سے چاہیں واپس جائیں۔ ایک قول یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار و منافقین کی چالبازیوں کا خدشہ بھانپتے ہوئے ایسا کیا۔ کسی نے کہا چونکہ آپ ساتھ والوں کو صدقہ دیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے واپسی کے لیے راستہ بدلا تاکہ فقراء و غرباء کو صدقہ پہنچ سکے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ نے لوگوں کی بھیڑ سے بچنے کے لیے یہ طریقہ اختیار فرمایا۔

یوم الاضحیٰ اور قربانی کی فضیلت

حضرت عبد اللہ بن قرط رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے عظیم دن قربانی کا دن ہے۔"

ایک روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خاتون جنت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا "اپنی قربانی کی طرف اٹھیں اور اس کے پاس حاضر ہوں" جانور کے پہلے قطرۂ خون سے تمہارے وہ گناہ بخش دیے جائیں گے جن کا تم نے ارتکاب کیا اور یہ الفاظ کہو:-

اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ بے شک میری نماز اور میری قربانی میری زندگی اور موت اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا: حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا: یا اللہ! حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے جو لوگ قربانی کریں گے ان کا کیا ثواب ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ان کا ثواب یہ ہے کہ ہر بال کے بدلے دس نیکیاں عطا کی جائیں گی، دس گناہ مٹائے جائیں گے اور اس کے دس درجے بلند کیے جائیں گے۔ عرض کیا الٰہی جب وہ جانوں کا پیٹ پھاڑے گا تو اس کے لیے کیا ثواب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب اس کی قبر کھلے گی تو وہ بھوک، پیاس اور قیامت کی سختیوں سے محفوظ باہر آئے گا۔ اے داؤد علیہ السلام! گوشت کے ہر ٹکڑے کے بدلے جنت میں بختی اونٹ جتنا پرندہ ہو گا، ہر بازو کے بدلے جنت کی سواریوں میں سے ایک سواری عطا ہو گی جانور کے جسم پر بالوں میں سے ہر بال کے بدلے جنت میں ایک محل ملے گا اور سر کے بال کے بدلے حوروں میں سے ایک خادم ملے گی۔ اے داؤد علیہ السلام! آپ نہیں جانتے کہ قربانیاں ہی (پل صراط پر) سواریاں بنیں گی قربانیاں

گناہوں کو مٹاتی اور مصیبتوں کو دور کرتی ہیں۔ آپ قربانی کا حکم دیں وہ مومن کا فدیہ ہیں جیسے حضرت اسحاق علیہ السلام (حضرت اسماعیل علیہ السلام) کے لیے ذبیحہ فدیہ بنا۔

قربانی کا جانور

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اچھے جانور کی قربانی کرو وہ قیامت کے دن تمہاری سواریاں ہونگی۔"

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے آپ نے یہ آیت پڑھی:

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا۔

پھر فرمایا جو نمائندہ عمدہ سواریوں پر سوار ہوتا ہے اور ان کی اچھی سواریاں قربانی کے جانور ہیں۔ انھیں ایسی اونٹنیاں دی جائیں گی کہ مخلوق نے ان کی مثل نہیں دیکھی ہونگی۔ ان کے کجاوے سونے کے بنے ہوئے ہونگے اور ان کی لگامیں زبرجد سے ہوں گی پھر وہ ان کو جنت کی طرف لے جائیں گی اور وہ جنت کے دروازے کھٹکھٹائیں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا خوش دلی سے قربانی کرو جو شخص قربانی کرنا چاہے وہ جانور کو قبلہ رخ کرلے اس کا خون اور بال بھی قیامت کے دن (نیکیوں میں) شمار ہوں گے۔ قربانی کا خون جب مٹی پر گرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں محفوظ ہو جاتا ہے۔ تھوڑا خرچ کرو زیادہ ثواب حاصل کرو۔

ایک روایت میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہی مائل بڑے بڑے سینگوں والے دو دُنبے طلب فرمائے۔ پھر ان میں سے ایک کو لٹا کر پڑھا:

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
بِسْمِ اللهِ وَاللهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ هٰذَا عَنْ مُحَمَّدٍ وَّعَنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ۔

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان رحم والا ہے۔ اللہ کے نام سے اور اللہ بہت بڑا ہے۔ یا اللہ! یہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت کی طرف سے ہے۔

پھر دوسرے کو لٹا کر فرمایا:

بِسْمِ اللهِ وَاللهُ اَكْبَرُ عَنْ مُحَمَّدٍ وَّعَنْ اُمَّتِهٖ۔

اللہ کے نام سے اور اللہ سب سے بڑا ہے یہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کی طرف سے ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن دو دنبوں کی قربانی فرمائی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں آپ نے فرمایا جو شخص عید کے دن اپنے جانور کی قربانی دینے کے لیے اس کے قریب جاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے جنت کے قریب کر دیگا جب وہ اسے ذبح کرتا ہے تو اس کے پہلے قطرۂ خون سے اس کی بخشش ہو جاتی ہے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس جانور کو اس کی سواری بنادے گا اور اس کے بالوں اور اُون کے برابر نیکیاں عطا فرمائے گا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سینگوں والے املح دُنبوں کی

قربانی دی۔ آپ ذبح کرتے تو اللہ کا نام لیتے اور اپنا پاؤں مبارک اس کی گردن پر رکھتے۔ ابو عبیدہ فرماتے ہیں املح اس جانور کو کہتے ہیں جس میں سفیدی اور سیاہی ہو لیکن سیاہی غالب ہو وہ سیاہی میں دیکھے اور سیاہی میں بیٹھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگوں والا دنبہ طلب فرمایا جو سیاہی میں چلتا ہو۔ سیاہی میں دیکھے اور سیاہی میں بیٹھے وہ دنبہ لایا گیا تو آپ نے اس کی قربانی دی اسے لٹایا اور ذبح کیا اور یہ الفاظ فرمائے۔

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَمِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ۔ اللہ کے نام سے، یا اللہ! حضرت محمد (مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کی آل اور آپ کی امت کی طرف سے قبول فرما۔

محدثین فرماتے ہیں۔ سیاہی میں چلنے اور سیاہی میں دیکھنے کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ اپنی چربی اور گوشت زیادہ ہونے کی وجہ سے اپنے ہی سایہ میں چلتا ہے اور اس میں بیٹھتا ہے۔ اہلِ لغت کہتے ہیں اس جگہ سیاہی کا مطلب یہ ہے کہ اس کے اگلے پاؤں، آنکھیں اور گھٹنے سیاہ ہوں۔

شب عید الاضحیٰ کی نماز

دو رکعت نفل یوں پڑھے کہ ہر رکعت میں پندرہ بار سورہ فاتحہ اور اتنی ہی بار سورۂ اخلاص سورۂ فلق اور سورۂ الناس پڑھے سلام پھیرنے کے بعد تین بار آیت الکرسی پڑھے اور پندرہ بار استغفار کرے (اَسْتَغْفِرُ اللّٰه۔ پڑھے) پھر دنیا اور آخرت کی بھلائی کے لیے جو دعا چاہے مانگے۔

قربانی کی حیثیت

قربانی، امام احمد، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ کے نزدیک سنت ہے۔ اس کو چھوڑنا اچھا نہیں دوسرے لوگوں کے نزدیک واجب ہے[1]۔

اس کے سنت ہونے کی دلیل حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مجھے قربانی کا حکم دیا گیا اور وہ تمہارے لیے سنت ہے۔" دوسری حدیث یہ ہے۔ آپ نے فرمایا تین چیزیں مجھ پر فرض ہیں اور تمہارے لیے نفل ہیں" قربانی، وتر اور صبح کی دو رکعتیں"

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ذوالحجہ کا پہلا عشرہ ہو جائے اور تم میں سے کوئی قربانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو وہ اپنے بال اور ناخن نہ ترشوائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کو ارادے کے ساتھ مشروط کیا ہے اگر واجب ہوتی تو آپ ارادہ سے مشروط نہ فرماتے۔

قربانی کا افضل جانور، جانور کی عمر، رنگ اور گوشت کی تقسیم

قربانی کے جانوروں میں سے سب سے افضل

---

[1] امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بھی قربانی واجب ہے۔ ۱۲ ہزاروی۔

اونٹ ہے پھر گائے اور پھر بکری، بھیڑ جزع سے کم نہ ہو اور بکری ثنیٰ (ایک سال) سے کم نہ ہو، جذع اسے کہتے ہیں جو چھ ماہ کا ہو چکا ہو اور ثنی یعنی بکرا یا بکری ایک سال کی ہو گائے (بیل بھینس) کا دو سال کا ہونا ضروری ہے اور اونٹ پانچ سال کا ہو، بکری ایک آدمی کی طرف سے کفایت کرتی ہے اور اونٹ گائے سات آدمیوں کی طرف سے کفایت کر جاتے ہیں۔

سیاہی مائل سفید رنگ کا جانور افضل ہے پھر زرد اور پھر سیاہ رنگ کا جانور۔ خود ذبح کرنا افضل ہے اگر اچھی طرح ذبح کرنا نہ جانتا ہو تو پاس موجود رہے ایک تہائی خود کھائے، ایک تہائی رشتہ داروں کو تحفہ دے اور ایک تہائی صدقہ کرے۔

عیب والا جانور

عیب والے جانور سے پرہیز کرنا چاہیے اور عیب پانچ قسم کے ہیں:

(۱)۔ جس جانور کے سینگ یا کان کا زیادہ حصہ ٹوٹا ہوا یا کٹا ہوا ہو اس کی قربانی نہ کرے ایک قول یہ ہے کہ جس جانور کے کان یا سینگ کا تہائی حصہ چلا جائے۔

(۲)۔ اسی طرح جس کے سینگ نہ ہوں کیونکہ صحیح قول کے مطابق وہ بھی کٹے ہوئے کی طرح ہے۔

(۳)۔ جس جانور کا کانا پن ظاہر ہو یعنی جس کی آنکھ اندر کو دھنسی ہوئی اور بینائی چلی گئی ہو۔

(۴)۔ اتنا دبلا کہ ہڈیوں میں مغز نہ رہا ہو۔

(۵)۔ لنگڑا جانور جو چرنے کے لیے نہ جا سکتا ہو۔ ایسا بیمار جس کی بیماری واضح ہو اور نہ خارشی جانور، کیونکہ خارش گوشت کو خراب کر دیتی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متابلہ، مدابرہ، خرقاد اور شرقاد کی قربانی سے منع فرمایا:

مقابلہ وہ ہے جس کے کان کا اگلا حصہ کاٹا گیا ہو اور وہ لٹک رہا ہو۔

مدابرہ وہ ہے جس کے کان کے پچھلے حصے سے کاٹا گیا ہو۔

شرقاد وہ ہے جس کا کان داغ لگانے کی وجہ سے پھٹ گیا ہو۔

ان کی ممانعت تنزیہی ہے تحریمی نہیں، اجتناب کرنا بہتر ہے لیکن قربانی کر دی تب بھی جائز ہے۔

قربانی کے دن

قربانی کے دن تین ہیں۔ عید کے دن نمازِ عید پڑھنے یا اتنا وقت گزرنے کے بعد (اسا دن) اور اس کے بعد دو دن۔ اکثر فقہاء کا یہی مذہب ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں عید کا دن اور تین دن (ایام تشریق) قربانی کے دن ہیں جو کچھ ہم نے تین دنوں کے بارے میں ذکر کیا ہے وہ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن عباس اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے جو شخص امام کی نماز (نماز عید) سے پہلے ذبح کرے وہ محض گوشت ہے اس سے قربانی کا ثواب حاصل نہ ہوگا

کیونکہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ قربانی کے دن نماز کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا جس نے ہماری طرح نماز پڑھی، ہماری طرح قربانی کی اس کی قربانی ہو گئی اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کی وہ محض گوشت ہے۔ حضرت ابو بردہ بن نیاز رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے نماز کے لیے آنے سے پہلے قربانی کر دی ہے اور میں نے یہ سمجھا کہ آج کھانے پینے کا دن ہے لہٰذا میں نے جلدی کی خود کھایا، گھر والوں اور پڑوسیوں کو کھلایا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو محض کھانے کے لیے گوشت ہوا۔ انھوں نے عرض کیا میرے پاس بکری کا چھ مہینے کا بچہ ہے اور یہ گوشت کی دو بکریوں سے بہتر ہے کیا وہ میری طرف سے جائز ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (تمہاری طرف سے جائز ہے) تمہارے بعد کسی کی طرف سے جائز نہ ہو گا۔[1]

حضرت اسود بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں قربانی کے دن بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا، آپ ایک قوم کے پاس سے گزرے۔ انھوں نے نماز سے پہلے جانور ذبح کر لیا تھا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا جس نے عید کی نماز سے پہلے ذبح کیا وہ دوبارہ ذبح کرے۔ بعض روایات میں ہے جس نے نماز سے پہلے ذبح کیا وہ اس کی جگہ دوسرا جانور ذبح کرے اور جس نے ذبح نہیں کیا وہ اب ذبح کرے۔

ایامِ تشریق

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ۔ اور چند مقررہ دنوں میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔

ذکر سے مراد یہ ہے کہ نماز کے بعد تکبیر کہے اور شیطانوں کو کنکر یاں مارنے وقت ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہے اور اس کے علاوہ اوقات میں بھی تکبیر کہتا رہے اور عشرہ ذی الحجہ کے شروع سے لے کر ایام تشریق کے آخر تک تکبیر کہنا مستحب ہے: "فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ" سے ایام تشریق مراد ہیں اور ایام تشریق منیٰ میں ٹھہرنے کے تین دن ہیں اور ایام معلومات سے پہلے دس دن مراد ہیں۔ اکثر علماء یہی فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول بھی اس پر دلالت کرتا ہے۔ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ پس جو شخص دو دنوں میں لوٹ آئے اس پر کوئی حرج نہیں اور واپسی ایام تشریق میں ہوتی ہے۔ دو دن پورے کرنے کے بعد ہو یا تین دن مکمل کرے۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے چند مقررہ دنوں میں اپنے ذکر کا حکم فرمایا اور یہ یوم نحر کے بعد تین دن ایام تشریق ہیں۔ انھیں معدود اس لیے کہا کہ وہ انسانی زندگی کے دنوں کے مقابلے میں تھوڑے ہیں جس طرح رمضان شریف کے بارے میں فرمایا: "اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ" اور حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

---

[1] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے مختار نبی ہیں آپ اللہ تعالیٰ کے منشاء اور اجازت سے جس چیز کو جس کے لیے چاہیں حلال کریں اور جس کے لیے چاہیں حرام فرمائیں: ۱۲ ہزاروی

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ۔ انھوں نے انکو چند کھوٹے سکوں کے عوض بیچ دیا۔
کہا گیا ہے کہ ایام معدودہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دن حج کے دنوں میں شمار ہوتے ہیں۔ مزدلفہ میں رات گزارنا اور منیٰ میں جمرات کو کنکریاں مارنا انہی دنوں میں ہے۔ زجاج کہتے ہیں لغت معدودات قلیل چیز پر بولا جاتا ہے چونکہ یہ تین دن ہیں اسلیے ان کو معدودات کہا گیا۔ ایام معدودات ایام تشریق کے تین دن ہیں اور جس ذکر کا حکم دیا گیا ہے وہ تکبیر کہنا ہے۔

حضرت نافع، حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا ایام تشریق تین دن ہیں نحر کا دن، اور اس کے بعد دو دن۔ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ایام معدودات دس دن ہیں اور ایام معلومات قربانی کے دن ہیں۔ اس آیت میں اور اس سے پہلے والی آیت "فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا" (پس اللہ تعالیٰ کو اس طرح یاد کرو جس طرح اپنے آباؤ اجداد کو یاد کرتے ہو۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ) ــــــ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ذکر کا حکم دیا اس کو کیا سبب ہے؟ اس ضمن میں مفسرین کرام علیہم السلام فرماتے ہیں کہ اہل عرب جب اپنے حج سے فارغ ہوتے تو بیت اللہ شریف کے پاس کھڑے ہو جاتے اور اپنے آباؤ اجداد کے کارنامے اور فضائل سنا کر باہم فخر کرتے۔ کوئی کہتا میرا باپ مہمان نواز تھا کھانا کھلاتا تھا، جانور ذبح کرتا تھا فدیہ دے کر قیدیوں کو آزاد کراتا تھا اور اس طرح اس طرح کرتا تھا ان باتوں پر وہ تفاخر کرتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کا حکم دیا۔ اور یہ آیت نازل فرمائی: "فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا۔ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ تک۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "فَاذْكُرُوْنِيْٓ" تم مجھے یاد کرو۔ میں نے ہی یہ سب کچھ تمہارے باپ دادا کو اور تمہیں عطا فرمایا ہے۔

حضرت سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اہل عرب جب حج کے افعال ادا کر لیتے اور منیٰ میں ٹھہر جاتے تو ان میں سے ایک کھڑا ہو کر بارگاہ خداوندی میں عرض کرتا:
"یا اللہ! میرے باپ کا پیالہ بہت بڑا تھا اس کی دیگ بھی بہت بڑی تھی، وہ بہت زیادہ مال رکھتا تھا مجھے بھی اس کی طرح عطا فرما" وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی بجائے اپنے باپ کا ذکر کرتا اور دنیا کا مال طلب کرتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ حضرت ابن عباس، عطاء، ربیع، ضحاک اور دیگر مفسرین فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس طرح یاد کرو جس طرح چھوٹے اپنے آباؤ اجداد کو یاد کرتے ہیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ بچہ شروع شروع میں اپنے ماں باپ کی گفتگو سمجھتا ہے پھر وہ ابا اماں پکارنا شروع کرتا ہے۔ حضرت عمر ابن مالک، حضرت ابو الجوزاء سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا مجھے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے میں بتلایئے "فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا" انسان پر ایسا دن بھی آتا ہے کہ وہ اپنے باپ کا ذکر نہیں کرتا (تو کیا خدا کو بھی یاد نہ کرے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس کا یہ مطلب نہیں (جو تم سمجھے ہو) بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو رہی ہو تو تمہیں اس سے بڑھ کر غصہ آنا چاہیے جو ماں باپ کو گالی دینے پر آتا ہے۔
حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "او" ، "بل" کے معنیٰ میں ہے جیسے "اَوْ يَزِيْدُوْنَ"

" بَلْ يَزِيدُونَ " کے معنیٰ میں ہے (یعنی بلکہ اس سے بڑھ کر اللہ کا ذکر کرو)
حضرت مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: " اشد ذکر "، " اکثر ذکرا " کے معنیٰ میں ہے جس طرح
" أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً " یا أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً " میں اشد، اکثر کے معنیٰ میں ہے یعنی زیادہ۔

ذِکر

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی اشیاء کو لفظ ذکر سے تعبیر کیا ہے تورات کو ذکر کہا گیا، ارشاد خداوندی ہے۔
فَاسْئَلُوْا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ اہل ذکر سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے۔
قرآن پاک کو بھی ذکر کہا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:
وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبَارَكٌ أَنْزَلْنَاهُ۔ یہ مبارک ذکر ہے جسے ہم نے اُتارا۔
لوحِ محفوظ کا نام بھی ذکر رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ۔ اور ہم نے ذکر (لوحِ محفوظ) کے بعد زبور میں لکھا۔
نصیحت و وعظ کو بھی ذکر کہا گیا ہے قرآن پاک میں ہے۔
فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ۔ جب انھوں نے بھلا دیا اس چیز کو جس کی ان کو نصیحت کی گئی۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ذکر کہا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔
قَدْ أَنْزَلَ اللّٰهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف ذکر (کو جو رسول ہے) بھیجا۔
خبر کو بھی ذکر کہا گیا۔
هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ۔ یہ ان لوگوں کا ذکر ہے جو میرے ساتھ ہیں اور ان لوگوں کا ذکر ہے جو مجھ سے پہلے ہیں۔
شرف و عزت کو بھی ذکر کہا گیا۔
إِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ۔ بے شک یہ آپ اور آپ کی قوم کے لیے ذکر (عزت و شرافت) ہے۔
تورات کو بھی ذکر کہا گیا ہے۔
ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذَّاكِرِيْنَ۔ یہ ذکر والوں (تورات والوں) کے لیے نصیحت ہے۔
نماز کو بھی ذکر سے تعبیر کیا گیا۔
فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ۔ پس اللہ تعالیٰ کو یاد کرو (نماز پڑھو) جیسے اس نے تمہیں سکھایا۔
عصر کی نماز کو بھی ذکر کہا گیا۔
إِنِّيْ أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ بے شک مجھے ان (گھوڑوں) کی محبت پسند آئی

رَبِّی ۔ ہے اپنے رب کی یاد کے لیے ہے ۔

جمعہ کو بھی ذکر کہا گیا ہے ۔

فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ ۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر (نماز جمعہ) کی طرف دوڑ پڑو ۔

سفارش کو بھی ذکر سے تعبیر کیا گیا ۔

اُذْکُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّکَ ۔ اپنے مالک کے پاس میری سفارش کرنا ۔

اطاعت و مغفرت کا نام بھی ذکر رکھا گیا ۔

فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ ۔ تم (فرمانبرداری کے ساتھ) مجھے یاد کرو میں (بخشش کے ساتھ) تمہیں یاد کروں گا ۔

ندامت کو بھی ذکر کہا گیا ہے ۔

اِذْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ ذَکَرُوا اللّٰہَ ۔ جب وہ اپنے نفسوں پر ظلم کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں ۔

یعنی دل سے نادم ہوتے ہیں اور زبان سے بخشش مانگتے ہیں ۔

تکبیر کے لیے بھی لفظ ذکر استعمال ہوا ۔

وَاذْکُرُوا اللّٰہَ فِیْٓ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمَاتٍ ۔ معلوم دنوں (ایام تشریق) میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو ۔ (تکبیر کہو) ۔

ایام تشریق کی وجہ تسمیہ

ایام تشریق کی وجہ تسمیہ میں اختلاف ہے ۔ایک قوم کہتی ہے کہ مشرکین کہتے تھے : " اشرق ثبیر کیما نغیر " یعنی ثبیر پہاڑ تو چمک تاکہ ہم واپس ہو جائیں ، کیونکہ وہ مزدلفہ سے سورج چمکنے کے بعد واپس جاتے تھے ۔ اسلام نے آکر ان کا یہ نظریہ باطل قرار دیا ۔ایک قول یہ ہے کہ ایام تشریق میں وہ گوشت کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے سورج میں سکھاتے تھے چنانچہ سورج میں خشک کیے گئے گوشت کے ٹکڑوں کو " شرائق اللحم " کہا جاتا ہے ۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ عید کی نماز کو تشریق کہا جاتا ہے ۔ لفظ " تشریق " ، " شروق الشمس " (سورج کا روشن ہونا) سے ماخوذ ہے ۔ کیونکہ یہ نماز عید کا وقت ہے ۔ اسی لیے عید گاہ کو مشرق کہتے ہیں ۔ کیونکہ لوگ سورج طلوع ہونے کے بعد وہاں جاتے ہیں اس مناسبت سے عید کے دن کو یوم تشریق کہا جاتا ہے پھر عید کے تابع ہو کر دوسرے دن بھی ایام تشریق کہلانے لگے ۔

حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ موقف کو مشعر کیوں کہا گیا اسے حرم کیوں نہیں کہا گیا آپ نے فرمایا کعبہ اللہ کا گھر ہے ، حرم اس کا پردہ ہے اور مشعر اس کا دروازہ ہے ۔ جب حجاج کرام خانہ خدا کا ارادہ کرتے ہیں تو ان کو پہلے دروازہ پر ٹھہرایا جاتا ہے تاکہ وہ عجز و انکساری کا اظہار کریں پھر ان کو دوسرے پردے پر ٹھہرایا جاتا ہے ۔

وہ مزدلفہ ہے جب اللہ تعالیٰ ان کے عجز و انکساری کو دیکھتا ہے تو قربانی کرنے کا حکم فرماتا ہے۔ جب وہ قربانی کر کے گناہوں سے پاک ہو جاتے ہیں تو طہارت کے ساتھ زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔ آپ سے پوچھا گیا کہ ایام تشریق میں روزہ رکھنا کیوں مکروہ ہے؟ آپ نے فرمایا چونکہ وہ حجاج کرام اللہ تعالیٰ کی زیارت کے لیے آتے ہیں اور وہ اس کے مہمان ہوتے ہیں اور مہمان کو میزبان کے ہاں روزہ رکھنا مناسب نہیں۔ پوچھا گیا اے ابوالفیض! کعبۃ اللہ کے پردوں سے لٹکنے کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے اپنے مالک کا نقصان کیا ہو تو وہ کچھ لوگوں کا دامن پکڑ لیتا ہے تاکہ وہ اس کی معافی کے لیے سفارش کریں۔

ایام تشریق کی تکبیریں

حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق اور ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما ان دنوں میں منیٰ میں ہوتے اور نماز کے بعد، مجلس میں، بستر اور بچھونے پر اور راستے میں تکبیر کہتے اور لوگ بھی ان کی طرح تکبیر کہتے اور اس آیت پر عمل کرتے۔ "وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ"

تکبیر کے سنت ہونے پر سب کا اتفاق ہے البتہ اس کی مقدار میں اختلاف ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ عرفہ کے دن صبح کی نماز سے لے کر ایام تشریق کے آخری دن کی نماز عصر تک تکبیریں کہتے۔ ہمارے امام احمد بن محمد بن حنبل رحمہ اللہ کا یہی مذہب ہے۔ امام شافعی کا ایک قول اور امام محمد و امام ابو یوسف رحمہم اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ سب سے بہتر اور جامع قول یہی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ عرفہ کے دن کی صبح سے قربانی کے دن نماز عصر تک تکبیرات کہتے تھے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہی مذہب ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم یوم نحر کی نماز ظہر سے آخری یوم تشریق کی نماز عصر تک تکبیرات کہتے تھے۔ حضرت عطاء رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا زیادہ ظاہر مذہب یہ ہے کہ یوم نحر کی نماز ظہر سے لے کر آخری یوم تشریق کی نماز فجر تک تکبیرات کہی جائیں اس میں حاجیوں کی اقتداء ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کا بھی مذہب ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا تیسرا قول یہ ہے کہ نحر کی رات کو مغرب کی نماز سے آخری یوم تشریق کی نماز فجر تک تکبیریں کہی جائیں۔

تکبیر کے الفاظ

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ دو بار یہ کلمات تکبیر کہتے تھے۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ	اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے۔
اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ	اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ سب سے بڑا ہے،
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔	اللہ سب سے بڑا ہے اور اللہ ہی کے لیے تعریف ہے۔

ہمارے (مصنف علیہ الرحمہ کے) امام، امام احمد، امام ابو حنیفہ رحمہما اللہ اور اہل عراق کا یہی مذہب ہے۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ کے بارے میں مروی ہے، کہ آپ "اللہ اکبر اللہ اکبر" کہتے پھر خاموش ہو جاتے اور اس کے بعد

کہتے " اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ " حضرت سعید بن جبیر اور حسن بصری رحمہما اللہ فرماتے ہیں تین با
اللہ اکبر ملا کر کہتے پھر آخر تک تکبیر کہتے جس طرح شروع میں بیان کیا گیا۔ امام شافعی رحمہ اللہ اور اہل مدینہ کا یہی مذہب
ہے۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ یوں کہتے تھے۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا اَللّٰهُ اَكْبَرُ عَلٰى مَا هَدَانَا اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔

اللہ سب سے بڑا ہے اسی کے لیے بڑائی ہے اللہ تعالی کے لیے بڑائی ہے اس چیز پر جو اس نے ہمیں ہدایت دی۔ اللہ سب سے بڑا ہے اور اسی کے لیے تعریف ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایام منیٰ کھانے پینے اور اللہ تعالیٰ
کے ذکر کے دن ہیں۔

حضرت جعفر بن محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک منادی بھیجا جس نے ایام تشریق میں
اعلان کیا کہ یہ کھانے پینے اور جماع کے دن ہیں۔

مُحرم کی تکبیرات

اگر مُحرم ہو تو نحر کے دن نماز ظہر سے تشریق کے آخری دن تک تکبیر کہے۔ یہ امام احمد رحمہ اللہ
کے نزدیک ہے اسی طرح ان سے یہ بات بھی صحیح طور پر ثابت ہے کہ باجماعت فرض نماز کے بعد تکبیر کہے تنہا ہو یا
نفل پڑھے تو اس وقت تکبیر نہ کہے۔

عید الفطر میں تکبیر

یہ تکبیر جس کا ہم نے عید الاضحیٰ میں ذکر کیا ہے اسی طرح عید الفطر میں بھی ہے۔ بلکہ عید الفطر
کی رات اس کی زیادہ تاکید ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدَاكُمْ۔

گنتی پوری کرو اور اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو۔ اس بات پر کہ اس نے تم کو ہدایت دی۔

البتہ عید الفطر کے موقع پر بعد کی رات غروب شمس سے شروع کر کے اس وقت تک کہے جب امام عید کے دو
خطبے پڑھ لے اس کے بعد ختم کر دے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں عید الفطر کے موقع پر تکبیر کہنا سنت
نہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں عید الفطر کے دن تکبیر کہے رات کو نہ کہے۔ عید گاہ میں آنے اور امام نیز دوسرے
لوگوں کے عید گاہ میں پہنچنے کے بعد چھوڑ دے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک غروب آفتاب سے اس وقت تک
کہے جب امام دونوں خطبوں سے فارغ ہو جائے۔ ایک قول یہ ہے کہ غروب آفتاب سے امام کے عید گاہ میں آنے
تک کہے۔ ایک دوسرے قول میں ہے نماز کی تکبیر تحریمہ تک اور ایک قول یہ ہے کہ فراغت تک کہے۔

فضائل یومِ عاشورہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ ــ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ــــ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہے۔ یہ اللہ کی کتاب میں ہے، ان میں سے چار عزت والے مہینے ہیں۔

اس سے پہلے بھی اس کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ محرم کا مہینہ بھی ان میں سے ایک ہے پس یہ مہینہ ان مہینوں میں سے ایک ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں قابلِ احترام ہیں۔ محرم کے مہینے میں یومِ عاشورہ ہے جس دن اطاعت خداوندی بجالانے والوں کو اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا مقام عطا فرمایا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص محرم کے کسی دن روزہ رکھے اسے ہر دن کے بدلے تیس دن کا ثواب ملتا ہے۔

حضرت میمون ابن مہران، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے محرم میں عاشورہ کا روزہ رکھا اسے دس ہزار فرشتوں، دس ہزار شہیدوں، دس ہزار حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں کے برابر ثواب ملتا ہے۔ جس نے دس محرم کو کسی یتیم بچے کے سر پر ہاتھ پھیرا اللہ تعالیٰ اس بچے کے سر کے بالوں کے برابر اس کے درجات بلند فرماتا ہے۔ جو شخص عاشورہ کی رات کسی مؤمن کا روزہ افطار کرائے گویا اس نے پوری امت محمدیہ کا روزہ افطار کرایا اور ان کو پیٹ بھر کھانا کھلایا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ نے یومِ عاشورہ کو تمام دنوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو عاشورہ کے دن پیدا فرمایا، پہاڑوں کو عاشورہ کے دن پیدا فرمایا۔ دریاؤں کو عاشورہ کے دن پیدا فرمایا، قلم کو عاشورہ کے دن پیدا فرمایا، لوح کو عاشورہ کے دن پیدا فرمایا، حضرت آدم علیہ السلام کو عاشورہ کے دن پیدا فرمایا، عاشورہ کے دن ہی آپ کو جنت میں داخل کیا گیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عاشورہ کے دن پیدا فرمایا۔ انھیں آگ سے عاشورہ کے دن نجات عطا فرمائی، ان کے لختِ جگر کے ذبح کا بدلہ عاشورہ کے دن دیا[1]۔ فرعون کو عاشورہ کے دن غرق کیا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی آزمائشیں عاشورہ کے دن ختم کی گئیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ عاشورہ کے دن قبول فرمائی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عاشورہ کے دن پیدا فرمایا۔ اور قیامت بھی عاشورہ کے دن قائم ہو گی۔

دوسری روایت میں ہے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص عاشورہ کے دن روزہ رکھے اس کے لیے اللہ تعالیٰ ساٹھ سال روزہ رکھنے اور قیام کرنے کا ثواب لکھ دیتا ہے۔ اور جو شخص عاشورہ کے دن روزہ رکھے اسے ایک ہزار شہید کا ثواب عطا کیا جاتا ہے جو آدمی عاشورہ کے دن روزہ رکھے اس کے لیے اللہ تعالیٰ سات آسمانوں میں بسنے والوں کا ثواب لکھتا ہے جو آدمی عاشورہ کے دن کسی

---

[1] معتبر مشہور روایات کے مطابق حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبح کا بدلہ دس ذوالحجہ کو دیا گیا۔ ۱۲ ہزاروی۔

کا روزہ افطار کرائے گویا اس نے تمام امت کا روزہ افطار کرایا اور انہیں سیر کر کے کھانا کھلایا۔ جو آدمی عاشورہ کے دن کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرے اللہ تعالیٰ اس بچے کے سر کے بالوں کے برابر جنت میں اس آدمی کے درجات بلند کرتا ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ نے ہمیں یوم عاشورہ کے ساتھ فضیلت بخشی ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمام آسمانوں اور زمینوں کو عاشورہ کے دن پیدا فرمایا۔ پہاڑوں اور ستاروں کو عاشورہ کے دن پیدا فرمایا۔ عرش و کرسی کو عاشورہ کے دن پیدا فرمایا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو عاشورہ کے دن پیدا فرمایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام عاشورہ کے دن پیدا ہوئے اور عاشورہ کے دن ہی اللہ تعالیٰ نے ان کو نجات عطا فرمائی۔ ان کے صاحبزادے کا فدیہ بھی عاشورہ کے دن دیا گیا، فرعون کو عاشورہ کے دن غرق کیا گیا۔ حضرت ادریس علیہ السلام کو عاشورہ کے دن آسمان پر اٹھایا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری عاشورہ کے دن دور فرمائی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عاشورہ کے دن پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ عاشورہ کے دن قبول فرمائی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی لغزش عاشورہ کے دن معاف فرمائی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو بادشاہی عاشورہ کے دن ملی۔ اللہ تعالیٰ نے عاشورہ کے دن عرش پر استواء فرمایا۔ قیامت عاشورہ کے دن قائم ہوگی۔ آسمان سے پہلی بارش عاشورہ کے دن برسی۔ سب سے پہلی رحمت عاشورہ کے دن اتری، جو آدمی عاشورہ کے دن غسل کرے وہ موت کے علاوہ کسی مرض میں مبتلا نہیں ہوگا۔ جو آدمی عاشورہ کے دن اپنی آنکھوں میں اثمد[1] کا سرمہ لگائے، سال بھر اس کی آنکھیں خراب نہ ہوں گی، جو آدمی عاشورہ کے دن کسی بیمار کی بیمار پرسی کرے گویا اس نے تمام اولادِ آدم کی عیادت کی۔ جو آدمی عاشورہ کے دن ایک گھونٹ پانی پلائے گویا اس نے پلک جھپکنے کے برابر بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی۔!

یوم عاشورہ کی نماز

جو شخص یوم عاشورہ کے دن چار رکعتیں اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ اور پچاس مرتبہ "قل ہو اللہ احد" پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے پچاس برس گذشتہ کے اور پچاس سال بعد کے گناہ بخش دیتا ہے اور اوپر کی دنیا میں اس کے لیے ایک ہزار نورانی محل بنائے گا۔

ایک دوسری حدیث میں ہے چار رکعتیں اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ، سورۂ زلزال، سورۂ الکافرون، اور سورۂ اخلاص ایک ایک بار پڑھے اور پھر فراغت پر ستر بار بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ہدیۂ درود بھیجے۔ یہ بات حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

عاشورہ کا روزہ اور شب بیداری

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی اسرائیل پر سال میں ایک دن کا روزہ فرض کیا گیا اور وہ محرم کی دس تاریخ یوم عاشورہ ہے اس

[1] اثمد ایک قسم کا سرخی مائل سیاہ پتھر ہے جس سے سرمہ تیار کیا جاتا ہے۔

دن تم بھی روزہ رکھو اور گھر والوں پر کھانے میں فراخی کرو۔ اور جو شخص عاشورہ کے دن اپنے مال سے گھر والوں پر فراخی کرتا ہے اللہ تعالیٰ پورا سال اسے فراخی عطا فرماتا ہے اور جو آدمی اس دن روزہ رکھے وہ روزہ چالیس سال کا کفارہ بنتا ہے اور جو شخص عاشورہ کی رات عبادت کرے اور دن کو روزہ رکھے اسے یوں موت آئے گی کہ احساس تک نہ ہوگا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی عاشورہ کی رات کو (عبادت کے ذریعے) زندہ رکھے جب تک چاہے اللہ تعالیٰ اسے زندہ رکھے گا۔

حضرت سفیان بن عیینہ، جعفر کوفی سے وہ ابراہیم بن محمد بن منتشر (رحمہم اللہ) سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم اپنے زمانے میں کوفہ کے بہترین لوگوں میں تھے وہ فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جو شخص عاشورہ کے دن اپنے اہل وعیال کو رزق میں فراخی دیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے پورا سال فراخی عطا فرماتا ہے۔ حضرت سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم پچاس سال سے اس کا تجربہ کر رہے ہیں اور ہم وسعت اور کشادگی ہی دیکھ رہے ہیں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی عاشورہ کے دن اپنے اہل وعیال کو کشادہ کھانا دیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے سال بھر کشادہ رزق عطا فرماتا ہے۔

بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ جو شخص زینت کے دن یعنی عاشورہ کے دن روزہ رکھے اسے سال بھر کے فوت شدہ روزوں کا ثواب مل جاتا ہے اور جو آدمی عاشورہ کے دن صدقہ دے سال بھر کے فوت شدہ صدقے کا ثواب پا لیتا ہے۔

حضرت یحییٰ بن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو آدمی عاشورہ کے دن خوشبودار سرمہ لگائے آئندہ پورا سال اس کی آنکھوں میں تکلیف نہ ہوگی۔

ابو غلیظ بن خلف جمحی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھر پر ایک چڑیا دیکھی تو فرمایا یہ پہلا پرندہ ہے جس نے عاشورہ کے دن روزہ رکھا۔ حضرت قیس ابن عبادہ فرماتے ہیں عاشورہ کے دن جنگلی جانور بھی روزہ رکھتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماہِ رمضان کے بعد اس مہینے کے روزے افضل ہیں جسے محرم کہا جاتا ہے اور فرض نماز کے بعد عاشورہ کی رات میں نماز پڑھنا افضل ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محرم کے مہینے میں اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی توبہ قبول فرمائی اور دوسروں کی توبہ بھی قبول فرمائے گا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ذوالحجہ کے آخری اور محرم کے پہلے دن روزہ رکھے اس نے گذشتہ سال کا اختتام اور نئے سال کا افتتاح روزے سے کیا اور اللہ تعالیٰ اسے پچاس سالوں کا کفارہ بنا دے گا۔

حضرت عروہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں آپ فرماتی ہیں قریشی دورِ جاہلیت میں عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی مکہ مکرمہ میں اس دن کا روزہ رکھتے تھے۔ جب آپ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو رمضان کے روزے فرض ہو گئے پس جو چاہے عاشورہ کا روزہ رکھے اور جو چاہے چھوڑ دے۔ (یعنی فرض نہیں رہا)۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو دیکھا کہ یہودی عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے اس بارے میں پوچھا تو لوگوں نے بتایا اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو فرعون پر غلبہ عطا فرمایا۔ پس ہم اس کی تنظیم میں روزہ رکھتے ہیں۔ اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم موسیٰ علیہ السلام کے تم سے زیادہ حقدار ہیں۔ چنانچہ آپ نے روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

یوم عاشورہ کی وجہ تسمیہ۔

اس بارے میں علماء کرام کا اختلاف ہے اکثر علماء فرماتے ہیں اس دن کو یوم عاشورہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ محرم کا دسواں دن ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو جو اعزازات عطا فرمائے ہیں ان میں سے یہ دسواں اعزاز ہے۔

پہلا اعزاز رجب المرجب ہے وہ اللہ تعالیٰ کا "شہر اصم" ہے اسے اللہ تعالیٰ نے اس امت کا اعزاز بنایا کیونکہ اسے تمام مہینوں پر فضیلت حاصل ہے جس طرح یہ امت تمام امتوں سے افضل ہے۔

دوسرا اعزاز شعبان کا مہینہ ہے اس مہینے کو دوسرے مہینوں پر اسی طرح فضیلت حاصل ہے جیسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باقی تمام انبیاء کرام سے افضل ہیں۔

تیسرا اعزاز رمضان المبارک کا مہینہ ہے اور اس مہینے کو دوسرے مہینوں پر یوں فضیلت حاصل ہے جیسے اللہ تعالیٰ تمام مخلوق سے افضل ہے۔

چوتھا اعزاز لیلۃ القدر ہے اور یہ ہزار مہینوں سے افضل ہے۔

پانچواں اعزاز عید الفطر ہے یہ جزا کا دن ہے۔

چھٹا اعزاز (ذوالحجہ کے) دس دن ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے دن ہیں۔

ساتواں اعزاز عرفہ کا دن ہے اور اس کا روزہ دو سالوں کا کفارہ ہے۔

آٹھواں اعزاز یوم نحر یعنی قربانی کا دن ہے۔ نواں اعزاز جمعۃ المبارک کا دن ہے اور وہ تمام دنوں کا سردار ہے۔

دسواں اعزاز عاشورہ کا دن ہے اور اس کا روزہ ایک سال (کے گناہوں) کا کفارہ ہے۔

ان دنوں کے تمام اوقات کا ایسا اعزاز ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس امت کے گناہوں کا کفارہ اور خطاؤں سے طہارت قرار دیا ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں، عاشورہ اس لیے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس دن دس انبیاء کرام کو دس اعزاز عطا فرمائے۔ پہلا اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی، دوسرا اللہ تعالیٰ نے اس دن حضرت ادریس علیہ السلام کو بلند مکان پر اٹھایا۔ تیسرا اس دن حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہر گئی۔ چوتھا یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش اس دن ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا خلیل بنایا اور اسی دن ان کو نارِ نمرود سے نجات عطا فرمائی۔ پانچواں اللہ تعالیٰ نے اس دن حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی بادشاہی ان کو لوٹا دی۔ چھٹا حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری دور کر دی۔ ساتواں اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو

دریا سے نجات دی اور فرعون کو دریا میں غرق کر دیا۔ آٹھواں، اس دن حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے باہر نکالا نواں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اسی دن آسمان پر اٹھایا اور دسواں اعزاز ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اسی دن ہوئی [1]

محرم کا کونسا دن عاشورہ ہے

اس بارے میں بھی علماء کا اختلاف ہے کہ عاشورہ محرم کا کونسا دن ہے؟ اکثر علماء فرماتے ہیں محرم کی دسویں تاریخ ہے اور یہی بات صحیح ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں گیارہویں تاریخ ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نویں تاریخ منقول ہے۔ حضرت حکیم بن اعرج کہتے ہیں۔ انھوں نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا عاشورہ کا روزہ کس دن رکھا جائے؟ آپ نے فرمایا جب محرم کا چاند دیکھو تو گنتی کرتے رہو، پھر نویں تاریخ روزہ رکھو۔ میں نے پوچھا کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ روزہ رکھتے تھے؟ انھوں نے فرمایا "ہاں"!

ایک دوسری حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے مروی ہے آپ فرماتے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کا روزہ رکھا اور اس کا حکم بھی دیا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہود و نصاریٰ اس دن کی تعظیم کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آئندہ سال آئے تو ان شاء اللہ ہم نویں تاریخ کا روزہ بھی رکھیں گے۔ آئندہ سال آنے سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک دوسری روایت میں فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر میں آئندہ سال بقید حیات رہا تو نویں تاریخ کا روزہ بھی رکھوں گا آپ نے اس بات کا ڈر محسوس کرتے ہوئے کہ عاشورہ کا روزہ فوت نہ ہو جائے یہ بات فرمائی۔

یوم عاشورہ کے فضائل اور اہل بیت سے حسن سلوک کا انعام

اس دن حضرت امام حسین ابن علی رضی اللہ عنہما شہید کیے گئے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے حجرے میں تھے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ داخل ہوئے میں نے دروازے سے دیکھا تو وہ آپ کے سینۂ اقدس پر چڑھے ہوئے کھیل رہے تھے۔ حضور علیہ السلام کے دست مبارک میں مٹی کا ایک ٹکڑا تھا اور آپ کے آنسو جاری تھے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے تو میں اندر آئی اور پوچھا یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں نے دیکھا کہ آپ کے ہاتھ میں مٹی کا ٹکڑا ہے اور آپ رو رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا جب میرے سینہ پر حسین کھیل رہے تھے اور میں خوش تھا کہ اتنے میں حضرت جبریل علیہ السلام نے آکر مجھے اس جگہ کی مٹی دی جہاں یہ شہید کیے جائیں گے میں اس لیے رو رہا تھا۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سلیمان بن عبدالملک نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں

---

[1] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت معتبر و مشہور روایت کے مطابق بارہ ربیع الاوّل کو ہوئی ہے۔ ۱۲ ہزاروی۔

دیکھا کہ حضور اسے خوشخبری دے رہے ہیں اور اس پر مہربانی فرمارہے ہیں صبح ہوئی تو انھوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں پوچھا انھوں نے فرمایا شاید تو نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے ساتھ کوئی نیکی کی ہے۔ انھوں نے کہا ہاں میں نے یزید بن معاویہ کے خزانہ میں حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کا سر انور پایا تو میں نے اسے دیباج کے پانچ کپڑے پہنانے کے بعد اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس پر نماز پڑھی اور قبر میں دفن کر دیا۔ حضرت حسن رحمہ اللہ نے فرمایا اس عمل کے باعث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تم سے خوش ہوئے ہیں۔ اس پر سلیمان بن عبد الملک نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے اچھا سلوک کیا اور انعامات دینے کا حکم دیا۔

حمزہ بن زیات کا بیان ہے فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔

ابو نصر نے اپنے والد سے انھوں نے اپنی سند کے ساتھ ابو اسامہ سے انھوں نے حضرت جعفر بن محمد رحمہم اللہ سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ کی قبر پر ستر ہزار فرشتے اترے جو قیامت تک آپ کے لیے روتے رہیں گے۔

عاشورہ کے روزے پر طعن کرنا غلط ہے۔

اس عظیم دن کی عظمت اور اس کے روزے پر کچھ لوگوں نے طعن کیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ چونکہ اس دن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی لہٰذا یہ روزہ جائز نہیں وہ کہتے ہیں آپکی شہادت کی وجہ سے اس دن ہمہ گیر انداز میں رنج کا اظہار ہونا چاہیے جبکہ تم اس دن خوشی مناتے ہو اور اہل وعیال پر رزق کی کشادگی اور کثیر نفقہ نیز فقراء اور ضعیف ومسکین لوگوں پر صدقہ کرنے کا حکم دیتے ہو، مسلمانوں پر جو امام حسین علیہ السلام کا حق ہے اس کا تقاضا یہ نہیں۔

یہ بات کہنے والا خطا کار ہے اور اس کا مذہب نہایت برا اور فاسد ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کو اس دن شہادت کا شرف عطا فرمایا جو اس کے نزدیک نہایت عظمت وبزرگی اور شان والا دن ہے "تاکہ اس کے باعث ان کے درجات اور اعزازات میں مزید اضافہ ہو اور اس بزرگی کے سبب وہ خلفاء راشدین میں سے شہداء کرام کے درجے کو پہنچ جائیں۔

اگر آپ کے یوم شہادت کو ماتم ومصیبت کا دن بنانا جائز ہوتا تو سوموار کا دن اس بات کا زیادہ مستحق تھا کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک قبض فرمائی اسی طرح اس دن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال کس دن ہوا؟ میں نے عرض کیا سوموار کے دن۔ آپ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ میرا وصال بھی اسی دن ہوگا چنانچہ آپ کا وصال بھی اسی دن ہوا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات دوسروں کی وفات سے زیادہ عظیم ہے مگر سوموار کی فضیلت اور اس دن روزے کی اہمیت پر سب لوگوں کا اتفاق ہے اور اس دن اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ جمعرات کے دن بندوں

کے اعمال اٹھائے جاتے ہیں اسی طرح عاشورہ کے دن کو مصیبت کا دن قرار نہیں دیا جا سکتا اور اس دن کو فرحت و سرور کا دن قرار دینے کی نسبت تکلیف و مصیبت کا دن قرار دینا کسی طرح بھی مناسب نہیں جیسا کہ ہم اس کی فضیلت پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کرام کو ان کے دشمنوں سے نجات دی اسی دن ان کے مخالفین فرعون اور اس کی قوم کو ہلاک کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین نیز تمام باعظمت چیزوں کو اس دن پیدا فرمایا اور حضرت آدم علیہ السلام کو اسی دن پیدا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے عاشورہ کے دن روزہ رکھنے والوں کے لیے بہت زیادہ ثواب بخشش و عطاء مقرر فرمائی اور اسے گناہوں کا کفارہ اور تمام برائیوں سے نجات کا باعث قرار دیا۔ لہٰذا عاشورہ کا دن دوسرے بابرکت دنوں یعنی عیدین اور جمعہ وغیرہ جیسا ہو گیا پھر (دوسری بات یہ ہے کہ) اگر اس دن غم کا اظہار کرنا جائز ہوتا تو صحابہ کرام اور تابعین اسے یوم غم قرار دیتے کیونکہ وہ ہمارے مقابلے میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے زیادہ قرب اور خصوصی تعلقات رکھتے تھے اور اس دن اہل و عیال کو رزق میں فراخی دینے اور روزہ رکھنے کی ترغیب الٰہی سے منقول ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے منقول ہے آپ فرماتے ہیں "عاشورہ کا روزہ فرض ہے"! حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس دن کا روزہ رکھنے کا حکم دیتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے صحابہ کرام سے پوچھا تمہیں کس نے عاشورہ کا روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے۔ انھوں نے عرض کیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے، آپ نے فرمایا باقی حضرات میں سے وہ سنت کو زیادہ جاننے والے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو شخص عاشورہ کی رات کو (عبادت کے ذریعے) زندہ رکھے اللہ تعالیٰ اسے جب تک چاہے زندہ رکھتا ہے"

ان تمام دلائل سے معترض کا باطل عقیدہ واضح ہو گیا

فضائلِ یومِ جمعہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَیْعَ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔

اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما (اس کی تفسیر میں) فرماتے ہیں "یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" اے وہ لوگو جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار اور تصدیق کی "اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ"، یعنی جب تمہیں جمعہ کے دن اذان کے ذریعے بلایا جائے "فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ" "تو نماز جمعہ کی طرف چل پڑو۔" "وَ ذَرُوا الْبَیْعَ" اذان کے بعد خرید و فروخت چھوڑ دو" "ذٰلِكُمْ" یعنی نماز" "خَیْرٌ لَّكُمْ" "کسب تجارت سے بہتر ہے" "اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔" اگر تم تصدیق کرتے ہو۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ یہودیوں نے مسلمانوں پر تین چیزوں کے ذریعے فخر کا اظہار کیا۔

اوّل ـــــ انھوں نے کہا ہم اللہ تعالیٰ کے دوست اور محبوب ہیں۔

دوم ——— ہم اہل کتاب ہیں اور تمہارے پاس کوئی کتاب نہیں۔
سوم ——— ہمارے لیے ہفتے کا دن مخصوص ہے تمہارے لیے کوئی خاص دن نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کا رد فرمایا اور ان کو جھٹلایا۔ اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا۔

قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا إِنْ زَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ أَوْلِيَاءُ لِلَّهِ مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔

آپ فرما دیجئے اے یہودیو! اگر تمہارا خیال ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے دوست ہو دوسرے لوگ نہیں تو موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو۔

دوسرے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ۔

وہی ذات ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا۔

اور ان کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا۔

مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا۔

ان لوگوں کی مثال جن کو تورات دی گئی پھر انھوں نے اسے نہ اٹھایا (اس پر عمل نہ کیا) وہ گدھے کی طرح ہیں جو بوجھ اٹھاتا ہے۔

ان کے تیسرے اعتراض کہ ہمارے لیے ہفتے کا دن مخصوص ہے اور تمہارے لیے کوئی خاص دن مقرر نہیں کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَوٰةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ ۔ یہ

اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے بلایا جائے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف چل پڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا۔

اور جب وہ تجارت یا کھیل کود دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑتے جائیں۔

اس کا سبب یہ ہوا کہ جب کوئی قافلہ آتا تو لوگ تالیاں اور طبل بجا کر اس کا استقبال کرتے اور جو لوگ مسجد میں ہوتے وہ بھی باہر نکل جاتے ایک دن قافلہ آیا تو بارہ مردوں اور ایک عورت کو چھوڑ کر باقی تمام لوگ مسجد سے نکل گئے پھر دوسرا قافلہ آیا تو بھی لوگ نکل کھڑے ہوئے البتہ وہ بارہ مرد اور ایک عورت ٹھہرے رہے پھر بنو عامر بن عوف سے تعلق رکھنے والے دحیہ بن خلیفہ کلبی اسلام لانے سے پہلے شام کی طرف سے سامان تجارت لے کر آئے ان کے پاس ہر طرح کا سامان تجارت تھا اہل مدینہ نے تالیاں اور طبلے بجا کر ان کا استقبال کیا۔ اتفاق سے اس دن جمعہ تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے خطبہ دے رہے تھے۔ لوگ قافلے کی طرف نکل کھڑے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو مسجد میں کتنے لوگ باقی ہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا بارہ مرد اور ایک عورت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر یہ بھی نہ ہوتے تو ان پر برسانے کے لیے پتھر نشان زدہ کر دیے جاتے یعنی

ہر ایک پر اسی کے نام کا پتھر برستا اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا۔

اور جب وہ تجارت یا کھیل دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں اور آپ کو کھڑے ہونے کی حالت میں چھوڑ جاتے ہیں۔

قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ۔ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ۔

آپ فرما دیجئے جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ کھیل کود اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ بہترین رازق ہے

کہتے ہیں جو بارہ مرد مسجد میں ٹھہرے رہے ان میں حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما بھی تھے۔

فضائل جمعہ احادیث و روایات کی روشنی میں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورج جمعہ کے دن سے افضل دن پر نہ طلوع ہوا نہ غروب، جنوں اور انسانوں کے علاوہ ہر چار پایہ جمعہ کے دن خوفزدہ ہوتا ہے۔ مسجد کے ہر دروازے پر دو فرشتے ہوتے ہیں جو پہلے آنے والوں کے لیے پھر اس کے بعد آنے والوں کے لیے (اسی طرح آخر تک) یوں لکھتے ہیں جس طرح کسی آدمی نے اونٹ قربان کیا، جس طرح کسی نے گائے کی قربانی دی، جیسے کسی شخص نے بکری قربان کی، جس طرح کسی نے قرب خداوندی کے لیے مرغی ذبح کی اور جس طرح کسی نے انڈہ دے کر رضائے الٰہی حاصل کی۔ جب امام کھڑا ہوتا ہے تو کتابیں لپیٹ دی جاتی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا بہترین دن جس پر سورج طلوع ہوتا ہے جمعۃ المبارک کا دن ہے۔ اس دن میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا، اسی دن ان کو جنت میں داخل کیا اور اسی دن وہ زمین پر اترے، اسی دن قیامت قائم ہوگی اور اسی دن وہ ساعت ہے جس سے کسی مومن کی دعا موافق ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی مراد عطا فرماتا ہے۔

حضرت ابو سلمہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے وہ ساعت معلوم ہے وہ دن کی آخری گھڑی ہے۔ یہی وہ ساعت ہے جس میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

خُلِقَ الْإِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ۔ انسان جلد باز بنایا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن منذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ باعظمت دن ہے۔ یہ دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک عید الفطر سے بھی افضل ہے۔ اس کی پانچ خصوصیات ہیں۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ اسی دن آپ زمین پر اتارے گئے۔ اسی دن آپ کا وصال ہوا اور اسی دن ایک ایسی ساعت ہے جس میں انسان جو کچھ اللہ تعالیٰ سے مانگے عطا فرماتا ہے۔ جب تک حرام کا سوال نہ کرے اور اسی دن قیامت قائم ہوگی۔ ہر مقرب

فرشتہ جمعہ کے دن سے خوفزدہ ہوتا ہے اور زمین و آسمان بھی جمعہ کے دن سے ڈرتے ہیں۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا بہترین دن جس پر سورج طلوع ہوتا ہے جمعہ کا دن ہے۔ اس میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔ اس دن ان کو جنت میں داخل کیا گیا اسی دن وہ اس سے باہر تشریف لائے اور اسی دن قیامت قائم ہوگی۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یوم شاہد جمعہ کا دن ہے۔ یوم مشہود عرفہ کا دن ہے اور یوم موعود قیامت کا دن ہے۔ جمعہ سے افضل دن پر نہ سورج طلوع ہوا نہ غروب، اس میں ایک ساعت ایسی ہے کہ مومن بندے کی دعا اس سے موافق ہو جائے تو جو بھلائی طلب کرے اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے اور اگر برائی سے پناہ چاہے تو پناہ عطا فرماتا ہے۔

جمعہ پڑھنے والوں کی فہرست

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو شیطان جھنڈے لے کر نکلتے ہیں اور لوگوں کو بازاروں کی طرف لے جاتے ہیں اور فرشتے آ کر مساجد کے دروازوں پر بیٹھ جاتے ہیں اور حسب کرامت لوگوں کا اندراج کرتے ہیں۔ پہلے آنے والا پھر اس کے بعد آنیوالا اور جو اس کے متصل ہے، یہاں تک کہ امام نکل آئے، پس جو آدمی امام کے قریب ہو کر خاموش رہے اور غور سے خطبہ سنے، فضول بات نہ کرے اس کے لیے اجر و ثواب سے دو حصے ہیں اور جو اس سے دور ہوا لیکن خاموش رہ کر غور سے سنتا رہا اور اس نے کوئی لغویات نہ کی اس کے لیے ثواب سے ایک حصہ ہے۔ جو شخص امام کے قریب ہوا اور لغو باتیں کرتا رہا خاموش نہ رہا اور نہ ہی کان لگا کر سنا اس پر دو گناہ ہیں۔ جو آدمی امام سے دور رہا لغو باتیں کرتا رہا، خاموش نہ رہا اور نہ ہی غور سے سنا اس کے لیے ایک گناہ ہے جس نے دوسرے کو کہا "چپ رہو" گویا اس نے کلام کیا وہ جمعہ کے ثواب سے محروم ہوگا۔" اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ میں نے تمہارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سنا ہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے ارشاد فرمایا جب تم امام کے خطبہ کے دوران اپنے ساتھی سے کہو "چپ رہو" تو تم نے لغو بات کی۔
حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور لوگوں کی آمد لکھتے ہیں یہاں تک کہ امام باہر نکل آئے، جب امام نکل آتا ہے تو رجسٹر بند کر دیے جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا فرشتے ایک دوسرے سے کہتے ہیں فلاں آدمی کو کس چیز نے روکا، فلاں کو کس نے روکا؟ آپ نے فرمایا، فرشتے کہتے ہیں یا اللہ! اگر وہ مریض ہو تو اسے شفا عطا فرما اگر وہ راستہ بھول گیا ہے تو اسے راستہ دکھا، اگر وہ گم ہو گیا ہے تو اس کی مدد فرما۔

جمعہ کی نماز باجماعت پڑھنا۔

حضرت جعفر فرماتے ہیں ہم سے حضرت ثابت نے بیان کیا، وہ فرماتے

ہیں، ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جن کے پاس بعض چاندی کی قلمیں ہیں اور کچھ سونے کی وہ اس آدمی کا نام لکھتے ہیں جو جمعہ کی رات نماز پڑھے اور جمعہ کے دن باجماعت نماز ادا کرے۔

ترکِ جمعہ کا گناہ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس پر جمعہ کے دن جمعہ کی نماز فرض ہے البتہ بیمار، مسافر، عورت، بچہ اور غلام مستثنیٰ ہیں جو شخص کھیل کود اور تجارت کی وجہ سے جمعہ سے دور رہا اللہ تعالیٰ کو اس کی پروا نہیں اور اللہ تعالیٰ بے نیاز لائق حمد ہے۔

حضرت ابوجعد ظہیری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا جس شخص نے سستی سے تین بار جمعہ چھوڑا اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا ہے "اے لوگو! مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرو، مشغولیت سے پہلے اچھے اعمال میں جلدی کرو۔ کثرتِ ذکر کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑو سعادتمندی حاصل کرو گے۔ ظاہر و پوشیدہ بکثرت صدقہ کرو اجر پاؤ گے، تمہاری تعریف کی جائے گی اور تمہیں رزق دیا جائے گا جان لو اللہ تعالیٰ نے اس جگہ اس مہینے اور اس سال تم پر جمعہ کی نماز قیامت تک کے لیے فرض کر دی ہے جو آدمی اس کا موقع پائے وہ ادا کرے اور جو شخص اس کا انکار کرتے ہوئے یا حقیر سمجھتے ہوئے میری زندگی میں یا اس کے بعد اسے چھوڑ دے حالانکہ اسے ظالم یا عادل حکمران بھی حاصل ہے اللہ تعالیٰ اس کے منتشر کاموں کو جمع نہیں فرمائے گا اور نہ اسے کاموں میں برکت دے گا، سنو! نہ اس کی نماز ہے نہ وضو، نہ زکوٰۃ نہ حج اور خوب سنو! جب تک وہ توبہ نہ کرے اسے برکت حاصل نہ ہوگی اگر توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا۔ سنو! کوئی عورت کسی مرد کی امامت نہ کرے۔ اعرابی مہاجر کی اور فاجر مومن کی امامت نہ کرے البتہ یہ کہ اسے ظالم بادشاہ کی تلوار یا کوڑوں کا ڈر ہو۔

یومِ جمعہ کی چمک دمک

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن، دنوں کو ان کی شکلوں پر اٹھائے گا اور جمعہ کے دن کو روشن اور چمکتا ہوا اٹھائے گا۔ اہل جمعہ (جمعہ کی نماز پڑھنے والے) اسے اس طرح گھیرے ہوئے ہوں گے جس طرح دلہن کو جھرمٹ میں لے کر شوہر کے گھر پہنچایا جاتا ہے۔ جمعہ اس قدر روشن ہوگا کہ وہ اس کی روشنی میں چلیں گے۔ ان کے رنگ برف کی طرح (سفید) ہوں گے اور ان کی خوشبو کستوری جیسی ہوگی وہ کافور کے پہاڑوں میں چلیں گے اور جن و انسان ان کی طرف دیکھیں گے۔ وہ تعجب کے ساتھ ان کو دیکھیں گے یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ ان کے ساتھ ثواب کے لیے اذان دینے والے مؤذنوں کے سوا کوئی شامل نہ ہوگا۔

یوم جمعہ، جہنم سے آزادی کا دن

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ ہر جمعہ کے دن اور رات میں چھ لاکھ انسانوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے۔ جمعہ کے چوبیس گھنٹے ہیں ہر گھنٹے میں چھ لاکھ انسان جہنم سے آزاد ہوتے ہیں۔ حالانکہ ان سب پر جہنم واجب ہو چکی تھی۔ دوسری روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ دنیا کے ہر گھنٹے میں چھ لاکھ انسانوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے حالانکہ وہ قیامت کے دن دوزخ کے مستحق ہو چکے ہوتے ہیں اور جمعہ کی رات دن میں چوبیس گھنٹے ہیں ان میں سے ہر گھنٹے میں اللہ تعالیٰ ایسے چھ لاکھ انسانوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے جو جہنم کے مستحق ہو چکے ہیں۔

باجماعت نماز جمعہ پڑھنے کا ثواب

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن باجماعت نماز ادا کرے اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک مقبول حج کا ثواب لکھ دیتا ہے۔ اگر عصر کی نماز پڑھے تو عمرے کا ثواب ملتا ہے پھر اسی جگہ ٹھہرا رہے اور مغرب کی نماز ادا کرے تو اللہ تعالیٰ سے جو کچھ مانگتا ہے عطا ہوتا ہے۔

معمولات یوم جمعہ

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی جمعہ کے دن روزہ رکھے اور امام کے ساتھ نماز پڑھے، جنازے کے ساتھ حاضر ہو، صدقہ دے، بیمار کی بیمار پرسی کرے اور نکاح میں شریک ہو اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔

حاضرین جمعہ کی اقسام

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن تین قسم کے آدمی حاضر ہوتے ہیں۔ ایک آدمی فضول باتوں کے لیے آتا ہے اس کا یہی حصہ ہے۔ ایک آدمی (خطبہ کے وقت) دعا مانگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے اسے عطا فرمائے یا رد کر دے۔ تیسرا آدمی وہ ہے جو آ کر خاموش بیٹھ جاتا ہے وہ کسی مسلمان کی گردن نہیں پھلانگتا اور نہ ہی کسی کو اذیت دیتا ہے۔ اس کے لیے یہ نماز آئندہ جمعہ اور تین دن بعد تک کے لیے کفارہ بن جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا۔

جو آدمی ایک نیکی کرے اس کے لیے اس کی مثل دس نیکیاں ہیں۔

یومِ جمعہ خوفِ خدا کا دن

حدیث شریف میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر جانور جمعہ کے دن اپنے پاؤں پر کھڑا ہوتا ہے اسے قیامت کے قائم ہونے کا ڈر ہوتا ہے البتہ شیطان اور بدبخت انسان بے خوف ہیں۔

جمعہ کے دن مبارکبادی

کہا جاتا ہے کہ جمعہ کے دن پرندے اور کیڑے مکوڑے ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور کہتے ہیں تمہیں سلام ہو آج کا دن کتنا اچھا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ زوال سے پہلے جب سورج دوپہر کے وقت کھڑا ہوتا ہے اس وقت جہنم کی آگ تیز ہو جاتی ہے لہٰذا جمعہ کے علاوہ اس وقت نماز نہ پڑھو، جمعہ سارے کا سارا نماز کا وقت ہے اور اس دن جہنم نہیں بھڑکائی جاتی

جمعہ کے دن غسل کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے جمعہ کے دن غسل کیا پھر پہلی ساعت میں چل پڑا گویا اس نے اونٹ قربان کیا جو دوسری ساعت میں گیا گویا اس نے گائے کی قربانی پیش کی جو تیسری گھڑی میں گیا گویا اس نے سینگوں والا دنبہ قربان کیا جو چوتھی ساعت میں چلا گویا اس نے مرغی کے ذریعے قرب حاصل کیا اور جو پانچویں ساعت میں گیا گویا اس نے ایک انڈا دے کر قرب حاصل کیا۔ پھر جب امام نکل آتا ہے تو فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور غور سے خطبہ سنتے ہیں۔ پہلی ساعت صبح کی نماز کے بعد ہے، دوسری ساعت سورج بلند ہونے کے بعد، تیسری ساعت اس کی دھوپ پھیلنے کا وقت یعنی ضحوۂ کبریٰ جس وقت سورج کی گرمی سے پاؤں جل جاتے ہیں۔ چوتھی ساعت زوال سے پہلے ہے اور پانچویں جب سورج ڈھل جائے یا جس وقت وہ سر پر کھڑا ہو۔

حضرت نافع، حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ہر جمعہ غسل کرے اللہ تعالیٰ اسے گناہوں سے نکال دیتا ہے پھر اس سے کہا جاتا ہے نئے سرے سے عمل شروع کر۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، آپ نے فرمایا جس نے غسل کرایا اور خود غسل کیا اور جلدی جلدی مسجد میں چلا گیا امام کے قریب ہو کر بیٹھا اور کوئی لغو کلام نہ کیا اسے ہر قدم کے بدلے ایک سال کے روزوں کا ثواب ملیگا۔ "مَنْ غَسَّلَ" شد کے ساتھ ہے یعنی اپنے اہل خانہ کو غسل کرایا، یہ جماع سے کنایہ ہے۔ اسی لیے اہل علم کے نزدیک جمعہ کے دن اپنی بیوی سے جماع کرنا مستحب ہے بعض اسلاف نے حدیث کی اتباع میں یہ طریقہ اختیار کیا تھا۔ تخفیف کے ساتھ "غَسَلَ" بھی مروی ہے یعنی اپنا سر دھویا پھر غسل کیا۔

حضرت حسن رحمہ اللہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے

ابو ہریرہ! ہر جمعہ غسل کیا کرو اگرچہ تمہیں ایک دن کے رزق کے بدلے پانی خریدنا پڑے ۔ اکثر فقہاء کے نزدیک جمعہ کا غسل مستحب ہے جبکہ امام ابو داؤد کے نزدیک واجب ہے لہٰذا جو شخص جمعہ کی نماز کے لیے آئے اسے غسل کا ترک کرنا مناسب نہیں ۔ فرماتے ہیں غسل کا وقت صبح صادق کے طلوع کے بعد ہے بہتر یہ ہے کہ غسل کے بعد مسجد کو روانہ ہو تاکہ علماء کے اختلاف سے بچے ، وضو توڑنے سے بھی اجتناب کرے یہاں تک کہ اسی غسل کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھے غسل سے اپنے مولا کی عبادت کی نیت کرے اگر جنابت کی حالت میں صبح کو اٹھا اور وضو کر کے جنابت اور جمعہ کی مشترکہ نیت سے غسل کیا تو بھی جائز ہے ۔

جمعہ کے دن زیب و زینت اختیار کرنا

بالوں اور ناخنوں کو کاٹے اور بدبو وغیرہ کو ختم کر کے پاکیزگی حاصل کرے ، اچھے کپڑے پہنے اور افضل سفید کپڑے ہیں ، عمامہ باندھے اور اوپر چادر اوڑھے ۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے فرشتے جمعہ کے دن پگڑی باندھنے والوں کے لیے رحمت کی دعا مانگتے ہیں ۔ نہایت اچھی خوشبو لگائے جس کی بُو ظاہر اور رنگ پوشیدہ ہو اور گھر سے جامع مسجد کی طرف سکون کے ساتھ جائے ، نہایت خشوع و خضوع ، تواضع اور حاجتمندی کا اظہار کرے کثرت سے دعا مانگے اور استغفار کرے ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجے گھر سے نکلتے وقت اللہ تعالیٰ کے گھر میں اس کی زیارت اور فرائض کی ادائیگی کے سبب اس کے تقرب کی نیت کرے ۔ گھر کی طرف لوٹنے تک مسجد میں اعتکاف کی نیت سے رہے ۔ راستے اور مسجد میں اپنے اعضاء کو لہو و لعب اور فضول باتوں سے روکنے کی نیت کرے ، جمعہ کے دن آرام اور دنیوی مفاد کا حصول ترک کر دے اور درود و وظائف اور عبادت میں مشغول رہے ۔ دن کا پہلا حصہ جمعہ کی نماز ختم ہونے تک عبادت میں گزارے پھر اس کے بعد عصر کی نماز تک علم اور ذکر کی مجالس میں شریک ہو ۔ عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک تسبیح و استغفار میں مشغول رہے اس وقت بلکہ دوسرے دنوں میں بھی صبح و شام کا افضل ذکر یہ ہے ۔

جمعہ کا بہترین ذکر ۔

سو بار کہے :

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اس کی بادشاہی ہے اور وہ تعریف کے لائق ہے ۔ زندہ رکھتا اور مارتا وہ زندہ ہے اسے کبھی موت نہیں آئے گی اس کے اختیار و قبضہ میں بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ۔

سو مرتبہ :

سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ ۔

پاک ہے اللہ تعالیٰ جو بہت بڑا ہے اور اسی کی تعریف ہے ۔

سومرتبہ:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ - اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں وہ سچا بادشاہ اور ظاہر کرنے والا ہے۔

سو بار:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ - یا اللہ حضرت محمد مصطفیٰ جو تیرے خاص بندے اور رسول ہیں اور کسی سے نہ پڑھے ہوئے نبی ہیں پر اپنی خاص رحمت نازل فرما۔

سو بار:

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْحَيَّ الْقَيُّوْمَ وَاَسْأَلُهُ التَّوْبَةَ۔ (سو بار) میں اللہ تعالیٰ سے بخشش چاہتا ہوں جو زندہ قائم رکھنے والا ہے اور اس سے قبولیتِ توبہ کا سوال کرتا ہوں۔

اور جو کچھ اللہ چاہے، اللہ تعالیٰ (کی عطا کے) سوا کوئی طاقت نہیں۔

اس طرح ان مختلف اذکار کی تعداد سات سو تک پہنچ جائے گی۔

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ وہ ہر روز بارہ ہزار تسبیح پڑھتے تھے بعض تابعین کے بارے میں منقول ہے کہ وہ تیس ہزار تسبیح پڑھتے ان سب نے اپنی نماز اور تسبیح کو خوب پہچانا، محروم لوگوں میں شامل ہونے سے بچو کہ نہ تم ذکر کرو اور نہ تمہارا ذکر کیا جائے مومن پہلے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کو یاد فرماتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ۔ تم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد کروں گا۔

علماء کی تقاریر سننا اور قصہ گو واعظوں سے بچنا

نماز سے پہلے قصہ خوانوں کے پاس حاضر ہونا اچھا نہیں کیونکہ قصہ خوانی بدعت ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قصہ خوانوں کو مسجدوں سے نکال دیتے تھے البتہ یہ کہ معرفت و یقین والا عالم ہو اس کی مجلس میں حاضری نماز (نفل) سے افضل ہے[1] حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے "علم کی مجلس میں حاضر ہونا ایک ہزار رکعتوں سے افضل ہے"۔

مسجد میں آنے کے آداب

جب مسجد میں آئے تو گردنیں نہ پھلانگے البتہ امام یا مؤذن آگے جا سکتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے ایک آدمی کو گردنیں پھلانگ کر آگے جاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا اے فلاں:

---

[1] زمانے کے حالات میں کیسا انقلاب برپا ہوا کہ آج قصہ خوانوں کو سننے کے لیے لوگ جاتے ہیں اور اہل علم سے دور بھاگتے ہیں حالانکہ اس کے خلاف کرنے کا حکم ہے علم کی اس سے بڑھ کر توہین کیا ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اہل علم کی مجالس میں جانے اور قصہ گو واعظوں سے کنارہ کش رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ۱۲ ہزاروی۔

تمہیں ہمارے ساتھ جمعہ ادا کرنے سے کس چیز نے روکا ہے۔ اس نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ دیکھ رہے ہیں (کہ میں جمعہ ادا کرنے آیا ہوں) آپ نے فرمایا میں نے تجھے دیکھا کہ تو ٹھہر رہا اور تو نے ایذا رسانی کی یعنی جلدی آنے کی بجائے تاخیر کی اور اب تکلیف پہنچا کر آرہا ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھے آج کس چیز نے جمعہ پڑھنے سے روکا ہے؟ اس نے عرض کیا یارسول اللہ! میں جمعہ پڑھنے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا کیا میں نے تجھے نہیں دیکھا کہ تو لوگوں کی گردنیں پھلانگ رہا ہے۔ حالانکہ کہا گیا ہے کہ جس نے یہ حرکت کی اسے قیامت کے دن دوزخ کے اوپر پل بنا دیا جائے گا اور لوگ اس کے اوپر سے گزریں گے۔ نمازی کے آگے سے بھی نہ گزرو کیونکہ حدیث شریف میں ہے تم میں سے کسی کا چالیس سال تک کھڑا رہنا اس سے بہتر ہے کہ وہ نمازی کے آگے سے گزرے ایک دوسری روایت میں ہے آدمی کا راکھ بن جانا کہ اسے ہوا اڑا کرلے جائے نمازی کے آگے سے گزرنے سے بہتر ہے کسی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر وہاں نہ بیٹھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو اٹھا کر اس کی جگہ نہ بیٹھے۔"

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ طریقہ کار تھا کہ اگر کوئی شخص ان کے لیے اپنی جگہ سے اٹھتا تو آپ وہاں نہ بیٹھتے بلکہ واپس (پیچھے کی طرف) لوٹ جاتے۔

اگر آگے جگہ موجود ہو تو کیا لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر وہاں جانا اور بیٹھنا جائز ہے یا نہ؟ اس بارے میں دو روائتیں ہیں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر کسی نے اپنے ساتھی کو آگے بھیجا کہ وہ اس جگہ بیٹھے اور خود یہاں بیٹھا تو جائز ہے۔ اگر اس نے کوئی کپڑا وغیرہ رکھا تو کیا دوسرا آدمی اسے اٹھا کر وہاں بیٹھ سکتا ہے۔ ہمارے اصحاب سے اس سلسلے میں بھی دو قول ہیں۔ امام کے قریب ہو کر خاموشی کے ساتھ خطبہ سننے اور کلام نہ کرنے کی کوشش کرے اگر کلام کرے گا تو ایک روایت کے مطابق گناہ گار ہو گا، خطبہ شروع ہونے سے قبل اور خطبہ سے فراغت کے بعد کلام کرنا حرام نہیں۔

یوم جمعہ کے مزید فضائل

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا میرے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے ان کے ہاتھ میں ایک سفید پر تھا جس میں سیاہ نقطہ تھا۔ میں نے پوچھا اے جبریل! یہ کیا ہے؟ انھوں نے عرض کیا یہ جمعہ ہے۔ تمہارے لیے اس میں بہت بھلائی ہے۔ میں نے پوچھا یہ سیاہ نکتہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا یہ قیامت ہے۔ جو جمعہ کے دن قائم ہو گی اور وہ تمام دنوں کا سردار ہے۔ ہم اسے "یوم مزید" کے نام سے پکارتے ہیں۔ میں نے پوچھا اے جبریل تم اسے یوم مزید کیوں کہتے ہو؟ انھوں نے کہا یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت میں ایک وادی بنائی ہے جو کستوری سے زیادہ خوشبودار ہے۔ اور سفید ہے اور جب قیامت کے دنوں سے جمعہ کا دن ہو گا تو اللہ تعالیٰ (اپنی شان کے مطابق) عرش سے اس وادی میں کرسی پر نزول فرمائے گا۔ کرسی کے اردگرد نور کے منبر ہونگے جن پر انبیاء کرام بیٹھے ہونگے۔ علاوہ ازیں سونے کے منبر ہونگے جن پر موتی جڑے ہونگے ان پر صدیقین اور شہداء بیٹھے ہونگے پھر غرفہ والے آئیں گے یہاں تک کہ وہ

ٹیلے کو گھیر لیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں وہ ذات ہوں جس نے تم سے اپنا وعدہ سچ کر دیا، تم پر اپنی نعمتوں کو پورا کیا اپنی بخشش و کرامت میں اتارا۔ پھر فرمائے گا "مجھ سے مانگو" وہ سب کہیں گے ہم تجھ سے تیری رضا کا سوال کرتے ہیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں تم سے راضی ہوں میں نے تم کو اپنے گھر میں اتارا اور عزت و کرامت سے نوازا پھر فرمائے گا "مجھ سے مانگو" وہ دوبارہ عرض کریں گے ہم تیری رضا کے طالب ہیں پھر فرمائے گا مجھ سے مانگو۔ وہ سوال کریں گے یہاں تک کہ ہر ایک اپنی تمنا پوری کرے گا پھر کہیں گے ہمارا رب نہیں کافی ہے۔ اس وقت نماز جمعہ سے واپسی کا اندازہ ان کے سامنے ایسی چیزیں پیش کی جائیں گی جنھیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں اس کا خیال پیدا ہوا۔ غرفہ والے اپنے غرفوں میں واپس چلے جائیں گے ہر غرفہ سفید موتیوں سرخ یاقوت اور سبز زمرد سے بنا ہو گا۔ اس میں نہ ٹوٹ پھوٹ ہو گی اور نہ کوئی عیب، ان میں نہریں بہتی ہوں گی، پھلوں کی کثرت ہو گی اور اس میں ان کے لیے بیویاں، خادم اور رہنے کی جگہ ہو گی اس وقت وہ جمعہ سے بڑھ کر کسی چیز کے محتاج نہیں ہوں گے یہ اس لیے کہ اس کے سبب ان کے رب کا فضل اور رضا میں اضافہ ہو گا۔

جمعہ کے دن عظمت اسلام کے جھنڈے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو حضرت جبریل امین علیہ السلام صبح کے وقت مسجد حرام کی طرف جاتے ہیں اور وہاں اپنا جھنڈا گاڑ دیتے ہیں اور باقی ملائکہ ان مساجد کی طرف جاتے ہیں جہاں جمعہ پڑھا جاتا ہے وہ وہاں دروازوں پر اپنے جھنڈے گاڑتے ہیں پھر وہ چاندی کے کاغذ اور سونے کے قلم لے کر بیٹھ جاتے ہیں اور جو پہلے آتا ہے اس کا نام لکھتے ہیں پھر بعد میں آنے والے کا نام لکھتے ہیں اس طرح بالترتیب لکھتے ہیں جب ہر مسجد میں پہلے آنے والے ستر افراد آجاتے ہیں تو یہ کاغذوں کو لپیٹ دیتے ہیں۔ جمعہ کے لیے پہلے آنے والے ان لوگوں کا وہی مقام ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے منتخب افراد کا ہے۔

وَاخْتَارَ مُوسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے ستر افراد کا انتخاب فرمایا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم میں سے جن لوگوں کو منتخب کیا تھا وہ تمام انبیاء کرام تھے پھر فرشتے صفوں میں داخل ہو کر کچھ لوگوں کو تلاش کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں فلاں کو کیا ہوا، وہ کہتے ہیں فوت ہو گیا ہے فرشتے کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے وہ تو جمعہ پڑھنے والا شخص تھا۔ پھر پوچھتے ہیں فلاں کو کیا ہوا؟ جواب ملتا ہے وہ سفر پر ہے وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے امان میں رکھے وہ تو جمعہ کا پابند تھا پھر پوچھتے ہیں فلاں کو کیا ہوا؟ جواب دیتے ہیں وہ بیمار ہے فرشتے کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے صحت عطا فرمائے وہ جمعہ کا پابند تھا۔

قبولیت کی ساعت

جمعہ کے دن ایک ایسی ساعت ہے جس سے کسی بندے کی دعا موافق ہو جائے تو قبول

ہوتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں طور پر گیا تو وہاں حضرت کعب کو دیکھا میں نے ان سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ بیان کیں اور انھوں نے مجھے تورات کی باتیں سنائیں۔ فرماتے ہیں ہمارا کسی بات میں اختلاف نہیں ہوا البتہ ایک حدیث پر پہنچے تو میں نے کہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن ایک ایسی ساعت ہے کہ کسی مؤمن کی دعا اس سے موافق ہو جائے اور وہ حالتِ نماز میں ہو تو جس بھلائی کا سوال کرے اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔ حضرت کعب نے کہا ہر سال میں؟ میں نے کہا نہیں بلکہ ہر جمعہ کے دن، حضور علیہ السلام نے اس طرح فرمایا ہے۔ وہ تھوڑی دیر چلے پھر واپس آئے اور کہا آپ نے سچ کہا اللہ کی قسم! ہر جمعہ کے دن ایسی ساعت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی فرمایا یہ تمام دنوں کا سردار اور اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند دن ہے۔ اس میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی اسی دن آپ کو جنت میں ٹھہرایا گیا۔ اسی دن آپ زمین پر تشریف لائے اور اسی دن قیامت قائم ہوگی۔ جنّ وانس کے سوا زمین پر چلنے والی ہر چیز گھبرائی ہوئی اس چیز کا انتظار کرتی ہے جو جمعہ کے دن واقع ہوگی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے واپس آکر حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے اپنے اور حضرت کعب کے درمیان ہونے والی گفتگو کا ذکر کیا۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے فرمایا کعب کی بات صحیح نہیں وہ اس طرح ہے جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور تورات میں بھی اسی طرح ہے۔ میں نے کہا انھوں نے اپنی بات سے رجوع کر لیا ہے اس پر حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس گھڑی کو جانتا ہوں۔ میں نے کہا وہ کونسی گھڑی ہے؟ انھوں نے فرمایا وہ جمعہ کے دن کی آخری ساعت ہے میں نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے —— حالانکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا "کوئی نماز پڑھنے والا مومن اس کی موافقت نہیں کرتا مگر . . ." حالانکہ وہ نماز کا وقت نہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا، آپ نے فرمایا جو آدمی فرض نماز کی انتظار کرے وہ نماز ہی میں شمار ہوتا ہے۔ میں نے کہا ہاں سنا ہے انھوں نے فرمایا پس یہی تو ہے۔ حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو روایت نقل کی ہے۔ اس میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جمعہ کے دن ایک ایسی ساعت ہے کہ اس وقت مومن جس بہتری کا سوال کرے اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے آپ نے اشارے سے بتایا کہ وہ مختصر ساعت ہے۔

بعض بزرگوں سے منقول ہے فرماتے ہیں بندوں کے مقررہ رزق کے علاوہ اللہ تعالیٰ مزید رزق عطا فرماتا ہے لیکن یہ ان لوگوں کے لیے ہے جو جمعرات کی شام اور جمعہ کے دن دعا مانگیں۔

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنے والد ماجد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں۔ آپ نے فرمایا: جمعہ کے دن ایک ایسی گھڑی ہے کہ اگر کسی مومن کی دعا اس سے موافق ہو جائے تو وہ جو کچھ مانگتا ہے اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔ حضرت خاتون جنت نے عرض کیا ابا جان! وہ کونسی گھڑی ہے؟ آپ نے فرمایا جب نصف سورج غروب کی طرف جھک جاتا ہے۔

حضرت مرجانہ فرماتی ہیں حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کا یہ طریقہ مبارکہ تھا کہ جب جمعہ کا دن ہوتا تو آپ غلام زید سے فرماتیں ایک ٹیلے پر چڑھ جاؤ۔ جب نصف سورج غروب ہونے کو جھکے تو مجھے خبر دو وہ (ٹیلے پر) چڑھ جاتا اور جب وہ ساعت آتی تو آپ کو بتا دیتا، آپ اُٹھ کھڑی ہوتیں اور (گھر میں نماز کے لیے مختص جگہ) مسجد میں داخل

ہوجائیں یہاں تک کہ سورج غروب ہوجاتا پھر آپ دعا مانگتیں۔

کثیر بن عبداللہ مزنی اپنے والد سے وہ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن ایک ساعت ہے کہ بندہ اس وقت جو مانگے اللہ تعالیٰ اس کا سوال پورا فرماتا ہے عرض کیا گیا یارسول اللہ! وہ کون سی ساعت ہے؟ آپ نے فرمایا نماز قائم ہونے سے ختم ہونے تک۔ حضرت کثیر بن عبداللہ فرماتے ہیں اس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد جمعہ کی نماز ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ (مندرجہ ذیل) دعا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کی گئی تو آپ نے فرمایا جمعہ کے دن مخصوص ساعت میں یہ دعا مشرق و مغرب کے درمیان کسی چیز کے بارے میں مانگی جائے قبول ہوتی ہے۔ دعا یہ ہے:

سُبْحَانَكَ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ يَا حَنَّانُ يَا مَنَّانُ يَا بَدِيْعَ السَّمٰوَاتِ وَ الْأَرْضِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ۔

تو پاک ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ اے مہربان! اے بہت احسان کرنے والے! اے آسمان و زمین کو پیدا کرنے والے! اے جلال و اکرام والے!

حضرت صفوان بن سلیم فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جمعہ کے دن جب امام منبر پر بیٹھے اس وقت جو آدمی یہ کلمات پڑھے وہ بخشا جاتا ہے۔

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس کی بادشاہی ہے اور وہی لائق حمد ہے وہ زندہ رکھتا اور مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا: رمضان المبارک کے جمعہ کو دوسرے دنوں پر اسی طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح رمضان المبارک کا مہینہ دوسرے مہینوں سے افضل ہے۔

جمعہ کے دن درود شریف پڑھنا

حضرت علی ابن طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو کیونکہ اس دن اعمال کا ثواب دوگنا کر دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلہ کی دعا کیا کرو۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ! جنت میں درجۂ وسیلہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ جنت میں ایک اعلیٰ درجہ ہے۔ جس تک صرف ایک نبی پہنچ سکتا ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہی ہوں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اذان سن کر یہ دعا مانگے قیامت کے دن وہ میری شفاعت کا مستحق ہے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَانِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

یا اللہ! اس مکمل دعا اور قائم ہونے والی نماز کے رب! حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ، فضیلت اور بلند مقام عطا فرما اور آپ کو وہ مقام محمود عطا فرما جس کا تو نے ان سے

نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ ۔ وعدہ فرمایا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے ارشاد فرمایا: چمکتی ہوئی رات اور روشن دن یعنی جمعہ کی رات اور دن میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت زیادہ درود شریف پڑھا کرو۔

حضرت عبدالعزیز بن صہیب، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا تھا کہ آپ نے فرمایا جو شخص ہر جمعہ کے دن مجھ پر اسی بار درود شریف پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے اسی سالوں کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ پر درود شریف کیسے پڑھا جائے؟ آپ نے فرمایا: یوں کہو:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ۔ یا اللہ! اپنے خاص بندے اور رسول اُمّی نبی حضرت محمد مصطفیٰ پر اپنی رحمت نازل فرما۔

اور ہر بار شمار کرو۔

حضرت مکحول شامی رحمہ اللہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود شریف پڑھا کرو۔ کیونکہ ہر جمعہ کو میری امت کا بھیجا ہوا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے جس نے درود شریف زیادہ پڑھا ہوگا وہ قیامت کے دن سب سے زیادہ میرے قریب ہوگا۔

جمعہ کے دن نماز فجر کی قرائت

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن "الٓمّٓ السجدہ" اور "ھل اتیٰ علی الانسان" پڑھا کرتے تھے۔ مروی ہے کہ آپ مغرب کی نماز میں "قُلْ یٰٓاَیُّھَا الکافرون" اور "قل ھو اللّٰہ احد۔" پڑھتے اور عشاء کی نماز میں سورۂ جمعہ اور "سورۂ منافقون" پڑھتے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ یہ سورتیں جمعہ کی نماز میں پڑھتے تھے۔

حضرت انس رحمہ اللہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کی رات سورۂ یٰسین اور "حٰمٓ الدخان" پڑھے وہ صبح کے وقت بخشش کی حالت میں اٹھتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ جو آدمی جمعہ کے دن سورہ کہف پڑھے وہ اس آدمی کی طرح ہے جس نے دس ہزار دینار صدقہ کیے۔

جمعہ کی رات اور دن چار سورتوں کے ساتھ چار رکعتیں پڑھنا مستحب ہے۔ سورۂ انعام، سورۂ کہف، سورۂ طٰہٰ اور سورۂ الملک۔ اگر تمام سورتوں کو اچھی طرح نہ پڑھ سکتا ہو تو جتنا اچھی طرح پڑھ سکے پڑھے۔ یہی ختم قرآن ہے کہا گیا ہے کہ ختم قرآن علم قرآن کے مطابق ہے۔ اگر اچھی طرح پڑھ سکتا ہے تو جمعہ کے دن قرآن کو ختم کرے اگر اس پر قادر نہ ہو تو جمعہ کی رات کو بھی ساتھ ملائے، اگر قرآن کا آخری حصہ مغرب کی دو رکعتوں، فجر کی دو رکعتوں میں پڑھے تو زیادہ اچھا ہے اسی طرح اگر جمعہ کے دن اذان اور اقامت کے درمیان تلاوت قرآن پاک کی تکمیل کرے تو اس کی بہت زیادہ فضیلت

ہے۔ اگر جمعہ کے دن دس یا بیس رکعتوں میں یا نماز کے علاوہ ایک ہزار بار" قُل ھو اللہ احد" پڑھے تو یہ ختم قرآن سے افضل ہے۔ جمعہ کے دن ہزار بار درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔ اسی طرح ایک ہزار بار تسبیح کہنا اور اس کے کلمات یہ ہیں: سُبْحَانَ اللہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاللہُ اَکْبَرُ۔

جمعہ کی وجہ تسمیہ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ جمعہ کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں، آپ نے فرمایا اس کو اس لیے جمعہ کہتے ہیں کہ اس دن تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے خمیر کو جمع کیا گیا۔ پھر فرمایا جو شخص پاک صاف ہو کر اچھی طرح وضو کر کے جمعہ کی نماز کے لیے جاتا ہے تو یہ دوسرے جمعہ تک کے لیے اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے بچے۔ بعض علماء کرام فرماتے ہیں یہ اجتماع سے مشتق ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کا جسم اقدس چالیس سال تک خمیر کی حالت میں رہا پھر روح اور قالب کا اجتماع ہُوا۔ کچھ دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ طویل جدائی کے بعد حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کا اسی دن اجتماع ہوا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس دن شہروں اور قصبوں کے لوگ جمع ہوتے ہیں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس دن قیامت قائم ہو گی، اور وہ جمعہ کا دن ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"یَوْمَ یَجْمَعُکُمْ لِیَوْمِ الْجَمْعِ۔" جس "یوم جمع" میں اللہ تعالیٰ تمہیں جمع کرے گا۔

فصل

جو کچھ ہم نے مختلف مہینوں میں روزے رکھنے، قربانی دینے اور نماز و اذکار وغیرہ عبادات کا ذکر کیا ہے اور جو کچھ اس کے بعد ذکر کریں گے (ان شاء اللہ تعالیٰ) وہ توبہ، طہارت قلب، خالص اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کرنے اور ریاکاری کو چھوڑنے کے بعد ہی قبول ہوتا ہے۔

توبہ کا بیان

اس سے پہلے توبہ کا بیان گزر چکا ہے تاہم مزید کچھ بیان کیا جاتا ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور ہر اس دل کو پسند کرتا ہے جو گناہوں سے پاک ہو۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ اللہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ۔ بے شک اللہ تعالیٰ خوب توبہ کرنے والوں اور خوب پاک ہونے والوں سے محبت کرتا ہے۔

حضرت عطاء، مقاتل اور کلبی رحمہم اللہ فرماتے ہیں جو آدمی گناہوں سے توبہ کرتا اور پانی کے ساتھ حدث، حیض، جنابت اور نجاست سے پاکیزگی حاصل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے۔ اس کی وضاحت اہل قبا کے واقعہ سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فِیْهِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا۔ — اس (مسجد قباء) میں کچھ لوگ ہیں جو خوب پاک صاف ہونا چاہتے ہیں۔

اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم کیا عمل کرتے ہو، انھوں نے کہا ہم استنجاء کرتے وقت پتھروں کے بعد پانی استعمال کرتے ہیں۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ گناہوں سے پاک ہونے والوں اور عورتوں کے ساتھ غیر فطری فعل سے پاک رہنے والوں سے محبت کرتا ہے جو آدمی عورت سے غیر فطری فعل کرے وہ پاکیزہ لوگوں میں سے نہیں کیونکہ عورت اور مرد سے غیر فطری حرکت کا ایک ہی حکم ہے۔ ایک قول کے مطابق گناہوں سے توبہ کرنے والے اور شرک سے پاک رہنے والے لوگ مراد ہیں۔

حضرت ابو المنہال رحمہ اللہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں میں حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ کے پاس تھا۔ انھوں نے نہایت عمدہ وضو کیا، میں نے پڑھا: اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ انھوں نے فرمایا کس چیز سے طہارت؟ طہارت اچھی چیز ہے لیکن (اس آیت میں) گناہوں سے پاک لوگ مراد ہیں۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ شرک سے توبہ کرنے والوں اور گناہوں سے پاک ہونے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ کفر سے توبہ کرنے والے اور ایمان کے ساتھ طہارت حاصل کرنے والے لوگ مراد ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ گناہوں سے توبہ کرنے والے لوگ جو گناہوں کی طرف نہیں لوٹتے اور متطہرین سے وہ لوگ مراد ہیں جو گناہ نہیں کرتے ایک قول کے مطابق کبیرہ گناہوں سے توبہ کرنے والے اور صغیرہ گناہوں سے پاک رہنے والے لوگ مراد ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ بُرے افعال سے توبہ کرنے والے اور بُری باتوں سے پاک رہنے والے لوگ مراد ہیں ایک قول یہ ہے کہ بُرے افعال سے توبہ کرنیوالے اور بُرے عقیدے اور خیالات سے پاک رہنے والے۔ ایک قول کے مطابق گناہوں سے توبہ کرنے والے اور جرموں سے پاک رہنے والے، ایک قول یہ ہے کہ گناہوں سے توبہ کرنے والے اور دل کی خرابیوں سے پاک لوگ مراد ہیں۔ کسی نے کہا گناہوں سے توبہ کرنے والے اور عیبوں سے پاک لوگ اللہ کو محبوب ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ توّاب وہ ہے جو گناہ کے بعد توبہ کرے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِیْنَ غَفُوْرًا۔ — وہ بہت زیادہ رجوع کرنیوالوں کو بخشنے والا ہے۔

حضرت محمد بن منکدر رحمہ اللہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک آدمی کا ایک کھوپڑی پر گزر ہوا۔ اس نے اسے دیکھ کر (بارگاہِ خداوندی میں) عرض کیا یا اللہ! تو تُو ہے اور میں مَیں ہوں۔ تُو بار بار بخشنے والا اور میں بار بار گناہ کرنے والا ہوں پھر سجدہ ریز ہو گیا۔ اسے کہا گیا اپنا سر اٹھائیں بار بار بخشنے والا ہوں اور تُو بار بار گناہ کرنے والا ہے۔ چنانچہ اس نے سر اٹھایا اور اسے بخش دیا گیا۔

اخلاص

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ۔ اور ان کو نہیں حکم دیا گیا مگر یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں خالص اسی پر عقیدہ رکھتے ہوئے۔

نیز ارشاد خداوندی ہے:

اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ۔ ہاں خالص اللہ ہی کی بندگی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَآؤُھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ۔ اللہ تعالیٰ تک ان (قربانی کے جانوروں) کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ اس تک تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَنَا اَعْمَالُنَا وَلَکُمْ اَعْمَالُکُمْ وَنَحْنُ لَہُ مُخْلِصُوْنَ۔ ہمارے لیے ہمارے اعمال اور تمہارے لیے تمہارے اعمال اور ہم خالص اس کی عبادت کرتے ہیں۔

اخلاص کے معنی میں (اہل علم) لوگوں کا اختلاف ہے۔ حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اخلاص کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اخلاص کے بارے میں پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا میں نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ اخلاص کیا ہے؟ انھوں نے بتایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا اخلاص کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وہ میرے رازوں میں سے ایک راز ہے میں اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہوں اس کے دل میں رکھتا ہوں۔

حضرت ابو ادریس خولانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر حق کی ایک حقیقت ہوتی ہے۔ اور بندہ اس وقت تک اخلاص کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک اسے رضائے الٰہی کے لیے کئے ہوئے کام پر ستائش ناپسند نہ ہو۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اخلاص یہ ہے کہ بندہ اپنے دین اور عمل کو خالص اللہ تعالیٰ کے لیے کر دے وہ اپنے دین میں کسی کو خدا کا شریک نہ ٹھہرائے اور نہ کسی کو دکھانے کے لیے عمل کرے۔

حضرت فضیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں لوگوں کو دکھانے کے لیے عمل چھوڑ دینا ریاکاری ہے اور لوگوں کے لیے عمل کرنا شرک ہے۔ اخلاص ان دونوں پر عذاب کے خوف کا نام ہے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اخلاص یہ ہے کہ عمل کو عیب سے اس طرح ممتاز کر دیا جائے جس طرح دودھ گوبر اور خون سے ممتاز اور الگ ہوتا ہے۔

حضرت ابو الحسین بوشنجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اخلاص وہ چیز ہے جس کو فرشتے نہ لکھیں۔ شیطان اسے نہ توڑ سکے اور انسان اس پر مطلع نہ ہو سکے۔

حضرت رویم رحمہ اللہ فرماتے ہیں اخلاص عمل سے ریاکاری کو اٹھا دینے کا نام ہے۔ کہا گیا ہے کہ اخلاص وہ چیز ہے جس سے حق وصداقت مقصود ہو۔

کہا گیا ہے کہ اخلاص وہ چیز ہے جس پر کوئی آفت نازل نہیں ہوتی اور اس میں تاویل کی گنجائش ہوتی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اخلاص وہ ہے جو مخلوق سے پوشیدہ اور آلائشوں سے پاک ہو
حضرت حذیفہ مرعشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، اخلاص یہ ہے کہ انسان کے ظاہری و باطنی اعمال ایک جیسے ہوں۔
حضرت ابو یعقوب مکفوف رحمہ اللہ فرماتے ہیں اخلاص یہ ہے کہ گناہوں کی طرح اس کی نیکیاں بھی پوشیدہ ہوں۔
حضرت سہل بن عبد اللہ رحمہ اللہ کے نزدیک 'افلاس' کا نام اخلاص ہے۔
حضرت انس بن مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین باتوں میں مومن کا دل خیانت نہیں کرتا، خالص اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کرنا، حکمرانوں کی خیر خواہی اور مسلمانوں کی جماعت سے وابستگی اختیار کرنا کسی نے کہا اخلاص یہ ہے کہ عبادت میں صرف اللہ تعالیٰ کا ارادہ کیا جائے، یعنی عبادت کرے تو صرف اللہ تعالیٰ کا قرب مقصود ہو، مخلوق کو خوش کرنا مقصد نہ ہو، نہ مخلوق کے لیے عمل کرے اور نہ اس سے تعریف چاہے اور نہ اس عمل کے سبب ان کی محبت حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ عبادت کو اپنی ذات سے ملامت و مذمت دور کرنے کا باعث بھی نہ بنائے۔
ایک قول یہ ہے کہ عمل کو لوگوں کے دکھانے سے پاک رکھنا اخلاص ہے، حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اخلاص اس وقت تک پورا نہیں ہوتا جب تک عمل میں صداقت اور اس پر صبر نہ ہو اور صداقت کے لیے ہمیشہ اخلاص کی ضرورت ہے۔
حضرت ابو یعقوب سوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب لوگ اپنے اخلاص کی گواہی دیں تو ان کا اخلاص بھی اخلاص کا محتاج ہوگا۔
حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں تین باتیں اخلاص کی نشانی ہیں۔ عام لوگوں کی طرف سے تعریف و مذمت کی برابری، اعمال میں ریاکاری کو بھول جانا اور عمل کا ثواب آخرت میں چاہنا نیز آپ فرماتے ہیں اخلاص وہ چیز ہے جو دشمن کے خراب کرنے سے محفوظ ہو۔
حضرت ابو عثمان مغربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، اخلاص یہ ہے کہ اس میں نفس کا کسی حال میں کوئی حصہ نہ ہو، یہ عوام کا اخلاص ہے، خاص لوگوں کا اخلاص ان کے خلاف جاری ہوتا ہے ان کے حق میں جاری نہیں ہوتا، چنانچہ ان سے عبادات کا ظہور قصد و ارادہ کے بغیر ہوتا ہے اور کوئی ایسی علامت ظاہر نہیں ہوتی جس سے معلوم ہو کہ انھوں نے اس سے ارادہ کیا ہے۔ یہ خاص لوگوں کا اخلاص ہے

حقیقی اخلاص

حضرت ابو بکر دقاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہر مخلص کے اخلاص میں اس وقت نقصان ہوتا ہے جب وہ اسے دیکھتا ہے۔ (یعنی جب ریاکاری پیدا ہوتی ہے) اللہ تعالیٰ جب کسی کے اخلاص کو خالص کرنا چاہتا ہے تو اسے اخلاص پر نظر رکھنے سے محفوظ کر دیتا ہے پس وہ مخلِص ہونے کی بجائے مخلَص (اللہ تعالیٰ کا خاص بندہ) بن جاتا ہے۔
حضرت سہل رحمہ اللہ فرماتے ہیں صرف مخلص ہی ریا کو پہچان سکتا ہے۔ حضرت ابو سعید حراز رحمہ اللہ فرماتے ہیں

عارف لوگوں کا ریا اہل ارادہ کے اخلاص سے بہتر ہے۔

حضرت ابو عثمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں اخلاص یہ ہے کہ ہمیشہ خالق کی طرف نظر رکھے تاکہ مخلوق کی طرف نظر رکھنے کو بھول جائے۔ کہا گیا ہے کہ اخلاص وہ ہے جس سے حق و صداقت کا ارادہ کیا جائے۔ ایک قول یہ ہے کہ اپنے اعمال کی طرف نظر کرنے سے چشم پوشی کرنا اخلاص ہے۔ حضرت سری سقطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو آدمی لوگوں کو دکھانے کے لیے ان چیزوں سے آراستہ ہوتا ہے جو اس میں نہیں وہ اللہ تعالیٰ کی نظر سے گر جاتا ہے۔

حضرت جنید رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں اخلاص اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ایک راز ہے نہ اسے فرشتہ جانتا ہے کہ لکھے نہ شیطان جانتا ہے کہ خراب کر دے اور نہ خواہش ہے جس کی طرف میلان پیدا ہو۔ حضرت رویم رحمہ اللہ فرماتے ہیں عمل میں اخلاص یہ ہے کہ عمل کرنے والا دنیا اور آخرت میں کوئی معاوضہ نہ مانگے اور نہ دونوں فرشتوں سے کچھ حصہ طلب کرے۔

حضرت ابن عبد اللہ رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ نفس پر سب سے بھاری چیز کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا "اخلاص" کیونکہ نفس کے لیے اس میں کچھ حصہ نہیں۔ کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا تیرے عمل پر کوئی مطلع نہ ہو یہ اخلاص ہے۔
ایک بزرگ فرماتے ہیں میں جمعہ کے دن نماز سے پہلے حضرت سہل بن عبد اللہ رحمہ اللہ کے پاس گیا تو میں نے ان کے حجرے میں ایک سانپ دیکھا میں ایک قدم آگے کی طرف بڑھاتا اور ایک قدم پیچھے کی طرف ہٹاتا، انھوں نے فرمایا داخل ہو جاؤ جب کسی انسان کا ایمان کامل ہو جاتا ہے تو اس سے ہر چیز ڈرتی ہے۔ پھر فرمایا کیا تم نماز جمعہ پڑھنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا ہمارے اور مسجد کے درمیان ایک دن رات کی مسافت ہے۔ انھوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور تھوڑا ہی وقت ہوا کہ میں نے مسجد کو دیکھ لیا ہم مسجد میں داخل ہوئے نماز پڑھی پھر باہر آ گئے۔ انھوں نے لوگوں کو نکلتے ہوئے دیکھا اور فرمایا تمام اہل کلمہ ہیں لیکن مخلص کم ہیں۔

توکل و اخلاص

میں (مصنف علیہ الرحمہ) ایک دفعہ حضرت ابراہیم خواص رحمہ اللہ کے ساتھ سفر میں تھا کہ ہم ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں سانپ بہت زیادہ تھے انھوں نے اپنا لوٹا رکھا اور بیٹھ گئے میں بھی بیٹھ گیا۔ جب رات کو سرد ہوا چلنے لگی تو سانپ باہر نکل آئے، میں نے شیخ کو آواز دی۔ انھوں نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا تو وہ سانپ واپس چلے گئے پھر لوٹ آئے میں نے پھر آواز دی، انھوں نے دوبارہ وہی بات فرمائی میں مسلسل صبح تک اسی حالت میں رہا صبح ہوئی تو وہ کھڑے ہوئے اور چل پڑے۔ میں بھی ساتھ چل پڑا۔ ان کے بستر سے ایک بہت بڑا سانپ گرا جس کے گلے میں طوق پڑا ہوا تھا۔ میں نے عرض کیا حضور! آپ نے اسے نہیں دیکھا تھا فرمایا "نہیں" میں نے ایک زمانے سے اتنی اچھی رات نہیں گزاری۔ حضرت ابو عثمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس شخص نے غفلت کی وحشت کو نہیں چکھا وہ اُنسِ ذکر کا ذائقہ نہیں چکھ سکتا۔

خبیث نفس کی ایذاء رسانی

ہر عابد و عارف کو ہر حال میں ریاکاری، دکھاوے اور خود پسندی سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ نفس خبیث ہے اور یہی گمراہ کن خواہشات بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حائل ہونے والی لذت کا باعث ہے۔ جب تک انسان کے جسم میں روح ہے چاہے وہ بدلین وصدیقیت کے مقام تک کیوں نہ پہنچ جائے اس نفس کی غارت گری سے محفوظ رہنے کا کوئی راستہ نہیں اگرچہ یہ حالت پہلے سے زیادہ پرامن اور نفس کے شر اور اس کی طرف بلانے والے اسباب سے محفوظ رکھتی ہے۔ نیکی غالب، باطنی نور زیادہ اور راہِ خداوندی میں ہدایت ثابت ہوتی ہے۔ توفیق شامل حال ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت موجود ہوتی ہے البتہ عصمت (معصوم ہونا) ہمارے بس نہیں وہ انبیاء کرام علیہم السلام کیلئے خاص ہے۔ تاکہ نبوت اور ولائیت میں فرق واضح ہو۔

ریاکاری

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار ریاکار لوگوں کو ڈرایا۔ انھیں نفس کی شامت اور غارتگری سے خبردار کیا اور اس کی اتباع سے روک کر مخالفت کا حکم دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں اس سے روکا گیا ہے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ۔

تو ان نمازیوں کی خرابی ہے، جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں وہ جو دکھاوا کرتے ہیں اور برتنے کی چیز مانگے نہیں دیتے۔

نیز ارشاد فرمایا:

يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ۔

اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو اُن کے دلوں میں نہیں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں۔

ایک مقام پر یوں ارشاد فرمایا:

وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوا كُسَالٰى يُرَاءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللّٰهَ إِلَّا قَلِيلًا مُّذَبْذَبِينَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَا إِلٰى هٰؤُلَاءِ وَلَا إِلٰى هٰؤُلَاءِ۔

اور جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں سست کھڑے ہوتے ہیں لوگوں کو دکھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔ درمیان میں ڈانواں ڈول ہیں نہ ادھر کے نہ اُدھر کے۔

ارشاد خداوندی ہے:

إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ۔

بے شک بہت پادری اور جوگی لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔

احبار سے علماء اور رہبان سے عبادت گزار لوگ مراد ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۔

اے ایمان والو! وہ بات کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے اللہ کے نزدیک کتنی بیزاری کی بات ہے کہ تم وہ بات کہو جو نہیں کرتے۔

ایک جگہ یوں ارشاد فرمایا:

وَاَسِرُّوْا قَوْلَکُمْ اَوِاجْھَرُوْا بِہٖ اِنَّہٗ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔

اپنی بات چھپاؤ یا ظاہر کرو بیشک وہ دل کی باتوں کو جاننے والا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّہٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَۃِ رَبِّہٖ اَحَدًا

پس جو شخص اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہے اسے اچھے کام کرنے چاہئیں اور وہ اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔

نیز فرمایا:

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ۔

بے شک نفس برائی کا حکم دینے والا ہے مگر جس پر میرا رب رحم فرمائے۔

ایک جگہ فرمایا

وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ۔

اور دل لالچ کے پھندے میں ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام سے فرمایا اے داؤد! خواہشات کے قریب نہ جائیں کیونکہ میری ملک میں خواہش کے سوا کوئی جھگڑا کرنے والا نہیں۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا:

وَلَا تَتَّبِعِ الْھَوٰی فَیُضِلَّکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔

خواہش کے پیچھے نہ چلو وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی راہ سے ہٹا دے گی۔

احادیث مبارکہ

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو مجھے آپ کے چہرے پر ناگواری کے اثرات دکھائی دیئے میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ کو کیا ہوا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اپنے بعد امت سے شرک کا خوف ہے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا آپ کے بعد وہ شرک میں مبتلا ہونگے۔ آپ نے فرمایا وہ سورج، چاند، بتوں اور پتھروں کی پوجا نہیں کریں گے لیکن وہ اپنے اعمال میں ریاکاری سے کام لیں گے اور یہ شرک ہے[۱] پھر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔

[۱]۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت دے جو آج مسلمانوں کو نیک امور مثلاً محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم، بزرگان دین "حاشیہ آئندہ صفحہ پر"

فَمَنۡ کَانَ یَرۡجُوۡا لِقَآءَ رَبِّہٖ فَلۡیَعۡمَلۡ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشۡرِکۡ بِعِبَادَۃِ رَبِّہٖۤ اَحَدًا۔

پس جو شخص اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہے، وہ اچھے عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن کچھ مہر شدہ کتب لائی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا اسے پھینک دو اور اسے قبول کرو وہ کہیں گے۔ تیری عزت وجلال کی قسم ہمیں تو یہ بھلائی ہی معلوم ہوتی ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہاں ٹھیک ہے لیکن یہ عمل میرے غیر کے لیے کیا گیا اور میں وہی عمل قبول کرتا ہوں جس کے ذریعے میری رضا تلاش کی جائے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ طَھِّرۡ لِسَانِیۡ مِنَ الۡکِذۡبِ وَقَلۡبِیۡ مِنَ النِّفَاقِ وَعَمَلِیۡ مِنَ الرِّیَاءِ وَبَصَرِیۡ مِنَ الۡخِیَانَۃِ فَاِنَّکَ تَعۡلَمُ خَائِنَۃَ الۡاَعۡیُنِ وَمَا تُخۡفِی الصُّدُوۡرِ

یا اللہ! میری زبان کو جھوٹ سے، دل کو منافقت سے، عمل کو ریاکاری سے اور میری آنکھ کو خیانت سے پاک رکھ، بیشک تو آنکھوں کی خیانت اور دلوں کے راز دل کو جانتا ہے۔

کس عالم کی مجلس اختیار کی جائے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صرف اس عالم کے پاس بیٹھو جو تمہیں پانچ چیزوں سے پانچ کی طرف بلاتا ہے۔ رغبت سے زہد کی طرف، ریاء سے اخلاص کی طرف، تکبر سے تواضع کی طرف، منافقت سے خیر خواہی کی طرف اور جہالت سے علم کی طرف۔

خالص رضائے الٰہی کیلئے عمل

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں بہترین شریک ہوں جو شخص اپنے عمل میں میرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے وہ عمل میرے شریک کے لیے ہے میرے لیے نہیں۔ میں وہی عمل قبول کرتا ہوں جو خالص میرے لیے کیا گیا ہو۔ اے انسان میں بہترین تقسیم کرنے والا ہوں پس اپنے اس عمل کو دیکھ جو تو نے اپنے غیر کے لیے کیا ہے تجھے وہی اجر ملے گا جس کے لیے تو نے عمل کیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس امت کو دین میں بزرگی اور بلندی کی اور ممالک پر حکومت کی خوشخبری دو جب تک آخرت کا عمل دنیا کے لیے نہ کریں، جو آدمی آخرت کا عمل دنیا کے لیے کرے اس کا عمل قبول نہ ہوگا اور اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ آخرت کی نیت پر دنیا عطا فرماتا ہے دنیا کی نیت پر آخرت عطا نہیں فرماتا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شب معراج میں میرا ایک قوم پر گزر ہوا تو دیکھا کہ وہ اپنے ہونٹوں کو آگ کی قینچیوں سے کاٹ رہے ہیں۔ میں نے جبریل امین علیہ السلام سے پوچھا

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) کے مزارات پر حاضری اور اس قسم کے دوسرے مستحسن کاموں پر شرک قرار دیتے ہیں حالانکہ جس چیز کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک قرار دیا اس سے رو کنے اور اعمال میں خلوص پیدا کرنے کی تبلیغ کرنا ضروری ہے۔ ۱۲ ہزاروی۔

یہ کون لوگ ہیں ؟ انھوں نے بتایا یہ آپ کی امت کے وہ خطیب ہیں جو اس پر عمل نہیں کرتے، جو کچھ لوگوں کو بتاتے ہیں اچھی بات کا حکم دیتے ہیں اور خود بُرے عمل کرتے ہیں لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں اور اپنے آپ کو بھلا دیتے ہیں۔

سب سے بڑا خطرہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ خوف زبان دراز منافق کا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک تم پر جھوٹے امراء، بدکردار وزیر، خائن امیر، ظالم پیشوا، فاسق قاری اور جاہل عبادت گذار مسلط نہ ہو جائیں۔ اللہ ان پر فتنوں کے سخت سیاہ دروازے کھول دے گا جس میں وہ ظالم یہودیوں کی طرح حیران و ششدر پھر یں گے۔ اس وقت اسلام نہایت کمزور ہو جائے گا یہاں تک کہ اللہ اللہ بھی نہیں کہا جائے گا۔

دینوی مقاصد کیلئے عبادت باعث عذاب ہے

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن لوگوں کو سخت عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جب تم تنہائی میں ہوتے تھے تو میرے سامنے بڑے بڑے گناہ لاتے تھے اور جب لوگوں سے ملاقات کرتے تو نہایت عاجزی سے ملاقات کرتے۔ تم لوگوں سے ڈرتے تھے مجھ سے نہیں ڈرتے تھے۔ لوگوں کی تعظیم کرتے تھے میری تعظیم نہیں کرتے تھے۔ مجھے اپنی عزت کی قسم! میں تمہیں دردناک عذاب چکھاؤں گا۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا ایک آدمی آگ میں ڈالا جائے گا تو اس کے پیٹ سے آنتیں باہر نکل آئیں گی اور وہ اس طرح چکر کھائے گا جس طرح چکی گردش کرتی ہے اس سے کہا جائے گا کیا تو نیکی کا حکم نہیں دیتا تھا اور برائی سے نہیں روکتا تھا۔ وہ کہے گا میں نیکی کا حکم دیتا تھا لیکن خود عمل نہیں کرتا تھا۔ برائی سے روکتا تھا لیکن خود برائی کرتا تھا اس سے اجتناب نہیں کرتا تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کئی روزے داروں کو روزے سے بھوک اور پیاس کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا اور کئی رات کو عبادت کرنے والے محض اپنے آپ کو تھکاتے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا عرش حرکت میں آگیا اور اللہ تعالیٰ غضب ناک ہوا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ انسان برا ہے کہ اس کے اور ثواب کے درمیان اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کوئی بندہ حائل ہو جائے (یعنی دوسرے کے لیے عمل کرنے والا ثواب سے محروم ہو جاتے) وہ اس کے لیے عبادت کرتا ہے اس امید پر کہ اس سے کچھ حاصل کرے چنانچہ بیماری کی حالت میں اپنے بدن کو تھکاتا ہے اس طرح اس کا دین ختم ہو جاتا ہے اور اس کی مروت زائل ہو جاتی ہے یہاں تک کہ وہ اس بندے اور خدا کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ کبیر میں اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہے اور صغیر میں بندے سے امید رکھتا ہے۔ بندے کی اتنی زیادہ خدمت کرتا ہے جتنی اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتا۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک شخص نے بارگاہِ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ! میں رضائے الٰہی کے حصول کے لیے صدقہ دیتا ہوں لیکن یہ بھی چاہتا ہوں کہ میری تعریف کی جائے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا۔

پس جو شخص اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہے وہ اچھے عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخری زمانے میں کچھ لوگ ظاہر ہوں گے جو دین کے لیے دنیا حاصل کریں گے لوگوں کو دکھانے کے لیے بھیڑ کی کھال پہنیں گے۔ ان کی زبانیں شکر سے بھی زیادہ میٹھی ہوں گی لیکن ان کے دل بھیڑیے کے دل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے نام پر دھوکا کرتے ہو یا مجھ پر جرأت کرتے ہو۔ مجھے اپنی قسم میں ان لوگوں پر ایسا فتنہ بھیجوں گا جو بردبار اور حوصلہ مند انسان کو بھی حیران کر دیگا۔

حضرت حمزہ، حضرت ابو حبیب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرشتے ایک انسان کے عمل کو خدا کی بارگاہ میں اٹھاتے ہیں وہ اسے بہت زیادہ سمجھتے اور پاکیزہ خیال کرتے ہیں یہاں تک کہ جب وہ اسے خدا کی سلطنت میں وہاں پہنچاتے ہیں جہاں وہ چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی طرف وحی بھیجتا ہے کہ تم نے میرے بندے کے عمل کی حفاظت کی اور میں اس کے دل کا نگہبان ہوں۔ میرے اس بندے کے عمل میں اخلاص نہیں ہے اسے سجّین میں لکھ دو اور ایک دوسرے آدمی کا عمل اٹھاتے ہیں وہ اسے نہایت تھوڑا اور کمزور خیال کرتے ہیں اور جب وہاں پہنچا دیتے ہیں، جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی طرف وحی فرماتا ہے تم میرے بندے کے اعمال کے محافظ ہو اور میں اس چیز کا نگہبان ہوں جو اس کے دل میں ہے۔ میرے اس بندے نے خالص میرے لیے عمل کیا ہے اسے علّیین میں لکھ دو۔

ریاکار قاری، سخی اور مجاہد

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مخلوق کے درمیان فیصلہ فرمائے گا تمام لوگ گروہ در گروہ دوزانو بیٹھے ہوں گے سب سے پہلے اس شخص کو بلایا جائے گا جس نے قرآن پاک یاد کیا ہوگا جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیا اور اس شخص کو جو بہت مالدار تھا، اللہ تعالیٰ قاری سے فرمائے گا اپنے علم کے مطابق تو نے کیا عمل کیا وہ کہے گا میں رات کی گھڑیوں اور دن کے کناروں میں (تلاوت قرآن کے لیے) کھڑا ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا، فرشتے بھی کہیں گے تو نے جھوٹ کہا بلکہ تیرا ارادہ تھا کہ لوگ کہیں فلاں شخص قاری ہے چنانچہ تجھے کہا گیا۔ پھر مال والے سے پوچھا جائے گا جو کچھ میں نے تمہیں دیا اس میں تم نے کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا میں صلہ رحمی کرتا اور صدقہ دیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا، فرشتے بھی کہیں گے تو نے جھوٹ کہا بلکہ تو چاہتا تھا کہ کہا جائے، فلاں آدمی بڑا سخی ہے اور کہا گیا۔ پھر اس آدمی کو لایا جائے گا جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوا اللہ تعالیٰ فرمائے گا

تو نے کس لیے لڑائی کی وہ کہے گا میں تیرے راستے میں لڑا یہاں تک کہ تیرے راستے میں شہید ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا، فرشتے بھی کہیں گے تو نے جھوٹ کہا بلکہ تمہارا مقصد یہ تھا کہ فلاں آدمی بڑا بہادر ہے اور یہ کہا گیا اس کے بعد حضور علیہ السلام نے اپنا دست مبارک زانوؤں پر مارا اور فرمایا اے ابوہریرہ! یہ تین قسم کے لوگ پہلی مخلوق ہے جن پر قیامت کے دن جہنم کو بھڑکا دیا جائے گا۔ راوی کہتے ہیں یہ بات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو آپ بہت روئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سچ فرمایا اور پھر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ۔

جو شخص دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتا ہے ہم ان کو ان کے اعمال کا بدلہ (دنیا ہی میں) دیتے ہیں۔ اور ان کو کم نہیں دیا جاتا۔ ان لوگوں کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں دنیا میں جو کچھ کیا وہ ضائع ہو گیا اور جو عمل کرتے تھے وہ باطل ہو گیا۔ ان ہی لوگوں کے لیے بُرا عذاب ہے۔ اور آخرت میں وہی بہت زیادہ خسارہ پانے والے ہوں گے۔

غیر خدا کے لیے عمل کرنا

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن کچھ جہنمیوں کو جنت کی طرف لے جانے کا حکم ہوگا یہاں تک کہ جب وہ اس کے قریب پہنچیں گے اور اس کی خوشبو سونگھیں گے اس کے محلات اور جنتیوں کے لیے تیار کی گئی نعمتیں دیکھیں گے تو آواز دی جائے گی انھیں واپس لے جاؤ۔ ان کے لیے اس میں کوئی حصہ نہیں چنانچہ وہ ندامت اور حسرت کے ساتھ یوں واپس ہوں گے کہ ان کی مثل پہلوں اور پچھلوں میں سے کوئی نہیں لوٹا ہوگا۔ وہ کہیں گے اے ہمارے رب! کیا ہی اچھا ہوتا اگر تو ہمیں وہ ثواب دکھانے سے پہلے جہنم میں داخل کر دیتا جو تو نے اپنے دوستوں کے لیے تیار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیگا یہی تو میرا مقصد تھا (یعنی تمہیں حسرت میں مبتلا کرنا) تم جب علیحدہ ہوتے تو اپنے گناہ میرے سامنے ظاہر کرتے اور جب لوگوں کے سامنے جاتے تو تواضع اور عاجزی کا اظہار کرتے لوگوں کو اپنے اعمال دکھاتے تھے حالانکہ تمہارے دلوں میں اس کے خلاف ہوتا تھا۔ تم لوگوں سے ڈرتے تھے لیکن مجھ سے نہیں ڈرتے تھے لوگوں کو بڑا سمجھتے تھے اور مجھے بڑا نہیں سمجھتے تھے۔ لوگوں کے لیے برے کاموں کو چھوڑ دیتے لیکن میرے ڈر سے نہیں چھوڑتے تھے۔ آج میں تمہیں دردناک عذاب چکھاؤں گا اور اس کے ساتھ ساتھ تم میرے بہت بڑے ثواب سے بھی محروم رہو گے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جب جنت عدن کو پیدا فرمایا تو اس میں وہ چیزیں پیدا فرمائیں جنھیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال پیدا ہوا۔

پھر فرمایا مجھ سے کلام کر اس نے تین بار کہا: " قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ " مومنوں نے کامیابی حاصل کی پھر کہا میں ہر بخیل اور ریاکار پر حرام ہوں۔

ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کل قیامت کے دن میری نجات کیسے ہو گی؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینے کی کوشش نہ کر۔ اس نے کہا میں اللہ تعالیٰ کو کیسے دھوکا دے سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اس طرح کہ تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق عمل کرے لیکن غیر خدا کی رضا مطلوب ہو۔ ریاکاری سے بچو، وہ شرک ہے۔ ریاکار کو قیامت کے دن لوگوں کے سامنے چار ناموں سے پکارا جائے گا اے کافر، اے فاجر، اے دھوکا باز، اے نقصان اٹھانے والے! تیرا عمل بے کار ہو گیا اور تیرا اجر ضائع ہو گیا۔ آج تیرے لیے کوئی حصہ نہیں! ۔ اے دھوکے باز جس کے لیے عمل کرتا تھا اس سے اجر مانگ، ہم ریاکاری، تشہیر اور منافقت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں یہ جہنمیوں کا کام ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ۔ بے شک منافق جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے۔

یعنی منافق فرعون، ہامان اور ان کی قوم کے ساتھ ہاویہ میں ہوگا اگر کہا جائے کہ بعض روایات کے مطابق اگر نیک عمل کو مخلوق دیکھ لے تب بھی کوئی حرج نہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ! میں چھپ کر عمل کرتا ہوں لیکن لوگ اس پر مطلع ہو جاتے ہیں اور یہ بات مجھے اچھی لگتی ہے کیا مجھے اس عمل کا ثواب ملے گا آپ نے فرمایا تیرے لیے دو ثواب ہیں پوشیدہ رکھنے کا ثواب اور ظاہر ہونے کا اجر۔ اس کے جواب میں کہا گیا ہے کہ اس آدمی کو یہ بات اس لیے پسند تھی کہ لوگ اس کے عمل کی پیروی کریں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی نیت کا علم تھا اس لیے آپ نے فرمایا تیرے لیے دو اجر ہیں، عمل کا اجر اور اس بات کا اجر کہ لوگ تیری پیروی کریں گے جس طرح آپ نے فرمایا: جس نے اچھا کام جاری کیا اس کے لیے اس کا ثواب ہے اور قیامت تک جو لوگ اس پر عمل کریں گے اس کا ثواب بھی اس کو ملے گا۔ البتہ اگر اقتداء کی نیت سے خوشی نہیں ہوئی تو اسے کچھ ثواب نہیں ملے گا کیونکہ خود پسندی انسان کو اللہ تعالیٰ کی نظر سے گرا دیتی ہے۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب تم بوڑھے ہو گے تو ایسے لوگوں سے ملاقات کرو گے جن کے بال سفید ہو گئے درشت مزاج اور تیز زبان ہوں گے۔ ان کی آنکھوں میں بینائی ہو گی لیکن دل مر چکے ہوں گے۔ ان کے جسم نظر آئیں گے لیکن دل نہیں ہوں گے آواز سنے گا لیکن اس میں انسیت نہ ہو گی ان کی زبانیں بہت تیز ہوں گی۔ لیکن دل خشک ہوں گے یہاں تک کہ مجھ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے بیان کیا "صالح لوگ دوڑ دوڑ کر فاجر لوگوں کی ملاقات کے لیے نہیں جائیں گے اور نیک لوگ برے لوگوں سے محفوظ رہیں گے۔ اس وقت تک یہ امت اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہے گی۔ جب ان کا کردار بگڑ جائے گا تو اللہ تعالیٰ ان سے امن اٹھا لے گا، اور ان پر فقر و فاقہ مسلّط کر دے گا ان کے دلوں میں رعب ڈال دے گا اور ان پر ظالم حاکم مسلّط کر دے گا وہ ان کو بڑی بڑی تکلیفوں میں مبتلا کریں گے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں وہ انسان کتنا بُرا ہے جو بخشش طلب کرتا ہے اور ساتھ ساتھ گناہ بھی کرتا ہے۔ اپنے آپ کو امین ظاہر کرنے کے لیے خشوع وخضوع کا اظہار کرتا ہے حالانکہ یہ سب کچھ دھوکا دہی کے لیے کر رہا ہے دوسروں کو روکتا ہے لیکن خود نہیں رُکتا، حکم دیتا ہے لیکن خود عمل نہیں کرتا اگر کچھ دیتا ہے تو پورا نہیں دیتا اگر نہیں دیتا تو معذرت نہیں کرتا۔ تندرست ہو تو نڈر رہتا ہے۔ بیمار ہو تو پشیمان ہوتا ہے، محتاج ہو تو غمگین ہو جاتا ہے تونگر ہو تو فتنہ سازی میں مصروف ہوتا ہے، نجات کی امید رکھتا ہے لیکن عمل نہیں کرتا، عذاب سے ڈرتا ہے لیکن پرہیز نہیں کرتا، مزید چاہتا ہے لیکن شکر نہیں کرتا، ثواب طلب کرتا ہے لیکن (مصائب پر) صبر نہیں کرتا سونے میں جلدی کرتا ہے اور روزے میں تاخیر کرتا ہے۔

ظاہری اور باطنی لباس

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ ایک دن نہایت قیمتی لباس پہنے ہوئے اپنی مجلس میں بیٹھے تھے۔ ان کی مجلس میں فرقد سنجی بھی تھا جس نے اُونی لباس پہنا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا میرا لباس جنتیوں کا لباس ہے اور تیرے کپڑے جہنمیوں کے کپڑے ہیں۔ لوگوں نے کپڑوں کے بارے میں زُہد اختیار کر رکھا ہے حالانکہ ان کے دل غرور سے بھرے ہوئے ہیں، اللہ کی قسم! آج بعض لوگ چادر والے کی نسبت کمبل میں زیادہ غرور کرتے ہیں سنو! بادشاہوں کا لباس پہنو لیکن خوفِ خدا سے دلوں کو مردہ بنا دو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایسا لباس پہنو کہ جس سے علماء مذاق نہ کریں اور بے وقوف اسے حقیر نہ سمجھیں۔ کہا جاتا ہے کہ دل صاف ہونا چاہیے، کپڑے سوتی ہی کیوں نہ ہوں۔

لباس کی اقسام

خلاصۂ کلام یہ کہ لباس کے اعتبار سے لوگوں کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ اتقیاء۔ ۲۔ اولیاء۔ ۳۔ ابدال۔

(۱)۔ متقی لوگوں کا لباس حلال مال سے ہوتا ہے کہ نہ مخلوق کی طرف سے اس پر مطالبہ ہوتا ہے نہ شرع کی طرف سے مؤاخذہ۔ وہ لباس سُوتی ہو یا اُونی، نیلا ہو یا سفید۔

(۲)۔ اولیاء کا لباس اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہوتا ہے وہ اس قدر ہوتا ہے کہ اس سے ستر اور جسم ڈھانپا جائے اور بقدر ضرورت اس کا پہننا کافی ہوتا کہ ان کی نفسانی خواہشات مر جائیں اور وہ ابدال کے درجے میں پہنچ جائیں۔

(۳)۔ ابدال کا لباس وہ ہے جو شرعی حدود کی حفاظت کے ساتھ تقدیر کے مطابق مل جائے چاہے ایک قیراط کی قمیص ہو یا ایک سو دینار کا عمدہ لباس۔ ان کا اپنا ارادہ نہیں ہوتا کہ اعلیٰ کی طلب ہو اور نہ خواہش جو ادنیٰ لباس سے ٹوٹ جائے بلکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے حلال مال کسی تکلیف یا مشقت کے بغیر عطا فرمائے نہ نفس کی طرف سے خواہش ہو اور نہ آرزو ـــــ اس کے سوا جو کچھ ہے وہ سب جاہلیت کا لباس ہے۔ نفس کا تکبر اور خواہش کے پیچھے چلنا ہے۔

خصوصیاتِ ایام

ہفتے کے دنوں اور ایام بیض کے فضائل ان دنوں میں روزہ رکھنے کی ترغیب اور دن رات کے اوراد و وظائف۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اللہ تعالیٰ نے مٹی کو ہفتے کے دن پیدا فرمایا اس میں پہاڑ اتوار کے دن، درخت سوموار کے دن مکروہ چیزیں منگل کے دن اور بھلائی بدھ کے دن پیدا فرمائی اور جمعرات کے دن زمین پر جانوروں کو پھیلایا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو جمعۃ المبارک کی آخری ساعت یعنی عصر سے رات تک کے درمیان تمام مخلوق کے بعد پیدا فرمایا؛

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہفتے کے دن کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا یہ مکر وفریب اور دھوکے کا دن ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ! وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا اس دن قریش نے دارالندوہ میں میرے خلاف مکر وفریب کا منصوبہ بنایا۔ اتوار کے دن سے متعلق پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا یہ درخت لگانے اور تعمیر کا دن ہے صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ کیسے؟ آپ نے فرمایا اس لیے کہ یہ دنیا کی ابتداء اور اس کی تعمیر کا دن ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوموار کے دن کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا یہ سفر اور تجارت کا دن ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ! وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا اس لیے کہ اس دن حضرت شعیب علیہ السلام نے سفر فرمایا اور تجارت کی۔ آپ سے منگل کے دن کے بارے میں پوچھا گیا آپ نے فرمایا یہ خونی دن ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ! وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا اس دن حضرت حوا علیہا السلام کو حیض آیا تھا اور حضرت آدم علیہ السلام کے ایک بیٹے نے اپنے بھائی کو قتل کیا۔ آپ سے بدھ کے دن کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا یہ منحوس دن ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ! وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا اس دن اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا اور عاد وثمود کو ہلاک کیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جمعرات کے دن سے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا یہ حاجتیں پورا کرنے اور بادشاہوں کے پاس جانے کا دن ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا وہ کیسے یارسول اللہ؟ آپ نے فرمایا اس دن حضرت ابراہیم علیہ السلام نمرود کے پاس تشریف لے گئے، اپنی ضرورتوں کو پورا کیا اور اس سے حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو حاصل کیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جمعہ کے دن کے بارے میں پوچھا گیا آپ نے فرمایا یہ خطبے اور نکاح کا دن ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ! وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا اس دن انبیاء کرام علیہم السلام نکاح کرتے تھے۔

حضرت زہری رحمہ اللہ، حضرت عبدالرحمٰن بن کعب سے وہ بواسطہ والد اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کے دن ہی سفر پر تشریف لے جاتے تھے۔

حضرت معاویہ بن قرۃ، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سترہ تاریخ منگل کے دن سینگی (نشتر) لگوائے وہ سال بھر بیماری سے محفوظ رہتا ہے۔ ایک قول کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ہفتے کا دن حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر پچاس انبیاء کرام علیہم السلام کو عطا فرمایا۔ اتوار کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر بیس انبیاء کرام علیہم السلام کو عطا کیا۔ سوموار کا دن حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر تریسٹھ رسولوں علیہم السلام کو عنایت فرمایا۔ منگل کا دن حضرت سلیمان علیہ السلام اور دیگر پچاس انبیاء کرام علیہم السلام کو دیا۔ بدھ کا دن حضرت یعقوب علیہ السلام اور دیگر پچاس انبیاء کرام علیہم السلام کو دیا۔ جمعرات کا دن حضرت آدم علیہ السلام اور دوسرے پچاس انبیاء کرام کو عطا فرمایا اور جمعۃ المبارک کا دن خاص اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا یا اللہ! میری امت کا کیا حصہ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! جمعۃ المبارک بھی میرا دن ہے اور جنت بھی میری ملک ہے۔ میں نے جمعہ اور جنت دونوں آپ کی امت کو دے دیے، اور جنت کے ساتھ ساتھ میں بھی آپ کی امت کے لیے ہوں۔

بدھ، جمعرات اور جمعہ کا روزہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی بدھ، جمعرات اور جمعہ کا روزہ رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں موتیوں، یاقوت اور زمرد سے محل بنائے گا اور اس کو جہنم سے آزادی کا پروانہ عطا فرمائے گا۔ ایک دوسری روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی ہر مہینے تین دن جمعرات، جمعہ اور ہفتے کا روزہ رکھے اللہ تعالیٰ اس کے لیے نو سو سال کی عبادت کا ثواب لکھ دیتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہفتے اور اتوار کے دن روزہ رکھو اور یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا، ہر سوموار اور جمعرات کے دن آسمان کے دروازے کھلتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر غیر مشرک بندے کی مغفرت فرماتا ہے، البتہ ان دو آدمیوں کی مغفرت نہیں ہوتی جن کے درمیان بغض و عداوت ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "انتظار کرو حتیٰ کہ آپس میں صلح کریں"۔ ایک روایت میں ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر و حضر میں ان دونوں کا روزہ نہیں چھوڑتے تھے اور آپ فرماتے ان دو دنوں میں اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔

ایّام بیض کے روزے اور ان کے فضائل

ایام بیض کے روزوں کی فضیلت بہت زیادہ ہے حضرت علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں۔ تیرھویں تاریخ کا روزہ تین ہزار سال کے روزوں کے برابر

ہے۔ چودہویں تاریخ کا روزہ دس ہزار سال کے روزوں کے برابر ہے اور پندرھویں تاریخ کا روزہ ایک لاکھ تیرہ ہزار سالوں کے روزوں کے برابر ہے۔

حضرت ابواسحاق، حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہینے میں تین دنوں تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخ کے روزے عمر بھر کے روزوں کے برابر ہیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جس نے مہینے میں تین روزے رکھے گویا اس نے عمر بھر روزے رکھے"۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس کی تصدیق فرمائی ہے۔ اللہ تعالے ارشاد فرماتا ہے۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا۔ جو آدمی ایک نیکی کرے اس کیلئے اس کا دس گنا ثواب ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر و حضر میں ایام بیض کے روزے نہیں چھوڑتے تھے۔

حضرت شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سُنا وہ فرماتے ہیں میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص سفر و حضر میں ہر مہینے کے تین روزے رکھے صبح کی دو رکعتیں پڑھے اور وتر دل کو نہ چھوڑے اس کے لیے ایک شہید کا ثواب لکھا جاتا ہے۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ میں بین تین کام نہ چھوڑوں یہاں تک کہ آپ سے ملاقات کر لوں، ہر مہینے کے تین روزے، سونے سے پہلے وتر پڑھنا اور چاشت کی نماز۔

عبدالملک بن ہارون بن عنترہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سُنا انھوں نے فرمایا میں ایک دن دوپہر کے وقت بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا۔ آپ اپنے حجرۂ مبارک میں تھے۔ میں نے سلام عرض کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا میرے قریب ہو جاؤ۔ میں آپ کے قریب ہو گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ حضرت جبریل علیہ السلام تمہیں کہتے ہیں ہر مہینے تین روزے رکھو، پہلے روزے کے بدلے تمہارے لیے تیرہ ہزار سال کا ثواب لکھا جائے گا۔ دوسرے دن کے بدلے تیس ہزار سال کے برابر اور تیسرے دن کے بدلے ایک لاکھ سال کا ثواب لکھا جائے گا

آپ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا یہ ثواب خاص میرے لیے ہے یا تمام لوگوں کے لیے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہیں یہ ثواب عطا فرمائے گا اور ان لوگوں کو جو تمہارے بعد یہ عمل کریں گے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ کون سے دن ہیں؟ آپ نے فرمایا ایام بیض تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخ ہے۔

ایام بیض کی وجہ تسمیہ

حضرت عنترہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے عرض کیا ان دنوں کو ایام بیض کیوں کہا جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا جب حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین پر اتارا گیا تو سورج نے

آپ کو جلا دیا یہاں تک کہ آپ کا جسم سیاہ ہو گیا چنانچہ حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور انھوں نے کہا اے آدم علیہ السلام! کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا جسم سفید ہو جائے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ انھوں نے کہا تو آپ مہینے کی تیرھویں چودھویں اور پندرھویں تاریخ کا روزہ رکھیں۔ چنانچہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے پہلے دن روزہ رکھا تو جسم کا تہائی حصّہ سفید ہو گیا پھر دوسرے دن روزہ رکھا تو دو تہائی جسم سفید ہو گیا پھر تیسرے دن روزہ رکھا تو تمام جسم سفید ہو گیا۔ اسی لیے ان دنوں کو ایّام بیض کہا جاتا ہے۔

حضرت ذر بن حبیش رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایام بیض کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا میں نے ان دنوں کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا آپ نے فرمایا جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی اور آپ نے درخت کا پھل کھایا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی بھیجی، فرمایا اے آدم علیہ السلام میرے پڑوس سے اتر جائیں۔ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! میری نافرمانی کرنے والا میرے پڑوس میں نہیں رہ سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام زمین پر اترے اس وقت آپ کا جسم سیاہ ہو چکا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس پر فرشتوں نے رونا چیخنا شروع کر دیا اور عرض کیا یا اللہ! تو نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے دستِ قدرت سے پیدا کیا انھیں اپنی جنت میں ٹھہرایا، ان کے سامنے فرشتوں سے سجدہ کرایا اور پھر ایک لغزش کے سبب ان کے سفید جسم کو سیاہ کر دیا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ آپ اس دن یعنی تیرہ تاریخ کا روزہ رکھیں آپ نے روزہ رکھا تو جسم کا تہائی حصہ سفید ہو گیا پھر وحی بھیجی کہ اس دن یعنی چودہ تاریخ کا روزہ رکھیں آپ نے روزہ رکھا تو دو تہائی جسم سفید ہو گیا پھر وحی بھیجی کہ پندرھویں تاریخ کا روزہ رکھیں۔ آپ نے روزہ رکھا چنانچہ تمام جسم سفید ہو گیا اسی وجہ سے ان دنوں کو ایام بیض کہتے ہیں۔

قتیبی نے "ادب الکاتب" میں کہا ہے کہ عربی لوگ ان دنوں کو اس لیے ایام بیض کہتے ہیں کہ ان کی راتوں میں اوّل سے آخر تک چاند کی روشنی رہتی ہے۔

ہمیشہ کے روزے

حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "افضل روزہ حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے۔ اور جس نے عمر بھر روزہ رکھا اس نے اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دیا۔"

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا جس نے عمر بھر کا روزہ رکھا اس پر جہنم اس طرح تنگ ہو جاتی ہے آپ نے نوے (کے ہندسے) کا گھیرا بنایا۔

حضرت شعیب، حضرت سعد بن ابراہیم سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

لہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اپنا نائب بنایا اور منشاء خداوندی یہی تھا کہ آپ اور آپ کی اولاد زمین پر رہیں، اس لیے آپ کو زمین پر اتارا گیا، اور پھل کھانے کا واقعہ شیطان کے پھسلانے سے وقوع پذیر ہوا۔ چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کا عظیم مرتبہ و مقام ہے لہٰذا ہمیں آپ کے بارے میں کسی قسم کا غلط لفظ استعمال کر کے ایمان ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ ۱۲ ہزاروی۔

ہمیشہ روزہ رکھتی تھیں۔

حضرت یعقوب فرماتے ہیں ہم سے ہمارے والد نے بیان کیا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے وفات سے پہلے چالیس سال روزہ رکھا۔

ابو ادریس عائذ اللہ فرماتے ہیں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے روزے رکھے یہاں تک کہ کمزور ہو کر چاند کی طرح لاغر ہو گئے میں نے پوچھا اے ابو موسیٰ! تم اپنے نفس کو آرام دیجئے۔ آپ نے فرمایا میں اسے آرام ہی تو دینا چاہتا ہوں۔ میں نے دیکھا ہے کہ دوڑ میں وہی گھوڑے آگے نکلتے ہیں جن کو مشاق بنا کر دبلا پتلا کر دیا جائے۔

ابو اسحاق ابن ابراہیم فرماتے ہیں مجھ سے عمار راہب نے بیان کیا میں نے سکینہ غفاریہ کو خواب میں دیکھا اور وہ ابلہ کے مقام پر عیسیٰ بن زاذان کی مجلس میں ہمارے ساتھ شریک ہوتی تھیں اور اس مقصد کے لیے بصرہ سے آتی تھیں۔ عمار کہتے ہیں میں نے (خواب میں) اس سے کہا اے سکینہ! عیسیٰ کے ساتھ کیا سلوک ہوا؟ اس نے مسکرا کر کہا اسے قیمتی حُلّہ پہنایا گیا اور خدام اس کے گرد لوٹے لیے پھرتے ہیں پھر ان کو زیور پہنایا گیا اور کہا گیا اے قاری! درجات میں بڑھتا جا مجھے اپنی بقا کی قسم تجھے روزوں نے پاک کر دیا۔ عیسیٰ رحمہ اللہ اتنے روزے رکھتے تھے کہ ان کی پیٹھ دوہری ہو گئی اور آواز بھی نہیں نکلتی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں جہاد کی وجہ سے روزے نہیں رکھتے تھے حضور علیہ السلام کے انتقال کے بعد میں نے ان کو عید الفطر اور قربانی کے دن (نیز ایام تشریق) کے علاوہ روزے کے بغیر نہیں دیکھا۔

حضرت ابو بکر بن عبد الرحمن بن حارث بن ہشام رحمہم اللہ فرماتے ہیں مجھ سے ایک ایسے شخص نے بیان کیا جس نے خود مشاہدہ کیا کہ گرمیوں کے دنوں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھا ہوا ہے اور سخت گرمی اور پیاس کی وجہ سے آپ اپنے سر پر پانی ڈال رہے ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار فرماتے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں جو بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! مجھے اس شخص کے بارے میں بتائیں جو عمر بھر روزہ رکھتا ہے آپ نے فرمایا اس نے نہ روزہ رکھا اور نہ ہی افطار کیا حدیث سے وہ آدمی مراد ہے جو عمر بھر کا روزہ یوں رکھتا ہے کہ عید کے دنوں اور ایام تشریق میں بھی روزہ رکھتا ہے، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اسی طرح فرمایا ہے۔

لیکن اگر کوئی شخص ان دنوں کو چھوڑ کر باقی دنوں کا روزہ رکھے تو اس کے حق میں ممانعت نہیں ہے بلکہ اس کے لیے وہی فضیلت ہے جس کا ہم نے ذکر کیا۔

عام روزہ کی فضیلت

حضرت سلام بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رضائے خداوندی کے حصول کے لیے ایک دن کا روزہ رکھے، اسے اللہ تعالیٰ جہنم سے اسقدر دور رکھے گا کہ کوّے

کا بچہ اڑنا شروع کر دے اور اُڑتے اُڑتے آخری عمر کو پہنچے اور مر جائے۔ (اور وہ مسافت ختم نہ ہو) کہتے ہیں کوا پانچ سو سال تک زندہ رہتا ہے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک دن کا روزہ رکھے اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان ایک ایسی خندق کر دے گا جس کی چوڑائی آسمان و زمین کے درمیانی فاصلے جتنی ہو گی۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے ایک دن کا روزہ رکھے اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو جہنم سے ستر برس کی مسافت دور کر دے گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے ہیں جو شخص روزے کی حالت میں صبح کرے اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، اس کے اعضاء تسبیح کہتے ہیں اور آسمان دنیا والے اس کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے اور اگر وہ ایک رکعت یا دو رکعتیں نفل پڑھے تو اس کے لیے آسمان روشن کیا جاتا ہے اور حوروں میں سے اس کی بیویاں کہتی ہیں یا اللہ! اسے ہمارے پاس بھیج دے ہم اسے دیکھنے کی مشتاق ہیں اگر وہ تہلیل و تسبیح بھی کرے تو اس سے ستر ہزار فرشتے ملاقات کرتے ہیں اور اس کی تسبیحات لکھتے ہیں یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے۔

حضرت ابو صالح رحمہ اللہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان جو نیکی کرتا ہے اسکا ثواب دس سے لیکر سو بلکہ سات سو تک دیا جاتا ہے البتہ روزہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ بعض کتب میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا اور روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری سے زیادہ خوشبو دار ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص کو اس کا روزہ کھانے پینے سے روکے حالانکہ وہ اس کی خواہش رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے جنت کے پھل اور مشروب کھانے پینے کو دے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر عمل والے کو اس عمل کے مطابق جنت کے خاص دروازے سے پکارا جائے گا لیکن روزہ داروں کے لیے ایک دروازہ ہے جس سے ان کو بلایا جائیگا اس کو باب الریان کہتے ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کوئی شخص ایسا بھی ہے جس کو ان تمام دروازوں سے بلایا جائے آپ نے فرمایا ہاں اور مجھے امید ہے اے ابو بکر! آپ ان میں سے ہوں گے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر چیز کا ایک دروازہ ہے اور عبادت کا دروازہ روزہ ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزے کے ذریعے اپنے دلوں کو صاف رکھو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ نصف صبر ہے نیز ہر چیز کی زکوٰۃ ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے۔

حضرت ابو اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزے دار کی نیند عبادت ہے اس کی خاموشی تسبیح ہے اور اسکا عمل مقبول ہوتا ہے۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن روزے داروں کے سامنے سونے کا دستر خوان بچھایا جائے گا جس پر مچھلی ہوگی وہ اس سے کھائیں گے اور دوسرے لوگ دیکھتے رہ جائیں گے۔

حضرت احمد بن ابی الحواری فرماتے ہیں مجھ سے ابو سلیمان نے ذکر کیا کہ ابو علی الاصم نے مجھے ایک معتبر حدیث بتائی وہ یہ کہ قیامت کے دن روزے داروں کے لیے دستر خوان بچھایا جائے گا وہ اس سے کھائیں گے اور لوگ حساب دے رہے ہوں گے۔ حضور نے فرمایا وہ کہیں گے اے ہمارے رب! ہمارا حساب ہو رہا ہے اور یہ کھا رہے ہیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا انھوں نے دنیا میں ایک طویل عرصہ روزہ رکھا اور تم کھاتے رہے وہ عبادت کے لیے کھڑے ہوتے اور تم سوئے ہوتے تھے۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: روزے دار جب اپنی قبروں سے نکلیں گے تو ان کے منہ سے کستوری کی خوشبو آ رہی ہوگی ان کے لیے جنت سے خوان آئے گا جس سے وہ کھائیں گے اور وہ عرش کے سائے میں ہوں گے۔

حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ روزے دار جس چیز سے افطار کرے اس کا حساب نہیں ہوگا۔

حضرت ابو صالح رحمہ اللہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا وہ میری رضا جوئی کے لیے اپنی خواہشات اور کھانا پینا چھوڑتا ہے روزہ ڈھال ہے اور روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں، ایک خوشی افطار کے وقت ہوتی ہے اور دوسری اپنے رب سے ملاقات کے وقت ہوگی اور روزے دار کے منہ کی بُو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری سے زیادہ خوشبو دار ہوتی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ ڈھال ہے جس کے ذریعے بندہ جہنم سے محفوظ رہتا ہے۔

حضرت سعید بن جبیر، حضرت ابن عمر سے وہ حضرت عمر ابن خطاب (رضی اللہ عنہم) سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا مجھے دنیا کی کسی نعمت کے چھوٹنے کا افسوس نہیں البتہ یہ افسوس ہے کہ دوپہر کے وقت روزے اور نماز کی طرف چلنا رہ جائے گا۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے لیے نفلی روزہ رکھے پھر اسے زمین بھر سونا دیا جائے تب بھی حساب کے بغیر اس کا ثواب پورا نہیں ہوگا۔

———...———

شب بیداری

رات کے اوراد و وظائف، قیام اللیل کی فضیلت اور اس کی ترغیب جو صحیح بخاری و مسلم اور دیگر کتب میں مروی روایات سے ثابت ہے۔

حضرت شقیق، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک آدمی کا ذکر کیا گیا کہ یارسول اللہ! فلاں آدمی رات بھر سوتا ہے نماز نہیں پڑھتا، آپ نے فرمایا اس کے کان میں شیطان نے پیشاب کیا ہے۔

ایک روایت میں ہے جب کوئی شخص سوتا ہے تو شیطان اس کے سر پر تین گرہیں لگا دیتا ہے اگر اُٹھ بیٹھے اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے پھر اگر وضو کرے تو دوسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اس کے بعد اگر دو رکعتیں پڑھے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور وہ صبح کے وقت نہایت ہشاش بشاش اور خوش دل ہوتا ہے ورنہ سُست سُست اور خبیث النفس ہوتا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ شیطان کے پاس کچھ چیزیں ناک میں ڈالنے کی ہیں کچھ چاٹنے اور کچھ چھڑکنے کی، جب وہ کسی کے ناک میں چڑھاتا ہے تو وہ شخص بداخلاق ہو جاتا ہے اور اگر وہ شخص اسے چاٹ لیتا ہے تو اس کی زبان پر بری باتیں جاری ہوتی ہیں اور جب وہ کچھ چھڑکتا ہے تو انسان صبح تک سویا رہتا ہے۔

رات کی نماز میں لمبا قیام کرنا سنت ہے اور یہ دو دو رکعتیں ہیں دن کی نماز میں رکوع و سجود کی کثرت ہونی چاہیے ایک سلام کے ساتھ چار رکعتیں پڑھنا بھی جائز ہے رات کی نماز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں زائد، فرض اور قربت و کرامت کا باعث تھی اور آپ کی امت کے حق میں فرائض کی تکمیل کا سبب ہے۔ حضرت سالم، حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں جب کوئی شخص خواب دیکھتا تو آپ کے سامنے بیان کرتا۔ میں نے سوچا کاش میں بھی کوئی خواب دیکھوں اور آپ کی خدمت میں بیان کروں۔ فرماتے ہیں میں ابھی نوجوان (غیر شادی شدہ) لڑکا تھا اور عہد نبوی میں مسجد میں سویا کرتا تھا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے مجھے پکڑ کر جہنم کی طرف لے گئے۔ کنویں کی طرح دوزخ کے گرد بھی منڈیر بنی ہوئی تھی اور چرخ کے دو ڈنڈوں کی طرح وہاں بھی دو ڈنڈے تھے میں نے وہاں کچھ لوگوں کو دیکھ کر پہچان لیا اور کہنا شروع کر دیا "میں جہنم سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں"۔ پھر ہماری ملاقات ایک دوسرے فرشتے سے ہوئی اس نے مجھے کہا خوف نہ کھا! میں نے یہ خواب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا آپ نے فرمایا عبداللہ کیا ہی اچھا بندہ ہے کاش وہ رات کو نماز پڑھتا۔ راوی فرماتے ہیں (اس کے بعد) حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ رات کو بہت کم سوتے تھے۔

حضرت ابوسلمہ، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا " فلاں کی طرح نہ ہو جانا وہ رات کو (نماز کے لیے) قیام کرتا تھا۔ پھر اس نے

چھوڑ دیا۔ ؎۱

حضرت ابوصالح ابن شہاب سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں مجھے علی بن حسین نے بتایا انھیں ان کے والد حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ایک رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے تو مجھے اور اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سویا ہوا پایا۔ آپ نے فرمایا کیا تم نماز نہیں پڑھتے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہماری جانیں تو اللہ کے قبضہ میں ہیں اگر وہ ہمیں اٹھانا چاہے تو اٹھا دے، جب میں نے یہ بات کہی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ آپ نے کوئی جواب نہ دیا البتہ میں نے سنا کہ آپ واپسی پر اپنے زانوؤں پر ہاتھ مارتے ہوئے فرما رہے تھے "انسان بڑا جھگڑالو ہے"۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بندہ رات کی گھڑیوں میں دو رکعتیں پڑھ لے تو وہ دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے۔ اگر مجھے امت پر بوجھ کا ڈر نہ ہوتا تو میں اسے فرض قرار دیتا۔

حضرت ابومسلم فرماتے ہیں میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے پوچھا رات کی کون سی نماز بہتر ہے۔ انھوں نے فرمایا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا آدھی رات کی نماز۔ (جوف اللیل یا نصف اللیل کے الفاظ فرمائے) اور ایسا کرنے والے لوگ بہت کم ہیں۔

بعض روایات میں ہے حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا الٰہی! میں تیری عبادت کرنا چاہتا ہوں۔ (اس کے لیے) کونسا وقت افضل ہے؟ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی اے داؤد علیہ السلام! رات کے اوّل اور آخر میں نہ کھڑا ہو کیونکہ جو آدمی شروع رات میں کھڑا ہوتا ہے آخر میں سو جاتا ہے اور جو آخر میں کھڑا ہوتا ہے شروع میں نہیں کھڑا ہو سکتا (سو جاتا ہے) آپ رات کے درمیان میں قیام کریں میں آپ کی خلوت میں ہوں اور آپ میری خلوت میں ہوں اور میری بارگاہ میں اپنی حاجات پیش کریں۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں درمیان شب میں پابندی کے ساتھ قیام اور راہِ الٰہی میں مال خرچ کرنے سے بڑھ کر بندے کا کوئی عمل آنکھوں کی ٹھنڈک، پیٹھ کو ہلکا رکھنے والا اور دل کو خوش رکھنے والا نہیں۔

رات کی نماز سے وحشت قبر دور ہوتی ہے

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے تھے، اے لوگو! میں تمہارا خیر خواہ ہوں، میں تم پر شفیق ہوں، قبر کی وحشت دور کرنے کے لیے رات کے اندھیرے میں نماز پڑھو، قیامت کی گرمی سے بچنے کے لیے روزہ رکھو، سخت دن کے خوف سے صدقہ کرو۔ اے لوگو! میں تمہارا خیر خواہ ہوں اور تم پر شفیق ہوں۔

؎۱ - آپ کے اس ارشاد گرامی کا مطلب یہ ہے کہ جو بھی نفل عبادت شروع کی جائے وہ ہمیشہ پڑھی جائے چاہے کم ہی کیوں نہ ہو ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ شروع شروع میں شوق کی بناء پر زیادہ رکعات پڑھی جائیں اور پھر بالکل ہی ترک کر دیں۔ وہ عبادت پسندیدہ ہے جو ہمیشہ کی جائے۔ ۱۲ ہزاروی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رات کا تہائی حصہ باقی رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ (اپنی شان کے مطابق) آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے اور اعلان کرتا ہے، کون ہے جو مجھے پکارے میں اس کی دعا قبول کروں۔ کون ہے، جو مجھ سے بخشش مانگے میں اسے بخش دوں، کون ہے جو مجھ سے رزق مانگے میں اسے رزق عطا کروں۔ کون ہے جو تکلیف کا ازالہ چاہے میں اس کی تکلیف دور کر دوں، صبح تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ہر رات کے آخری تہائی حصے میں اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے: ہے کوئی بخشش مانگنے والا جس کو میں بخش دوں۔ ہے کوئی دعا مانگنے والا کہ اس کی دعا قبول کی جائے۔ ہے کوئی سوال کرنے والا کہ اس کا سوال پورا کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رات کے آخری حصہ میں نماز کو مستحب سمجھتے تھے۔

قبولیت دعا کا وقت

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا گیا رات کے کس حصے میں دعا زیادہ قبول ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا رات کے درمیان میں اور فرض نمازوں کے بعد۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین روزہ حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے آپ نے نصف زمانہ روزہ رکھا اور بہترین نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے آپ آدھی رات آرام فرماتے اور رات کے آخری حصے میں نماز پڑھتے یہاں تک کہ رات کا چھٹا حصہ باقی رہ جاتا۔ دوسری حدیث میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس طرح مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے حضرت داؤد علیہ السلام کا طریقہ نماز زیادہ پسند ہے۔ آپ نصف رات آرام فرماتے پھر کھڑے ہوتے پھر آرام فرماتے پھر رات کی آخری تہائی میں نماز کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں رات کو تین حصوں میں تقسیم کرتا ہوں۔ ایک تہائی سوتا ہوں ایک تہائی نماز پڑھتا ہوں اور ایک تہائی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ یاد کرتا ہوں۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رات کی نماز کو دن کی نماز میں اس طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح پوشیدہ صدقہ دینا ظاہر دینے سے افضل ہے۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رات کی ایک رکعت دن کی دس رکعتوں سے بہتر ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا: رات کی کس گھڑی میں دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔ انھوں نے جواب دیا سحری کے وقت عرشِ الٰہی لرز اٹھتا ہے۔ (یعنی نزولِ خداوندی ہوتا ہے۔)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کو نماز پڑھنا اختیار کرو یہ تم سے پہلے کے نیک لوگوں کا طریقہ ہے رات کا قیام اللہ تعالیٰ کی قربت، گناہوں کا کفارہ، برائیوں کا سدِباب اور جسمانی بیماریوں کے ازالہ کا باعث ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات میں ایک ایسی ساعت ہے

کہ اگر بندہ اس وقت کچھ مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے عطا فرماتا ہے اور یہ ہر رات میں ہے۔ علماء کرام فرماتے ہیں۔۔ جمعۃ المبارک کی ساعت قبولیت اور لیلۃ القدر کی ایک ساعت قبولیت کی طرح یہ بھی ایک ساعت ہے لیکن یہ سال بھر میں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ رات میں ایک ایسا وقت ہے جس میں ہر آنکھ والا سو جاتا ہے اور غافل ہو جاتا ہے سوائے حیّ و قیّوم ذات کے جسے فنا نہیں شاید یہی وہ ساعت ہو۔

حضرت عمر بن عتبہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے آپ نے فرمایا رات کے آخری حصے میں نماز ضرور پڑھو۔ کیونکہ یہ حاضری کا وقت ہے اس وقت رات اور دن کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز شبینہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز جو بخاری مسلم کی متفق علیہا روایات سے ثابت ہے:

حضرت ابو اسحاق فرماتے ہیں میں اپنے بھائی اور دوست اسود بن یزید کے پاس آیا اور میں نے کہا اے ابو عمرو! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو کچھ آپ سے بیان کیا ہے مجھے بتائیے۔ انھوں نے فرمایا ام المومنین فرماتی ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے شروع میں آرام فرماتے اور آخری حصہ شب میں عبادت کرتے، پھر اگر آپ کو زوجہ سے حاجت ہوتی تو اسے پورا کرتے لیکن غسل کیے بغیر آرام فرماتے، پھر جب پہلی اذان (اذانِ فجر) ہوتی تو یکدم کھڑے ہو جاتے۔ اللہ کی قسم! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ نہیں فرمایا کہ آپ کھڑے ہو جاتے اور اپنے اوپر پانی بہاتے اور نہ یہ فرمایا کہ آپ غسل فرماتے لیکن میں سمجھتا ہوں آپ کا مقصد یہی تھا اور اگر آپ کو غسل کی حاجت نہ ہوتی تو نماز کے وضو جیسا وضو کر کے نماز ادا فرماتے۔

حضرت کریب، حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں میں ایک رات حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر تھا۔ میں بچھونے کے چوڑائی کی جانب لیٹ گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی زوجۂ مطہرہ لمبائی کی طرف آرام فرما ہو گئے۔ جب آدھی رات یا اس سے کچھ پہلے یا بعد کا وقت ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے، آپ اٹھ بیٹھے اپنے ہاتھوں سے آنکھوں کو مل کر نیند کے اثرات دور کیے پھر سورۂ آلِ عمران کی آخری دس آیات تلاوت فرمائیں اس کے بعد ایک لٹکے ہوئے مشکیزے کی طرف کھڑے ہوئے اور اس سے نہایت عمدہ وضو کیا پھر آپ نے نماز ادا فرمائی۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں کھڑا ہوا اور اس طرح کیا جو کچھ حضور نے کیا تھا پھر آپ کے بائیں پہلو میں کھڑا ہو گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرا دایاں کان مروڑا (اور مجھے دائیں طرف کر دیا) چنانچہ آپ نے دو دو رکعتیں کر کے دس رکعات پڑھیں پھر وتر پڑھ کر لیٹ گئے۔ یہاں تک کہ مؤذن آ گیا۔ اس کے بعد آپ نے اٹھ کر دو مختصر رکعتیں پڑھیں پھر (مسجد کی طرف) تشریف لے گئے اور صبح کی نماز ادا فرمائی۔

حضرت ابو سلمہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں ام المومنین فرماتی ہیں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے پچھلے پہر اپنے ہاں آرام کرتے ہوئے پاتی تھی، یعنی وتر پڑھنے کے بعد۔

عبادت کی پابندی

حضرت مسروق، حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت کرتے ہیں آپ فرماتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ عمل پسند تھا جو ہمیشہ کیا جائے۔ میں نے عرض کیا آپ رات کے کس حصے میں اٹھتے تھے فرمایا جب مرغ کی بانگ سنتے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کو نماز پڑھو چاہے چار رکعتیں ہوں (رات کو) نماز پڑھو چاہے دو رکعتیں ہوں۔ جب گھر والے رات کی نماز پڑھتے ہوں ان لوگوں کو منادی اعلان کرتا ہے " اٹھو اپنی نماز کے لیے "۔

حضرت ابوسلمہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خوش آوازی کے ساتھ قرآن سنتا ہے اس طرح کچھ اور نہیں سنتا۔

حضرت عروہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ آپ فرماتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو رات کے وقت قرآن کی ایک سورت پڑھتے ہوئے سنا تو فرمایا اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے اس نے مجھے فلاں فلاں آیات یاد دلا دیں جو میں فلاں فلاں سورت سے بھول گیا تھا۔

نماز کی مقدار

حضرت عروہ رحمہ اللہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعتیں (نوافل مع وتر) اور فجر کی دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ رات کو بارہ رکعتیں پڑھتے اور ایک ملا کر وتر بنا دیتے۔ ایک قول یہ ہے کہ دس رکعتیں پڑھتے اور ایک ملا کر اسے وتر بنا دیتے۔

نمازِ تہجد کی فضیلت

اللہ تعالیٰ نے رات کے وقت قیام کرنے والوں کا اپنی کتاب میں یوں ذکر فرمایا:

كَانُوْا قَلِيْلًا مَّا يَهْجَعُوْنَ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ۔
وہ رات میں کم سویا کرتے اور پچھلی رات استغفار کرتے۔

نیز ارشادِ خداوندی ہے:

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا۔
ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں وہ خوف اور امید سے اپنے رب کو پکارتے ہیں۔

ارشادِ خداوندی ہے:

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا
کیا وہ جسے فرمانبرداری میں رات کی گھڑیاں سجود

وَقَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ۔

اور قیام میں گزریں آخرت سے ڈرتا اور اپنے رب کی رحمت کی آس لگائے ہوئے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا

وہ لوگ جو اپنے رب کے لیے سجدے اور قیام میں رات گزارتے ہیں۔

نیز ارشاد فرماتا ہے:

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔

اور رات کے کچھ حصے میں تہجد کرو یہ خاص تمہارے لیے زیادہ ہے قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ پہلوں اور پچھلوں کو جمع فرمائے گا۔ ایک منادی پکارے گا" وہ لوگ کھڑے ہو جائیں جن کے پہلو بستروں سے الگ ہوتے تھے وہ اپنے رب کو خوف اور امید کے ساتھ پکارتے تھے"۔ چنانچہ وہ کھڑے ہونگے اور ان کی تعداد تھوڑی ہوگی۔ پھر دوبارہ اعلان ہوگا وہ لوگ کھڑے ہو جائیں گے جن کو ان کی تجارت اور خرید و فروخت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے باز نہیں رکھتی تھی۔ چند لوگ کھڑے ہونگے اس کے بعد پھر اعلان ہوگا وہ لوگ کھڑے ہو جائیں جو خوشی اور تکلیف کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے تھے چنانچہ تھوڑے سے لوگ کھڑے ہوں گے۔ اس کے بعد تمام لوگوں کا حساب ہوگا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سحری کے کھانے کے ساتھ دن کے روزے پر اور دوپہر کے آرام (قیلولہ) کے ساتھ رات کے قیام پر مدد حاصل کرو کیونکہ سونے والا آدمی مفلس ہو کر آئے گا اور جو شخص رات بھر سوتا ہے شیطان اس کے کان میں پیشاب کرتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات صبح تک ایک ہی آیت کا بار بار تکرار فرماتے تھے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آرام فرمایا حتی کہ آپ کا جسم میرے جسم سے مل گیا، پھر فرمایا اے عائشہ! تم مجھے اجازت دیتی ہو کہ میں آج رات اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں۔ میں نے عرض کیا اللہ کی قسم! مجھے آپ کا قرب پسند ہے لیکن آپ کی خواہش کو ترجیح دیتی ہوں۔ پھر آپ اٹھے اور قرآن پاک پڑھنے لگے اور ساتھ ساتھ روتے جاتے تھے یہاں تک کہ آنسوؤں سے آپ کے کاندھے مبارک تر ہو گئے۔ پھر بیٹھ کر پڑھنے لگے یہاں تک کہ آپ کے پہلو مبارک کمر تک تر ہو گئے پھر آپ لیٹ گئے اور روتے روتے قرآن پاک پڑھتے رہے یہاں تک کہ آنسوؤں سے وہ چیز بھی تر ہو گئی جو زمین سے متصل تھی۔ اتنے میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کیا آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشش حاصل نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا اے بلال! کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں، آج رات مجھ پر یہ آیت نازل ہوئی ہے:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِی

بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے بدلنے میں عقلمند لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں،

اُولَابِ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِہِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

وہ لوگ جو کھڑے ہوکر بیٹھ کر اور اپنے پہلوؤں پر (لیٹ کر) اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور آسمان وزمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں (کہتے ہیں) اے ہمارے رب! تو نے اسے بیکار پیدا نہیں کیا، تو پاک ہے پس تو ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑھاپا آنے تک رات کی نماز میں سے کچھ بھی بیٹھ کر پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ پھر آپ بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے جب سورت کی تیس یا چالیس آیات رہ جاتیں تو آپ کھڑے ہو جاتے، قرأت کرتے پھر رکوع فرماتے۔

حضرت یعمر بن بشر فرماتے ہیں میں عشاء کے بعد حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے دروازے پر آیا میں نے دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں اور پڑھتے ہیں۔" اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ " جب اس آیت پر پہنچے: "یٰٓاَیُّھَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ۔ "اے انسان! تجھے اپنے کریم رب پر کس نے مغرور کیا) تو ٹھہر گئے اور اسے بار بار لوٹانے لگے یہاں تک کہ رات کا کافی حصہ گزر گیا۔ طلوعِ فجر کے بعد میں دوبارہ آیا تو آپ اسی آیت کو بار بار پڑھ رہے تھے۔ جب دیکھا کہ فجر ہو گئی ہے تو ختم کر دیا پھر فرمایا تیری بردباری اور میری جہالت، تیری بردباری اور میری جہالت" میں نے ان کو اسی حالت میں چھوڑ دیا۔

سردیوں کا موسم اور مؤمن کی بہار

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سردیوں کا موسم مؤمن کی بہار (کا موسم) ہے۔ اس کے چھوٹے دنوں میں وہ روزہ رکھے اور طویل راتوں میں قیام کرے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، قرآن پڑھنے والے کو چاہیے کہ وہ رات کا وقت مقرر کرے جب لوگ سوئے ہوئے ہوں دن کو روزہ رکھے جب لوگ روزے سے نہ ہوں جب لوگ ہنس رہے ہوں تو روئے، اس وقت پرہیزگاری اختیار کرے جب لوگ (حلال حرام کو) مخلوط کر دیں، لوگ فخر وتکبّر کر رہے ہوں، تو عاجزی کرے، وہ خوش ہو رہے ہوں تو روئے اور جب وہ بیہودہ باتوں میں مشغول ہوں تو وہ خاموشی اختیار کرے۔

مغرب وعشاء کے درمیان نماز

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھے اور ان کے درمیان گفتگو نہ کرے وہ بارہ سال کی عبادت کے برابر ہیں۔ زید بن حباب رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ان کے درمیان بُری گفتگو نہ کرے۔ کہا گیا ہے کہ پہلی دو رکعتوں میں سورۂ الکافرون" اور سورۂ اخلاص" پڑھے تاکہ جلدی ادا ہوں کیونکہ وہ مغرب کی نماز کے ساتھ اٹھائی جاتی ہیں اور باقی رکعات میں اگر چاہے تو لمبی قرأت کرے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا جو شخص مغرب کی نماز کے بعد کسی سے گفتگو کرنے سے پہلے چار رکعتیں پڑھے۔ وہ علیین میں اٹھائی جاتی ہیں اور یہ ایسے ہے جیسے اس نے مسجد اقصیٰ میں لیلۃ القدر کو پایا ہو۔ یہ (نوافل) آدھی رات کے قیام سے افضل ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا جو شخص مغرب کی نماز کے بعد چار رکعتیں پڑھے وہ حج کے بعد حج کرنے والے کی طرح ہے۔ میں نے عرض کیا اگر اس کے بعد چھ رکعتیں پڑھے؟ آپ نے فرمایا اس کے پچاس سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جماعت والی مسجد میں مغرب و عشاء کے درمیان ٹھہرا رہے اور نماز و قرآن کے سوا کوئی کلام نہ کرے اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے کہ جنت میں اس کے لیے دو محل بنائے۔ ہر محل کی وسعت ایک سو سال کی مسافت ہو گی۔ ان کے درمیان ایک ایسا درخت لگایا جائے گا جو تمام دنیا والوں کی مہمانی کے لیے کافی ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو مغرب کی نماز سے بڑھ کر کوئی نماز پسند نہیں، اس کے ساتھ بندہ اپنی رات کو شروع کرتا اور دن کو ختم کرتا ہے یہ نماز مقیم و مسافر کسی سے ساقط نہیں ہوتی جو شخص مغرب کی نماز پڑھے اور اس کے بعد چار رکعتیں ادا کرے اور کسی ہم مجلس سے گفتگو نہ کرے اللہ تعالیٰ اس کے لیے موتی اور یاقوت سے مرصع دو محل بنائے گا۔ ان کے درمیان ایسے باغات ہوں گے جن کا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو علم نہیں اور اگر مغرب کی نماز پڑھ کر کسی سے گفتگو کیے بغیر چھ رکعات ادا کرے اس کے چالیس سال کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مغرب و عشاء کے درمیان بارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مغرب و عشاء کے درمیان بیس رکعتیں پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ مغرب اور عشاء کے درمیان نماز پڑھتے اور فرماتے یہ "تہجد" کی نماز کے قائم مقام ہے۔

حضرت عبد الرحمٰن بن اسود اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں میں جب بھی مغرب و عشاء کے درمیان حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو آپ کو نماز پڑھتے ہوئے پایا آپ فرماتے یہ غفلت کی ساعت ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ (ان کے پہلو بستروں سے الگ ہوتے ہیں)

حضرت عبد اللہ ابن اوفی رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا جو شخص مغرب کے بعد "الم تنزیل السجدة" اور "تبارک الذی بیده الملک" پڑھے قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا ہو گا اور اس نے رات کا حق ادا کر دیا۔

یہ رکعات جن کے بارے میں روایات آئی ہیں ممکن ہے دو سنتوں سے الگ ہوں اور ہو سکتا ہے ان کو ملا کر ہوں۔

مغرب سے پہلے کی دو رکعتیں

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا میں نہیں پڑھتا۔ اور اگر کوئی پڑھے تو حرج بھی نہیں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ان دو رکعتوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں کسی کو پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔" حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے منع بھی نہیں فرمایا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم عہد رسالت میں سورج غروب ہونے کے بعد مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ آپ سے پوچھا گیا کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ نماز پڑھی ہے انھوں نے فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں پڑھتے ہوئے دیکھتے تھے لیکن آپ نے نہ ہمیں اس کا حکم دیا اور نہ ہی منع فرمایا، حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ کوفہ میں بڑے بڑے صحابہ کرام مثلاً حضرت علی ابن ابی طالب، عبداللہ ابن مسعود، حذیفہ بن یمان، عمار بن یاسر اور ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہم موجود تھے لیکن میں نے کسی کو بھی مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم نے بھی یہ دو رکعتیں نہیں پڑھیں [۱]۔

مغرب و عشاء کے درمیان نماز کی فضیلت

عبدالرحمن بن حبیب حارثی بصری، سعید بن سعد سے وہ ابو طیبہ کرز بن وبرہ حارثی رحمہ اللہ علیہ سے جو ابدال میں سے تھے، روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں میرا بھائی شام سے آیا تو اس نے مجھے ایک تحفہ دیا اور کہا اے کرز! مجھ سے یہ تحفہ قبول کیجئے یہ بہترین تحفہ ہے فرماتے ہیں میں نے کہا اے بھائی! آپ کو یہ تحفہ کس نے دیا ہے۔ انھوں نے فرمایا مجھے یہ تحفہ حضرت ابراہیم تیمی رحمہ اللہ نے دیا ہے۔ میں نے پوچھا کیا آپ نے حضرت ابراہیم تیمی سے پوچھا کہ ان کو یہ تحفہ کس نے دیا فرمایا ہاں میں نے پوچھا تو انھوں نے مجھے جواب دیا میں کعبہ شریف کے سامنے بیٹھا ہوا تسبیح و تہلیل اور تمجید میں مشغول تھا کہ ایک شخص آیا اس نے مجھے سلام کیا اور میری داہنی جانب بیٹھ گیا میں نے اپنے دور میں اس سے زیادہ خوبصورت، عمدہ کپڑوں والا، اچھی خوشبو والا اور سفید کسی کو نہیں پایا۔ میں نے کہا اے اللہ کے بندے تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے؟ اس نے کہا میں خضر ہوں میں تجھے سلام کہنے آیا ہوں اور محض رضائے الٰہی کے سبب تجھ سے محبت کرتا ہوں، میرے پاس ایک تحفہ ہے میں وہ تحفہ تجھے دینا چاہتا ہوں میں نے کہا بتائیں تو سہی یہ تحفہ کیا ہے؟ حضرت خضر علیہ السلام نے جواب دیا سورج طلوع ہونے اور اس کی دھوپ پھیلنے نیز اس کے غروب ہونے سے پہلے سورۂ فاتحہ سات بار قل اعوذ برب

---

[۱] ۔ احادیث مبارکہ کی روشنی میں واضح ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین اور دیگر اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مغرب سے پہلے دو رکعتیں نہیں پڑھتے تھے اس کی وجہ یہ ہے کہ مغرب کا وقت کم ہوتا ہے لہٰذا نوافل بعد میں پڑھے جائیں۔ ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ ۱۲ ہزاروی۔

الناس سات مرتبہ، قل اعوذ برب الفلق سات بار، قل ھو اللہ احد سات بار، قل یا ایھا الکافرون سات بار اور آیت الکرسی سات بار پڑھو۔ اسی طرح سات سات بار الحمد للہ، لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہو اور سات بار بارگاہ نبوی میں ہدیہ درود بھیجو۔ اس کے بعد اپنے لیے، اپنے والدین اور تمام مومن مردوں اور عورتوں کے لیے بخشش کی دعا مانگو۔ استغفار کے بعد سات بار یہ دعا مانگو:

اَللّٰھُمَّ رَبِّ افْعَلْ بِیْ وَبِھِمْ عَاجِلًا وَّاٰجِلًا فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ مَا اَنْتَ لَہٗ اَھْلٌ وَلَا تَفْعَلْ بِنَا یَا مَوْلَانَا مَا نَحْنُ لَہٗ بِاَھْلٍ اِنَّکَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ جَوَادٌ کَرِیْمٌ بَرٌّ رَؤُفٌ رَّحِیْمٌ۔

اے اللہ! میرے ساتھ اور ان کے ساتھ جلدی اور دیر سے، دین اور دنیا اور آخرت میں وہ سلوک فرما جو تیری شان کے لائق ہے۔ اے ہمارے مالک! ہمارے ساتھ وہ کچھ نہ کر جس کے ہم اہل نہیں بے شک تو بخشنے والا بردبار سخاوت فرمانے والا کریم اچھا سلوک کرنے والا مہربان اور رحیم ہے۔

دیکھو اسے صبح وشام کبھی نہ چھوڑنا کیونکہ جس نے مجھے یہ تحفہ دیا اس نے کہا ہے کہ اسے زندگی میں ایک مرتبہ پڑھو۔ میں نے کہا مجھے بتائیں آپ کو کس نے یہ تحفہ دیا ہے، انھوں نے جواب دیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ تحفہ دیا ہے۔ ابراہیم تیمی فرماتے ہیں میں نے حضرت خضر علیہ السلام سے پوچھا مجھے ایسی چیز بتائیے جس کے پڑھنے سے مجھے خواب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو جائے اور میں آپ سے پوچھوں کہ آپ نے یہ تحفہ حضرت خضر علیہ السلام کو دیا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے پوچھا کیا تم مجھ پر (جھوٹ بولنے کی) تہمت لگاتے ہو۔ میں نے کہا اللہ کی قسم نہیں بلکہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زبان سے سننا چاہتا ہوں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا اگر تو خواب میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہونا چاہتا ہے تو جان لے!!

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کرنا

مغرب کی نماز پڑھ کر عشاء کی نماز تک نفل نماز پڑھ اس دوران کسی سے گفتگو نہ کرنا اپنی نماز میں مشغول رہنا ہر دو رکعتوں پر سلام پھیرنا، ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ اور سات بار سورۂ اخلاص پڑھو، پھر عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھو اور کسی سے کلام کیئے بغیر گھر آجاؤ، وتر ادا کرو اور پھر سوتے وقت دو رکعتیں پڑھو ہر رکعت میں ایک بار سورہ فاتحہ اور سات بار سورۂ اخلاص پڑھو، نماز کے بعد سجدہ کرو اور سجدے میں سات بار استغفار پڑھو، اور سات سات بار سُبْحَانَ اللہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاللہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ اس کے بعد سجدے سے سر اٹھا کر سیدھے بیٹھ جاؤ اور ہاتھ اٹھا کر یوں کہو:

یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَا اِلٰہَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ یَا رَحْمٰنَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَرَحِیْمَھُمَا یَا رَبِّ یَا رَبِّ یَا رَبِّ یَا اَللہُ یَا اَللہُ یَا اَللہُ۔

اے زندہ! اے قائم رکھنے والے! اے عزت جلال والے! اے پہلوں اور پچھلوں کے معبود! اے دنیا و آخرت کے رحمٰن ورحیم، اے میرے رب! اے میرے رب! اے میرے رب! اے اللہ! اے اللہ! اے اللہ!۔

پھر کھڑے ہو جاؤ اور وہی دعا مانگو پھر سجدہ کرو اور سجدے میں وہی دعا مانگو، پھر سر اٹھاؤ اور جیسے چاہو قبلہ رُخ ہو کر سو جاؤ، درود پاک مسلسل پڑھتے رہو یہاں تک کہ تمہیں نیند آجائے۔ حضرت ابراہیم فرماتے ہیں میں نے پوچھا مجھے بتائیں آپ نے یہ دعا کس سے سنی ہے؟ انھوں نے کہا کہ تم مجھے جھوٹا قرار دیتے ہو۔ میں نے کہا اس ذات کی قسم جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا نبی بنا کر بھیجا میں آپ پر تہمت نہیں لگاتا۔

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا جب حضور علیہ السلام نے یہ دعا سکھائی تو میں وہاں حاضر تھا۔ جب آپ نے اس کی نصیحت فرمائی تب بھی میں حاضر تھا تو میں نے اس شخص سے یہ دعا سیکھی جس کو حضور علیہ السلام نے سکھائی تھی حضرت ابراہیم تیمی فرماتے ہیں میں نے کہا اس دعا کا ثواب بھی بتا دیجئے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہاری ملاقات ہو تو آپ سے اس کا ثواب پوچھنا۔ حضرت ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے وہی کچھ کیا جو حضرت خضر علیہ السلام نے بتایا تھا اور میں اپنے بستر پر مسلسل درود شریف پڑھتا رہا۔ حضرت خضر علیہ السلام کی تعلیم اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے (شوق کے) باعث مجھ سے نیند دور ہو گئی۔ میں نے اسی حال میں صبح کی اور فجر کی نماز پڑھی۔ محراب میں بیٹھ گیا یہاں تک کہ سورج بلند ہو گیا۔ میں نے چاشت کی نماز پڑھی اور دل میں کہنے لگا اگر آج رات زندہ رہا تو ایسے ہی کروں گا جیسے کل کیا تھا۔ چنانچہ مجھے نیند آگئی (میں نے دیکھا کہ) فرشتے میرے پاس آئے اور انھوں نے مجھے اٹھا کر جنت میں داخل کر دیا۔ میں نے سرخ یاقوت، سبز زمرد اور سفید موتیوں کے محل دیکھے۔ میں نے شہد، دودھ اور شراب کی نہریں بھی دیکھیں، ایک محل میں مجھے ایک حسین عورت نظر آئی جو مجھے جھانک رہی تھی۔ اس کے چہرے کا نور سورج کی روشنی سے زیادہ تیز تھا، سر کے بال محل کی بلندی سے زمین پر لگ رہے تھے جن فرشتوں نے مجھے وہاں داخل کیا تھا میں نے ان سے پوچھا یہ محل کس کا ہے اور یہ عورت کس کے لیے ہے؟ انھوں نے کہا اس کے لیے جو تیری طرح عمل کرے انھوں نے مجھے اس وقت تک باہر نہیں نکالا جب تک انھوں نے مجھے اس کا پھل نہ کھلایا اور پانی نہ پلایا، پھر مجھے نکال کر اسی جگہ لے آئے جہاں میں پہلے تھا۔ اسی دوران نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کے ساتھ ستر انبیاء کرام علیہم السلام اور فرشتوں کی ستر قطاریں تھیں۔ ہر قطار مشرق و مغرب کے درمیان جتنی تھی آپ نے سلام فرمایا اور میرا ہاتھ پکڑا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے حضرت خضر علیہ السلام نے بتایا کہ انھوں نے یہ حدیث آپ سے سُنی ہے آپ نے فرمایا حضرت خضر علیہ السلام نے صحیح کہا ہے اور انھوں نے جو کچھ بیان کیا حق ہے۔ وہ زمین والوں کے عالم ہیں وہ ابدال کے رئیس ہیں وہ زمین پر اللہ کے لشکروں میں سے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جو کچھ میں نے دیکھا اس کے علاوہ اس عمل کا کیا ثواب ہے؟ آپ نے مجھے فرمایا جو کچھ تم نے دیکھا اور حاصل کیا اس سے بڑھ کر کیا ثواب ہو سکتا تو نے جنت میں اپنا مقام دیکھا اس کا پھل کھایا اور پانی پیا فرشتوں اور انبیاء کرام علیہم السلام کو میرے ساتھ دیکھا حورعین کو دیکھا۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جو آدمی میری طرح عمل کرے اور جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا وہ نہ دیکھے تو اسے بھی وہ کچھ عطا کیا جائے گا جو مجھے عطا ہوا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے اس کے تمام کبیرہ گناہ بخش دیے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس سے اپنے غیظ و غضب کو دور کر دیگا۔

اس ذات کی قسم جس نے مجھے سچا نبی بنا کر بھیجا اس عمل والے کو یہ اعزاز ملے گا جو تجھے عطا ہوا اگرچہ وہ خواب میں جنت نہ دیکھے اور آسمان سے ایک منادی اعلان کرتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ نے اس عامل کو اور مشرق سے مغرب تک تمام مومن مردوں عورتوں کو بخش دیا اور بائیں کاندھے والے فرشتے کو حکم ہوتا ہے کہ آئندہ سال اس کا کوئی گناہ نہ لکھنا۔
حضرت ابراہیم فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اس ذات کی قسم جس نے مجھے آپ کے جمال جہاں آراء کی زیارت کا شرف بخشا اور جنت دکھائی کیا واقعی اس آدمی کو یہ ثواب ملے گا آپ نے فرمایا ہاں یہ تمام لوگوں کو عطا ہوگا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! (پھر تو) ہر مومن مرد و عورت کو چاہیئے کہ وہ سیکھیں اور سکھائیں کیونکہ اس میں بہت زیادہ فضیلت اور ثواب ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے مجھے دنیا میں برحق نبی بھیجا ہے۔ یہ عمل وہی کرے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے نیک بخت پیدا کیا ہے اور بدبخت ہی اس کو ترک کرے گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا اس پر عمل کرنے والے کو اس کے علاوہ بھی کچھ اجر ملتا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے مجھے سچا نبی بنایا جو شخص ایک رات یہ عمل کرے اس کے لیے دنیا کی پیدائش کے دن سے لیکر صور پھونکنے کے دن تک جتنے قطرے آسمان سے اترتے ہیں ان کے برابر نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اور زمین سے اگنے والے ہر دانے کے برابر اس کی برائیاں مٹائی جاتی ہیں۔ پہلوں اور پچھلوں میں سے جو بھی مومن مرد یا عورت یہ عمل کرے۔

شب جمعہ کی نماز

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کی رات دو رکعتیں پڑھے ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ اور آیت الکرسی اور پندرہ بار سورۂ اخلاص پڑھے اور آخر میں ایک ہزار بار یہ درود شریف پڑھے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ۔ — یا اللہ! کسی سے نہ پڑھے ہوئے نبی حضرت محمد پر رحمت نازل فرما۔

وہ خواب میں میری زیارت سے مشرف ہوگا اور آئندہ جمعہ آنے سے پہلے پہلے اسے میری زیارت نصیب ہوگی اس کے لیے جنت ہے اور اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔

نماز عشاء کے بعد نوافل

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جو آدمی نماز عشاء کے بعد چار رکعات پڑھے وہ مسجد حرام میں لیلۃ القدر کو پانے والے کی طرح ہے۔ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے آپ فرماتے ہیں جو آدمی نماز عشاء کے بعد حسن قرأت کے ساتھ پڑھے اس کو لیلۃ القدر (میں عبادت) جیسا ثواب ملتا ہے گویا اس نے لیلۃ القدر میں عبادت کے لیے قیام کیا۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی نماز عشاء کے بعد دو رکعتیں اس

طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ اور بیس بار قل ہو اللہ احد پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں دو محل بنائے گا کہ اہل جنت اس کا نظارہ کریں گے۔

نمازِ وتر

رات کے آخری حصہ میں وتر پڑھنا افضل ہے کیونکہ رات کے پچھلے پہر قیام کی فضیلت ہے جیسے پہلے گزر چکا ہے۔

حضرت نافع، حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہم) کے واسطے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ سے قیامِ لیل کے بارے میں سوال کیا۔ آپ نے فرمایا دو دو رکعتیں ہیں جب تمہیں صبح کا ڈر ہو تو (دو کے ساتھ) ایک اور ملا کر وتر بنا لو۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رات کے آخری حصے میں وتر پڑھتے تھے۔ جبکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رات کے پہلے حصے میں وتر پڑھتے تھے۔ ان دونوں نے اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ وتر کب پڑھتے ہیں۔ آپ نے عرض کیا رات کے پہلے حصے میں سونے سے پہلے پڑھتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ وتر کب پڑھتے ہیں۔ آپ نے عرض کیا رات کے پچھلے حصے میں۔ آپ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا یہ ڈرنے والے ہیں، اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا یہ اپنے نفس پر قوی و مضبوط ہیں۔ [1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں عقلمند لوگ اوّل رات میں وتر پڑھتے ہیں اور قوت رکھنے والے رات کے آخر میں وتر پڑھتے ہیں اور یہ افضل ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی سنت ہونے کی وجہ سے رات کے پہلے حصے میں پڑھنا افضل ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ نے فرمایا میں رات کے پہلے حصے میں وتر پڑھتا ہوں۔ میں جاگتا ہوں تو ایک رکعت پڑھ کر اسے وتر سے ملا دیتا ہوں تاکہ طاق نماز جفت ہو جائے۔ میں اسے اجنبی اونٹ سے تشبیہ دیتا ہوں جسے اس کے ساتھیوں سے ملا دیا جاتا ہے۔ پھر آخر میں وتر پڑھتا ہوں ____ آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ ایک رکعت کے ساتھ قیامِ لیل کرتے اور اس میں ختمِ قرآن فرماتے۔ اسی کو وتر کہا گیا ہے [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں مجھے میرے خلیل ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین

---

[1] اگر کوئی شخص سمجھتا ہے کہ وہ رات کے پچھلے پہر جاگ سکے گا تو وتر بعد میں پڑھنا افضل ہے لیکن اگر نہ جاگ سکتا ہو تو پہلے پڑھ لینے چاہئیں تاکہ رہ نہ جائیں۔ ۱۲ ہزاروی۔

[2] وتر نماز کی تین رکعات ہیں جو ایک ہی سلام سے پڑھی جائیں کیونکہ ایک رکعت نماز نہیں کہلاتی اور اس سے حضور علیہ السلام نے منع فرمایا لہٰذا تین رکعات کو الگ الگ کر کے نہیں پڑھیں گے، علاوہ ازیں دعائے قنوت تیسری رکعت کے رکوع سے پہلے پڑھی جائے گی اور ایسا عمل جو نماز کے منافی ہو نہ کیا جائے مثلاً دونوں ہاتھوں کو چہرے پر ملنا وغیرہ۔ ۱۲ ہزاروی۔

باتوں کی وصیت فرمائی، سونے سے پہلے وتر پڑھنا، ہر مہینے کے تین روزے رکھنا اور چاشت کی دو رکعتیں پڑھنا خاص طور پر وہ شخص جسے ڈر ہو کہ طلوع فجر سے پہلے نہیں جاگ سکے گا۔ اس کے لیے بہتر ہے کہ وہ وتر پڑھ کر سوئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں وتر (پڑھنے) کی تین صورتیں ہیں اگر چاہو تو رات کے پہلے حصے میں پڑھو پھر دو دو رکعتیں پڑھو، اور اگر چاہو تو پہلے ایک رکعت پڑھو پھر جب جاگو تو اسکے ساتھ دوسری ملا لو پھر رات کے آخر میں اسے وتر بنا دو۔ اور اگر چاہو تو رات کے آخری حصہ تک موخر کر دو تاکہ وتر تمہاری آخری نماز ہو جائے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی کو ڈر ہو کہ وہ رات کے آخری حصے میں جاگ نہیں سکے گا وہ رات کے پہلے حصے میں وتر پڑھ لے پھر سو جائے اور جو آخر حصے میں جاگنے کی امید رکھتا ہے وہ وتروں کو مؤخر کرے کیونکہ رات کے آخری حصے میں قیام کے وقت فرشتے حاضر ہوتے ہیں لہٰذا یہ افضل ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کے پچھلے پہر وتر پڑھتے تو اگر آپ کو اپنے گھر والوں سے حاجت ہوتی تو ان کا قرب اختیار فرماتے ورنہ مصلیٰ پر لیٹ جاتے یہاں تک کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ آکر آپ کو نماز کی اطلاع کرتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں آپ نے رات کے ہر حصے میں وتر ادا کیے ہیں۔ شروع میں درمیانی شب میں اور آخری وقت سحری تک کا تھا۔

ایک روایت میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اذان کے قریب وتر ادا فرماتے اور اقامت کے قریب دو رکعت (سنتیں) پڑھتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ تھا کہ عشاء کی نماز پڑھ کر دو رکعتیں پڑھتے پھر چار رکعتیں ادا کرتے پھر جو وتر پڑھنا چاہتا وتر پڑھتا اور جو سونا چاہتا سو جاتا۔

وتر پڑھ کر سو جانا پھر تہجّد کے لیے اٹھنا

جو شخص رات کے شروع میں وتر پڑھ کر سو جائے پھر تہجد پڑھنے کے لیے اٹھے تو کیا اس کے وتر ٹوٹ گئے یا وتر برقرار ہیں اور جو کچھ چاہے پڑھے۔ حضرت امام احمد رحمہ اللہ سے دو روایتیں منقول ہیں ایک یہ کہ وتر نہ توڑے اور فضل بن زیادہ کی روایت میں ہے کہ رات کے آخری حصے میں وتر پڑھنا افضل ہے اگر کسی آدمی کو سو جانے کا خدشہ ہو تو رات کے شروع میں وتر پڑھ لے اور اگر رات کو بیدار ہو تو دو دو رکعتیں پڑھے وتر نہ پڑھے۔ دوسری روایت میں توڑنے کا ذکر ہے۔ فضل بن زیادہ فرماتے ہیں میں نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا کیا آپ کے خیال میں وہ وتروں کو توڑ دے انھوں نے فرمایا نہیں لیکن توڑنے میں حرج بھی نہیں۔ حضرت عمر، علی، اسامہ، عبداللہ ابن عباس اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم نے ایسا کیا ہے وتروں کو توڑنے کی صورت یہ ہے کہ اگر اس نے رات کو ایک رکعت پڑھی اور سو گیا پھر رات کے درمیان نماز کے لیے بیدار ہوا تو ایک رکعت اسی نیت سے پڑھے کہ پہلی رکعت کو توڑا جائے اور جوڑا بنایا جائے پھر سلام پھیر دے، پس اس سے پہلے جو کچھ پڑھا ہے وہ جفت ہو جائیگا پھر دو، دو کی نسبت سے جتنی رکعات پڑھنا چاہے پڑھے، پھر طلوع فجر سے پہلے دو کے ساتھ ایک اور ملا کر وتر بنا دے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا عمل جس کا اس سے پہلے ذکر ہوا اسی بات کو واضح کرتا ہے وتروں کو ان کی حالت پر چھوڑ کر دوبارہ وتر نہ پڑھے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک رات میں دو وتر نہیں ہوتے اگر وتروں

کو نہ توڑے اور جو کچھ چاہے پڑھے تو اس کا جواز ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے۔[۱]

وتروں کی دُعا

جب وتروں کی دوسری رکعت سے سر اُٹھائے تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَهْدِيْكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ كُلَّهٗ نَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْا رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ الْجِدَّ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِيْ فِيْمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِيْ فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا اَعْطَيْتَ وَقِنِيْ شَرَّ مَا قَضَيْتَ اِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ اِنَّهٗ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِعَفْوِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ

یا اللہ! ہم تجھ سے مدد چاہتے ہیں تجھ سے ہدایت اور بخشش طلب کرتے ہیں، تجھ پر ایمان لاتے اور تجھ پر توکل کرتے ہیں۔ تمام بھلائیوں پر تیری تعریف کرتے ہیں تیرا شکر ادا کرتے ہیں اور تیری ناشکری نہیں کرتے ہم تیرے نافرمانوں سے قطع تعلق کرتے ہیں، یا اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں تیرے ہی لیے نماز پڑھتے ہیں۔ اور سجدہ کرتے ہیں تیری ہی طرف دوڑتے اور جلدی کرتے ہیں۔ تیری رحمت کی امید رکھتے ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بلا شبہ تیرا عذاب کافروں کو پہنچنے والا ہے۔ یا اللہ! جن کو تُو نے ہدایت دی ان میں مجھے بھی ہدایت فرما جن کو تُو نے آرام دیا ان میں مجھے بھی آرام عطا فرما۔ جن کا تُو نے کام بنایا ان میں میری بھی کارسازی فرما، جو کچھ تو نے مجھے عطا کیا اسے میرے لیے بابرکت بنا اور اپنے فیصلہ کی بُرائی سے مجھے محفوظ رکھ۔ بے شک تو فیصلہ فرماتا ہے تیرے خلاف فیصلہ نہیں کیا جاتا۔ جس کو تو نے دوست بنایا وہ ذلیل نہیں ہوتا اور جو تیرا دشمن ہے اسے عزت نہیں ملتی۔ اے ہمارے رب! تو بابرکت اور بلند و بالا ہے۔ یا اللہ! میں تیری رضا کے ساتھ تیری ناراضگی سے اور تیرے عفو کے سبب تیرے عذاب سے اور تیرے ساتھ تجھ سے پناہ چاہتا ہوں۔ یا اللہ! جس طرح تو نے اپنی ثنا بیان کی میں کسی حال میں اس طرح تیری تعریف نہیں کر سکتا۔

اگر اس پر اضافہ کرے تو بھی جائز ہے۔ ایک روایت کے مطابق اس کے بعد ہاتھ کو چہرے پر پھیرے۔ دوسری روایت کے مطابق اسے سینے پر پھیرے اگر رمضان کے مہینے میں وتروں کی جماعت میں امامت کے فرائض انجام دے

---

[۱] اگر سونے سے پہلے دو وتر پڑھیں یا سحری کے وقت تینوں رکعتیں اکٹھی پڑھیں گے۔ نیز اگر سونے سے پہلے وتر پڑھ لیے جائیں تو سحری کے وقت جاگنے کی صورت میں دوبارہ وتر نہ پڑھے جائیں۔ ۱۲ ہزاروی۔

رہا، ھدنی وغیرہ تمام صیغوں میں اھدنا عافنا، وغیرہ الف ونون کے جمع کا صیغہ استعمال کرے۔

قیام اللیل اور نیند کا غلبہ

اگر کوئی شخص رات کے وقت نماز پڑھ رہا ہو اور اس پر اونگھ طاری ہو جائے تو اس کے لیے سو جانا بہتر ہے۔ صحیحین کی روایت میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو نیند میں اونگھ آئے تو وہ سو جائے یہاں تک کہ نیند چلی جائے کیونکہ جب نماز پڑھتے ہوئے اونگھ آرہی ہو تو ممکن ہے کہ استغفار کی بجائے اپنے آپ کو گالیاں دے رہا ہو۔

حضرت عبدالعزیز بن صہیب حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے تو دو ستونوں کے درمیان رسی بندھی ہوئی دیکھی۔ آپ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا یہ زینب رضی اللہ عنہا کے لیے ہے وہ نماز پڑھتی ہیں جب اس پر سستی طاری ہوتی ہے یا کمزوری محسوس ہوتی ہے تو وہ اس کے ساتھ اپنے ہاتھوں کو باندھ دیتی ہے۔ آپ نے فرمایا اسے کھول دو، پھر فرمایا تمہیں ہشاش بشاش حالت میں نماز پڑھنی چاہیے جب سستی پیدا ہو یا کمزوری محسوس ہو تو بیٹھ جاؤ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ان کے پاس قبیلہ بنو اسد کی ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ اتنے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا یہ عورت کون ہے؟ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا یہ فلاں عورت ہے جو رات بھر نہیں سوتی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طاقت کے مطابق عمل کرو۔ اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ تھکاوٹ سے پاک ہے تم تھک جاؤ گے۔ ام المؤمنین فرماتی ہیں اللہ تعالیٰ کو وہ عمل پسند ہے جو ہمیشہ کیا جائے اگرچہ کم ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب صحابہ کرام کو طاقت کے مطابق عمل کرنے کا حکم دیتے تو وہ عرض کرتے یا اللہ! ہم آپ جیسے تو نہیں ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کے وسیلہ سے اگلے پچھلے لوگوں کے گناہ معاف فرما دیئے۔ (یعنی آپ کو زیادہ عمل کی ضرورت نہیں) اس پر آپ غضب ناک ہو جاتے یہاں تک کہ چہرۂ انور سے ناراضگی کا اظہار ہوتا لہٰذا جس آدمی پر نیند غالب آجائے یہاں تک کہ وہ اسے نماز سے دوسری طرف مشغول کر دے اس کے حق میں سنت یہ ہے کہ وہ سو جائے یہانتک کہ نیند کا بوجھ ختم ہو جائے۔ عبادت ہشاش بشاش ہو کر کرے اور جو کچھ پڑھ رہا ہے اسے سمجھے۔

بیٹھے بیٹھے سو جانا

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ آپ بیٹھ کر سونے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ ایک حدیث میں ہے رات بھر کی مشقت برداشت نہ کرو۔ صالحین میں سے بعض لوگ قصداً سوتے تھے تاکہ اس کے ذریعے درمیانی رات کی عبادت پر طاقت حاصل کی جائے اور بعض صلحاء جان بوجھ کر سونے کو مکروہ سمجھتے تھے اور جب تک نیند کا غلبہ نہ ہو سوتے نہیں تھے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت وہب بن منبہ یمانی رحمہ اللہ نے تیس سال تک اپنا پہلو زمین پر نہیں رکھا۔ ان کے ہاں چمڑے کا ایک تکیہ تھا جب نیند آتی تو اس پر سینہ رکھ کر اپنا سر چند

بار ہلاتے پھر تیزی سے اُٹھ کھڑے ہوتے۔ آپ فرماتے تھے میں اپنے گھر میں تکیہ دیکھنے سے شیطان کو دیکھنا زیادہ پسند کرتا ہوں کیونکہ تکیہ نیند کی دعوت دیتا ہے۔

ابدال کون ہیں

بعض اکابر سے ابدال کی تعریف پوچھی گئی تو انھوں نے فرمایا کہ ان کا کھانا فاقہ ہے جب نیند کا غلبہ ہو تو سوتے ہیں ضرورت کے وقت کلام کرتے ہیں۔ ان کی خاموشی حکمت کے تحت ہوتی ہے اور ان کا علم قدرت ہے۔ بعض بزرگوں سے ڈرنے والے لوگوں کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا وہ بیمار کی طرح کھانا کھاتے ہیں نیند ڈوبنے والوں کی طرح ہوتی ہے لیکن کوئی شخص صالحین کے احوال و افعال کو پیش نظر نہ رکھے بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ مروی ہے اس کا اعتبار کرے کیونکہ وہ قابلِ اعتماد بات ہے یہاں تک کہ بندہ اس حالت کو پہنچ جائے جب اس سے غیریت ختم ہو جائے

بہترین عمل

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کون سا عمل بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا جو ہمیشہ کیا جائے اگرچہ کم ہو، حضرت علقمہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پابندی سے عبادت کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ آپ کبھی آدھی رات نماز پڑھتے کسی رات تہائی حصہ اور کبھی آدھی رات اور اس کے ساتھ رات کا بارہواں حصہ قیام فرماتے۔ بعض اوقات رات کا صرف چوتھائی حصہ اور کبھی صرف چھٹا حصہ قیام فرماتے سورۂ مزمل میں یہ سب کچھ مذکور ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے آپ نے فرمایا رات کو نماز پڑھو چاہے بکری کا دودھ دوہنے کے برابر ہو، کبھی یہ چار رکعتوں کا اندازہ ہوتا اور کبھی دو رکعات کا اندازہ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ رات کے وقت جو دو رکعتیں پڑھتا ہے وہ دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے۔ اگر میں انھیں امت کے لیے باعث مشقت نہ سمجھتا تو ان پر فرض کر دیتا۔ آپ نے یہ سب کچھ اس لیے اختیار فرمایا کہ امت کے لیے قیام میں اور عبادت میں آسانی رہے۔ ان پر بوجھ نہ پڑے تاکہ وہ عبادت سے اُکتا کر بیزار نہ ہو جائیں اور بلکہ آپ نے ان کو رات کے قیام کی ہدایت فرمائی اس کی فضیلت اور ثواب کا ذکر فرمایا تاکہ وہ صرف فرضوں اور سنتوں پر ہی اکتفا نہ کریں۔

مستحب قیام

رات کا تہائی حصہ قیام کرنا مستحب ہے اور کم از کم استحباب چھٹا حصہ ہے۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی پوری رات صبح تک قیام نہیں فرمایا بلکہ آپ اس میں آرام بھی فرماتے تھے اور آپ کبھی بھی رات بھر صبح تک آرام فرما نہیں ہوتے بلکہ اس میں قیام بھی فرماتے تھے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔

کہا گیا ہے کہ رات کے پہلے حصہ کی نماز تہجد پڑھنے والوں کے لیے ہے۔ درمیان شب کی نماز عابدین کے لیے

اور آخری حصے کی نماز نمازیوں کے لیے ہے اور صبح کے وقت بیدار ہونا غافلوں کا کام ہے۔

حضرت یوسف ابن مہران رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ عرش کے نیچے مرغ کی شکل میں ایک فرشتہ ہے جس کے پنجے موتیوں کے اور ناخن سبز زمرد کے ہیں جب رات کا تہائی حصہ گزرتا ہے تو وہ اپنے پروں کو پھڑ پھڑاتا ہے اور کہتا ہے نماز پڑھنے والو! اٹھو جب نصف رات گزرتی ہے تو وہ اپنے پروں کو حرکت دیتا ہے اور کہتا ہے تہجد پڑھنے والو اٹھو۔ جب رات کا دو تہائی حصہ گزر جاتا ہے تو وہ اپنے پروں کو پھڑ پھڑاتے ہوئے کہتا ہے اے زاہدو! اٹھو۔ جب صبح طلوع ہوتی ہے تو وہ پروں کو پھڑ پھڑاتے ہوئے کہتا ہے غافلو! اٹھو اور تمہارا گناہ تم پر ہے۔

شب بیداری کی برکات

بعض عارفین فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ سحری کے وقت جاگنے والوں کے دلوں پر نظر فرماتا ہے اور انھیں نور سے بھر دیتا ہے ان کے دلوں پر فوائد نازل ہوتے ہیں تو وہ روشن ہو جاتے ہیں پھر یہ روشنی ان روشن دلوں سے غافل لوگوں کے دلوں تک پہنچتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے

ایک روایت میں ہے اللہ تعالیٰ نے بعض صدیقین کو الہام کے ذریعے خبر دی کہ میرے کچھ بندے ایسے ہیں جو مجھ سے محبت کرتے ہیں اور میں ان سے محبت کرتا ہوں وہ میرے مشتاق ہیں اور میں ان کا مشتاق ہوں وہ مجھے یاد کرتے ہیں اور میں ان کو یاد کرتا ہوں وہ میری طرف دیکھتے ہیں اور میں انھیں دیکھتا ہوں اگر تم بھی وہی طریقہ اختیار کرو تو میں تمہیں محبوب رکھوں گا اگر ان کے طریقے سے منہ موڑ لو گے تو میں بھی تمہاری طرف توجہ نہیں کروں گا۔ اس نیک بندے نے عرض کیا اے میرے رب! ان کی علامت کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ دن کو سایوں (اوقات نماز) کی اس طرح حفاظت کرتے ہیں جس طرح شفیق چرواہا اپنی بکریوں کو چراتا ہے وہ غروب آفتاب کا اس قدر شوق رکھتے ہیں جس طرح پرندے غروب آفتاب کے وقت اپنے گھونسلوں میں جانے کے لیے بیتاب ہوتے ہیں۔ جب رات ہو جاتی اور اندھیرا چھا جاتا ہے، بستر لگا دیے جاتے ہیں، چارپائیاں بچھا دی جاتی ہیں اور ہر محب اپنے محبوب کے پاس تنہائی میں چلا جاتا ہے تو اس وقت وہ میرے لیے قیام کرتے ہیں اور میرے سامنے اپنے چہروں کو بچھا دیتے ہیں۔ میرے کلام (قرآن پاک) کے ساتھ مجھ سے ہم کلام ہوتے ہیں اور میرے انعامات کا ذکر کر کے مجھ سے عاجزی کا اظہار کرتے ہیں، کچھ روتے ہیں اور کچھ زاری کرتے ہیں، کچھ آہیں بھرتے ہیں اور کچھ شکوہ کرتے ہیں کچھ قیام کی حالت میں ہوتے ہیں اور کچھ قعدہ کر رہے ہوتے ہیں۔ کوئی رکوع کی حالت میں ہوتا ہے تو کوئی سجدہ ریز ہوتا ہے۔

شب بیداروں کے لیے انعامات

سب سے پہلا انعام جو میں انھیں عطا کرتا ہوں یہ ہے کہ اپنے

نور سے ان کے دلوں کو بھر دیتا ہوں۔ وہ میرے بارے میں لوگوں کو بتاتے ہیں جیسے میں ان کو خبر دیتا ہوں۔ دوسرا انعام یہ ہے کہ اگر ساتوں آسمان اور جو کچھ ان میں ہے ان کے ترازو میں رکھ دیا جائے تب بھی میں اسے ان کے لیے قلیل سمجھتا ہوں۔ تیسرا انعام یہ ہے کہ میں خود اپنی کریم ذات کے ساتھ ان کی طرف متوجہ ہوتا ہوں سو جس کی طرف میں (رحمت کی) توجہ کروں تو کسے معلوم کہ میں انھیں کیا کچھ دینا چاہتا ہوں۔

تمام رات کا قیام

تمام رات کا قیام ان قوی لوگوں کا کام ہے جن کو اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت حاصل ہو چکی ہے۔ اور انھیں ہمیشہ حفاظت میں رکھا ہے۔ ان کے دلوں کو توفیق الٰہی اور جلال وجمال کے نور نے گھیر رکھا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے رات کا قیام ان لوگوں کے لیے خاص بخشش اور قیمتی لباس بنا دیا جو ملاقات خداوندی تک واپس نہیں لیا جائیگا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ رات بھر قیام کرتے اور ایک رکعت میں قرآن ختم کر دیتے جیسے پہلے ذکر کیا گیا ہے چالیس تابعین رحمہم اللہ کے بارے میں ہے کہ رات بھر قیام کرتے اور عبادت میں مصروف رہتے۔ چالیس سال تک انھوں نے عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا کی یہ روایت صحیح اور مشہور ہے۔ ان میں حضرت سعید بن جبیر، صفوان بن سلیم، ابو حازم، محمد ابن المنکدر مدینہ طیبہ والوں میں سے ہیں۔ اہل مکہ میں سے فضیل بن عیاض، وہب بن ورد، اہل یمن سے طاؤس اور وہب بن منبہ، اہل کوفہ سے ربیع بن خثیم اور حکم، اہل شام سے ابو سلیمان دارانی، اور علی بن بکار۔ اہل عبادان سے ابو عبد اللہ خواص اور ابو عاصم۔ اہل فارس سے حبیب ابو محمد اور ابو جائز سلیمانی۔ اہل بصرہ سے مالک بن دینار، سلیمان تیمی، یزید رقاشی، حبیب ابن ثابت اور یحییٰ البکاء اور ان کے علاوہ دیگر حضرات ہیں جن کا ذکر نہایت طویل ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنی رحمت ورضا سے نوازے۔

غفلت کے بعد شب بیداری

جو آدمی مکمل طور پر غافل ہو، گناہوں نے اسے گھیر رکھا ہو، خطاؤں اور لغزشوں نے اسے قیام لیل سے محروم کر دیا ہو۔ اب وہ رات کو قیام کے ساتھ عبادت گزار اور سحری کے وقت استغفار کرنے والوں کی جماعت میں شامل ہونا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ جب سونا چاہے اور لیٹے تو تین بار اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگے پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے اس کے بعد سورۂ کہف کی پہلی دس آیات اور آخری دس آیات پڑھے آمن الرسول آخر تک اور قل یا ایھا الکٰفرون پڑھے اللہ تعالیٰ اسے اپنے فضل کرم خصوصی رحمت اور مومنوں کے لیے خاص رعایت کے سبب اسے وقت پر بیدار فرمائے گا اور اسے قیام لیل کا اہل بنائے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ یہ دعا بھی پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ اَیْقِظْنِیْ فِیْ اَحَبِّ السَّاعَاتِ اِلَیْكَ وَاسْتَعْمِلْنِیْ بِاَحَبِّ الْاَعْمَالِ لَدَیْكَ الَّتِیْ تُقَرِّبُنِیْ اِلَیْكَ زُلْفٰی وَتُبَعِّدُنِیْ مِنْ سَخَطِكَ	یا اللہ! اپنے پسندیدہ اوقات میں مجھ کو بیدار کرنا، اور اپنے پسندیدہ اعمال کی مجھے توفیق عطا فرما جو مجھے تیرے قریب کر دے اور تیری ناراضگی سے مجھے بہت دور کر

بُعْدًا اَسْأَلُكَ فَتُعْطِيَنِيْ وَاَسْتَغْفِرُكَ فَتَغْفِرَ لِيْ وَاَدْعُوْكَ فَتَسْتَجِيْبَ لِيْ اَللّٰهُمَّ لَا تُؤْمِنِّيْ مَكْرَكَ وَلَا تُوَلِّنِيْ غَيْرَكَ وَلَا تَرْفَعْ عَنِّيْ سِتْرَكَ وَلَا تُنْسِنِيْ ذِكْرَكَ وَلَا تَجْعَلْنِيْ مِنَ الْغَافِلِيْنَ۔

دے میں تجھ سے سوال کرتا ہوں عطا فرما۔ میں بخشش مانگتا ہوں مجھے بخش دے میں تجھ سے دعا مانگتا ہوں قبول فرما یا اللہ! مجھے اپنی خفیہ تدبیر سے بے خوف نہ رکھ۔ مجھے غیر کے سپرد نہ کر۔ اپنی رحمت کا پردہ مجھ سے نہ اٹھا اپنا ذکر مجھ سے نہ بھلا اور مجھے غافلوں میں سے نہ کر۔

کہا گیا ہے کہ جو شخص سوتے وقت یہ کلمات کہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے تین فرشتے اتارتا ہے جو اسے نماز کے لیے جگاتے ہیں اگر نماز پڑھ کر دعا مانگے تو وہ اس کی دعا پر آمین کہتے ہیں اور اگر وہ نہ اٹھ سکے تو فرشتے ہوا میں عبادت کرتے ہیں اور ان کی عبادت کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔

ایک روایت میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رات کو بیدار ہونا چاہتا ہے وہ لیٹتے وقت یہ دعا مانگے:

اَللّٰهُمَّ ابْعَثْنِيْ مِنْ مَضْجَعِيْ لِذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَصَلَاتِكَ وَاسْتِغْفَارِكَ وَتِلَاوَةِ كِتَابِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ۔

یا اللہ! مجھے بستر سے اپنے ذکر، شکر، نماز، استغفار، تلاوت قرآن اور اچھی عبادت کے لیے اٹھانا۔

اس کے بعد تینتیس تینتیس بار سبحان اللہ اور الحمد للہ کہے اور چونتیس بار اللہ اکبر کہے اور چاہے تو پچیس پچیس بار "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ـــــ" کہے اور یہ اس کے لیے آسان ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سوتے وقت دائیں ہاتھ پر رخسار مبارک رکھتے اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آج شب آپ کا وصال ہونے والا ہے۔ آپ یہ کلمات پڑھ کر آرام فرما ہوتے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ مُنْزِلَ التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيْلِ وَالْفُرْقَانِ فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰى اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ ذِيْ شَرٍّ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ اَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُوْنَكَ شَيْءٌ اِقْضِ عَنِّي الدَّيْنَ وَاَغْنِنِيْ عَنِ الْفَقْرِ۔

یا اللہ! ساتوں آسمان کے رب، عظیم عرش کے رب! ہمارے اور ہر چیز کے رب تورات، انجیل اور قرآن پاک کے رب، دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والے میں ہر شریر کے شر اور ہر جاندار کے شر سے جو تیرے قبضے میں ہے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ یا اللہ تو ہی اول ہے اور تجھ سے پہلے کچھ نہیں اور تو ہی آخر ہے تجھ سے بعد کچھ نہیں تو ظاہر ہے تیرے اوپر کچھ نہیں تو پوشیدہ ہے تیرے سوا کچھ نہیں۔ مجھ سے قرض دور فرما دے اور میرا فقر دور کر کے مالداری عطا فرما۔

قیام لیل پر مداومت

اللہ تعالیٰ جس کو قیام لیل کی نعمت عطا فرمائے اور وہ کچھ نوافل پڑھے تو اسے چاہیے کہ جب

تک طاقت ہو اور کسی قسم کا عذر نہ ہو تو اس کی پابندی کرے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا پھر اس نے تھک کر اسے چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اگر نیند کے غلبہ یا علالت کی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نہ اُٹھ سکتے تو دن کو بارہ رکعتیں ادا فرماتے اور ایک حدیث شریف میں ہے اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند وہ عمل ہے جو ہمیشہ کیا جائے چاہے کم ہو۔

تہجد کی دعائیں

جو شخص رات کو عبادت کے لیے اُٹھے اس کے لیے مستحب ہے کہ یوں دعا مانگے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانِیْ بَعْدَ مَا اَمَاتَنِیْ وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ۔

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھے موت کے بعد زندگی بخشی اور اس کی طرف اٹھنا ہے۔

اس کے بعد سورۂ آل عمران کی آخری دس آیات پڑھے پھر مسواک کر کے وضو کرے اور کہے:

سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَسْاَلُكَ التَّوْبَةَ فَاغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ صَبُوْرًا شَكُوْرًا وَاجْعَلْنِیْ مِمَّنْ یَذْكُرُكَ ذِكْرًا كَثِیْرًا وَیُسَبِّحُكَ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا۔

یا اللہ! میں تیری تعریف کے ساتھ تسبیح کرتا ہوں، تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں تجھ سے بخشش مانگتا اور توبہ کا سوال کرتا ہوں مجھے بخش دے اور میری توبہ قبول فرما بیشک تو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے یا اللہ! مجھے خوب توبہ کرنے والوں سے کر دے۔ مجھے خوب پاک ہونے والوں میں سے بنا دے اور مجھے بہت زیادہ صابر وشاکر بنا دے۔ اور مجھے ان لوگوں میں سے کر دے جو تیرا ذکر بہت زیادہ کرتے اور صبح وشام تسبیح بیان کرتے ہیں۔

اس کے بعد آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہے:

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَعُوْذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ وَاَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِكَ اَنَا عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ نَاصِیَتِیْ بِیَدِكَ جَارٍ فِیَّ حُكْمُكَ عَدْلٌ فِیَّ قَضَاؤُكَ هٰذِهٖ یَدَایَ بِمَا كَسَبَتْ وَهٰذِهٖ نَفْسِیْ بِمَا اجْتَرَحَتْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں میں تیرے عفو کے ساتھ تیرے عذاب سے، تیری رضا کے ساتھ تیری ناراضگی سے اور تیرے ساتھ تجھ سے (تیرے عذاب سے) پناہ چاہتا ہوں میں تیری تعریف نہیں کر سکتا تو اسی طرح ہے جس طرح تو نے خود اپنی تعریف فرمائی۔ میں تیرا بندہ اور تیرے بندے کا بیٹا ہوں۔ میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے میرے بارے میں تیرا حکم جاری ہوتا ہے اور میرے بارے میں تیرا فیصلہ انصاف پر مبنی

مِنَ الظّٰلِمِيْنَ عَمِلْتُ سُوْٓءًا وَظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ ذَنْبِي الْعَظِيْمَ اِنَّكَ اَنْتَ رَبِّيْ اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔

ہے میرے ہاتھ اپنے اعمال کے ساتھ اور میرا نفس بھی اپنے عمل کے ساتھ تیرے سامنے حاضر ہیں تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے۔ بے شک میں ظالموں میں سے ہوں۔ میں نے بُرے کام کیے اور اپنے نفس پر ظلم کیا میرے بڑے بڑے گناہ بخش دے بے شک تو میرا رب ہے اور گناہوں کو تو ہی بخشتا ہے۔

جب نماز کے لیے کھڑا ہو تو قبلہ رخ ہو کر کہے:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۔

اللہ بہت بڑا ہے اور اللہ تعالیٰ کیلئے بہت زیادہ تعریف ہے اور صبح و شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتا ہوں۔

پھر دس بار " سبحان اللہ " دس بار " الحمد للہ " دس بار " لا الٰہ الا اللہ " اور دس بار " اللہ اکبر " کہے۔

اور یوں کہے:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ ذُوالْمَلَكُوْتِ وَالْجَبَرُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظْمَةِ وَالْجَلَالِ وَالْقُدْرَةِ۔

اللہ بہت بڑا ہے۔ بادشاہی، غلبے، کبریائی، عظمت اور جلال و قدرت والا ہے۔

اگر چاہے تو مندرجہ ذیل کلمات کہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ تہجد کے وقت یہ کلمات پڑھتے تھے:

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ بَهَاءُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ زَيْنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَيُّوْمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَمَنْ عَلَيْهِنَّ اَنْتَ الْحَقُّ وَمِنْكَ الْحَقُّ وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقٌّ اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَاِلَيْكَ حَكَمْتُ فَاغْفِرْلِيْ مَا تَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَللّٰهُمَّ اٰتِ نَفْسِيْ تَقْوٰهَا وَزَكِّهَا اَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكّٰهَا اَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ لِاَحْسَنِ الْاَعْمَالِ فَاِنَّهٗ لَا يَهْدِيْ لِاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّيْ سَيِّئَهَا فَاِنَّهٗ لَا يَصْرِفُ سَيِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ

یا اللہ! تیرے لیے حمد ہے تو آسمانوں اور زمین کا نور ہے تیرے لیے تعریف ہے تو آسمانوں اور زمین کا حسن ہے اور تیرے لیے حمد ہے تو آسمانوں اور زمین کی زینت ہے تیرے لیے تعریف ہے تو آسمانوں اور زمین نیز جو کچھ ان میں اور ان پر ہے اسے قائم رکھنے والا ہے تو حق ہے اور تیری تعریف سے حق ہے۔ تیری ملاقات حق ہے جنت حق ہے جہنم حق ہے انبیاء کرام حق ہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق ہیں۔ یا اللہ! میں تیرے ہی لیے اسلام لایا تجھ ہی پر ایمان لایا تجھ ہی پر بھروسا کیا تیری مدد سے لڑا تیری بارگاہ میں فیصلہ لایا میرے اگلے پچھلے پوشیدہ اور ظاہر گناہ بخش دے تو آگے کرنے والا ہے اور تو ہی پیچھے رکھنے والا ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ یا اللہ! میرے نفس کو اس کا تقویٰ عطا فرما اسے پاک کر دے تو بہترین پاک کرنے والا ہے تو ہی اس کا مالک و مولا ہے یا اللہ! مجھے اعمال کا راستہ دکھا اچھے اعمال کا راستہ صرف تو ہی دکھاتا ہے۔ بُرے اعمال کو مجھ سے دور رکھ کیونکہ بُرے اعمال کو تو ہی دور رکھتا ہے۔ میں حقیر مسکین کی طرح تجھ سے سوال کرتا ہوں اور محتاج ذلیل کی طرح تجھ سے

أَسْئَلُكَ مَسْئَلَةَ الْبَائِسِ الْمِسْكِيْنِ وَأَدْعُوْكَ دُعَاءَ الْمُفْتَقِرِ الذَّلِيْلِ فَلَا تَجْعَلْنِيْ بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا وَكُنْ بِيْ رَؤُفًا رَحِيْمًا يَا خَيْرَ الْمَسْؤُلِيْنَ وَأَكْرَمَ الْمُعْطِيْنَ۔

دعا مانگتا ہوں اے میرے رب! مجھے قبولیت دعا سے محروم نہ رکھ مجھ پر رحم وکرم فرما اے وہ ذات جو ان سب سے بہتر ہے جن سے سوال کیا جاتا ہے اور تو عطا کرنے والوں میں سے سب سے زیادہ بخشنے والا ہے۔

تہجد کی تکبیر

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو کن کلمات کے ساتھ تکبیر کہتے اور نماز شروع فرماتے انھوں نے فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان الفاظ کے ساتھ تکبیر کہتے اور نماز شروع فرماتے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَإِسْرَافِيْلَ فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ اِهْدِنِيْ لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِكَ إِنَّكَ تَهْدِيْ مَنْ تَشَاءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔

یا اللہ! جبریل، میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام کے رب آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والے تو اپنے بندوں کے درمیان اس چیز کا فیصلہ فرماتا ہے جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں مجھے اپنے حکم سے اس حق بات کی ہدایت دے جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ تو جس کو چاہے سیدھے راستے کی راہنمائی کرتا ہے۔

آغاز تہجد

مستحب ہے کہ جب رات کی نماز کے لیے اُٹھے تو شروع میں دو مختصر رکعتیں پڑھے اور اس وقت تک کچھ نہ کھائے پیئے جب تک وہ نماز اور تسبیح نہ پڑھے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس پر انعام فرمایا کیونکہ جب وہ نیند سے بیدار ہوگا تو اس کا دل خالی ہوگا اور وہ خیالات سے فارغ ہوگا جب کھائے پیئے گا تو دل کی کیفیت بدل جائے گی اور وہ سیاہ ہو جائیگا لہٰذا بہتر ہے کہ اسے مؤخر کرے البتہ اتنا بھوکا ہو کہ اس پر بھوک غالب آجائے تو کھا سکتا ہے یا رمضان کا مہینہ ہے اور اسے دن کے وقت بھوک کا خدشہ ہے اور یہ بھی ڈر ہے کہ کہیں صبح نہ ہو جائے وہاں پہلے کھانا مستحب ہے۔

تین سو آیات پڑھ کر سونا

اور مستحب ہے کہ اس وقت تک نہ سوئے جب تک تین سو آیات نہ پڑھ لے تاکہ وہ عبادت گزار لوگوں کی جماعت میں داخل ہو جائے اور غافل لوگوں میں نہ لکھا جائے۔ سورۂ فرقان اور سورۂ شعراء، سورۂ نون، سورۂ الحاقہ اور سورۂ المدثر پڑھے سورۂ واقعہ "سال سائل" ہے۔

اگر یہ بھی نہ پڑھ سکے تو سورۂ طارق سے آخر قرآن تک پڑھے یہ تین سو آیات ہیں۔ اگر ایک ہزار آیات کا اندازہ پڑھے

تو یہ زیادہ اچھا اور کامل فضیلت کا باعث ہے اس کے لیے اجر کا ایک ڈھیر لکھا جائے گا اور اس کا شمار عبادت گزار لوگوں میں ہوگا اور یہ سورۂ تبارک الذی سے ختم قرآن تک ہے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو اڑھائی سو بار سورۂ اخلاص پڑھے اس کا مجموعہ ایک ہزار آیات ہے اور مناسب ہے کہ ہر رات چار سورتوں کا پڑھنا نہ چھوڑے "الم تنزیل السجدہ" "سورہ یٰسین" "حٰم الدخان" اور سورہ "تبارک الذی"۔ اگر ان کے ساتھ سورۂ واقعہ اور سورۂ مزمل بھی پڑھے تو اچھا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ السجدہ اور تبارک الذی پڑھنے سے پہلے آرام نہیں فرماتے تھے۔ ایک دوسری روایت میں ہے سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ زمر پڑھے ایک روایت مسبحات کے بارے میں ہے (جن سورتوں کے شروع میں سَبَّحَ آتا ہے) ان میں ایک ایسی آیت ہے جو ایک لاکھ آیات سے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔

شب بیداری کے معاون امور

قیام شب کے لیے جن باتوں سے مدد لی جا سکتی ہے ان میں سے بعض یہ ہیں: حلال رزق کھانا، ہمیشہ توبہ کرنا، عذاب الٰہی سے ڈرنا، وعدۂ خداوندی کی امید رکھنا۔ مشتبہ چیزیں کھانے سے اجتناب کرنا، گناہوں پر اصرار کرنا، موت کے فکر اور آخرت کی یاد سے دنیا کے خیالات اور محبت کو دل سے نکال دینا۔

ایک شخص نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے عرض کیا اے ابو سعید! میں رات بھر سوتا ہوں حالانکہ میں چاہتا ہوں کہ رات کو قیام کروں میں وضو کے لیے پانی بھی تیار رکھتا ہوں لیکن کیا بات ہے میں جاگ نہیں سکتا۔ آپ نے فرمایا تیرے گناہوں نے تجھے قید کر رکھا ہے۔ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ میں ایک گناہ کی وجہ سے جس کا میں نے ارتکاب کیا پانچ مہینے قیام لیل سے محروم رہا۔ پوچھا گیا وہ کیا ہے؟ فرمایا میں نے ایک شخص کو روتے ہوئے دیکھا تو کہا یہ ریاکار ہے۔ حضرت حسن رحمہ اللہ نے فرمایا بندہ جب گناہ کرتا ہے تو رات کے قیام اور دن کے روزے سے محروم ہو جاتا ہے کہا گیا ہے کتنے ہی لقمے ہیں جو رات کے قیام میں رکاوٹ بنتے ہیں اور کتنی ہی نظریں ہیں جو کسی سورت کی قرأت سے روک دیتی ہیں۔ بندہ کچھ کھانا کھاتا ہے یا کوئی ایسا فعل کرتا ہے کہ سال بھر تک رات کے قیام سے محروم رہتا ہے۔ اچھی طرح جستجو کی جائے تو نقصان کی زیادتی کا پتا چلتا ہے اور جستجو اس وقت ہو سکتی ہے جب گناہ کم ہوں۔

حضرت ابو سلیمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کسی آدمی سے نماز باجماعت محض گناہ کی وجہ سے رہ جاتی ہے اور آپ فرماتے تھے رات کو احتلام سزا ہے اور جنابت اللہ تعالیٰ سے دوری کا باعث ہے۔ قیام کے معاون اسباب میں سے ایک کم کھانا اور کم پینا ہے اور معدے کو خالی رکھنا ہے۔ حضرت عون بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ بنی اسرائیل میں کچھ عبادت گزار لوگ تھے جب ان کے پاس کھانا آتا تو ان میں سے ایک کھڑا ہو کر کہتا زیادہ نہ کھانا کیونکہ جب تم زیادہ کھاؤ گے تو زیادہ سوؤ گے اور جب زیادہ نیند کرو گے تو نماز کم پڑھو گے۔

کہا گیا ہے کہ نیند کی کثرت زیادہ پانی پینے کے سبب ہوتی ہے۔ ستر صدیقین اس بات پر متفق ہیں کہ نیند کی کثرت کا سبب پانی کا زیادہ پینا ہے۔ قیام لیل کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کا دل ہر وقت قیامت کی ہولناکیوں کے پیش نظر غمگین رہے اور ہمیشہ بیدار رہے اس طرح دل کو زندہ رکھے اور ہمیشہ عالم ملکوت میں غور و فکر کرتا رہے۔

دن کو قیلولہ کرے (کچھ دیر آرام کرے) دنیوی کاموں میں اپنے جسم کو نہ تھکائے اگر چاہے تو رات کے پچھلے حصے میں قیام کرے اور جب نیند کا غلبہ ہو تو سو جائے پھر جب بیدار ہو تو کھڑا ہو جائے اور جب زیادہ نیند آئے تو سو جائے پھر رات کے آخری حصے میں بیدار ہو اس طرح ایک رات میں دو بار قیام اور دو بار نیند ہو گی اس طرح رات عبادت میں گزرے گی اور یہ کام مشکل ہے لیکن یہ حاضری، بیداری اور غور و فکر والے لوگوں کا عمل ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے اور بعض اوقات اس عمل کو بڑھاتے ہیں عبادت گزار کے لیے ایک رات میں کئی قیام اور کئی بار نیند ہوتی ہے لیکن قیام اور نیند کو برابر رکھنا یہ صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا۔ آپ کا قلب مبارک ہمیشہ زندہ رہتا تھا آپ کو وحی الٰہی کے ذریعے حکم ہوتا، منع کیا جاتا، بیدار رکھا جاتا، نیند طاری ہوتی اور آپ کو حرکت دی جاتی یہ سب آپ کے ساتھ خاص تھا آپ کے علاوہ مخلوق میں سے کسی کو حاصل نہیں۔

آخر شب میں سونا

جو آدمی رات کو قیام کرے اس کے لیے رات کے آخر میں سو جانا دو وجہ سے مستحب ہے، ایک تو یہ کہ صبح اونگھ نہیں آئے گی کیونکہ صبح کے وقت سونا مکروہ ہے اسی لیے اسلاف اونگھنے والے کو صبح کی نماز کے بعد سونے کا حکم فرماتے تھے اس سے پہلے منع فرماتے تھے۔ اور روایات میں آتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے بعد کچھ دیر سو جاتے تھے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ رات کے آخری حصے میں سونے سے (شب بیداری سے بیدار ہونے والی) چہرے کی زردی دُور ہو جاتی ہے اگر نہ سویا تو زردی اپنے حال پر رہے گی اور مناسب ہے کہ اس سے بچے کیونکہ یہ ایک باریک بات ہے اس میں نفس کی ایک خواہش پوشیدہ ہے اور یہ شرک خفی ہے کیونکہ اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جائے گا۔ اور لوگ اس زردی کو دیکھ کر اس کی عبادت، شب بیداری روزے اور خوف خدا کا یقین کریں گے۔ ہم شرک اور ریاکاری سے نیز ان دو چیزوں پر دلالت کرنے والے امور سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔ رات کو پانی کم پینا چاہیے جیسا کہ پہلے بیان ہوا کہ اس سے نیند زیادہ آتی ہے نیز اس کی وجہ سے چہرے کا رنگ پیلا پڑتا ہے۔ بالخصوص رات کے آخری حصے میں اور نیند سے بیدار ہوتے وقت

ایک حدیث شریف میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب آخر شب میں وتر پڑھتے تو اس کے بعد تھوڑی دیر کے لیے دائیں پہلو پر سو جاتے یہاں تک کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ حاضر ہوتے تو آپ ان کے ساتھ نماز کے لیے تشریف لے جاتے۔ ہمارے اسلاف وتروں کے بعد اور صبح کی نماز سے پہلے تھوڑی دیر سونا مستحب قرار دیتے تھے حتیٰ کہ بعض نے سنت کہا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور آپ کی اتباع کرنے والے لوگ مراد ہیں۔ انھوں نے اسے اس لیے مستحب قرار دیا ہے کہ اس سے مشاہدہ کرنے والے اور اہل حضور کے درجات میں ترقی ہوتی ہے۔ کیونکہ عالم ملکوت ان کے سامنے ظاہر ہوتا ہے اور عالم جبروت سے طرح طرح کے علوم ان کے لیے روشن ہوتے ہیں انھیں عجیب و غریب حکمتوں اور علوم سے آگاہی حاصل ہوتی ہے اور وہ مختلف قسم کی غائب چیزوں پر مطلع ہوتے ہیں جو مخلوق کے رب اور غیبوں کو جاننے والے رب نے ان کے لیے تیار کی ہیں نیز یہ (سونا) عمل اور مجاہدہ کرنے والوں کے لیے راحت و سکون کا باعث ہے اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طلوع فجر سے

سورج کے طلوع ہونے تک اور عصر کے بعد غروب آفتاب تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا تاکہ رات اور دن میں اوراد و وظائف پڑھنے والے ان اوقات میں کچھ آرام کر لیں۔
اسی طرح رات کو ہر دو رکعتوں کے درمیان بیٹھ کر سو بار تسبیح پڑھنا بھی مستحب ہے تاکہ نماز پر مدد حاصل ہو، اعضاء کو سکون حاصل ہو اور قیام کے لیے نفس کی سستی دور ہو جائے نیز نماز اور تہجد سے محبت پیدا ہو اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی کے تحت داخل ہے۔
وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ۔
اور ایک جگہ "وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ــــــ" ہے۔ یعنی نماز کے بعد تسبیح بیان کرو۔

شبینہ نماز کی قضا

اگر سو جانے یا کسی اور مشغولیت کی وجہ سے رات کا قیام نہ کر سکے اور سورج کے طلوع ہونے سے لیکر زوال تک کے درمیان قضا کر لے تو یہ وقت پر ادا کرنے کی طرح ہی ہوگا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ زوال کے بعد ظہر سے پہلے چار رکعتیں سحری کی چار رکعات کی جگہ شمار ہوتی ہیں۔ دوسری روایت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا جو آدمی رات کے وظیفہ سے سو جائے یا بھول جائے تو فجر اور ظہر کی نماز کے درمیان پڑھے گویا اس نے اسے رات ہی کو پڑھا ہے۔
بعض اسلاف سے منقول ہے فرماتے ہیں آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بالاتفاق رائے ہے کہ جو شخص رات کا فوت شدہ وظیفہ زوال سے پہلے پہلے پڑھ لے وہ رات کو پڑھنے والے کی طرح ہے اگر اس پر قادر نہ ہو تو ظہر و عصر کے درمیان پڑھے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔
وَهُوَالَّذِیْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ
اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا۔
یعنی ان دونوں کو فضیلت میں ایک دوسرے کے پیچھے رکھا پس ان میں سے ایک دوسرے کے قائم مقام ہوتا ہے۔

رات کے وظائف

تمام بحث کا ماحصل یہ ہے کہ رات کے وظائف پانچ ہیں:
(۱) مغرب و عشاء کے درمیان (۲) عشاء کے بعد سونے تک (۳) رات کے درمیان۔ (۴) رات کی آخری تہائی میں۔ (۵) سحری کا آخری حصہ فجر ثانی کے طلوع سے پہلے اور یہ آخری وقت قرأت، استغفار اور تفکر و تدبر کا وقت ہے نماز کا نہیں کیونکہ کسی مؤمن کی نماز فجر ثانی کے طلوع سے موافق نہیں ہوتی۔ اس وقت نماز پڑھنا منع ہے اسلیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کی نماز دو دو رکعتیں ہے جب فجر ہونے کا ڈر ہو تو ایک رکعت اور ملالو پہلے والی نماز وتر بن جائے گی البتہ اگر کوئی شخص سو گیا اور وتر و وظائف نہ پڑھ سکا وہ اس وقت پڑھے جس طرح وتر والے سے متعلق فصل میں

بیان ہوا۔

دِن کے وظائف

دن کے اوراد و وظائف بھی پانچ ہیں:

(۱) فجر ثانی کے طلوع سے سورج کے طلوع ہونے تک۔ (۲) چاشت کی نماز اور جو کچھ اس کے معنیٰ میں ہے زوال تک۔ (۳) زوال کے بعد چار رکعتیں عمدہ قرأت اور ایک سلام کے ساتھ کہا گیا کہ اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ (۴) ظہر و عصر کے درمیان۔ (۵) عصر کے بعد مغرب تک۔

دن کا پہلا وظیفہ

دن کے پہلے ورد کے لیے نمازِ فجر کے بعد طلوع شمس تک بیٹھنا مستحب ہے۔ اس میں تلاوت قرآن پاک، تسبیح، غور و فکر، تعلیم دینے یا کسی عالم کے پاس بیٹھنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اسی طرح نماز عصر کے بعد سورج کے غروب ہونے تک کرے کیونکہ ان دو وقتوں میں نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

شیخ ابونصر اپنے والد سے وہ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر میں نماز فجر کے بعد طلوع شمس تک کسی قوم کے ساتھ بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کروں اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھوں تو مجھے یہ بات دو غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسند ہے اور عصر کی نماز کے بعد غروب آفتاب تک اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسند ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے رزق طلب کرنے سے سو نہ جاؤ۔ پوچھا گیا اے انس رضی اللہ عنہ! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا کیا مطلب ہے کہ اپنے رزق طلب کرنے سے سو نہ جاؤ۔ انھوں نے فرمایا جب صبح کی نماز پڑھو تو تینتیس بار الحمد للہ، سبحان اللہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر، کہو۔ دوسری حدیث میں ہے ۳۳ بار سبحان اللہ ۳۳ بار الحمد للہِ اور ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھا جائے اور آخر میں یہ پڑھے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اس کی بادشاہی ہے اور وہ تعریف کے لائق ہے زندہ رکھتا اور مارتا ہے وہ زندہ ہے اسے کبھی موت نہیں آئے گی اس کے قبضہ میں بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

عصر کے بعد اور سوتے وقت بھی اسی طرح کرے۔

حضرت ابونصر اپنے والد سے وہ اپنی سند کے ساتھ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی راہ میں (جہاد میں)

ایک صبح یا ایک شام دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! جو شخص جہاد کی طاقت نہ رکھتا ہو؟ فرمایا جو شخص مغرب کی نماز پڑھ کر بیٹھ جائے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے یہاں تک کہ عشاء کی نماز پڑھے اس کی یہ مجلس اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلنا ہے اور جو آدمی صبح کی نماز پڑھ کر سورج کے طلوع ہونے تک اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے بیٹھے یہ بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں (جہاد کے لیے) نکلنے کے مترادف ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی صبح کی نماز کے بعد یہ کلمات دس مرتبہ پڑھے اس کے نامۂ اعمال میں دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اس کے دس گناہ مٹائے جاتے ہیں اس کے دس درجے بلند کیے جاتے ہیں اور اسے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے اور اس دن اسے شرک کے سوا کوئی گناہ نقصان نہیں دیگا۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہی ہے اور اس کے لیے تعریف ہے زندہ رکھتا اور مارتا ہے اسی کے قبضہ میں بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

جو شخص اچھی طرح وضو کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنا چہرہ دھوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے ہر وہ گناہ مٹا دیتا ہے جو آنکھوں سے (دیکھنے کے باعث) ہوا یا بولنے سے سرزد ہوا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنے ہاتھ دھوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا ہر وہ گناہ مٹا دیتا ہے جو ہاتھوں سے سرزد ہوا پھر جب سر اور کانوں کا مسح کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے وہ تمام گناہ مٹا دیتا ہے جن کی طرف اس نے اپنے کانوں کو متوجہ کیا پھر جب وہ حکم خداوندی کے مطابق اپنے پاؤں دھوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے وہ تمام گناہ معاف کر دیتا ہے جو پاؤں سے چل کر کیئے یہاں تک کہ وہ نماز کے لیے کھڑا ہو جائے وہ نماز اس کے لیے فضیلت کا باعث بنتی ہے جو شخص طہارت کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے سو جائے بیدار ہونے پر وہ جو دعا مانگتا ہے اس کی وہ دعا قبول ہوتی ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں تیر چلاتا ہے وہ تیر صحیح نشانے پر لگے یا غلط ہو جائے اللہ تعالیٰ اسے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب عطا فرماتا ہے جو آدمی راہِ خداوندی میں اپنے بال سفید کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اسے قیامت میں ایک نور عطا فرمائے گا اور جو آدمی ایک غلام آزاد کرے وہ اس کے لیے جہنم کی آگ سے فدیہ بنے گا۔ اس (غلام) کا ہر عضو اس کے ہر عضو کے بدلے فدیہ ہوگا۔ حضرت ابونصر اپنے والد سے وہ اپنی سند کے ساتھ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے ارشاد فرمایا جو آدمی صبح کی نماز مسجد میں پڑھے پھر سورج طلوع ہونے تک بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے جب سورج طلوع ہو تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور کھڑا ہو کر دو رکعتیں پڑھے اللہ تعالیٰ اسے ہر رکعت کے بدلے دس لاکھ محل عطا فرمائے گا ہر محل میں دس لاکھ حوریں ہونگی۔ ہر حور کے ساتھ دس لاکھ خادم ہونگے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اوّابین (اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والوں) میں سے ہوگا۔

حضرت نافع، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی نماز پڑھتے تو (اشراق کی) نماز کا وقت ہونے تک وہاں سے نہ اٹھتے۔ آپ نے ارشاد فرمایا جو آدمی صبح کی نماز پڑھ کر اپنی جگہ بیٹھا رہے یہاں تک کہ نماز پڑھنے کا وقت ہو جائے تو یہ ایک مقبول حج اور دو عمروں کے برابر ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی عادت مبارکہ تھی کہ جب صبح کی نماز ادا فرماتے تو سورج کے طلوع ہونے تک وہاں بیٹھے رہتے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں سنت پر عمل کرتا ہوں۔

ہم سے ابو نصر نے بیان کیا وہ اپنے والد سے وہ اپنی سند کے ساتھ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے وہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی صبح کی نماز باجماعت ادا کرے پھر طلوع آفتاب تک بیٹھا رہے۔ اس کے بعد چار رکعتیں مسلسل پڑھے پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ تین بار آیت الکرسی اور سات بار قل ھو اللہ احد پڑھے دوسری رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ اور "والشمس وضحٰھا" تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور "والسماء والطارق" اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک بار آیت الکرسی اور تین بار "قل ھو اللہ احد" پڑھے اللہ تعالیٰ اس کی طرف ستر فرشتے بھیجتا ہے ہر آسمان سے دس فرشتے ہوتے ہیں ان کے پاس جنتی تھال اور جنتی رومال ہوتے ہیں وہ اس نماز کو ان تھالوں میں رکھ کر اوپر لے جاتے ہیں، وہ فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں وہ اس نمازی کے لیے بخشش کی دعا کرتی ہے جب یہ نماز بارگاہِ خداوندی میں پیش ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندے! تو نے میرے لیے نماز پڑھی اور میری عبادت کی اب نئے سرے سے عمل شروع کر دے میں نے تجھے بخش دیا۔

اسی نماز کی تشریح اس روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا قول نقل فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے انسان! میری رضا کے لیے دن کے شروع میں چار رکعتیں پڑھ دن کے آخر تک تجھے کفایت کریں گی بعض علماء نے اس سے صبح کی دو سنتیں اور دو فرض مراد لیے ہیں لیکن صحیح بات وہی ہے جو ہم نے ذکر کی ہے۔

دن کا دوسرا وظیفہ

دن کا دوسرا وظیفہ چاشت کی نماز ہے یہ بھی اوابین کی نماز ہے کیا اسے ہمیشہ پڑھنا مستحب ہے یا نہ؟ ہمارے اصحاب (حنبلی علماء) کے دو قول ہیں۔ اس کی اصل وہ حدیث ہے جو ہم سے ابو نصر نے بواسطہ اپنے والد بیان کی وہ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "چاشت کی نماز اوابین کی نماز ہے۔" اسی سند کے ساتھ مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت داؤد علیہ السلام اکثر چاشت کی نماز پڑھتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کے ایک دروازے کا نام ضحیٰ ہے۔ قیامت کے دن ایک منادی ندا کرے گا کہاں ہیں وہ لوگ جو ہمیشہ چاشت کی نماز پڑھتے تھے انھیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ساتھ جنت میں داخل کرو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ صبح کی نماز پڑھ کر اس وقت کی انتظار کرتے جس وقت چاشت کی نماز پڑھی جاتی ہے پس وہ اسے مسجد میں پڑھتے۔

حضرت ضحاک ابن قیس رحمہ اللہ، حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا ہم پر ایک ایسا وقت آیا کہ ہمیں اس آیت "یُسَبِّحْنَ بِالْعَشِیِّ وَالْاِشْرَاقِ" —— (۲۳ پارہ)

شام اور سورج چمکتے وقت تسبیح کرتے ہیں) کا مصداق سمجھ میں نہیں آتا تھا یہاں تک کہ ہم نے لوگوں کو چاشت کی نماز پڑھتے دیکھا۔

حضرت ابن ابی ملیکہ فرماتے ہیں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے چاشت کی نماز کے بارے میں پوچھا گیا انھوں نے فرمایا اس کا اللہ کی کتاب (قرآن پاک) میں ذکر ہے پھر آپ نے پڑھا:

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ یُسَبِّحُ لَہٗ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ۔

ان گھروں میں جنھیں بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ان میں اس کا نام لیا جاتا ہے اللہ کی تسبیح کرتے ہیں ان میں صبح وشام

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما چاشت کی دو رکعتیں پابندی کے بغیر پڑھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی نماز چاشت کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا ایک دن پڑھتے تھے اور دس دن نہیں پڑھتے تھے۔

حضرت امام نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چاشت کی نماز پابندی سے پڑھنا مکروہ جانتے تھے کبھی پڑھتے اور کبھی چھوڑ دیتے تاکہ فرض نماز کی طرح نہ ہو جائے۔

نمازِ چاشت کی رکعات

نماز چاشت کی کم از کم دو رکعتیں ہیں اوسط درجہ آٹھ رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعات ہیں۔ دو رکعتوں کے بارے میں شیخ ابونصر نے اپنے والد سے انھوں نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہما سے انھوں نے اپنے والد سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کے جسم میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں اس پر لازم ہے کہ روزانہ ہر جوڑ کے بدلے ایک صدقہ دے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! کون اس کی طاقت رکھتا ہے؟ آپ نے فرمایا مسجد میں ناک کی ریزش دیکھے تو دور کر دے یا کسی (تکلیف دہ) چیز کو راستے سے ہٹا دے اگر یہ نہ کر سکے تو چاشت کی دو رکعتیں اسے کافی ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے آپ نے فرمایا مجھے میرے خلیل حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتوں کی نصیحت فرمائی: سونے سے پہلے وتر پڑھنا، ہر مہینے میں تین دن کے روزے رکھنا اور چاشت کی دو رکعتیں ______ چار رکعتیں بھی مروی ہیں جیسا کہ اس سے پہلی فصل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی روایت گزر گئی۔

حضرت معاذہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا آپ فرماتی ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کی چار رکعتیں پڑھیں پھر چھ رکعات ادا فرمائیں۔

حضرت حمید الطویل، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے چاشت کی چھ رکعتیں اور اس کے بعد آٹھ رکعتیں پڑھتے تھے۔

حضرت عکرمہ بن خالد، حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں آپ فرماتی ہیں نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال جب فتح مکہ کے موقع پر تشریف لائے تو آپ مکہ مکرمہ کے بالائی حصے میں اُترے اور آٹھ رکعتیں پڑھیں میں نے پوچھا یارسول اللہ! یہ کون سی نماز ہے؟ آپ نے فرمایا یہ چاشت کی نماز ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ روایت صحیح ہے اور علماء کے نزدیک چاشت کی آٹھ رکعتیں ہی مختار ہیں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت کیا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کی آٹھ رکعتیں پڑھی ہیں۔

حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چاشت کی آٹھ رکعتیں پڑھتیں اور انھیں لمبا کرتیں اور آپ جب نماز پڑھتیں تو دروازہ بند کر دیتیں پھر اگر پسند فرماتیں تو دس رکعات پڑھتیں پھر بارہ رکعات پڑھتیں اور یہ افضل ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا جو شخص چاشت کے وقت بارہ رکعات پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں سونے کا محل بنائے گا۔

حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص دن (چاشت) کے وقت بارہ رکعات پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنانا ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر! دن کی بارہ ساعتیں ہیں پس ان میں سے ہر ساعت کے لیے ایک رکوع اور دو سجدے تیار کر دیئے تم سے اس دن کے گناہ دور کر دیں گے اے ابوذر! جو آدمی دو رکعتیں پڑھے وہ غافلوں میں سے نہیں ہوگا جو شخص چار رکعات ادا کرے وہ ذاکرین میں سے لکھا جاتا ہے جو شخص چھ رکعتیں پڑھے اس دن اسے شرک کے سوا کوئی گناہ نقصان نہیں پہنچائے گا اور جو آدمی بارہ رکعات پڑھے اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنایا جائیگا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا یہ رکعتیں ایک سلام کے ساتھ پڑھی جائیں یا الگ الگ؟ آپ نے فرمایا (ایک سلام سے پڑھنے میں بھی) کوئی حرج نہیں۔

چاشت کی نماز کا وقت

اس نماز کے دو وقت ہیں۔ (۱) جائز وقت اور وہ طلوع آفتاب سے ظہر کی نماز تک ہے اور (۲) مستحب وقت جب اونٹ کے بچے کے پاؤں گرم ہونے لگیں اس وقت سے زوال تک کا وقت ہے۔ اس وقت کے مستحب ہونے کی دلیل یہ روایت ہے کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو مسجد قباء میں چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کاش ان کو معلوم ہوتا کہ اس وقت کے علاوہ چاشت کی نماز پڑھنا افضل ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اوابین (چاشت) کی نماز اس وقت ہے جب اونٹ کے بچے کے پاؤں گرم ہونے لگیں زوال کے بعد بھی پڑھنا جائز ہے۔

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سبحہ (چاشت کی نماز) کا وقت وہ ہے جب سورج وسط آسمان سے ڈھل جائے، یہ متواضع لوگوں کی نماز ہے۔ سخت گرمی میں پڑھنا افضل ہے اور اگر ابھی تک نہیں پڑھ سکا تو نماز ظہر کے بعد قضاء کرنا مستحب ہے۔

نماز چاشت کی قرائت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا چاشت کی نماز میں "والشمس وضحٰھا" اور "والضحیٰ" پڑھے۔

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ دادا سے روایت کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے چاشت کی نماز بارہ رکعات ادا کی اور ہر رکعت میں ایک ایک بار سورۂ فاتحہ اور آیت الکرسی اور تین بار قل ہو اللہ احد پڑھے تو تمام آسمانوں سے ستر ہزار فرشتے اترتے ہیں ان کے پاس سفید کاغذ اور نورانی قلمیں ہوتی ہیں وہ صور پھونکنے (قیامت) تک ان کے لیے نیکیاں لکھتے رہیں گے جب قیامت کا دن ہوگا تو اس نمازی کے پاس فرشتے آئیں گے ہر فرشتے کے پاس قیمتی جوڑا اور تحفہ ہوگا۔ وہ اس کی قبر پر کھڑے ہو کر کہیں گے اے قبر والے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اٹھ کھڑا ہو تو امن والوں میں سے ہے۔

نماز چاشت کا انکار

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نماز چاشت کا انکار بھی منقول ہے۔ ہمارے اصحاب میں سے ابن منادی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے آپ نے فرمایا میں جب سے مسلمان ہوا ہوں میں نے نماز چاشت نہیں پڑھی البتہ یہ کہ بیت اللہ شریف کا طواف کروں (یعنی اس وقت پڑھتا ہوں) یہ بدعت ہے لیکن اچھی بدعت ہے۔ اور لوگوں نے جن کاموں کو رواج دیا ان میں سے یہ اچھا رواج ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نماز چاشت کے بارے میں فرماتے تھے اے بندگانِ خدا! لوگوں پر ایسا بوجھ نہ ڈالو جو اللہ تعالیٰ نے ان پر نہیں ڈالا اگر تم خود کرنا چاہتے ہو تو اپنے گھروں میں پڑھو۔

یہ تمام باتیں ان فضائل کا رد نہیں کرتیں جو نمازِ چاشت پڑھنے کے بارے میں ہم نے اس سے پہلے ذکر کیے ہیں ان صحابہ کرام کا مقصد تو صرف یہ ہے کہ اسے فرض نماز کے مشابہ نہ بنا ڈالو کہ لوگ اسے واجب سمجھیں۔ خوش دلی سے عبادت کرنے میں سارے لوگ برابر نہیں ہوتے۔ لہٰذا انھوں نے عبادت کے معاملے میں لوگوں پر نرمی کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کی نماز گھر میں پڑھی اور صحابہ کرام نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر ادا کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب یہ نماز پڑھنا چاہتیں تو دروازہ بند کر دیتیں اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک دن پڑھتے اور دس دن ترک فرماتے تھے

تیسرا وظیفہ

تیسرا وظیفہ ظہر سے پہلے اور بعد کی نماز ہے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جو شخص ظہر سے پہلے چار اور ظہر کے بعد چار رکعتیں پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے جسم پر جہنم کو حرام کر دیتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ

آسمان اور جنت کے دروازے زوال سے لے کر نماز ظہر کے اختتام تک کھولے جاتے ہیں اس لیے کہا گیا ہے کہ اس وقت دعا قبول ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس وقت عبادت، دعا اور ذکر کی پابندی مستحب ہے اس سلسلے میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار رکعتیں پابندی سے پڑھتے تھے۔ آپ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا زوال کے وقت جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور جب تک نماز ظہر کھڑی نہ ہو بند نہیں ہوتے میں چاہتا ہوں کہ یہ نماز پہلے پڑھوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کس نماز کی پابندی زیادہ پسند تھی۔ انھوں نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے ان میں نہایت لمبا قیام فرماتے اور نہایت عمدہ رکوع اور سجدہ ہوتا۔

چوتھا وظیفہ

چوتھا وظیفہ ظہر اور عصر کے درمیان ہے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ظہر اور عصر کے درمیان عبادت کرے اللہ تعالیٰ اس دن اس کے دل کو زندہ رکھے گا۔ جب دل مر جائیں گے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں مروی ہے کہ آپ ظہر و عصر کے درمیان عبادت فرماتے۔ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مغرب و عشاء کے درمیان کی نماز اور ظہر و عصر کے درمیان کی نماز کو رات کی نماز سے تشبیہ دیتے تھے۔ اور یہ بہت سے بندوں کا طریقہ تھا کہ وہ اپنے وظائف ظہر و عصر کے درمیان پڑھتے اور اس وقت وہ مخلوق سے الگ ہوتے اور ان سے تعلق توڑ کر اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑتے یہ مبارک گھڑی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خلوت اور اس کے ذکر کی ساعت ہے اور یہ نماز غفلت کو دور کرتی ہے۔ ظہر و عصر کے درمیان مسجد میں نماز اور ذکر کے لیے اعتکاف بیٹھنا مستحب ہے تاکہ اعتکاف اور انتظار نماز کا ثواب جمع کرے اور اسلاف کا یہی طریقہ تھا۔ البتہ زوال سے پہلے نہ سو سکا ہو تو اس وقت سو جائے۔ تاکہ رات کے قیام کے لیے طاقت حاصل ہو۔ کیونکہ زوال سے پہلے سونا گذشتہ رات کے لیے ہے اور ظہر کے بعد سونا آئندہ رات کے لیے ہے۔

آٹھ گھنٹے سے زیادہ سونا مستحب نہیں کہا گیا ہے کہ اگر اس مقدار سے نیند کم ہو تو بدن میں خرابی پیدا ہوگی کیونکہ نیند بدن کی قوت اور آرام ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص روزانہ بارہ رکعات پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بناتا ہے۔ دو رکعتیں فجر سے پہلے، چار رکعات ظہر سے پہلے اور دو رکعتیں اس کے بعد، دو رکعتیں عصر سے پہلے اور دو مغرب کے بعد۔

حضرت سعید بن مسیب، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ آپ فرماتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عصر سے پہلے چار رکعات پابندی سے پڑھنے والوں کو اللہ تعالیٰ یقیناً بخش دے گا۔

اوراد مذکورہ کے بارے میں جامع حدیث

ان اوقات میں نوافل پڑھنے کے سلسلے میں ایک جامع حدیث وارد ہوئی ہے۔ حضرت ابونصر اپنے والد سے وہ اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مغرب کے بعد کسی کے ساتھ گفتگو کرنے سے پہلے چار رکعات پڑھے علیین میں اس کا درجہ بلند کیا جاتا ہے اور وہ مسجد اقصیٰ میں لیلۃ القدر کو پانے والے کی طرح ہوگا۔ اور یہ نصف رات کے قیام سے بہتر ہے اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:-

كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ ۔ یہ لوگ رات میں بہت کم سویا کرتے تھے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

تَتَجَافٰى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ ۔ وہ اپنے پہلوؤں کو بستروں سے دور رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا ۔ وہ شہر میں اس وقت داخل ہوئے جبکہ شہر والے غافل تھے۔

اور جو آدم عشاء کے بعد چار رکعتیں پڑھے گویا اس نے مسجد حرام میں لیلۃ القدر کو پایا اور جو شخص چار رکعتیں ظہر سے پہلے اور چار ظہر کے بعد پڑھے اللہ تعالیٰ ہمیشہ کے لیے اس کے جسم کو جہنم پر حرام کر دیتا ہے وہ اسے نہیں جلائے گی جو آدمی عصر سے پہلے چار رکعتیں ادا کرے اللہ تعالیٰ اسے جہنم سے آزادی کا پروانہ لکھ دیتا ہے۔

حضرت نافع، حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح کی دو رکعتیں (سنتیں) مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ پسند ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نوافل کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ نوافل کون پڑھ سکتا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک انتظار فرماتے جب عصر کے وقت سورج آپ کے دائیں بائیں برابر ہوتا پھر آپ دو رکعتیں پڑھتے اور جب ظہر کے وقت آپ کے دائیں بائیں برابر ہوتا تو چار رکعات پڑھتے جب سورج زوال پذیر ہوتا تو چار رکعات ادا فرماتے ظہر کے بعد دو اور عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ بندہ اذان اور اقامت کے درمیان نماز، دعا اور تضرع کو غنیمت جانے کیونکہ یہ غنیمت کی گھڑی ہے اس میں دعا کرنے والے کی دعا قبول ہوتی ہے۔

پانچواں وظیفہ

پانچواں وظیفہ نماز عصر کے بعد سورج کے غروب ہونے تک ہے وہ ذکر خداوندی ہے، یعنی تسبیح و تہلیل، استغفار، کائنات میں غور و فکر اور تلاوت قرآن کیونکہ اس وقت نفل نماز پڑھنا منع ہے۔ سورج کے غروب ہونے سے پہلے سورۃ "والشمس وضحٰها" اور "واللیل اذا یغشٰی" کی تلاوت کرے پھر "قل اعوذ برب الفلق" اور "قل اعوذ برب الناس" کے ساتھ دن کا اختتام کرے۔

اس طرح رات کا افتتاح بھی تلاوت قرآن اور استعاذہ کے ساتھ ہو جائے گا۔

حضرت حسن رحمہ اللہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے رحمتِ خداوندی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے انسان! نماز فجر کے بعد مجھے ایک گھڑی یاد کر اور نماز عصر کے بعد کچھ دیر میرا ذکر کر درمیان والے وقت کیلئے کفایت کرے گا۔

پانچ نمازیں

اوقات، سنتوں اور فضائل کا بیان

پچاس کی جگہ پانچ

فرض نمازیں پانچ ہیں۔ (۱) فجر دو رکعتیں (۲) ظہر چار رکعتیں (۳) عصر چار رکعتیں (۴) مغرب تین رکعتیں (۵) عشاء چار رکعتیں ———— یہ سترہ رکعات ہیں۔

شب معراج پچاس نمازیں فرض ہوئیں پھر اللہ تعالیٰ کی حکمت سے پانچ رہ گئیں تاکہ ان نمازوں کے بدلے میں جو معاف کی گئیں باقی رہنے والی نماز کی آسانی اور سہولت واضح ہو۔ جس طرح دس مشرکین کے مقابلے میں ایک مسلمان کے ثابت قدم رہنے کو دو مشرکوں کے مقابلے میں ایک مسلمان کی ثابت قدمی کے ساتھ ساقط کر دیا اور جس طرح رمضان کی راتوں میں سونے کے بعد کھانے پینے اور جماع کی حرمت کو اس آیت سے ساقط کر دیا گیا، ارشاد فرمایا:

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ۔

اور کھاؤ پیئو یہاں تک کہ تمہارے لیے سیاہ دھاگے سے سفید دھاگا (صبح) ظاہر ہو جائے۔

فرضیت نماز

نمازوں کے وجوب میں اصل یہ آیت کریمہ ہے:

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ۔

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ (مل کر) رکوع کیا کرو۔

اوقات نماز

نماز کے اوقات کے بارے میں آیات واحادیث وارد ہیں۔

آیاتِ مبارکہ:

فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

پس اللہ ہی کے لیے پاکیزگی (بیان کرنا) ہے جب تم شام کرتے ہو اور جب صبح کرتے ہو اور آسمانوں اور

وَعَشِیًّا وَّحِیْنَ تُظْهِرُوْنَ۔ زمین میں وہی لائق تعریف ہے اور شام کے وقت اور جب تم ظہر کرتے ہو۔

"فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ" یعنی جب تم شام کرتے ہو تو مغرب و عشاء کی نماز پڑھو اور "حِیْنَ تُصْبِحُوْنَ" سے نمازِ فجر مراد ہے "عَشِیًّا" سے عصر کی نماز اور "حِیْنَ تُظْهِرُوْنَ" سے ظہر کی نماز مراد ہے۔

اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا۔ بے شک نماز مومنوں پر اپنے اپنے وقت میں فرض ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ اور دن کے دونوں حصوں اور رات کے کچھ حصے میں نماز قائم کرو۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ۔ سورج غروب ہونے کے بعد نماز پڑھو۔

ایک قول کے مطابق "دلوک" زوال کے معنیٰ میں ہے یعنی زوال کے بعد نماز پڑھو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا وَمِنْ اٰنَآئِ الَّیْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰی۔ اپنے رب کی حمد و تسبیح سورج کے طلوع و غروب سے پہلے کرو اور رات کے کچھ حصہ میں اس کی تسبیح بیان کرو اور دن کے کناروں میں بھی تاکہ تم راضی ہو۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں "قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ" سے فجر کی نماز "قَبْلَ غُرُوْبِهَا" سے عصر کی نماز "اٰنَآئِ الَّیْلِ" سے مغرب و عشاء کی نماز اور "اَطْرَافَ النَّهَارِ" سے ظہر کی نماز مراد ہے۔

احادیث مبارکہ

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبریل علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کے پاس میری امامت کی جب سورج ڈھل گیا تو ظہر کی نماز پڑھائی۔ اس وقت سایہ جوتی کے تسمے کے برابر تھا۔ پھر عصر کی نماز پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اس کی ایک مثل ہو گیا پھر مغرب کی نماز اس وقت پڑھائی جب روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے پھر شفق غائب ہونے پر عشاء کی نماز پڑھائی پھر فجر کی نماز اس وقت پڑھائی جب روزے دار پر کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے (پھر دوسرے دن) ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اس کی مثل ہو جاتا ہے پھر عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اس کی دو مثل ہو گیا پھر مغرب کی نماز روزہ افطار کرنے کے وقت پڑھائی پھر عشاء کی نماز رات کی پہلی تہائی (کے اختتام) تک پڑھائی پھر فجر کی نماز اس وقت پڑھائی جب صبح خوب روشن ہو گئی اس کے بعد میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپ سے پہلے انبیاء کرام کا وقت ہے اور دونوں وقتوں کے درمیان نماز کا وقت ہے۔ اوقات کے تعین میں اصل یہی روایت ہے اس باب میں متعدد احادیث ہیں تمام کا یہی مفہوم ہے لہٰذا ہم

انھیں ذکر نہیں کرتے ۔

ان اوقات میں سب سے پہلے نماز کس نے پڑھی

بعض روایات میں ہے کہ ایک انصاری نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فجر کی نماز کے بارے میں پوچھا کہ سب سے پہلے یہ نماز کس نے پڑھی ہے؟ آپ نے فرمایا سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے یہ نماز پڑھی ہے۔ ظہر کی نماز سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پڑھی جب اللہ تعالیٰ نے ان کو نمرود کی آگ سے نجات عطا فرمائی۔ عصر کی نماز سب سے پہلے حضرت یعقوب علیہ السلام نے پڑھی جب حضرت جبریل علیہ السلام نے ان کو حضرت یوسف علیہ السلام کی خبر دی۔ مغرب کی نماز سب سے پہلے حضرت داؤد علیہ السلام نے پڑھی جب اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور عشاء کی نماز سب سے پہلے حضرت یونس ابن متی علیہ السلام نے پڑھی جب اللہ تعالیٰ نے ان کو مچھلی کے پیٹ سے نکالا اس وقت آپ مرغی کے ایسے چوزے کی طرح ہو گئے تھے جس پر کوئی بال و پر نہ ہو حضرت جبریل علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے مجھے (اپنی شان کے مطابق) تم سے حیا آتا ہے کہ میں نے تمہیں دنیا میں کیسے عذاب دے دیا کیا آپ مجھ سے راضی ہیں۔ اس پر حضرت یونس علیہ السلام کھڑے ہوئے پھر عرض کیا میں اپنے رب سے راضی ہوں میں اپنے رب سے راضی ہوں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے فرض ہونے والی نمازیں

ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے جو نمازیں فرض ہوئیں اور آپ نے ان کے پڑھنے کا حکم فرمایا وہ فجر اور مغرب کی نمازیں ہیں۔ آپ دو رکعتیں صبح پڑھتے اور دو شام کو، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں اسی طرف اشارہ ہے۔

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ۔ اور آپ صبح و شام اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیجئے

یہاں تک کہ شب معراج آپ کو آسمان کی سیر کرائی گئی تو پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ فجر کی نماز دن کی سب سے پہلی نماز ہے پھر ظہر کی نماز ہے۔ علماء کرام نے نمازوں کے بیان میں سب سے پہلے ظہر کی نماز کا تذکرہ سنت کی اتباع میں کیا ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے حضرت جبریل علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کے پاس مجھے ظہر کی نماز پڑھائی (آخر تک)۔ چنانچہ آپ نے سب سے پہلے ظہر کا وقت بیان کیا کیونکہ یہ سب سے پہلے فرض ہوئی اور اس سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے فجر کی نماز پڑھی اور آپ انسانوں میں سب سے پہلے نبی ہیں جو زمین میں بھیجے گئے پس معلوم ہوا کہ مجموعی طور پر سب سے پہلے یہی (نماز فجر) فرض ہوئی۔

نماز فجر کا وقت

اس نماز کا ابتدائی وقت دوسری فجر کے طلوع سے ہے جس کی روشنی انتہاءِ مشرق میں پھیل جاتی ہے اور قبلہ سے پچھلی طرف کو جاتی ہے یہاں تک کہ بلند ہو کر پورے افق کو گھیر لیتی ہے اور پہاڑوں کی چوٹیوں اور بڑے بڑے محلات کی چھتوں پر پھیل جاتی ہے اور اس کا آخری وقت وہ سفیدی ہے کہ جب نماز سے سلام پھیرا جائے تو

سورج کا کنارہ افق سے نمودار ہو رہا ہو۔ ان دو اوقات کے درمیان کافی وقت ہوتا ہے۔
مستحب یہ ہے کہ اس نماز کو صبح کی نماز یا فجر کی نماز کہا جائے "صلوٰۃ الغداۃ" نہ کہا جائے۔
کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا۔ اور فجر کی نماز! بے شک نمازِ فجر کے وقت فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔
اس وقت رات اور دن کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں پس یہ نماز رات والے فرشتوں کی کتابوں میں بھی لکھی جاتی ہے اور دن والے فرشتوں کی کتابوں میں بھی تحریر ہوتی ہے۔ صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھنا افضل ہے لیکن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک روشن کر کے پڑھنا افضل ہے[۱]۔
ہم نے یہ بات (کہ اندھیرے میں پڑھنا افضل ہے) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کی روشنی میں کہی ہے آپ فرماتی ہیں عہد نبوی میں عورتیں بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں فجر کی نماز پڑھنے جاتی تھیں پھر وہ اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی واپس ہوتیں اور اندھیرے کی وجہ سے ان کو کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔
ہمارے (مصنف علیہ الرحمہ کے) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے ایک دوسری روایت یہ ہے کہ مقتدیوں کے حال کا اعتبار کیا جائے گا اگر وہ روشنی میں آتے ہیں تو صبح کی نماز خوب روشن کر کے پڑھنا افضل ہے تاکہ جماعت میں زیادہ لوگ شامل ہوں اور ثواب بڑھ جائے۔
پہلی فجر (صبح کاذب) کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ نہ وہ کسی چیز کو حرام کرتی ہے اور نہ واجب۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں، صبح دو ہیں وہ صبح جس کے ساتھ نماز کا پڑھنا جائز اور کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے وہ ہے جو پہاڑوں کی چوٹیوں پر پھیل جاتی ہے اور یہی (کھانے پینے کو) حرام کرنے والی ہے۔
بعض علماء نے دو فجروں کے اوصاف اور حدود کو بیان کیا ہے۔ انھوں نے فرمایا پہلی فجر کے وقت سورج کی شعاعوں کا غلبہ ظاہر ہوتا ہے یعنی سورج کی روشنی پانچویں آسمان کے پیچھے سے نکل کر آسمان کے درمیان میں پھیل جاتی ہے اور فجر اول تک یہ روشنی باقی رہتی ہے۔ یہ روشنی آسمان میں رات کی آخری تہائی میں ظاہر ہوتی ہے۔ یہ پہلی فجر ہے۔ اس کے بعد پھر پہلے کی طرح سیاہی لوٹ آتی ہے کیونکہ سورج نیچے والے آسمان میں روپوش ہو جاتا ہے اور چھٹی زمین اس کے سامنے پردہ بن جاتی ہے اور آسمان میں ظاہر ہونے والی روشنی ختم ہو جاتی ہے۔ فجر ثانی سورج کی شفق پھٹ کر نکلنے کو کہتے ہیں اس وقت وہ سفیدی ظاہر ہوتی ہے جس کے نیچے سرخی ہوتی ہے اور یہ شفق ثانی ہے۔ یہی سرخی رات کے آخری حصے میں طلوع شمس کی علامت ہوتی ہے اور اس کے بعد سورج کی ٹکیہ طلوع ہوتی ہے یہ اس طرح کہ سورج جب دنیوی زمین یعنی ساتویں زمین پر ظاہر ہوتا ہے اور اس کی کرنیں نیچے والے آسمان سے پھوٹ کر نکلتی ہیں تو وہ پہاڑوں، دریاؤں اور مشرق بعید کے ممالک پر چھا جاتی ہیں اس وقت اس کی شعاعیں آسمان کے درمیان چوڑائی میں پھیلنا شروع ہوتی ہیں پہلی کو مستطیل

[۱]۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا "صبح روشن کر کے پڑھو اس کا ثواب زیادہ ہے اور چونکہ اس طرح جماعت کی کثرت ہوتی ہے لہٰذا روشن کر کے پڑھنا افضل ہے۔ ۱۲ ہزاروی۔

کہا جاتا ہے کیونکہ وہ روشنی آسمان کے درمیان لمبائی میں ظاہر ہو کر ختم ہو جاتی ہے دوسری فجر چوڑائی میں ظاہر ہو کر پھیلتی ہے اور تمام افق اور آسمان کے کناروں کو منور کر دیتی ہے۔ سورج کے دو شفق غروب کے وقت ہیں اور دو طلوع کے وقت۔

وقتِ ظہر

ظہر کا وقت زوال سے شروع ہوتا ہے اور آخری وقت جب ہر چیز کا سایہ اس کی مثل ہو جائے[1] ظہر کی نماز جلدی پڑھنا افضل ہے البتہ گرمیوں کے دنوں میں اور جس دن بادل ہوں جو شخص جماعت کے ساتھ پڑھنا چاہے تاخیر کرے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نمازِ ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی شعلہ زنی سے ہے"۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نمازِ ظہر کی اطلاع دی تو آپ نے فرمایا ٹھنڈا کرو پھر دوبارہ اطلاع دی تو فرمایا ٹھنڈا کرو، تیسری مرتبہ اطلاع دی تو فرمایا ٹھنڈا کرو یہاں تک کہ ٹیلوں کے سائے دیکھو پھر فرمایا بے شک گرمی کی شدت جہنم کی شعلہ زنی سے ہے۔

زوال کی پہچان

زوال کی پہچان یہ ہے کہ سورج جب ٹھہر جائے تو یہ زوال کا وقت ہے اور جب تھوڑا سا ڈھل جائے تو یہ ظہر کا وقت ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب سورج ایک تسمے کی مقدار ڈھل جائے تو یہ ظہر کا پہلا وقت ہے اور جب ہر چیز کا سایہ اس کی مثل ہو جائے تو وہ ظہر کا آخری وقت اور عصر کا پہلا وقت ہے۔ اگر تم اسے پہچاننا چاہتے ہو تو سائے پر قیاس کرو اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہموار جگہ پر سیدھی لکڑی نصب کر دو یا خود سیدھے کھڑے ہو جاؤ جہاں تک سایہ پڑ رہا ہے وہاں ایک لکیر کھینچ دو پھر دیکھو کم ہوتا ہے یا زیادہ۔ اگر کم ہوتا دیکھو تو جان لو کہ ابھی تک زوال کا وقت نہیں ہوا اگر ٹھہرا ہوا دیکھو کہ نہ زیادہ ہو رہا ہے نہ کم تو دن کے ٹھہرنے کا وقت ہے اُسے نصف النہار کہتے ہیں اس وقت کوئی نماز جائز نہیں جب سایہ بڑھنا شروع ہو جائے تو یہ زوالِ شمس ہے اب اس نلاٹ کا سایہ پہلے سائے سے اندازہ کرو اگر اس کے برابر ہو گیا ہے تو یہ ظہر کا آخری وقت ہے اور اگر اس سے مزید کچھ بڑھ جائے تو عصر کا وقت داخل ہو گیا۔ یہاں تک کہ سایہ اس چیز کی لمبائی سے ایک مثل مزید بڑھ جائے یہ عصر کا آخری وقت ہے البتہ ضرورت کے وقت سورج کے غروب ہونے تک عصر تک کی نماز پڑھ سکتے ہیں اس طرح اپنے قد سے سایہ پہچانو اگر کم ہو رہا ہو تو سمجھو کہ سورج کا زوال نہیں ہوا اگر ٹھہر جائے تو یہ نصف النہار کا وقت ہے اور اگر بڑھنا شروع ہو جائے تو زوال ہو گیا۔ سایہ مثل کے پہچاننے کا طریقہ یہ ہے اگر تمہارا قد اس قدم کو چھوڑ کر جس پر تم کھڑے ہو سات قدم ہے تو سورج کی طرف رُخ کر کے کھڑے ہو جاؤ، پھر کسی کو کہو کہ وہ تمہارے سائے کی طرف ایک نشانی رکھ دے پھر تمہارے پیچھے سے نشانی تک اندازہ لگایا جائے اگر اصل سایہ کے علاوہ سات قدم ہے تو جان لو کہ ظہر کا وقت ہو چکا ہے (یہ فقہ حنبلی کے مطابق ہے)

---

[1] امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک جب ہر چیز کا سایہ اس کی دو مثل ہو جائے اور اصل سایہ الگ اس کے ساتھ شامل ہو تو ظہر کا آخری اور عصر کا پہلا وقت ہو گا۔ ١٢ ہزاروی۔

فقہ حنبلی میں چودہ قدم ہونا ضروری ہوگا) اور عصر کا وقت ابھی داخل نہیں ہوا۔ جب سات قدموں سے زیادہ ہو جائے تو جان لو کہ عصر کا وقت داخل ہو گیا ہے۔

مزید تشریح

قدموں اور لکڑی وغیرہ کھڑا کرنے کا جو ذکر ہم نے کیا ہے وہ گرمیوں سردیوں میں مختلف ہوتا ہے لہٰذا سایہ زیادہ اور کم ہوتا رہتا ہے موسم سرما میں سایہ زیادہ طویل ہوتا ہے اور آفتاب انسان کے سر پر ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ آسمان کے دامن میں سے گزرتا ہے فضا میں بلند نہیں ہوتا اور گرمیوں میں سایہ کم ہوتا ہے کیونکہ سورج اوپر فضا کی طرف بلند ہوتا ہے اور لوگوں کے بالکل سروں پر ہوتا ہے کیونکہ شروع میں سورج آسمان کے افق پر دکھائی دیتا ہے اور اسکا سایہ اس کی ٹکیہ کے مقابلہ میں بڑھتا چلا جاتا ہے جوں جوں وہ اوپر کو چڑھتا ہے سایہ کم ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ بلندی کی انتہا کو پہنچ جاتا ہے اور آسمان کے وسط میں چلا جاتا ہے اس وقت سایہ ٹھہر جاتا ہے پھر جب وہ مغرب کی طرف اترنا شروع ہوتا ہے تو سایہ بڑھنا شروع ہو جاتا ہے اور یہ زوال ہے۔ اسی طرح ممالک کے اعتبار سے بھی مختلف ہوتا ہے وہ شہر جو آسمان کے بالکل نیچے ہیں جس طرح مکہ مکرمہ اور اس کے اردگرد کے شہر وہاں سایہ کم ہوتا ہے یہاں تک کہ سورج کا سایہ بالکل نہیں رہتا اور جو شہر وسط آسمان سے دور ہیں جس طرح خراسان اور اس کا مضافات وہاں گرمیوں سردیوں میں سایہ بڑھتا ہے وہاں گرمیوں کا سایہ دوسری جگہوں کے سردیوں والے سات کے برابر طویل ہوتا ہے۔ وہاں ایک قدم کے برابر زوال ہوتا ہے۔

قدموں سے سایہ کی شناخت

جان لو کہ کم از کم اصلی سایہ جو زوال کے وقت ہوتا ہے قدیم علماء کے نزدیک ہاڑ کے مہینے میں دو قدموں پر ہوتا ہے پوہ کے مہینے میں اکثر سایہ اصلی آٹھ قدموں پر ہوتا ہے۔ اسوج کے مہینے میں پانچ قدموں پر زوال شمس ہوتا ہے۔ کاتک میں چھ قدموں پر، ماگھ میں سات قدموں پر اور پوہ کے مہینے میں آٹھ قدموں پر زوال ہوتا ہے اور یہ دنوں کی چھوٹائی اور راتوں کی لمبائی کی انتہا ہے جس پر سورج کا زوال ہوتا ہے وہ زیادہ سے زیادہ یہی ہے۔ اس کے بعد سایہ کم ہو جاتا ہے اور دن بڑھ جاتا ہے ماگھ کے مہینے میں سات قدموں پر سورج زائل ہوتا ہے۔ پھاگن میں چھ قدموں پر زائل ہوتا ہے۔ چیت میں پانچ قدموں پر زوال ہوتا ہے۔ اس وقت دن اور رات برابر ہوتے ہیں۔ بیساکھ میں چار قدموں پر، جیٹھ میں تین قدموں پر اور ہاڑ میں دو قدموں پر زوال ہوتا ہے یہ دنوں کی لمبائی اور راتوں کی چھوٹائی کی انتہاء ہے۔ کم از کم جس پر زوال شمس ہوتا ہے وہ یہی ہے اس وقت دن پندرہ گھنٹے اور رات نو گھنٹے کی ہوتی ہے۔

ساون میں تین قدموں پر زوال ہوتا ہے بھادوں میں چار قدموں پر اور اسوج میں پانچ قدموں پر زوال ہوتا ہے اس وقت دن اور رات برابر ہوتے ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہماری ظہر کی نماز گرمیوں میں

تین سے پانچ قدموں تک اور سردیوں میں پانچ سے چھ قدموں تک سائے میں ہوتی تھی۔

دوسرا طریقہ

بعض علماء نے ایک دوسرا طریقہ ذکر کیا ہے۔ انھوں نے فرمایا چیت کے مہینے میں انیسویں دن سورج کا زوال انسان کے تین قدم سایہ پر ہوتا ہے کوئی دوسری چیز کھڑی کی جائے تو اس کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ اس دن جب سورج زوال پذیر ہوتا ہے تو اس چیز کا سایہ ۳/۷ ہوتا ہے پھر قدموں کے اعتبار سے سایہ کم ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ دنوں کی لمبائی اور راتوں کی چھوٹائی اپنی انتہاء کو پہنچ جاتے یہ ہاڑ کی انیس تاریخ ہوتی ہے۔ اس دن زوال شمس انسان کے نصف قدم سایہ پر ہوتا ہے اور یہ کم از کم سایہ ہے۔ جس پر سورج زائل ہوتا ہے۔ پھر سایہ بڑھتا جاتا ہے۔ جب چھتیس دن گزر جاتے ہیں تو سایہ ایک قدم بڑھ جاتا ہے یہاں تک کہ اسوج کی انیس تاریخ کو دن اور رات برابر ہو جاتے ہیں اس دن سورج تین قدم سایہ پر زائل ہوتا ہے پھر سایہ بڑھتا ہے۔ جب چودہ دن گزر جاتے ہیں تو سایہ ایک قدم زیادہ ہو جاتا ہے یہاں تک کہ رات کی لمبائی اور دن کی چھوٹائی انتہاء کو پہنچ جاتی ہے اور یہ پوہ کی انیس ہوتی ہے اس دن سورج سات قدموں پر زائل ہوتا ہے اور یہ زیادہ سے زیادہ سایہ ہے جس پر سورج زائل ہوتا ہے پھر جب چودہ دن گزر تے ہیں تو سایہ ایک قدم بڑھ جاتا ہے یہاں تک کہ چیت کی انیس تاریخ ہو جاتی ہے اس وقت دن رات ٹھہر جاتے ہیں۔ اور سورج تین قدموں پر زائل ہوتا ہے۔ اس وقت سورج گرمی کے موسم میں داخل ہو جاتا ہے سائے کے بڑھنے یا کم ہونے کا جو ذکر ہم نے کیا ہے گرمیوں اور خزاں کے موسم میں ہر چھتیس دن بعد ایک قدم بڑھتا ہے جبکہ موسم بہار اور سردیوں میں ہر چودہ دن بعد ایک قدم کا اضافہ ہوتا ہے۔

ایک اور طریقہ

ہمارے بعض بزرگوں نے اس سلسلے میں ایک اور طریقہ ذکر کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں پورے ہاڑ میں سورج تین قدموں پر زائل ہوتا ہے اور قدم سے مراد ہر کھڑے شخص کا ساتواں حصہ ہے ہاڑ میں عصر کا پہلا وقت ساڑھے نو قدموں پر ہوتا ہے۔ پورے ساون میں ظہر کا پہلا وقت چار قدموں پر ہوتا ہے اور اس مہینے میں عصر کا وقت ساڑھے دس قدموں پر ہوتا ہے۔ بھادوں کے سارے مہینے میں ظہر کا پہلا وقت پانچ قدموں پر اور عصر کا پہلا وقت ساڑھے گیارہ قدموں پر ہوتا ہے۔ اسوج کے پورے مہینے میں ظہر کا پہلا وقت چھ قدموں پر اور عصر کا پہلا وقت ساڑھے بارہ قدموں پر ہوتا ہے ____ کاتک کے پورے مہینے میں ظہر کا پہلا وقت سات قدموں پر اور عصر کا پہلا وقت ساڑھے تیرہ قدموں پر ہوتا ہے۔ بیساکھ میں ظہر کا پہلا وقت پورے مہینے میں آٹھ قدموں پر ہوتا ہے اور عصر کا وقت ساڑھے چودہ قدموں پر شروع ہوتا ہے۔ پوہ کے پورے مہینے میں ظہر کا پہلا وقت ساڑھے دس قدموں پر اور عصر کا پہلا وقت سترہ قدموں پر ہوتا ہے۔ ماگھ میں ظہر کا پہلا وقت نو قدموں پر اور عصر کا پہلا وقت پندرہ قدموں پر ہوتا ہے۔ پھاگن کے پورے مہینے میں ظہر کا پہلا وقت ساڑھے سات قدموں اور عصر کا پہلا وقت ساڑھے چودہ قدموں پر ہوتا ہے۔ چیت کا پورا مہینہ ظہر کا پہلا وقت چھ قدموں اور عصر کا پہلا وقت ساڑھے بارہ

قدموں پر ہوتا ہے۔ جیساکہ گذشتہ مکمل مہینہ ظہر کا پہلا وقت ساڑھے چار قدموں اور عصر کا پہلا وقت گیارہ قدموں پر ہوتا ہے۔ یہ وہ اندازہ ہے جس پر سال کے تمام مہینوں میں زوال شمس ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس چیز کو بہتر جانتا ہے۔ جسے ہم محسوس نہیں کرسکتے اور وہاں تک ہمارے علوم کی رسائی نہیں۔

غلبۂ ظن پر عمل

ان صفات اور حد بندی کے طور پر زوال کی پہچان کوئی یقینی بات نہیں بلکہ یہ معرفتِ زوال کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے۔ ہر شخص کو اس کا ادراک نہیں ہوتا بلکہ جس شخص کو غالب گمان اور یقین ہو جائے کہ سورج زائل ہوگیا ہے تو اس پر ظہر کی نماز پڑھنا واجب ہے کیونکہ اوقات کے سلسلے میں لوگوں کی تین قسمیں ہیں۔

(۱)۔ جس پر یقینی علم فرض ہے اور یہ وہ شخص ہے جو باریک باتوں اور ستاروں کی گردش کا علم رکھتا ہے۔ وہ اس سے استدلال کرکے یقینی علم حاصل کرے۔

(۲)۔ جس پر سوچ و بچار اور اپنے عمل کے ساتھ اندازہ کرنا یا کام کرنے والے لوگوں کی تقلید ضروری ہے اور یہ وہ کاریگر لوگ ہیں جو وقت کا علم نہیں رکھتے اگر وہ کوشش کریں اور اپنے کام کے ساتھ وقت کا اندازہ لگائیں مثلاً نانبائی کی عادت ہے کہ وہ ظہر تک دو یا تین خمیر کی روٹی پکا لیتا ہے یا پن چکی والا کہ ظہر تک ایک پیمانہ پیس لیتا ہے تو کچھ دیر ٹھہر کر نماز پڑھ لے کیونکہ بادلوں کے دن سورج کے چھپ جانے کی وجہ سے وقت کم ہوتا ہے اور انسان وقت کی رعایت کرنے میں غفلت سے کام لیتا ہے یا کسی دوسرے کام میں مشغول ہو جاتا ہے اسی طرح اگر وقت کا علم رکھنے والے آدمی سے اذان سننے یا اس آدمی کی اذان سنے جو وقت کی پہچان رکھنے والے کی اذان سن کر اذان دیتا ہے تو نماز کے لیے کھڑا ہو جائے۔

(۳)۔ تیسری قسم ان لوگوں کی ہے جن پر غور و فکر کرنا اور اپنی کوشش سے تاخیر کرنا واجب ہے یہاں تک کہ اسے دخول وقت کا غالب گمان ہو جائے اور یہ وہ لوگ ہیں جو تہہ خانوں میں ہیں یا قید خانوں میں بند ہیں یا ایسی جگہ ہیں کہ وہاں وقت کی پہچان کسی دلیل، خبر اور اذان سننے کے ذریعے نہیں ہوسکتی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو اسے حسب استطاعت بجالاؤ۔

معرفت زوال ایک مشکل کام ہے

حقیقتاً معرفتِ زوال ایک نہایت ہی باریک اور مشکل کام ہے۔

حدیث شریف میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا کیا سورج زائل ہوگیا؟ انھوں نے عرض کیا نہیں ہاں آپ نے فرمایا وہ کیسے؟ انھوں نے عرض کیا میرے نہیں ہاں کہنے میں سورج نے آسمان سے پچاس ہزار فرسنگ کا فاصلہ طے کرلیا گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے علم الٰہی کے مطابق سورج کے زوال کا سوال فرمایا۔ لیکن جب تم قبلہ رُخ ہوکر کھڑے ہو جاؤ اور سورج تمہارے دائیں ابرو کے برابر ہو اور موسم گرما ہو تو یقیناً سورج زائل ہوگیا اب ظہر کی نماز پڑھ لو اور جب ہر چیز کا سایہ اس کی مثل ہو جائے تو وہ عصر کا وقت ہے (احناف کے نزدیک دو مثل پہ عصر کا وقت ہوگا) اور اگر گرمیوں میں سورج تمہارے بائیں ابرو کے برابر ہو اور تم قبلہ رُخ کھڑے ہو تو جان لو کہ ابھی زوال نہیں ہوا۔ اگر تمہاری

آنکھوں کے درمیان ہو تو وہ آسمان کے وسط میں اس کا قیام اور ٹھہراؤ ہو گا اور جب سردیوں کا آغاز ہو اور دن چھوٹے ہوں تو دو آنکھوں کے درمیان ہونے کی صورت میں زوال بھی ہو سکتا ہے اور اگر سردیوں کے آغاز میں تمہارے دائیں ابرو کے برابر ہو تو تمام موسموں میں زوال کا وقت ہے کیونکہ جب وہ گرمیوں میں اس حالت میں ہو گا تو یہ ظہر کا پہلا وقت اور سردیوں میں ظہر کا آخری وقت ہو گا۔ اور اگر بائیں ابرو کے برابر ہو تو زوال جائز ہو گا کیونکہ سردیوں کے آغاز میں دن چھوٹے ہوتے ہیں لیکن گرمیوں کی ابتداء میں اس صورت میں زوال جائز نہیں ہو گا کیونکہ دن بڑے اور طویل ہوتے ہیں۔ اگر سردیوں کے موسم میں آنکھوں کے درمیان ہو تو یقیناً زوال ہو چکا ہے۔ اور جب تمہارے دائیں ابرو کی طرف ہو جائے تو وہ ظہر کا آخری وقت ہے۔ یہ عراق اور خراسان وغیرہ کے لوگوں کے لیے ہے جو رکن اسود اور بیت اللہ شریف کے دروازے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں لیکن یمن مغرب والے اور جو ان کے ساتھ ملے ہوئے ہیں وہ اس کے خلاف کریں۔ کیونکہ وہ رکن یمانی اور کعبہ شریف کی پچھلی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں اسی وجہ سے زوال کا اندازہ مختلف ہے۔

قبلہ کی پہچان

جب تمہیں زوال کا علم ہو گیا اور تم قبلہ کی پہچان حاصل کرنا چاہتے ہو تو اپنے سائے کو بائیں طرف کر لو۔ اس وقت تم قبلہ رخ کھڑے ہو گے یہ مختصر آسان طریقۂ علم ہے۔ معرفتِ زوال کا بیان اس لیے طویل ہوا کہ وہ سب سے مشکل اور دقیق وقت ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہا کی روایت میں قدموں کا ذکر پایا جاتا ہے اور اس سے آگاہی کا وہی طریقہ ہے جو پہلے گزر چکا ہے۔

وقتِ عصر

اس کا پہلا وقت تو وہی ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے کہ ایک مثل (احناف کے نزدیک دو مثل) پر کچھ اضافی ہے اور اس کا آخری وقت جب سایہ دو مثل ہو جائے، وقت ضرورت غروب آفتاب سے پہلے تک ہے اس کا بیان پہلے ہو چکا ہے۔ عصر کی نماز جلدی پڑھنا مستحب ہے۔

نماز مغرب کا وقت

نماز مغرب کا وقت غروب آفتاب سے شروع ہوتا ہے یعنی جب سورج کی ٹکیہ کا اوپر والا کنارہ نیچے کو لٹک جائے۔ یعنی آنکھوں سے مخفی ہو جائے تو مغرب کا وقت داخل ہو جاتا ہے۔ اس کے دو وقت ہیں ایک غروب آفتاب اور دوسرا شفق کا غائب ہونا اور شفق (حنبلی فقہاء کے نزدیک) اور روایتوں میں سے صحیح روایت کے مطابق سرخی ہے (احناف کے نزدیک سرخی کے بعد والی سفیدی شفق ہے)

وقت عشاء

جب شفق غائب ہو جائے تو عشاء کا وقت داخل ہو جاتا ہے۔ مستحب وقت ایک روایت کے مطابق

رات کی پہلی تہائی تک رہتا ہے۔ دوسری روایت کے مطابق نصف رات تک ہے اور عذر و ضرورت کا وقت فجر ثانی (صبح صادق) کے طلوع تک ہوتا ہے۔

عشاء کے دو نام ہیں عتمہ اور عشاء آخرہ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔اس نماز کے نام کے سلسلے میں اعرابی تم پر غالب آ گئے وہ اسے عتمہ کہتے ہیں یعنی اس کا نام عشاء آخرۃ ہے اور اعرابی اسے عتمہ کہتے ہیں۔ پس اس نام میں ان کی موافقت کرو۔ عشاء کی نماز کو آخر وقت یعنی پہلی تہائی یا نصف رات تک مؤخر کرنا افضل ہے جیسے ہم نے ذکر کیا ہے۔ افضل وقت جس میں یہ نماز ادا کی جائے وہ ہے جب مغرب کی جانب سفیدی ختم ہو کر تاریکی چھا جائے یہ شفق ثانی ہے۔ پس رات کی چوتھائی یا تہائی یا نصف تک مؤخر کرے یہ تمام صورتیں اس وقت ہیں جب نماز سے پہلے نہ سوئے کیونکہ نماز عشاء سے پہلے سونا مکروہ ہے جس کو نیند غالب آنے کا خوف ہو اس کے لیے مستحب ہے کہ نماز پڑھ کر سو جائے۔ اسی لیے امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ نماز اول وقت میں پڑھنا افضل ہے۔ ہم نے تاخیر کو افضل اس لیے کہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز عشاء تاخیر سے پڑھو۔ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تاخیر سے باہر تشریف لائے تو فرمایا اگر مجھے اپنی امت پر مشقت کا ڈر نہ ہوتا تو میں انہیں اس طرح پڑھنے کا حکم دیتا چنانچہ آپ نے خود بھی تاخیر فرمائی اور اس کی ترغیب بھی دی۔

مؤکدہ سنتیں

ان پانچ نمازوں کے ساتھ تیرہ رکعتیں سنت موکدہ ہیں۔ نماز فجر سے پہلے دو رکعتیں، ظہر سے پہلے دو اور بعد میں دو مغرب کے بعد دو رکعتیں اور عشاء کے بعد دو رکعتیں تین وتر نمازی کو اختیار ہے چاہے تو نماز مغرب کی طرح ایک سلام کے ساتھ پڑھے اور چاہے تو ان کے درمیان فرق کرے۔ دو رکعتوں پر سلام پھیرے اور پھر ایک رکعت پڑھے (حنبلیوں کے نزدیک) یہی افضل ہے [۱]۔ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى" دوسری میں "قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ" اور تیسری میں "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" پڑھے۔ صبح کی سنتوں میں پہلی رکعت میں "قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ــــ" اور دوسری میں "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" پڑھے۔ صبح کی سنتیں گھر میں پڑھنا مستحب ہے۔ پھر نماز کے لیے جائے۔ صبح کی سنتیں پڑھ کر فرض پڑھنے تک اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہونا اور کلام نہ کرنا مستحب ہے۔ البتہ ضروری بات کرنا مستثنیٰ ہے مغرب کے بعد والی سنتوں میں قرأت صبح کی دو رکعات میں قرأت جیسی ہے۔ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ نے فرمایا میں نے بیس سے زائد بار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کی بعد والی دو رکعتوں میں "قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ" اور "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" پڑھتے سنا ہے۔

حضرت طاؤس رحمہ اللہ کے بارے میں مروی ہے۔ آپ ان میں سے پہلی رکعت میں "اٰمَنَ الرَّسُوْلُ" آخر تک (سورہ بقرہ کا آخری رکوع) اور دوسری میں "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" پڑھتے تھے۔ مغرب کی سنتیں جلدی پڑھنا مستحب ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا مغرب کے بعد دو رکعتیں جلدی

---

[۱] احناف کے نزدیک سنت موکدہ بارہ ہیں۔ ظہر میں فرضوں سے پہلے چار رکعتیں ہیں باقی ترتیب وہی ہے، وتر سنت نہیں بلکہ واجب ہیں اور یہ تینوں رکعتیں ایک سلام سے ہوں گی کیونکہ ایک رکعت نماز کا الگ کوئی تصور نہیں۔ ۱۲ ہزاروی۔

پڑھو۔ فرشتے ان کو فرض نماز کے ساتھ اوپر اٹھاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کو مختصر پڑھنا مستحب ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مغرب کے بعد گفتگو کرنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھے اس کی نماز علیین میں اٹھائی جاتی ہے۔ ایسی روایات بھی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کو طویل پڑھنا مستحب ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی سنتوں میں قرأت طویل پڑھتے یہاں تک کہ نمازی چلے جاتے۔ اسی طرح حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے فرمایا میں بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا اور میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی۔ اس کے بعد آپ کھڑے ہوئے اور عشاء تک نماز پڑھتے رہے۔ پھر گھر تشریف لے گئے۔

احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ مغرب کی سنتیں گھر میں پڑھنا مستحب ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کے بعد دو رکعتیں گھر میں پڑھتے تھے۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے بھی اسی طرح مروی ہے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کے بعد کی دو رکعتیں گھر میں پڑھتے تھے۔ حضرت سہیل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا زمانہ پایا آپ مغرب کی نماز سے سلام پھیرتے اور میں کسی شخص کو مسجد میں سنتیں پڑھتے نہ دیکھتا بلکہ وہ جلدی جلدی مسجد کے دروازے کی طرف جاتے اور باہر نکل جاتے اور گھر میں جاکر نماز سنت پڑھتے۔

نماز پنجگانہ کے فضائل

حضرت ابوسلمہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انھوں نے فرمایا:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں بتاؤ! اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر ہو اور وہ روزانہ اس سے پانچ مرتبہ غسل کرے تو کیا اس کے جسم پر میل باقی رہتی ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! "نہیں"۔ آپ نے فرمایا پانچ نمازوں کی یہی مثال ہے اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے خطائیں مٹا دیتا ہے۔

حضرت ابو ثعلبہ قرظی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ (گناہوں کی آگ میں) جلتے ہیں جب صبح کی نماز پڑھتے ہیں تو نماز پہلے کے گناہوں کو دھو ڈالتی ہے یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ نمازوں کا ذکر فرمایا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیٹھے پھر آپ نے پانی منگوا کر وضو فرمایا، پھر فرمایا میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے اسی طرح وضو کیا جیسے میں نے کیا ہے پھر فرمایا جس نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا پھر کھڑا ہوا اور ظہر کی نماز پڑھی تو صبح کی نماز سے اب تک کے گناہ معاف ہو جائیں گے پھر کھڑا ہوا اور عصر کی نماز پڑھی تو ظہر کی نماز سے اب تک کے گناہ معاف ہو جائیں گے پھر مغرب کی نماز پڑھی تو عصر سے مغرب تک کے درمیان ہونے والے گناہ معاف ہو جائیں گے پھر عشاء کی نماز پڑھی تو مغرب و عشاء کے درمیان پائے جانے والے گناہ معاف ہو جائیں گے پھر شاید وہ ساری رات سویا رہے پھر جب اٹھ کر صبح کی نماز پڑھے تو عشاء اور صبح کے درمیان میں پائے جانے والے گناہ معاف ہو جائیں گے کیوں کہ

نیکیاں، برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یہ تو نیکیاں ہیں باقیات صالحات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا:
سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

حضرت امام جعفر بن محمد بواسطہ والد اپنے جد امجد رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی خوشنودی، انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت، معرفت کا نور، ایمان کی اصل، دعا اور اعمال کی قبولیت، رزق میں برکت، بدن کا سکون، دشمن کے لیے اسلحہ، شیطان سے نفرت۔ اللہ تعالیٰ اور بندے کو ملانے والی، قبر کا چراغ، اس کے پہلو کے لیے بستر، منکر نکیر کا جواب۔ اور قیامت تک قبر میں مونس و غمخوار اور زیارت کرنے والی ہے۔

جب قیامت کا دن ہوگا تو نماز، نمازی کے سر پر سایہ فگن ہوگی، سر کا تاج، بدن کا لباس، آگے آگے چلنے والا نور، اس کے اور جہنم کے درمیان پردہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مومن کی حجت، ترازو کا وزن، پل صراط سے گذرنے کا واسطہ اور جنت کی چابی بن جائیگی کیونکہ نماز، تسبیح، تحمید، تقدیس، تعظیم اور قرأت و دعا ہے اور بہترین عمل وقت پہ نماز ادا کرنا ہے۔

نماز دین کا ستون ہے

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا پانچ نمازیں دین کا ستون ہیں اللہ تعالیٰ نماز کے بغیر ایمان قبول نہیں کرتا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کتنی نمازیں فرض کی ہیں آپ نے فرمایا "پانچ نمازیں" اس نے پوچھا کیا ان سے پہلے یا بعد بھی کچھ ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر پانچ نمازیں ہی فرض کی ہیں ان سے پہلے یا بعد کچھ نہیں۔ اس پر اس نے قسم اٹھائی کہ وہ نہ ان سے کم کرے گا نہ زیادہ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر اس نے سچ کہا ہے تو یہ جنت میں داخل ہوگا۔

سب سے پہلے نماز کا حساب

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا اگر اس نے کامل ادا کی ہے تو اس کے لیے کامل لکھی جائے گی اگر مکمل نہیں پڑھی تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا دیکھو اگر میرے بندے کے کچھ نوافل ہیں تو جو کچھ ضائع ہوا ان سے پورا کر لو۔

حضرت انس بن حکیم ضبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب تم اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ تو کہو میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا قیامت کے دن سب سے پہلے فرض نماز کا حساب لیا جائے گا۔ مکمل ادائیگی ہوتی ہے تو ٹھیک ورنہ دیکھا جائے گا اگر اس نے نفل ادا کیے ہیں تو ان کے ذریعے

فرائض کی تکمیل ہوگی پھر تمام اعمال کے ساتھ اسی طرح کیا جائے گا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سب سے پہلے بندے کا حساب نماز سے ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے اس امت پر سب سے پہلے نماز فرض کی ہے۔

مسجد کی طرف جانا

حضرت نافع، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نماز باجماعت اور تنہا نماز میں ستائیس درجوں کا فرق ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ وضو کر کے مسجد کی طرف جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہر قدم کے بدلے اس کے نامہ اعمال میں ایک نیکی لکھ دیتا ہے۔ اس سے ایک بُرائی مٹاتا اور ایک درجہ بلند کرتا ہے اور اس کے آنے سے اللہ تعالیٰ اس طرح خوش ہوتا ہے جس طرح مدت دراز سے ایک آدمی سفر پر رہنے کے بعد گھر آئے تو گھر والے خوش ہوتے ہیں۔

حضرت ابو عثمان نہدی رحمہ اللہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے جس نے اپنے گھر میں اچھی طرح وضو کیا پھر میرے کسی گھر (مسجد) میں میری زیارت کی اور میری زیارت کے لیے آیا (تو میں اس کی عزت افزائی کرتا ہوں کیونکہ) گھر والے کے لیے ضروری ہے کہ آنے والے کی عزت کرے۔

حضرت سالم بن عبد اللہ اپنے والد سے وہ حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہم) سے روایت کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا رات کے اندھیرے میں مساجد کی طرف جانے والوں کو قیامت کے دن مکمل نور کی بشارت دیجئے۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا جو لوگ رات کے اندھیرے میں مساجد کی طرف جاتے ہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کو روشنی عطا فرمائے گا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا جماعت کے ساتھ نماز تنہا نماز سے پچیس درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔

حضرت نافع، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نماز باجماعت اور تنہا نماز میں ستائیس درجوں کا فرق ہے۔"

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے عثمان بن مظعون! جو شخص صبح کی نماز باجماعت ادا کرے اسے مقبول حج اور عمرے کا ثواب ملتا ہے۔ اے عثمان! جو شخص ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھتا ہے اس کے لیے اس نماز جیسی پچیس نمازوں کا ثواب ہے اور جنت الفردوس میں ستر درجات حاصل ہوں گے۔ اے عثمان! جو شخص عصر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرے پھر سورج غروب ہونے تک اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہے گویا اس نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ایک غلام آزاد کیا اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ

بارہ ہزار مزید ہوں گے ـــــــ اے عثمان! جو آدمی مغرب کی نماز باجماعت ادا کرے اسے اس نماز جیسی پچیس نمازوں کا ثواب اور جنت عدن میں ستر درجے عطا کیے جاتے ہیں۔ اے عثمان! جو شخص عشاء کی نماز باجماعت پڑھے گویا اس نے لیلۃ القدر میں قیام کیا۔

مسجد میں آنے کے آداب

جو آدمی مسجد کی طرف آئے وہ اللہ تعالیٰ کے خوف، ڈر اور خشوع و خضوع کے ساتھ آئے نیز سکون اور وقار کے ساتھ آئے اپنے بارے میں اس طرح سوچ و بچار کرے اور دنیوی خیالات و تصورات کو جن میں مصروف تھا چھوڑ دے، تواضع اور انکساری کے ساتھ جائے، تکبر، غرور اور ریاکاری کے ساتھ نہ جائے اور اس سے اللہ تعالیٰ کے گھر میں اس کی بارگاہ میں حاضری کا قصد کرے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَ يُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اس (مسجد) میں اس کا نام بلند کیا جائے اور اس کے نام کا ذکر کیا جائے۔ وہاں صبح و شام اس کی تسبیح بیان کریں۔ وہ لوگ جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں کر سکتی۔

نماز کا جو حصہ جماعت کے ساتھ پالے اسے ادا کرے اور جو رہ گیا اسے قضاء کرے۔ حدیث شریف میں اسی طرح آیا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی آئے اور جماعت کھڑی ہو تو اپنی رفتار سے آئے جو پائے اسے ادا کرے اور جو کچھ گزر گیا اسے قضاء کرے (اسی وقت اٹھ کر پڑھ لے) ایک دوسری روایت میں ہے وہ سکون و وقار سے چلے۔

خود پسندی سے پرہیز

عبادت کی پابندی سے خود پسندی اور تکبر میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے کیونکہ یہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی نظر سے گرا دیتی ہے، اس کے قرب سے دور کر دیتی ہے اور انسان اپنی حالت سے اندھا بن جاتا ہے، نور بصیرت زائل ہو جاتا ہے۔ پہلے ادا کی گئی عبادت کی حلاوت ختم ہو جاتی ہے۔ معرفت میں صفائی باقی نہیں رہتی بلکہ بعض اوقات اس کا عمل رد کیا جاتا ہے اور ریزہ ریزہ کر دیا جاتا ہے۔ ایک روایت میں ہے "اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں سے کوئی عمل قبول نہیں کرتا جب تک توبہ نہ کریں" ایک حدیث شریف میں ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک رات عبادت کی صبح ہوئی تو رات کے قیام پر خود پسندی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا "بہترین رب، حضرت ابراہیم کا رب ہے اور بہترین بندہ ابراہیم ہے"۔ صبح کے کھانے میں دیکھا کہ آپ کے ساتھ کوئی کھانے والا نہیں حالانکہ آپ چاہتے تھے کہ آپ کے ساتھ دسترخوان پر کوئی کھانے والا ہو۔ آپ کھانا راستے میں لے گئے تاکہ کوئی گزرنے والا گزرے اور آپ کے ساتھ کھانا کھائے۔ چنانچہ آسمان سے دو فرشتے اترے اور آپ کی طرف متوجہ ہوئے آپ نے ان دونوں کو کھانے کے لیے بلایا انھوں نے قبول کیا آپ نے ان سے فرمایا ہمارے ساتھ اس باغ میں آؤ

اس میں پانی کا ایک چشمہ ہے ہم وہاں ناشتا کریں چنانچہ تینوں باغ کی طرف چل پڑے کیا دیکھتے ہیں کہ کنوئیں کا پانی اُتر چکا ہے اور وہاں پانی نہیں ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر یہ بات گراں گزری اور پانی نہ پانے پر آپ کو اپنی بات سے حیا محسوس ہوا۔ فرشتوں نے کہا اے ابراہیم! آپ اپنے رب سے دُعا کیجئے اور سوال کیجئے کہ وہ چشمے میں پانی واپس لائے۔ آپ نے بارگاہ خداوندی میں دعا کی لیکن کوئی جواب نہ آیا۔ آپ کو اس سے بڑی کوفت ہوئی آپ نے ان دونوں سے فرمایا تم دعا کرو چنانچہ ان میں سے ایک نے دُعا کی تو چشمے میں پانی واپس آگیا۔ دوسرے نے دعا کی تو پانی اُبل کر سامنے آگیا چنانچہ انھوں نے بتایا کہ وہ دونوں فرشتے ہیں اور آپ ایک رات کے قیام کے لیے اِترائے تھے جس کی وجہ سے آپ کی دُعا رد ہوئی اور قبول نہ ہوئی۔

جب اللہ تعالیٰ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ یہ معاملہ ہے تو دوسروں کے ساتھ کیا ہوگا؟ بلکہ انسان کو یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ اس کی تمام عبادت اور اس کے لیے تگ و دو اللہ تعالیٰ کی توفیق، نعمت، فضل، رحمت اور احسان کی وجہ سے ہے وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے احترام اور خشوع و خضوع کے ساتھ کھڑا ہو گویا وہ اسے دیکھ رہا ہے۔ جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اُسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھتے تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

نماز میں خشوع و خضوع

ایک حدیث شریف میں ہے۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی طرف وحی بھیجی کہ جب آپ میرے سامنے کھڑے ہوں تو اس طرح کھڑے ہوں جس طرح ایک ڈرنے والا، عجز و انکساری کرنے والا اور اپنے نفس کی مذمت کرنے آدمی کھڑا ہوتا ہے کیونکہ یہ بات مذمت کے زیادہ مناسب ہے اور مجھ سے دُعا یوں کریں کہ آپ کے اعضاء لرز رہے ہوں۔

اسی طرح ایک روایت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف بھی ایسی ہی وحی بھیجی۔ ایک روایت میں ہے حضرت محمد ابن سیرین رحمہ اللہ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے چہرے کا خون اُتر جاتا۔ حضرت مسلم بن یسار رحمہ اللہ جب نماز شروع کرتے تو کسی قسم کی آواز وغیرہ ان کو محسوس نہ ہوتی یعنی وہ نماز میں اس قدر مشغول ہوتے اور اللہ تعالیٰ سے اس قدر ڈرتے کہ انھیں کچھ بھی محسوس نہ ہوتا۔ حضرت عامر بن عبد قیس رحمہ اللہ فرماتے ہیں میرے دونوں کندھوں کے درمیان خنجر گھونپنا مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ میں حالت نماز میں کسی دینوی بات کے بارے میں غور و فکر کروں۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے جب بھی نماز پڑھی سلام پھیرنے تک اپنے نفس سے کوئی بات نہیں کی۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نماز میں کھڑے ہوتے تو خشوع و خضوع کی وجہ سے ایک لکڑی کی طرح سیدھے کھڑے ہوتے۔ حضرت وہب رحمہ اللہ نماز پڑھنے کے لیے یوں کھڑے ہوتے کہ گویا جہنم کو دیکھ رہے ہوں۔ حضرت عتبہ غلام رحمہ اللہ سردیوں کے موسم میں نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو پسینہ بہنے لگتا۔ لوگوں نے اس بارے میں پوچھا تو فرمایا اللہ تعالےٰ سے حیا کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے۔

حضرت مسلم بن یسار رحمہ اللہ نماز پڑھ رہے تھے کہ گھر میں آگ لگ گئی۔ آپ گھر کے اندر موجود تھے۔ اہل بصرہ خوف زدہ ہو کر باہر نکلے اور آگ کو بجھایا لیکن حضرت مسلم رحمہ اللہ کو اس وقت پتا چلا جب لوگوں نے آگ کو بجھا دیا اور آپ نماز سے فارغ ہوئے۔ آپ ہی کے بارے میں ہے کہ آپ جامع مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک ستون آپ کے پہلو میں گر گیا۔ تمام بازار والے خوف زدہ ہو گئے لیکن انہیں اس کی خبر تک نہ ہوئی۔

حضرت عمار بن زبیر رحمہ اللہ کے بارے میں ہے آپ نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کا جوتا سامنے رکھا ہوا تھا۔ جوتے کا تسمہ نیا تھا۔ آپ کی توجہ ادھر مبذول ہو گئی نماز سے فارغ ہوئے تو جوتا پھینک دیا اور پھر تے دم تک جوتا نہیں پہنا۔ حضرت ربیع بن خیثم رحمہ اللہ کے بارے میں ہے آپ نفل پڑھ رہے تھے اور آپ کے سامنے بیس ہزار درہم کا گھوڑا تھا ایک چور آیا اور اسے کھول کر لے گیا۔ صبح لوگ آپ کے پاس افسوس کے لیے آئے۔ آپ نے فرمایا میں کھولنے والے کو دیکھ رہا تھا لیکن میں اس سے زیادہ محبوب کام میں مشغول تھا دن کے کسی حصے میں گھوڑا آیا اور آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے ایک سیاہ پگڑی میں نماز پڑھی جس میں سرخ دھاگہ تھا۔ سلام پھیرنے کے بعد فرمایا اس دھاگے نے مجھے نماز سے میری توجہ کو ہٹائے رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے نماز میں خشوع کے ساتھ کھڑے ہونے والوں کی یوں تعریف کی ہے۔

اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۔ وہ لوگ جو اپنی نمازوں میں خشوع و خضوع کرتے ہیں۔

حضرت زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں نماز میں انسان کا سکون کے ساتھ کھڑے ہونا خشوع ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ انسان نماز میں اس قدر مشغول ہو کہ اسے اپنے دائیں بائیں کا پتا نہ ہو۔ اسی لیے حضور علیہ السلام نے فرمایا بے شک نماز میں مشغولیت ہے۔

نماز کی پابندی کرنا

حضرت اعمش بواسطہ شقیق ابن سلمہ، حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان جب پہلے وقت میں نماز پڑھتا ہے تو وہ آسمان کی طرف چڑھ جاتی ہے اور وہ روشن ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ عرش تک پہنچ جاتی ہے۔ قیامت تک وہ نماز پڑھنے والے کے لیے بخشش کی دعا مانگتی رہے گی اور کہے گی۔ اللہ تعالیٰ تیری حفاظت کرے جس طرح تو نے میری حفاظت کی۔

اور اگر آدمی وقت پر نماز نہ پڑھے تو وہ بے نور آسمان کی طرف جاتی ہے وہ آسمان تک پہنچتی ہے تو کپڑے کی طرح لپیٹ دی جاتی ہے اور اس نمازی کے منہ پر ماری جاتی ہے پھر وہ کہتی ہے اللہ تعالیٰ تجھے ضائع کرے، جس طرح تو نے مجھے ضائع کیا۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اچھی طرح وضو کیا پھر نماز کے لیے کھڑا ہوا اور اس کے رکوع، سجدے اور قرأت کو پورا کیا تو نماز کہتی ہے اللہ تعالیٰ تیری حفاظت فرمائے جس طرح تو نے میری حفاظت کی ہے پھر وہ نماز آسمان کی طرف اٹھ جاتی ہے اور اس کے ساتھ

روشنی اور نور ہوتا ہے اس کے لیے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ تک پہنچ جاتی ہے چنانچہ وہ نمازی کے لیے بارگاہِ خداوندی میں سفارش کرتی ہے اور اگر وہ اس کے رکوع، سجود اور قرأت کو ضائع کرے تو نماز کہتی ہے اللہ تعالیٰ تجھے ضائع کرے جس طرح تو نے مجھے ضائع کیا پھر وہ تاریکی کی حالت میں اٹھائی جاتی ہے جب آسمان تک پہنچتی ہے تو اس پر آسمان کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں پھر پرانے کپڑے کی طرح اسے لپیٹ کر نمازی کے منہ پر مارا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کونسا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا وقت پر نماز پڑھنا، ماں باپ سے اچھا سلوک کرنا اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا۔

وقت کے بعد نماز پڑھنا

حضرت ابراہیم ابن ابی محذورہ رضی اللہ عنہ بواسطہ والد اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے وقت میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے درمیانے وقت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور آخری وقت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ۔ ان نمازیوں کے لیے خرابی ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم! انھوں نے نماز کو چھوڑا نہیں تھا لیکن وقت کے بعد پڑھتے تھے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے "اَلَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ" کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا وہ لوگ جو نماز کو وقت سے مؤخر کرتے ہیں۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے ارشاد گرامی:

اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا۔ انھوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشات کے پیچھے چلے عنقریب وہ غیّ (وادی) میں جائیں گے۔

کے بارے میں فرماتے ہیں۔ "غیّ" سے جہنم کی ایک وادی مراد ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس وادی میں وہی لوگ داخل ہوں گے جنھوں نے نماز کے اوقات کو ضائع کیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے ایک دن نماز کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا جو آدمی نماز کی حفاظت کرے وہ قیامت کے دن اس کے لیے نور، دلیل اور نجات کا باعث ہوگی اور جو اس کی حفاظت نہ کرے وہ اس کے لیے نور، برہان اور قیامت کے دن نجات کا ذریعہ نہیں ہوگی اور وہ شخص قیامت کے دن قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔

نماز میں سستی کی پندرہ سزائیں

حضرت حارث بواسطہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا جو شخص نماز میں سستی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے پندرہ سزائیں دے گا چھ موت سے پہلے، تین موت کے وقت، تین قبر میں، اور تین قبر سے نکلتے وقت، موت سے پہلے کی چھ سزائیں یہ ہیں۔ (۱) اس سے نیکیوں والا نام اُٹھا دیا جاتا ہے۔ (۲) اس سے برکت اُٹھا دی جاتی ہے۔ (۳) رزق کی برکت اُٹھا دی جاتی ہے۔ (۴) جب تک نماز مکمل نہ کرے اس کا کوئی نیک عمل قبول نہیں ہوتا۔ (۵) اس کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ (۶) نیک لوگوں کی دعاؤں میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔

موت کے وقت تین سزائیں یہ ہیں: (۱) وہ پیاسا مرتا ہے اگر سات سمندر بھی اس کے حلق میں ڈالے جائیں وہ سیراب نہیں ہوتا۔ (۲) اچانک موت آتی ہے۔ (۳) اس کے گلے اور کاندھے پر دنیوی لوہے، لکڑی اور پتھر کا بوجھ ڈال جاتا ہے۔ قبر کے تین عذاب یہ ہیں: (۱) اس پر قبر تنگ ہو جاتی ہے (۲) قبر تاریک ہو جاتی ہے۔ (۳) وہ سوالوں کے جواب دینے سے عاجز ہو جاتا ہے۔

قبر سے باہر آتے وقت کے تین عذاب یہ ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملاقات کرے گا کہ وہ اس پر غضب ناک گا۔ (۲) اس کا حساب سخت ہوگا۔ (۳) اللہ تعالیٰ کے سامنے سے اسے جہنم میں لوٹایا جائے گا۔ البتہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دے۔

نماز کی عظمت اور شان

نماز کی عظمت و شان بہت عظیم ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کا حکم دیا۔ سب سے پہلے نبوت کی وحی بھیجی پھر تمام اعمال اور تمام فرائض سے پہلے نماز کا حکم ہوا۔ متعدد آیات میں اس حکم کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اُتْلُ مَا اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ۔

جو کچھ کتاب سے آپ کی طرف وحی بھیجی گئی اسے پڑھیں اور نماز قائم کریں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ۔

بے شک نماز بے حیائی اور بُرائی کی باتوں سے روکتی ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ۔

اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیں اور اس پر صبر کریں ہم آپ سے رزق کا سوال نہیں کرتے بلکہ ہم آپ کو رزق دیتے ہیں۔

❁ ❁ ❁

اللہ تعالیٰ نے تمام مؤمنوں کو خطاب فرماتے ہوئے ان کو عبادات پر نماز اور صبر کے ساتھ مدد حاصل کرنے کا حکم دیا۔ ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَوٰةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ۔

اے لوگو! صبر اور نماز کے ساتھ مدد مانگو بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اور ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَوٰةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَوٰةِ۔

اور ہم نے ان کو اچھے کام کرنے، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا۔

تمام نیکیوں کا ذکر کیا اور اس سے مراد تمام عبادات ہیں اور ساتھ ساتھ گناہوں سے اجتناب کرنا ہے لیکن اس کے باوجود نماز کا الگ ذکر کر کے اس کا خاص حکم فرمایا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے رخصت ہوتے وقت اپنی امت کو نماز کی وصیت فرمائی۔ آپ نے فرمایا "نماز اور ماتحت لوگوں کے بارے میں اللہ تعالےٰ سے ڈرو" اور یہ آپکی آخری وصیت ہے۔ ایک حدیث میں ہے ہر نبی کی اپنی امت کو آخری وصیت یہی تھی اور دنیا سے رخصت ہوتے وقت ان کا آخری عہد و پیمان بھی یہی تھا۔ نماز پہلا فریضہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت پر فرض ہوئی یہی آپ کی آخری وصیت ہے اور یہی وہ آخری چیز ہے جس کے ساتھ اسلام چلا جائیگا قیامت کے دن سب سے پہلے اسی کا سوال ہوگا۔ یہی اسلام کا ستون ہے اس کے چلے جانے کے بعد نہ دین ہے نہ اسلام۔ ایک حدیث میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم اپنے دین سے سب سے پہلے امانت کو گم پاؤگے اور آخر میں نماز بھی نہیں پاؤ گے۔ کچھ لوگ نماز پڑھیں گے لیکن ان کو کوئی حصہ نہیں ہوگا۔

فرضیت نماز کا انکار

اگر کوئی شخص فرضیت نماز کا انکار کرتے ہوئے اس کو ترک کرے تو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک وہ کافر ہے اور اس کا قتل واجب ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ کے اس مذہب میں کوئی اختلاف نہیں اور اگر واجب جانتے ہوئے سستی سے چھوڑتا ہے اور اسے پڑھنے کے لیے بلایا جاتا ہے اگر وہ ادا نہ کرے یہاں تک کہ وقت تنگ ہو جائے تو اسے کافر قرار دیکر تلوار سے قتل کر دیا جائے لیکن ان دونوں صورتوں میں مرتد کی طرح اس سے تین دن تک توبہ کا مطالبہ کیا جائے پھر قتل کیا جائے اس کا مال غنیمت ہوگا بیت المال میں رکھا جائے نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے اور نہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ سستی کی صورت میں اس وقت تک قتل واجب نہیں جب تک وہ تین نمازیں نہ چھوڑے اور چوتھی نماز کا وقت تنگ نہ ہو جائے اور اسے شادی شدہ زانی کی حد میں قتل کیا جائے (رجم کیا جائے) اس کا حکم فوت ہونے والے مسلمانوں جیسا ہوگا۔ اس کے مسلمان ورثاء اس کے مال کے وارث ہوں گے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اسے قتل نہ کیا جائے بلکہ قید کر دیا جائے یہاں تک کہ نماز پڑھے اور توبہ کرے یا قید کی حالت میں مر جائے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اسے حد کے طور پر تلوار سے قتل کیا جائے لیکن کافر نہ قرار دیا جائے۔

اس کے کفر پر وہ آیات و روایات دلیل ہیں جن کا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔ مزید اس ضمن میں حضرت جابر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (مسلمان) آدمی اور کفر و شرک کے درمیان ترکِ نماز کا فرق ہے۔

بے نمازی کا حکم

حضرت عبداللہ بن زید اپنے والد (رضی اللہ عنہما) سے روایت کرتے ہیں انھوں نے فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ہمارے اور کفار کے درمیان نماز چھوڑنے کا فرق ہے۔ جس نے اسے (فرض نہ جانتے ہوئے) چھوڑا وہ کافر ہو گیا۔

حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز میں کوّے کی طرح ٹھونگیں مارتے ہوئے دیکھا تو فرمایا اگر یہ شخص مرا تو دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں مرے گا۔

حضرت عطیہ عوفی، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑتا ہے تو اس کا نام جہنم کے دروازے پر جہنمیوں کی فہرست میں لکھ دیا جاتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو جو شخص نمازِ عشا پڑھے بغیر سو گیا فرشتے کہتے ہیں تیری آنکھیں سوئیں نہ روشن ہوں اللہ تعالیٰ تجھے جنت اور جہنم کے درمیان روک دے جس طرح تو نے ہمیں روکا ہے۔

مکروہاتِ نماز

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ اہل علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں فرض نماز میں بینتالیس کام مکروہ اور ممنوع ہیں۔ جان بوجھ کر کھانسنا۔ جان بوجھ کر کسی کام میں مشغول ہونا، جان بوجھ کر چھینک مارنا۔ آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھنا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مروی ہے آپ اپنی آنکھ مبارک آسمان کی طرف پھیرتے تو آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ۔ وہ لوگ جو اپنی نماز میں عاجزی اختیار کرتے ہیں۔

اس پر آپ نے سر انور جھکا لیا۔ صحابہ کرام اس بات کو اچھا جانتے تھے کہ آدمی کی نظر مصلیٰ سے تجاوز نہ کرے۔ ٹھوڑی کو سینے سے لگانا۔ کپڑوں سے جوئیں تلاش کرنا۔ اعضاء کو توڑنا (چٹخارے وغیرہ لینا) لمبا سانس لینا، آنکھوں کو بند رکھنا، نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا مکروہ ہے۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی:

اَلَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ۔ وہ لوگ جو اپنی نماز پر مداومت اختیار کرتے ہیں۔

کی تفسیر میں فرماتے ہیں جب وہ نماز پڑھتے ہیں تو دائیں بائیں نہیں دیکھتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آدمی کے نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا "یہ شیطانی جھپٹ

ہے جو انسان کی توجہ نماز سے ہٹا دیتی ہے۔
کہا گیا ہے کہ طلحہ یعنی ابن مصرف نے عبدالجبار بن وائل کے پاس آکر سرگوشی کی اور واپس چلے گئے۔ اس وقت عبدالجبار اپنی قوم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انھوں نے کہا تم جانتے ہو ابن مصرف نے کیا کہا؟ اس نے کہا ہے کہ کل تم نے نماز پڑھتے ہوئے اِدھر اُدھر دیکھا۔ حالانکہ حدیث شریف میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ جب نماز شروع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے سامنے آتا ہے اور وہ اس وقت تک واپس نہیں ہوتا جب تک بندہ واپس نہ ہو یا دائیں بائیں نہ دیکھے۔
ایک دوسری حدیث میں ہے بندہ جب تک نماز میں ہوتا ہے اس کے لیے تین خصلتیں ہوتی ہیں۔ آسمان کی طرف سے اس کے سر پر نیکی بہائی جاتی ہے۔ فرشتے اس کے قدموں سے لے کر آسمان کے اطراف تک ڈھانپ لیتے ہیں اور ایک منادی پکارتا ہے اگر نمازی کو پتا ہوتا کہ وہ کس سے مناجات کر رہا ہے تو ہرگز اِدھر اُدھر متوجہ نہ ہوتا پس اِدھر اُدھر متوجہ ہونا بہت زیادہ ناپسندیدہ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ اور اس طرح نماز کی حرمت اور آداب کو ہلکا جانتا ہے۔ قعدہ کی حالت میں کُتّے کی طرح بیٹھنا، امام سے پہلے حرکت کرنا، سجدے کی حالت میں بازوؤں کو بچھانا، سینے کو رانوں پر رکھنا اور بغلوں کو پہلوؤں سے ملانا بھی مکروہ ہے بلکہ ان کو الگ الگ رکھے اور آپس میں نہ ملائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ جب سجدہ کرتے تو بازوؤں کے نیچے سے بکری کا بچہ گزر سکتا تھا۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ کہنیوں کو بغلوں سے نہایت دُور رکھا جائے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں بغلوں اور بازوؤں کو جدا جدا رکھتے تھے۔ مکروہاتِ نماز میں سے سجدے کی حالت میں انگلیوں کو کشادہ رکھنا بھی ہے بلکہ ان کو ملانا چاہیے۔ رکوع میں ہاتھوں کو گھٹنوں سے نیچے رکھنا، ایک پاؤں کو دوسرے کے اوپر رکھنا اور ران کو زمین سے اُٹھا لینا، چادر اور شلوار کو لٹکانا، دانتوں کا خلال کرنا۔ ایک یا دو دانوں کے برابر کھانے کو زبان پر پھیرنا اور کھانے کو اندر لے جانا، زبان کے ساتھ سانس لینا اور سجدے میں پھونکیں مارنا، کنکریوں کو برابر کرنا، دائیں بائیں چلنا، تشہد کی حالت میں پاس بیٹھے ہوئے پر آواز بلند کرنا اور یہ بات جاننا کہ دائیں بائیں کون ہے۔ ہاتھ یا آنکھ سے اشارہ کرنا۔ ڈکار لینا، حلق سے باہر آنے والی چیز کو واپس لے جانا، کھانسنا، ناک صاف کرنا، اور کپڑوں کی طرف دیکھنا۔ سلام پھیرنے سے پہلے پیشانی سے مٹی پونچھنا۔ ایک بار سے زیادہ کنکریوں کو برابر کرنا سجدے کی جگہ کو جھاڑنا، امامت کی حالت میں تشہد کے بعد دعا مانگنا سلام پھیرنے کے بعد بائیں طرف پھرنے کی بجائے محراب میں اسی طرح بیٹھے رہنا۔ نماز میں انگلیوں سے گنتی کرنا، حالتِ نماز میں داڑھی اور کپڑے کے ساتھ کھیلنا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس نماز کی طرف نظر (قبول) نہیں فرماتا جس میں آدمی کا دل بدن کے ساتھ حاضر نہ ہو۔ نیز آپ نے ایک آدمی کو داڑھی کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھا تو فرمایا اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اعضاء سے بھی عاجزی کا اظہار ہوتا۔
حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے ایک آدمی کو (نماز کی حالت میں) کنکریوں سے کھیلتے ہوئے دیکھا نیز وہ کہہ رہا تھا یا اللہ! حورعین سے میری شادی کرا دے۔ آپ نے فرمایا تو کتنا بُرا پیغام دینے والا ہے۔ پیغام بھی دے رہا ہے اور کھیل بھی رہا ہے۔
حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں انھوں نے فرمایا جو لوگ (نماز میں)

اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں انھیں اس حرکت سے باز آنا چاہیے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ انکی آنکھیں واپس نہیں لوٹائے گا۔

حضرت اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں دو آدمی نماز پڑھتے ہیں لیکن دونوں میں زمین اور آسمان کے درمیان جتنا فرق ہوتا ہے ایک اپنے دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور دوسرا کھیلنے اور بھولنے والا ہوتا ہے۔

صحیح حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا نمازی کے لیے نماز سے نصف حصہ ہوتا ہے دسویں حصے تک آپ نے ذکر فرمایا مطلب یہ ہے کہ جو نمازی نماز کو سمجھ کر پڑھتا ہے اور اپنے دل کو حاضر رکھتا ہے ایک دوسری حدیث میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک نمازی کے لیے چار سو نمازوں کا ثواب ہے کسی کے لیے دو سو کا، کسی کے لیے ڈیڑھ سو کا، کسی کے لیے ستر کا، کسی کے لیے پچاس کا۔ کسی کے لیے ستائیس کا، کسی کے لیے دس کا اور کسی کے لیے ایک نماز کا ثواب ہے۔

جس شخص کے لیے چار سو نمازوں کا ثواب لکھا جاتا ہے یہ وہ شخص ہے جو بیت اللہ شریف میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا ہے اور اس سے پہلی تکبیر نہیں چھوٹتی جس کے لیے دو سو نمازوں کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ یہ وہ امام ہے جو احکام نماز جاننے کے بعد لوگوں کو نماز پڑھاتا ہے جس کے لیے ڈیڑھ سو نمازوں کا ثواب لکھا جاتا ہے یہ مؤذن ہے جس کے لیے ستر نمازوں کا ثواب ہے یہ وُہ ہے جو مسواک کرتا ہے کامل وضو کرتا اور جامع مسجد میں باجماعت نماز ادا کرتا ہے جس آدمی کے لیے پچاس نمازوں کا ثواب لکھا جاتا ہے وہ ہے جو جامع مسجد میں امام کے ساتھ نماز ادا کرتا ہے البتہ کبھی کبھی اس سے تکبیر تحریمہ رہ جاتی ہے اور وہ شخص جس کے لیے ستائیس نمازوں کا ثواب لکھا جاتا ہے وہ آدمی ہے جو کامل وضو کرکے مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا ہے اور اس سے تکبیر تحریمہ نہیں رہتی اور وہ شخص جس کے لیے دس نمازوں کا ثواب لکھا جاتا ہے وہ ہے جو جماعت سے نماز پڑھتا ہے لیکن کبھی کبھار اس سے تکبیر تحریمہ رہ جاتی ہے اور جس آدمی کے لیے ایک نماز کا ثواب لکھا جاتا ہے وہ شخص ہے جو جماعت کے بغیر تنہا نماز پڑھتا ہے اور وہ شخص جسے ایک نماز کا ثواب بھی نہیں ملتا وہ ہے جو نماز پڑھتے ہوئے مرغ کی طرح ٹھونگیں مارتا ہے اور نماز کے رکوع سجود پورے نہیں کرتا اور یہی وہ آدمی ہے جس کی نماز پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر اس کے منہ پر ماری جاتی ہے اور اسے کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ تیری حفاظت نہ کرے جس طرح تو نے اپنی نماز کی حفاظت نہیں کی۔

نمازی کا تصوّر

ہر نمازی کو چاہیے کہ نماز شروع کرنے سے پہلے نیت کرے اور کعبۃ اللہ کو اپنے سامنے خیال کرتے ہوئے اس پر نظر جما کر رکھ لے جیسے کتاب کے شروع میں بیان ہو چکا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونے کا یقین کرے اور اس بات کا شک نہ کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہے اور اللہ تعالیٰ اُسے دیکھ رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّذِیْ یَرَاکَ حِیْنَ تَقُوْمُ وَ تَقَلُّبَکَ فِیْ — اور وہ تجھے دیکھتا ہے جب تو کھڑا ہوتا ہے اور

السَّاجِدِیْنَ۔ سجدہ کرنے والوں کے ساتھ حرکت کرتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی عبادت یوں کرو کہ تم اسے دیکھ رہے ہو پس اگر تم اسے نہیں دیکھتے تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

فرض نماز کا تعین کرتے ہوئے کہ ادا ہے یا قضاء، نیت کرے یہ بہتر ہے۔ ہاتھوں کو کانوں کی لَو تک یا کاندھوں کے برابر اٹھائے۔ کتاب کے شروع میں اس کا طریقہ بیان ہو چکا ہے انگلیوں کو ملائے یا کھلا چھوڑے، اس ضمن میں دو روایتیں ہیں اور جب ہاتھوں کو اٹھا کر تکبیر کہتا ہے تو گویا اللہ تعالیٰ اور اس کے درمیان پردہ اٹھ گیا اور اس جگہ پہنچ گیا ہے جہاں اِدھر اُدھر متوجہ ہونا اور دوسرے کاموں میں مشغول ہونا جائز نہیں۔ کیونکہ اسے علم ہے کہ وہ اس ذات کے سامنے کھڑا ہے جو اس کی حرکات کو دیکھ رہی ہے۔ جو کچھ اس کے دل میں گزرتا ہے اور جو چیز اس کے باطن اور قلب میں لپٹی ہوئی ہے اس سے اللہ تعالیٰ باخبر ہے۔ لہٰذا اپنی سجدہ گاہ میں دیکھے اور دائیں بائیں نہ دیکھے اور آسمان کی طرف بھی نہ دیکھے اور جب سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ آخر تک (ثناء) پڑھے تو یقین رکھے کہ وہ اس ذات سے مخاطب ہے جو اس کی بات کو سنتا ہے اس کی طرف متوجہ ہے اور اسے دیکھ رہا ہے اور اس پر ایک بال کی جگہ اور کسی عضو کی حرکت پوشیدہ نہیں ہے۔ جب "اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔" پڑھے تو اسے سوچے اور جو کچھ کہہ رہا ہے اسے سمجھے اور اچھی طرح جان لے کہ وہ کس ذات سے مخاطب ہے اس کے ساتھ عاجزی اور نماز کی حفاظت کو نہ بھولے اور اس بات سے ڈرے کہ اس چیز میں جس کے لیے کھڑا ہے اور جس کی طرف متوجہ ہے، بھول نہ واقع ہو۔

سورہ فاتحہ میں گیارہ تشدیدیں (شدّیں) لائے اور اس خوش آوازی سے بچے جو معنیٰ کو بدل دیتی ہے کیونکہ نماز میں قرأت فرض ہے اس کے چھوڑنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ تصور کرے کہ وہ پل صراط پر کھڑا ہے اور جنت اپنی تمام صفات کے ساتھ اس کی دائیں جانب ہے اور دوزخ اپنے ما فیہا کے ساتھ اس کی بائیں طرف ہے اور وہ اپنی نماز کے ساتھ اس چیز کو پا رہا ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اس سے وعدہ فرمایا ہے یعنی جب نماز صحیح ہو گی تو وہ جنت کا ثواب پائے گا اور جہنم کے عذاب سے جنت میں پناہ حاصل کرے گا۔ ہر بات پر دل سے یقین رکھے اور اپنی عقل کو حاضر رکھے اس کے ساتھ ساتھ یہ عقیدہ بھی رکھے کہ یہ آخری نماز ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اعمال بارگاہ خداوندی میں پیش ہوتے ہیں اور اس قدر نماز ہی صحیح قرار پائے گی جو اللہ تعالیٰ کے ہاں صحیح ہو گی۔ پھر کامل سورتوں سے جو آسان معلوم ہو پڑھے۔ کسی سورت کے درمیان یا آخر سے پڑھنے کی بجائے یہ بہتر ہے جو کچھ پڑھ رہا ہے اس کی طرف توجہ رکھے اور الفاظ کو سمجھ کر تلاوت کرے۔ اسی طرح اگر مقتدی ہے تو خاموش ہو کر امام کی قرأت سنے اور سمجھے اور اس کے پند و نصائح نیز جھڑک وغیرہ سے نصیحت حاصل کرے اس کے اوامر پر عمل کرنے اور نواہی سے باز رہنے کا پختہ ارادہ کرے یہاں تک کہ سورت ختم ہو جائے۔ قرأت سے فارغ ہو کر سیدھا کھڑا ہو جائے اور خاموش رہے تاکہ رکوع سے پہلے تازہ دم ہو جائے۔ قرأت کو رکوع کی تکبیر سے نہ ملائے پھر تکبیر کہے اور ہاتھوں کو کانوں کی لَو یا کاندھوں کے برابر اٹھائے[۱] جس طرح ہم نے شروع کتاب میں بیان کیا ہے۔ تکبیر ختم ہونے

[۱] اسے رفع یدین کہتے ہیں۔ احناف کے نزدیک یہ جائز نہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ کا مسلک بھی یہی ہے۔ (حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

پر ہاتھوں کو نیچے چھوڑ دے اور قیام سے رکوع کی طرف چلا جائے، ہتھیلیوں سے گھٹنوں کو پکڑے انگلیوں کے درمیان کشادگی رکھے اور بازوؤں پر ٹیک لگائے۔ پیٹھ کو برابر رکھے اور سر کو نہ اُٹھائے اور نہ ہی زیادہ جھکائے۔ حدیث شریف میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع فرماتے تو یہ حالت ہوتی کہ اگر ایک قطرہ آپ کی پیٹھ مبارک پر ہوتا تو وہ اپنی جگہ سے حرکت نہ کرتا۔ یہ بھی مروی ہے کہ جب آپ رکوع فرماتے تو اگر پانی کا پیالہ آپ کی پیٹھ پر ہوتا تو وہ اپنی جگہ سے حرکت نہ کرتا کیونکہ آپ اپنی پیٹھ مبارک سیدھی رکھتے تھے۔

رکوع میں تین بار "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ" کہے اور یہ کمال سنت کا ادنیٰ درجہ ہے۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں پوری تسبیح سات بار کہنا ہے۔ اوسط درجہ پانچ بار اور کم ازکم تین بار ہے۔ اس کے بعد "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ" کہتے ہوئے سر اُٹھائے اور سیدھا کھڑا ہو جائے اور ہاتھوں کو چھوڑ دے پھر سجدہ کے لیے جھک جائے۔ پہلے گھٹنے زمین پر رکھے اس کے بعد ہاتھ، پھر پیشانی اور اس کے بعد ناک رکھے زمین پر قرار پکڑے اور اطمینان کے ساتھ سجدہ کرے جسم کا ہر عضو اور چہرہ قبلہ رُخ ہونا چاہیے۔ حدیث شریف میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم ہوا ہے ایک دوسری حدیث میں ہے "بندہ سات اعضاء پر سجدہ کرتا ہے جس عضو کا سجدہ ضائع کیا وہ ہمیشہ اس پر لعنت بھیجتا ہے۔ سجدے کی حالت میں جسم کو ملا ہوا رکھے۔ زمین پر بچھ نہ جائے اور نہ ہی بازوؤں کو پھیلائے، بلکہ ہاتھوں کی انگلیوں کو زمین پر رکھے یہاں تک کہ وہ کانوں یا کاندھوں کی اس جگہ کے برابر ہوں جہاں تک قیام کی حالت میں تکبیر کے ہاتھوں کو اٹھانا مستحب ہے سر کے برابر نہ رکھے۔ انگلیوں کو ملا کر قبلہ رُخ کرے، بازوؤں کو پہلوؤں سے اور کہنیوں کو رانوں سے اور پیٹ کو زمین سے جدا رکھے جس طرح پہلے بیان ہوا ہے رکوع کی طرح سجدے میں تین بار "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی" کہے پھر تکبیر کہتے ہوئے سر اٹھائے اور بائیں پاؤں پر بیٹھ جائے دائیں پاؤں کو کھڑا کرے اور گود میں دیکھتے ہوئے تین بار "رَبِّ اغْفِرْ لِیْ" کہے پھر اسی طرح دوسرا سجدہ کرے اس کے بعد تکبیر کہتے ہوئے زمین سے سر اُٹھائے اس کے بعد ہاتھ گھٹنوں پر زور ڈالتے ہوئے انہیں اُٹھائے اور قدموں کے بل پر سیدھا کھڑا ہو جائے ایک قدم کو آگے نہ بڑھائے یہ مکروہ ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک قول کے مطابق اس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کرے جب پہلے تشہد کے لیے بیٹھے تو بائیں پاؤں پر بیٹھے دائیں پاؤں کو کھڑا کرے انگلیوں کو قبلے کی طرف متوجہ کرے۔ بایاں ہاتھ بائیں ران پر اور دایاں ہاتھ دائیں ران پر رکھے اور انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی سے اشارہ کرے۔ انگوٹھے اور درمیانی انگلی سے گھیرا باندھے اور سب سے چھوٹی اور ساتھ والی انگلی کو بند رکھے تشہد کے شروع سے آخر تک انگلیوں کی طرف دیکھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز میں ہو پس جب بیٹھے تو کسی چیز کے ساتھ نہ کھیلے

(حاشیہ صفحہ سابقہ) اکثر صحابہ کرام حتیٰ کہ عشرہ مبشرہ اور تابعین رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے۔ تکبیر تحریمہ کے علاوہ نماز میں رفع یدین کا حکم منسوخ ہے۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے ہم نماز میں ہاتھ اُٹھاتے تھے آپ نے فرمایا ان کا کیا حال ہے یہ نماز میں ہاتھ اٹھاتے ہیں جیسے سرکش گھوڑے دم ہلاتے ہیں۔ نماز میں سکون سے رہو۔ (تفہیم البخاری جلد اول صفحہ ۱۰۹۸) ۱۲ ہزاروی۔

کیوں کہ وہ اپنے رب سے گفتگو کر رہا ہے بلکہ بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر اور دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھے پھر اس کا دل اور آنکھیں انگلیوں کی طرف متوجہ ہوں کیونکہ یہ انگلیاں شیطان کو بھگانے والی ہیں اور یوں تشہد پڑھے۔:

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

تمام قولی، بدنی اور مالی عبادتیں اللہ تعالیٰ کے لیے (خالص) ہیں اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو اور برکتیں نازل ہوں ہم پر اور نیک بندوں پر (بھی) سلام ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔

اس کے بعد تکبیر کہتا ہوا کھڑا ہو اور صرف سورۂ فاتحہ پڑھے پھر اسی طرح رکوع سجدے کرے پھر چوتھی رکعت اسی طرح پڑھے اس کے بعد تشہد کے لیے بیٹھے اور اسی طرح کرے جس طرح ہم نے ذکر کیا ہے۔ "عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ" پر پہنچنے کے بعد یوں پڑھے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ (وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ) اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ (وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ) اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

یا اللہ! حضرت محمد مصطفےٰ اور آپ کی آل پر رحمت بھیج جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی آل پر رحمت نازل فرمائی بے شک تو تعریف والا بزرگی والا ہے یا اللہ! حضرت محمد مصطفےٰ اور آپ کی آل پر برکت نازل فرما جیسی کہ تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی آل پر برکت نازل فرمائی بے شک تو تعریف والا اور بزرگی والا ہے۔

حضرت امام احمد رحمہ اللہ سے ایک دوسری روایت میں "عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ" کے بعد ان کی آل کا بھی ذکر ہے یعنی وہ "عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ" پڑھتے ہیں اور یہ تشہد کا آخری حصہ ہے اور چار چیزوں سے پناہ مانگنا مستحب ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ۔

یا اللہ! میں جہنم کے عذاب سے، عذاب قبر سے، مسیح دجال کے فتنہ سے نیز زندگی اور موت کے فتنہ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

اس کے بعد یوں دعا مانگے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهٖ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ اَعْلَمْ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهٖ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ اَعْلَمْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ خَيْرَ مَا سَاَلَكَ عِبَادُكَ الصَّالِحُوْنَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَكَ مِنْهُ عِبَادُكَ الصَّالِحُوْنَ اَللّٰهُمَّ

یا اللہ! میں تجھ سے تمام بھلائی کا سوال کرتا ہوں اس میں سے جسے میں جانتا ہوں اور جسے نہیں جانتا اور میں ہر برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں اس میں سے جو کچھ میں جانتا ہوں اور جو کچھ نہیں جانتا یا اللہ! میں تجھ سے اس چیز کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں جس کا تیرے نیک بندوں نے تجھ سے سوال کیا اور اس چیز کی شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں جس سے تیرے نیک بندوں

اِنِّیْ اَسْاَلُكَ الْجَنَّةَ وَمَا قَرَّبَ اِلَیْهَا مِنْ قَوْلٍ وَّعَمَلٍ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ اِلَیْهَا مِنْ قَوْلٍ وَّعَمَلٍ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ، رَبَّنَا فَاغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ رَبَّنَا اٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادِ۔

نے پناہ مانگی یا اللہ! میں تجھ سے جنت اور اس بات اور عمل کا سوال کرتا ہوں جو جنت کے قریب کر دے، یا اللہ! جہنم سے اور اس کے قریب لے جانے والے قول و عمل سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اے ہمارے رب! ہمیں دنیا اور آخرت میں بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ اے ہمارے رب! ہمارے گناہ بخش دے ہماری خطائیں مٹا دے اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ موت دے یا اللہ! ہمیں وہ کچھ عطا فرما جس کا تو نے اپنے نبیوں کے ذریعے ہم سے وعدہ فرمایا اور قیامت کے دن ہمیں ذلیل نہ کرنا بے شک تو وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔

اس پر اضافہ کرنا بھی جائز البتہ امام ہو تو لمبی دعا مقتدیوں پر گراں گزرے گی۔ لہٰذا ان کی تالیف قلوب کے لیے مختصر دعا مانگنا مستحب ہے کیونکہ ممکن ہے ان میں کچھ حاجت مند بھی ہوں۔ پھر سلام پھیرے اور اپنے لیے اپنے والدین اور مسلمانوں کے لیے دعا مانگے۔ ان تمام باتوں میں نماز کی عاقبت سے ڈرے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہونے والی ہے وہی اس کا حکم دینے والا ہے اس کا ثواب بھی وہی دیتا ہے اور خراب ہونے کی صورت میں سزا بھی اسی نے دینی ہے۔

نماز سے فارغ ہو کر اسے اپنے علم کے مطابق جانچے اگر علم اس بات کی گواہی دے کہ اس کی نماز تمام خرابیوں سے پاک اور صاف ہے تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بجا لائے کہ اس نے اسے اس کی توفیق دی اگر اس میں کمی یا غلل پائے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرے بخشش مانگے اور بعد والی نماز میں اس کوتاہی کا ازالہ کرنے کی کوشش کرے۔

مقبول نماز کی نشانی بھی روشن ہے اور مردود نماز کی علامت بھی واضح ہے۔ مقبول نماز کی علامت یہ ہے کہ نماز، نمازی کو بے حیائی کے کاموں اور برائیوں سے روک دے۔ نیکی کی ترغیب دے اپنی اصلاح کا ارادہ کرے اور زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرے۔ نیک کاموں میں رغبت رکھے، برے کاموں سے باز رہے اور گناہوں کو ناپسند کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ۔

بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے اور البتہ اللہ تعالیٰ کا ذکر سب سے بڑا ہے۔

جو کچھ ہم نے ذکر کیا اس میں امام، مقتدی اور اکیلا نماز پڑھنے والا برابر ہیں۔ نماز کی شرائط، واجبات اور سنتیں ہم نے اس سے پہلے کتاب کے شروع میں بیان کر دی ہیں۔ اللہ ہی صحیح بات کی توفیق دینے والا ہے۔

امام سے مختص امور

کسی آدمی میں جب تک مندرجہ ذیل صفات نہ پائی جائیں اس کے لیے امام بننا مناسب نہیں اگر کوئی دوسرا آدمی امامت کے لیے موجود ہے تو آگے بڑھنا پسند نہ کرے اگر اس سے افضل آدمی موجود

تو بھی آگے نہ بڑھے کیونکہ حدیث شریف میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی شخص کسی قوم کی امامت کرائے حالانکہ پیچھے افضل آدمی موجود ہے تو وہ قوم ہمیشہ پستی میں رہے گی۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر مجھے آگے کر کے میری گردن ماری جائے تو اس سے مجھے کوئی گناہ نہ ہو تو یہ بات مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں اس قوم کی امامت کراؤں جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ موجود ہوں۔

امام قرآن کا قاری ہو، دین کا فقیہ ہو، اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بصیرت رکھنے والا ہو۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے اپنے دینی معاملات فقہاء کے سپرد کرو اور تمہارے امام وہ لوگ ہوں جو تم میں سے قرآن پڑھنے والے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے بہتر لوگ تمہاری امامت کرائیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمہارے نمائندے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے ان کو اس لیے مخصوص فرمایا کہ وہ دین دار اور علم و فضل والے نیز خوفِ خدا رکھنے والے لوگ ہیں۔ وہ اپنی اور مقتدیوں کی نماز کو سمجھتے ہیں۔ اور نماز میں غلطی ہونے کی وجہ سے ان پر اپنا اور مقتدیوں کا جو بوجھ ہوگا اس سے بچتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قراء سے محض بے عمل حافظ مراد نہیں لیے بلکہ آپ کی مراد وہ لوگ ہیں جو حفظِ قرآن کے ساتھ ساتھ عمل بھی کرتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے اس قرآن کا زیادہ حقدار وہ شخص ہے جو اس پر عمل کرتا ہے اگرچہ وہ قاری نہیں ہے۔

بعض اوقات وہ لوگ بھی قرآن مجید یاد کرتے ہیں جو اس پر عمل نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ نے جن حدود پر عمل کرنا فرض کیا ہے یا جن باتوں سے روکا ہے ان کی پروا نہیں کرتے۔ لہٰذا ہماری مراد وہ (بے عمل) قاری نہیں اور نہ ہی وہ قابلِ عزت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "اس آدمی کا قرآن پر ایمان نہیں جو اس کی حرام کردہ اشیاء کو حلال سمجھتا ہے۔ لہٰذا لوگوں کے لیے جائز نہیں کہ اپنی نماز کے لیے اللہ تعالیٰ کا زیادہ علم رکھنے والے اور اس سے سب سے زیادہ ڈرنے والے کے علاوہ کسی کو امام بنائیں اور اگر وہ کسی دوسرے (جاہل اور خوفِ خدا نہ رکھنے والے) آدمی کو آگے کریں گے تو ہمیشہ پستی، دین میں نقصان اور اللہ تعالیٰ، اس کی رضا مندی اور جنت سے دور رہیں گے اللہ تعالیٰ اس قوم پر رحم فرمائے جو اپنے دین اور نماز کا اہتمام کرتے ہیں، اپنے میں سے بہتر آدمی کو آگے کرتے ہیں اور اس بارے میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر چلتے ہیں اور اس طرح وہ اپنے رب کا قرب حاصل کرتے ہیں۔"

امام کے لیے ضروری ہے کہ وہ لوگوں کی عیب جوئی اور ان کی غیبت سے اپنی زبان کو محفوظ رکھے البتہ بھلائی کی باتیں کرے نیکی کا حکم دے اور خود بھی عمل کرے، دوسروں کو برائی سے روکے اور خود بھی اجتناب کرے نیکی اور نیک لوگوں سے محبت کرے۔ برائی اور بدکار لوگوں سے دشمنی رکھے۔ اوقاتِ نماز کو جاننے والا اور ان کا محافظ ہو، اپنی اصلاح کرے پیٹ اور شرمگاہ کی حفاظت کرے، حرام سے اپنے ہاتھوں کو دور رکھے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے علاوہ دوسرے کاموں کے لیے کم کوشش کرے (ایک جگہ) بیٹھنے والا، ایذا اور تکلیف پر صبر کرنے والا ہو۔

اپنے بارے میں لوگوں کی باتوں کو برداشت کرے جہالت کے جواب میں صبر کرے۔ جو برائی کرے اس سے اچھا سلوک کرے، حرام کاموں سے آنکھوں کو بند رکھے۔ اگر کسی کو ننگا دیکھے تو پردہ پوشی کرے، اگر خوار کرنے والی چیز دیکھے تو اسے دفن کر دے۔ جاہلوں سے دور رہے اور کہے "اَللّٰھُمَّ سَلاَمًا" لوگوں کو اس سے راحت حاصل ہو جب کہ خود تکلیف برداشت کرے۔ خواہشات سے اپنی گردن آزاد کرانے کی حرص رکھنے والا ہو اور نفس

کی آزادی کے لیے کوشاں رہے اور ہمیشہ محسوس کرے کہ اسے امامت جیسی عظیم ذمہ داری سونپ کر آزمائش میں ڈال دیا گیا ہے ہمیشہ اس کی عظمت اور مرتبے کا خیال رکھنا چاہیے جس کا اسے مکلف بنایا گیا ہے۔

کم گفتگو کرے البتہ ضروری گفتگو کر سکتا ہے اس کی حالت دوسرں کی حالت سے جدا گانہ ہے۔ جب محراب میں کھڑا ہو تو یوں سمجھے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی جگہ کھڑا ہے اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہے اپنے رب سے ہمکلام ہے۔ اپنی اور ان لوگوں کی نماز کو پورا کرنے کی کوشش کرے جو اس کے پیچھے کھڑے ہیں اور انھوں نے اس کے گلے میں امامت کا پٹہ ڈالا ہے۔ نماز مختصر اور مکمل پڑھائے، کمزوروں کا لحاظ کرتے ہوئے نماز پڑھائے اور یہ تصور کرے کہ وہ ان سے کم درجے کا آدمی ہے البتہ ان کی امامت میں مبتلا کر دیا گیا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ اس سے خود اس کے اپنے اور مقتدیوں کے فرائض کی ادائیگی سے متعلق باز پرس کرے گا اور یہ حصول امامت کی غلطی پر روئے جو کوتاہی ہو گئی گناہ ہو چکے اور جو وقت گزر گیا اس پر نادم ہو۔ مقتدیوں پر تکبر کا اظہار نہ کرے اور اپنے سے کم لوگوں کے مقابلے میں اپنے آپ کو بہتر نہ سمجھے۔ اگر اس برائی کا تذکرہ کیا جائے جو اس میں پائی جاتی ہے یا جس سے وہ پاکدامن ہے، تو نفسانی خواہشات کے تحت ہٹ دھرمی نہ کرے۔ اپنی تعریف پسند نہ کرے اور مذمت کو مکروہ نہ سمجھے دونوں حالتوں میں نماز کو ایک طرح سمجھے۔

کھانا اچھا ہو، لباس ستھرا ہو، لباس کے معاملے میں تواضع اور بیٹھنے میں عاجزی ظاہر ہو۔ اس پر اسلامی حد جاری نہ کی گئی ہو لوگوں کی نظروں میں مشکوک نہ ہو۔ بادشاہ کے سامنے دوسرے بھائی کی چغلی کھانے والا نہ ہو۔ لوگوں کے راز نہ پھیلائے۔ لوگوں کی برائی پہچاننے کی کوشش نہ کرے۔ کسی مسلمان بھائی سے کینہ نہ رکھے۔ امانت، تجارت اور ادھار میں خیانت نہ کرے۔ خواہش کے تحت بھی امامت کے لیے آگے نہ بڑھے۔ حاسد، باغی، کینہ پرور اور جس کے دل میں کھوٹ، غصہ اور دشمنی ہو وہ امام نہیں بن سکتا ہے۔ کسی کے عیب تلاش کرنے والا، امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو فریب دینے والا، مغلوب الغضب، نفس پرست اور فتنہ پرور شخص امام نہ بنایا جائے۔ امام نہ فتنہ کے بارے میں کلام کرے اور نہ اس کے لیے کوشش کرے اور نہ ہی اسے طاقت پہنچائے بلکہ اپنے ہاتھ، زبان اور دل سے باطل کے خلاف حق کی حمایت کرے۔ حق بات کہے اگرچہ تلخ ہو، بلکہ اپنے ہاتھ، زبان اور دل کے ساتھ اہلِ حق کی مدد کرے۔ سچ بولے اگرچہ کڑوا لگے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اس پر اثر انداز نہ ہو۔ لوگ اس کی تعریف کریں تو خوش نہ ہو، برائی بیان کریں تو برا نہ سمجھے۔ نماز کے بعد دعا کرتے ہوئے کسی بات کو اپنے لیے محسوس نہ کرے بلکہ خود اپنے اور دوسروں سب کے لیے دعا مانگے۔ اگر صرف اپنے لیے دعا مانگے تو یہ ان لوگوں سے خیانت ہو گی۔ مقتدیوں میں سے کسی کو کسی پر ترجیح نہ دے البتہ اہل علم کو ترجیح دے سکتا ہے۔ جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میرے قریب اہل دانش اور عقل مند لوگ کھڑے ہوں۔" اسی طرح وہ لوگ جو اس کے پیچھے ان کے متصل ہوں، مالدار کو قریب کر کے محتاج کو دور نہ کرے۔ ایسی قوم کی امامت بھی نہ کرے جن میں سے کچھ لوگ اسے ناپسند کرتے ہوں اگر بعض پسند کرتے ہیں اور بعض ناپسند، تو دیکھے اگر زیادہ لوگ ناپسند کرتے ہوں تو محراب سے الگ رہے اس کے قریب نہ جائے۔ یہ اس وقت ہے جب ان کا ناپسند کرنا علم اور حق کی بنیاد پر ہو۔ اگر جہالت، باطل پرستی، رعونت نفس، مذہبی تعصب اور نفسانی خواہشات کی وجہ سے ہے تو ان کی ناپسندیدگی

کی کچھ پروا نہ کرے اور ان کو نماز پڑھانا نہ چھوڑے اور اگر اس کی وجہ سے قوم میں فتنہ بپا ہونے کا خوف ہو تو اب محراب سے الگ ہو جائے۔ یہاں تک کہ وہ صلح کر لیں اور راضی ہو جائیں۔ امام زیادہ جھگڑنے والا، بہت قسمیں کھانا والا۔ لعنت بھیجنے والا بھی نہ ہو۔ امام کو مناسب نہیں کہ بُری اور تہمت کی جگہوں میں جائے اور لوگوں میں صرف نیک لوگوں سے دوستی اور میل جول رکھے۔ فتنہ فساد اور اہل فتنہ کو دوست رکھنے والا شخص امام نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح گناہ کرنے والوں سے، سرداری اور سرداروں سے دوستی کرنے والے کو بھی امام بننا مناسب نہیں۔ لوگوں کی ایذا رسانی پر صبر کرے۔ ان سے دوستی رکھے ان کے لیے نفع کا خواہشمند ہو اور ان کی خیر خواہی کے لیے کوشاں رہے۔

امامت کا بوجھ اُٹھانا

امامت کے بارے میں جھگڑنا نہیں چاہیے اور اگر وہاں کوئی دوسرا آدمی امامت کا بوجھ اٹھانے والا ہے تو اس سے لڑائی نہ کرے۔ اسلاف میں سے بعض اکابر رحمہم اللہ کے بارے میں منقول ہے۔ کہ انھوں نے امامت کا بوجھ اُٹھانا پسند نہ کیا اور انھوں نے اس ڈر سے کہ امامت کا بوجھ اٹھانا مشکل ہوگا اور کہیں اس میں کوتاہی واقع نہ ہو ان لوگوں کو آگے کیا جو عزت و شرافت اور دیانت میں ان کی مثل نہ تھے۔

اگر امام کے پاس حکمران آئے تو اس کی اجازت کے بغیر آگے نہ بڑھے اور نہ ہی اس کی اجازت کے بغیر بیٹھے۔ اسی طرح اگر بستی محلّے، قبیلے یا کسی عربی قبیلے میں جائے تو ان کی اجازت کے بغیر امامت نہ کرائے، اگر کسی سفر میں قافلے یا کچھ لوگوں کے ساتھ اکٹھے ہونے کا اتفاق ہو تو بھی ان کی اجازت کے بغیر امامت نہ کرائے۔

امام کو چاہیے کہ نماز کو لمبا نہ کرے بلکہ مکمل اور مختصر پڑھائے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی امام ہو تو نماز میں تخفیف کرے کیونکہ اس کے پیچھے چھوٹے بڑے اور ضرورت مند لوگ کھڑے ہوتے ہیں اور جب اکیلا پڑھے تو جس قدر چاہے لمبا کرے۔ حضرت ابو واقد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو نماز پڑھاتے تو نہایت مختصر ہوتی اور جب تنہا ہوتے تو لمبی نماز پڑھتے۔

امام کا نیّت کرنا اور صفیں سیدھی کرانا

امام کو چاہیے کہ نماز شروع کرنے اور تکبیر کہنے سے پہلے دل میں امامت کی نیت کرے اگر زبان سے بھی کہے تو اچھا ہے اور دائیں بائیں متوجہ ہو کر صفوں کو سیدھا کرے اور یوں کہے "سیدھے کھڑے ہو جاؤ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے برابر کھڑے ہو اللہ تم سے راضی ہوگا" اور ان کو حکم دے کہ درمیان میں کشادگی نہ چھوڑیں، کاندھوں کو برابر رکھیں، ایک دوسرے کے قریب ہوں حتیٰ کہ ان کے کاندھے ایک دوسرے کو چھوئیں، کیونکہ کاندھوں کا آگے پیچھے ہونا اور صفوں کا ٹیڑھا ہونا نماز میں نقصان، شیطان کی موجودگی اور لوگوں کے ساتھ صف میں کھڑا ہونے کے باعث ہے۔ حدیث شریف میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صفیں سیدھی رکھو، کاندھے برابر رکھو اور درمیان میں خالی جگہ کو پُر کرو تاکہ شیطان تمہارے درمیان

بکری کے بچے کی طرح کھڑا نہ ہو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو دائیں بائیں دیکھتے اور ان کو کاندھے برابر کرنے کا حکم فرماتے آپ فرماتے آگے پیچھے نہ ہو ورنہ تمہارے دلوں میں پھوٹ پڑ جائے گی۔ آپ نے ایک دن ایک شخص کا سینہ صف سے آگے کو نکلا ہوا دیکھا تو فرمایا تم اپنے کاندھوں کو برابر رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں اختلاف پیدا کر دے گا۔ بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے۔

حضرت سالم بن جعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے سُنا فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اپنی صفوں کو سیدھا رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں میں (یعنی تم میں) اختلاف پیدا کر دے گا۔ ایک دوسری حدیث میں حضرت قتادہ حضرت انس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "صفیں برابر رکھو کیونکہ صفوں کا برابر رکھنا تکمیل نماز سے ہے"۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ جب آپ امام کی جگہ کھڑے ہوتے تو اس وقت تک تکبیر نہ کہتے جب تک وہ شخص نہ آجاتا جس کو آپ نے صفیں درست کرنے پر مامور فرمایا تھا جب وہ بتاتا کہ صفیں برابر ہو گئی ہیں تو اس وقت آپ تکبیر کہتے۔ حضرت عمر ابن عبد العزیز رحمہ اللہ کا بھی یہی معمول تھا۔

ایک روایت میں ہے حضرت بلال رضی اللہ عنہ صفیں درست فرماتے تو لوگوں کی ایڑیوں پر مارتے حتیٰ کہ وہ برابر کھڑے ہوتے۔ بعض علماء فرماتے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں تکبیر کے وقت نماز شروع ہونے سے پہلے ایسا کرتے تھے کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کسی کے ہاں مؤذن کے فرائض انجام نہیں دیے۔ البتہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک دن آپ شام سے تشریف لائے تو حضرت صدیق اکبر اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دورِ رسالت کی یاد تازہ کرتے ہوئے ان سے اذان کی درخواست کی لیکن جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رسول اللّٰہ" پر پہنچے تو اذان نہ دے سکے اور خاموش ہو گئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کے اشتیاق میں بیہوش ہو کر گر پڑے۔ اس وقت تمام اہل مدینہ انصار و مہاجرین بہت زیادہ روئے حتیٰ کہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں جوان عورتیں بھی پردے سے باہر نکل آئیں بس ثابت ہوا کہ آپ کا لوگوں کی ایڑیوں پر مارنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں تھا۔

امام کہاں کھڑا ہو

امام کو چاہیے کہ محراب کے بالکل اندر داخل نہ ہو کہ لوگ اسے نہ دیکھ سکیں بلکہ کچھ باہر نکلے۔ حضرت امام احمد رحمہ اللہ سے ایک روایت ہے کہ آپ محراب میں کھڑا ہونا مستحب سمجھتے تھے۔

امام مقتدیوں سے اونچا بھی کھڑا نہ ہو اگر ایسا کرے گا تو ایک قول کے مطابق اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ سلام پھیرنے کے بعد محراب میں نہ ٹھہرے بلکہ اُٹھ کر بائیں جانب ہو جائے اور محراب کے ایک کنارے میں نوافل ادا کرے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "امام اس جگہ نفل نہ پڑھے جہاں اس نے لوگوں کو فرض نماز پڑھائی ہے"۔ مقتدی کے لیے اسی جگہ کھڑا ہونا جائز ہے اسے اختیار ہے چاہے تو وہاں ہی پڑھے یا کچھ پیچھے ہٹ جائے۔

وقفہ کرنا

امام کو دوبارہ وقفہ کرنا چاہیے ایک وقفہ نماز شروع کرتے وقت اور دوسرا وقفہ قرأت سے فارغ ہونے کے بعد رکوع سے پہلے تاکہ سانس لے لے اور سکون حاصل ہو جائے اور قرأت رکوع سے متصل نہ ہو جائے۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح مروی ہے۔

اگر سامنے سُترہ ہو تو اس کے قریب کھڑا ہو اس کے اور اپنے درمیان زیادہ فاصلہ نہ چھوڑے تاکہ درمیان سے کالا کُتا یا گدھا یا عورت گزر نہ سکے کیونکہ امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک اس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے[1]

امام کی ذمہ داری

ان سے ایک دوسری روایت میں ہے عورت اور گدھے کے گزرنے میں کوئی حرج نہیں، رکوع کرے تو تین بار تسبیح پڑھے جیسے پہلے ذکر ہو چکا ہے لیکن جلدی جلدی نہ پڑھے بلکہ آرام آرام اور آہستگی سے پوری کرے کیونکہ جب یہ جلدی جلدی تسبیح پڑھے گا تو مقتدی اس کو نہیں پہنچ سکیں گے۔ اس طرح وہ امام کا مقابلہ کرنے کی کوشش کریں گے جس سے ان کی نماز ٹوٹ جائے گی۔ اور ان کا گناہ امام کی طرف لوٹے گا۔ اسی طرح رکوع سے سر اٹھانے کے بعد "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ۔" کہے اور سیدھا کھڑا ہو جائے اور آرام وسکون سے "رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ" کہے تاکہ مقتدی اس کے ساتھ مل سکیں۔ اگر اس سے زیادہ کہنا چاہے اور یہ الفاظ کہے تو بھی جائز ہے۔

مِلْءَ السَّمَاءِ وَمِلْءَ الْاَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ۔	آسمان بھر، زمین بھر اور اس کے بعد جو کچھ تو چاہے بھری ہوئی۔

کیونکہ یہ کلمات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے سر اٹھاتے تو کھڑے ہو جاتے یہاں تک کہ کہا جاتا آپ بھول گئے ہیں۔

اسی طرح امام سجدے اور دو سجدوں کے درمیان جلسے میں بھی ٹھہرے تاکہ مقتدی رکن نماز میں اس کے ساتھ مل سکیں اس آدمی کی بات قابل توجہ نہیں جو کہتا ہے کہ اس صورت میں مقتدی امام سے آگے نکل جائیں گے اور ان کی نماز باطل ہو جائے گی۔ کیونکہ مقتدی کے بار بار ایسا کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ لوگ جب دیکھیں گے کہ امام ہمیشہ اسی طرح کرتا ہے اور اس کا یہ معمول ہے تو وہ سمجھ جائیں گے کہ ٹھہرنا امام کی عادت ہے لہٰذا وہ بھی ٹھہریں گے اور جلدی نہیں کریں گے۔

پھر امام کو یہ تنبیہ کی جائے کہ وہ مقتدی کو اس بات سے ڈرائے کہ امام سے سبقت کرنا کتنا بڑا جرم ہے جیسا کہ ہم آئندہ فصل میں بیان کریں گے۔ لہٰذا یہ بات فساد کی طرف نہیں لے جائے گی بلکہ مصلحت عامہ اور تمام لوگوں کی نماز درست ہونے کا

---

[1] امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نمازی کے آگے سے گزرنے والا گنہگار ہوگا لیکن نماز نہیں ٹوٹے گی، چاہے گزرنے والا مرد ہو یا عورت، انسان ہو یا حیوان۔ ۱۲ ہزاروی۔

باعث ہوگی۔ حدیث شریف میں ہے ہر نماز پڑھانے والا حکمران ہے اور اس سے اس کے ماتحتوں (مقتدیوں) کے بارے میں سوال ہوگا۔

کہا گیا ہے کہ امام اپنے مقتدیوں کا حکمران ہے لہٰذا امام پر لازم ہے کہ مقتدیوں کی خیر خواہی کرے انھیں رکوع اور سجدے میں امام سے آگے بڑھنے سے روکے اور اچھی طرح سے ان کی تربیت کرے کیونکہ وہ ان کا محافظ ہے اور کل (قیامت) کے دن) اس سے ان کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ امام اپنی نماز کو مکمل، مضبوط اور عمدہ بنائے تاکہ مقتدیوں کے برابر بھی اس کو ثواب ملے ورنہ نماز میں کوتاہی یا خرابی کی وجہ سے جتنا گناہ ان کو ہوگا اسے بھی ہوگا۔

آدابِ اقتداء

مقتدی پر واجب ہے کہ اقتداء کی نیت کرے امام کی دائیں جانب کھڑا ہو (اگر ایک ہو) نہ اس سے آگے کھڑا ہو اور نہ بائیں طرف ـــــــ اگر جماعت ہو تو پیچھے کھڑا ہونا سنت ہے اگر اس نے امام کی دائیں جانب کھڑے ہو کر تکبیر کہی اب دوسرا آدمی آگیا وہ بھی اس کے ساتھ تکبیر کہے اب چونکہ صف ہو گئی ہے لہٰذا دونوں امام کے پیچھے کھڑے ہو جائیں۔ اگر دوسرا آدمی بھی وہیں تکبیر کہے تو امام دونوں کو ہاتھ سے پیچھے کر دے خود اپنی جگہ سے آگے نہ بڑھے البتہ پیچھے جگہ تنگ ہو تو آگے ہو سکتا ہے۔ جب کوئی آدمی جماعت میں حاضر ہو اور صف میں گنجائش پائے تو وہاں کھڑا ہو جائے اگر جگہ نہ ہو تو (صف کے پیچھے) امام کے دائیں جانب کھڑا ہو جائے۔ کسی دوسرے آدمی کو اپنے ساتھ صف بنانے کے لیے نہ کھینچے کیونکہ اس طرح فتنہ فساد اور دشمنی پیدا ہونے کا خطرہ ہے نیز اس طرح کھینچے ہوئے کی نماز ٹوٹنے کا خدشہ ہوتا ہے کیونکہ اس فعل میں وہ منفرد ہے اور اس سے ہمارے (حنبلیوں) کے نزدیک نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ بلکہ کوشش کر کے صف میں جگہ حاصل کرے اور تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز میں شامل ہو جائے۔ پھر ان میں سے کسی ایک کے ساتھ صف میں پیچھے آجائے اور جب مسجد میں داخل ہو اور امام رکوع میں ہو تو دو تکبیریں کہے ایک تکبیر تحریمہ اور دوسری رکوع کی تکبیر ـــــــ اگر ایک ہی تکبیر کہہ کر دونوں کی نیت کر لی تو بھی جائز ہے۔ اگر اس وقت آئے جب امام آخری تشہد میں تھا تو مستحب ہے کہ نماز کی نیت کرے تکبیر کہے اور امام کے ساتھ بیٹھ جائے تاکہ فضیلتِ جماعت حاصل کر سکے۔ امام سلام پھیرے تو اس تکبیر پر بنا کرتے ہوئے نماز پڑھے۔

کچھ دیگر آداب

مقتدی کو چاہیے کہ تکبیر، رکوع، سجدے اور ان دونوں سے اُٹھتے وقت امام سے آگے نہ بڑھے اور اس بات سے خوب بچے، اور نہایت کوشش کرے کہ نماز میں اس کے تمام افعال امام کے عمل کے بعد ہوں۔ بہت سی احادیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ بات ثابت ہے۔ ان میں ایک روایت یہ ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" کیا وہ شخص جو امام سے پہلے سر اٹھاتا ہے اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کا سر گدھے کا سر بنا دے"؟ ایک دوسری حدیث میں ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا" امام تم سب سے پہلے رکوع اور تم سے پہلے سجدہ کرے اور تم سے پہلے اُٹھے"۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھے۔ آپ جب قیام سے نیچے کو جھکتے

توجب تک آپ اپنی پیشانی مبارک زمین پر نہ رکھتے ہم میں سے کوئی بھی اپنی پیٹھ ٹیڑھی نہ کرتا یعنی نیچے کو نہ جھکتا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ مبارک تھا کہ اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سجدے کے لیے نیچے کو جھک کر تکبیر نہ کہہ لیتے اور زمین پر پیشانی نہ رکھ لیتے۔ اس کے بعد وہ حضور علیہ السلام کی اتباع میں جھکتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے کھڑے ہو جاتے اور ہم ابھی تک سجدے کی حالت میں ہوتے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا وہ شخص جو امام سے پہلے سر اٹھاتا ہے اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے یا خنزیر کے سر میں بدل دے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کیا وہ شخص جو امام سے پہلے سر اٹھاتا ہے اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کا سر بنا دے۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو امام سے سبقت کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا نہ تم نے الگ نماز پڑھی اور نہ امام کی اقتداء کی اور وہ شخص جس نے الگ نماز نہ پڑھی اور امام کی اقتداء بھی نہ کی اس آدمی کی نماز نہیں ہوئی۔ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ آپ نے ایک آدمی کو امام سے سبقت کرتے دیکھا تو فرمایا تم نے تنہا بھی نماز نہ پڑھی اور امام کے ساتھ بھی ادا نہ کی پھر اسے مارا اور نماز لوٹانے کا حکم دیا۔ حضرت ابو صالح، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام اس لیے ہوتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے جب تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو، جب رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو، جب وہ سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ، وہ "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ" کہے تو تم سب "رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ" کہو، وہ سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو اور اس کے سجدہ سے پہلے سجدہ نہ کرو۔ وہ (سجدے سے) سر اٹھائے تو تم بھی اٹھاؤ اس کے سر اٹھانے سے پہلے تم سر نہ اٹھاؤ اور جب وہ بیٹھ کر پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر پڑھو۔

امام سے آگے نہ بڑھنا

امام ابو عبد اللہ احمد رحمہ اللہ نے اپنے ایک رسالے میں اپنی ایک سند کے ساتھ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ انھوں نے فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز بھی سکھائی اور جو کچھ ہم نے نماز میں کہنا ہے وہ بھی سکھایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو، جب وہ قرأت کرے تو خاموش رہو، جب وہ "غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔" کہے تو تم آمین کہو اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول فرمائے گا وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو جب وہ سر اٹھا کر "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ" کہے تو تم اپنے سروں کو اٹھاؤ اور کہو... "اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ۔" اللہ تعالیٰ تمہاری بات سنتا ہے۔ جب وہ تکبیر کہہ کر سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو جب وہ (سجدے سے) سر اٹھا کر تکبیر کہے تو تم بھی اپنے سروں کو اٹھاؤ اور تکبیر کہو، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ وہ کرے تم بھی کرو جب وہ قعدے میں ہو تم التحیات للہ آخر تک پڑھو یہاں تک کہ تشہد سے فارغ ہو جاؤ۔

.....

حدیث کی وضاحت

امام ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل شیبانی رحمہ اللہ اللہ تعالیٰ ہمیں اصل اور فرع کے اعتبار سے ان کے مذہب پر موت دے اور ان کی جماعت میں اٹھائے۔حضور علیہ السلام کے اس قول کہ جب وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو، کے بارے میں فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ امام کی انتظار کریں یہاں تک کہ وہ تکبیر سے فارغ ہو جائے اور اس کی آواز آنا بند ہو جائے اس کے بعد مقتدی تکبیر کہیں۔ عام لوگ اس حدیث کا مفہوم سمجھنے میں غلطی کرتے ہیں اور جہالت کا ثبوت دیتے ہیں اس طرح وہ نماز کی توہین کرتے اور اس کو ہلکا سمجھتے ہیں کبھی اس طرح کرتے ہیں کہ امام تکبیر شروع کرتا ہے تو وہ بھی شروع کر دیتے ہیں یہ غلط بات ہے جب تک امام تکبیر سے فارغ نہ ہو جائے اور اس کی آواز ختم نہ ہو جائے، انھیں تکبیر شروع نہیں کرنی چاہیے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا کہ جب امام تکبیر کہہ لے تو تم تکبیر کہو اور امام اس وقت تک تکبیر کہنے والا شمار نہیں ہوتا جب تک وہ "اللہ اکبر" کہہ نہ دے۔ کیونکہ امام لفظ "اللہ" کہہ کر خاموش ہو جائے تو اسے تکبیر کہنے والا نہیں کہیں گے جب تک مکمل "اللہ اکبر" کے الفاظ کہہ نہ لے۔ لہٰذا لوگ اس کے "اللہ اکبر" کہنے کے بعد تکبیر کہیں۔ امام کے ساتھ ساتھ تکبیر شروع کرنا غلطی ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی کو ترک کرنا ہے کیونکہ اگر تم کہو کہ جب فلاں نماز پڑھے گا تو میں اس سے گفتگو کروں گا تو مطلب یہ ہوگا کہ میں اس کی انتظار کروں گا جب وہ نماز پڑھ کر فارغ ہوگا تو میں اس سے کلام کروں گا تمہارے لیے جائز نہیں کہ اس کی نماز کے دوران گفتگو کرو۔اس طرح حضور علیہ السلام کے اس فرمان "کہ جب امام تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو" کا مطلب بھی یہی ہے۔ بعض اوقات امام فقہ سے لاعلمی کی بناء پر تکبیر کو لمبا کر دیتا ہے جب کہ مقتدی کی تکبیر ختم ہو جاتی ہے اور وہ امام سے پہلے فارغ ہو جاتا ہے۔ لہٰذا یہ امام سے پہلے تکبیر کہنے والا ہوا۔اور جو آدمی امام سے پہلے تکبیر کہے اس کی نماز نہیں ہوتی کیونکہ یہ امام سے پہلے نماز میں داخل ہوا اور امام سے پہلے تکبیر کہی لہٰذا اس کی نماز نہ ہوئی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی کہ "جب وہ تکبیر کہے اور رکوع کرے تم بھی تکبیر کہو اور رکوع کرو" اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ امام کی انتظار کریں یہاں تک کہ وہ تکبیر کہہ دے اور اس کی آواز ختم ہو جائے اور مقتدی کھڑے رہیں پھر اس کی اتباع کریں۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی "پس جب وہ سر اٹھائے اور "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ" کہے تم بھی اپنے سر اُٹھاؤ اور "اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ" کہو اس کا معنیٰ یہ ہے کہ مقتدی امام کی انتظار کریں اور رکوع میں ٹھہرے رہیں یہاں تک کہ امام سر اُٹھاتے ہوئے سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور اس کی آواز ختم ہو جائے اور یہ ابھی رکوع ہی میں ہوں پھر اس کی اتباع میں اپنے سر اٹھائیں اور کہیں "اللھم ربنا لک الحمد" آپ کا ارشاد گرامی "پس جب وہ تکبیر کہے اور سجدہ کرے تو تم بھی تکبیر کہو اور سجدہ کرو" اس کا معنیٰ یہ ہے کہ مقتدی کھڑے رہیں یہاں تک کہ امام تکبیر کہہ کر سجدے کے لیے جھک جائے اور اپنی پیشانی زمین پر رکھ دے پھر یہ اس کی اتباع کریں۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے یہی وضاحت منقول ہے اور یہ تمام باتیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے موافق ہیں "کہ امام تم سے پہلے رکوع کرے، تم سے پہلے سجدہ کرے اور تم سے پہلے سجدے سے

اُٹھے۔ آپ کا ارشاد گرامی کہ جب تکبیر کہے اور اپنا سر اٹھائے تو تم بھی اپنا سر اٹھاؤ اور تکبیر کہو" اس کا مطلب یہ ہے کہ مقتدی سجدے میں ٹھہرے رہیں یہاں تک کہ امام اپنا سر اٹھا کر تکبیر کہہ دے جب اس کی آواز ختم ہو تو یہ سجدے ہی میں ہوں پھر اس کی اتباع کرتے ہوئے اپنا سر اٹھائیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی فتلک تبلک۔ یہ کام امام کے افعال کے بدلے ہیں، کا مطلب یہ ہے کہ تمہارا کھڑا ہو کر امام کی انتظار کرنا یہاں تک کہ وہ تکبیر کہتا ہوا رکوع میں چلا جائے اور تم کھڑے ہی ہو پھر اس کی اتباع کرو اور تمہارا حالت رکوع میں انتظار کرنا یہاں تک کہ وہ اس سے سر اٹھا کر سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور اس کی آواز ختم ہو جائے حالانکہ تم ابھی رکوع میں ہو جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور اس کی آواز ختم ہو جائے۔

اور تم حالت رکوع ہی میں ہو تو پھر تم اس کی اتباع کرتے ہوئے اپنے سروں کو اٹھاؤ اور "رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ" کہو آپ کا یہ فرمانا کہ یہ اس کے بدلے میں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر بار اُٹھنے اور نیچے جانے میں تمہارا عمل اس کے عمل کے مقابلے میں ہے۔ یہ ہے نماز کی تکمیل اسے سمجھو، دیکھو اور اس کا حکم دو اور جان لو کہ قیامت کے دن بہت سے لوگ نماز سے اس لیے محروم ہوں گے کہ وہ رکوع، سجدے اوپر اُٹھنے اور نیچے جانے میں امام سے آگے بڑھتے تھے۔ حدیث شریف میں ہے ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ نماز پڑھیں گے لیکن درحقیقت وہ ادا نہیں کر رہے ہوں گے اور ممکن ہے کہ وہ زمانہ یہی ہو، کیونکہ آج کل اکثر لوگ امام سے آگے بڑھتے ہیں اور نماز کے فرائض، واجبات، سنتوں اور اس کی تکمیل کو ضائع کر رہے ہیں۔

کسی کی نماز درست کرانا

جو آدمی کسی شخص کو دیکھے کہ وہ اپنی نماز میں کوتاہی کرتا ہے، اس کے ارکان، واجبات، اور آداب کا لحاظ نہیں رکھتا تو دیکھنے والے پر واجب ہے کہ اسے سمجھائے، سکھائے اور اس کی خیرخواہی کرے تاکہ وہ آئندہ کے لیے اپنی نماز درست کرے اور گذشتہ کی معافی مانگے۔ اگر نہیں سمجھائے گا تو یہ بھی اس کا شریک ہو گا اور اس کا بوجھ اور گناہ اس پر ہو گا۔ حدیث شریف میں ہے "جاہل کی وجہ سے عالم کے لیے ہلاکت ہے جب وہ اسے نہ سکھائے" اگر عالم پر جاہل کو تعلیم دینا واجب اور لازم نہ ہوتا اور یہ چیز اس پر فرض نہ ہوتی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی خاموشی کی وجہ سے اسے ہلاکت سے نہ ڈراتے کیونکہ یہ ڈر اس آدمی کے لیے ہے جو فرض اور واجب چھوڑتا ہے۔ نفل چھوڑنے والے کے لیے نہیں، ایک حدیث میں حضرت بلال بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا گناہ پوشیدہ ہو تو صرف گناہ کرنے والے کو نقصان پہنچاتا ہے اور جب ظاہر ہو جائے اور تبدیل نہ کیا جائے تو عام لوگوں کو نقصان دیتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں پر اسے بدلنا اور کھلم کھلا گناہ کرنے والے کو روکنا واجب تھا لیکن انھوں نے یہ ذمہ داری قبول نہ کی اور خاموش رہے۔ ان کی خاموشی کی وجہ سے گناہ بڑھ گیا اور وہ تمام سزا کے مستحق بن گئے اور نیکو کار منع نہ کرنے اور خیر خواہی نہ کرنے کی وجہ سے گناہ گار کے گناہ میں شریک ہو گیا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا جو آدمی کسی کو نماز میں غلطی کرتا دیکھے اور

اسے نہ روکے وہ اس کے گناہ اور شرمندگی میں شریک ہوا اور اس نے شیطان لعین کی موافقت کی کیونکہ وہ اس بارے میں خاموش رہنا چاہتا ہے نیز نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرنا چھوڑ رہا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں باتوں کا حکم دیا ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى۔

نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔

اس طرح ایک دوسرے کو نصیحت کرنا واجب ہے نیز یہ آدمی چاہتا ہے کہ دین کمزور ہو جائے۔ اسلام رخصت ہو جائے اور تمام مخلوق گناہوں میں مبتلا ہو جائے۔ لہٰذا عقلمند آدمی کو شیطان کی فرمانبرداری نہیں کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ۔

اے اولادِ آدم! شیطان تمہیں ہرگز فتنے میں نہ ڈالے جیسے وہ تمہارے ماں باپ، (حضرت آدم وحوا علیہما السلام) کے جنت سے باہر آنے کا سبب بنا۔

نیز ارشاد فرمایا:

اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ

بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے پس اسے دشمن سمجھو وہ اپنی جماعت کو بلاتا ہے تاکہ وہ جہنمیوں میں سے ہو جائیں۔

علماء کی خاموشی کے غلط نتائج

جان لو کہ نماز، زکوٰۃ اور تمام عبادات میں جو خرابی پائی جاتی ہے یہ علماء، فقہاء کی خاموشی، صبر کرنے اور خیر خواہی، تعلیم اور تربیت کو چھوڑنے کی وجہ سے ہے۔ یہ خرابی شروع شروع میں جہلاء سے پیدا ہوتی ہے۔ پھر اہل علم اس میں مبتلا ہوتے ہیں اور ان کی طرف منسوب ہوتی ہے، اور تعجب کی بات ہے کہ اگر کسی آدمی کو دیکھے کہ وہ ایک دانہ یا ایک روٹی مسلمان یا یہودی سے چوری کرتا ہے تو یہ شخص اپنے آپ پر کنٹرول نہیں کرسکتا یہاں تک کہ چلا جاتا ہے اسے جھڑکتا اور برا بھلا کہتا ہے لیکن جب ایسے آدمی کو دیکھتا ہے جو ارکان نماز کی چوری کرتا ہے اور واجبات کے ساتھ ساتھ ان کو بھی چھوڑ دیتا ہے اور امام سے آگے بڑھتا ہے تو یہ شخص خاموش رہتا ہے اور کسی قسم کی گفتگو نہیں کرتا کہ اسے روکے اور تعلیم دے یہ نماز کے معاملے کو معمولی سمجھتا ہے۔

نماز کا چور

حدیث شریف میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ لوگ بہت برے ہیں جو نماز کے چور ہیں اپنی نماز میں چوری کرتے ہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! کوئی شخص نماز میں کیسے چوری کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا "وہ اس کے رکوع و سجود کو پورا نہیں کرتا"۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں بدترین چور نہ بتاؤں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا ہاں کیوں نہیں یا رسول اللہ! بتائیے وہ چور کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو نماز کے رکوع اور سجدے پورے نہیں کرتے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نماز ایک پیمانہ ہے جو اسے بھرے گا اسے پورا ثواب ملے گا جو کم کرے گا تو تم جانتے ہو کہ تولنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کیا ارشاد فرمایا۔

مکمل نماز

حضرت عبداللہ بن علی یا علی بن شیبان رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں آنے والے وفد میں سے ہیں۔ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس آدمی کی نماز کو قبول نہیں فرماتا جس کی پیٹھ رکوع اور سجدے میں سیدھی نہ رہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے ایک کونے میں تشریف فرما تھے۔ اس نے نماز پڑھی اور پھر آپکی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا آپ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا واپس جا کر نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی چنانچہ اس نے پہلے کی طرح نماز پڑھی پھر آکر سلام عرض کیا۔ آپ نے فرمایا جاؤ نماز پڑھو، تم نے نماز ادا نہیں کی۔ تین بار ایسا ہی ہوا تو اس شخص نے عرض کیا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو سچا نبی بنا کر بھیجا ہے میں اس سے بہتر طور پر نماز پڑھنا نہیں جانتا مجھے سکھائیے۔ آپ نے ارشاد فرمایا جب تم نماز کا ارادہ کرو تو کامل وضو کرو پھر قبلہ رُو ہو کر تکبیر کہو پھر قرآن پاک میں سے جو آسانی سے پڑھ سکو پڑھو۔ پھر رکوع کرو یہاں تک کہ مطمئن ہو جاؤ پھر سر اٹھاؤ حتیٰ کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ اطمینان سے سجدہ کر لو۔ پھر سجدے سے اُٹھ کر مطمئن ہو کر بیٹھ جاؤ پھر دوسرا سجدہ نہایت اطمینان سے کرو پھر سر اٹھاؤ یہاں تک کہ مطمئن ہو کر بیٹھ جاؤ پھر تمام نماز میں اسی طرح کرو۔

ایک دوسری روایت میں حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں اس دوران کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آیا اس نے قبلہ رُو ہو کر نماز پڑھی نماز مکمل کرنے کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو اور حاضرین مجلس کو سلام کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوٹ جاؤ اور نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی آپ نے دو یا تین بار اسی طرح حکم فرمایا۔ اس آدمی نے عرض کیا میں نے اپنی طاقت کے مطابق کوئی کوتاہی نہیں کی لہٰذا میں اپنی نماز کے بارے میں آپ کی مراد سمجھ نہیں سکا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی کی نماز مکمل نہیں ہوتی یہاں تک کہ وہ کامل وضو کرے جس طرح اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اپنے چہرے اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھوئے سر کا مسح کرے اور پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھوئے پھر تکبیر کہے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرے پھر حسب ضرورت قرآن پاک سے پڑھے پھر تکبیر کہے اور اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھے یہاں تک کہ جسم کے جوڑ مطمئن اور ڈھیلے ہو جائیں پھر "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَن حَمِدَہٗ" کہہ کر سیدھا کھڑا ہو جائے۔ یہاں تک کہ اس کی پیٹھ سیدھی ہو جائے اور ہر عضو اپنی جگہ چلا جائے پھر تکبیر کہتے ہوئے سجدہ کرے اور اپنے چہرے کو سکون پہنچائے یہاں تک کہ جسمانی جوڑ مطمئن اور ڈھیلے ہو جائیں پھر تکبیر کہتا ہوا اپنی مقعد پر سیدھا بیٹھ جائے اور پیٹھ سیدھی کرے۔ اس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار رکعتوں کا طریقہ بتایا حتیٰ کہ فارغ ہو جائے پھر فرمایا جب تک اس طرح نہیں کرو گے تمہاری نماز پوری نہیں ہوگی۔

احکام شرع سکھانا لازمی ہے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز اور اس کے رکوع و سجود کو پورا کرنے کا حکم فرمایا اور بتایا کہ اس کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی۔ اور جب آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنی نماز ناقص طور پر ادا کر رہا ہے تو آپ نے خاموشی اختیار نہیں فرمائی۔ اگر وقت ضرورت سے بیان کو مؤخر کرنا جائز ہوتا تو جاہل کو کچھ نہ کہنے اور تعلیم نہ دینے کی اجازت ہوتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہتے اور یہ سب کچھ جو ہم نے بیان کیا ہے آپ اپنے صحابہ کرام کے سپرد کر کے خاموشی سے گزر جاتے۔ آپ کا اس کے رد اور تعلیم میں مبالغے سے کام لینا اس حکم کے وجوب کی دلیل ہے۔ نیز آپ نے حاضرین صحابہ کرام کو بھی تنبیہ فرمائی کہ جب وہ کسی کو اس شخص کی طرح نماز پڑھتا دیکھیں تو یہی طریقہ اختیار کریں اور اپنے ساتھیوں کو وہ اپنے ساتھیوں کو حتیٰ کہ قیامت تک لوگوں کو احکام شرع سکھاتے رہیں۔

مؤذن

مؤذن پر واجب ہے کہ وہ اپنی زبان کی اصلاح کرے تاکہ وہ شہادتین (اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمدا رسول اللّٰہ۔) میں تلفظ کی غلطی نہ کرے، نیز وہ نماز کے اوقات کا علم بھی رکھتا ہو۔ وقت داخل ہونے سے پہلے اذان نہ دے صرف صبح کی نماز میں پہلے دے سکتا ہے۔ اذان دینے سے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی مقصود ہو، اذان پر کوئی اجرت نہ لے۔ اللہ اکبر اور شہادت کے کلمات کہتے ہوئے قبلہ رخ ہو جبکہ حیّ علی الصلوٰۃ (اور حی علی الفلاح) کے وقت اپنا چہرہ دائیں بائیں پھیرے۔ مغرب کی اذان کے بعد معمولی قدر بیٹھ جائے جنابت کی حالت میں اور وضو کے بغیر اذان دینا مکروہ ہے۔ اذان سے فارغ ہونے کے بعد پہلی صف میں کھڑا ہونے کے لیے صفوں کو نہ توڑے۔ مناسب ہے کہ اسی جگہ تکبیر کہے جہاں اذان دی ہے البتہ مشکل ہو مثلاً مینار پر اذان دی تو اتر کر نماز کی جگہ میں تکبیر کہے یا جس جگہ آسانی ہو۔

نماز میں خشوع و خضوع

اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم فرمائے جو نماز کی طرف خشوع و خضوع، اللہ کے خوف، کامل توجہ اور رغبت نیز ڈر اور امید کے ساتھ آتا ہے۔ نماز میں اللہ تعالیٰ کی طرف کامل طور پر متوجہ ہوتا ہے۔ اس سے ہمکلام ہونے، حالتِ قیام، رکوع، سجدے اور قعدے کی حالت میں وہ اپنے آپ کو خدا کے سامنے تصور کرتا ہے۔ اپنے دل کو دنیوی تصورات و فوائد سے خالی کر کے فرائض کی ادائیگی میں کوشش کرتا ہے۔ کیوں کہ نہ معلوم اس نماز کے بعد بھی کوئی نماز پڑھے گا یا اس سے پہلے ہی فوت ہو جائے گا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے سامنے حالتِ غم کے ساتھ ڈرتا ہوا قبولیت کی امید اور رد ہونے کے خوف کے ساتھ کھڑا ہو اگر نماز قبول ہوئی تو نیک بخت ہے اور اگر رد ہو جائے تو بدبخت ہے۔ اے مومن! جو اس نماز اور دیگر عبادات کے ذریعے اسلام کے انوار و تجلیات سے روشن ہے تو کتنے بڑے خطرے میں ہے نماز اور دیگر فرائض میں غم و حزن اور خوف کی حالت بالکل تیرے قریب ہے۔

تجھے معلوم نہیں کہ تیری نماز یا کوئی نیکی قبول بھی ہوئی یا نہیں۔ تیرا کوئی گناہ معاف بھی ہوا یا نہیں؟ لیکن اس کے باوجود تو ہنستا اور خوش ہوتا ہے اور غفلت میں دنیوی زندگی سے نفع اندوز ہو رہا ہے۔ کیسے ہوگا حالانکہ سچے اور امانت دار خبر دینے والے کی طرف سے یقینی طور پر بتایا جا چکا ہے کہ تجھے جہنم سے گزرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا۔ — تم میں سے ہر ایک نے اس (پل صراط) سے گزرنا ہے۔

اور تجھے اس بات کا کوئی یقین نہیں کہ تو اس کو پار کرے گا پس تجھ سے بڑھ کر کون زیادہ رونے اور غمگین رہنے کا حقدار ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہاری عبادات قبول فرمائے پھر تجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ شاید شام کے بعد صبح نہ کرے اور صبح کے بعد شام نصیب نہ ہو۔ معلوم نہیں کہ جنت کی خوشخبری ملے گی یا جہنم کی خبر؟ لہٰذا تجھے اہل و عیال اور مال پر خوش نہیں ہونا چاہیے۔ اس عظیم معاملے سے تیری اس طویل غفلت اور زیادہ بھول پر بہت زیادہ تعجب ہے تجھے ہر دن رات اور ہر گھڑی آہستہ آہستہ کھینچا جا رہا ہے پس اپنی موت کی اُمید رکھ اور اس بہت بڑی بات سے غافل نہ ہو جو تجھ پر سایہ فگن ہو رہی ہے تمہیں لازماً موت کو چکھنا اور اس سے ملاقات کرنا ہو گی۔ ممکن ہے صبح یا شام تیرے صحن میں وہ چیز (موت) اُترے جس کا سامنا کرنا بہت زیادہ برا محسوس ہوتا ہے۔ وہ تجھ سے سب کچھ چھین لے گی۔ پھر تجھے جنت کی طرف جانا ہوگا یا دوزخ کی طرف، جس کی حقیقت، اوصاف اور عذاب کی مقدار اور اقسام کسی تحریر میں نہیں سکتے اور نہ ہی حکایات وغیرہ سے اس کا بیان ممکن ہے۔

ایک نیک بندے کا قول ہے کہ مجھے اس بات سے تعجب ہے جہنم سے بھاگنے والا کیسے غافل ہو گیا اور مجھے جنت پر تعجب ہے کہ اس کا طلب کرنے والا کیسے غافل ہو کر سوتا ہے۔ قسم بخدا! اگر تو جہنم سے فرار اور جنت کی طلب دونوں سے خالی ہے تو تو واضح طور پر ہلاک ہوگا۔ تجھے بہت بڑی بدبختی اور طویل غم کا سامنا کرنا پڑے گا اور کل قیامت کے دن ان بدبختوں کے ساتھ ہوگا جو عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

اور اگر تیرا خیال ہے کہ تو جہنم سے بھاگنے اور جنت کو طلب کرنے والا ہے تو ہوشیار رہنا، کہیں آرزوئیں تجھے دھوکے میں مبتلا نہ کریں۔ اس چیز پر تعجب ہے جس کے ساتھ تو آراستہ ہے۔ کوشش اور مشقت اختیار کر اور نفس و شیطان سے ڈر ان کے نفاذ کی جگہ بہت باریک ہے ان کی لوٹ مار بہت سخت ہے اور وہ نہایت خبیث مکار ہیں دنیا سے پرہیز کر کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تجھے اپنی زینت کے پھندے میں پھنسا لے۔ اپنی لذات باطلہ، جھوٹ اور سبز باغوں کے ساتھ تجھے دھوکا نہ دے۔ حدیث شریف میں ہے "بے شک دنیا دھوکا دیتی ہے گزر جاتی ہے اور نقصان پہنچاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ۔ — تمہیں دنیا کی زندگی دھو نہ دے اور کوئی فریب دینے والا تمہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ دھوکے میں مبتلا نہ کرے۔

☆ ☆ ☆

دھوکا دینے والا (غرور) شیطان ہے۔ اللہ سے ڈر! اللہ سے ڈر! پھر اللہ سے ڈر! ہلاکت اور تباہی سے بچ نماز اور دیگر احکامات کی پابندی کر اور تمام ممنوعات سے پرہیز کر، ظاہری اور پوشیدہ گناہوں کو چھوڑ دے اپنی

اور دوسروں کی قسمت میں لکھے ہوئے کو اللہ کے سپرد کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے جن باتوں کا حکم دیا ان پر عمل پیرا ہو اور جن سے روکا ان سے رک جا۔ جن باتوں سے منع کیا گیا ہے ان کے ارتکاب کے ذریعے اس سے نہ بھاگ۔ اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ کی تدبیر پر اعتراض کر کے اسے ناراض نہ کر اور اس کی رضا جوئی نہ چھوڑ اس نے تمہارے لیے طرح طرح کے رزق اور ایسی باتوں کا فیصلہ کیا جن کی مصلحتوں سے تم ناواقف ہو۔ اس کا انجام تم سے مخفی ہے۔ عنقریب اس کا اچھا اور منافع بخش پھل تمہارے لیے ظاہر ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔

قریب ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو اور قریب ہے کہ تمہیں کوئی چیز پسند ہو حالانکہ وہ تمہارے لیے بری ہو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

ہمیشہ اپنے مولا کے فرمانبردار اس کے فیصلے پر رضامند، اس کی آزمائش پر صابر اس کی نعمتوں پر شاکر، اس کے ناموں کو پکارنے والے اس کی نعمتوں اور نشانیوں کو یاد کرنے والے اور اس کے کام اور مراد کے موافق رہو اپنے اور مخلوق کے بارے میں اس کی تدبیر پر کسی قسم کا اعتراض نہ کرو۔ موت آنے تک یہی حالت رہے۔ پس پاک لوگوں کے ساتھ تمہیں موت آئے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ تمہارا حشر ہو رب العالمین کی رحمت اور اولین و آخرین کے معبود کی مشیت سے نعمتوں والے باغات میں داخل ہوگے۔

خواص کی نماز

اللہ تعالیٰ کے ان خاص بندوں کی نماز جو دلوں کو بیدار رکھنے والے، خشوع و خضوع اور مراقبہ کرنے والے ہیں دلوں کے محافظ اور اللہ تعالیٰ کے مقرب ہیں اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو اور ان سب پر سلامتی ہو ان کی نماز اس انداز پر ہوتی ہے جو یوسف بن عصام رحمہ اللہ سے مروی ہے آپ خراسان کی ایک جامع مسجد میں پہنچے تو ایک بہت بڑا حلقہ دیکھا آپ نے اس کے بارے میں دریافت کیا تو بتایا گیا کہ یہ حضرت شیخ حاتم رحمہ اللہ کا حلقہ ہے۔ وہ زہد، تقویٰ اور خوف و امید کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔ حضرت یوسف بن عصام رحمہ اللہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا چلو ان سے نماز کے بارے میں کچھ پوچھیں۔ اگر انھوں نے اس کا جواب دے دیا تو ان کے پاس بیٹھیں گے چنانچہ وہ ان کے پاس پہنچے سلام کیا اور کہا اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے میں نے ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے حضرت حاتم نے فرمایا پوچھئے انھوں نے کہا مجھے آپ سے نماز کے بارے میں پوچھنا ہے حضرت حاتم نے فرمایا نماز کی معرفت کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہیں یا آداب کے بارے میں؟ حضرت یوسف بن عصام رحمہ اللہ نے فرمایا دو مسئلے ہوگئے ان کے دو جواب ضروری ہیں میں آپ سے آداب نماز کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں۔

آدابِ نماز

حضرت حاتم نے جواب دیا (آداب نماز یہ ہیں کہ) تعمیل حکم میں کھڑے ہو، ثواب کی نیت سے جاؤ، نیت کے ساتھ نماز شروع کرو، تعظیم کے ساتھ تکبیر کہو۔ قرآن پاک ترتیل کے ساتھ (ٹھہر ٹھہر کر) پڑھو خشوع کے

رکوع کرو، تواضع کے ساتھ سجدہ کرو، اخلاص کے ساتھ تشہد پڑھو اور رحمت کے ساتھ سلام پھیرو۔

معرفتِ نماز

حضرت یوسف علیہ الرحمہ کے ساتھیوں نے کہا ان سے معرفتِ نماز کے بارے میں پُوچھیں انھوں نے پُوچھا تو شیخ حاتم علیہ الرحمہ نے جواب دیا۔ معرفتِ نماز یہ ہے کہ جنت کو دائیں طرف سمجھو، جہنم تمہاری بائیں جانب، پُل صراط تمہارے قدموں کے نیچے اور میزان تمہارے سامنے ہو اور اللہ تعالیٰ کو گویا دیکھ رہے ہو اگر تم نہیں دیکھتے تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

حضرت یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا اے نوجوان! کب سے اس انداز کی نماز پڑھ رہے ہو؟ فرمایا بیس سال سے، حضرت یوسف نے ساتھیوں سے فرمایا اٹھو ہم پچاس سال کی نمازیں دوبارہ ادا کریں پھر ان کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا آپ نے یہ نماز کہاں سے سیکھی ہے؟ حاتم نے جواب دیا آپ کی ان کتابوں سے جو آپ نے ہمیں لکھائی ہیں۔

اچھی طرح نماز پڑھنا

حضرت ابوحازم المرج رحمہ اللہ کی روایت اس ضمن میں قابلِ ذکر ہے وہ فرماتے ہیں دریا کے کنارے میری ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہو گئی انھوں نے فرمایا اے ابوحازم! کیا تم اچھی طرح نماز پڑھنا جانتے ہو؟ میں نے جواب دیا میں اچھی طرح نماز پڑھنا کیوں نہیں جانتا جبکہ مجھے فرائض اور سنتوں کا علم ہے۔ انھوں نے فرمایا اے ابوحازم نماز شروع کرنے سے پہلے تم پر کیا کیا باتیں فرض ہیں؟ میں نے جواب دیا چھ فرض ہیں، فرمایا وہ کیا ہیں؟ میں نے کہا طہارت حاصل کرنا، ستر پوشی، نماز کی جگہ کا انتخاب۔ نماز کے لیے کھڑا ہونا، نیت کرنا، قبلہ کی طرف رُخ کرنا۔ انھوں نے فرمایا اے ابوحازم! اپنے گھر سے مسجد کی طرف کس نیت کیساتھ نکلتے ہو؟ میں نے عرض کیا زیارت کی نیت سے۔ پوچھا مسجد میں کس نیت کے ساتھ داخل ہوتے ہو؟ میں نے کہا عبادت کی نیت سے۔ پوچھا عبادت کے لیے کس نیت کے ساتھ کھڑے ہوتے ہو؟ میں نے عرض کیا بندگی کی نیت سے اور بندگی کا اقرار کرتے ہوئے، ابوحازم فرماتے ہیں پھر وہ صحابی میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے ابوحازم! کس چیز کے ساتھ قبلہ رُخ ہوتے ہو؟ میں نے کہا تین فرضوں اور ایک سنت کے ساتھ۔ پوچھا وہ کیا ہے؟ میں نے کہا قبلہ رُو ہونا فرض ہے، نیت فرض ہے اور تکبیر تحریمہ فرض ہے جبکہ ہاتھوں کو اٹھانا سنت ہے۔ فرمایا تم پر کتنی تکبیریں فرض اور سنت ہیں؟ میں نے جواب دیا کل چورانوے تکبیریں ہیں جن میں سے پانچ فرض اور باقی سنت ہیں۔ پوچھا کس چیز کے ساتھ نماز شروع کرتے ہو میں نے کہا تکبیر کے ساتھ۔ فرمایا نماز کی برہان کیا ہے؟ میں نے کہا اس کی قرأت، پوچھا نماز کا جوہر کیا ہے؟ میں نے جواب دیا "تسبیحات" فرمایا نماز کی زندگی کیا ہے؟ میں نے کہا خشوع و خضوع، پوچھا خشوع کیا ہے؟ میں نے جواب دیا سجدہ گاہ کی طرف دیکھنا۔ پوچھا نماز کا وقار کیا ہے؟ میں نے عرض کیا "سکون" فرمایا نماز کی تحریمہ کیا ہے؟ میں نے جواب دیا تکبیر۔ فرمایا نماز سے باہر کیسے آتے ہیں؟ میں نے کہا سلام کے ذریعے۔ فرمایا نماز کی علامت کیا ہے؟ میں نے کہا نماز ختم کرنے کے بعد تسبیح "سبحان اللہ والحمد للہ اور اللہ اکبر" پڑھنا۔ پوچھا اے ابوحازم! ان تمام باتوں کی چابی کیا ہے؟ میں نے عرض کیا وضو۔ فرمایا وضو کی چابی کیا چیز

ہے ؟ میں نے عرض کیا بسم اللہ پڑھنا ، فرمایا بسم اللہ کی چابی کیا ہے ؟ میں نے جواب دیا نیت کرنا ۔ پوچھا نیت کی چابی کیا ہے ؟ میں نے عرض کیا یقین ۔ فرمایا یقین کی چابی کیا چیز ہے ؟ میں نے جواب دیا توکل ۔ فرمایا توکل کی چابی کیا چیز ہے ؟ میں نے جواباً عرض کیا خوف ، فرمایا خوف کی چابی کونسی چیز ہے ؟ میں نے جواب دیا امید ، فرمایا امید کی چابی کیا چیز ہے ؟ میں نے عرض کیا صبر ، فرمایا صبر کی چابی کیا ہے میں نے عرض کیا رضا ۔ فرمایا رضا کی چابی کیا ہے ؟ میں نے جواب دیا فرمانبرداری ۔ فرمایا فرمانبرداری کی چابی کیا ہے ؟ میں نے جواب دیا اعتراف ۔ فرمایا اعتراف کی چابی کیا ہے ؟ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور ربوبیت کا اقرار ۔ انھوں نے پوچھا تم نے یہ سب باتیں کہاں سے سیکھیں ؟ میں نے جواب دیا علم سے ۔ پوچھا علم کس چیز کے ساتھ حاصل کیا میں نے کہا سیکھنے کے ذریعے ۔ فرمایا کیسے سیکھا ۔ میں نے عرض کیا عقل سے ۔ فرمایا عقل کہاں سے آئی ؟ میں نے جواب دیا عقل کی دو قسمیں ہیں ۔ ایک عقل وہ ہے جسے صرف اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے اور دوسری وہ ہے جسے انسان ادب و معرفت کے ذریعے حاصل کرتا ہے ، جب دونوں اکٹھی ہو جائیں تو ایک دوسری کی مددگار بنتی ہیں ۔ انھوں نے فرمایا یہ سب کچھ کیسے حاصل ہوا ۔ میں نے عرض کیا توفیق سے ، اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو ان باتوں کی توفیق دے جنھیں وہ پسند کرتا ہے اور ان پر راضی ہے ۔

پھر صحابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم ! تم نے جنت کی چابیوں کو مکمل کر لیا اب بتاؤ ، فرض کیا ہے اور فرض کا فرض کیا ہے ؟ اور وہ کونسا فرض ہے جو دوسرے فرض تک پہنچاتا ہے وہ کونسی سنت ہے جو فرض میں داخل ہے اور وہ کون سی سنت ہے جس کے ساتھ فرض پورا ہوتا ہے ؟

میں نے عرض کیا فرض نماز ہے فرض کا فرض وضو ہے اور جو فرض دوسرے فرض تک پہنچاتا ہے وہ دائیں اور بائیں ہاتھ کو ملا کر پانی لینا ہے وہ سنت جو فرض میں داخل ہے پانی کے ساتھ انگلیوں کا خلال کرنا ہے ۔ ختنہ وہ سنت ہے جس کے ساتھ فرض کی تکمیل ہوتی ہے ۔ صحابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابو حازم ! تم نے اپنے اوپر کوئی حجت باقی نہیں چھوڑی ۔

کھانے پینے کے آداب

صحابی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کھانا کھانے میں کتنے فرض اور کتنے سنت ہیں ۔ میں نے عرض کیا کھانا کھانے میں بھی فرض اور سنت ہیں ، فرمایا ہاں ۔ چار فرض اور چار سنتیں ہیں اور چار باتیں مستحب ہیں ۔

فرض یہ ہیں (شروع میں) بسم اللہ پڑھنا ، (آخر میں) الحمد للہ پڑھنا ، شکر ادا کرنا اور جو کھانا اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا اس کی پہچان حاصل کرنا (کہ حلال سے ہے یا حرام سے ؟)

سنت باتیں یہ ہیں : بائیں ران پر تکیہ لگانا ، تین انگلیوں سے کھانا ، اچھی طرح چبانا اور انگلیاں چاٹنا ، مستحب باتیں یہ ہیں دونوں ہاتھوں کو دھونا ، چھوٹا لقمہ لینا ، اپنے سامنے سے کھانا اور ساتھ کھانے والے کی طرف کم دیکھنا ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی عمل تھا ۔

مختلف نمازوں کا اجمالی بیان

نماز جمعہ

نماز جمعہ کا وجوب اس آیت سے ثابت ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَیْعَ۔

اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف چل پڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے دن تم پر جمعہ کی نماز فرض فرمائی ہے۔ نیز آپ نے ارشاد فرمایا جو آدمی بلا عذر تین بار جمعہ چھوڑ دے اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔ لہٰذا ہر وہ شخص جس پر پانچ نمازیں فرض ہیں اس پر نماز جمعہ بھی فرض ہے جب وہ اپنے وطن میں مقیم ہو شہر میں ہو یا کسی بڑے گاؤں میں جہاں چالیس عقل مند، بالغ آزاد مرد ہوں اگر کسی بستی میں چالیس مرد نہ ہوں اور وہاں دوسری بستی سے اذان کی آواز آتی ہو اور ان دونوں کے درمیان ایک فرسخ (تین میل) کا فاصلہ ہو تو وہاں جانا لازمی ہے۔ عذر کے بغیر پیچھے رہنا جائز نہیں البتہ عذر کی صورت میں جمعہ کی نماز اور باقی پانچ نمازیں چھوڑنے میں معذور سمجھا جائے گا۔ مثلاً بیمار ہو یا مال کے نقصان کا ڈر ہو یا اس کی عدم موجودگی میں کسی عزیز کی موت کا ڈر ہو یا اسے پیشاب پاخانہ نے تنگ کر رکھا ہو یا کھانا حاضر ہو اور اسے اس کی ضرورت بھی ہو یا اسے ڈر ہو کہ بادشاہ پکڑ لے گا قرض خواہ کا ڈر ہو کہ وہ نہیں چھوڑ دیگا اور اسے دینے کے لیے اس کے پاس کچھ بھی نہیں یا مسافر ہے اور قافلے کے نکل جانے کا ڈر ہے یا مال کے نقصان کا خطرہ ہے۔ یا جمعہ اور جماعت سے پیچھے رہنے کی صورت میں مال مل جانے کی امید ہو۔ یا اس پر نیند غالب آگئی اور وقت نکل گیا یا بارش یا کیچڑ اور شدید طوفان کا ڈر ہو۔

رکعات جمعہ

جمعہ کی دو رکعتیں (فرض) ہیں خطبہ (سننے) کے بعد امام کے ساتھ پڑھے اگر جمعہ کی نماز نہ پا سکے تو ظہر کی چار رکعتیں پڑھے۔ تنہا پڑھے یا جماعت کے ساتھ (دونوں طرح جائز ہے)

وقت جمعہ

جمعہ کا وقت زوال سے پہلے اس وقت شروع ہوتا ہے جب عید کی نماز ہوتی ہے[1] ہمارے بعض حنبلی احباب فرماتے ہیں پانچویں گھنٹے میں شروع ہوتا ہے۔

---

[1] احناف کے نزدیک جمعہ کا وقت زوال کے بعد شروع ہوتا ہے، ۱۲ ہزاروی۔

شرائطِ جمعہ اور قرائتِ مسنونہ

جمعہ کی نماز کے لیے ان چالیس آدمیوں کا ہونا ضروری ہے جن پر جمعہ فرض ہے۔ ایک روایت میں پچاس اور ایک دوسری روایت میں تین کا ذکر ہے۔

نماز جمعہ میں بلند آواز سے قرائت سنت ہے پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ جمعہ اور دوسری میں سورۂ المنافقون ہے۔

کیا امام (حاکم) کی اجازت ضروری ہے اس سلسلے میں دو روائتیں ہیں۔ جمعہ کی شرائط میں سے دو خطبے ہیں۔ جمعہ سے پہلے سنتیں نہیں البتہ بعد میں کم ازکم دو رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ چھ رکعتیں ہیں۔ یہ بات بعض صحابہ کے واسطہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں جمعہ کی نماز سے پہلے بارہ رکعتیں اور بعد میں چھ رکعات مستحب ہیں[۱]۔ منبر کے پاس اذان ہو جائے تو خرید و فروخت نہیں ہونی چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف چل پڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔" یہ اذان حضور علیہ السلام کے زمانے میں ہوتی تھی اور یہ ہمارے نزدیک واجب ہے۔ (حنبلیوں کے نزدیک) باقی نمازوں کے لیے اذان فرض کفایہ ہے، یہ بھی مروی ہے کہ اذان سنت ہے۔ جو اذان مینارے پر دی جاتی ہے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں لوگوں کی مصلحت کے پیش نظر اس کا حکم دیا۔ یہ ان لوگوں کے لیے ہے جو شہروں اور بستیوں سے غائب ہوتے ہیں لہٰذا اس سے خرید و فروخت باطل نہیں ہوتی اگر مسجد میں جانے کے بعد گنجائش ہو تو چار رکعتیں پڑھے جن میں دو سو مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھی جائے ہر رکعت میں پچاس بار پڑھی جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا جو یہ عمل کرے وہ مرنے سے پہلے جنت میں اپنا ٹھکانا دیکھ لے گا یا اسے دکھا دیا جائے گا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے روایت کیا ہے۔

جامع مسجد میں داخل ہونے کے بعد بیٹھنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھے۔ جمعہ کے فضائل اور دیگر متعلقہ امور کا ذکر عنبر س سے پہلے ہو چکا ہے۔

نمازِ عیدین

عیدین کی نماز فرض کفایہ ہے اگر کسی جگہ رہنے والے کچھ لوگ پڑھ لیں تو دوسروں سے ساقط ہو جائے گی اگر تمام بستی والے چھوڑنے پر متفق ہو جائیں تو امام (حکمران) ان سے لڑے یہاں تک کہ وہ توبہ کر لیں۔

وقت نماز

عید کی نماز کا پہلا وقت جب سورج بلند ہو جائے اور آخری وقت جب سورج ڈھل جائے البتہ

---

[۱] احناف کے نزدیک جمعہ پڑھنے کی چھ شرطیں ہیں (۱) شہر (مصر) (۲) سلطانِ اسلام یا اس کا نائب (۳) وقتِ ظہر (۴) خطبہ (۵) جماعت یعنی امام کے علاوہ کم ازکم تین مرد۔ (۶) عام اجازت۔ جمعہ سے پہلے چار سنتیں اور بعد میں پہلے چار اور پھر دو سنتیں پڑھی جائیں (تفصیل کے لیے دیکھئے بہار شریعت حصہ چہارم ص ۸۴ تا ۸۵) ۱۲ ہزاروی۔

عید الاضحیٰ میں قربانی کی وجہ سے جلدی پڑھنا مستحب ہے اور عید الفطر میں قربانی نہ ہونے کی وجہ سے تاخیر مستحب ہے۔

شرائط

عیدین کی نماز کے لیے مقیم ہونا تعداد کا پورا ہونا اور حاکم وقت کی اجازت کا پایا جانا شرط ہے جیسے جمعہ کے لیے ہے۔ ہمارے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک ایک دوسری روایت ہے یہ تمام باتیں شرط نہیں ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی یہی بات ہے۔

مستحب امور

عید کی نماز کے لیے جلدی جانا، عمدہ لباس پہننا اور خوشبو لگانا مستحب ہے جیسے ہم نے اس سے پہلے فضائل جمعہ میں ذکر کیا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ عید کی نماز صحراء (میدان) میں پڑھی جائے اور عذر کے بغیر جامع مسجد میں پڑھنا مکروہ ہے۔ عورتوں کے حاضر ہونے میں کوئی حرج نہیں نیز عید گاہ کی طرف پیدل جانا اور دوسرے راستے سے واپس جانا بہتر ہے اس کی وجہ ہم نے عیدین کے فضائل میں ذکر کر دی ہے۔ نماز عید کے لیے یوں اعلان کیا جائے کہ جماعت کھڑی ہونے والی ہے۔

نماز کا طریقہ

عید کی نماز دو رکعتیں ہیں پہلی رکعت میں ثناء کے بعد اور تعوذ (اعوذ باللہ) سے پہلے سات تکبیریں کہے اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں کہے اور ہر تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھائے اور کہے[۱]:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَّ سُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّ اَصِیْلًا وَّصَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا۔

اللہ بہت بڑا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے بہت زیادہ حمد ہے صبح وشام اسی کے لیے تسبیح ہے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو نبی ہیں اور آپ کی آل پر اور خوب سلام ہو۔

جب تکبیروں سے فارغ ہو جائے تو "اعوذ باللہ" پڑھ کر (بسم اللہ کے ساتھ) سورہ فاتحہ پڑھنا شروع کر دے اس کے بعد پہلی رکعت میں سورہ "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی" اور دوسری میں "هَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَۃِ" پڑھے اگر پہلی رکعت میں "قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ" اور دوسری میں "اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ" پڑھے تو اس سلسلے میں بھی امام احمد رحمہ اللہ سے روایت منقول ہے۔ اگر اس کے علاوہ کہیں سے قرأت کرے تو

۱۔ احناف کے نزدیک عیدین کی نماز ان لوگوں پر واجب ہے جن پر جمعہ واجب ہے اس کی ادائیگی کے لیے وہی شرائط ہیں جو جمعہ کے لیے ہیں البتہ جمعہ میں خطبہ شرط ہے عیدین میں سنت ــــ عید کی نماز میں چھ تکبیریں زائد ہوں گی۔ پہلی رکعت میں ثناء کے بعد تین اور دوسری میں رکوع کی تکبیر سے پہلے تین ــــ نیز تکبیر صرف اللہ اکبر کے ساتھ کہے گا اور ہر تکبیر کے ساتھ ہاتھ چھوڑ دے گا۔ ۱۲ ہزاروی۔

بھی جائز ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ سے ثناء کو مؤخر کرنے میں بھی دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء پڑھے اور دوسری یہ ہے کہ ثناء اور تعوّذ کو قرأت تک مؤخر کرے (یعنی پہلے تکبیریں کہے)

نمازِ عید کے بعد نوافل

جب عید کی نماز پڑھ چکے تو نوافل پڑھنے میں مشغول نہ ہو اسی طرح نمازِ عید سے پہلے بھی نوافل نہ پڑھے بلکہ گھر واپس آکر اہل خانہ کو جمع کر کے ان سے اچھا سلوک کرے اور انہیں کھلانے پلانے میں فراخی سے کام لے کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" ایام عید کھانے پینے اور جماع کے دن ہیں" آپ کا یہ ارشاد گرامی عیدین کے دو دنوں اور ایام تشریق سب کو شامل ہے اگر مسجد میں نوافل پڑھیں تو جائز ہے۔

تحیۃ المسجد

جب کوئی مسلمان مسجد میں داخل ہو تو دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھنے سے پہلے نہ بیٹھے کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک دو رکعتیں نہ پڑھ لے۔ یہ عیدین اور دوسرے دنوں سب کو شامل ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے عید گاہ میں نوافل پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ کیونکہ متعدد طرق سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی نماز سے پہلے اور بعد نفل نہیں پڑھے۔ حضرت علی، عبداللہ ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم کا قول بھی یہی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحرا میں عید کی نماز ادا فرماتے تھے۔ اگر مسجد میں ہوتی تو آپ تحیۃ المسجد کو ترک نہ فرماتے۔

عید کی نماز چھوٹ جائے تو کیا کرے

اگر عید کی نماز مکمل طور پر رہ جائے تو اسے قضاء کرنا مستحب ہے اور اسے اختیار ہے کہ چار رکعت تکبیرات کے بغیر چاشت کی نماز کی طرح پڑھے یا تکبیرات کے ساتھ نمازِ عید کی طرح ادا کرے اور اپنے گھر والوں نیز دوست احباب کو جمع کرے اور اس میں اس کے لیے بہت زیادہ فضیلت ہے[1]

نمازِ استسقاء

نمازِ استسقاء (طلب بارش کے لیے نماز) سنت[2] ہے اسے پڑھا جائے اس کے لیے امام چاشت

---

[1] احناف کے نزدیک جس آدمی سے عید کی نماز رہ جائے اگر اسے کسی دوسری جگہ مل جائے تو پڑھ لے ورنہ نہیں پڑھ سکتا البتہ بہتر یہ ہے کہ یہ شخص چاشت کی چار رکعات پڑھے (بہار شریعت حصہ چہارم ص ۸۸-۱۸۹)۔ ۱۲ ہزاروی۔

[2] احناف کے نزدیک استسقاء کی نماز جماعت کے ساتھ جائز ہے لیکن سنت نہیں دونوں طرح پڑھنے کا اختیار ہے۔ ۱۲ ہزاروی۔

کے وقت نکلے جس طرح عیدین کے لیے نکلتا ہے یہ نماز اپنی تمام صفات جگہ اور احکام کے اعتبار سے عیدین کی نماز جیسی ہے اس نماز کے لیے ہر قسم کے حدث اور میل کچیل سے پاک صاف ہونا مستحب ہے۔ البتہ خوشبو لگانا اچھا نہیں کیونکہ یہ محتاجی، ذلت اور طلبِ حاجت کی حالت ہے یہی وجہ ہے کہ نمازِ استسقاء کے لیے کام کاج کے کپڑوں میں خشوع خضوع، عجز و انکساری اور حالت غم کے ساتھ باہر آئے نیز بوڑھے بزرگ، بوڑھی عورتیں، بچے اور مصیبت زدہ لوگ بھی ساتھ نکلیں گناہوں اور زیادتیوں نیز حقوق بندگان مثلاً غصب وغیرہ کی ادائیگی کے ذریعے پاک صاف ہوں اور حقوق اللہ مثلاً زکوٰۃ، نذر اور کفارات وغیرہ بھی ادا کریں۔ کثرت سے صدقہ دیں، روزہ رکھیں، نئے سرے سے توبہ کریں اور موت تک توبہ کی پابندی کا عزم کریں، صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کے ساتھ خدا کے سامنے نہ آئیں خلوتوں میں بھی اللہ تعالیٰ سے حیا کریں کیونکہ اس کے لیے کوئی خلوت نہیں اور زمین و آسمان کی کوئی پوشیدہ چیز بھی اس پر پوشیدہ نہیں وہ رازوں اور مخفی باتوں کو جاننے والا ہے۔

نیک لوگوں کا وسیلہ

پرہیزگار اور صالحین نیز اہل علم اور دیندار لوگوں کا وسیلہ اختیار کریں۔ ایک روایت میں ہے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نمازِ استسقاء کے لیے تشریف لے گئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ قبلہ رخ ہوئے اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا یا اللہ! یہ تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں ہم تیری بارگاہ میں ان کا وسیلہ پیش کرتے ہیں، ہمیں ان کے وسیلے بارش عطا فرما۔ راوی فرماتے ہیں ان کی واپسی سے پہلے بارش برس گئی۔

بارش کیوں بند ہوتی ہے

کیونکہ بارش کا بند ہونا عذاب ہے اور یہ انسانوں کے گناہوں کی وجہ سے ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کافر مر جاتا ہے اور اسے قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو اس کے پاس منکر نکیر آکر اس سے اس کے رب، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دین کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ وہ جواب دینے پر قادر نہیں ہوتا تو وہ اسے گرز کے ساتھ مارتے ہیں جس سے وہ اسقدر چیختا ہے کہ جنوں اور انسانوں کے علاوہ تمام مخلوق اس آواز کو سنتی ہے چنانچہ ہر چیز حتیٰ کہ قصاب کی بکری اور اس کے حلق پر رکھی ہوئی چھری بھی اس کافر پر لعنت بھیجتی ہے۔ وہ کہتی ہے اللہ تعالیٰ اس پر لعنت بھیجے۔ اس کی وجہ سے ہم بارش سے محروم رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ اور لعنت بھیجنے والے لعنت بھیجتے ہیں

کیونکہ انسان جب فساد کرتا ہے تو اس کا فساد تمام حیوانات تک متعدی ہو جاتا ہے اور جب نیکی کرتا ہے تو اسکی نیکی بھی ہر چیز کی طرف منتقل ہوتی ہے۔ اس کا فساد کرنا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے سبب اور نیکی، عبادت خداوندی کے باعث ہوتی ہے۔

نماز استسقاء کا طریقہ

امام یا اس کا نائب لوگوں کو اذان اور اقامت کے بغیر دو رکعتیں پڑھائے پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ چھ تکبیریں کہیں اور دوسری رکعت میں سجدے سے قیام کی طرف اٹھتے وقت کی تکبیر کے علاوہ پانچ تکبیریں کہیں۔ جس طرح ہم نے عیدین کی نماز میں ذکر کیا ہے۔ اسی طرح ہر دو تکبیروں کے درمیان اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں۔ نماز کے بعد امام خطبہ دے، نماز سے پہلے خطبہ دینا بھی جائز ہے۔ ایک روایت میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اسے اختیار ہے۔ آپ سے ایک روایت منقول ہے کہ نماز استسقاء کے لیے خطبہ سنت نہیں، صرف دعا مانگی جائے۔ امام جو کچھ آسان سمجھے کرے۔ اگر خطبہ دے تو عید کے خطبہ کی طرح تکبیر سے شروع کرے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود شریف پڑھے اور خطبہ میں یہ آیات پڑھے:

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا۔

پس میں نے کہا اپنے رب سے بخشش مانگو بیشک وہ بخشنے والا ہے تم پر موسلا دھار بارش نازل فرمائے گا۔

نماز سے فارغ ہو کر قبلہ کی طرف رُخ کرے اور چادر الٹائے جو حصہ دائیں کاندھے پر ہے اسے بائیں پر ڈالے اور جو بائیں پر ہے اسے دائیں کاندھے پر ڈالے۔ لوگ بھی اسی طرح کریں۔ گھروں کو لوٹنے تک اسے چھوڑ دیں۔ گھر آکر کپڑوں کے ساتھ اسے اتاریں یہ کام نیک فال کے طور پر کریں کہ اللہ تعالیٰ قحط کو بدل دے۔ نیز سنت اسی طرح ہے۔ حضرت عباد بن تمیم رضی اللہ عنہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز استسقاء کے لیے لوگوں کو لے کر باہر تشریف لے گئے۔ آپ نے ان کو دو رکعات پڑھائیں اور بلند آواز سے قرأت کی۔ چادر الٹائی، دعا مانگی اور بارش طلب کی اور آپ قبلہ رُخ ہوئے۔

پھر امام قبلہ رُخ ہو کر ہاتھوں کو اٹھائے اور وہ دعا مانگے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی تھی۔ وہ دعا یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُّغِيْثًا مَّرِيْئًا هَنِيْئًا مَّرِيْعًا غَدَقًا مُّجَلِّلًا۔

یا اللہ! ہمیں بارش عطا فرما جو مصیبت سے نجات دینے والی ہو اس کا انجام اچھا ہو خوشگوار اور سیراب کرنے والی ہو۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: مُجَلِّلًا عَامًّا طَبَقًا سَحًّا دَائِمًا

اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا الْغَيْثَ وَلَا تَجْعَلْنَا مِنَ الْقَانِطِيْنَ

اَللّٰهُمَّ سُقْيًا رَحْمَةً لَّا سُقْيًا عَذَابًا وَّلَا مَحْقًا وَّلَا

زمین پر اثر کرنے والی، عام جاری ہونے والی اور کثرت سے جاری ہوتے والی ہو، یا اللہ! ہمیں بارش

لہ احناف کے نزدیک نماز پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ امام دو رکعت جہری قرأت کے ساتھ پڑھائے۔ اس میں زائد تکبیرات نہیں ہیں۔ پہلی رکعت میں "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى" اور دوسری میں "هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ" پڑھے نماز کے بعد زمین پر کھڑا ہو کر خطبہ پڑھے، دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھے۔ ایک خطبہ بھی پڑھ سکتا ہے اور خطبہ میں دعا و تسبیح اور استغفار کرے۔
(بہار شریعت حصہ چہارم ص ۹۵-۹۶) ۱۲ ہزاروی۔

بَلَاءً وَّلَا هَدْمًا وَّلَا غَرَقًا اَللّٰهُمَّ اِنَّ بِالْبِلَادِ وَالْعِبَادِ وَالْخَلْقِ مِنَ اللَّأْوَاءِ وَالْبَلَاءِ وَالْجُهْدِ وَالضَّنْكِ مَالَا نَشْكُوْهٗ اِلَّا اِلَيْكَ اَللّٰهُمَّ اَنْبِتْ لَنَا الزَّرْعَ وَاَسْقِنَا مِنْ بَرَكَةِ السَّمَاءِ وَاَنْبِتْ لَنَا مِنْ بَرَكَاتِ الْاَرْضِ اَللّٰهُمَّ ارْفَعْ عَنَّا الْجُهْدَ وَالْجُوْعَ وَالْعُرْیٰ وَاكْشِفْ عَنَّا مِنَ الْبَلَاءِ مَالَا يَكْشِفُهٗ غَيْرُكَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَغْفِرُكَ اِنَّكَ كُنْتَ غَفَّارًا فَاَرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْنَا مِدْرَارًا۔

عطا فرما اور ہمیں مایوس لوگوں میں سے نہ کر دے۔ یا اللہ! رحمت کی بارش عطا فرما عذاب کی نہیں اور نہ ایسی بارش جو کھیتوں کو بہا کر لے جائے۔ مکانات کو گرا دے اور ڈوبنے کا باعث بنے۔ یا اللہ! شہروں، بندوں اور مخلوق میں بڑی افسردگی پھیلی ہوئی ہے۔ سخت تنگی اور مصیبت ہے جس کی شکایت صرف تیرے دربار میں ہے۔ یا اللہ! ہمارے لیے کھیتوں کو اُگا دے آسمان کی برکتوں سے سیراب کر دے۔ زمین کی برکتیں اُگا دے۔ یا اللہ! ہم سے مشقت، بھوک اور ننگے پن کو دُور کر دے ہماری مصیبت کو دور کر دے جسے تیرے سوا کوئی دُور نہیں کر سکتا، یا اللہ! ہم تجھ سے بخشش طلب کرتے ہیں بیشک تُو ہی بخشنے والا ہے۔ ہمیں موسلا دھار بارش عطا فرما۔

اس طرح کی دعا بھی مانگے:

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ اَمَرْتَنَا بِدُعَائِكَ وَوَعَدْتَّنَا اِجَابَتَكَ فَقَدْ دَعَوْنَا كَمَا اَمَرْتَنَا فَاسْتَجِبْ لَنَا كَمَا وَعَدْتَّنَا۔

یا اللہ! بے شک تُو نے ہمیں دعا مانگنے کا حکم دیا اور اسے قبول کرنے کا وعدہ فرمایا پس ہم نے تیرے حکم کے مطابق دعا مانگی ہے تو اپنے وعدۂ کرم کے مطابق قبول فرما۔

کہا گیا ہے کہ خطبہ کے دوران قبلہ رُخ ہو اور اسی حالت میں اسے مکمل کر دے اس کے بعد دُعا مانگے۔ بہتر بات وہی ہے جو ہم نے کہی ہے کہ جب خطبہ سے فارغ ہو تو قبلہ رُخ ہو جائے کیونکہ وہ خطبہ وعظ اور ڈرانا دھمکانا ہے اور یہ مقصد اس وقت حاصل ہو گا جب وہ لوگوں کی طرف متوجہ ہو اور ان کا رخ ان کی طرف ہو تا کہ وہ اپنی بات لوگوں کے کانوں اور دلوں تک پہنچا سکے اگر وہ قبلہ رُخ ہو تو اس طرح ان کی طرف پیٹھ ہو گی حالانکہ وہ نماز پڑھاتے وقت ان کے آگے تھا

سورج اور چاند گرہن کی نماز

یہ نماز سنت مؤکدہ ہے۔ اس کا وقت سورج گرہن یا چاند گرہن لگنے سے اس وقت تک ہے جب یہ دونوں روشن ہو جائیں یعنی جب سورج گرہن یا چاند گرہن ہو تو جس وقت سیاہی، مُبتلا پن اور شعاعوں میں کمی ظاہر ہو تو نماز کا وقت داخل ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ یہ چیزیں زائل ہو جائیں۔ اس کے بعد نماز کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔

سُنّت یہ ہے کہ جامع مسجد میں جہاں جمعہ کی نماز پڑھی جاتی ہے یہ نماز پڑھی جائے اور اعلان کیا جائے کہ نماز کھڑی ہونے والی ہے۔ امام لوگوں کو دو رکعتیں پڑھائے۔ پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء اور

اعوذ باللہ پڑھے اور سورہ فاتحہ پڑھ کر سورہ بقرہ پڑھے پھر ایک طویل رکوع کرے جس میں تسبیح بار بار ایک سو آیات کا اندازہ پڑھے پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہتے ہوئے سر اٹھائے اس کے بعد سورۂ فاتحہ اور سورۂ آل عمران پڑھ کر پہلے رکوع سے چھوٹا رکوع کرے پھر اسی طرح سر اٹھائے اس کے بعد دو لمبے سجدے کرے دونوں میں ایک سو آیات کا اندازہ تسبیح پڑھے پھر دوسری رکعت کی طرف اُٹھے سورۂ فاتحہ اور سورۂ نساء پڑھ کر طویل رکوع کرے پھر سر اٹھائے سورۂ فاتحہ اور سورۂ مائدہ پڑھے اگر یہ سورتیں اچھی طرح نہ پڑھ سکے تو ان کی آیات کے برابر دوسری دس سورتیں پڑھے۔ اگر قل ھو اللہ احد کے سوا کچھ نہ پڑھ سکتا ہو تو اسی تفصیل (آیات کی تعداد کے حساب) سے سورۂ اخلاص پڑھے۔ دوسرے قیام کی قرأت پہلے قیام کی قرأت کا دو تہائی حصہ ہو جائے گا اور تیسرے قیام یعنی سجود سے قیام کی طرف اُٹھنے کے بعد کی قرأت پہلے قیام کی قرأت کا نصف ہو جائے گی اور آخری یعنی چوتھے قیام کی قرأت تیسرے قیام یعنی اس سے پہلے والے قیام کا دو تہائی حصہ ہو گی یعنی ہر قیام میں قرأت کا دو تہائی حصہ کے برابر ہو گی۔ اس کے بعد کسی تاخیر کے بغیر رکوع کرے پھر سلام پھیرے یہ چار رکوع اور چار سجدے ہو جائیں گے۔ ہر رکعت میں ایک رکوع زیادہ کرے اگر حالت نماز میں ہی سورج روشن ہو جائے تو اسے مختصر کرنا مستحب ہے توڑنا نہیں چاہیے۔

اگر کوئی شخص گھر میں تنہا یا اہل خانہ کے ساتھ پڑھنا چاہے تو یہ بھی جائز ہے لیکن بہتر وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا۔ نماز کسوف کے سلسلے میں ہم نے جو کچھ بیان کیا اس کی بنیاد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے آپ فرماتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں سورج گرہن ہو گیا تو حضور علیہ السلام عیدگاہ میں تشریف لائے۔ آپ نے تکبیر کہی اور لوگوں نے بھی تکبیر کہی پھر آپ نے بلند آواز سے قرأت کی اور طویل قیام کیا پھر ایک طویل رکوع کیا پھر سر انور اُٹھایا اور "سمع اللہ لمن حمدہ" کہہ کر طویل قرأت کی پھر ایک طویل رکوع فرمایا پھر سر انور اُٹھایا اس کے بعد سجدہ کیا پھر سر مبارک اُٹھایا اور دوبارہ سجدہ کیا پھر اُٹھ کھڑے ہوئے اور دوسری رکعت میں بھی یہی عمل دہرایا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا بے شک سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے ان کو گرہن نہیں لگتا۔ اگر تم یہ بات دیکھو تو گھبراہٹ کے ساتھ نماز کی طرف رجوع کرو۔[1]

نماز خوف

نماز خوف کا پڑھنا چار شرائط کے ساتھ جائز ہے۔

(۱) ایسا دشمن ہو جس سے جنگ کرنا جائز ہو۔ (۲) قبلہ کے سوا کسی اور سمت کی طرف ہو۔ (۳) دشمن کے حملہ کا خوف ہو (۴) لشکر میں اتنے زیادہ آدمی ہوں کہ ان کو دو گروہوں میں تقسیم کرنا ممکن ہو۔ یعنی ہر ایک گروہ میں تین یا اس سے زائد آدمی ہوں۔ چنانچہ ایک گروہ کو دشمن کے مقابلے میں کرے اور دوسرے کو اپنے پیچھے کھڑا کرے۔ انہیں ایک رکعت پڑھائے جب دوسری رکعت کے لیے اٹھے تو یہ جماعت الگ ہو جائے اور الگ ہونے کی نیت کر کے یہ رکعت تنہا پڑھے۔

---

[1] احناف کے نزدیک سورج گرہن کی نماز عام نمازوں کی طرح ہے یعنی ہر ایک رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے ہوں گے اور قرأت آہستہ ہو گی اس سلسلے میں متعدد روایات مروی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نماز نفل نماز کی طرح ہے۔ (عمدۃ القاری حصہ ۷، ص ۲)

کیونکہ مقتدی کے لیے امام سے نیت کے بغیر الگ ہونا جائز نہیں چنانچہ اب یہ سلام پھیر کر دشمن کے مقابلے میں چلے جائیں اب دوسرا گروہ آجائے اور نماز کے لیے تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے امام کے پیچھے ایک رکعت پڑھیں اب امام بیٹھ جائے اور یہ گروہ کھڑا ہو جائے اور پہلی رکعت پڑھے اس کے بعد بیٹھ جائے تشہد پڑھے اور امام کے ساتھ سلام پھیرے البتہ امام دوسری رکعت میں قرأت اتنی لمبی کرے کہ پہلا گروہ دوسری رکعت پوری کرکے اپنے ساتھیوں کی طرف چلا جائے اور وہ گروہ آکر امام کے ساتھ نماز کی نیت کرے اور دوسرے گروہ کے حق میں تشہد کو لمبا کرے تاکہ وہ اپنی رکعت پوری کرکے تشہد میں شریک ہو سکیں اب امام ان کے ساتھ سلام پھیرے۔ دوسرے گروہ کو امام کے ساتھ سلام کی اور پہلے گروہ کو امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ کی فضیلت حاصل ہو جائے۔ غزوہ ذات الرقاع میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو اس طرح نماز پڑھائی تھی۔ حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کھڑا ہو اور ایک صف اس کے پیچھے ہو جبکہ دوسری صف دشمن کے مقابلے میں ہو جو لوگ اس کے پیچھے ہوں ان کو ایک رکوع اور دو سجدے (ایک رکعت) پڑھائے۔ پھر سیدھا کھڑا ہو جائے یہاں تک کہ وہ ایک رکعت خود پڑھیں پھر دوسرا گروہ ان کی جگہ آجائے اور ان کی جگہ کھڑا ہو۔ امام ان کو بھی ایک رکعت پڑھائے پھر قعدہ کرے یہاں تک کہ دوسری رکعت پوری کریں پھر ان کے ساتھ سلام پھیرے۔ ہمارے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک باہم قتال اور گھمسان کی لڑائی میں اختتام جنگ تک نماز کو موخر کرنا بھی جائز ہے۔

نماز خوف کا طریقہ جو ہم نے بیان کیا ہے صبح کی نماز اور مسافر کی نماز سے متعلق ہے۔ جب وہ چار رکعتوں میں قصد کرے مغرب کی نماز میں پہلے گروہ کو دو رکعتیں اور دوسرے کو ایک رکعت پڑھائے اس نماز میں کمی نہ کرے کیونکہ مغرب کی نماز میں قصر نہیں ہوتی۔

پہلا گروہ کس وقت جائے؟ جب پہلے تشہد میں بیٹھے یا جب تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو۔؟ اس ضمن میں دونوں طریقے منقول ہیں۔ اگر غیر مسافر ہو تو ہر گروہ کو امام دو رکعتیں پڑھائے اور باقی دو رکعتیں وہ خود پوری کریں۔ اگر ان کو چار حصوں میں تقسیم کرے تو امام اور تیسرے چوتھے گروہ کی نماز صحیح نہیں ہوگی۔ پہلے اور دوسرے گروہ کی نماز باطل ہونے کے بارے میں دو قول ہیں۔

نماز خوف کا جو طریقہ ہم نے بیان کیا ہے، یہ اس صورت میں ہے، جب دشمن قبلہ کی جہت میں نہ ہو یا ان کے دائیں بائیں ہو اور اگر قبلہ کی طرف ہو کہ وہ ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں اور وہاں کسی کمین گاہ کا خطرہ بھی نہ ہو تو سب کو اکٹھے نماز خوف پڑھانا بھی جائز ہے۔ ان کو تعداد کے مطابق دو یا تین صفوں میں تقسیم کرے اور تمام کی بیک وقت نیت کرے جب سجدے کا وقت آئے تو پہلی صف کے علاوہ باقی تمام سجدہ کریں یہ حفاظت کے لیے کھڑے رہیں یہاں تک کہ وہ دوسری رکعت کے لیے اٹھیں اس وقت یہ سجدہ کریں اور قیام میں ان سے مل جائیں پھر جب دوسری رکعت میں امام سجدہ کرے تو وہ پہلی صف کھڑی رہے جس نے پہلی رکعت میں امام کے ساتھ سجدہ کیا تھا اور اس وقت تک حفاظت کریں کہ امام تشہد کے لیے بیٹھ جائے پھر یہ تشہد میں اس کے ساتھ مل کر اس کی اتباع کریں اور اب امام سب کے ساتھ سلام پھیرے۔

ایک روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں ہی مروی ہے کہ آپ نے عسفان میں اس طرح نماز پڑھائی،

اور اگر دوسری رکعت میں پہلی صف کو پیچھے کر کے دوسری صف کو آگے لائے اور وہ حفاظت کرے تب بھی جائز ہے اور اگر لڑائی شدت پر ہو تو جماعت کے ساتھ یا اکیلے اکیلے پیدل یا سوار جس طرح ممکن ہو پڑھیں منہ قبلہ کی طرف ہو یا پیٹھ یا اشارے سے پڑھیں یا اشارے کے بغیر، ہر طرح جائز ہے۔

کیا قبلہ رُخ ہو کر نماز شروع کرنا ضروری ہے یا نہ ؟ اس ضمن میں دونوں طرح مروی ہے اگر امن حاصل ہو جائے اور دشمن کو شکست ہو جائے تو اپنی نماز پر بنا کریں اور سواری سے اُتر کر قبلہ رُخ ہو جائیں۔

اگر اطمینان کے ساتھ نماز شروع کی تھی پھر خوف بڑھ گیا تو سوار ہو کر نماز خوف مکمل کریں، اگرچہ مارنے، نیزہ زنی کرنے یا بھاگنے کی ضرورت پڑے۔

نماز خوف ہر قسم کے دشمن سے خوف کی صورت میں جائز ہے مثلاً درندہ، سیلاب اور ڈاکو وغیرہ اسی طرح اگر وہ دشمن کی تلاش میں ہو اور اس کے بھاگنے کی صورت میں نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو تو روایتوں میں سے ایک کے مطابق نماز خوف جائز ہے۔

نماز قصر

نماز میں قصر کرنا جائز ہے جب اپنی بستی کے مکانات یا قوم کے خیموں سے آگے بڑھ جائے تو چار رکعتوں میں قصر کر کے دو رکعتیں پڑھے لیکن اس وقت جب سفر طویل ہو اور یہ سولہ فرسخ یعنی چار برید ہیں جو ہاشمی میل کے حساب سے اڑتالیس میل بنتے ہیں۔ ایک برید چار فرسخ کا ہوتا ہے پس آنے اور جانے والا دونوں قصر کریں۔ جب کسی بستی میں داخل ہو اور وہاں بائیس نمازیں پڑھنے کا ارادہ ہو تو نماز پوری کرے اور یہ مقیم کے حکم میں ہوگا اگر اکیس نمازیں پڑھنے کا ارادہ ہو تو اس سلسلے میں دو روایتیں ہیں اس سے کم ہوں تو قصر ہوگی۔[۱]

اگر کسی جگہ اُترا اور وہ نہیں جانتا کہ کب واپسی ہوگی اور نہ ہی کوئی نیت ہے بلکہ کہتا ہے آج چلا جاؤں گا، کل چلا جاؤں گا تو وہاں قصر کرے کیونکہ ایک روایت میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں اٹھارہ دن ٹھہرے اور ایک قول کیمطابق پندرہ دن ٹھہرے اور آپ نے قصر نماز پڑھی۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے فرماتے ہیں میں فتح مکّہ کے موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ آپ دو رکعتیں ادا فرماتے تھے پھر شہر والوں سے فرماتے چار رکعتیں پڑھو، ہم مسافر ہیں۔ آپ تبوک میں بیس دن تشریف فرما رہے اور قصر نماز پڑھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ بھی یہی تھا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رام ہرمز میں سات مہینے رہے اور قصر نماز پڑھتے رہے ایک روایت میں ہے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما آذربیجان میں چھ مہینے دو دو رکعتیں پڑھتے رہے۔

مقیم مسافر ہو جائے یا مسافر مقیم ہو جائے۔ اگر نماز کی نیت کرتے وقت مقیم تھا پھر مسافر ہو گیا مثلاً وہ کشتی میں

---

[۱] احناف کے نزدیک کسی جگہ جو سفر کی مسافت پر ہو پندرہ دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت سے مقیم ہوگا ورنہ مسافر شمار ہوگا۔ ۱۲ ہزاروی۔

تھا اور کشتی اس کے شہر کے پہلو میں شہر کی حدود میں تھی اور اس کی دیواروں کے اندر تھی پھر ملاح نے کشتی چلا دی اور وہ شہر کی حدود سے نکل گئی تو نماز پوری پڑھے اسی طرح اگر اس نے سفر کی حالت میں نماز کی نیت کی پھر کسی شہر میں مقیم ہو گیا یا کسی مقیم کی اقتدا کر لی یا ایسے آدمی کی اقتدا کی جس کے بارے میں شک ہے کہ آیا وہ مقیم ہے یا مسافر؟ نماز شروع کرتے وقت قصر کی نیت بھی نہیں کی تو ان تمام صورتوں میں پوری نماز پڑھنا لازم ہے۔

قضاء نماز کی قصر نہیں

اگر نماز قضاء پڑھ رہا ہو تو قصر جائز نہیں کیونکہ وہ اس کے ذمہ کامل واجب ہوتی ہے۔ سفر صرف ادا نماز میں موثر ہوتا ہے اگر قصر کی نیت سے نماز شروع کی پھر اقامت کی نیت کر لی تو پوری کرے اسی طرح حالت اقامت میں نماز شروع کی پھر سفر کی نیت کی تب بھی پوری پڑھے اسی طرح اگر اس کا سفر گناہ کے لیے ہے یا کھیل کود اور عیاشی کے لیے ہے تو اس کے لیے سفر کی رخصت جائز نہیں۔ یہ رخصت اس وقت حاصل ہو گی جب کسی واجب کام مثلاً حج اور جہاد یا مباح کام مثلاً تجارت یا قرض دار کو تلاش کرنے کے لیے سفر کرے اگر ہم اسے گناہ گار کے لیے مباح قرار دیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی معصیت پر اس کی مدد کر رہے ہیں اسے گناہ پر باقی رکھنا چاہتے ہیں اور اطاعت پر اس کی اصلاح نہیں چاہتے لہٰذا ہم اس پر اسے طاقت نہیں پہنچا سکتے اور نہ ہی اس کی مدد کریں گے بلکہ ہم اسے منع کریں گے اور اس کی حوصلہ شکنی کریں گے[1]

ہمارے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک پوری نماز کے مقابلہ میں قصر پڑھنا افضل ہے۔ البتہ اسے پوری پڑھنے اور قصر کرنے میں اختیار ہے جس طرح اس کے لیے روزہ رکھنے اور چھوڑنے میں اختیار ہے۔ اللہ تعالیٰ کو چستی نہ دکھانا اور اس کی طرف سے دی گئی رخصت اور نرمی کے پیچھے چلنا زیادہ بہتر ہے اور اگر سفر کی حالت میں پوری پڑھے اور روزہ رکھنے کی صورت میں ریاکاری، خود پسندی اور فخر و تکبر اور اپنی بڑائی کے اظہار سے نہ بچ سکے جبکہ نماز قصر کرنے اور روزہ نہ رکھنے کی صورت میں پوری عبادت اور عزیمت ترک کرنے کے سبب نفس کی ذلت و انکساری اور خشوع و خضوع کا اظہار ہو تو یہ بات کہنا زیادہ مناسب ہے کہ نماز میں قصر کرنا اور روزہ نہ رکھنا زیادہ بہتر ہے اور یہ کیسے بہتر نہ ہو جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قصر کے بارے میں عرض کیا گیا کہ ہم کیوں قصر کرتے ہیں حالانکہ ہم پُر امن ہوتے ہیں تو آپ نے فرمایا یہ ایک صدقہ ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عطا فرماتا ہے۔ لہٰذا اس کا صدقہ قبول کرو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ رخصت پر عمل کرنے کو پسند فرماتا ہے جس طرح وہ عزیمتوں پر عمل کو محبوب رکھتا ہے پس ان لوگوں پر کس قدر تعجب ہے جو سفر میں پوری نماز پڑھتے اور روزہ رکھتے ہیں اور رخصت کو چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ وہ حرام کھانے، شراب پینے، ریشمی لباس پہننے، زنا اور لواطت کا ارتکاب کرنے اور اصول دین میں برے عقیدے اور دیگر اُمور کی وجہ سے کبیرہ گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔

---

[1] اگر کسی شخص سے سفر میں نماز رہ جائے تو احناف کے نزدیک گھر میں آنے کے بعد بطور قصر قضا کرے گا جس طرح اقامت کی حالت میں رہ جانے والی نماز سفر میں پڑھنا چاہے تو پوری پڑھے گا نیز نماز میں قصر کی رعایت مطلق سفر کی بنیاد پر ہے چاہے سفر نیکی کیلئے ہو گناہ کیلئے یا کسی مباح کام کیلئے ہو۔ ۱۲ ہزاروی۔

دو نمازوں کو جمع کرنا۔[1]

اگر سفر طویل ہو تو ظہر اور عصر نیز مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے۔ طویل سفر سے مراد سولہ فرسخ ہیں جیسے ہم نے پہلے بیان کیا ہے اس سے کم سفر میں یہ جائز نہیں اسے اختیار ہے کہ پہلی نماز کو دوسری نماز کے وقت تک مؤخر کرے یا دوسری نماز کو پہلی نماز کے وقت کی طرف مقدم کرے تاخیر مستحب ہے۔ یعنی پہلی نماز کو مؤخر کرے اور دوسری کو مقدم کرے اور دونوں کو دوسری نماز کے اول وقت میں پڑھے اگر پہلی نماز کے وقت میں پڑھے تو پہلی نماز کو مقدم کرے پھر دوسری کو پڑھے، پہلی نماز کی نیت کرتے ہوئے جمع کی نیت کرے۔ دونوں نمازوں میں صرف (اقامت اور وضو ٹوٹنے کی صورت میں) وضو کرنے کا اندازہ فرق کرے اگر درمیان میں سنتیں پڑھے گا تو ایک روایت کے مطابق نمازوں کا جمع کرنا باطل ہو جائے گا دوسری روایت کے مطابق باطل نہیں ہوتا بہتر یہ ہے کہ فرضوں سے فارغ ہو کر سنتیں پڑھے اور درمیان میں وقفہ نہ کرے۔ اگر دوسری نماز کے وقت میں دونوں کو جمع کرتا ہے تو پہلے وقت میں نیت کافی ہے۔ اب دونوں کی ادائیگی کے وقت نیت کی تجدید کی ضرورت نہیں کیونکہ اس نے پہلی نماز کو اس لیے مؤخر کیا ہے کہ اسے اور دوسری نماز کو جمع کرے اب اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ پہلی نماز کے وقت میں اس کی نیت کرے یا جب اس وقت سے اتنا باقی ہو جس میں یہ ادا ہو سکتی ہے۔

اگر پہلی نماز کا وقت نکل گیا اور اس نے جمع کی نیت نہیں کی تو اب جمع کرنا جائز نہیں اگر دوسرے وقت میں جمع کرے تو پہلی نماز کو مقدم کرے پھر دوسری پڑھے۔ جس طرح پہلے وقت میں پڑھتے ہوئے کہا جاتا ہے۔

دونوں کے درمیان سنتوں وغیرہ سے فرق نہ کرنا شرط ہے یا نہیں۔ دونوں صورتوں میں ہمارے بعض (حنبلی) اصحاب نے کہا ہے کہ جمع اور قصر میں نیت کی ضرورت نہیں، یہ حضرت ابوبکر رحمہ اللہ ہیں۔

بارش کی وجہ سے مغرب اور عشاء کی نماز کو جمع کرنا جائز ہے لیکن کیا ظہر اور عصر کو بھی جمع کیا جاسکتا ہے اس میں بھی دو قول ہیں۔ بارش کے علاوہ کیچڑ ہو یا سخت ٹھنڈی ہوا چل رہی ہو تو کیا دو نمازیں جمع کرنا جائز ہے۔ یہاں بھی دو صورتیں ہیں اگر جمع کریں تو دیکھیں گے کہ بارش کی وجہ سے پہلے وقت میں جمع کی ہیں تو اس بات کا اعتبار کیا جائیگا کہ پہلی نماز شروع کرتے وقت اور اس سے فارغ ہوتے وقت اور دوسری شروع کرتے وقت بارش ہو رہی ہے اگر جمع دوسرے وقت میں کی ہے تو بھی جائز ہے۔ بارش موجود ہو یا ختم ہو چکی ہو کیونکہ اس نے پہلی نماز کو عذر کی وجہ سے مؤخر کیا ہے لہٰذا بارش کا ختم ہو جانا مؤثر نہ ہو گا کیونکہ پہلا وقت تو گزر گیا اب اس کی تلافی یا اسے حاصل کرنا ممکن نہیں ہم نے نمازوں کو جمع کرنا لوگوں کو پہنچنے والی مشقت کے باعث جائز قرار دیا ہے کہ ان کے کپڑے تر ہو کر تکلیف نہ دیں۔ لہٰذا لوگوں پر آنا جانا مشکل ہو جائے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جوتے تر ہو جائیں

---

[1] دو نمازوں کو جمع کرنے سے متعلق یہ تمام تفصیل جو اوپر مذکور ہے فقہ حنبلی کے مطابق ہے۔ احناف کے نزدیک ضرورت کے وقت دو نمازیں صورتاً جمع کی جاسکتی ہیں۔ یعنی پہلی نماز کو آخری وقت میں پڑھے اور اس کے ساتھ ہی دوسری نماز کا وقت شروع ہو جائے گا تو اسے پہلے وقت میں پڑھے۔ حقیقتاً دو نمازیں جمع کرنے کی دو صورتیں ہیں یا تو ایک نماز کو وقت سے پہلے پڑھا جائے تو یہ جائز نہیں۔ سوائے یوم عرفہ کے میدان عرفات میں ——— یا پہلی کو مؤخر کیا جائے مثلاً ظہر کی (حاشیہ صفحہ ہذا آئندہ صفحہ پر دیکھیں)

تو کجاووں میں نماز پڑھو۔" یہ صحیحین میں مروی ہے۔

دو نمازیں جمع کرنے میں ہمارے نزدیک مریض کا بھی وہی حکم ہے جو مسافر کا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک کلام میں دونوں کا اکٹھا کرنا ذکر کیا ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ۔ پس جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر پر ہو وہ دوسرے دنوں سے گنتی کرے۔

پس رخصت کا سبب عجز و مشقت ہے اور یہ چیزیں مریض میں زیادہ موکد اور ظاہر ہیں۔ کیونکہ مسافر بعض اوقات سفر میں نہایت کشادہ دست، سوار، خوش عیش اور توانا ہوتا ہے۔ جبکہ گھر میں اسے یہ چیز حاصل نہیں ہو گی کیونکہ سفر میں اُسے مالداری اور قوت وغیرہ میسر آتی ہے۔ اس کے باوجود اس کے لیے رخصت جائز ہے اور مریض کی حالت اس کے الٹ ہوتی ہے لہٰذا وہ مسافر کی نسبت رخصت کا زیادہ مستحق ہوتا ہے۔

نماز جنازہ

نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔ ہمارے نزدیک جنازہ پڑھانے کا سب سے زیادہ حقدار اس کا وصی (جس کے لیے وصیت کی) ہے۔ پھر بادشاہ پھر حسب مراتب قریبی رشتہ دار، امام، مرد کے سینے کے برابر اور عورت کی کمر کے سامنے کھڑا ہو اگر (متعدد میت) مرد ہوں تو ان کے سینوں کو برابر رکھا جائے اور اگر مختلف قسم کے میت ہوں تو امام کی طرف ان میں سے افضل کو کیا جائے۔ مثلاً مرد، عورتیں، غلام، ہجڑے اور بچے ہوں تو مردوں کو مقدم کیا جائے پھر غلام اس کے بعد بچے پھر ہجڑے اور اس کے بعد عورتیں۔

ایک روایت میں ہے بچوں کو غلاموں پر مقدم کیا جائے پھر مختلف الانواع کو دیکھا جائے اور نوع میں سے امام کے قریب اسے رکھا جائے جو ان میں سے علم قرآن دین، اور پرہیز گاری میں افضل ہے۔

کہا گیا ہے کہ اگر عورت اور مرد جمع ہوں تو عورت کے وسط کو مرد کے سینے کے برابر رکھا جائے۔ اور جب امام کھڑا ہو تو دائیں بائیں دیکھ کر باقی نمازوں کی طرح یہاں بھی صفوں کو برابر کرے، اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگے۔ اپنے گناہوں سے توبہ کرے اپنے مقام موت اور قیامت کو یاد کرے اس بات کا یقین کرے کہ موت کا پیالہ ضرور پینا ہے اور وہ عنقریب اس کے سامنے آئیگا اس سے بچ نہیں سکتا۔ دل کو حاضر رکھے۔ اعضاء کو جھکائے تاکہ دعا جلدی قبول ہو اس کے بعد میت پر نماز پڑھے۔

نماز کا طریقہ

یوں نیت کرے میں اس میت پر فرض کفایہ نماز جنازہ پڑھتا ہوں مذکر یا مؤنث کی تخصیص ضروری نہیں چار تکبیریں کہے۔ پہلی تکبیر کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں۔ رسول اکرم

(حاشیہ صفحہ سابقہ) نماز عصر کے وقت پڑھے تو عذر کی وجہ سے ایسا جائز ہے بلا عذر گناہ ہے۔ ۱۲ ہزاروی۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جنازے پر سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم فرمایا[1]۔

دوسری تکبیر کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں ہدیۂ درود شریف بھیجے جس طرح تشہد میں پڑھتے ہیں۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے میت پر نماز کے بارے میں اٹھارہ صحابہ کرام سے سوال کیا ان میں سے ہر ایک نے فرمایا تکبیر کہہ کر سورۂ فاتحہ پڑھو پھر تکبیر کہو اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو پھر تکبیر کہو اور جو دعا تمہیں اچھی طرح اور آسانی سے یاد ہو میت کے لیے اپنے آپ، اپنے ماں باپ اور تمام مسلمانوں کے لیے مانگو، البتہ مستحب یہ دعا ہے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَالسُّنَّةِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَيْهِمَا اِنَّكَ تَعْلَمُ مُنْقَلَبَنَا وَمَثْوَانَا وَاِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ نَزَلَ بِكَ وَاَنْتَ خَيْرُ مَنْزُوْلٍ بِهٖ وَلَا نَعْلَمُ اِلَّا خَيْرًا اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ مُحْسِنًا فَجَازِهٖ بِاِحْسَانِهٖ وَاِنْ كَانَ مُسِيْئًا فَتَجَاوَزْ عَنْهُ اَللّٰهُمَّ اِنَّا جِئْنَاكَ شُفَعَاءَ لَهٗ فَشَفِّعْنَا فِيْهِ وَقِهٖ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَاعْفُ عَنْهُ وَاَكْرِمْ مَثْوَاهُ وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهٖ وَجِوَارًا خَيْرًا مِّنْ جِوَارِهٖ وَافْعَلْ ذٰلِكَ بِنَا وَبِجَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ۔ اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ۔

یا اللہ! ہمارے زندوں ہمارے مردوں، ہمارے حاضرین، ہمارے غائبین، ہمارے چھوٹوں، ہمارے بڑوں، ہمارے مردوں، اور ہماری عورتوں کو بخش دے۔ یا اللہ! ہم میں سے جس کو زندہ رکھے اسے اسلام اور سنت پر زندہ رکھ اور ہم میں سے جس کو موت دے اسے ان دونوں پر موت دے۔ یا اللہ! تو ہمارے لوٹنے کی جگہ اور آرام گاہ کو جانتا ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے یا اللہ! یہ تیرا بندہ اور تیری بندی کا بیٹا ہے تیرے پاس حاضر ہوا ہے اور تو بہترین میزبان ہے ہم تو بھلائی ہی جانتے ہیں یا اللہ! اگر یہ نیک تھا تو اس کی نیکی کا بدلہ عطا فرما اور اگر برا تھا تو اس سے درگذر فرما۔ یا اللہ! ہم تیرے پاس اس کے سفارشی بن کر آئے ہیں اس کے حق میں ہماری سفارش قبول فرما اور قبر کے فتنہ اور جہنم کے عذاب سے بچا۔ اسے معاف کر دے اور اسے بہترین ٹھکانہ دے۔ اس کو پہلے گھر سے اچھا گھر اور پہلے پڑوسی سے اچھا پڑوس عطا فرما۔ اور ہمارے ساتھ نیز تمام مسلمانوں کے ساتھ اسی طرح سلوک فرما۔ یا اللہ! ہمیں اس کے ثواب سے محروم نہ کرنا اور اس کے بعد ہمیں فتنے میں مبتلا نہ کرنا۔

چوتھی تکبیر کے بعد کہے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ۔

یا اللہ! اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرت

---

[1]۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز جنازہ میں فاتحہ پڑھنا ثابت نہیں۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔ اسی لیے امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ اس کے قائل ہیں چونکہ جنازہ میں قرأت نہیں کی لہٰذا احناف کے نزدیک سورۂ فاتحہ ثنا کی نیت سے پڑھ سکتے ہیں قرأت کی نیت سے نہیں۔ ۱۲ ہزاروی۔

حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ میں بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

ہمارے بعض (حنبلی) اصحاب نے فرمایا ہے کہ تھوڑی دیر خاموش کھڑا رہے اور صرف دائیں طرف سلام پھیر دے۔ اگر دونوں طرف سلام پھیرے تو جائز ہے امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی مسلک ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک ایک سلام بہتر ہے۔ آپ فرماتے ہیں چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ انھوں نے جنازہ پر صرف ایک سلام پھیرا۔ یہ صحابہ کرام حضرت علی ابن ابی طالب، عبداللہ ابن عباس، عبداللہ ابن عمر، ابن ابی اوفیٰ، ابوہریرہ اور واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہم ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی مروی ہے کہ آپ نے ایک جنازے پر نماز پڑھی اور دائیں طرف سلام پھیرا، اگر کوئی دوسری دعا مانگنا چاہے تو یوں مانگے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَمَاتَ وَاَحْيَا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ يُحْيِي الْمَوْتٰى لَهُ الْعَظَمَةُ وَالْكِبْرِيَاءُ وَالْمُلْكُ وَالْقُدْرَةُ وَالثَّنَاءُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ وَرَحِمْتَ وَبَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ اِنَّهُ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ اَنْتَ خَلَقْتَهُ وَرَزَقْتَهُ وَاَنْتَ اَمَتَّهُ وَاَنْتَ تُحْيِيْهِ وَاَنْتَ تَعْلَمُ سِرَّهُ جِئْنَاكَ شُفَعَاءَ لَهُ فَشَفِّعْنَا فِيْهِ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَجِيْرُ بِحَبْلِ جِوَارِكَ لَهُ اِنَّكَ ذُوْ وَفَاءٍ وَذِمَّةٍ اَللّٰهُمَّ قِهِ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ وَعَافِهِ وَاعْفُ عَنْهُ وَاَكْرِمْ مَثْوَاهُ وَوَسِّعْ مَدْخَلَهُ وَاغْسِلْهُ بِمَاءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ وَاَنْزِلْ لَهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهِ وَزَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهِ وَاَهْلًا خَيْرًا مِّنْ اَهْلِهِ وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَنَجِّهِ مِنَ النَّارِ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ مُحْسِنًا فَزِدْ فِيْ

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو مارتا اور زندہ کرتا ہے۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو مُردوں کو زندہ کرتا ہے۔ اسی کے لیے عظمت، بڑائی، بادشاہی، طاقت اور تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ یا اللہ! حضرت محمد مصطفےٰ اور آپ کی آل پاک پر اپنی رحمت بھیج جس طرح تُو نے حضرت ابراہیم اور آپ کی اولاد کو رحمت و برکت عطا فرمائی۔ بے شک تو ہی تعریف کے لائق بزرگ ہے یا اللہ! یہ تیرا بندہ، تیرے بندے کا بیٹا اور تیری بندی کا بیٹا ہے تو نے اسے پیدا کیا تو نے اسے رزق عطا کیا تُو نے ہی اسے موت دی اور تو ہی اس کو زندہ کرے گا تو اس کے رازوں کو جانتا ہے ہم تیرے پاس اس کے سفارشی بن کر آئے ہیں اس کے حق میں ہماری سفارش قبول فرما۔ یا اللہ! ہم تیرے پڑوس کی رسی میں اس کے لیے پناہ چاہتے ہیں یا اللہ! تو وعدہ پورا کرنے والا ذمہ دار ہے یا اللہ! اسے قبر کے فتنے اور جہنم کے عذاب سے محفوظ فرما۔ یا اللہ! اسے بخش دے اس پر رحم فرما۔ اسے معاف کر دے اسے اچھا ٹھکانہ عطا فرما اس کی قبر کو کشادہ فرما اسے برف اور اولوں کے پانی سے دھو ڈال اسے گناہوں سے ایسے پاک کر دے جس طرح سفید کپڑا میل سے پاک کیا جاتا ہے۔ یا اللہ! اسے اس کے گھر سے بہتر گھر میں اتار اسے اس کی بیوی سے بہتر بیوی عطا فرما اسے جنت میں داخل فرما اور جہنم سے نجات دے یا اللہ! اگر یہ نیکوکار تھا تو اس کے ثواب میں اضافہ فرما اور اس کو نیکی کا بدلہ عطا فرما اور اگر بُرا تھا تو درگذر فرما۔ یا اللہ! یہ تیرے پاس مہمان ہے اور تو بہترین میزبان ہے۔

إِحْسَانِهِ وَجَازِهِ بِإِحْسَانِهِ وَإِنْ كَانَ مُسِيئًا فَتَجَاوَزْ عَنْهُ اَللّٰهُمَّ إِنَّهُ قَدْ نَزَلَ بِكَ وَأَنْتَ خَيْرُ مَنْزُوْلٍ بِهِ وَهُوَ فَقِيْرٌ إِلَى رَحْمَتِكَ وَأَنْتَ غَنِيٌّ عَنْ عَذَابِهِ اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ عِنْدَ مَسْئَلَتِهِ مَنْطِقَهُ وَلَا تَبْتَلِهِ فِيْ قَبْرِهِ بِمَا لَا طَاقَةَ لَهُ اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُ۔

یہ تیری رحمت کا محتاج ہے اور تو اس کو عذاب دینے سے بے نیاز ہے۔ یا اللہ! سوال کے وقت اس کی زبان کو قائم رکھ اسے قبر میں طاقت سے زیادہ مبتلا نہ کرنا یا اللہ! ہمیں اس کے ثواب سے محروم نہ کرنا اور اس کے بعد ہمیں فتنے میں مبتلا نہ کرنا۔

اگر عورت ہو تو یہ الفاظ کہے اَللّٰهُمَّ إِنَّهَا أَمَتُكَ وَابْنَةُ عَبْدِكَ وَأَمَتِكَ باقی الفاظ اسی طرح پڑھے:

امامتِ جنازہ کا مستحق

ہمارے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک میت پر نماز پڑھنے کا زیادہ حق اُسے ہے جس کے بارے میں اس نے وصیت کی پھر حکمران پھر حسب مراتب رشتہ دار مثلاً باپ چاہے اوپر تک چلا جائے (یعنی دادا پردادا وغیرہ) پھر بیٹا چاہے نیچے تک چلا جائے (یعنی پوتا پڑپوتا وغیرہ) پھر بھائی، اس کے بعد بھتیجا، بعد ازاں چچا اور پھر چچازاد بھائی ——— کیا (عورت کی نماز جنازہ کے لیے) خاوند کو بیٹے پر مقدم کیا جائے اس سلسلے میں مثبت و منفی دو روایتیں ہیں۔

وصیت کرنا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی نماز جنازہ کے لیے وصیت کی ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی کہ ان کی نماز جنازہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پڑھائیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی کہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ ان کی نماز جنازہ پڑھائیں۔ حالانکہ ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ حضرت شریح رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ ان کی نماز جنازہ پڑھائیں۔ حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت شریح رضی اللہ عنہ کے بارے میں وصیت فرمائی کہ وہ ان کی نماز جنازہ پڑھائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں وصیت فرمائی۔

بچے کی دعا

بچے کے لیے یوں دعا کی جائے:

اَللّٰهُمَّ إِنَّهُ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ أَمَتِكَ أَنْتَ خَلَقْتَهُ وَرَزَقْتَهُ وَأَنْتَ أَمَتَّهُ وَأَنْتَ تُحْيِيْهِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لِوَالِدَيْهِ سَلَفًا

یا اللہ! یہ تیرا بندہ، تیرے بندے کا بیٹا اور تیری بندی کا بیٹا ہے تو نے اسے پیدا کیا اور رزق دیا تو نے اسے موت دی اور تو ہی اسے زندہ کرے گا۔ یا اللہ! اسے ماں باپ

ذُخْرًا وَ فَرَطًا وَ اَجْرًا وَ ثَقِّلْ بِهٖ مَوَازِيْنَهُمَا وَعَظِّمْ بِهٖ اُجُوْرَهُمَا وَلَا تَحْرِمْنَا وَاِيَّاهُمَا اَجْرَهٗ وَلَا تَفْتِنَّا وَاِيَّاهُمَا بَعْدَهٗ اَللّٰهُمَّ اَلْحِقْهُ بِصَالِحِ سَلَفِ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ كَفَالَةِ اِبْرَاهِيْمَ وَ اَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهٖ وَاَهْلًا خَيْرًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَعَافِهٖ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَفْرَاطِنَا وَاَسْلَافِنَا وَمَنْ سَبَقَنَا بِالْاِيْمَانِ اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ وَاغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ الْاَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ۔

کے لیے ذخیرۂ آخرت پیش خیمہ اور اجر کا باعث بنا اس کے ذریعے ان کے میزان کو بھاری کر اور انھیں بہت بڑا اجر عطا فرما۔ یا اللہ! ہمیں اور ان کو اس کے اجر سے محروم نہ کرنا اور ہمیں اور ان کو اس کی موت کے بعد فتنے میں نہ ڈالنا، یا اللہ! اسے ان نیکوکار مومنوں کے ساتھ ملا دے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کفالت میں ہیں اس کے گھر سے بہتر گھر اور گھر والوں سے بہتر گھر والے عطا فرما اسے جہنم کے عذاب سے محفوظ فرما۔ یا اللہ! ہمارے پہلے لوگوں اور جو ایمان کے ساتھ ہم سے سبقت کر گئے سب کو بخش دے یا اللہ! ہم میں سے جس کو زندہ رکھے اسے اسلام پر زندہ رکھ اور جس کو موت دے اسے ایمان پر موت عطا فرما، تمام مومن مردوں، عورتوں، زندوں اور فوت شدہ کو بخش دے

اگر حمل ساقط ہو جائے اور اس میں انسانی صورت بن چکی تھی تو اسے غسل دے نماز جنازہ پڑھی جائے اور اگر محض گوشت کا لوتھڑا ہو خلقتِ انسانی کی کوئی نشانی اس میں نہ ہو تو نہ غسل دے اور نہ نماز جنازہ پڑھی جائے۔ بلکہ دفن کر دیا جائے اور وہ بچہ جس کو غسل دینا جائز ہے اسے مرد یا عورت جو بھی غسل دے جائز ہے۔ کیونکہ ایک روایت میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا آٹھ سال کی عمر میں وصال ہوا تو آپ کو عورتوں نے غسل دیا۔

احکامِ میّت

جو آدمی قریب الموت ہو اس کے ساتھ کیا عمل کیا جائے نیز اس کو غسل دینا، کفن پہنانا، خوشبو لگانا، اور دفن کرنا

موت کی یاد

ہر مومن موت کا یقین رکھنے والے کے لیے مستحب ہے کہ موت کو کثرت سے یاد کرے اور اس کے لیے تیار رہے، ہر وقت توبہ کرے، نفس کا محاسبہ کرے اور حقوق و فرائض کی ادائیگی سے فارغ رہے اور وصیت لکھ کر تیار رکھے اور اس یقینی بات سے جو تمام مخلوق کو شامل ہے، غافل نہ رہے۔ موت کا آنا لازمی ہے اور یہ ایسا پیالہ ہے جسے ضرور پینا ہوگا۔ ہم نے ان امور کو مستحب اس حدیث کی بنا پر کہا ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آپ نے ارشاد

فرمایا: لذتوں کو مٹانے والی چیز (موت) کو کثرت سے یاد کرو۔ ایک دوسری روایت میں ہے موت کو بہت زیادہ یاد کرو اگر مالداری کی حالت میں اسے یاد کرو گے تو وہ عیش پرستی کو تم پر مکدر کر دے گی اور اگر تنگ دستی کی حالت میں یاد کرو گے تو تمہیں تونگر بنا دے گی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جانتے ہو عقلمند اور محتاط آدمی کون ہے؟ آپ نے فرمایا زیادہ عقلمند آدمی وہ ہے جو موت کو زیادہ یاد کرتا ہے۔ اور زیادہ محتاط وہ شخص ہے جو اس کے لیے تیار رہتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نشانی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا دھوکے والے گھر (دنیا) سے دُور رہنا اور ہمیشہ رہنے والے گھر کی طرف رجوع کرنا۔ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا اے بیٹے! کل تک توبہ کو مؤخر نہ کرنا کیونکہ موت اچانک آنے والی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس آدمی کے پاس مال ہو اسے دو راتیں بھی اس طرح نہیں گزرنی چاہئیں کہ اس کے پاس وصیت لکھی ہوئی نہ ہو۔"

ایک حدیث شریف میں ہے آپ نے فرمایا " اپنے نفسوں کا محاسبہ کرو اس سے پہلے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے اور اس سے پہلے اپنے اعمال کا وزن کرو کہ تمہارے اعمال کا وزن کیا جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا "دنیا کے لیے اس طرح عمل کرو گویا تم نے ہمیشہ زندہ رہنا ہے۔ اور اپنی آخرت کے لیے یوں عمل کرو کہ تم نے مر جانا ہے۔" مومن عقلمند کو چاہیے کہ وہ گناہوں، زیادتیوں اور قرض وغیرہ حقوق سے جو اس پر لازم ہیں موت سے پہلے پہلے سبکدوش ہو جائے اگر ایسا نہیں کرتا تو اسے یقین کر لینا چاہیے کہ عنقریب وہ ان حقوق میں پکڑا جائے گا اور قبر میں عذاب میں مبتلا ہوگا جبکہ اس وقت تمام قوتیں ختم ہو جائیں گی۔ تمام حیلے بہانے اور ہوش و حواس ختم ہو جائیں گے گھر والے اور پڑوسی چھوڑ دیں گے۔ اس کے مال پر دشمن اور دوست، مرد، عورتیں اور بچے قبضہ کر لیں گے لہٰذا اسے اسی صورت میں اس بُرے انجام سے نجات مل سکتی ہے کہ دنیا میں ادائیگی کرے۔ حقداروں سے معافی مانگے توبہ کرے اور اطاعت بجا لائے یا اللہ تعالیٰ کی رحمت و شفقت اسے ڈھانپ لے کیونکہ وہ سب سے زیادہ مہربان ہے۔ پس وہ دائمی گھر اور جنت میں جو چاہے گا جزا عطا فرمائیگا۔

مقروض پر عذاب

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے آپ نے ایک آدمی کی نماز جنازہ پڑھی سلام پھیرنے کے بعد فرمایا کیا یہاں فلاں خاندان کا کوئی آدمی موجود ہے؟ ایک شخص نے عرض کیا "میں ہوں" آپ نے فرمایا فلاں (میت) قرض کے سبب گرفتار ہے۔ حضرت سمرہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ اس کے گھر والے اور احباب اُٹھے اور قرض ادا کرنے لگے یہاں تک کہ کسی قرض دار کا مطالبہ باقی نہ رہا۔

ایک دوسری روایت میں ہے آپ نے فرمایا "فلاں شخص قرض کی وجہ سے جنت کے دروازے پر روکا گیا ہے۔"

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں اہل صفہ میں سے ایک شخص کا انتقال ہو گیا عرض کیا گیا یا رسول اللہ! اس نے ایک دینار اور ایک درہم چھوڑا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ جہنم کی آگ سے دو داغ ہیں فرمایا اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھو اور

اس پر قرض تھا۔ ؎

ایک دوسری حدیث میں ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے جنازے پر تشریف لے گئے۔ فرمایا کیا اس کے ذمہ کچھ قرض ہے؟ عرض کیا گیا جی ہاں۔ صحابہ فرماتے ہیں حضور علیہ السلام واپس تشریف لے گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا حضور! میں اس کی ادائیگی کروں گا یہ سن کر آپ واپس آئے اور اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے علی! اللہ تعالیٰ تیری گردن کو آزاد کرے جس طرح تو نے اپنے مسلمان بھائی کی گردن آزاد کرائی ہے۔ جو آدمی کسی کا قرض ادا کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے جہنم سے نجات دے گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن حقدار کو اس کا حق دیا جائے گا یہاں تک کہ بے سینگ بکری کا حق سینگوں والی بکری سے دلایا جائے گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا ظلم سے پرہیز کرو قیامت کے دن یہ اندھیروں کی صورت میں ہوگا۔ بے حیائی کی باتوں سے بچو، اللہ تعالیٰ بے حیائی کو پسند نہیں فرماتا۔ بخل سے بچو کیونکہ بخل نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا۔ اس نے ان کو رشتہ داروں کے تعلقات ختم کرنے کا حکم دیا چنانچہ انھوں نے رشتہ داریاں ختم کر دیں۔ پھر انھیں ظلم پر مجبور کیا چنانچہ انھوں نے ظلم کیا۔

بیمار پُرسی

اگر کوئی مسلمان بیمار ہو تو اس کی بیمار پُرسی مستحب ہے مسلمان عیادت کرنے والا مریض کی حالت کو دیکھے اگر بیماری سے صحت یاب ہونے کی امید ہے تو اس کے لیے دعا کر کے واپس ہو جائے اور اگر موت کا خدشہ ہو تو اسے توبہ کرنے اور تہائی مال سے غیر وارث محتاج رشتہ داروں کے لیے وصیت کی ترغیب دے۔ اگر رشتہ دار امیر ہوں تو محتاج، مساکین اور اہل علم و فضل دینداروں اور ان لوگوں کے لیے وصیت کرے کہ تقدیر نے ان کے اسباب معیشت مسدود کر دیئے اور پرہیز گاری کی وجہ سے وہ دنیاوی اسباب ہوتے ان سے کنارہ کش ہو گئے کہ کہیں انھیں رب سمجھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک لازم نہ آئے۔ وہ رزق کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں لہٰذا وہ صرف اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتے ہیں جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے مایوسی اختیار کرتے ہیں۔ ان کی توحید بے داغ ہوتی ہے۔ ان کی مقدور بھر روزی نہایت صاف ستھری ہو کر ان تک پہنچتی ہے۔ نہ دنیا میں کسی کا تقاضا ہوتا ہے اور نہ آخرت کی سزا کا خوف

مبارک ہیں وہ لوگ جو ایسے بندگانِ خدا کی خدمت میں کچھ پیش کرتے ہیں اور مہربانیوں کے ساتھ ان سے میل جول رکھتے ہیں یا کسی دن ان کی خدمت کرتے ہیں یا کسی وقت ان کی دعا پر آمین کہتے ہیں یا کبھی ان کے حق میں کلمۂ خیر کہتے ہیں ایسے شخص کے لیے مبارک ہے اور یہ اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں اور بادشاہ کے پاس تو صرف مقربین ہی حاضر ہو سکتے ہیں اندکیا بادشاہ کے خصوصی انعامات ان حاشیہ نشینوں اور خدمت گاروں

؎ مقروض کی نماز جنازہ جائز ہے۔ البتہ کوئی بڑی شخصیت بطور تنبیہ نہ پڑھے تو حرج نہیں کیونکہ نماز جنازہ فرض کفایہ اور اس کے نہ پڑھنے سے لوگ بلا ضرورت قرض لینے سے اجتناب کریں گے۔ ۱۲ ہزاروی۔

کی وساطت کے بغیر مل سکتے ہیں۔ جو شخص بادشاہ کے مقربین اور خدام کی خدمت کرتا ہے اور ان سے اچھا سلوک کرتا ہے قریب ہے کہ وہ بادشاہ کو اس بات سے مطلع کر دیں اور بادشاہ کے حضور اس کی اچھی عادات اور عمدہ خصائل کا ذکر کریں پھر بادشاہ اس کو انعام واکرام سے نواز دے۔

تلقین

جب موت کے آثار ظاہر ہوں تو اہل خانہ کے لیے مستحب ہے کہ وہ ایسے شخص کو جو اس پر زیادہ مہربان اور اس کی عادات و اخلاق سے زیادہ واقف ہو اور اللہ تعالیٰ سے بہت ڈرنے والا ہو، مقرر کر دیں تاکہ وہ اسے ان امور کی ترغیب دے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ اس کے حلق میں پانی یا شربت کے قطرے ٹپکائے اور روئی وغیرہ کے ساتھ اس کے لبوں کو تر کرے اور ایک بار لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اس کے سامنے پڑھے، زیادہ سے زیادہ تین بار پڑھے اس سے زیادہ بار نہ پڑھے تاکہ اس مرنے والے کی تنگ دلی کا باعث نہ بن جائے اور اسے نفرت نہ پیدا ہو اور اس حال میں اس کی روح نکلے کہ وہ کلمہ طیبہ کو پسند کر رہا ہو، اگر اس نے تلقین کی پھر کوئی کلام کیا تو دوبارہ تلقین کرے (کلمہ پڑھے) تاکہ اس کے آخری الفاظ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" ہوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہوا وہ جنت میں داخل ہوگا —— تلقین بڑی نرمی اور خوش اخلاقی کے ساتھ ہونی چاہیے اور مناسب ہے کہ اس کے سامنے سورۂ یٰسین پڑھی جائے تاکہ روح کے نکلنے میں مدد ملے اور وہ آسانی سے نکلے۔ جب روح نکل جائے تو پیٹھ کے بل لٹا کر منہ قبلہ کی طرف کر دیا جائے اس طرح کہ اگر بٹھایا جاتا تو منہ قبلہ کی طرف ہوتا۔ پھر جلدی جلدی اس کی آنکھیں بند کی جائیں۔ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم مرنے والے کے پاس موجود ہو تو اس کی آنکھیں بند کر دو کیونکہ نگاہیں روح کا پیچھا کرتی ہیں اور اس کے حق میں اچھے تاثرات کا اظہار کرو کیونکہ جو کچھ گھر والے کہتے ہیں اس پر آمین کہی جاتی ہے پھر اس کے جبڑوں کو باندھا جائے اور اس کا طریقہ وہ ہے جو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے وصال کے وقت اپنے صاحبزادے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو تعلیم فرمایا۔ آپ نے فرمایا "میرے قریب ہو جاؤ جب دیکھو کہ میری روح میرے تالو میں پہنچ گئی ہے تو اپنی داہنی ہتھیلی میری پیشانی اور بائیں ہتھیلی ٹھوڑی کے نیچے رکھ کر میرا منہ اور آنکھیں بند کر دینا" پھر جوڑوں کو نرم کیا جائے یعنی کلائیوں کو اٹھا کر اس طرح لوٹایا جائے کہ بازوؤں کے ساتھ مل جائیں پھر ان کو واپس لوٹا دیا جائے اور اس کی پنڈلیوں کو رانوں کی طرف اور رانوں کو پیٹ کی طرف موڑا جائے۔ پھر ان کو واپس لوٹایا جائے۔ کپڑے اتار دیے جائیں اور ایک کپڑے سے پوری میت کو ڈھانپ دیا جائے۔ کیونکہ موت کے بعد پورے جسم کی ستر پوشی ضروری ہے اسی لیے کفن کے ساتھ سارا جسم ڈھانپنا واجب ہے۔ میت کے پیٹ پر شیشہ یا تلوار رکھی جائے کیونکہ جب میت کی روح نکلتی ہے تو پیٹ پھول جاتا ہے پھر اسے غسل کے تختے پر اسی طرح رکھا جائے کہ پاؤں کی طرف سے کچھ پست ہو۔ بعد ازاں، اس کے قرض کی ادائیگی اور وصیت کو پورا کرنے میں جلدی کی جائے تاکہ وہ حقوق سے بری الذمہ ہو کر اپنے رب سے ملاقات کرے اور اس پر کسی قسم کا بوجھ نہ ہو۔

.....

غسلِ میّت

اس کے بعد میت کو غسل دینے تجہیز و تکفین اور دفنانے میں جلدی کی جائے البتہ اچانک موت واقع ہونے کی صورت میں کچھ توقف کیا جائے تاکہ موت کا یقین ہو جائے یعنی ہاتھ لٹک جائیں۔ پاؤں ڈھیلے پڑ جائیں، ناک جاری ہو جائے اور کنپٹیاں بیٹھ جائیں پھر غسل دینے میں جلدی کی جائے۔

غسل کا طریقہ

غسل دینے والا میت کے کپڑے اتار کر ناف سے گھٹنوں تک کسی کپڑے سے ستر پوشی کرے، کیونکہ اس طرح غسل دینا ممکن ہوگا اور اچھی طرح غسل دیا جا سکے گا۔ جہاں تک ہو سکے آنکھیں بند رکھے بالخصوص اس کی شرمگاہ کو نہ دیکھے۔ کہا گیا ہے کہ ایک پتلی اور کشادہ قمیص میں غسل دیا جائے اگر تنگ ہو تو گریبان کو کھول کر کشادہ کر لیا جائے پھر میت کے جوڑوں کو نرمی کے ساتھ ڈھیلا کر دیا جائے۔ اگر نرمی کے ساتھ ڈھیلے نہ ہوں تو اسی طرح چھوڑ دے کیونکہ بعض اوقات اس صورت میں ہڈیاں ٹوٹ جاتی ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میت کے ہڈی کو توڑنا زندہ کی ہڈی کو توڑنے کے برابر ہے۔ پھر اسے کچھ ٹیڑھا کرے یہاں تک کہ وہ بیٹھنے کے قریب ہو جائے پھر اس کے پیٹ کو نرمی سے مَلے اس کے بعد اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر نجاست کی جگہ کو صاف کرے تاکہ میت کی شرمگاہ کو ہاتھ نہ چھوئے نیز کپڑے کے کھُردرا ہونے کی وجہ سے نجاست اچھی طرح دُور ہو جاتی ہے۔ اسی طرح بدن کے باقی حصے کو بھی کپڑے کے ساتھ چھُونا مستحب ہے۔ ساتھ ساتھ ہاتھ پر پانی بھی ڈالتا جائے پھر کپڑے کے اس ٹکڑے کو پھینک کر دوسرا پاک صاف کپڑا لے لے۔ تین دفعہ اسی طرح کرے پھر کپڑے کو پھینک کر ہاتھوں کو دھوئے اس کے بعد میت کو نماز کے وضو جیسا ترتیب کے ساتھ وضو کرائے نیت کرے، بسم اللہ پڑھے اور اپنی تر انگلیوں کو اس کے ہونٹوں کے درمیان لاکر دانتوں پر مَلے۔ اسی طرح ناک کے نتھنوں کو بھی انگلیوں سے صاف کرے۔ پھر منہ اور ناک پر پانی ڈالے یعنی کلی اور ناک میں پانی ڈالنے والا عمل کرے لیکن منہ اور ناک کے اندر پانی نہ ڈالے اسیطرح مکمل وضو کرائے۔ جب اس سے فارغ ہو جائے تو اس کے سر کو پانی اور بیری کے پتوں سے دھوئے پھر داڑھی کو دھوئے لیکن بالوں میں کنگھی نہ کرے پھر سر سے پاؤں تک خالص پانی ڈالے اور دائیں پہلو کو دھوئے پھر بائیں طرف لٹا کر بایاں پہلو دھوئے۔ اسی طرح ہر بار پانی اور بیری کے پتوں سے پورے جسم کو دھوئے لیکن جب بھی بیری کے پتوں سے دھوئے اس کے بعد صاف پانی سے پاک کرے اور اگر مَیل کچیل دُور کرنے کے لیے اشنان کی یا ناخنوں کے نیچے سے مَیل نکالنے کے لیے خلال کی ضرورت پڑے تو استعمال کرے۔ خلال پر روئی لپیٹ کر ناک اور کانوں کی صفائی کرے پھر اسے تھوڑا سا ٹیڑھا کرے اور دوبارہ اسی طرح وضو کرائے جس طرح ہم نے پہلے ذکر کیا ہے اس کے بعد آخر میں کافور والے پانی سے دھوئے اور کپڑے سے خشک کر دے۔ میّت کو کم از کم تین اور زیادہ سے زیادہ سات بار غسل دیا جائے۔ اگر تین بار غسل دینے سے صاف نہ ہو تو سات بار دھوئے لیکن طاق بار ہونا چاہیے یعنی تین، پانچ یا سات بار ہو۔ اگر اس کے بعد کوئی چیز نکلے تو سات بار تک غسل دیا جا سکتا ہے اس کے بعد بھی کسی چیز

کا نکلنا بند نہ ہو تو وہاں روئی یا پاک ریت بھر دے۔ ہمارے بعض (حنبلی) علماء فرماتے ہیں کچھ نہ بھرے کیونکہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اسے مکروہ جانتے تھے۔ کہا گیا ہے کہ اگر غسل کے بعد اس کے جسم سے کوئی چیز نکلے تو دوبارہ غسل نہ دیا جائے بلکہ صرف نجاست کی جگہ کو دھو یا جائے پھر نماز کے وضو جیسا وضو کرایا جائے اور کفن پہنا کر اٹھا لیا جائے۔ بہتر یہ ہے کہ پہلی بار پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دیا جائے اور باقی غسل خالص پانی کے ساتھ ہوں جس طرح غسل جنابت میں ہوتا ہے اور آخر میں کافور استعمال کیا جائے۔ پھر خشک کر کے کفن پہنا دیا جائے۔

مرد کی تکفین

مرد کو تین کپڑوں میں کفن دیا جائے اور اسے ان میں لپیٹا جائے۔ تین کپڑے سفید ہوں لیکن ان میں قمیص، شلوار، تہ بند اور کوئی سلا ہوا کپڑا نہ ہو اگر کپڑے کا عرض کم ہو تو سلائی کر دی جائے۔ کفن کو عود اور کافور سے دھونی دیکر میت پر اس طرح لپیٹا جائے کہ وہ ایک دوسرے کے اوپر آئیں۔ دو چادروں کے درمیان خوشبو لگائی جائے کہا گیا ہے کہ (مرد کو) قمیص، تہ بند اور لفافہ (بڑی چادر) میں کفن دیا جائے۔ تہ بند جسم سے ملا ہوا ہو، قمیص کو تہ بند کی طرح نہ باندھیں۔ تین کپڑے افضل ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سفید سحولی کپڑوں میں کفن دیا گیا جن میں قمیص اور عمامہ نہ تھا۔

حضرت امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت صحیح ہے اور یہی ان (امام احمد رحمہ اللہ) کے مذہب کی بنیاد ہے۔ پھر خوشبو یعنی حنوط اور کافور روئی میں رکھ کر کچھ حصہ اس کے سرینوں میں رکھ دیں اور اوپر سے کپڑے کے ساتھ باندھ دیں اور باقی خوشبو اس کے اعضائے سجدہ اور کھلے ہوئے مقامات یعنی رانوں میں، بغلوں کے نیچے، چہرے اور کانوں کے سوراخوں، پیشانی، گھٹنوں، ہتھیلیوں اور آنکھوں کے باہر لگائی جائے۔ آنکھوں کے اندر داخل نہ کرے اگر میت کے پھٹنے اور جو کچھ اندر ہے اس کے باہر نکلنے کا خدشہ ہو تو اس کے ناک اور کانوں کے سوراخوں کو روئی اور کافور سے بھر دے اگر تمام جسم پر کافور اور صندل لگا دے تو بہت اچھا ہے۔

حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما میت کے تمام سوراخوں اور بغلوں کے نیچے خوشبو لگاتے تھے پھر میت کو لا کر لپیٹنے والی چادروں میں رکھا جائے اور اوپر والی چادر کو پہلے بائیں طرف سے دائیں طرف لپیٹا جائے پھر دوسری جانب کو بائیں طرف ڈالا جائے اور میت کو مکمل طور پر اس میں داخل کر دیا جائے پھر دوسری اور تیسری چادر کے ساتھ بھی اسی طرح کریں اور پاؤں کی نسبت سر کی طرف کفن کو زیادہ رکھا جائے پھر اسے عمامہ کی طرح لپیٹ کر چہرے اور پاؤں پر لوٹایا جائے اگر کھلنے کا اندیشہ ہو تو گرہ لگا دی جائے پھر قبر میں رکھنے کے بعد گرہ کھول دی جائے لیکن کفن کو نہ پھاڑا جائے۔

عورت کا کفن

عورت کو پانچ کپڑوں یعنی تہ بند، اوڑھنی، کرتہ اور دو چادروں میں کفن دیا جائے اور ان میں مکمل طور پر لپیٹا جائے۔ بڑی چادر عورت کے پورے جسم کو ڈھانپنے والی ہو۔

ہمارے بعض (حنبلی) اصحاب فرماتے ہیں مستحب ہے کہ پانچویں کپڑے سے اس کی رانوں کو باندھا جائے اور یہ دو بڑی چادروں میں سے ایک کے بدلے میں ہو۔ عورت کے بالوں کی تین مینڈھیاں کی جائیں اور ان کو پچھلی طرف چھوڑ دیا جائے۔ میت مرد ہو یا عورت ان کو دولہا اور دلھن کی طرح آراستہ کیا جائے۔

کفن ضرورت

اور اگر یہ سب کچھ جو ہم نے ذکر کیا ناممکن ہو تو ایک کپڑا ہی کافی ہے

مُحرِم کا کفن

محرم کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دیا جائے اور اسے خوشبو نہ لگائی جائے اور اس کے سر اور پاؤں کو بھی نہ ڈھانپا جائے اور نہ ہی اسے سلا ہوا کپڑا پہنایا جائے محرم کو دو کپڑوں پر مشتمل کفن دیا جائے۔ جیسے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میدانِ عرفات میں کھڑے تھے اور ایک شخص جو حالت وقوف میں تھا اپنی سواری سے گر کر فوت ہو گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دیکر دو کپڑوں میں کفن دو لیکن اس کے سر کو نہ ڈھانپنا۔ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن تلبیہ کہتے ہوئے اُٹھائے گا۔

مُردہ جنین

مُردہ جنین جو چار ماہ سے زیادہ کا ہو (امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک) اسے غسل دیا جائے اور اس پر نماز پڑھی جائے [1] اگر اس کا مذکر یا مؤنث ہونا واضح نہ ہو تو اس کا ایسا نام رکھا جائے جو مردوں اور عورتوں دونوں پر بولا جا سکتا ہے اسے مرد بھی غسل دے سکتا ہے اور عورت بھی۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو عورتوں نے غسل دیا حالانکہ آپ اٹھارہ ماہ کی عمر میں فوت ہوئے۔ یہ بات حضرت اُمِ عطیہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں مذکور ہے۔

مرد اور عورت کا غسل

مرد کو مرد اور عورت کو عورت غسل دے اگر بیوی اپنے خاوند کو غسل دے تو بلا اختلاف جائز ہے کیا مرد اپنی فوت شدہ بیوی کو غسل دے سکتا ہے؟ ایک روایت کے مطابق دے سکتا ہے ام ولد (لونڈی) کے بارے میں بھی یہی حکم ہے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت خاتونِ جنت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو غسل دیا۔

کفن قرض پر مقدم ہے:

مرد کا کفن قرض اور وصیت پر مقدم ہے اگر اس کے پاس مال نہ ہو تو وہ شخص کفن دے جو

[1] احناف کے نزدیک جو بچہ زندہ پیدا ہوا پھر مر گیا اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی مردہ بچہ پیدا ہو تو اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ ۱۲ ہزاروی۔

اس کا کفیل تھا اگر کفیل نہ ہو تو بیت المال سے دیا جائے۔ عورت کے کفن کا بھی یہی حکم ہے خاوند پر واجب نہیں بہتر یہ ہے۔
کہ دفن کرنے کی خدمت بھی وہی انجام دے جس نے اس کے غسل کا اہتمام کیا۔

قبر کی گہرائی اور طول وعرض

میت کے لیے قبر اس کے قد کے برابر گہری کھودی جائے اس کی لمبائی تین ہاتھ اور
ایک بالشت اور چوڑائی ایک ہاتھ اور ایک بالشت ہونی چاہیے جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ
عنہ سے فرمایا اے عمر! اس وقت تمہاری کیا کیفیت ہوگی جب تمہارے لیے تین ہاتھ اور ایک بالشت لمبی اور ایک ہاتھ ایک
بالشت چوڑی قبر تیار کی جائے گی۔ پھر تمہارے گھر والے اُٹھ کر تمہیں غسل دیں گے، کفن پہنائیں گے اور خوشبو لگائیں گے
پھر تمہیں اٹھا کر اس قبر میں غائب کر دیں گے اس کے بعد تم پر مٹی ڈال کر واپس آجائیں گے۔

میت کو قبر میں اُتارنا

مستحب ہے کہ میت کو سر کی جانب سے قبر میں اتارا جائے اگر اس طرح مشکل ہو تو قبر کے پہلو
سے یا جس طرف سے آسان ہو داخل کریں۔ امام احمد رحمہ اللہ سے یونہی مروی ہے۔ عورت کو دفن کرنے کی خدمت
بھی عورتیں ہی انجام دیں جس طرح غسل دینا ان کی ذمہ داری ہے اگر مشکل ہو تو قریبی رشتہ دار یہ کام انجام دیں اگر یہ بھی نہ ہو سکے
تو دوسرے لوگوں میں سے بوڑھے لوگ دفن کریں۔ عورت کو قبر میں اتارتے وقت پردہ کیا جائے۔ مرد کے لیے ضرورت
نہیں کیونکہ عورت کا پردہ ضروری ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے آپ نے دیکھا کہ انھوں نے
ایک مرد کی میت پر کپڑا تان رکھا ہے۔ آپ نے کپڑا کھینچ لیا اور فرمایا یہ کام عورتوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

مٹی ڈالنا

جب میت کو قبر میں قبلہ رخ رکھ دیا جائے تو تین مُٹھی مٹی ڈالیں، سنت طریقہ یہی ہے پھر مٹی ڈال کر برابر
کر دی جائے۔ قبر زمین سے ایک بالشت بلند ہو اور اس پر پانی چھڑک کر کچھ کنکریاں رکھ دی جائیں مٹی سے لپائی کرنا
بھی جائز ہے البتہ چونا لگانا مکروہ ہے کوہان کی طرح قبر بنانا سنت ہے ہموار بنانا سنت نہیں حضرت حسن رحمہ اللہ
سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دو ساتھیوں (حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت فاروق
اعظم رضی اللہ عنہما) کی قبروں کو کوہان نما دیکھا۔

قبر پر تلقین کرنا

قبر کے مسائل سے فارغ ہو کر میت کو تلقین کرنا سنت ہے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کا انتقال ہو اور تم اس پر مٹی برابر کر لو تو تم میں سے ایک آدمی قبر کے
سرہانے کھڑا ہو کر کہے "اے فلاں عورت کے بیٹے فلاں" میت سنتی اور جواب دیتی ہے۔ پھر دوبارہ کہے "اے

فلاں بن فلانہ" وہ اُٹھ کر بیٹھ جاتا ہے۔ تیسری بار بھی بات کہے "اے فلاں بن فلانہ" وہ کہتا ہے "اللہ تم پر رحم کرے، ہماری رہنمائی کرو" ہم ان کی بات سن نہیں سکتے۔ پھر تلقین کرنے والا کہے وہ کلمہ یاد کر جس پر دنیا سے رخصت ہوا، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت، تو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت، دین اسلام، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کی امامت پر راضی تھا۔

منکر نکیر کہتے ہیں اس کو مکمل جواب سکھا دیا گیا ہم اس کے پاس بیٹھ کر کیا کریں۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر وہ اس کی ماں کا نام نہ جانتا ہو؟ آپ نے فرمایا اسے حضرت حوا علیہا السلام کی طرف منسوب کرے اگر چاہیں تو یہ کلمات زیادہ کریں "تو مومنوں کے بھائی چارے اور کعبہ شریف کے قبلہ ہونے پر راضی تھا" اس کے علاوہ دوسرے اسلامی شعائر کا ذکر بھی کر سکتا ہے۔

ہفتہ بھر کے دنوں اور راتوں کی نمازیں

صبح کی نماز

دن کی نمازوں کے بارے میں جو روایات آئی ہیں ان میں سے ایک حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے آپ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: جب تم گھر سے نکلو تو دو رکعتیں پڑھ لیا کرو۔ یہ نماز تمہیں خارجی برائیوں سے محفوظ رکھے گی اور جب گھر میں داخل ہو تو دو رکعتیں پڑھو، یہ نماز داخلی برائیوں سے حفاظت کرے گی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے صبح کی نماز کے بارے میں فرمایا جو آدمی وضو کر کے مسجد کی طرف جائے پھر وہاں نماز پڑھے اسے ہر قدم کے بدلے ایک نیکی ملے گی اور ایک گناہ مٹایا جائے گا اور ایک نیکی کا ثواب دس گنا دیا جاتا ہے اور نماز کے بعد جب طلوع آفتاب کے وقت واپس جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے جسم کے ہر بال کے بدلے ایک نیکی کا ثواب لکھا جاتا ہے اور وہ مقبول حج کا ثواب حاصل کر کے لوٹتا ہے اور اگر دوسری نماز پڑھنے تک وہاں ہی بیٹھا رہے تو اللہ تعالیٰ ہر نشست کے بدلے دو لاکھ نیکیاں عطا فرماتا ہے جو آدمی عشاء کی نماز ادا کرے اس کے لیے بھی یہی ثواب ہے اور وہ مقبول عمرہ کے ساتھ واپس جاتا ہے

عشاء کی نماز

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا جو آدمی عشاء کی نماز باجماعت پڑھے گویا اس نے نصف رات قیام کیا اور جو صبح کی نماز باجماعت ادا کرے گویا اس نے رات بھر نماز پڑھی۔ حضرت ابوصالح، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا منافقوں پر عشاء اور فجر کی نماز سے بڑھ کر کوئی نماز بھاری نہیں، اگر انھیں علم ہوتا کہ ان دونوں

نمازوں کا کتنا ثواب ہے تو وہ گھسٹتے ہوئے بھی آتے۔ اور میں نے ارادہ کیا کہ کچھ جوانوں کو لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں پھر ان لوگوں کے گھروں میں آگ لگا دوں جو ہمارے ساتھ (نماز میں) حاضر نہیں۔

زوال کے بعد کی نماز

حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو آدمی زوال شمس کے بعد چار رکعتیں عمدہ قرأت اور رکوع وسجود کے ساتھ پڑھے اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں اور رات تک اس کے لیے بخشش کی دعا مانگتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زوال کے بعد کی چار رکعتوں کو کبھی ترک نہیں فرماتے تھے آپ یہ نماز نہایت طویل پڑھتے اور فرماتے اس وقت آسمان کے دروازے کھلتے ہیں لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ اس وقت میرے اعمال اٹھائے جائیں۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ! کیا یہ نماز دو سلاموں کے ساتھ پڑھی جائے؟ آپ نے فرمایا "نہیں"۔

عصر سے پہلے چار رکعتیں

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم فرمائے جو عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتا ہے۔

اتوار کے دن کی نماز

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا جو آدمی اتوار کے دن چار رکعتیں اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ اور "آمن الرسول" (سورۂ بقرہ کا آخری رکوع) پڑھے تمام عیسائی مردوں اور عورتوں کی تعداد کے برابر اس کے نامۂ اعمال میں نیکیاں لکھی جاتی ہیں اللہ تعالیٰ اسے ایک نبی کے برابر ثواب عطا فرماتا ہے اور حج وعمرہ کا ثواب لکھتا ہے نیز ہر رکعت کے بدلے ایک ہزار نماز کا ثواب لکھا جاتا ہے پھر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے ہر رکعت کے بدلے مشک اذفر سے تعمیر کیا ہوا ایک شہر عطا فرمائے گا۔

حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا اتوار کے دن کثرت نماز کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کرو وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں جو آدمی اتوار کے دن ظہر کے فرض اور سنتیں پڑھ کر چار رکعتیں ادا کرے پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور الم السجدہ اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور "تبارک الذی" پڑھے پھر تشہد پڑھ کر سلام پھیرے اس کے بعد دو رکعتیں مزید پڑھے جن میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ جمعہ پڑھے اور اپنی حاجت کا سوال کرے اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر واجب ہے کہ اس کی حاجت کو پورا کرے اور اسے عیسائیوں کے دین سے محفوظ رکھے۔

سوموار کے دن کی نماز

حضرت ابوالزبیر، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے

ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی سوموار کے دن سورج بلند ہونے کے وقت دو رکعتیں یوں ادا کرے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ، آیت الکرسی، قل ہو اللہ احد، قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ایک ایک بار پڑھے اور سلام پھیرنے کے بعد دس بار بخشش مانگے، دس بار بارگاہِ نبوی میں ہدیۂ درود بھیجے اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ بخش دیتا ہے۔

حضرت ثابت بنانی، حضرت انس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سوموار کے دن رکعتیں اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں ایک ایک بار سورۂ فاتحہ اور آیت الکرسی پڑھے۔ فراغت کے بعد بارہ مرتبہ "قل ہو اللہ احد" پڑھے اور بارہ بار استغفار کرے قیامت کے دن اعلان کیا جائے گا "فلاں کا بیٹا فلاں کہاں ہے؟" وہ اٹھے اور ثواب حاصل کرے۔ اسے سب سے پہلے انعام دیا جائیگا۔ وہ ایک ہزار قیمتی جوڑے ہوں گے تاج پہنایا جائے گا اور کہا جائے گا جنت میں داخل ہو جا۔

ایک لاکھ فرشتے اس کا استقبال کریں گے، ہر فرشتے کے پاس ایک تحفہ ہوگا وہ فرشتے اس کے پیچھے پیچھے ہونگے یہاں تک کہ وہ نور سے چمکتے ہوئے ایک ہزار محلات کا چکر لگائے گا

روز منگل کی نماز

حضرت یزید رقاشی، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی منگل کے دن، دن کے وسط میں، اور ایک روایت میں ہے دن بلند ہوتے وقت دس رکعتیں اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں ایک ایک بار سورۂ فاتحہ اور آیت الکرسی اور تین بار قل ہو اللہ احد پڑھے ستر روز تک اس کے نامۂ اعمال میں کوئی گناہ نہیں لکھا جائے گا اگر ستر دنوں کے اندر اندر فوت ہو جائے تو شہادت کا درجہ پائے گا اور اس کے ستر سال کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔

بدھ کے دن کی نماز

حضرت ابو ادریس خولانی رحمہ اللہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دن چڑھنے کے وقت بارہ رکعتیں اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں ایک ایک بار سورۂ فاتحہ اور آیت الکرسی اور تین تین بار قل ہو اللہ احد، قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھے تو عرش کے پاس ایک فرشتہ اسے پکارتا ہے اے اللہ کے بندے! اب نئے سرے سے عمل شروع کر، تیرے گذشتہ گناہ بخش دیے گئے۔ اللہ تعالیٰ اس سے قبر کا عذاب، تنگی اور اندھیرا ختم کر دیتا ہے اس سے قیامت کی سختیاں بھی اٹھا دی جائیں گی اور اس دن اس کا عمل نبی کے عمل کے برابر اُٹھایا جائے گا۔

یوم جمعرات کی نماز

حضرت عکرمہ، حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی جمعرات کے دن ظہر اور عصر کے درمیان دو رکعتیں یوں پڑھے کہ ہر رکعت میں

ایک بار سورۂ فاتحہ اور سو بار آیت الکرسی پڑھے اللہ تعالیٰ اسے رجب، شعبان اور رمضان کے روزے رکھنے والے کے برابر ثواب عطا فرمائے گا نیز اسے بیت اللہ شریف کا حج کرنے والوں کے برابر ثواب ملتا ہے اور اسے ان تمام لوگوں کی گنتی کے برابر نیکیاں ملتی ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے اور اس پر توکل کرتے ہیں۔

جمعہ کے دن کی نماز

حضرت علی بن حسین بواسطہ والد اپنے جد امجد رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ نے فرمایا جمعہ کا تمام دن نماز کا دن ہے۔ جو مومن بندہ سورج کے ایک نیزہ یا اس سے زیادہ بلند ہونے کے بعد کھڑا ہو کامل وضو کرے اور ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے چاشت کی دو رکعتیں پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں دو سو نیکیاں لکھتا ہے اور اس سے دو سو گناہ مٹا دیتا ہے اور جو آدمی چار رکعتیں پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں چار سو درجے بلند فرماتا ہے جو شخص آٹھ رکعات پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں آٹھ سو درجات بلند کرتا ہے اور اس کے تمام گناہ بخش دیتا ہے جو شخص بارہ رکعتیں پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں بارہ سو نیکیاں لکھتا ہے اس سے بارہ سو گناہ مٹاتا ہے اور جنت میں اس کے بارہ سو درجے بلند فرماتا ہے۔

حضرت ابو صالح رحمہ اللہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی جمعہ کے دن صبح کی نماز باجماعت ادا کر کے مسجد میں بیٹھ جائے اور سورج طلوع ہونے تک اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہے اس کے لیے جنت الفردوس میں ستر درجے ہیں ہر دو درجوں کے درمیان تیز رفتار گھوڑے کی ستر سالہ مسافت جتنا فاصلہ ہے اور جو آدمی جمعہ کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرے اس کے لیے جنت میں پچاس درجے ہیں ہر دو درجوں کے درمیان تیز رفتار گھوڑے کی پچاس سالہ مسافت جتنا فاصلہ ہے جو شخص جمعہ کے دن عصر کی نماز باجماعت ادا کرے گویا اس نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے آٹھ غلام آزاد کیے جو شخص جمعہ کے دن مغرب کی نماز باجماعت پڑھے گویا اس نے مقبول و منظور حج اور عمرہ کیا۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن ظہر اور عصر کے درمیان دو رکعتیں اس طرح پڑھے کہ پہلی رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ، ایک بار آیت الکرسی اور پچیس بار "قل اعوذ برب الفلق"، پڑھے اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک بار، قل ہو اللہ احد ایک بار اور قل اعوذ برب الفلق بیس بار پڑھے، سلام پھیرنے کے بعد پچاس مرتبہ " لاحول ولاقوۃ الا باللہ" پڑھے وہ اس وقت تک دنیا سے نہیں جائے گا جب تک خواب میں اپنے رب کی زیارت نہ کرلے۔ نیز وہ جنت میں اپنا مکان دیکھ لیگا یا اسے دکھا دیا جائے گا۔

ایک روایت میں ہے ایک دیہاتی نے بارگاہ نبوی میں کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! ہم مدینہ شریف سے دور جنگلوں میں رہتے ہیں۔ ہم ہر جمعہ کو آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتے۔ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں کہ جب میں اپنی قوم کے پاس جاؤں تو انھیں جمعہ کے قائم مقام بتا سکوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اعرابی! جب

جمعہ کا دن ہو تو سورج بلند ہونے پر دو رکعتیں یوں پڑھو کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور قل اعوذ برب الفلق اور دوسری میں سورۂ فاتحہ اور قل اعوذ برب الناس پڑھو پھر تشہد پڑھ کر سلام پھیرو اور بیٹھ کر سات مرتبہ آیت الکرسی پڑھو پھر چار چار کی نیت سے آٹھ رکعتیں پڑھو ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور "اذا جاء نصر اللہ" ایک ایک بار اور پچیس بار قل ہو اللہ احد پڑھو نماز سے فارغ ہو کر ستر مرتبہ "لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم" پڑھو، مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے جو مومن مرد اور عورت جمعہ کے دن یہ نماز پڑھے جیساکہ میں نے بتایا میں اس کے لیے جنت کی ضمانت دیتا ہوں اور جب وہ اپنی جگہ سے اٹھتا ہے تو اس کی اور اس کے والدین کی بشرطیکہ مومن ہوں بخشش ہو چکی ہوتی ہے اور عرش کے نیچے سے ایک منادی پکارتا ہے۔ اللہ کے بندے از سر نو عمل شروع کر کہ تیرے اگلے پچھلے گناہ بخش دیے گئے۔ آپ نے اس نماز کے بے شمار فضائل بیان فرمائے جن کی تفصیل بہت زیادہ ہے اس سے پہلے ہم نے کچھ دیگر فضائل دوسری نماز کے ضمن میں ذکر کیے ہیں یعنی وہ نماز جس میں بارہ بار قل ہو اللہ احد پڑھی جائے لہٰذا جو شخص اسے پڑھنا چاہے اسے پڑھ لے۔

ہفتہ کے دن کی نماز

حضرت سعید رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی ہفتے کے دن چار رکعتیں اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ اور تین بار قل یا یہا الکافرون پڑھے نماز سے فارغ ہو کر آیت الکرسی پڑھے اللہ تعالیٰ ہر حرف کے بدلے اس کے نامۂ اعمال میں ایک حج اور عمرہ کا ثواب لکھتا ہے، ہر حرف کے بدلے اس کے لیے ایک سال کے روزے اور قیام لیل اٹھایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ہر حرف کے بدلے ایک شہید کا ثواب عطا فرماتا ہے اور وہ عرش کے نیچے انبیائے کرام اور شہدائے عظام کے ساتھ ہوگا۔

راتوں کی نمازیں

شب اتوار کی نماز

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا جو آدمی اتوار کی رات بیس رکعت پڑھے ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ، پچاس بار سورۂ اخلاص اور ایک ایک بار سورۂ فلق اور سورہ والناس پڑھے، سو بار استغفار پڑھے۔ ایک سو بار اپنے اور والدین کے لیے بخشش کی دعا مانگے، ایک سو بار حضور علیہ السلام کی بارگاہ بے کس پناہ میں ہدیہ درود شریف بھیجے اپنے عجز کا اظہار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی قوت کا اقرار کرے پھر یہ الفاظ پڑھے:

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ — میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں

آدَمُ صَفْوَةُ اللّٰهِ وَفِطْرَتُهٗ وَاِبْرَاهِيْمُ خَلِيْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَمُوْسٰى كَلِيْمُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَعِيْسٰى رُوْحُ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَمُحَمَّدٌ حَبِيْبُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت آدم علیہ السلام اس کے برگزیدہ اور پیدا کیے ہوئے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خلیل حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے کلیم حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کی رُوح اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے محبوب ہیں۔

اللہ تعالیٰ اسے ان لوگوں کے برابر ثواب عطا کرے گا جو اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد ثابت کرتے ہیں اور جو نہیں کرتے قیامت کے دن اسے اللہ تعالیٰ امن پانے والوں میں سے اُٹھائے گا اور اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر واجب ہے کہ اسے انبیاء کرام کے ساتھ بہشت میں داخل کرے۔

سوموار کی رات کی نماز (نمازِ حاجت)

حضرت اعمش رحمہ اللہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سوموار کی رات چار رکعتیں پڑھے پہلی رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ اور دس بار قل ہو اللہ احد، دوسری رکعت میں ایک بار سورہ فاتحہ اور بیس بار قل ہو اللہ احد، تیسری رکعت میں ایک بار سورہ فاتحہ اور تیس بار قل ہو اللہ احد، اور چوتھی رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ اور چالیس بار قل ہو اللہ احد پڑھے پھر تشہد پڑھ کر سلام پھیرے اور پچھتر بار قل ہو اللہ احد پڑھ کر اپنے اور والدین کے لیے پچھتر بار بخشش مانگے اور پچھتر بار درود شریف پڑھے پھر اپنی حاجت کا سوال کرے تو اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر واجب ہے کہ اس کا سوال پورا فرمائے، اسے نماز حاجت کہتے ہیں۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو آدمی سوموار کی رات دو رکعتیں اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ اور پندرہ بار قل ہو اللہ احد پڑھے اور سلام کے بعد پندرہ بار آیت الکرسی پڑھے پندرہ مرتبہ اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگے اللہ تعالیٰ اس کا نام جنتیوں کی فہرست میں کر دیتا ہے اگرچہ وہ (پہلے) اہلِ جہنم میں سے ہو۔ اس کے ظاہری گناہ معاف فرما دیتا ہے اور ہر آیت کے بدلے جو اس نے پڑھی ہے ایک حج اور عمرہ کا ثواب لکھتا ہے اور اگر دوسرے سوموار سے پہلے فوت ہو جائے تو شہادت کی موت واقع ہوتی ہے۔

منگل کی رات نماز

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا جو شخص منگل کی رات بارہ رکعتیں پڑھے ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ اور پانچ بار "اذا جاء نصر اللہ"، پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایسا گھر بناتا ہے جس کی لمبائی چوڑائی سات مرتبہ دنیا کے برابر ہو۔

بدھ کی شب کی نماز

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے فرماتے ہیں جو آدمی بدھ کی شب دو رکعتیں پڑھے پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک بار اور قل اعوذ برب الفلق دس بار پڑھے اور دوسری رکعت میں ایک بار سورہ فاتحہ اور دس بار

سورۂ والناس پڑھے ہر آسمان سے ستر ہزار فرشتے اترتے ہیں جو قیامت تک اس کے لیے ثواب لکھتے رہیں گے۔

شب جمعرات کی نماز

حضرت ابوصالح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی جمعرات کی رات مغرب و عشاء کے درمیان دو رکعتیں پڑھے ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ اور پانچ پانچ بار آیت الکرسی، قل ہو اللہ احد، قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھے اور جب فارغ ہو تو پندرہ بار استغفار کرے اور اس کا ثواب اپنے والدین کی روح کو ایصال کرے تو اس نے ماں باپ کا حق ادا کر دیا۔ اگرچہ وہ ان کا نافرمان تھا اللہ تعالیٰ اُسے وہ کچھ عطا فرمائیگا جو صدیقین اور شہداء کو عطا فرمائیگا۔

شب جمعہ کی نماز

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا جو شخص جمعہ کی رات مغرب اور عشاء کے درمیان بارہ رکعتیں ادا کرے ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ اور دس بار قل ہو اللہ احد پڑھے گویا اس نے بارہ سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کی، دن کو روزہ رکھا اور رات کو نوافل پڑھے۔
حضرت کثیر بن سلمہ کے واسطہ سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی جمعہ کی رات عشاء کی نماز باجماعت ادا کرے اس کے بعد دو سنتیں پڑھ کر دس رکعتیں پڑھے پھر تین وتر پڑھ کر دائیں پہلو پر قبلہ رُخ ہو کر سو جائے گویا اس نے لیلۃ القدر میں عبادت کی۔

درود شریف کی کثرت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روشن رات اور چمکتے ہوئے دن یعنی جمعہ کی رات اور دن میں مجھ پر کثرت سے درود شریف بھیجا کرو۔

ہفتہ کی رات کی نماز

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا جو آدمی ہفتہ کی رات مغرب اور عشاء کے درمیان بارہ رکعتیں پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک محل بناتا ہے اور گویا اس نے ہر مؤمن مرد و عورت کو صدقہ دیا۔ وہ یہودیت سے بیزار ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے کہ اُسے بخش دے۔

ان نوافل کی نیت

ہم نے کتاب کے شروع میں توبہ کی مجلس میں ذکر کیا کہ انسان فرائض اور سنتوں کی ادائیگی کے

بعد نفلی نماز، روزے، صدقے اور دیگر عبادات میں مشغول ہو اگر اس کے ذمہ فرائض باقی ہیں تو ان تمام عبادات میں اسی کی جنس سے فرض کی نیت کرے (مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ) ان تمام نمازوں کو ادا کرتے وقت جن کا ہم نے ان دونوں اور راتوں میں ذکر کیا ہے قضا کی نیت کرے تاکہ اس سے فرض ساقط ہو جائے اور فضیلت بھی حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ فرائض کی ادائیگی اور فضیلت دونوں کو اپنے خاص احسان، رحمت اور کرم سے جمع فرمائے گا۔ جب فرائض کی ادائیگی سے بری الذمہ ہو جائے اس وقت ان تمام نمازوں میں نوافل کی نیت کرے۔

صلاۃ تسبیح

ہم سے شیخ ابونصر رحمہ اللہ نے اپنے والد سے نقل کرتے ہوئے ذکر کیا وہ اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے حضرت عباس، اے چچا، کیا میں آپ کو ایک عطیہ نہ دوں، کیا میں آپ کو ایسی دس چیزیں نہ دوں کہ جب آپ ان چیزوں پر عمل پیرا ہوں تو اللہ تعالیٰ آپ کے اگلے پچھلے، قدیم و جدید، خطاءً کیے ہوئے اور جان بوجھ کر کیے ہوئے، چھوٹے اور بڑے، باطنی اور ظاہری تمام گناہ بخش دے۔ وہ عمل یہ ہے کہ آپ چار رکعتیں اس طرح پڑھیں کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور کوئی دوسری سورت پڑھیں۔ پہلی رکعت میں قرأت سے فارغ ہوں تو کھڑے ہونے کی حالت میں ہی پندرہ بار یہ کلمات پڑھیں: "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ" پھر رکوع کریں اور دس مرتبہ یہ کلمات پڑھیں۔ رکوع سے سر اٹھانے کے بعد دس بار یہی کلمات کہیں پھر سجدہ کریں اور سجدے میں دس بار یہی کلمات پڑھیں، سجدے سے سر اٹھا کر دس بار یہی کلمات پڑھیں، پھر دوسرے سجدے میں دس بار پڑھیں۔ دوسرے سجدے سے سر اٹھا کر دس بار پڑھیں۔ اس طرح ہر رکعت میں پچھتر بار یہ کلمات پڑھے جائیں گے۔ چاروں رکعات میں اسی طرح کریں اگر روزانہ پڑھ سکیں تو پڑھیں، اگر روزانہ نہ ہو سکے تو ہفتہ میں ایک بار، یہ بھی نہ ہو سکے تو مہینے میں ایک بار، اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو سال میں ایک بار پڑھیں، اگر اس طرح بھی نہ ہو سکے تو زندگی میں ایک بار پڑھ لیں۔ ایک دوسری روایت میں یوں ہے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سبح اسم ربك الاعلیٰ، دوسری میں سورۂ فاتحہ اور اذا زلزلت، تیسری میں فاتحہ اور قل یاایہا الکفرون اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ اور قل ہو اللہ احد پڑھیں۔

حضرت ابونصر رحمہ اللہ نے اپنے والد سے انھوں نے اپنی سند کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے آپ نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کیا میں آپ کو عطیہ نہ دوں، آگے پہلی حدیث کی طرح مکمل ہے ایک روایت میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے یہ بات ارشاد فرمائی۔ اس میں حالت قیام میں دس بار تسبیح پڑھنے کا اضافہ ہے جبکہ دوسری روایات میں نہیں، بعض روایات میں ہے یہ تین سو بار ہے یعنی چار رکعتوں میں تین سو بار تسبیح پڑھی جائے گی۔ ایک روایت میں ہے یہ بارہ سو ہیں۔ یہ مختلف تسبیحات کے اعتبار سے اور یہ چار ہیں (۱) سبحان اللہ (۲) الحمد للہ (۳) لاالٰہ الا اللہ (۴) واللہ اکبر۔ جب تین سو کو چار کے ساتھ ضرب دیں تو بارہ سو بن جاتی ہیں۔ بعض علماء کرام فرماتے ہیں دو بار جمعہ میں صلوٰۃ تسبیح پڑھنا مستحب ہے یعنی ایک بار رات کو اور ایک بار دن کو۔

....

استخارہ کی نماز اور دُعا

حضرت محمد بن منکدر، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کسی کام کے لیے استخارہ اس طرح سکھاتے جس طرح آپ ہمیں قرآن پاک کی کوئی سورت سکھاتے۔ آپ فرماتے جب تم میں سے کوئی کسی کام یا سفر کا ارادہ کرے تو دو رکعت نفل پڑھے پھر یُوں کہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْاَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ ھٰذَا الْاَمْرَ (یہاں کام کا نام لیا جائے) خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَدُنْیَایَ وَاٰخِرَتِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ وَعَاجِلِہٖ وَاٰجِلِہٖ فَاقْدِرْہُ لِیْ وَیَسِّرْہُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ وَاِلَّا فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَیَسِّرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ مَا کُنْتُ وَاَرْضِنِیْ بِقَضَائِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

یا اللہ! میں تجھ سے تیرے علم کے ساتھ بھلائی چاہتا ہوں تیری قدرت کے ذریعے طاقت کا خواستگار ہوں تیرے بہت بڑے فضل کا طالب ہوں تو قادر ہے مجھے طاقت نہیں تو جانتا ہے مجھے علم نہیں تو چھپی ہوئی باتوں کو خوب جانتا ہے اگر تیرے علم کے مطابق یہ کام میرے حق میں میری دنیا، دین، آخرت، میرے انجام جلدی سے یا دیر سے بہتر ہے تو اسے میرے لیے مقدر فرما اور آسان کر دے پھر مجھے اس میں برکت عطا فرما۔ ورنہ اسے مجھ سے دُور کر دے اور میرے لیے بھلائی آسان کر دے۔ میں جہاں بھی ہوں جب تک زندہ ہوں اور مجھے اپنے حکم پر راضی رہنے کی توفیق دے اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے۔

سفر تجارت یا حج کے لیے جاتے وقت دُعا

جب کوئی شخص تجارت کے سفر یا حج وزیارت کے لیے جانے کا پکا ارادہ کرے وہ دو رکعتیں پڑھ کر یُوں دُعا مانگے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْخُرُوْجَ فِیْ وَجْھِیْ ھٰذَا بِلَا ثِقَۃٍ مِّنِّیْ بِغَیْرِکَ وَلَا رَجَاءً اِلَّا بِکَ وَلَا قُوَّۃَ اَتَوَکَّلُ عَلَیْھَا وَلَا حِیْلَۃَ اَلْجَاءُ اِلَیْھَا اِلَّا طَلَبَ فَضْلِکَ وَالتَّعَرُّضَ لِمَعْرُوْفِکَ وَرَحْمَتِکَ وَالسُّکُوْنَ اِلٰی عِبَادِکَ وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِمَا قَدْ سَبَقَ لِیْ فِیْ عِلْمِکَ فِیْ وَجْھِیْ ھٰذَا اِمَّا اُحِبُّ وَاَکْرَہُ اَللّٰھُمَّ فَاصْرِفْ عَنِّیْ بِقُدْرَتِکَ مَقَادِیْرَ کُلِّ بَلَاءٍ وَنَفِّسْ عَنِّیْ کُلَّ کَرْبٍ وَدَاءٍ وَابْسُطْ عَلَیَّ

یا اللہ! میں اپنے اس مقصد کی طرف جانا چاہتا ہوں۔ تیرے سوا میرا کسی پر اعتماد نہیں نہ امید ہے اور نہ ہی قوت جس پر بھروسا کروں نہ کوئی چارہ ہے جس کی پناہ حاصل کروں، صرف تیرے فضل کا طالب ہوں تیری رحمت اور بھلائی کا خواستگار ہوں۔ تیری عبادت سے سکون چاہتا ہوں۔ اس سفر میں جو کچھ میرے لیے مقدّر ہے اس کو تو خوب جانتا ہے راحت ہو یا تکلیف، یا اللہ! اپنی خاص قدرت کے ساتھ مجھ سے ہر مصیبت کو ٹال دے۔ ہر پریشانی اور بیماری کو دُور کر دے اپنی رحمت کی

لُطْفًا مِنْ رَحْمَتِكَ وَلُطْفًا مِنْ عَوْنِكَ وَحِرْزًا مِنْ حِفْظِكَ وَجَمِيعِ مُحَافَاتِكَ۔

چادر سے مجھے ڈھانپ لے اپنی خاص مدد کے ساتھ مجھ پر کرم فرما۔ اپنی خاص حفاظت اور عافیت میں رکھ۔

پھر سامان اُٹھا کر سفر پر چل پڑے اور یوں کہے:

يَا رَبِّ قَضَاؤُكَ عَلَى حَقِيقَةٍ أَحْسَنُ أَمَلِي وَادْفَعْ عَنِّي مَا أَحْذَرُ مِمَّا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي وَاجْعَلْ ذٰلِكَ خَيْرًا لِي فِي دِينِي وَآخِرَتِي أَسْأَلُكَ يَا رَبِّ أَنْ تَخْلُفَنِي فِيمَا خَلَفْتُ وَرَائِي مِنْ أَهْلِي وَوَلَدِي وَقَرَابَتِي بِأَحْسَنِ مَا خَلَفْتَ بِهِ غَائِبًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَحْصِينِ كُلِّ عَوْرَةٍ وَحِفْظًا مِنْ كُلِّ مَضَرَّةٍ وَكِفَايَةِ كُلِّ مُهِمٍّ وَصَرْفِ كُلِّ مَكْرُوهٍ وَكَمَالِ مَا تَجْمَعُ لِي بِهِ مِنَ الرِّضَا وَالسُّرُورِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ثُمَّ ارْزُقْنِي فِي ذٰلِكَ كُلِّهِ شُكْرَكَ وَذِكْرَكَ وَحُسْنَ عِبَادَتِكَ حَتّٰى تَرْضٰى عَنِّي وَتُدْخِلَنِي جَنَّتَكَ بِرَحْمَتِكَ بَعْدَ الرِّضٰى يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ۔

یا اللہ! میرے بارے میں تیرا فیصلہ حقیقت پر مبنی ہے میری امید کو نیک بنا اور جس چیز سے مجھے ڈر ہے اسے مجھ سے دُور کر دے جس کو تُو مجھ سے بہتر جانتا ہے اور اس (سفر) کو میرے دین اور آخرت کے لیے بہتر بنا یا اللہ! تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میرے بعد میرے گھر والوں اور رشتہ داروں کی اچھی طرح حفاظت فرما جس طرح مسافر مسلمانوں کی عزت و ناموس کی حفاظت فرماتا ان کی تکالیف دور کرتا اور ہر مشکل سے بچاتا ہے اور ہر رنج کو دُور کرتا ہے مجھے دنیا اور آخرت میں کامل رضا اور خوشی عطا فرما۔ پھر اس تمام سفر میں مجھے شکر ادا کرنے اپنے ذکر اور اپنے حُسنِ عبادت کی توفیق عطا فرما یہاں تک کہ تو مجھ سے راضی ہو جائے اور اس رضا کے بعد اپنی رحمت سے جنت میں داخل کر دے اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے!

سفر کی دُعا

سفر کی حالت میں یہ (مندرجہ ذیل) دعا بکثرت مانگنی چاہیے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کثرت سے مانگتے تھے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي خَلَقَنِي وَلَمْ أَكُ شَيْئًا مَذْكُورًا اَللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلٰى أَهَاوِيلِ الدُّنْيَا وَبَوَائِقِ الدُّهُورِ وَمَصَائِبِ اللَّيَالِي وَالْأَيَّامِ وَاكْفِنِي شَرَّ مَا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ اَللّٰهُمَّ فِي سَفَرِي فَاصْحَبْنِي وَفِي أَهْلِي فَاخْلُفْنِي وَفِيمَا رَزَقْتَنِي فَبَارِكْ لِي وَفِي نَفْسِي فَذَلِّلْنِي وَفِي أَعْيُنِ النَّاسِ فَعَظِّمْنِي وَفِي خَلْقِي فَقَوِّمْنِي وَإِلَيْكَ يَا رَبِّ فَحَبِّبْنِي أَعُوذُ بِوَجْهِكَ الْكَرِيمِ الَّذِي أَشْرَقَتْ بِهِ السَّمٰوَاتُ وَكُشِفَتْ بِهِ الظُّلُمَاتُ وَصَلَحَ

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے مجھے پیدا کیا اور میں قابل ذکر چیز نہ تھا یا اللہ! دنیا کی پریشانیوں زمانے کی صعوبتوں اور رات دن کی مشکلات پر میری مدد فرما۔ ظالموں کے اعمال کے شر سے میری حفاظت فرما۔ یا اللہ! سفر میں میرا ساتھ دے اور میرے گھر والوں کی حفاظت فرما۔ میرے رزق میں برکت عطا فرما۔ میرے نفس کی راہنمائی فرما لوگوں کی نگاہوں میں مجھے باعظمت بنا میرے جسم کو قائم رکھ۔ یا اللہ! مجھے اپنا دوست بنا۔ یا اللہ! میں تیری اس ذات کی پناہ چاہتا ہوں جس کے ساتھ آسمان روشن ہیں اندھیرے چھٹتے ہیں اور اگلے پچھلوں کے کام سنورتے ہیں کہ مجھ پر غضب نہ فرمانا اور مجھے اپنی ناراضگی سے بچانا حسب استطاعت تیری

عَلَيْهِ أَمْرُ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ أَنْ لَا تُحِلَّ عَلَيَّ غَضَبَكَ وَلَا تُنْزِلَ بِي سَخَطَكَ لَكَ الْعُتْبَىٰ فِيمَا اسْتَطَعْتُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَمِنَ الْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْرِ وَدَعْوَةِ الْمَظْلُومِ اَللّٰهُمَّ اطْوِ لَنَا الْأَرْضَ وَهَوِّنْ عَلَيْنَا السَّفَرَ أَسْأَلُكَ بَلَاغًا يَبْلُغُ خَيْرًا وَمَغْفِرَةً وَرِضْوَانًا أَسْأَلُكَ الْخَيْرَ كُلَّهُ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔

طرف رجوع کرتا ہوں۔ گناہوں سے بچنے اور عبادت کرنے کی طاقت تو ہی عطا فرماتا ہے یا اللہ! میں سفر کی سختی، بُری طرح لوٹنے۔ فراخی کے بعد تنگی اور مظلوم کی بد دعا سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ یا اللہ! ہمارے لیے زمین کے فاصلے سمیٹ دے اور ہم پر سفر آسان کر دے ایسی بات کا طالب ہوں جو بھلائی، مغفرت، اور تیری رضا تک پہنچائے، تجھ سے ہر قسم کی بھلائی کا سوال ہے۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

گھر سے نکلتے وقت یہ الفاظ کہنا مناسب ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ۔

اللہ کے نام سے (سفر شروع کرتا ہوں) اللہ تعالیٰ پر بھروسا ہے اور اس کے سوا کوئی طاقت نہیں۔

ایک روایت میں ہے یہ دعا پڑھنے والے کو جواب دیا جاتا ہے تو بچا یا گیا، کفایت کیا گیا اور تیری حمایت کی گئی۔

سواری پر سوار ہوتے وقت کیا کہے

مناسب ہے کہ جب سواری پر سوار ہو تو تین بار اللہ اکبر اور تین بار الحمد للہ کہے اور پھر کہے:

سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ سُبْحَانَكَ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ۔

وہ ذات پاک ہے جس نے اسے ہمارے لیے مسخر کیا۔ اور ہم اسے قابو نہیں کر سکتے تھے تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا تو مجھے بخش دے گناہوں کو بخشنے والا صرف تو ہی ہے۔

ان کلمات کا پڑھنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر فرماتے اور سواری پر سوار ہوتے تو یہ کلمات پڑھتے۔

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ فِي سَفَرِي هٰذَا التَّقْوَىٰ وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضَىٰ اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا السَّفَرَ وَاطْوِ لَنَا بُعْدَ الْأَرْضِ اَللّٰهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيفَةُ فِي الْأَهْلِ اَللّٰهُمَّ اصْحَبْنَا فِي سَفَرِنَا وَاخْلُفْنَا فِي أَهْلِنَا۔

یا اللہ! میں اپنے اس سفر میں تقویٰ کا سوال کرتا ہوں وہ عمل چاہتا ہوں جس پر تو راضی ہو، یا اللہ ہم پر سفر آسان کر دے زمین کی دوری لپیٹ دے، یا اللہ تو سفر کا ساتھی اور گھر والوں کا نگہبان ہے۔ یا اللہ! سفر میں ہمارا ساتھ دے اور ہمارے گھر والوں کی حفاظت فرما۔

ابن جریج کی روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے:

إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَسُوْءِ

یا اللہ! میں سفر کی تکلیف، ناکام لوٹنے اور اہل و مال

الْمُنْقَلَبِ وَكَآبَةِ الْمَنْظَرِ فِي الْأَهْلِ وَالْمَالِ۔

میں بُرائی دیکھنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

کسی شہر میں داخل ہوتے وقت کی دُعاء

جب کسی بستی یا شہر میں داخل ہونے کا ارادہ کرے تو یہ کلمات کہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح مروی ہے۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَمَا أَظْلَلْنَ وَرَبَّ الْأَرْضِيْنَ السَّبْعِ وَمَا أَقْلَلْنَ وَرَبَّ الشَّيَاطِيْنِ وَمَا أَضْلَلْنَ أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ وَخَيْرِ أَهْلِهَا وَخَيْرِ مَا فِيْهَا وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ أَهْلِهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا أَسْأَلُكَ مَوَدَّةَ خِيَارِهِمْ وَأَنْ تُجَنِّبَنِيْ مِنْ شَرِّ أَشْرَارِهِمْ۔

یا اللہ! سات آسمانوں اور ان کے زیر سایہ اشیاء، سات زمینوں اور جو کچھ انھوں نے اُٹھا کر رکھا ہے، کے رب، شیطان اور جس کو انھوں نے گمراہ کیا کے رب۔ میں تجھ سے اس بستی کی بھلائی اس میں رہنے والوں اور جو کچھ اس میں ہے کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں اس کے شر، اس کے اہل کے شر اور جو کچھ اس میں ہے کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں میں یہاں کے نیک لوگوں کی صحبت چاہتا ہوں اور برے لوگوں کے شر سے حفاظت کا سوال کرتا ہوں۔

چور، درندے اور موذی چیزوں سے مسافر کی حفاظت

سفر کے دوران چوروں اور درندوں سے محفوظ رہنے کے لیے یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ احْرُسْنَا بِعَيْنِكَ الَّتِيْ لَا تَنَامُ وَاكْنُفْنَا بِرُكْنِكَ الَّذِيْ لَا يُرَامُ وَارْحَمْنَا بِقُدْرَتِكَ عَلَيْنَا لَا نَهْلِكُ وَأَنْتَ رَجَاؤُنَا۔

یا اللہ! اپنی اس آنکھ کے ساتھ نگہبانی فرما جو کبھی نہیں سوتی اپنی اس طاقت کے ساتھ ہمیں پناہ دے جس کی مخالفت کا قصد نہیں کیا جاتا۔ اپنی قدرت کے ساتھ ہم پر رحم فرما کہ ہم ہلاک نہ ہوں تو ہی ہماری امیدوں کا مرکز ہے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ نے ارشاد فرمایا: جو آدمی رات کے شروع میں تین مرتبہ یہ کلمات کہے، صبح تک ناگہانی آفت سے محفوظ رہے گا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔

اللہ کے نام سے، جس کے نام سے زمین و آسمان میں کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی اور وہی سننے جاننے والا ہے۔

پریشانی کے ازالہ کے لیے دُعا

حضرت ابو یوسف خراسانی، حضرت سعد بن ابی الرجاء رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں میں ایک رات مکہ مکرمہ کے سفر میں راستہ بھول گیا تو میں نے اپنے پیچھے کسی مخلوق

کی آہٹ سنی اس سے میں ڈر گیا لیکن میں نے سنا کہ وہ قرآن پڑھ رہا ہے۔ وہ (چلتے چلتے) مجھ سے آملا اور کہنے لگا میرا خیال ہے تم راستہ بھول گئے ہو؟ میں نے کہا ہاں، اس نے کہا کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ سکھاؤں جس کے پڑھنے سے اگر تم راستے سے بھٹکے ہوئے ہو تو راستہ مل جائے اگر خوفزدہ ہو تو ڈر دور ہو جائے اور اگر بے خوابی کی شکایت ہے تو نیند آ جائے گی میں نے کہا ہاں مجھے سکھائیے، اس شخص نے کہا یوں کہو:

بِسْمِ اللّٰهِ ذِی الشَّانِ عَظِيْمِ الْبُرْهَانِ شَدِيْدِ السُّلْطَانِ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَانٍ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

اللہ کے نام سے جو شان والا ہے، بہت بڑی دلیل والا عظیم قدرت والا ہے ہر دن اس کی نئی شان ہے۔ میں شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں۔ وہی ہوتا ہے جو خدا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قوت و طاقت نہیں۔

فرماتے ہیں میں نے یہ کلمات پڑھے تو میرے دوست قریب تھے پھر میں نے اس شخص کو تلاش کیا لیکن وہ نہ ملا۔ ایک راوی حضرت ابو بلال رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں منیٰ میں اپنے گھر والوں سے بچھڑ گیا تو میں نے یہی کلمات پڑھے اچانک دیکھا تو گھر والوں کے پاس ہوں۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی روزانہ سات مرتبہ یہ کلمات پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے تمام غموں کو سچے ہوں یا جھوٹے دور فرما دے گا۔

اِنَّ وَلِیِّ اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِيْنَ حَسْبِیَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۔

بے شک میرا مالک اللہ ہے جس نے کتاب اتاری وہ نیک لوگوں کو دوست رکھتا ہے۔ مجھے اللہ تعالیٰ کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی پر میں نے بھروسا کیا اور وہ عرش عظیم کا رب ہے۔

ایک حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا جو شخص مصیبت کے وقت یہ کلمات پڑھے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی مصیبت دور ہو جائیگی

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ حلیم وکریم ہے عرش عظیم کا رب، اللہ تعالیٰ پاک ہے تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔

نمازِ کفایت

یہ دو رکعتیں ہیں جس وقت چاہے پڑھے، ہر رکعت میں ایک بار سورۃ فاتحہ، دس بار قل ہو اللہ احد اور پچاس مرتبہ "فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ" اور سلام پھیرنے کے بعد یہ دعا مانگے یہ دعا اس کے غموں اور اس کی پریشانیوں کو دور کر دے گی۔

يَا اَللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ يَا مَنَّانُ يَا مُسَبَّحًا لِكُلِّ لِسَانٍ يَا مَنْ يَدَاهُ بِالْخَيْرِ مَبْسُوْطَتَانِ

یا اللہ! اے رحم فرمانے والے، اے احسان فرمانے والے، اے وہ ذات جس کی پاکیزگی ہر زبان بیان کرتی ہے۔

يَا كَافِيْ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَحْزَابَ وَيَا كَافِيْ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ النِّيْرَانَ يَا كَافِيْ مُوْسٰى فِرْعَوْنَ وَيَا كَافِيْ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ الْجَبَابِرَةِ وَيَا كَافِيْ نُوْحٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْغَرَقَ يَا كَافِيْ لُوْطًا عَلَيْهِ السَّلَامُ فُحْشَ قَوْمِهٖ يَا كَافِيْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَلَا يَكْفِيْ مِنْهُ شَيْءٌ يَا كَافِيْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَآسِيَةَ اَكْفِنِيْ عَظِيْمَ الْبَلَاءِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى لَا اَخَافُ وَلَا اَخْشٰى مَعَ اسْمِكَ الْعَظِيْمِ الْاَعْظَمِ شَيْئًا۔

اے وہ ذات جس کے دست قدرت بھلائی میں کشادہ ہیں جنگ احزاب میں حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو کفایت کرنیوالے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے بچانے والے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ظالموں سے، حضرت نوح علیہ السلام کو ڈوبنے سے، اور حضرت لوط علیہ السلام کو قوم کی بے حیائی سے کفایت کرنے والے اے وہ ذات جو ہر ایک کے لیے کافی اور اس کے لیے کوئی کفایت نہیں کرتا۔ اے حضرت عائشہ اور حضرت آسیہ رضی اللہ عنہما کو کفایت کرنے والے مجھے بڑی مصیبت اور ہر چیز سے بچا یہاں تک کہ میں تیرے عظیم واعظم نام کے سبب کسی چیز سے خوف نہ کھاؤں۔

دشمنی کے ازالے کے لیے نماز

یہ ایک سلام کے ساتھ چار رکعتیں ہیں پہلی رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ اور گیارہ مرتبہ قل ہو اللہ احد پڑھے اور دوسری رکعت میں ایک بار فاتحہ اور دس بار قل ہو اللہ احد اور تین بار قل یآیھا الکافرون پڑھے۔ تیسری رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ، دس بار قل ہو اللہ احد اور ایک بار الھاکم التکاثر پڑھے۔ چوتھی رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ، پندرہ بار قل ہو اللہ احد اور ایک بار آیت الکرسی پڑھے پھر اس کا ثواب اپنے دشمنوں کو بخش دے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے معاملے میں اسے کفایت کرے گا۔ یہ نماز ان سات اوقات میں پڑھی جائے۔ رجب کی پہلی رات، شب براءت۔ جمعۃ الوداع، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن، عرفہ کے دن اور عاشورہ کے دن۔

صلوٰۃ عتقاء

ہم سے ابو نصر نے بیان کیا وہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں وہ اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص شوال کے کسی دن یا رات میں آٹھ رکعتیں یوں پڑھے کہ ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ اور پندرہ بار قل ہو اللہ احد پڑھے۔ فارغ ہونے کے بعد ستر بار سبحان اللہ پڑھے اور ستر بار درود شریف پڑھے اس ذات کی قسم جس نے مجھے سچا نبی بنا کر بھیجا ہے جو آدمی یہ نماز پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے دل میں علم و حکمت کے سرچشمے جاری کر دیگا۔ اس کی زبان پر بھی یہی چیز جاری ہوگی۔ اسے دنیا بھر کی بیماریوں اور ان کے علاج کا علم عطا فرمائے گا۔ اس ذات کی قسم جس نے مجھے برحق نبی بنا کر بھیجا ہے جو آدمی اس بیان کیے ہوئے طریقے کے مطابق یہ نماز پڑھے گا آخری سجدے سے سر اٹھانے سے پہلے اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا اگر فوت ہو جائے شہید بخشا ہوا فوت ہوگا۔ جو شخص سفر میں یہ نماز پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر سفر میں چلنا

اور منزل تک پہنچنا آسان کر دیتا ہے اگر قرض دار ہو تو اللہ تعالیٰ قرض سے نجات دے گا اگر حاجت مند ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری فرمائے گا۔ اس ذات کی قسم جس نے مجھے سچا نبی بنا کر بھیجا ہے جو آدمی یہ نماز پڑھے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے ہر حرف اور ہر آیت کے بدلے جنت میں ایک "مخرفہ" عطا فرمائے گا۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم مخرفہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جنت میں باغات ہیں اس کے ایک درخت کے نیچے سوار سو سال تک چلے گا لیکن ختم نہ ہو گا۔

عذابِ قبر سے نجات دلانے والی نماز

حضرت عبداللہ بن حسن، حضرت علی رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی دو رکعتیں اس طرح پڑھے کہ ایک رکعت میں سورۂ فرقان کے آخر یعنی "تَبَارَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوْجًا" سے سورت کے آخر تک پڑھے، پھر دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ مومنون کے شروع سے "فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ" تک پڑھے وہ جنوں اور انسانوں کے فریب سے محفوظ رہے گا قیامت کے دن اس کا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ عذابِ قبر اور بہت بڑی گھبراہٹ سے بھی محفوظ رہے گا اللہ تعالیٰ اسے کتاب سکھائے گا اگرچہ اس کی خواہش نہ رکھتا ہو اس سے فقر و محتاجی دور کرے گا اور اس کو فیصلے کی قوت عطا فرمائے گا۔ اسے قرآن پاک سمجھنے کی بصیرت دے گا قیامت کے دن اسے اس کی دلیل سکھائے گا اس کے دل کو نورانی بنائے گا اور جب لوگ غمگین ہوں گے اسے کوئی غم نہ ہو گا جب انھیں خوف ہو گا یہ بے خوف رہے گا اللہ تعالیٰ اس کی آنکھوں کو روشن کرے گا۔ دل سے دنیا کی محبت نکال دے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدیقین میں سے لکھا جائے گا۔

نمازِ حاجت

حضرت ابو ہاشم ایلی رحمہ اللہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا آپ فرماتے ہیں جس شخص کو اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی حاجت ہو تو وہ کامل وضو کر کے دو رکعتیں پڑھے پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور آیت الکرسی پڑھے اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور آمن الرسول آخر تک پڑھے۔ پھر تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے اور یہ دعا مانگے اس کی حاجت پوری ہو گی۔

اَللّٰهُمَّ يَا مُؤْنِسَ كُلِّ وَحِيْدٍ وَّيَا صَاحِبَ كُلِّ فَرِيْدٍ وَّيَا قَرِيْبًا غَيْرَ بَعِيْدٍ وَّيَا شَاهِدًا غَيْرَ غَائِبٍ وَّيَا غَالِبًا غَيْرَ مَغْلُوْبٍ اَسْاَلُكَ بِاسْمِكَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ الْحَيِّ الْقَيُّوْمِ الَّذِيْ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ وَّ اَسْاَلُكَ بِاسْمِكَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ الْحَيِّ الْقَيُّوْمِ الَّذِيْ عَنَتْ لَهُ الْوُجُوْهُ وَ	یا اللہ! ہر تنہا کے مونس و ساتھی، اے وہ قریب جو دور نہیں، اے وہ باخبر جو غائب نہیں، اے وہ ذات جو غالب ہے مغلوب نہیں میں تیرے نام کے ساتھ سوال کرتا ہوں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشنے والا مہربان ہے وہ ذات جس کو نہ اونگھ آتی ہے اور نہ نیند میں تیرے نام سے سوال کرتا ہوں، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم خود زندہ دوسروں کو زندہ رکھنے والا سب کا رخ تیری طرف ہے سب کی آوازیں تیرے لیے عاجزی کر رہی ہیں اور تمام دل تیرے خوف

خَشَعَتْ لَهُ الْأَصْوَاتُ وَوَجِلَتْ مِنْهُ الْقُلُوْبُ اَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَنْ تَجْعَلَ لِيْ مِنْ اَمْرِيْ فَرَجًا وَّمَخْرَجًا وَّتَقْضِيْ حَاجَتِيْ۔

سے کانپ رہے ہیں حضرت محمد مصطفیٰ اور آپ کی آل پر درود بھیج اور میرے کام میں کشادگی پیدا فرما اور مشکلات سے نکلنے کا راستہ بنا نیز میری حاجت کو پورا فرما۔

ظلم وزیادتی کے ازالہ اور اس سے بچنے کی دعاء

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ دعا سکھائی اور فرمایا جب تم پر کوئی مصیبت آئے یا تمہیں بادشاہ کے ظلم کا ڈر ہو یا کوئی چیز گم ہو جائے تو اچھی طرح وضو کرکے دو رکعت نماز پڑھو اور پھر اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے یوں کہو، اس کے بعد اپنی حاجت کا سوال کرو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا۔

يَا عَالِمَ الْغَيْبِ وَالسَّرَائِرِ يَا مُطَاعُ يَا عَزِيْزُ يَا عَلِيْمُ يَا اَللّٰهُ يَا اَللّٰهُ يَا اَللّٰهُ يَا هَازِمَ الْاَحْزَابِ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا كَائِدَ فِرْعَوْنَ لِمُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا مُنْجِيَ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ يَدِ ظَلَمَتِهٖ يَا مُخَلِّصَ قَوْمِ نُوْحٍ مِنَ الْغَرَقِ يَا رَاحِمَ عَبْرَةِ يَعْقُوْبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا كَاشِفَ ضُرِّ اَيُّوْبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا مُنْجِيَ ذِي النُّوْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ الظُّلُمَاتِ الثَّلَاثِ يَا فَاعِلَ كُلِّ خَيْرٍ يَا هَادِيًا اِلٰى كُلِّ خَيْرٍ يَا دَالًّا عَلٰى كُلِّ خَيْرٍ يَا اَهْلَ الْخَيْرِ يَا خَالِقَ الْخَيْرِ وَيَا اَهْلَ الْخَيْرَاتِ اَنْتَ اللّٰهُ رَغِبْتُ اِلَيْكَ فِيْمَا قَدْ عَلِمْتَ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ اَسْاَلُكَ اَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ۔

اے غیب اور رازوں کو جاننے والے، اے وہ ذات جس کا حکم مانا جاتا ہے اے غالب! اے جاننے والے! اے اللہ! اے اللہ! اے اللہ! اے وہ ذات جس نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن گروہوں کو شکست دی، موسیٰ علیہ السلام کے لیے فرعون کو سزا دینے والے ظالموں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نجات دینے والے، حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو ڈوبنے سے بچانے والے حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھ بہاری پر رحم کھانے والے، حضرت ایوب علیہ السلام کو تکلیف سے بچانیوالے مچھلی والے (حضرت یونس علیہ السلام) کو تین اندھیروں سے نجات دینے والے، اے ہر بھلائی کے فاعل ہر بھلائی کی طرف ہدایت دینے والے، ہر بہتری کی طرف راہنمائی کرنے والے اے بہتری والے، اے بھلائی کے خالق، اے بھلائیوں والے یا اللہ میں تیری طرف رغبت رکھتا ہوں اس چیز میں جس کو تو جانتا ہے اور تو پوشیدہ باتوں کو بہت جاننے والا ہے۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ حضرت محمد مصطفیٰ اور آپ کی آل پر درود بھیج۔

ایک دوسری دعاء

یہ دعا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احزاب کے دن مانگی تھی۔ یہ بات حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ وَبِنُوْرِ قُدْسِكَ وَعَظَمَةِ طَهَارَتِكَ وَبَرَكَاتِ جَلَالِكَ مِنْ كُلِّ آفَةٍ وَعَاهَةٍ وَطَارِقِ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِلَّا طَارِقًا يَطْرُقُنِيْ مِنْكَ بِخَيْرٍ اِنَّكَ اَنْتَ عِيَاذِيْ فَبِكَ اَعُوْذُ وَاَنْتَ مَلَاذِيْ فَبِكَ اَلُوْذُ يَا مَنْ ذَلَّتْ لَهٗ رِقَابُ الْجَبَابِرَةِ وَجُمِعَتْ لَهٗ مَقَالِيْدُ الرِّعَايَةِ اَعُوْذُ بِجَلَالِ وَجْهِكَ وَكَرَمِ جَلَالِكَ مِنْ خِزْيِكَ وَكَشْفِ سِتْرِكَ وَنِسْيَانِ ذِكْرِكَ وَالْاِنْصِرَافِ عَنْ شُكْرِكَ اَنَا فِيْ كَنَفِكَ فِيْ لَيْلِيْ وَنَهَارِيْ وَنَوْمِيْ وَقَرَارِيْ وَظَعْنِيْ وَاَسْفَارِيْ ذِكْرُكَ شِعَارِيْ وَثَنَاؤُكَ دِثَارِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ تَنْزِيْهًا لِاِسْمِكَ وَتَكْرِيْمًا لِسُبُحَاتِ وَجْهِكَ اَجِرْنِيْ مِنْ خِزْيِكَ وَمِنْ شَرِّ عَذَابِكَ وَعِبَادِكَ وَاضْرِبْ عَلَيَّ سُرَادِقَاتِ حِفْظِكَ وَاَدْخِلْنِيْ فِيْ حِفْظِ عِنَايَتِكَ وَقِنِيْ سَيِّئَاتِ عَذَابِكَ وَاَغْنِنِيْ بِخَيْرٍ مِّنْكَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

یا اللہ! میں ہر آفت اور پریشانی نیز رات کو اترنے والے جنّوں اور انسانوں سے تیری، تیری تقدیس کے نُور، تیری طہارت کی عظمت اور تیرے جلال کی برکتوں کی پناہ چاہتا ہوں سوائے اس اترنے والے کے جو تیری طرف سے بھلائی لے کر آئے۔ تُو ہی میری پناہ گاہ ہے پس تیری پناہ میں آتا ہوں تو ہی میرے لیے جائے پناہ ہے بس تیرے ہاں پناہ ڈھونڈتا ہوں۔ اے وہ ذات جس کے سامنے بڑے بڑے ظالموں کی گردنیں جھک گئیں۔ رعایت کی چابیاں تیرے پاس ہیں۔ یا اللہ! میں تیرے جلال، اور جلال کے کرم کے صدقے ذلت، پردہ دری، تیرے ذکر کو بھول لینے اور تیرے شکر سے منہ پھیرنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ میں رات دن، سوتے جاگتے اور سفر و حضر میں تیری حفاظت میں ہوں۔ تیرا ذکر میرا شعار ہے۔ تیری ہی تعریف میرا اوڑھنا ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تیرا نام پاک ہے اور تیرے انوار و تجلّیات مکرم ہیں مجھے ذلت اپنے اور بندوں کے عذاب کے شر سے بچا مجھ پر اپنی حفاظت کے خیمے کھڑے کر دے۔ اپنی مہربانی کی حفاظت میں داخل کر۔ اپنے عذاب کی بُرائی سے بچا اور اپنی رحمت کے ساتھ مجھے بھلائی سے مالامال کر دے اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

ازالۂ غم اور ادائیگیٔ قرض کے لیے دُعا

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا جس آدمی کو غم یا تکلیف پہنچے وہ ان کلمات کے ساتھ دعا مانگے۔

اَللّٰھُمَّ اَنَا عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ نَاصِيَتِيْ بِيَدِكَ مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ عَدْلٌ فِيَّ قَضَاؤُكَ اَللّٰھُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ بِكُلِّ اِسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِيْ كِتَابِكَ اَوْ عَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ اَوِ اسْتَاْثَرْتَ بِهٖ فِي الْعِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ الْكَرِيْمَ رَبِيْعَ قَلْبِيْ وَنُوْرَ صَدْرِيْ وَجِلَاءَ حُزْنِيْ

یا اللہ! میں تیرا بندہ ہوں، تیرے بندے کا بیٹا ہوں۔ میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے مجھ میں تیرا حکم جاری ہے میرے بارے میں تیرا فیصلہ عدل پر مبنی ہے، یا اللہ! میں تیرے ہر نام کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں جو تو نے اپنے لیے مقرر کیے ہیں یا اپنی کتاب میں اتارے ہیں یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھائے ہیں یا علم غیب میں اس نام کو برگزیدہ بنایا ہے کہ قرآن پاک کو میرے دل کی بہار، سینے کا نور اور میرے غم

وَذَهَابَ غَمِّيْ وَهَمِّيْ۔ کے ازالے کا باعث بنا دے۔

ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! جو آدمی ان کلمات کو بھول گیا وہ خسارے میں ہے، آپ نے فرمایا ہاں انھیں کہو اور سکھاؤ جو شخص ان کلمات کے ساتھ دعا مانگے گا اور ان کے ساتھ بارگاہِ خداوی میں التجاء کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے غم کو دور کر دے گا اور ہمیشہ کی شادمانی عطا فرمائے گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے پاس تشریف لائے اور کہا کیا تم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ دعا سنی ہے جو آپ ہمیں سکھاتے تھے اور ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام بھی اپنے احباب کو یہ دعا سکھاتے تھے نیز حضور علیہ السلام فرماتے اگر تم میں سے کسی پر اُحد پہاڑ جتنا قرض ہو تو اللہ تعالیٰ ادا فرماتا ہے۔

حضرت ام المومنین نے فرمایا حضور علیہ السلام یہ دعا مانگتے تھے:

اَللّٰهُمَّ يَا فَارِجَ الْهَمِّ كَاشِفَ الْغَمِّ مُجِيْبُ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّيْنَ رَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَرَحِيْمَ الْاٰخِرَةِ اَسْأَلُكَ اَنْ تَرْحَمَنِيْ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِكَ تُغْنِيْنِيْ بِهَا عَنْ رَحْمَةِ مَنْ سِوَاكَ۔

اے اللہ! اے پریشانیوں اور غموں کو دور کرنے والے، بے قرار لوگوں کی دعا کو قبول کرنے والے دنیا میں رحمٰن اور آخرت کے رحیم، میں تجھ سے تیری خاص رحمت کا سوال کرتا ہوں جس کے سبب تو مجھے دوسروں کے رحم و کرم سے بے نیاز کر دے۔

اس مقصد کے لیے ایک اور دعا

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک دن ان کے پاس ان کے ایک عزیز دوست آئے اور کہا اے ابوسعید! مجھ پر قرض ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اسمِ اعظم سکھائیں۔ انھوں نے فرمایا اگر تم یہ بات چاہتے ہو تو اُٹھو اور وضو کرو، وہ اُٹھا اور وضو کیا تو آپ نے فرمایا یوں دعا مانگو:

يَا اَللّٰهُ يَا اَللّٰهُ اَنْتَ اللّٰهُ بَلٰى وَاللّٰهِ اَنْتَ اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَللّٰهُ اَللّٰهُ اَللّٰهُ وَاللّٰهُ اِنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اقْضِ عَنِّيْ الدَّيْنَ وَارْزُقْنِيْ بَعْدَ الدَّيْنِ۔

اے اللہ! اے اللہ! تو ہی اللہ ہے ہاں کیوں نہیں اللہ کی قسم تو ہی اللہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ اللہ، اللہ، اللہ بے شک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ مجھ سے قرض دور فرما دے اور اس کے بعد مجھے رزق بھی عطا فرما۔

صبح وہ شخص اُٹھا تو اس نے اپنی مسجد میں دیکھا کہ ایک تھیلی میں مختلف قسم کے ایک لاکھ درہم رکھے ہیں تھیلی کے منہ پر لکھا ہوا تھا اگر تم اس سے زیادہ مانگتے تو ہمیں دیتے تو نے جنت کا سوال کیوں نہ کیا۔ وہ بزرگ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے پاس آئے اور واقعہ بتایا۔ حضرت حسن بصری ان کے ساتھ ان کے گھر چلے گئے اور دراہم دیکھے۔ انھوں نے عرض کیا مجھے اس بات پر شرمندگی ہے کہ میں نے جنت کا سوال کیوں نہ کیا۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا جس نے تمہیں یہ اسمِ اعظم سکھایا ہے اس نے تیرے فائدے کے لیے سکھایا ہے تم اسے پوشیدہ رکھنا تاکہ حجاج بن یوسف نہ سن لے ورنہ کوئی بھی اس کے ظلم سے بچ نہیں سکے گا۔

دعاء جبریل علیہ السلام

ایک دوسری دعا جو حضرت جبریل علیہ السلام نے ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت بتائی۔ جب آپ قریش کی شرارتوں سے تنگ آ کر غم غلط کرنے اور تلاش رزق میں حراء پہاڑ کی طرف تشریف لے گئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور اس نے مجھے یہ دعا سکھائی ہے آپ یہ دعا مانگیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اور آپ کے درمیان اسے آڑ بنا دے گا۔ کیا میں آپ کو سکھاؤں؟ آپ نے فرمایا ہاں اے جبریل! بتاؤ۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا آپ یوں دعا مانگیں۔

يَا كَبِيْرُ كُلِّ كَبِيْرٍ يَا سَمِيْعُ يَا بَصِيْرُ يَا مَنْ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَلَا وَزِيْرَ يَا خَالِقَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ الْمُنِيْرِ يَا عِصْمَةَ الْبَائِسِ الْخَائِفِ الْمُسْتَجِيْرِ يَا رَازِقَ الطِّفْلِ الصَّغِيْرِ يَا جَابِرَ الْعَظْمِ الْكَسِيْرِ يَا قَاصِمَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ أَسْأَلُكَ وَأَدْعُوْكَ دُعَاءَ الْبَائِسِ الْفَقِيْرِ وَدُعَاءَ الْمُضْطَرِّ الضَّرِيْرِ أَسْأَلُكَ بِمَعَاقِدِ الْعِزِّ مِنْ عَرْشِكَ وَمَفَاتِيْحِ الرَّحْمَةِ مِنْ كِتَابِكَ وَبِالْأَسْمَاءِ الثَّمَانِيَةِ الْمَكْتُوْبَةِ عَلٰى قَرْنِ الشَّمْسِ أَنْ تَفْعَلَ بِيْ كَذَا وَكَذَا۔

اے تمام بڑوں کے بزرگ، اے سننے والے، اے دیکھنے والے! اے وہ ذات جس کا کوئی شریک اور وزیر نہیں۔ اے سورج اور روشن چاند کے خالق۔ اے حاجتمند، خوف زدہ، پناہ مانگنے والے کو عصمت عطا کرنے والے، اے چھوٹے بچے کو رزق دینے والے، ٹوٹی ہڈیوں کو جوڑنے والے، ظالموں کو ہلاک کرنے والے، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور حاجتمند فقیر اور بے قرار و عاجز انسان کی طرح دعا کرتا ہوں کہ عرش کی عزت، رحمت کی چابیوں اور ان آٹھ ناموں کے وسیلہ سے جو سورج پر لکھے ہیں میری حاجت پوری کر دے۔

فرض نمازوں کے بعد کی دعائیں

فجر اور عصر کی نمازوں کے بعد یہ دعا مانگی جائے:

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ شُكْرًا وَلَكَ الْمَنُّ فَضْلًا بِنِعْمَتِكَ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ نَسْأَلُكَ اللّٰهُمَّ فَرَجًا قَرِيْبًا فَإِنَّكَ لَمْ تَزَلْ مُجِيْبًا وَصَبْرًا جَمِيْلًا وَعَافِيَةً مِّنْ جَمِيْعِ الْبَلَاءِ وَالسَّلَامَةَ مِنْ طَرِيْقِ الرَّزَايَا بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اجْتِمَاعَنَا مَرْحُوْمًا وَتَفَرُّقَنَا تَفَرُّقًا مَعْصُوْمًا وَلَا تَجْعَلْ فِيْنَا شَقِيًّا وَلَا مَحْرُوْمًا وَلَا تَرُدَّنَا بِالْفَاقَةِ إِلٰى غَيْرِكَ وَلَا تَحْرِمْنَا سَعَةَ خَيْرِكَ

یا اللہ! تیرے لیے ہی حمد و شکر ہے اور تیرا ہی فضل و احسان ہے۔ تیری نعمت کے ساتھ تمام نیکیاں تمام ہوتی ہیں یا اللہ! میں تجھ سے نزدیک کی کشادگی طلب کرتا ہوں بے شک تو ہمیشہ قبول فرمانے والا ہے، تیری رحمت کے ساتھ، صبر جمیل، تمام بلاؤں سے عافیت اور غم و اندوہ کے راستے سے سلامتی کا سوال کرتا ہوں۔ اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے، یا اللہ! ہمارے اس اجتماع کو مرحوم (رحم کیا ہوا) بنا دے اور ہمیں عفت و عصمت کے ساتھ ایک دوسرے سے جدا کر ہم میں سے کسی کو بدبخت اور محروم نہ کر، فاقہ کے ساتھ ہمیں دوسروں

وَحَقِيْقَةَ التَّوَكُّلِ عَلَيْكَ وَخَالِصَ الرَّغْبَةِ فِيْمَا لَدَيْكَ وَامْلَأْ قُلُوْبَنَا مِنْكَ الْغِنٰى وَاكْسُ وُجُوْهَنَا مِنْكَ الْحَيَاءَ وَارْزُقْنَا خَيْرَ الْاٰخِرَةِ وَالدُّنْيَا بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

يَا رَبِّ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا خَيْرَ الصَّبَاحِ وَ خَيْرَ الْمَسَاءِ وَخَيْرَ الْقَضَاءِ وَخَيْرَ الْقَدْرِ وَ اصْرِفْ عَنَّا شَرَّ الصَّبَاحِ وَشَرَّ الْمَسَاءِ وَشَرَّ الْقَضَاءِ وَشَرَّ الْقَدْرِ اَللّٰهُمَّ وَمَا اَنْزَلْتَ فِيْ هٰذَا الْيَوْمِ مِنْ خَيْرٍ وَعَافِيَةٍ وَسَلَامَةٍ وَغَنِيْمَةٍ وَسِعَةِ رِزْقٍ فَاجْعَلْ لَنَا فِيْهِ اَوْفَرَ الْحَظِّ وَالنَّصِيْبِ اَللّٰهُمَّ وَمَا اَنْزَلْتَ مِنْ سُوْءٍ وَبَلَاءٍ وَشَرٍّ وَدَاءٍ وَفِتْنَةٍ فَاصْرِفْهُ عَنَّا وَعَنْ جَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

کا دست نگر نہ بنا۔ اپنی بھلائی کی کشادگی، حقیقتِ توکل اور خالص اپنی طرف رغبت سے ہمیں محروم نہ رکھنا۔ ہمارے دلوں کو مالداری سے بھر دے۔ ہمارے چہروں کو حیاء کا لباس پہنا دے۔ اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے! اپنی رحمت کے ساتھ ہمیں آخرت اور دنیا کی بھلائی عطا فرما۔

اے میرے رب! یا اللہ! ہمیں صبح کی بھلائی، شام کی بہتری اور قضا قدر کی بھلائی عطا فرما اور صبح کے شر شام کی برائی اور قضا قدر کی برائی کو ہم سے دور کر دے۔ یا اللہ! آج کے دن جو بھلائی، عافیت، سلامتی، غنیمت اور کشائش رزق اترے اس میں ہمارا وافر حصہ بنا۔ یا اللہ! آج جو برائی، مصیبت، شر، بیماری اور فتنہ اترے اسے ہم سے اور تمام مسلمان مردوں اور عورتوں سے دور کر دے۔ اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے۔

دوسری دعاء

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَهْلُ الْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ وَمُنْتَهَى الْجَبَرُوْتِ وَالْعِزَّةِ وَوَلِيُّ الْغَيْثِ وَالرَّحْمَةِ مَالِكُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ عَظِيْمُ الْمَلَكُوْتِ شَدِيْدُ الْجَبَرُوْتِ۔ لَطِيْفٌ لِمَا يَشَاءُ فَعَّالٌ لِمَا يُرِيْدُ اَوَّلُ كُلِّ شَيْءٍ وَخَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَرَازِقُهُ سُبْحَانَهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَبَاحَنَا صَبَاحًا صَالِحًا لَا مُخْزِيًا وَلَا فَاضِحًا اَللّٰهُمَّ اكْفِنَا شَرَّ نَوَائِبِ الزَّمَانِ وَمَكْرُوْهَهُ وَمَصَارِعَ السُّوْءِ وَمَصَايِدَ الشَّيْطَانِ وَمَوَارِدَ مَهْلَكَةِ السُّلْطَانِ وَوَفِّقْنَا فِيْ يَوْمِنَا هٰذَا وَفِيْ سَائِرِ الْاَيَّامِ لِاِسْتِعْمَالِ الْخَيْرَاتِ وَهِجْرَانِ السَّيِّئَاتِ اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْنَا وَاَصْلِحْ قُلُوْبَنَا وَاَصْلِحْ اَخْلَاقَنَا وَاَصْلِحْ اَفْعَالَنَا وَاَصْلِحْ

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے اور ہر چیز کی گنتی کا اس کے ہاں شمار ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ کبریائی اور عظمت کا مالک ہے قہر و عزت کا منتہا ہے۔

بارش اور رحمت کا مالک ہے۔ دنیا اور آخرت کا مالک ہے۔ اس کی بادشاہی عظیم اور اس کا قہر سخت ہے جس چیز پر چاہے مہربانی فرمانے والا اور جو چاہے کرے۔ ہر چیز سے پہلے ہر چیز کا خالق اور رازق ہے، وہ پاک ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ یا اللہ! ہماری صبح کو بہتر صبح بنا، رسوائی اور ذلت والی نہ بنا۔ یا اللہ! ہمیں زمانے کی سختیوں اور مکروہات سے، بری جگہوں سے، شیطان کی شکار گاہوں سے اور حکمرانی دبدبے کی جگہوں سے محفوظ فرما۔

اس دن اور باقی تمام دنوں میں نیکیوں کو اپنانے اور برائیوں کو چھوڑنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ! ہمیں نیک بنا، ہمارے دلوں کی اصلاح فرما، ہمارے اخلاق کو بہتر بنا، ہمارے

آبَائَنَا وَاَبْنَائَنَا وَاَحْبَادَنَا وَجَدَّاتِنَا وَدُنْيَانَا
وَاُخْرَانَا اَللّٰهُمَّ كَمَا اَمْضَيْتَ اللَّيْلَةَ بِالسَّلَامَةِ
وَالْعَافِيَةِ فَامْضِ عَلَيْنَا النَّهَارَ بِالسَّلَامَةِ وَ
الْعَافِيَةِ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ
اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ
حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ بِرَحْمَتِكَ يَا
اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ آمِيْنَ اَللّٰهُمَّ آمِيْنَ يَا اَللّٰهُ
يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ۔

ایک اور دعاء

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ
لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ
الْعَظِيْمِ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ
اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا مَا اَظْهَرْنَا وَمَا اَسْرَرْنَا
وَمَا اَخْفَيْنَا وَمَا اَعْلَنَّا وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ
مِنَّا اَللّٰهُمَّ اَعْطِنَا رِضَاكَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ
وَاخْتِمْ لَنَا بِالسَّعَادَةِ وَالشَّهَادَةِ وَالْمَغْفِرَةِ
اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ آخِرَ اَعْمَارِنَا خَيْرًا وَخَوَاتِيْمَ
اَعْمَالِنَا خَيْرًا وَخَيْرَ اَيَّامِنَا يَوْمَ نَلْقَاكَ
اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ
وَمِنْ نَجَاءَةِ نَقْمَتِكَ وَمِنْ تَحْوِيْلِ عَافِيَتِكَ
اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِكَ مِنْ دَرْكِ الشَّقَاءِ وَ
جَهْدِ الْبَلَاءِ وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ
وَتَغَيُّرِ النَّعْمَاءِ وَسُوْءِ الْقَضَاءِ
نَعُوْذُبِكَ مِنْ جَمِيْعِ الْمَكَارِهِ وَالْاَسْوَاءِ
وَنَسْاَلُكَ اَللّٰهُمَّ خَيْرَ الْعَطَاءِ اَللّٰهُمَّ
اِنَّا نَسْاَلُكَ اَنْ تَكْشِفَ سَقَمَنَا وَتُبْرِئَ
مَرْضَانَا وَتَرْحَمَ مَوْتَانَا وَتُصِحَّ اَبْدَانَنَا
وَتُخَلِّصَهَا لَكَ اَللّٰهُمَّ اَخْلِصْ اَدْيَانَنَا وَاَنْ

کاموں میں بھلائی پیدا فرما۔ ہمارے آباؤ اجداد مردوں عورتوں
اور ہماری اولاد کی اصلاح فرما۔ ہماری دنیا اور آخرت کو بہتر بنا
دے۔ یا اللہ! جس طرح رات سلامتی اور عافیت سے گذری ہے
اسی طرح اپنی رحمت کے ساتھ ہمیں دن میں بھی سلامتی اور
عافیت عطا فرما۔ اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے۔
یا اللہ! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھلائی سے
نوازنا اور ہمیں آگ کے عذاب سے محفوظ فرما۔ اپنی رحمت عطا فرما
اے ارحم الراحمین۔ ہماری دعا کو قبول فرما، یا اللہ! اے تمام
جہانوں کے پالنے والے! ہماری دعا کو قبول فرما۔

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے آسمانوں
اور زمین کو پیدا فرمایا۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسی پر
بھروسا ہے اور وہ عرش عظیم کا رب ہے وہ مشرکین کے شرک
سے پاک اور بلند ہے۔ یا اللہ! ہمارے تمام گناہوں کو
بخش دے جو گناہ ہم نے ظاہراً یا چھپ کر کیے وہ مخفی گناہ ہوں
یا اعلانیہ۔
یا اللہ! ہمیں دنیا اور آخرت میں اپنی خوشنودی عطا فرما اور ہمارا
خاتمہ سعادت، شہادت اور مغفرت پر کرنا۔ یا اللہ! ہماری
آخری عمر اور خاتمہ بالخیر فرما۔ اور ہمارا بہترین دن وہ ہے
جب ہم تجھ سے ملاقات کا شرف حاصل کریں گے۔ یا اللہ! ہم
تیری نعمت کے چلے جانے، اچانک عذاب کے آنے اور
عافیت کے بدلنے سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔ یا اللہ! ہم
بدبختی کے حصول، مصیبت کی مشقت، دشمنوں کے خوش ہونے،
نعمتوں کے بدلنے اور تقدیر کی برائی سے تیری پناہ چاہتے
ہیں۔ ہم تمام ناپسندیدہ اور بری باتوں سے تیری پناہ کے طالب
ہیں۔ یا اللہ! ہم تجھ سے بہتر عطا کا سوال کرتے ہیں۔ یا اللہ!
ہم تیرے سامنے سوال کرتے ہیں کہ ہماری تکلیف دور کر دے
اور ہمارے بیماروں کو تندرست کر دے۔ ہمارے فوت
شدہ پر رحم فرما۔ ہمارے بدنوں کو تندرست رکھ اور اپنے

تَحْفَظَ عِبَادَنَا وَتَشْرَحَ صُدُوْرَنَا وَتُدَبِّرَ أُمُوْرَنَا وَتَجْبُرَ أَوْلَادَنَا وَتَسْتُرَ جُرْمَنَا وَتَرُدَّ غِيَابَنَا وَأَنْ تُثَبِّتَنَا عَلٰى دِيْنِنَا وَنَسْأَلُكَ خَيْرًا وَرُشْدًا اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا إِنَّا نَسْأَلُكَ أَنْ تُؤْتِيَنَا حَسَنَةً فِي الدُّنْيَا وَحَسَنَةً فِي الْآخِرَةِ وَأَنْ تَتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ بِرَحْمَتِكَ وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ وَعَذَابَ الْقَبْرِ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ۔

لیے خالص کر دے۔ یااللہ! ہمارے دین میں خلوص عطا فرما۔ ہمیں اپنی پناہ میں رکھ، ہمارے سینوں کو کھول دے، ہمارے کاموں کی تدبیر فرما، ہماری اولاد کی تربیت فرما، ہمارے جرموں کی پردہ پوشی فرما، ہمارے بچھڑے ہوئے احباب کو ملا دے، ہمیں دین میں ثابت قدم رکھ۔ ہم بھلائی اور ہدایت کا سوال کرتے ہیں۔ یااللہ! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما۔ اور آخرت میں بھلائی مرحمت فرما۔ ہمیں اپنی رحمت کے ساتھ اسلام کی حالت میں موت دینا جہنم کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے بچا، اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے! اے تمام جہانوں کے پروردگار!

٭ ٭ ٭ ٭

دعا کی اہمیت

دعا مانگنے کا حکم دیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا ایک مقام ہے اس بات کو ہم نے کتاب کے شروع میں بیان کیا ہے پس امام اور مقتدیوں کو دعا مانگے بغیر مسجد سے نکلنا مناسب نہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَإِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ۔

پس جب نماز سے فارغ ہو تو کھڑے ہو جاؤ اور اپنے رب ہی کی طرف رغبت رکھو۔

یعنی جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعا کے لیے کوشش کرو اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اس کی خواہش کرتے ہوئے طلب کرو۔ حدیث شریف میں ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا جب امام محراب میں کھڑا ہوتا ہے اور صفوں کو ترتیب دی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے سب سے پہلے امام کو حصہ ملتا ہے پھر اس کی دائیں جانب والوں کو اور پھر بائیں طرف والوں کو حصہ نصیب ہوتا ہے اس کے بعد رحمت تمام جماعت پر تقسیم ہو جاتی ہے پھر فرشتہ اعلان کرتا ہے فلاں کو نفع حاصل ہوا اور فلاں کو نقصان پہنچا۔ نفع مند وہ شخص ہے جو نماز سے فارغ ہو کر بارگاہِ خداوندی میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتا ہے اور وہ شخص نقصان اٹھاتا ہے جو دعا مانگے بغیر مسجد سے نکل جاتا ہے جب وہ دعا کے بغیر مسجد سے نکلتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں اے فلاں! تو اللہ تعالیٰ سے بے نیاز ہو گیا کیا تجھے اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی حاجت نہیں ہے۔

قرآن پاک کی دعا

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَالَّذِيْ خَلَقَ الْخَلْقَ

اللہ عظمت والے نے سچ فرمایا جس نے مخلوق کو

فَابْتَدَعَهُ وَسَنَّ الدِّيْنَ وَشَرَعَهُ وَنَوَّرَ النُّوْرَ
وَشَعْشَعَهُ وَقَدَّرَ الرِّزْقَ وَوَسَّعَهُ وَضَرَّ خَلْقَهُ
وَنَفَعَهُ وَاَجْرَى الْمَاءَ فَاَنْبَعَهُ وَجَعَلَ السَّمَاءَ
سَقْفًا مَحْفُوْظًا مَرْفُوْعًا رَفَعَهُ وَالْاَرْضَ بِسَاطًا
وَضَعَهُ وَسَيَّرَ الْقَمَرَ فَاَطْلَعَهُ سُبْحٰنَهُ مَا اَعْلٰى مَكَانَهُ
وَاَرْفَعَهُ وَاَعَزَّ سُلْطَانَهُ وَاَبْدَعَهُ لَا رَادَّ لِمَا
صَنَعَهُ وَلَا مُغَيِّرَ لِمَا اخْتَرَعَهُ وَلَا مُذِلَّ لِمَنْ
رَفَعَهُ وَلَا مُعِزَّ لِمَنْ وَضَعَهُ وَلَا مُفَرِّقَ لِمَا جَمَعَهُ
وَلَا شَرِيْكَ لَهُ وَلَا اِلٰهَ مَعَهُ ۝ صَدَقَ اللّٰهُ
الَّذِيْ دَبَّرَ الدُّهُوْرَ وَقَدَّرَ الْمَقْدُوْرَ وَصَرَّفَ
الْاُمُوْرَ وَعَلِمَ هَوَاجِسَ الصُّدُوْرِ وَتَعَاقُبَ
الدَّيَاجُوْرِ وَسَهَّلَ الْمَعْسُوْرَ وَعَسَّرَ الْمَيْسُوْرَ وَ
سَخَّرَ الْبَحْرَ الْمَسْجُوْرَ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ وَالنُّوْرَ
وَالتَّوْرَاةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَالزَّبُوْرَ وَاَقْسَمَ بِالْفُرْقَانِ
وَالطُّوْرِ وَالْكِتَابِ الْمَسْطُوْرِ فِيْ الرَّقِّ الْمَنْشُوْرِ
وَالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ وَالْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ وَجَاعِلُ
الظُّلُمَاتِ وَالنُّوْرِ وَالْوِلْدَانِ وَالْحُوْرِ وَ
الْجِنَانِ وَالْقُصُوْرِ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ
وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ. صَدَقَ اللّٰهُ
الْعَظِيْمُ الَّذِيْ عَزَّ فَارْتَفَعَ وَعَلَا فَامْتَنَعَ
وَذَلَّ كُلُّ شَيْءٍ بِعَظَمَتِهٖ وَخَضَعَ وَسَمَكَ
السَّمَآءَ فَرَفَعَ وَفَرَشَ الْاَرْضَ وَاَوْسَعَ فَجَّرَ
الْاَنْهَارَ فَاَنْبَعَ وَمَرَجَ الْبِحَارَ فَاَتْرَعَ وَسَخَّرَ النُّجُوْمَ فَاَطْلَعَ
وَاَرْسَلَ السَّحَابَ فَارْتَفَعَ وَنَوَّرَ النُّوْرَ فَلَمَعَ وَاَنْزَلَ الْغَيْثَ
فَهَمَعَ وَكَلَّمَ مُوْسٰى وَتَجَلّٰى لِلْجَبَلِ فَتَقَطَّعَ وَ
وَهَبَ وَنَزَعَ وَضَرَّ وَنَفَعَ وَاَعْطٰى وَمَنَعَ وَسَنَّ
وَشَرَعَ وَفَرَّقَ وَجَمَعَ وَاَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ
وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ. صَدَقَ اللّٰهُ
الْعَظِيْمُ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ الْوَهَّابُ الَّذِيْ

کسی نمونے کے بغیر پیدا کیا۔ دین قوانین بنا کر انھیں جاری کیا نُور کو روشن اور چمکدار بنایا۔ رزق میں تنگی اور فراخی رکھی۔ مخلوق کو نقصان اور نفع دیا، پانی جاری کیا، اور اس کے چشمے بنائے، آسمان کو محفوظ اور بلند چھت بنایا۔ زمین کو فرش بنا کر نیچے بچھایا، چاند کو چلایا اور نمودار کیا۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے اس کا مرتبہ کس قدر بلند و برتر ہے اس کی حکومت مضبوط اور عجیب ہے وہ جو کچھ کرے اسے کوئی رد نہیں کر سکتا جو کچھ وہ بنائے اسے کوئی بدل نہیں سکتا جسے وہ بلند کرے اسے کوئی ذلیل نہیں کر سکتا، جسے وہ ذلیل کرے اسے کوئی عزت نہیں دے سکتا اس کے جمع کیے ہوئے کو کوئی متفرق نہیں کر سکتا اس کا کوئی شریک نہیں اس کے ساتھ کوئی دوسرا خدا نہیں۔ وہ سچا ہے جس نے زمانوں کی تدبیر کی جس نے تقدیر کو مقدر کیا۔ اشیاء میں تبدیلی رکھی۔ وہ دلوں کے خیالات اور آگے پیچھے آنے والی تاریک راتوں کو جانتا ہے اس نے مشکل کو آسان کیا اور آسان کو مزید آسان بنایا۔ پُر شدہ دریاؤں کو مسخر کیا۔ قرآن پاک نور، تورات، انجیل اور زبور کو نازل کیا اس نے قرآن پاک طُور بکھری ہوئی جھلی میں لکھی ہوئی کتاب بیت المعمور اور قیامت کے دن اٹھنے کی قسم کھائی۔ اندھیروں روشنی، بچوں، حوروں، جنت اور محلات کو پیدا کرنے والا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ جسے چاہے سُناتا ہے اور تم قبر والوں (مردوں) کو نہیں سنا سکتے اللہ باعظمت سچا ہے جو عزت و مرتبے والا ہے، وہ طاقت والا ہے اور ہر چیز اس کی عظمت کے سامنے کمزور و حقیر اور عاجزی کرنے والی ہے۔ اس نے آسمان کو بلند کیا اور زمین کو بچھا کر کشادہ نہریں جاری کیں اور چشمے بنائے۔ سمندروں اور دریاؤں کو ملایا اور پُر کیا۔ ستاروں کو مسخر اور نمودار کیا بادلوں کو بھیجا پس ان کو بلند کیا نُور کو روشن کیا تو وہ چمک اُٹھا بارش نازل کی تو وہ نیچے اُتری، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا اور انھیں سنوایا پہاڑوں پر تجلی ڈالی تو وہ پارا پارا ہو گیا اس نے عطا کیا، دور کیا، نقصان اور نفع دیا عطا فرمایا اور روکا۔ قواعد بنائے طریقہ جاری، جدا کیا اور جمع کیا اور تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا

خَضَعَتْ لِعَظْمَتِهِ الرِّقَابُ وَذَلَّتْ لِجَبَرُوْتِهِ
الصِّعَابُ وَلَانَتْ لَهُ الشِّدَادُ وَاسْتَدَلَّتْ
بِصَنْعَتِهِ الْاَلْبَابُ وَيُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ السَّحَابُ وَ
الْبَرْقُ وَالتُّرَابُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُ رَبُّ
الْاَرْبَابِ وَمُسَبِّبُ الْاَسْبَابِ وَمُنْزِلُ الْكِتَابِ
وَخَالِقُ خَلْقِهٖ مِنَ التُّرَابِ غَافِرُ الذَّنْبِ
قَابِلُ التَّوْبِ شَدِيْدُ الْعِقَابِ لَا اِلٰهَ اِلَّا
هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابُ صَدَقَ
اللّٰهُ الَّذِیْ لَمْ يَزَلْ جَلِيْلًا دَلِيْلًا صَدَقَ مَنْ
حَسْبِیْ بِهٖ كَفِيْلًا صَدَقَ مَنِ اتَّخَذْتُهٗ
وَكِيْلًا صَدَقَ اللّٰهُ الْهَادِیْ اِلَيْهِ سَبِيْلًا صَدَقَ
اللّٰهُ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا صَدَقَ اللّٰهُ
وَصَدَقَ اَنْبَاءُهٗ صَدَقَ اللّٰهُ وَصَدَقَتْ اَنْبِيَاءُهٗ
وَصَدَقَ اللّٰهُ وَجَلَّتْ اٰلَاءُهٗ صَدَقَ اللّٰهُ وَصَدَقَتْ
اَرْضُهٗ وَسَمَاءُهٗ صَدَقَ الْوَاحِدُ الْقَدِيْمُ
الْمَاجِدُ الْكَرِيْمُ الشَّاهِدُ الْعَلِيْمُ الْغَفُوْرُ
الرَّحِيْمُ الشَّكُوْرُ الْحَلِيْمُ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوْا
مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الَّذِیْ
لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝ اَلْحَیُّ الْعَلِيْمُ
الْحَیُّ الْكَرِيْمُ ۝ اَلْحَیُّ الْبَاقِیْ الْحَیُّ الَّذِیْ
لَا يَمُوْتُ اَبَدًا ذُوالْجَلَالِ وَالْجَمَالِ وَالْاِكْرَامِ وَالْاَسْمَاءِ
الْعِظَامِ وَالْمِنَنِ الْعِظَامِ وَبَلَّغَتِ الرُّسُلُ
الْكِرَامُ بِالْحَقِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا
وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَنَحْنُ عَلٰى
مَا قَالَ رَبُّنَا وَسَيِّدُنَا وَمَوْلَانَا مِنَ
الشَّاهِدِيْنَ وَلِمَا اَلْزَمَ وَاَوْجَبَ غَيْرُ
جَاحِدِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ
وَصَلَوٰتُهٗ عَلٰى سَيِّدِنَا وَسَنَدِنَا
مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَعَلٰى اَبَوَيْهِ

پس کہیں تمہارا ٹھکانہ ہے اور کہیں تم نے امانت رہنا ہے
اللہ تعالیٰ سچا، وہ با عظمت، بہت توبہ قبول کرنے والا بخشنے والا،
عطا فرمانے والا ہے وہ جس کی عظمت کے سامنے گردنیں جھک
گئیں اس کی بزرگی کے سامنے سرکش لوگ ذلیل ورسوا ہوئے،
سخت سے سخت لوگ اس کے سامنے نرم ہوگئے۔ عقلمندوں نے
اس کی کاریگری کو دیکھ کر ہدایت حاصل۔ گرج بادل، بجلی، سراب
درخت اور چارپائے اس کی حمد و تسبیح بیان کرتے ہیں۔ وہ
تمام (مجازی) پالنے والوں کا (حقیقی) پالنے والا ہے۔ اسباب
کو کنٹرول کرنے والا، کتاب اُتارنے والا، مخلوق کو مٹی سے
پیدا کرنے والا۔ گناہ بخشنے والا، توبہ قبول کرنے والا سخت
عذاب دینے والا، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس پر بھروسا
ہے اور اسی کی طرف رجوع، وہ ذات سچی ہے جو ہمیشہ سے
بزرگ اور راہ نما ہے۔ وہ ذات سچی ہے جو میری کفالت کے
لیے کافی ہے۔ وہ سچا ہے جس کو میں نے اپنا کارساز بنایا وہ
اللہ سچا ہے جو اپنی طرف راستہ دکھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سچا ہے
اور اس سے بڑھ کر کس کی بات سچی ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ
سچا ہے اور اس کی خبریں سچی ہیں۔ اللہ سچا ہے اور اس کے
انبیاکرام سچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سچا ہے اور اس کی نعمتیں بہت
بڑی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سچا ہے اور اس کی زمین و آسمان سچے ہیں
اللہ تعالیٰ سچا ہے جو واحد ہے، قدیم، بزرگ، کریم حاضر جاننے
والا، بخشنے والا، رحم فرمانے والا، شکر کا بدلہ دینے والا
اور حلیم وبردبار ہے۔ آپ فرما دیجئے اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا
پس تم ملت ابراہیمی کی پیروی کرو۔ اللہ با عظمت ذات نے
سچ فرمایا اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بخشنے والا مہربان ہے
زندہ ہے جاننے والا، زندہ کریم ہے، زندہ باقی ہے، زندہ
ہے جسے کبھی بھی موت نہیں آئے گی۔ جلال وجمال اور بزرگی کا
مالک ہے۔ بڑے بڑے ناموں، اور عظیم احسانات والا ہے
انبیاء کرام علیہم السلام نے اس کا سچا پیغام پہنچایا ہمارے
سردار پر درود وسلام ہو، اور ان انبیاء پر بھی اور جو کچھ اللہ تعالیٰ

اَلْمُکَرَّمِیْنَ سَیِّدِنَا اٰدَمَ وَالْخَلِیْلِ اِبْرَاهِیْمَ
وَعَلٰی جَمِیْعِ اِخْوَانِهٖ مِنَ النَّبِیِّیْنَ
وَعَلٰی اَهْلِ بَیْتِهِ الطَّاهِرِیْنَ وَعَلٰی
اَصْحٰبِهِ الْمُنْتَخَبِیْنَ وَعَلٰی اَزْوَاجِهِ
الطَّاهِرَاتِ اُمَّهَاتِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَلَی
التَّابِعِیْنَ لَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ
وَعَلَیْنَا مَعَهُمْ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ
صَدَقَ اللّٰهُ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ وَالْعَظَمَةِ
وَالسُّلْطَانِ جَبَّارٌ لَا یُرَامُ عَزِیْزٌ لَا یُضَامُ
قَیُّوْمٌ لَا یَنَامُ لَهُ الْاَفْعَالُ الْکِرَامُ وَالْمَوَاهِبُ
الْعِظَامُ وَالْاَیَادِی الْجِسَامُ وَالْاِنْعَامُ
وَالْکَمَالُ وَالتَّمَامُ یُسَبِّحُ لَهُ الْمَلَائِکَةُ
الْکِرَامُ وَالْبَهَائِمُ وَالْهَوَامُ وَالرِّیَاحُ
وَالْغَمَامُ وَالضِّیَاءُ وَالظَّلَامُ وَهُوَ اللّٰهُ
الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ وَنَحْنُ عَلٰی مَا
قَالَ اللّٰهُ رَبُّنَا جَلَّ ثَنَاؤُهٗ وَتَقَدَّسَتْ
اَسْمَاؤُهٗ وَجَلَّتْ اٰلَاؤُهٗ وَشَهِدَتْ
اَرْضُهٗ وَسَمَاؤُهٗ وَنَطَقَتْ بِهٖ رُسُلُهٗ
وَاَنْبِیَاؤُهٗ شَاهِدُوْنَ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ
اِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِکَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَائِمًا
بِالْقِسْطِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ، اِنَّ
الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ وَنَحْنُ بِمَا شَهِدَ
اللّٰهُ رَبُّنَا وَالْمَلَائِکَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ مِنْ
خَلْقِهٖ مِنَ الشَّاهِدِیْنَ شَهَادَةً شَهِدَ بِهَا
الْعَزِیْزُ الْحَمِیْدُ وَدَانَ بِهَا الْمُؤْمِنُ
الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ وَاَخْلَصَ بِالشَّهَادَةِ
الَّذِی الْعَرْشِ الْمَجِیْدِ یَرْفَعُهَا بِالْعَمَلِ
الصَّالِحِ الرَّشِیْدِ یُعْطِیْ قَائِلَهَا الْخُلُوْدَ
فِیْ جَنَّاتٍ ذَاتِ سِدْرٍ مَخْضُوْدٍ وَطَلْحٍ

ہمارے رب سردار اور مولا نے فرمایا اس پر ہم گواہ ہیں جو کچھ اس نے واجب ولازم قرار دیا اس کے منکر نہیں ہیں تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے اور اس کی رحمت ہمارے سردار اور بزرگ حضرت محمد مصطفیٰ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کے بزرگ آباء حضرت آدم اور حضرت ابراہیم علیہما السلام پر اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر جو آپ کے بھائی ہیں آپ کی پاکیزہ آل، بزرگ و منتخب صحابہ کرام، ازواجِ مطہرات امہات المومنین اور قیامت تک نیکی میں ان کی اتباع کرنے والوں سب پر اور ان کے ساتھ ہم پر بھی رحمت نازل ہو اے ارحم الراحمین! اپنی رحمت کے ساتھ ہماری دعا کو قبول فرما ـــــ جلال، بزرگی، عظمت اور غلبے کے مالک اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا وہ جبار ہے جس کا قصد نہیں کیا جا سکتا غالب ہے اس پر زیادتی نہیں کی جا سکتی قیوم ہے اسے نیند نہیں آتی بزرگ برتر افعال اور بخششوں کا مالک ہے۔ فضل وکرم، انعام واکرام اور کمال وتمام والی ذات ہے عزت والے فرشتے، جانور، کیڑے مکوڑے ہوائیں، بادل، روشنی اور اندھیرے سب اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ وہ پاک بے عیب بادشاہ ہے اور ہم اس ذات کے ارشادات پر گواہ ہیں جس کی تعریف بلند و برتر، نام پاک اور نعمتیں بڑی ہیں زمین و آسمان اس کی گواہی دیتے ہیں اور انبیاء و رسل بھی اس کے گن گاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس بات پر گواہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ فرشتے اور اہل علم بھی انصاف کے ساتھ قائم ہو کر گواہی دیتے ہیں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی غالب و حکمت والا ہے بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین، دینِ اسلام ہے، ہم اس چیز پر گواہی دیتے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے اور مخلوق میں سے اہل علم گواہ ہیں ایسی گواہی دیتے ہیں جیسی کہ اس غالب تعریف والے نے دی اور اس کے ساتھ مومن اس بخشنے والے اور محبت کرنے والے کے قریب ہو گئے۔ یہ گواہی عرش مجید کے مالک کے لیے خاص ہے وہ اسے نیک عمل کے ساتھ رفعت عطا فرماتا ہے وہ شہادت دینے والے کو

مَنْضُوْدٍ وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ
يُرَافِقُ فِيْهَا النَّبِيِّيْنَ الشُّهُوْدَ وَالرُّكَّعَ
السُّجُوْدَ وَبَاذِلِيْنَ فِيْ طَاعَتِهٖ غَايَةَ
الْمَجْهُوْدِ ۝ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا بِهٰذَا التَّصْدِيْقِ
صَادِقِيْنَ وَبِهٰذَا الصِّدْقِ شَاهِدِيْنَ
وَبِهٰذَا الشَّهَادَةِ مُؤْمِنِيْنَ وَبِهٰذَا الْاِيْمَانِ
مُوَحِّدِيْنَ وَبِهٰذَا التَّوْحِيْدِ مُخْلِصِيْنَ
وَبِهٰذَا الْاِخْلَاصِ مُوْقِنِيْنَ وَبِهٰذَا الْاِيْقَانِ
عَارِفِيْنَ وَبِهٰذَا الْمَعْرِفَةِ مُعْتَرِفِيْنَ
وَبِهٰذَا الْاِعْتِرَافِ مُنِيْبِيْنَ وَبِهٰذَا الْاِنَابَةِ
فَائِزِيْنَ وَفِيْمَا لَدُنْكَ رَاغِبِيْنَ وَلِمَا عِنْدَكَ
طَالِبِيْنَ وَبَاهِ بِنَا الْمَلَائِكَةَ الْكِرَامَ
الْكَاتِبِيْنَ وَاحْشُرْنَا مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ
وَالشُّهَدَآءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَلَا تَجْعَلْنَا مِمَّنْ
اِسْتَهْوَتْهُ الشَّيَاطِيْنُ فَشَغَلَتْهُ بِالدُّنْيَا
عَنِ الدِّيْنِ فَاَصْبَحَ مِنَ النَّادِمِيْنَ وَفِي
الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ وَاَوْجِبْ لَنَا الْخُلُوْدَ
فِيْ جَنَّاتِ النَّعِيْمِ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ
اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَاَنْتَ لِلْحَمْدِ اَهْلٌ وَ
اَنْتَ الْحَقِيْقُ بِالْمِنَّةِ ثُمَّ الْفَضْلِ لَكَ
الْحَمْدُ عَلٰى تَتَابُعِ اِحْسَانِكَ وَلَكَ الْحَمْدُ
عَلٰى تَوَاتُرِ اِنْعَامِكَ وَلَكَ الْحَمْدُ عَلٰى
تَرَادُفِ اِمْتِنَانِكَ ۝ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَطَفْتَ
عَلَيْنَا قُلُوْبَ الْاٰبَاءِ وَالْاُمَّهَاتِ صِغَارًا
وَضَاعَفْتَ عَلَيْنَا نِعَمَكَ كِبَارًا وَوَالَيْتَ
اِلَيْنَا بِرَّكَ مِدْرَارًا وَجَهِلْنَا وَمَا عَاجَلْتَنَا
مِرَارًا فَلَكَ الْحَمْدُ اِذَا اَلْهَمْتَنَا مِنَ
الْخَطَاءِ اِسْتِغْفَارًا وَلَكَ الْحَمْدُ
فَارْزُقْنَا جَنَّةً وَحَجِّبْ عَنَّا لِعَفْوِكَ

ایسی جنت میں ہمیشہ کی زندگی عطا فرماتا ہے جس کی بیریاں کانٹوں
کے بغیر ہیں کیلے گچھوں والے سایہ دائمی ہے اور پانی جاری
ہے ۔ وہ اس میں انبیاء کرام جو مخلوق پر گواہ ہیں، رکوع، سجدہ کرنے
والے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں غایت درجہ کوشش کرنے
والوں کی رفاقت حاصل کرتا ہے، یا اللہ! ہمیں اس تصدیق کے
سبب سچے لوگوں میں سے کر دے، اس سچائی کے باعث
گواہوں میں سے، اس گواہی کے ذریعے مومنوں میں سے
اس ایمان کے ساتھ اہل توحید میں سے، اس توحید کے سبب
مخلصین میں سے، اس اخلاص کے سبب یقین کرنے والوں میں
سے، اس یقین کے باعث عارفین میں سے، اس معرفت کے
ذریعے اعتراف کرنے والوں میں سے اس اعتراف کے باعث
رجوع کرنے والوں میں سے، اس رجوع کے ذریعے کامیاب
ہونے والوں تیری نعمتوں میں رغبت رکھنے اور انہیں طلب
کرنے والوں میں سے بنا دے ۔

ہمیں انبیاء کرام، صدیقین، شہداء اور صلحاء کے
ساتھ اٹھانا۔ ان لوگوں میں سے نہ کرنا جن پر شیاطین غالب
آگئے اور وہ دین کو چھوڑ کر دنیا میں مشغول ہو گئے اور پشیمانی
ان کا مقدر بن گئی اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں
سے ہوں گے ۔ نعمتوں والے جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہمارے
لیے واجب کر دے اے ارحم الراحمین! اپنی رحمت کیساتھ
ہماری دعا قبول فرما۔ یا اللہ! تیرے لیے تعریف ہے اور تو
تعریف کا مستحق ہے۔ نعمتیں اور فضل عطا کرنے کے لائق بھی
تو ہے تیرے مسلسل احسانات پے در پے انعامات اور متواتر
احسانات پر ہم تیری تعریف کرتے ہیں اور شکر بجالاتے ہیں ۔
یا اللہ! ہم پر ہمارے والدین کے دلوں کو مہربان بنا دے اس
حال میں کہ ہم چھوٹے ہیں اپنی بڑی بڑی نعمتیں ہم پر دوچند کر
دے موسلادھار بارش کی طرح اپنی بھلائی سے ہمیں نواز
دے۔ ہم نے بارہا جہالت کا ثبوت دیا اور تو نے ہمیں سزا دینے
میں جلدی نہ کی ۔ یا اللہ! تیرے ہی لیے تعریف ہے ہم پوشیدہ

نَارًا اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَحْمَدُكَ سِرًّا وَجِهَارًا وَ
نَشْكُرُكَ مَحَبَّةً وَاخْتِيَارًا فَلَا تُهْلِكْنَا
يَوْمَ الْبَعْثِ فَتَجْعَلْنَا بَيْنَ الْمَاثِرِ عَارًا
وَلَا تَفْضَحْنَا بِسُوْءِ اَفْعَالِنَا يَوْمَ لِقَاءِكَ
فَتُكْسِنَا ذِلَّةً وَانْكِسَارًا بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ
الرَّاحِمِيْنَ ٥ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا
هَدَيْتَنَا لِلْاِسْلَامِ وَعَلَّمْتَنَا الْحِكْمَةَ
وَالْقُرْاٰنَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ عَلَّمْتَنَا قَبْلَ رَغْبَتِنَا
فِيْ تَعْلِيْمِهٖ وَمَنَنْتَ بِهٖ عَلَيْنَا بِمَعْرِفَتِهٖ
وَخَصَّصْتَنَا بِهٖ قَبْلَ مَعْرِفَتِنَا بِفَضْلِهٖ
اَللّٰهُمَّ فَاِذَا كَانَ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِكَ لُطْفًا
بِنَا وَاِمْتِنَانًا عَلَيْنَا مِنْ غَيْرِ حِيْلَتِنَا وَلَا
قُوَّتِنَا فَهَبْ لَنَا اَللّٰهُمَّ رِعَايَةَ حَقِّهٖ وَ
حِفْظَ اٰيَاتِهٖ وَعَمَلًا بِمُحْكَمِهٖ وَاِيْمَانًا
بِمُتَشَابِهٖ وَهُدًى فِيْ تَدَبُّرِهٖ وَتَفَكُّرًا
فِيْ اَمْثَالِهٖ وَمُعْجِزَاتِهٖ وَتَبْصِرَةً فِيْ
نُوْرِهٖ وَحُكْمِهٖ لَا تُعَارِضُنَا الشُّكُوْكُ
فِيْ تَصْدِيْقِهٖ وَلَا يَخْتَلِجُنَا الزَّيْغُ فِيْ
تَصَدِّ طَرِيْقِهٖ ٥ اَللّٰهُمَّ انْفَعْنَا بِالْقُرْاٰنِ
الْعَظِيْمِ وَبَارِكْ لَنَا فِي الْاٰيَاتِ وَ
الذِّكْرِ الْحَكِيْمِ وَتَقَبَّلْ مِنَّا اَنْتَ السَّمِيْعُ
الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ
الرَّحِيْمُ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ.
اَللّٰهُمَّ اجْعَلِ الْقُرْاٰنَ رَبِيْعَ قُلُوْبِنَا
وَشِفَاءَ صُدُوْرِنَا وَجِلَاءَ اَحْزَانِنَا
وَذَهَابَ هُمُوْمِنَا وَغُمُوْمِنَا
وَسَائِقَنَا وَقَائِدَنَا وَدَلِيْلَنَا
اِلَيْكَ وَاِلٰى جَنَّتِكَ جَنَّاتِ النَّعِيْمِ
بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

اور ظاہر تیری تعریف کرتے ہیں۔ محبت و اختیار سے تیرا شکر ادا کرتے ہیں تیرے ہی لیے تعریف ہے۔ جب تو نے بخشش فرما کر ہمیں ہمارے گناہوں سے آگاہ فرمایا تیرے ہی لیے تعریف ہے ہمیں جنت عطا فرما عفو و درگزر فرماتے ہوئے ہمیں جہنم سے دُور رکھ۔ قیامت کے دن ہماری پردہ دری نہ ہو اور ہمیں لوگوں کے درمیان شرمسار نہ کرنا۔ اپنی ملاقات کے دن ہمارے بُرے افعال پر ہمیں ذلیل و رسوا نہ کرنا کہ ہمیں ذلت و رسوائی کا لباس پہنا دے۔ اے ارحم الراحمین! اپنی رحمت سے ہمیں نواز دے۔ یا اللہ! تیرے لیے تعریف ہے جیسا کہ تُو نے ہمیں اسلام کی راہ دکھائی اور حکمت و قرآن کی تعلیم دی۔ یا اللہ! تُو نے ہمیں اس وقت تعلیم دی جب ہمیں اس کی رغبت نہ تھی۔ اس سے پہلے ہم پر احسان فرمایا کہ ہمیں اس کی معرفت کا علم نہ تھا۔ ہم اس کے فضل سے لاعلم تھے کہ تو نے ہمیں اس کے ساتھ خاص فرمایا۔ یا اللہ! جب یہ تیرے فضل کی وجہ سے ہے کہ تُو نے ہم پر لطف و کرم فرمایا ہمارے کسی حیلہ اور ہماری کسی قوت کے بغیر ہم پر احسان فرمایا تو ہمیں اس قرآن کے حق کی رعایت، آیات کے حفظ، اس کے محکمات پر عمل، متشابہات پر ایمان اس کے امثال و واقعات میں غور و فکر، اس کے نور کی توفیق عطا فرما اور ایسی حکمت عطا فرما کہ اس کی تصدیق میں شکوک و شبہات واقع نہ ہوں۔ اس کے راستے پر چلنے میں کجی نہ آئے، یا اللہ! ہمیں قرآن عظیم سے نفع عطا فرما۔ آیت و ذکر حکیم میں ہمیں برکت عطا فرما اور ہم سے قبول فرما بیشک تو ہی سننے جاننے والا ہے۔ ہماری توبہ قبول فرما بے شک تو ہی بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے اے ارحم الراحمین! اپنی رحمت سے ہماری دعا قبول فرما۔ یا اللہ! اس قرآن کو ہمارے دلوں کی بہار، سینوں کی شفا، ہمارے غموں کا مداوا اور اپنی طرف اور نعمتوں والی جنت کی طرف ہمارا راہنما بنا اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے اپنی رحمت کے ساتھ ہماری دعا قبول فرما۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلِ الْقُرْاٰنَ لِقُلُوْبِنَا ضِيَاءً وَّ
لِاَبْصَارِنَا جِلَاءً وَّ لِاَسْقَامِنَا دَوَاءً وَّ
لِذُنُوْبِنَا مُمَحِّصًا وَّمِنَ النَّارِ مُخَلِّصًا
اَللّٰهُمَّ اكْسُنَا بِهِ الْحُلَلَ وَاَسْكِنَا بِهٖ وَاَسْبِغْ
عَلَيْنَا النِّعَمَ وَادْفَعْ بِهٖ عَنَّا النِّقَمَ
وَاجْعَلْنَا بِهٖ عِنْدَ الْجَزَاءِ مِنَ الْفَائِزِيْنَ
وَعِنْدَ النَّعْمَاءِ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ وَعِنْدَ
الْبَلَاءِ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ وَلَا تَجْعَلْنَا
مِمَّنِ اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فَشَغَلَتْهُ
بِالدُّنْيَا عَنِ الدِّيْنِ فَاَصْبَحَ مِنَ
الْخٰسِرِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ
اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلِ الْقُرْاٰنَ بِنَا مَاحِلًا وَلَا
الصِّرَاطَ بِنَا زَائِلًا وَلَا نَبِيَّنَا وَسَيِّدَنَا وَ
سَنَدَنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فِي الْقِيَامَةِ عَنَّا مُعْرِضًا وَلَا مُوَلِّيًا
اِجْعَلْهُ يَا رَبَّنَا يَا خَالِقَنَا يَا رَازِقَنَا
لَنَا شَافِعًا مُشَفَّعًا وَاَوْرِدْنَا حَوْضَهٗ
كَوْثَرَ وَاسْقِنَا مَشْرَبًا رَوِيًّا سَائِغًا هَنِيْئًا
لَا نَظْمَاءُ بَعْدَهٗ اَبَدًا غَيْرَ خَزَايَا
وَلَا نَاكِثِيْنَ وَلَا جَاحِدِيْنَ وَلَا مَغْضُوْبٍ
عَلَيْنَا وَلَا الضَّآلِّيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ
الرّٰحِمِيْنَ ○ اَللّٰهُمَّ انْفَعْنَا بِالْقُرْاٰنِ الَّذِيْ
رَفَعْتَ مَكَانَهٗ وَثَبَّتَّ اَرْكَانَهٗ وَاَيَّدْتَ
سُلْطَانَهٗ وَبَيَّنْتَ بَرَكَاتِهٖ وَجَعَلْتَ اللُّغَةَ
الْعَرَبِيَّةَ الْفَصِيْحَةَ لِسَانَهٗ وَقُلْتَ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ
فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ وَهُوَ
اَحْسَنُ كُتُبِكَ نِظَامًا وَاَوْضَحُهَا كَلَامًا وَ
اَبْيَنُهَا حَلَالًا وَحَرَامًا، مُحْكَمُ الْبَيَانِ
ظَاهِرُ الْبُرْهَانِ مَحْرُوْسٌ مِنَ الزِّيَادِ

یا اللہ! اس قرآن کو ہمارے دلوں کی روشنی آنکھوں
کی بصارت، بیماریوں کی دوا، گناہوں کا ازالہ اور جہنم سے نجات
کا باعث بنا۔ یا اللہ! ہمیں اس کے ذریعے بہترین لباس عطا
فرما اور سایہ دار سکونت عطا فرما۔ ہم پر نعمتیں تمام فرما۔ ہمارے
دلوں سے کینہ دُور کر دے، جزاء کے وقت ہمیں کامیاب بنا
نعمتوں کے وقت شکر گزار اور آزمائش کے وقت صبر کرنے والا
بنا۔ ہمیں ان لوگوں میں سے نہ کرنا جن پر شیطان نے غالب
آ کر انہیں دین کی بجائے دنیا میں مشغول کر دیا اور وہ خسارہ
پانے والے ہو گئے۔ اے ارحم الراحمین! ہمیں اپنی رحمت سے
نواز دے۔ یا اللہ! ہمارے لیے قرآن کو برائی کا ذریعہ، پل صراط
کو گرانے والا ہمارے نبی اور سردار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ
علیہ وسلم کو قیامت کے دن سے ہم سے اعراض کرنے والے
نہ بنا۔ اے ہمارے رب، ہمارے خالق، ہمارے رازق!،
ہمارے لیے حضور علیہ السلام کو شفاعت کرنے والا اور شفاعت
قبول کیا ہوا بنا دے۔ یا اللہ! ہمیں آپ کے حوض پر لے جانا اور آپ
کے مبارک پیالہ سے ایسا مشروب پلانا جو نہایت خوشگوار ہو، گلے
سے بآسانی اُترنے والا ہو اور اس کے بعد ہم کبھی پیاسے نہ
ہوں۔ یا اللہ! ہم نہ رُسوا ہوں نہ ذلیل ہوں نہ منکر ہوں اور نہ ہم پر غضب
کیا جائے اور نہ ہم بھٹکے ہوئے ہوں۔ اے ارحم الراحمین! اپنی
رحمت سے ہماری دعا قبول فرما۔ یا اللہ! ہمیں اس قرآن کے
ذریعے نفع عطا فرما جس کا مقام تو نے بلند کیا اس کے ارکان کو
ثابت رکھا۔ اس کی دلیل کو مضبوط کیا، برکتوں کو واضح کیا اور فصیح
لغت عربی کو اس کی زبان بنایا اور تُو نے ارشاد فرمایا جب ہم
اسے پڑھیں تو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس کے پڑھے
ہوئے کی پیروی کریں۔ پھر اس کا بیان ہمارے ذمہ ہے۔ یہ
کتاب نظام کے اعتبار سے بہترین ہے۔ اس کا کلام واضح اس
کے حرام و حلال، احکام روشن بیان محکم اور برہان واضح ہے اور
یہ کمی زیادتی سے محفوظ ہے۔ اس میں وعدہ بھی ہے اور وعید بھی۔
ڈرایا بھی گیا ہے اور دھمکی بھی دی گئی ہے اس میں آگے پیچھے

وَالنُّقْصَانِ فِيهِ وَعْدٌ وَوَعِيدٌ وَتَخْوِيفٌ وَتَهْدِيدٌ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ه اَللّٰهُمَّ فَأَوْجِبْ لَنَا بِهِ الشَّرَفَ وَالْمَزِيدَ وَأَلْحِقْنَا بِكُلِّ سَعِيدٍ وَاسْتَعْمِلْنَا فِي الْعَمَلِ الصَّالِحِ الرَّشِيدِ إِنَّكَ أَنْتَ الْقَرِيبُ الْمُجِيبُ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ ه اَللّٰهُمَّ فَكَمَا جَعَلْتَنَا بِهِ مُتَصَدِّقِينَ وَفِيهِ مُحَقِّقِينَ فَاجْعَلْنَا بِتِلَاوَتِهِ مُنْتَفِعِينَ وَذِي لَذَّةِ خِطَابِهِ مُسْتَمِعِينَ وَبِمَا فِيهِ مُعْتَبِرِينَ وَلِأَحْكَامِهِ جَامِعِينَ وَلِأَوَامِرِهِ وَنَوَاهِيهِ خَاضِعِينَ وَعِنْدَ خَتْمِهِ مِنَ الْفَائِزِينَ وَثَوَابِهِ حَائِزِينَ وَلَكَ فِي جَمِيعِ شُهُورِنَا ذَاكِرِينَ وَإِلَيْكَ فِي جَمِيعِ أُمُورِنَا رَاجِعِينَ وَاغْفِرْ لَنَا فِي لَيْلَتِنَا هٰذِهِ أَجْمَعِينَ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ ه اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ الَّذِينَ حَفِظُوا لِلْقُرْاٰنِ حُرْمَتَهُ كَمَا حَفِظُوهُ وَعَظَّمُوا مَنْزِلَتَهُ لَمَّا سَمِعُوهُ وَتَأَدَّبُوا بِآدَابِهِ لَمَّا حَضَرُوهُ وَالْتَزَمُوا حُكْمَهُ لَمَّا فَارَقُوهُ وَأَحْسَنُوا جِوَارَهُ لَمَّا جَاوَرُوهُ وَأَرَادُوا بِتِلَاوَتِهِ وَجْهَكَ الْكَرِيمَ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَوَصَلُوا بِهِ إِلَى الْمَقَامَاتِ الْفَاخِرَةِ وَاجْعَلْنَا بِهِ مِمَّنْ فِي دَرَجِ الْجَنَّاتِ يَرْتَقِي وَنَبِيُّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ رَاضٍ عَنْهُ يَلْتَقِي فَالْمُتَشَفِّعُ بِالْقُرْاٰنِ غَيْرُ شَقِيٍّ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا خَتْمَةً مُبَارَكَةً عَلٰى

کہیں سے باطل نہیں آسکتا۔ حکمت والے تعریف کیے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتاری گئی ہے۔ یا اللہ! اس کے ذریعے ہمیں شرف اور ثواب کی فراوانی عطا فرما۔ ہمیں ہر نیک اور سعادت مند کے ساتھ ملا دے، ہمیں نیک اور صالح کاموں کی توفیق عطا فرما، تو ہی قریب اور دعا قبول کرنے والا ہے۔ اے ارحم الراحمین! اپنی رحمت سے ہماری دعا قبول فرما۔ یا اللہ! جس طرح تو نے ہمیں اس کی تصدیق کرنے والے اور اس کے مضامین کی تحقیق کرنے والے بنایا ہے ہمیں اس کی تلاوت سے نفع عطا فرما اس کا لذیذ خطاب سننے اس کے مضامین سے سبق سیکھنے اس کے احکام کو جمع کرنے والے، اوامر و نواہی کے سامنے جھکنے والے اور ختم قرآن کے وقت کامیاب ہونے والے اور اس کا ثواب حاصل کرنے والے بنا دے۔ ہم ہر مہینے تجھے یاد کریں اور ہر کام میں تیری طرف رجوع کریں۔ اس رات ہم سب کی بخشش فرما دے۔ یا ارحم الراحمین! اپنی رحمت سے ہماری دعا قبول فرما۔ یا اللہ! ہمیں ان لوگوں میں کر دے جنھوں نے اسے حفظ کر کے اس کی حفاظت کی۔ اسے سن کر اس کے مقام کی تعظیم کی۔ اس کے پاس حاضر ہو کر اس کے آداب کو اپنایا۔ اس سے الگ ہونے کے بعد اس کے حکم کو لازم پکڑا۔ اس کے پڑوس کو اچھا سمجھا جب وہ اس کے پڑوسی بنے تلاوت کرتے ہوئے تیری رضا اور آخرت کا حصول پیش نظر رکھا، پس اس کے ذریعے اعلیٰ مقامات پر پہنچے۔ یا اللہ! اس کے ذریعے ہمیں ان لوگوں میں سے بنا دے جو روز قیامت جنت کے درجات میں چڑھیں گے اور ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو کر ملاقات کریں گے۔ قرآن پاک کی شفاعت چاہنے والا بدبخت نہیں ہو سکتا۔ اے ارحم الراحمین! اپنی رحمت سے ہماری توبہ قبول فرما۔ یا اللہ! اس ختم کو ان لوگوں کے لیے مبارک بنا دے جنھوں نے اسے پڑھا، حاضر ہوئے، سنا اور دعا پر آمین کہی۔ یا اللہ! مکانات والوں پر ان کے مکانات میں اور محلات والوں پر ان کے محلات میں، سرحدوں والوں اور حرمین شریفین کے مؤمنوں

مَنْ قَرَءَهَا وَحَضَرَهَا وَسَمِعَهَا وَاَمَّنَ
عَلٰى دُعَآئِهَا وَاَنْزِلِ اللّٰهُمَّ مِنْ
بَرَكَاتِهَا عَلٰى اَهْلِ الدُّوْرِ فِيْ دُوْرِهِمْ
وَعَلٰى اَهْلِ الْقُصُوْرِ فِيْ قُصُوْرِهِمْ
وَعَلٰى اَهْلِ الثُّغُوْرِ فِيْ ثُغُوْرِهِمْ وَعَلٰى
اَهْلِ الْحَرَمَيْنِ فِيْ حَرَمَيْهِمْ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ
اَللّٰهُمَّ وَاَهْلُ الْقُبُوْرِ مِنْ اَهْلِ مِلَّتِنَا
اَنْزِلْ عَلَيْهِمْ فِيْ قُبُوْرِهِمُ الضِّيَآءَ
وَالْفُسْحَةَ وَجَازِهِمْ بِالْاِحْسَانِ اِحْسَانًا
بِالسَّيِّئَاتِ غُفْرَانًا وَارْحَمْنَا اِذَا صِرْنَا
اِلٰى مَا صَارُوْا اِلَيْهِ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ
الرّٰحِمِيْنَ ۝ اَللّٰهُمَّ يَا سَابِقَ الْفَوْتِ
وَيَا سَامِعَ الصَّوْتِ وَيَا كَاسِيَ الْعِظَامِ
بَعْدَ الْمَوْتِ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ
مُحَمَّدٍ وَّلَا تَدَعْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ
الشَّرِيْفَةِ الْمُبَارَكَةِ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ
وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا كَرْبًا
اِلَّا نَفَّسْتَهٗ وَلَا غَمًّا اِلَّا كَشَفْتَهٗ
وَلَا سُوْءً اِلَّا صَرَّفْتَهٗ وَلَا مَرِيْضًا اِلَّا
شَفَيْتَهٗ، وَلَا مُبْتَلِيً اِلَّا عَافَيْتَهٗ وَلَا
ذَا اِسَاءَةٍ اِلَّا اَقَلْتَهٗ، وَلَا حَقًّا اِلَّا
اسْتَخْرَجْتَهٗ، وَلَا غَآئِبًا اِلَّا رَدَدْتَّهٗ، وَلَا
عَاصِيًا اِلَّا هَدَيْتَهٗ، وَلَا حَاجَةً مِّنْ حَوَآئِجِ
الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَكَ فِيْهَا رِضَآءٌ وَّلَنَا فِيْهَا
صَلَاحٌ اِلَّا اَعَنْتَنَا عَلٰى قَضَآئِهَا بِيُسْرٍ
مِّنْكَ وَعَافِيَةٍ مَّعَ الْمَغْفِرَةِ بِرَحْمَتِكَ
يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ ۝ اَللّٰهُمَّ عَافِنَا
وَاعْفُ عَنَّا بِعَفْوِكَ الْعَظِيْمِ وَسِتْرِكَ
الْجَمِيْلِ وَاِحْسَانِكَ الْقَدِيْمِ يَا دَآئِمَ

پر اس کی برکتیں نازل فرما۔ یا اللہ! ہمارے فوت شدہ مسلمانوں کو قبروں میں روشنی اور فراخی عطا فرما، انھیں نیکی کا اچھا بدلہ عطا فرما۔ ان کے گناہوں کو بخش دے اور جب ہم قبروں میں جائیں تو ہم پر رحم فرمانا۔ اے ارحم الراحمین! اپنی رحمت سے ہماری توبہ قبول فرما۔ یا اللہ! اے فوت شدہ کو آگے بڑھانے والے! اے آواز سننے والے! موت کے بعد ہڈیوں کو لباس پہنانے والے! حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کی آل پر رحمت نازل فرما اس مبارک رات میں ہمارے تمام گناہوں کو بخش دے۔ تمام غموں کو دور کر دے۔ تمام سختیوں کو زائل کر دے، ہر برائی کو ختم کر دے، ہر بیمار کو شفاء عطا فرما۔ مشکل میں مبتلا ہر انسان کو عافیت دے۔ برائی والے کو برائی سے ہٹا دے۔ صاحبِ حق کو حق دِلا دے۔ گم شدہ کو گھر لوٹا دے۔ گناہ گاروں کو ہدایت دے۔ ہر بچے کی اصلاح کر دے ہر میت پر رحم فرما دنیوی اور اُخری ہر وہ حاجت جس میں تیری رضا اور میری بہتری ہے آسانی اور عافیت کے ساتھ اُسے پُورا کرنے میں میری مدد فرما۔ اس کے ساتھ ساتھ میری بخشش عطا فرما۔ اے ارحم الراحمین! اپنی رحمت سے یہ دعا قبول فرما۔

یا اللہ! ہمیں عافیت عطا فرما اور اپنے عظیم عفو و درگزر کے ساتھ ہمیں معاف کر دے، اچھے پردے کے ساتھ ڈھانپ دے۔ اپنے احسان قدیم سے نواز دے اے ہمیشہ اچھا سلوک کرنے والے اور بے شمار بھلائی عطا فرمانے والے! ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دیگر بھائیوں، انبیاء کرام، آپ کی آل اور تمام فرشتوں پر رحمت نازل فرما اور انھیں سلامتی عطا فرما۔

یا اللہ! ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا فرما اور ہمارے کاموں میں راہنمائی مہیا فرما۔ ہمیں اچھے کاموں کی توفیق عطا فرما جن کی وجہ سے تو ہم پر راضی ہو، اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے! اپنی رحمت سے ہماری دعا قبول فرما۔ یا اللہ! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت

الْخَيْرِ يَا كَثِيرَ الْمَعْرُوفِ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَسَنَدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا۔ رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا وَّوَفِّقْنَا لِعَمَلٍ صَالِحٍ يُّرْضِيْكَ عَنَّا بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ ۝ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا هَدَيْتَنَا بِهٖ مِنَ الضَّلَالَةِ ۝ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا اسْتَنْقَذْتَنَا بِهٖ مِنْ جَهَالَةٍ ۝ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا بَلَّغَ الرِّسَالَةَ ۝ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ شَمْسِ الْبِلَادِ وَقَمَرِ الْمِهَادِ وَزَيْنِ الْوُرَّادِ وَشَفِيْعِ الْمُذْنِبِيْنَ يَوْمَ التَّنَادِ ۝ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى ذُرِّيَّتِهٖ وَجَمِيْعِ صَحَابَتِهِ الَّذِيْنَ قَامُوْا بِنُصْرَتِهٖ وَجَرَوْا عَلٰى سُنَّتِهٖ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ ۝ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِنِ الَّذِيْ بِالْحَقِّ بَعَثْتَهٗ وَبِالصِّدْقِ نَعَتَّهٗ وَبِالْحِلْمِ وَسَمْتَهٗ وَبِاَحْمَدَ سَمَّيْتَهٗ وَفِي الْقِيَامَةِ فِيْ اُمَّتِهٖ شَفَّعْتَهٗ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ مَّا زَهَرَتِ النُّجُوْمُ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ مَّا تَلَاحَمَتِ الْغُيُوْمُ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ مَّا ذَكَرَهُ الْاَبْرَارُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ مَّا اخْتَلَفَ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلَى الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ ۝

نازل فرما جس طرح تو نے ہمیں آپ کے ذریعے گمراہی سے ہدایت بخشی، یا اللہ! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت نازل فرما جس طرح تو نے ہمیں جہالت سے بیداری عطا فرمائی۔ یا اللہ! حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت نازل فرما جیسے آپ نے رسالت کی تبلیغ فرمائی۔ یا اللہ! حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت نازل فرما۔ آپ شہروں کے آفتاب گہواروں کے چاند، بہاروں کی زینت اور قیامت کے دن گناہ گاروں کے شفیع ہوں گے۔ یا اللہ! حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی اولاد اور تمام صحابہ کرام پر رحمت نازل فرما جو آپ کی امداد کے لیے کمربستہ ہوئے اور آپ کی سنت کو جاری کیا۔ یا ارحم الراحمین! اپنی رحمت سے ہماری دعا قبول فرما۔ یا اللہ! حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی رحمت نازل فرما جنھیں تو نے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا صداقت کے ساتھ تعریف فرمائی۔ حلم و بردباری کو ان کی علامت قرار دیا ان کا نام احمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھا، ان کو قیامت کے دن امت کا شفیع بنایا۔ یا اللہ! حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت نازل فرما جب تک ستارے چمکتے رہیں۔ آپ پر رحمت نازل فرما جب تک بادل باہم ملتے رہیں۔ آپ پر رحمت فرما اے زندہ قائم رکھنے والے۔ یا اللہ! حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت بھیج جب تک نیک لوگ آپ کا ذکر کرتے رہیں۔ اس وقت تک آپ پر رحمت بھیج جب تک رات اور دن آگے پیچھے آتے رہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین و انصار پر رحمت نازل فرما۔ اے ارحم الراحمین! ہمیں اپنی طرف سے نواز دے۔

ماہِ رمضان کیلئے الوداعی کلمات

جان لو! اللہ تم پر رحم فرمائے یہ تمہارے اس مہینے کی الوداعی رات ہے جسے اللہ تعالیٰ نے شرافت و عظمت عطا فرمائی۔ اس کی قدر و منزلت بلند کی اور روزے، تراویح اور تلاوتِ قرآن کے ذریعے اسے عزت بخشی۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر رحمت اور خوشنودی کا نزول ہوتا ہے اس مہینے کو اللہ تعالیٰ نے پورے سال کا چراغ اور ہار کا درمیانی موتی بنایا۔ اسلام کے چمکتے ہوئے قواعد کو روزے اور قیام لیل کے انوار سے مشرف فرمایا۔ اس مہینے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن پاک) نازل فرمائی اور توبہ کرنے والوں کے لیے اپنے دروازے کھول دیے۔ اس مہینے میں ہر دعا سنی جاتی ہے۔ ہر بھلائی جمع ہوتی ہے ہر برائی دُور ہوتی ہے اور ہر عمل اُٹھایا جاتا ہے کامیاب اور مبارک باد کا مستحق وہی شخص ہے جو اس کے اوقات کو غنیمت جانتا ہے اور وہی شخص نقصان اٹھانے والا اور خسارے میں ہے جس نے اس کو چھوڑ دیا اور ضائع کر دیا۔ اس مہینے کو اللہ تعالیٰ نے گناہوں کی تطہیر، خطاؤں کا کفارہ اسے اچھی طرح گزارنے والے کے لیے آخرت کا ذخیرہ اور نور بنایا۔ جو آدمی اسے اس کی شرط کے ساتھ پورا کرے اور اس کا حق ادا کرے اس کے لیے فرحت و سرور کا باعث ہے۔ یہ وہ مہینہ ہے جس میں فاسق اور مفسدین لوگ بھی پرہیز گار ہو جاتے ہیں اور نیکو کار عبادت میں کوشش کرنے والوں کی اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت زیادہ ہو جاتی ہے۔ یہ مہینہ دلوں کی آبادی، گناہوں کے کفارے اور مساجد میں بھیڑ کا مہینہ ہے۔ اس مہینے میں فرشتے آزادی اور رہائی کے پروانے لے کر آتے ہیں۔ اس مہینے مساجد آباد ہوتی ہیں، چراغ روشن ہوتے ہیں، آیات کا ذکر ہوتا ہے، دلوں کی اصلاح ہوتی ہے اور گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ اس مہینے میں مساجد انوار الٰہی سے چمک اٹھتی ہیں۔ فرشتے روزہ داروں کے لیے بکثرت بخشش مانگتے ہیں۔ اس مہینے کی ہر رات افطاری کے وقت اللہ تعالیٰ چھ لاکھ انسانوں کو جہنم کی آگ سے آزاد کرتا ہے۔ اس میں برکتیں نازل ہوتی ہیں۔ صدقات زیادہ دیے جاتے ہیں گناہ مٹا دیے جاتے ہیں لغزشیں معاف ہو جاتی ہیں تکالیف دور کی جاتی ہیں درجات بلند ہوتے ہیں۔ آنسوؤں پر رحم کیا جاتا ہے جنت کی خوبصورت حوریں آواز دیتی ہیں اے روزہ رکھنے والے مردو اور عورتو! اور اے رات کو قیام کرنے والے مردو اور عورتو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے جو کچھ تیار کیا ہے تمہیں مبارک ہو۔ برکتوں نے تمہیں ڈھانپ لیا اور زمین و آسمان والے تم پر خوش ہو رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے اس مہینے میں اپنے آپ کو قبر میں جانے سے پہلے تیار کر لیا۔ ماضی اور مستقبل سے بے نیاز ہو کر آج کی فکر میں مشغول ہو گیا اور باقی ماندہ سامان زادِ راہ بنایا پس توشہ ختم ہوتے ہی اس کی عمر ختم ہو جائے گی۔ اس مہینے کے فراق میں غمگین ہوا اور اسے سلام پیش کرتے ہوئے رخصت کیا۔

اے ماہِ رمضان! تم پر سلام، اے روزے، قیام اور تلاوتِ قرآن کے مہینے! تم پر سلام، اے معافی اور بخشش کے مہینے! تم پر سلام۔ اے برکت و احسان کے مہینے تم پر سلام! اے تحفوں اور خوشنودی کے مہینے تم پر سلام۔ اے عبادت کے مہینے تم پر سلام اے روزے اور تہجد کے مہینے تجھ پر سلام اے تراویح کے مہینے

تجھ پر سلام اے روشنی اور چراغوں کے مہینے تجھ پر سلام، اے عارفین کی محبت تجھ پر سلام، اے تعریف کرنے والوں کے فخر تجھ پر سلام، اے دوستوں کے نور تجھ پر سلام، اے عابدین کے باغ تجھ پر سلام۔

اے ہمارے بابرکت مہینے ہم نہ چاہتے ہوئے بھی تجھے رخصت کر رہے ہیں اور ہم تجھے جدا کر رہے ہیں لیکن دشمن سمجھ کر نہیں۔ تیرا دن صدقے اور روزے کا وقت تھا، تیری رات قرأت و قیام کا وقت تھا۔ ہماری طرف سے تجھے سلام ہو نہ معلوم تو آئندہ ہمیں نصیب ہوگا یا ہمیں موت آجائے گی اور ہم تجھے نہیں پا سکیں گے تجھ سے ہماری مسجدوں کے چراغ روشن رہتے تھے اور مساجد بھری رہتی تھیں اب چراغ گل ہو گئے تراویح ختم ہو گئیں اور ہم اپنی عادت کی طرف لوٹ گئے اور عبادت کے مہینے سے جدا ہو گئے۔ کاش ہمیں معلوم ہوتا کہ مقبول کون ہے تاکہ ہم اسے اچھے عمل پر مبارک باد پیش کرتے اور ہمیں معلوم ہوتا کہ کسے رد کیا گیا ہے تاکہ ہم اس کے برے اعمال پر اس سے تعزیت کرتے۔ اے مقبول شخص تجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب، خوشنودی، رحمت بخشش، قبولیت، احسان، عفو و درگزر اور ہمیشہ کے گھر میں دائمی زندگی پر مبارک ہو اور اے غیر مقبول! گناہوں پر اصرار، سرکشی، نافرمانی، غفلت، خسارے اور مسلسل گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے غضب اور ذلت و رسوائی کے ذریعے تیرے لیے بہت بڑی مصیبت ہے تیری چشم گریاں کہاں ہیں اور تیرے جاری آنسو کہاں ہیں، تیری فریاد کہاں گئی تو نے اپنی توبہ کو کس دن کے لیے مقرر کیا اور اپنی جمع پونجی کو کس سال کے لیے ذخیرہ کیا ہے آنے والے سال تک یا اس سال کے لیے، ہرگز نہیں تمہیں عمروں کی مدت معلوم نہیں اور نہ مقدار کی پہچان ہے (کہ کب موت آجائے) کتنے ہی لوگوں نے آئندہ سال سے امید وابستہ کی لیکن اس تک نہ پہنچ سکے اور کتنے ہی لوگوں نے اسے پایا لیکن اختتام تک نہ پہنچے کتنے ہی لوگوں نے عید کے لیے خوشبو تیار کی لیکن انہیں قبروں میں ڈالا گیا۔ زیب و زینت کے لیے کپڑے تیار کیے لیکن وہ کفن میں استعمال ہوئے بہت سے لوگ صدقہ فطر دینے کے لیے تیاری کرتے ہیں لیکن وہ خود قبر میں رہن رکھے جاتے ہیں کتنے ہی لوگ ہیں جو رمضان شریف کے روزے رکھتے ہیں اس کے بعد نہیں رکھتے دوبارہ اس مہینے کو دیکھنے کے خواہشمند ہیں، پس اے اللہ کے بندو! اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرو کہ اس نے اس مہینے کو اختتام تک پہنچایا اور اللہ تعالیٰ سے روزوں اور قیام کی قبولیت کا سوال کرو اس کے حقوق ادا کرنے کی طرف متوجہ ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ کی رسی اور توفیق کو مضبوطی سے پکڑ لو، جان لو! اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے تم ایک بہت بڑے مہینے سے جدا ہوئے جو نہایت فضل و شرافت والا مہینہ ہے۔ کہاں ہیں وہ روزے دار اور قیام کرنے والے جو گذشتہ سالوں میں تمہارے ساتھ تھے۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو رمضان کی راتوں میں تمہارے ساتھ شریک عبادت تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ہر حق ادا کرنے والے تمہارے آباؤ اجداد، تمہاری مائیں، بہن بھائی، پڑوسی اور رشتے دار کہاں ہیں، اللہ کی قسم ان کے پاس وہ چیز آئی جو لذتوں کو ختم کرنے والی، خواہشات کو مٹانے والی اور جماعتوں کو جدا جدا کرنے والی ہے، ان سے مجلسیں خالی ہو گئیں، مساجد ویران ہو گئیں اور تم کو قبروں میں پڑا ہوا دیکھتے ہو وہ جس حالت میں ہیں اسے دور نہیں کر سکتے۔ اپنے لیے نفع اور نقصان کے مالک نہیں وہ اس دن کے منتظر ہیں جب امتوں کو ان کے رب کی طرف بلایا جائے گا، مخلوق میدانِ محشر میں جمع کی جائے گی اور لوگ دوڑ رہے ہوں گے۔ جسم، اس دن کی ہولناکیوں سے کانپ رہے ہوں گے اور دل حساب کے خوف سے پھٹنے لگیں گے، صور پھونکا جائے گا تو ہم ان سب کو جمع کریں گے۔

اے بندگانِ خدا! جس نے ماہِ رمضان میں اپنے آپ کو حرام سے بچایا اسے آئندہ آنے والے مہینوں اور

سالوں میں بھی حرام سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ تمام مہینوں کا مالک ایک ہے اور وہ تمام زمانوں سے خوب واقف ہے اللہ تعالیٰ برکت والے مہینے کی جلائی پر ہمیں اور تم سب کو جزا دے، خیر عطا فرمائے اور اپنی رحمت عامہ سے ہمیں حصہ عطا فرمائے۔ باقی امور میں ہمیں اور تمہیں برکت عطا فرمائے۔ اپنے فضل و کرم اور رحمت سے ہمیں اور تم کو ہدایت کے راستے پر چلائے۔ یا اللہ! اس رات میں، بخشش، رحمت، خوشنودی، عفو و درگزر، احسان و اکرام، جہنم سے نجات اور جنت کی نعمتوں میں ہمیشہ رہنے کے سلسلے میں جو کچھ تقسیم فرمائے، اے ارحم الراحمین اپنی خاص رحمت کے ساتھ ہمیں اس سے بہت زیادہ حصہ عطا فرما۔ یا اللہ! جس طرح تو نے ہمیں ماہِ صیام عطا فرمایا اسی طرح اسے سب سے زیادہ بابرکت سال بنا دے اور اس کے دنوں کو سب سے زیادہ نیک بخت دن بنا دے، ہم نے جو روزے رکھے اور قیام کیا اسے قبول فرما۔ اس میں ہم سے جو گناہ سرزد ہوئے انھیں معاف فرما۔ ہمیں مخلوق کے حقوق سے اس دن نجات عطا فرما جب تیرے سوا کوئی امید گاہ نہیں ہوگی اے سب سے زیادہ علم والے اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے!

یا اللہ! بے شک ہم سے اس مہینے کے روزوں اور قیام میں کوتاہی ہوئی ہے۔ ہم نے تیرے حقوق بہت کم ادا کیے ہم تیرے دروازے پر سوالی بن کر جھکتے ہیں۔ بھلائی کے طالب ہیں ہمیں نامراد نہ لوٹانا، اپنی رحمت سے مایوس نہ کرنا ہم تیرے محتاج ہیں تیرے سامنے قیدی کی طرح ہیں۔ ہم تیری طرف متوجہ ہوئے، تجھ سے حسنِ سلوک چاہتے ہیں ہم نے تیرا دروازہ کھٹکھٹایا تیری رحمت کا سوال کرتے ہیں ہماری شکستگی پر رحم فرما۔ ہمارے دلوں کو سنوار دے اور ہمارے عیبوں کو چھپا دے۔ ہمارے گناہوں کو بخش دے اور قیامت کے دن ہماری آنکھوں کو ٹھنڈک عطا فرمانا۔ ہمیں اپنی کریم توجہ سے محروم نہ کرنا، ہمارے اعمال کو مقبول فرما اور ہماری کوششوں کو بھی شرفِ قبولیت عطا فرما۔ اس رات ہمیں وافر حصہ عطا فرما، یا اللہ! اگر تیرے علم ازلی کے مطابق یہ سال ہمیں آئندہ بھی نصیب ہوگا تو ہمیں اس میں برکت عطا فرمانا اور اگر ہماری عمر پوری ہو چکی اور موت کا فیصلہ ہو چکا ہے جو ہمارے اور اس مہینے کے درمیان حائل ہونے والی ہے تو ہمارے پسماندگان کو نیک بنا دے، ہمارے پہلوؤں پر رحمت کشادہ کر دے اور ہم سب کو اپنی رحمت و بخشش سے نواز دے۔ اپنے انعام یافتہ بندوں، انبیاء کرام، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ جنت کے درمیان ہمارا ٹھکانا بنا دے۔ یہ لوگ کتنے اچھے ساتھی ہیں اے ارحم الراحمین اپنی رحمت کے ساتھ یہ دعا قبول فرما۔

یا اللہ! اہلِ قبور گناہوں کے سبب گروی ہیں کہ چھٹکارا نہیں پا سکتے۔ وحشت کے قیدی ہیں رہائی نہیں پا سکتے۔ اجنبی مسافر ہیں انھیں مہلت نہیں دی جا سکتی۔ مٹی نے ان کے خوبصورت چہروں کو مسخ کر دیا۔ قبروں میں زہریلے کیڑے ان کے ہمسائے بن گئے ہیں وہ پتھر ہیں جو بات نہیں کر سکتے۔ قریبی پڑوسی ہونے کے باوجود ایک دوسرے سے مل نہیں سکتے۔ قیامت تک وہ قبروں میں رہیں گے ادھر اُدھر منتقل نہیں ہو سکیں گے ان میں نیک بھی ہیں برے بھی، کوتاہی کرنے والے بھی ہیں اور کوشش کرنے والے بھی۔ یا اللہ! ان میں سے جو شخص خوش ہے اس کی خوشی اور مسرت میں اضافہ فرما اور جو شخص غمگین ہے اس کے غم کو فرحت و سرور میں بدل دے۔ یا اللہ! تمام فوت شدہ مسلمانوں پر مہربانی فرما، وہ پیادہ ہیں مقیم ہیں اور گمر دن جھکائے والے ہیں اے ارحم الراحمین! اپنی رحمت کے ساتھ ہماری دعا کو شرفِ قبولیت عطا فرما۔ یا اللہ! ان کی قبروں کو اپنی رحمت کے نزول کی جگہ بخششوں کا ٹھکانہ،

احسانات کے راستے اور عفو و بخشش کی منزل بنا دے تاکہ وہ اپنی قبروں میں مطمئن رہیں تیرے جود و کرم پر بھروسا کریں اور بلند ترین درجہ کی طرف چلیں اپنی اس رحمت و کرامت کے ساتھ ان کے آباؤ اجداد، اولاد، پچھلوں، بہنوں بھائیوں اور قرابت داروں کو خاص کر دے اس سے پہلے کہ عمارتیں تباہ ہوں۔ صاف دل میلے ہو جائیں، زندگی سے امید کی رسی کٹ جائے، بڑی بڑی عمارتیں زمین کے نیچے دب جائیں اور اس سے بھی پہلے کہ مہربانی کی بات نفرت کا کلمہ بن جائے، قطرہ سیلاب ہو جائے اور صبح رات میں بدل جائے اور اس سے پہلے کہ موت تمام آسمان اور زمین والوں کو اپنی لپیٹ میں لے لے اور اس سے پہلے کہ بوڑھا بزرگ اپنی اُدھیڑ عمر پر اور اُدھیڑ عمر والا جوانی پر افسوس کرے۔ گنہگار، بدکار ناامیدی پر افسوس کریں۔ نوجوان بھی کف افسوس ملیں اور ڈرے ہوئے ہوں اور سب پر پشیمانی طاری ہو۔ زبانوں پر مہر لگ جائے اور بات نہ کر سکیں۔ اپنے اعمال کے سامنے سرنگوں کھڑے ہوں اور ان کا سر جھکتا چلا جائے جن چیزوں کو پسند کرتے تھے اس کی سختی اور ہولناکی کو دیکھ کر کہیں کاش ہم پیدا ہی نہ ہوتے۔

یا اللہ! اے روزی دینے والے! آوازیں سننے والے، موت کے بعد ہڈیوں کو ڈھانپنے والے! حضرت محمد مصطفیٰؐ اور آپ کی اولاد پر رحمت فرما۔ اس مبارک اور عزت والی رات میں ہمارے تمام گناہ بخش دے، ہمارے تمام غم کو دور کر دے ہر مصیبت کو زائل کر دے، ہر بیمار کو عافیت عطا فرما بُرائی کو دُور کر دے، قرض دار کو قرض سے نجات عطا فرما۔ جس کو راستہ بھول گیا اسے واپس لوٹا دے گناہ گار کے گناہ بخش دے اور ہر فوت شدہ پر اپنی رحمت نازل فرما۔

یا اللہ! دنیا اور آخرت کی ہر وہ حاجت جس میں تیری رضا اور ہمارا فائدہ ہے اسے آسانی اور عافیت کے ساتھ پورا کرنے میں ہماری مدد فرما۔ بخشش عطا فرما اور اے ارحم الراحمین اپنی رحمت کے ساتھ ہماری دعا کو قبول فرما۔ ہمارے آباؤ اجداد ہماری ماؤں، بھائیوں، بہنوں، اولاد، رشتہ داروں، دوستوں، اساتذہ، جن کے سامنے ہم نے پڑھا اور جس نے ہمارے سامنے پڑھا، جن سے ہم نے سیکھا اور ہم سے جنھوں نے سیکھا، جن سے ہم نے دُعا کا سوال کیا اور جنھوں نے ہم سے دُعا کا سوال کیا۔ جس نے تیری رضا کی خاطر ہم سے محبت اور دوستی کی اور ہم نے محض تیری رضا کے لیے اسے دوست بنایا ان میں جو زندہ ہیں یا فوت ہو چکے ہیں سب کو بخش دے اے ارحم الراحمین! اپنی رحمت کے ساتھ ہماری دعا قبول فرما۔

یا اللہ! اے پوشیدہ چیزوں کو جاننے والے، مصیبتیں دور کرنے والے، دعائیں قبول کرنے والے، پریشانیاں زائل کرنے والے، بہترین مخلوق حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی رحمت نازل فرما۔ ہمیں قرآن پاک میں بیان کردہ آیات سے نفع عطا فرما۔ تلاوت قرآن کو ہمارے گناہوں کا کفارہ بنا۔ ماہِ رمضان کے روزوں اور قیام کے صدقے ہمارے درجات بلند فرما، اے غیبوں کے جاننے والے اپنی رحمت کے ساتھ ہماری دعا قبول فرما حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اولاد پر رحمت نازل فرما۔ قرآن کے سبب ہماری خطائیں معاف فرما۔ اس کے وسیلہ سے ہمیں بہت زیادہ بخشش عطا فرما۔ اس کے توسل سے ہمارے بیماروں کو صحت عطا فرما۔ ہمارے فوت شدہ پر رحم فرما ہمارے دینی اور دنیوی امور درست فرما دے۔ ہم سے گناہوں کے بوجھ اُتار دے۔ بزرگوں کی اچھی خصلتیں اپنانے کی توفیق عطا فرما۔ ہمارے گناہوں اور لغزشوں کو معاف فرما دے ہمارے دلوں اور باطن کو پاک صاف کر دے

اس قرآن کے ذریعے ہمارے اذکار کو بہتر بنا دے۔ ہمارے افکار کو صاف کر دے۔ ہمیں گرانی سے نجات عطا فرما۔ بُرے لوگوں کے مکر و فریب کو ہم سے دُور کر دے۔ ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت پر زندہ رکھ اور قیامت کے دن ہمیں ان کے ساتھ جمع فرما۔ ہمیں جہنم سے آزاد لوگوں میں کر دے۔ یا اللہ! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھلائی سے نواز دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے محفوظ فرما۔

اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں پر اس کے لیے حمد ہے اور اس کی رحمتیں خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کی اولاد، صحابہ کرام اور آپ کی ازواج مطہرات سب پر نازل ہوں۔ یا اللہ! ان پر کثرت سے سلام ———

آدابِ مُریدین

سچے فقراء جو ان صوفیاء کرام کے رستے پر چلتے ہیں جن کے باطن گمراہ کن خواہشات سے پاک ہوں اور وہ بُری عادات سے باز رہنے والے ہوں۔ وہ سب ابدال اور اولیاء کرام کی جماعت میں شامل ہیں اور خوفِ خدا کی وجہ سے قلیل مدت میں شرف باریابی حاصل کرتے ہیں۔

اِرادت، مُرید اور مُراد

ارادت

اپنی عادات کو ترک کرنا ارادت ہے اس کی تفصیل و تحقیق یہ ہے کہ دل کو طلبِ حق اور اس کے ماسوا کو ترک کے لیے تیار کیا جائے۔ جب بندہ اس عادت کو چھوڑ دیتا ہے جو دنیا اور آخرت کی لذت کہلاتی ہے تو اس وقت اس کی ارادت خالص ہو جاتی ہے۔ پس ارادت تمام باتوں سے مقدم ہے اس کے بعد قصد اور پھر فعل ہے۔ ارادت ہر سالک کی ابتدا ہے اور ہر قاصد کی پہلی منزل ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ۔

اور ان لوگوں کو اپنے آپ سے دُور نہ کریں جو صبح و شام اپنے رب کو محض اس کی رضا جوئی کے لیے پکارتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے لوگوں کو اپنے سے دُور کرنے سے منع فرمایا: ایک دوسری آیت میں ارشادِ خداوندی ہے:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ

اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھیں جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں تاکہ اس کی رضا حاصل

وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ | کریں اور دنیا کی زینت چاہتے ہوئے ان سے اپنی آنکھیں نہ پھیریں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ساتھ صبر کرنے اور ان کو ساتھ رکھنے کا حکم دیا اور ان کی تعریف یوں فرمائی کہ وہ رضائے الٰہی کے طالب ہیں۔

پھر فرمایا کہ دنیا کی زینت چاہتے ہوئے ان سے اغماض نہ برتیں۔ معلوم ہوا کہ ارادت کی حقیقت صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی ہے۔ یہی دنیا اور آخرت کی زینت ہے۔

مرید کون ہے؟

مرید وہ ہے جس میں یہ صفت پیدا ہو جائے اور وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ اور اس کی عبادت کی طرف متوجہ رہے غیر خدا سے منہ پھیرے اور اس کی بات نہ مانے اپنے رب عزوجل کی بات سنے اور کتاب و سنت پر عمل کرے اس کے ماسوا سے بہرہ ہو جائے اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھے۔ اپنے اور باقی مخلوق میں صرف اسی کے فعل کو دیکھے غیر سے اندھا بن جائے۔ فاعلِ حقیقی صرف اللہ تعالیٰ کو جانے، غیر کو محض سبب، آلہ، حرکت کرنے والا، تدبیر کرنے والا اور مسخر جانے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی چیز سے محبت تجھے اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے۔ یعنی تجھے محبوب کے غیر سے اندھا کر دے گی اور اپنے محبوب میں مشغولیت کی وجہ سے تو غیر سے بہرہ ہو جائے گا۔ جب تک ارادت نہ ہو کسی سے محبت نہیں ہو سکتی ہے۔ اور جب تک ارادت میں خلوص نہ ہو ارادت شمار نہ ہو گی اور ارادت میں خلوص اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک اس کے دل میں خشیت الٰہی کی چنگاری نہ ڈالی جائے۔ جو موجود وہاں ہر چیز کو جلا کر راکھ کر دے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً۔ | جب بادشاہ کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔ اور وہاں کے معزز لوگوں کو ذلیل و رسوا کر دیتے ہیں۔

جیسے کہا گیا ہے کہ محبت ایک ایسی جلن ہے جو ہر مشکل کو آسان کر دیتی ہے ایسا آدمی اس وقت سوتا ہے جب نیند کا غلبہ ہوتا ہے اس کا کھانا فاقہ کے وقت اور کلام ضرورت کے وقت ہوتا ہے وہ ہمیشہ اپنے آپ کو نصیحت کرتا ہے۔ اسے اس کی محبوب چیزوں اور لذتوں کی طرف جانے نہیں دیتا۔ وہ بندگانِ خدا کو بھی نصیحت کرتا ہے اور خلوت میں اللہ تعالیٰ سے لو لگاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتا، اس کی قضاء و قدر پر راضی رہتا اور اس کے حکم کو ترجیح دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے حیاء کرتا ہے۔ اپنی تمام کوششیں اللہ تعالیٰ کی محبت میں صرف کرتا ہے۔ ہمیشہ وہ کام کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا وسیلہ بنے۔ وہ گوشہ نشینی اور خلوت اختیار کرتا ہے وہ بندوں کی طرف سے اپنی تعریف پسند نہیں کرتا۔

وہ خدا کی محبت میں محض اسی کی رضا کے لیے کثرت سے نوافل پڑھتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ تک پہنچ جاتا ہے اور اس کے دوستوں اور ارادت مندوں میں شامل ہو جاتا ہے اس وقت وہ مراد کہلاتا ہے۔ اس سے

سالکین والے بوجھ اُتار دیے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی رحمت، مہربانی اور لطف و کرم کے پانی سے غسل دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پڑوس میں اس کے لیے مکان بنایا جاتا ہے اور اسے طرح طرح کے قیمتی لباس پہنائے جاتے ہیں اُسے اللہ تعالیٰ کی معرفت اس سے اُنس اور اس کے ہاں سکونِ قلب حاصل ہوتا ہے۔ وہ صریح اجازت کے بعد اللہ تعالیٰ کی حکمتیں اور اسرار بیان کرتا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں خبر دیتا ہے اور اسے ایسا لقب ملتا ہے جس کے ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں میں ممتاز ہوتا ہے۔ اس وقت وہ اللہ کے خاص بندوں میں شمار ہوتا ہے۔ اور اس کے ایسے نام رکھے جاتے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے خاص رازوں پر مطلع ہوتا ہے اور انھیں غیر خدا کے سامنے ظاہر نہیں کرتا۔ وہ اللہ تعالیٰ سے سنتا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بولتا ہے اللہ تعالیٰ کی قوت کے ساتھ پکڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کوشش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں سکون پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور یاد کے ساتھ اس کی حفاظت میں سوتا ہے اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کے امین، شہید اور اوتاد میں سے ہو جاتا ہے۔ اس کے بندوں، شہروں اور دوستوں کا محافظ بن جاتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے نقل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "میرا مومن بندہ نوافل کے ذریعے ہمیشہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں اور جب وہ میرا محبوب بن جاتا ہے۔ تو میں اس کے کان، آنکھیں، زبان، ہاتھ، پاؤں اور دل بن جاتا ہوں وہ میرے ساتھ (میری قوت کے ساتھ) سنتا ہے، میرے ساتھ دیکھتا ہے میرے ساتھ بات کرتا ہے۔ میری قوت کے ساتھ سمجھتا ہے اور میرے ساتھ پکڑتا ہے" (حدیث شریف) اس بندے کی عقل، عقلِ اکبر کو اٹھاتی ہے اس کی شہوانی حرکات ٹھہر جاتی ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہوتا ہے۔ اس کا دل اللہ تعالیٰ کا خزانہ بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا مراد یہی ہے اے بندۂ خدا! اگر تو اسے جاننا چاہتا ہے۔

اسلاف میں سے کسی نے کہا کہ مرید اور مراد دونوں ایک ہیں کیونکہ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی مراد نہ ہو یعنی اللہ تعالیٰ اس کا ارادہ نہ فرمائے وہ مرید نہیں بن سکتا اور وہ وہی کچھ ہوتا ہے جو خدا چاہتا ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ اسے خصوصیت کے ساتھ چاہتا ہے تو اُسے ارادت کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ مرید ابتدائی مراحل میں ہوتا ہے اور مراد انتہا کو پہنچ چکا ہوتا ہے۔ مرید وہ ہے جسے مشقت میں ڈالا جاتا ہے اور رنج برداشت کرتا ہے اور مراد وہ ہے جو مشقت کے بغیر کسی چیز کو حاصل کرتا ہے۔ مرید پر سختی کی جاتی ہے اور مراد سے نرمی برتی جاتی ہے۔

سنت خداوندی یہ ہے کہ وہ راہِ حق میں چلنے کا آغاز کرنے والوں کو مجاہدات کی مشقت میں مبتلا کرتا ہے پھر انھیں اپنے آپ تک پہنچاتا ہے۔ ان سے بوجھ ہٹا دیتا ہے اور نوافل کی کثرت ترک خواہشات کے سلسلے میں ان پر تخفیف فرماتا ہے تمام عبادات سے فرائض و سنن کی پابندی کا حکم دیتا ہے۔ دلوں کی حفاظت، حدودِ الٰہی کے تحفظ اور اپنے دل میں سے غیر خدا کو نکالنے کا پابند فرماتا ہے اس وقت ان کا ظاہر مخلوق کے ساتھ اور باطن اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے۔ زبانوں پر حکمِ خداوندی اور دلوں میں علمِ الٰہی ہوتا ہے۔ زبانیں بندگانِ خدا کی خیر خواہی اور دل اللہ تعالیٰ کی امانتوں کی حفاظت کے لیے وقف ہو جاتے ہیں۔ ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام،

برکتیں اور رحمتیں نازل ہوتی رہیں گی جب تک زمین و آسمان قائم ہیں اور بندگانِ خدا اللہ تعالیٰ کی عبادت، حق کی ادائیگی اور حدود کی حفاظت میں مصروف ہیں۔

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ سے مرید اور مراد کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا مرید وہ ہے جس کی سرپرستی علم کرتا ہے اور مراد وہ ہے جس کی نگہبانی حق کی رعایت سے ہوتی ہے کیونکہ مرید چل کر جاتا ہے اور مراد اُڑ کر جاتا ہے پس چلنے والا اڑنے والے کو کیسے پہنچ سکتا ہے؟ اور یہ بات تمہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملے سے سمجھ آئے گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام مرید تھے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مراد تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سیر طورِ سیناء پر ختم ہوگئی جبکہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی پرواز عرش اور لوحِ محفوظ تک پہنچی۔

پس مرید طالب ہوتا ہے اور مراد مطلوب، مرید کی عبادت مجاہدہ ہے اور مراد کی عبادت بخششِ خدا۔ مرید موجود ہوتا ہے اور مراد فانی ہو جاتا ہے۔ مرید عمل کا بدلہ چاہتا ہے اور مراد عمل کو نہیں بلکہ توفیق و احسان کو دیکھتا ہے۔ مرید راستے پر چلتے ہوئے عمل کرتا ہے اور مراد تمام راستوں کے مقامِ اتصال پر کھڑا ہوتا ہے۔ مرید اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے اور مراد اللہ تعالےٰ کے ساتھ دیکھتا ہے۔ مرید اللہ تعالیٰ کا حکم بجالاتا ہے اور مراد اللہ تعالیٰ کے عمل کا مظہر ہوتا ہے۔

مرید اپنی خواہش کی مخالفت کرتا ہے اور مراد اپنے ارادے اور آرزو سے بیزار ہوتا ہے۔ مرید قربِ خداوندی چاہتا ہے اور مراد کو قرب حاصل ہو جاتا ہے۔ مرید سے پرہیز کرایا جاتا ہے اور مراد کی رہنمائی کی جاتی ہے اور اسے ناز و نعمت کے ساتھ پالا جاتا ہے خوراک دی جاتی ہے اور اس کی آرزو پوچھی جاتی ہے۔ مرید کی حفاظت کی جاتی ہے اور مراد کے ذریعے مرید کی حفاظت کی جاتی ہے۔ مرید ترقی پذیر ہوتا ہے اور مراد ترقی پا چکا ہوتا ہے اور اپنے رب تک پہنچ جاتا ہے جو اس کی منزل ہے اور اس کے پاس ہر عمدہ نعمت موجود ہے پس وہ ہر عبادت گذار متقی، نیکوکار اور فرمانبردار سے آگے بڑھ جاتا ہے۔

متصوف اور صوفی

متصوف اس شخص کو کہتے ہیں جو صوفی بننے کے لیے مشقت اٹھائے اور محنت کے باعث صوفی کے درجے تک پہنچ جائے۔ پس جو شخص مشقت برداشت کرتا، صوفیہ کا لباس پہنتا اور اسے اختیار کرتا ہے اسے متصوف کہتے ہیں جس طرح قمیص پہننے والے کو کہا جاتا ہے "تقمص" اس نے قمیص پہنی۔ جو شخص زرہ پہنے اس کے بارے میں کہا جاتا ہے "تدرّع" اس نے زرہ پہنی اور ایسے اشخاص کو کہا جاتا ہے مُتَقَمِّصٌ، مُتَدَرِّعٌ۔ قمیص پہننے والا اور زرہ پہننے والا۔ اسی طرح جو آدمی زہد اختیار کرے اس کے بارے کہا جاتا ہے "مُتَزَهِّدٌ" جب وہ اپنے زہد و تقویٰ میں انتہا کو پہنچ جاتا ہے۔ دنیوی اشیاء سے نفرت کرتا ہے اور ان سے فنا اختیار کر لیتا ہے وہ ان اشیاء کو اور اشیاء اس کو چھوڑ دیتی ہیں تو اس وقت وہ زاہد کہلاتا ہے۔

اس کے بعد جب اشیاء اس کے پاس آتی ہیں تو وہ نہ ان کا ارادہ کرتا ہے نہ نفرت اور دشمنی بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتا ہے اور اس ضمن میں اللہ تعالیٰ کے فضل کا منتظر رہتا ہے لہٰذا اس بات پر اسے متصوف اور صوفی کہا جاتا ہے۔

تصوف کا معنیٰ

یہ لفظ اصل میں صوفی بروزن فوعل ہے اور مصافاۃ سے ماخوذ ہے یعنی ایسا بندہ جس کو اللہ تعالیٰ نے پاک کر دیا۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ صوفی وہ ہے جو نفس کی آفات سے صاف، مذموم خصلتوں سے خالی، قابلِ تعریف راستے پر چلنے والا اور حقائق کو اختیار کرنے والا ہو اور کسی مخلوق کے سبب اس کے دل کو قرار نہ ملتا ہو (بلکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے سکونِ قلب حاصل ہو) یہ بھی کہا گیا ہے کہ تصوف "خدا کے ساتھی اور مخلوق کے ساتھ حسنِ اخلاق" کا نام ہے۔ متصوف آغاز کرنے والا اور صوفی انتہاء کو پہنچنے والا ہوتا ہے۔ متصوف وہ ہے جو وصل کے راستے پر چل پڑا اور صوفی وہ ہے، جس نے راستہ طے کر لیا اور منزل تک پہنچ گیا۔ متصوف بوجھ اٹھا رہا ہے اور صوفی اٹھا چکا ہے۔ متصوف پر بھاری اور ہلکا ہر قسم کا بوجھ رکھا جاتا ہے اور اٹھوایا جاتا ہے تاکہ اس کا نفس پگھل جائے، خواہشات ختم ہو جائیں اور ارادہ و امید بالکل نیست و نابود ہو کر صاف ستھرا ہو جائے پھر اسے صوفی کہتے ہیں جب اس نے یہ بوجھ اٹھالیا تو اب وہ تقدیر خداوندی کا بوجھ اٹھانے والا، مشیئتِ الٰہی کی گیند، اللہ تعالیٰ کی طرف سے تربیت یافتہ، اس کے علوم اور حکمتوں کا سرچشمہ، امن و کامرانی کا گھر، اولیاء کرام اور ابدال کی پناہ گاہ اور مرجع بن جاتا ہے۔ اور ان کے آرام و سکون اور خوشی کا منبع بن جاتا ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ ہار کا نفیس مہرہ، تاج کا موتی اور مظہرِ خدا بن جاتا ہے۔ مریدِ تصوف، اپنے نفس، خواہشات، شیطان، مخلوقِ خدا، دنیا اور آخرت سے بیزار ہو کر اپنے رب کی عبادت کرتا ہے۔ چھ اطراف اور اشیاء سے قطع تعلق کرتا ہے۔ ان چیزوں کے لیے عمل نہیں کرتا ان کی موافقت اور قبولیت چھوڑ دیتا ہے ان کی طرف میلان اور ان میں مشغولیت سے دل کو پاک رکھتا ہے۔ شیطان کی مخالفت کرتا ہے۔ دنیا کو چھوڑ دیتا ہے۔ آخرت کی طلب میں حکمِ خداوندی سے دوست احباب اور مخلوقِ خدا سے قطع تعلق کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنے نفس اور خواہشات کا مقابلہ کرتا ہے مجاہدہ کرتا ہے اور آخرت نیز ان نعمتوں کو جو اللہ تعالیٰ نے جنت میں اپنے دوستوں کے لیے تیار کی ہیں سب کچھ چھوڑ دیتا ہے۔ صرف اپنے مالک سے رغبت رکھتا ہے۔ اس وقت وہ کائنات سے باہر آ کر اس کی آلائشوں سے پاک ہو جاتا ہے اور مخلوق کے رب کے لیے خالص ہو جاتا ہے اور تمام اسباب و وسائل اور اہل و اولاد سے الگ ہو جاتا ہے نیز تمام جہتیں بند ہو کر اس کے سامنے جہتوں کی جہت اور دروازوں کا دروازہ کھل جاتا ہے اور وہ مخلوق کے رب اور تمام (مجازی) پالنے والوں کے (حقیقی) رب کے فیصلے پر راضی ہوتا ہے اس وقت وہ اس شخص کی طرح عمل کرتا ہے جو گذشتہ اور آئندہ کے حالات سے باخبر ہوتا ہے۔ پوشیدہ رازوں پہ مطلع ہوتا ہے اور اس چیز سے بھی واقف ہوتا ہے جو اعضاء کو حرکت میں لاتی ہے۔ نیز جو چیز دلوں اور نیتوں میں پوشیدہ ہوتی ہے۔ پھر اس دروازے کے سامنے ایک دروازہ کھولا جاتا ہے جس کو جزا دینے والے بادشاہ کے قرب کا دروازہ

کہا جاتا ہے اس کے بعد اُسے اُنس و محبت کی مجلسوں کی طرف اٹھایا جاتا ہے پھر وہ توحید کی کرسی پر بیٹھتا ہے۔ اور اس سے پردے اُٹھ جاتے ہیں اور وہ حرم وحدت میں داخل ہو جاتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال منکشف ہو جاتا ہے۔ جب جلال و عظمت پر اس کی نگاہ پڑتی ہے تو اس کی ہستی باقی نہیں رہتی اور وہ اپنی ذات و صفات، قوت، حرکت، ارادے، آرزو اور دنیا و آخرت سے فانی ہو جاتا ہے۔ اور وہ شیشے کے ایک برتن کی طرح ہو جاتا ہے جو صاف پانی سے لبالب بھرا ہوا ہو اس میں اشیاء نظر آتی ہیں۔ اس وقت اس پر قدر و قضاء کے علاوہ کوئی حکم نافذ نہیں ہوتا اور امرِ الٰہی کے علاوہ کچھ نہیں پایا جاتا۔ وہ اپنے آپ اور اپنے حصے سے فانی ہوتا ہے اپنے مولا اور اس کے حکم کی تعمیل کے لیے باقی ہوتا ہے۔ وہ خلوت تلاش نہیں کرتا کیونکہ خلوت تو اس کے لیے ہے جو موجود ہو۔ وہ بچے کی طرح ہو جاتا ہے جو کھلائے بغیر نہیں کھاتا اور جب تک پہنایا نہ جائے لباس نہیں پہنتا۔ وہ سرِ تسلیم خم کر دیتا اور اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دیتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے "ہم ان (اصحاب کہف) کو دائیں اور بائیں طرف پھیرتے ہیں" البتہ وہ مخلوق کے درمیان جسم سے موجود ہوتا ہے اور اپنے افعال و اعمال اور پوشیدہ اور ظاہر امور نیز نیت کے ساتھ ان سے جدا ہوتا ہے اس وقت اسے صوفی کہا جاتا ہے یعنی وہ مخلوقات کی آلائشوں سے پاک ہو جاتا ہے۔

اسے ابدال میں سے بدل بھی کہا جا سکتا ہے اور اعیان میں سے عین بھی کہہ سکتے ہیں۔ وہ اپنے نفس اور اپنے رب کا عارف ہوتا ہے وہ رب جو مُردوں کو زندہ کرنے والا اور اپنے دوستوں کو نفس و طبیعت اور خواہشات و گمراہی کے اندھیروں سے ذکرِ حق، معرفت، علوم، اسرار اور نورِ قربت کے میدان کی طرف نکالتا ہے پھر اپنے خاص نور کی طرف لے جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور (روشن کرنے والا) ہے۔ اس کے نور کی مثال ایک طاق کی طرح ہے جس میں ایک چراغ ہو ——— اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا دوست ہے انھیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے، اللہ تعالیٰ ہی ان کو اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انکو بندوں کے دلوں میں پوشیدہ باتوں اور ان کی نیتوں سے آگاہ فرمایا کیونکہ میرے رب نے ان کو دلوں کا راز تلاش کرنے والے اور پوشیدہ باتوں پر امین بنایا ہے اور خلوت و جلوت میں ان کو دشمنوں سے محفوظ رکھا نہ گمراہ کرنے والا شیطان انہیں گمراہوں کی طرف مائل کر سکتا ہے اور نہ وہ خواہشات جن کی پیروی کی جائے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "بے شک میرے بندے تیرے قابو میں نہیں آتے۔ نفس امّارہ اور غالب شہوت جس کا پیچھا کیا جاتا ہے ان کو ان لذات کی طرف نہیں بلا سکتی جو ان کو اہل سنت و جماعت سے نکال کر جہنم کے طبقات میں ڈال دے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَ الْفَحْشَآءَ ۭ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ

ہم نے اسی طرح کیا تاکہ ہم ان سے بُرائی اور بے حیائی کو دُور رکھیں بے شک وہ ہمارے برگزیدہ بندوں میں سے ہیں۔

میرے رب نے ان کی حفاظت فرمائی اور اپنی جبروتی قوت سے ان کے نفسانی تکبّر اور سرکشی کا قلع قمع کیا انھیں ان کے مراتب میں ثابت قدم رکھا اور انھیں وعدہ وفائی کی توفیق دی جبکہ اس سے پہلے ان کو سچائی

کے ساتھ سیر الی اللہ کے پورے کرنے مخلوق سے قطع تعلق اور حالت اضطرار پر صبر کرنے کی توفیق بخشی چنانچہ انھوں نے فرائض ادا کیے حدود الہیہ اور اوامر کی حفاظت کی اور مراتب کا لحاظ کیا یہاں تک کہ وہ راہِ حق میں کھڑے ہوئے اپنے آپ کو پاک صاف کیا، ادب کیا اور دلوں کی طہارت حاصل کی، گھر والوں کو کشادہ رزق دیا۔ زکوٰۃ ادا کی، جہاد میں بہادری کے جوہر دکھائے اور اسے اپنی عادت بنایا۔ اس وقت ان کے لیے اللہ کی دوستی اور ولایت پکی ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے اور وہ نیک لوگوں کو دوست رکھتا ہے۔ اس وقت اپنے مراتب سے بادشاہوں کے بادشاہ کی طرف لوٹائے گئے اللہ تعالیٰ نے انھیں مزید قرب عطا فرمایا اور وہ اللہ تعالیٰ کے راز دار بن گئے۔ اپنے دلوں اور سربستہ رازوں کے ذریعے اس سے سرگوشی کرتے ہیں وہ سب کچھ چھوڑ کر صرف اللہ تعالیٰ کی ذات میں مشغول ہو جاتے ہیں وہ اپنے نفس بلکہ ہر چیز سے رک جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا رب اور مالک ہے وہ انھیں اپنے قبضہ میں کر لیتا ہے۔ انھیں ان کی عقلوں میں مقید کر دیتا ہے۔ انھیں امین بنا دیتا ہے چنانچہ وہ اس کے قبضے اس کے قلعے اور حراست میں ہوتے ہیں۔ وہ روحِ قرب کی خوشبو سونگھتے ہیں اور توحید و رحمت کے میدان میں زندگی گزارتے ہیں۔ وہ صرف اسی عمل میں مشغول ہوتے ہیں جس کی اللہ تعالیٰ انھیں اجازت دیتا ہے جب صرف جسمانی عمل کا وقت ہوتا ہے تو وہ ان اعمال میں نگرانوں کے ساتھ چلتے ہیں تاکہ ان کو شیطان، نفس اور خواہشات نقصان نہ پہنچائیں۔ ان کے اعمال شیطانی حصے اور نفسانی عیوب یعنی ریاکاری، منافقت، خود پسندی، اجرت کی طلب، شرک اور گناہوں سے باز رہنے یا نیکی کرنے کے لیے ذاتی قوت کے تصور سے محفوظ ہوتے ہیں بلکہ وہ سب کچھ اللہ تعالےٰ کے فضل اور اس کی توفیق سے دیکھتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہوتا ہے کہ اس عمل کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ اور ہم اس کی توفیق سے محض کاسب ہیں۔ تاکہ وہ اس عقیدے کی وجہ سے ہدایت کے راستوں سے باہر نکل نہ جائیں۔ پھر ان اوامر کی تعمیل اور اعمال کی بجا آوری سے فراغت کے بعد ان مراتب کی طرف لوٹائے جاتے ہیں جو ان کے لیے لازم ہیں۔ چنانچہ وہ ان مراتب کے ساتھ راہ حق میں کھڑے ہوتے ہیں۔ دل وضمیر کے ساتھ اس کی حفاظت کرتے ہیں اور اس کے بعد کہ وہ امین بنائے گئے دوسری حالت کی طرف منتقل کیے جاتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کو انفرادی طور پر اس کی اپنی حاجت میں طلب کیا جاتا ہے کہ آج تم ہمارے ہاں قدر و منزلت اور امن والے ہو، اس وقت وہ اجازت کے محتاج نہیں رہتے کیونکہ وہ اس طرح ہو جاتے ہیں کہ ان کو خود ان کے سپرد کر دیا گیا ہو۔ وہ کسی بھی کام کے لیے کہیں بھی جائیں اللہ تعالےٰ کے قبضہ میں ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی صادق آتا ہے جو آپ نے حضرت جبریل علیہ السلام کے واسطے سے اللہ تعالیٰ سے نقل کیا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "بندہ فرض کی ادائیگی کے ذریعے جس طرح قرب حاصل کرتا ہے اس کے علاوہ نہیں کرتا اور وہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں پس جب اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے کان، آنکھیں، زبان، ہاتھ، پاؤں اور دل بن جاتا ہوں وہ میرے ساتھ سنتا ہے میرے ساتھ دیکھتا ہے میرے ساتھ بولتا، میرے ساتھ سمجھتا اور میرے ساتھ پکڑتا ہے"۔ ہم نے یہ روایت اس کتاب میں متعدد مقامات پر ذکر کی ہے کیونکہ اس مقام میں یہ اصل ہے۔

اس وقت بندے کا دل اپنے رب کی محبت، نور، علم اور معرفت سے پُر ہو جاتا ہے اور اس کے سوا وہاں کچھ نہیں سما سکتا۔ کیا تم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی کو نہیں دیکھتے۔ آپ نے فرمایا:

"جو آدمی ایسے شخص کو دیکھنا چاہتا ہے جو دل کی گہرائیوں سے اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے تو وہ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت سالم رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔ اس کا ظاہر اللہ تعالیٰ کے احکام بجا لانے میں مشغول ہے اور اس کا باطن اللہ تعالیٰ (کی محبت) سے پُر ہے۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب! میں تجھے کہاں تلاش کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ میں کس گھر میں سما سکتا ہوں اور کون سا مکان مجھے اُٹھا سکتا ہے اگر تم جاننا چاہتے ہو کہ میں کہاں ہوں تو میں تارکِ دنیا پاک صاف انسان کے دل میں ہوں۔ تارک وہ ہے جو جہد و مشقت سے غیر خدا کو چھوڑ دیتا ہے اس کے بعد بھی کچھ نہ کچھ باقی رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس پر احسان فرماتا ہے تو ان چیزوں سے اس کا دل مر جاتا ہے پھر اس کے دل کو یوں پاک کرتا ہے کہ وہ اپنے مولا کے سوا کسی کی طرف توجہ نہیں کرتا۔

اگر کہا جائے کہ یہ احسان کیا ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے کو نوازتا ہے تو وہ احسان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے اس مرتبے پر اس شرط سے قائم کرتا ہے کہ وہ اس پر ہمیشہ رہے جب وہ اس شرط کو پورا کرتا ہے اور اس کے علاوہ کوئی عمل و حرکت تلاش نہیں کرتا اور اس مقام کی حفاظت کرتا ہے اور اس سے تجاوز نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اُسے ملک جبروت کی طرف منتقل کر دیتا ہے۔ عالم جبروت کا حاکم اس کے نفس کی نگہداشت کرتا ہے اور خواہشات سے باز رکھتا ہے۔ تاکہ اس میں عاجزی اور فروتنی پیدا ہو پھر وہ لے سے بادشاہ سلطان کی طرف منتقل کرتا ہے۔ تاکہ اسے پاک کرے اور اس کے نفس میں پائی جانے والی کثافتیں زائل ہو جائیں کیونکہ بیجا خواہشات کی بنیادیں چنانچہ وہ دوبارہ تیار ہو جاتا ہے اس کے بعد اسے عالم جلال کے بادشاہ کی طرف منتقل کر دیا جاتا ہے وہ اس کو ادب سکھاتا ہے اس کے بعد ملک جمال کے ہاں منتقل ہوتا ہے اور وہاں پاک صاف کیا جاتا ہے ازاں بعد ملکِ عظمت کی طرف منتقل کر کے اسے پاک کرتا ہے پھر ملکِ حُسن کی طرف منتقل کر کے طیب وطاہر کرتا ہے اس کے بعد خوشی کے ملک کی طرف لے جا کر فارغ البال کرتا ہے پھر ملک ہیبت کی طرف لے جا کر تربیت فرماتا ہے پھر ملک رحمت کی طرف منتقل کر کے اسے تروتازگی قوت اور شجاعت عطا کرتا ہے اس کے بعد ملک وحدانیت کی طرف لے جا کر اسے خلوت کا عادی بناتا ہے لطف و کرم سے اسے غذا دیتا ہے۔ شفقتِ خداوندی اس کی جمعیت کا باعث بنتی اور حفاظت کرتی ہے محبت اسے تقویت پہنچاتی ہے شوق اسے قرب عطا کرتا ہے۔ مشیئت خداوندی اسے اللہ تعالیٰ کے قریب کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ بخشش و غلبے والا اس کا رُخ پلٹ کر اسے قریب کرتا ہے پھر اسے منزل پر ٹھہرا دیتا ہے اس کے بعد ادب سکھاتا ہے اسے راز بتاتا ہے۔ پھر اپنے خاص احسان سے بسط و قبض کی منزل سے گزارتا ہے اس کے بعد وہ جہاں بھی جاتا ہے جہاں اترتا ہے جس مکان میں جاتا ہے بلکہ ہر حال میں اپنے رب کے قریب ہوتا ہے اور اس کے قبضے میں ہوتا ہے۔ اس کے رازدار بندوں میں سے ایک ہوتا ہے ان تصرفات پر امین ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کو پہنچتے ہیں جب وہ اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس کی صفات ختم ہو جاتی ہیں نیز کلام و تعبیر بھی منقطع ہو جاتی ہے۔ قلب و عقل کی انتہا کا یہی مقام ہے۔ اولیاء کرام کے حالات کی غائیت بھی یہی ہے اس سے اوپر کے مقامات انبیاء کرام اور رُسل عظام کے ساتھ مخصوص ہیں کیونکہ ولی کی انتہا نبی کی ابتداء ہے تمام انبیاء کرام پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہو۔

نبوّت اور ولایت کا فرق

نبوت اور ولایت میں یہ فرق ہے کہ نبوت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک

کلام ہے اور حضرت جبریل علیہ السلام کی وساطت سے وحی ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے اپنا کلام پورا فرماتا ہے اس کا قبول کرنا لازم ہے چنانچہ نبی اسے قبول کرتا ہے اور اس کی تصدیق ضروری ہے جو شخص اسے رد کر دے وہ کافر ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو رد کرتا ہے۔

اور ولایت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی دوست کو بذریعہ الہام اپنی بات پہنچائے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی سچی زبان پر جاری ہوتی ہے اس میں سکون ہوتا ہے۔ مجذوب کا دل اسے قبول کر کے اس سے سکون حاصل کرتا ہے۔ پس انبیاء کرام کے لیے کلام اور اولیاء کرام کے لیے الہام مخصوص ہے۔

جو شخص کلام کو رد کرتا ہے وہ کافر ہے کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے کلام اور وحی کو رد کیا اور جس نے الہام کو رد کیا وہ کافر نہیں ہوتا البتہ نقصان اٹھاتا ہے اور مصیبت میں پڑتا ہے اور اس کا دل حیران و پریشان ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے الہام کو تسلیم نہ کیا جو اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کے سبب اپنے ولی کے دل میں ڈالا کیونکہ الہام حقیقت میں یہ ہے کہ مشیت خداوندی علمِ الٰہی سے کسی کے دل میں ایک راز کی طرح پیدا ہو جس بندے سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اس کی محبت اس چیز کو صحیح معنیٰ میں بندے کے دل تک پہنچاتی ہے اور وہ اسے سکونِ قلب کے ساتھ قبول کرتا ہے۔

سلوک کی راہ میں مبتدی کے واجبات

مبتدی کو آغاز میں کیا کرنا چاہیے اپنے شیخ کا ادب کس طرح کرے اور شیخ اپنے مرید کو کس طرح ادب سکھائے۔ طریقت کی راہ چلنے والے مبتدی پر واجب ہے کہ وہ اپنا عقیدہ صحیح رکھے کیوں کہ یہی تمام باتوں کی اساس ہے۔ وہ سلف صالحین اہل سنت و جماعت کے عقیدہ پر قائم رہے جو انبیاء و مرسلین علیہم السلام، صحابہ کرام، تابعین عظام اور اولیاء و صدیقین علیہم الرحمۃ کا طریقہ ہے جس طرح ہم نے کتاب کے شروع میں بیان کیا ہے۔

کتاب و سنت کی اتباع

مبتدی پر لازم ہے کہ کتاب و سنت کو مضبوطی سے پکڑے اور ان کے اوامر و نواہی نیز اصول و فروع میں ان دونوں پر عمل کرے۔ ان دونوں کو اپنے پَر قرار دیکر اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والے راستے پر اڑے پھر سچائی اور اس کے لیے کوشش کی ضرورت ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت اور راہنمائی حاصل کرے اسے ایسے قائد کی ضرورت ہے

جو اس کی راہنمائی کرے ایسا غمخوار تلاش کرے جو اسے اُنس مہیّا کرے اور آرام گاہ کی ضرورت ہے کہ جب تھک جائے اور نفسانی خواہشات و لذّات اور گمراہ کن تمناؤں کے اندھیرے میں گھر جانے کے وقت اور اس وقت جب اس کی طبیعت اسے سیرالی اللہ سے روک دے۔ وہ راحت پا سکے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ

اور وہ لوگ جنھوں نے ہماری راہ میں جہاد کیا ضرور

سُبُلَنَا۔ انھیں ہم اپنی راہیں دکھائیں گے۔

ایک دانشمند کا قول ہے جو شخص طلب کرتا اور کوشش کرتا ہے وہ مقصود حاصل کر لیتا ہے۔ اعتقاد کے ساتھ اسے حقیقت کا علم حاصل ہوگا اور اجتہاد کے ساتھ وہ حقیقت کی راہ پر چل پڑے گا۔

پھر اس پر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرے کہ اس کی طرف جاتے ہوئے وہ جو بھی قدم اُٹھائے یا رکھے گا اس پر رضائے الٰہی پیشِ نظر ہوگی یہاں تک کہ اس کے پاس پہنچ جائے۔ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کے سبب وہ اپنے مقصد سے پیچھے نہ ہٹے کیونکہ سچا آدمی رجوع نہیں کرتا اور کرامت کی وجہ سے بھی اپنا مقصد ترک نہ کرے اور اسی پر اکتفا کر کے ٹھہر نہ جائے بلکہ اس خیال سے اس پر راضی ہو کہ یہ کرامت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور جزاء عطا کی گئی ہے کیونکہ جب تک اسے وصل نصیب نہیں ہوتا کرامت اس کے لیے ایک حجاب ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کا وصل حاصل ہو جائے اس وقت کرامات سے نقصان نہیں پہنچتا کیونکہ یہ قدرت کا ایک باب، اس کا نتیجہ اور علامت ہے۔ اور اس کا اللہ تعالیٰ تک پہنچنا بھی قدرت ہے پس کوئی چیز اپنے آپ کو نہیں توڑتی اس وقت کرامت اسے کیسے نقصان پہنچا سکتی ہے جبکہ یہ شخص زمین میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نمونہ بن چکا ہے اور عام عادت سے ہٹ چکا ہے اس کا کلام حکمت بالغہ بن چکا ہے حالانکہ اس سے پہلے وہ جاہل، گونگا، کند طبیعت اور ناقص فہم کا مالک تھا۔ اس کی حرکات وسکنات اور تصرفات نصیحت پکڑنے والوں کے لیے وعظ و نصیحت کا درجہ رکھتے ہیں اس میں اور اس پر اللہ تعالیٰ کے افعال جاری ہوتے ہیں جن سے انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

پھر بعض اوقات اسے کرامت طلب کرنے کا حکم دیا جاتا ہے بلکہ اس پر زبردستی کی جاتی ہے اور اس کے نزدیک ثابت ہو جاتا ہے کہ اس مطالبے کو چھوڑنے میں اس کی تباہی اور ہلاکت ہے اور حکم خداوندی کی مخالفت ہے نیز اس کی بقاء، عبادت، اللہ تعالیٰ کی قربت، خوشنودی اور اس کی محبت کرامت طلب کرنے اور اس ضمن میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے میں ہے لہٰذا اس وقت اسے کرامت کیسے نقصان دے سکتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے درمیان ایک معاملہ ہے۔

کرامت و معجزہ

جب تک ضروری نہ ہو جائے عوام پر کرامت کا اظہار نہ کرے کیونکہ کرامت کو چھپانا ولایت کی شرط ہے اور معجزے کا ظاہر کرنا نبوت ورسالت کی شرائط میں سے ہے تاکہ نبوت اور ولایت میں فرق واضح ہو۔ مبتدی سالک کو چاہیے کہ مقامات گناہ سے اور ان لوگوں سے دور رہے جو مجاہدہ میں کوتاہی کرتے ہیں نیز ان اہل باطل سے بھی اجتناب کرے جو بحث مباحثہ میں وقت گزارتے ہیں، عمل کے قریب نہیں جاتے اور محض اسلام اور ایمان کے مدعی ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ۔

اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو وہ بات جو کرتے نہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بات سخت ناپسندیدہ ہے کہ تم وہ بات کہو جو کرتے نہیں۔

اور دوسری آیت میں فرمایا:

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔

کیا لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو تو کیا تم نہیں سمجھتے۔

اور اسے چاہیے کہ جو کچھ میسر اور موجود ہے اس کے خرچ کرنے میں بخل سے کام نہ لے محض اس خوف سے کہ اسے سحری وافطاری کے لیے کچھ نہیں ملے گا نیز قطعی طور پر دل میں عقیدہ رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالٰی نے گذشتہ زمانے میں کوئی ایسا ولی پیدا نہیں فرمایا جس نے مقدور بھر مال راہ خداوندی میں خرچ کرنے کے سلسلے میں بخل سے کام لیا ہو

عجز وانکساری

مبتدی سالک کو چاہیے کہ ہمیشہ ذلت ورسوائی، محرومی، دائمی بھوک، گمنامی، لوگوں کی طرف سے مذمت، عزت، عطا اور شیوخ وعلماء کی مجالس میں قرب کے اعتبار سے اپنے دوستوں اور اپنے جیسے لوگوں کو مقدم کرنے پر راضی رہے خود بھوکا ہو جماعت سیر ہو کر کھائے تمام معزز ہوں اور اس کے حصے میں ذلت ہو، سب کی عزت کرے اور اپنے لیے ذلت اختیار کرے اور اسے ہی اپنا حصہ سمجھے۔ جو شخص ان باتوں کو اختیار نہ کرے اور ان کی پابندی نہ کرے ممکن نہیں کہ وہ فلاح پائے اور اس سے کوئی کارنامہ سرزد ہو، لہٰذا پوری کامیابی اور فلاح ان امور کے اندر ہے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

توبہ ورضا جوئی

گذشتہ گناہوں کی بخشش، آئندہ کے لیے حفاظت، پسندیدہ عبادات کی توفیق، قرب خداوندی کے ذرائع، اور اس کے بعد اپنی حرکات وسکنات میں اللہ تعالٰی کی رضاء اور اولیاء وابدال سے دوستی کو مقصود سمجھے اور اللہ تعالٰی کی بارگاہ سے صرف اسی کا منتظر رہے۔ کیونکہ یہ امور ان عقل مند لوگوں کی جماعت میں داخلے کا سبب ہیں جنھوں نے اللہ تعالٰی سے عقل حاصل کی اور عبرت کی باتوں نیز آیات پر مطلع ہوئے اور اسوقت ان کے دل، ضمیر اور نیت میں صفائی پیدا ہوئی۔

یہ باتیں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے مرید کی صفات ہیں جس آدمی کا دل مطالب سے خالی نہ ہو، اور ان امور کے علاوہ باقی باتوں کو دل سے نکال نہ دے وہ مرید کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔

شیخ کے ساتھ آداب

مرید پر واجب ہے کہ ظاہر میں اپنے شیخ کی مخالفت نہ کرے اور باطن میں اس پر اعتراض نہ کرے کیونکہ گناہ کرنے والا ظاہر میں ادب کا تارک ہوتا ہے اور دل سے اعتراض کرنے والا اپنی ہلاکت کے پیچھے پڑتا ہے بلکہ مرید کو چاہیے کہ شیخ کی حمایت میں ہمیشہ کے لیے اپنے نفس کا دشمن بن جائے۔ شیخ کی ظاہری اور باطنی طور پر مخالفت سے اپنے آپ کو روکے اور نفس کو جھڑک دے۔

اور قرآن پاک کی یہ آیت کثرت سے تلاوت کرے:

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔

اے ہمارے رب ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ایمان کے ساتھ ہم سے پہلے گزر گئے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کے لیے کھوٹ نہ ڈال۔ اے ہمارے رب بے شک تو مہربان رحم والا ہے۔

اگر شیخ سے کوئی ایسی بات ظاہر ہو جو شریعت میں ناپسند ہے تو مثالوں اور اشاروں کے ساتھ اُسے خبردار کرے واضح طور پر نہ کہے تاکہ اس کے دل میں اس سے نفرت نہ پیدا ہو اگر اس میں کوئی عیب دیکھے تو پردہ پوشی کرے اور اپنے نفس کو تہمت لگائے اور شیخ کے لیے کوئی شرعی تاویل کرے اگر شرعی طور پر کوئی عذر نہ ہو سکتا ہو تو اس کے لیے بخشش طلب کرے اور توفیق، علم، بیداری، حفاظت اور حمیت وغیرت کی دعا مانگے لیکن مرشد کو معصوم نہ سمجھے[ل]۔ اس بات کی کسی دوسرے کو اطلاع نہ دے۔ اور جب دوسرے دن یا کسی دوسرے وقت واپس آئے تو اس عقیدے کے ساتھ آئے کہ وہ عیب اب زائل ہو چکا ہو گا اور شیخ اس سے اگلے مرتبہ کی طرف منتقل ہو چکا ہو گا۔ اس پر ٹھہرا نہیں ہو گا۔ اور یہ بات اس سے غفلت اور دو حالتوں کے درمیان جدائی کے باعث واقع ہوئی ہے۔ کیونکہ دو حالتوں کے درمیان کچھ فصل ہوتا ہے اور شرعی رخصتوں، اباحتوں کی طرف رجوع نیز عزیمت اور سختی کو ترک کرنے کا حق ہوتا ہے۔ جس طرح دو کمروں کے درمیان دہلیز اور دو مکانوں کے درمیان ایک مکان ہوتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں پہلی حالت ختم ہوتی ہے اور دوسری حالت کی چوکھٹ پر کھڑا ہوتا ہے (ابھی اندر داخل نہیں ہوتا لہٰذا اس وقت کچھ کوتاہی ہو سکتی ہے) ایک ولایت سے دوسری کی طرف انتقال ہے۔ ایک ولایت کا لباس اتار کر دوسری ولایت کا لباس پہننا ہے جو اعلیٰ و اشرف ہے کیونکہ ان لوگوں کو قربِ الٰہی سے حصول میں روزانہ اضافہ حاصل ہوتا ہے۔

اگر مبتدی سالک اپنے شیخ کو غضب ناک پائے اس کے چہرے پر ناگواری کے اثرات دیکھے یا کسی قسم کا اعراض محسوس کرے تو اس سے تعلق ختم نہ کرے بلکہ اپنے باطن کی کھوج لگائے۔ شیخ کے حق میں جو بے ادبی یا کوتاہی ہوئی اگر اس کا تعلق امر خداوندی کو بجا نہ لانے اور منہیات شرع کے ارتکاب سے ہے تو اپنے رب عزوجل سے بخشش مانگے، توبہ کرے اور دوبارہ یہ جرم نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرے۔ پھر شیخ کے ہاں عذر پیش کرے۔ عاجزی اور ذلت کا اظہار کرے اس کی چاپلوسی کرے، مستقبل میں مخالفت ترک کر کے اس کی محبت اختیار کرے ہمیشہ ساتھ رہے اور اس کی موافقت کرے۔ اور اسے اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان وسیلہ اور واسطہ بنائے اور ایسا طریقہ وسبب سمجھے۔ جس کے ذریعے وہ اللہ تعالیٰ کا وصل حاصل کرے جس طرح کوئی بادشاہ کے پاس جانا چاہتا ہے لیکن اس کے ساتھ اس کی کوئی جان پہچان نہیں تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ بادشاہ کے کسی دربان، خدمت گار یا خاص آدمی سے دوستی لگائے تاکہ وہ اُسے بادشاہ کی سیاست ملکی، طور طریقوں اور عادات سے آگاہ کرے۔ بادشاہ کے سامنے جانے کے آداب، اس سے گفتگو کا طریقہ اور کسی قسم کے تحائف اس کے سامنے پیش

ل۔ انسانوں میں صرف انبیاء کرام علیہم السلام معصوم ہیں۔ ۱۲ ہزاروی۔

کرنے ہیں جن کی مثل اس کے خزانے میں نہیں اور وہ کون سی چیز ہے جس کی افزائش اسے پسند ہے وغیرہ تمام باتیں سیکھے۔ پھر دروازے کی طرف آئے، دروازہ چھوڑ کر مکان کی پچھلی طرف سے نہ آئے پس ملامت کیا جائے گا اور توہین آمیز سلوک ہوگا اور بادشاہ سے اپنی عرض اور مقصود بھی حاصل نہیں کر سکے گا۔ ہر داخل ہونے والے پر دہشت طاری ہوتی ہے لہٰذا ایک ایسا آدمی ہونا چاہیے جو اسے اندر جانے اور ملاقات کے آداب یاد دلاتا رہے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر مناسب جگہ پر بٹھائے یا وہ جگہ بتا دے تاکہ وہ توہین آمیز سلوک سے بچ سکے اور بے ادبی اور حماقت کا نشانہ نہ بنے۔

مرید کو اس بات کا یقین ہونا چاہیے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک اللہ تعالیٰ کی عادت کریمہ جاری ہے کہ زمین میں شیخ بھی ہو مرید بھی، صاحب اقتدار بھی اور ماتحت بھی۔ تابع بھی اور متبوع بھی، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو انہیں تمام چیزوں کے نام سکھائے اور آغاز کار اسی کے ساتھ ہوا انہیں استاذ کے ساتھ شاگرد اور شیخ کے ساتھ مرید کی طرح کر دیا۔ اور فرمایا اے آدم علیہ السلام! یہ گھوڑا ہے، یہ خچر ہے، یہ گدھا ہے حتیٰ کہ ان کو بڑے اور چھوٹے پیالے کا نام بھی سکھایا اور جب ان کی تعلیم و تربیت مکمل ہوگئی تو ان کو استاذ، معلم، شیخ اور حکیم بنا دیا۔ طرح طرح کے لباس اور زیورات سے آراستہ کیا۔ قوت گویائی عطا فرمائی اور جنت میں کرسی پر بٹھا کر فرشتوں کو ان کے گرد صفوں کی صورت میں کھڑا کیا اور جب فرشتے چیزوں کا نام بتانے سے عاجز رہے انہیں ان کا علم نہ ہو سکا اور انھوں نے عرض کیا تو پاک ہے ہمیں تو اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے ہمیں سکھایا تو فرمایا اے آدم علیہ السلام! ان فرشتوں کو ان چیزوں کے نام بتائیں تو گویا فرشتے آدم علیہ السلام کے شاگرد اور آپ ان کے استاذ ہوئے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان کو تمام چیزوں کے نام بتا دیے جس طرح قرآن پاک میں آیا ہے۔ اس سے فرشتوں پر ان کی فضیلت ظاہر ہوگئی اور وہ اللہ تعالیٰ نیز فرشتوں کے نزدیک اشرف قرار پائے۔ حضرت آدم علیہ السلام متبوع اور فرشتے ان کے تابع اور فرمانبردار بنے۔

حضرت آدم علیہ السلام کا جنت سے باہر آنا

پھر جب حضرت آدم علیہ السلام کو دانہ کھانے، جنت سے باہر آنے، ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہونے اور ایک ایسی منزل کی طرف آنے کا واقعہ پیش آیا جس کا علم آپ کو نہ تھا ابھی تک آپ نے اس کو اپنا وطن نہیں بنایا تھا نہ آپ کے دل میں اس کا خیال پیدا ہوا اور نہ ان کا یہ خیال تھا کہ عنقریب انہیں اس طرف لے جایا جائے گا۔ جب آپ منزل پر پہنچے اور زمین پہ چلنا شروع کیا تو وحشت پیدا ہوئی اور وہ کچھ دیکھا جو پہلے نہیں دیکھا تھا۔ آپ کو بھوک، پیاس، سوزش اور قبض کے اندر ڈالا گیا جس سے آپ کو پہلے واسطہ نہ پڑا تھا، تو آپ کو ایک معلم، مرشد، اُستاذ، راہنما، ادب سکھانے والے اور آگاہ کرنے والے کی ضرورت محسوس ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف حضرت جبریل علیہ السلام کو بھیجا انھوں نے ان کی وحشت کو دور کیا اور اس منزل میں جو مشکلات تھیں انہیں دور کرنا سکھایا، انہیں گندم کا دانہ دکھایا اور کہا کہ اسے بونیں پھر کاٹنے، اس کے بعد صاف کرنے اور پھر پیسنے کا طریقہ بتایا۔ ان تمام امور کے لیے اسباب مہیا کیے، پھر

روٹی پکانے کو کہا، انھوں نے روٹی پکائی پھر کھانے کے لیے کہا تو آپ نے وہ روٹی کھائی اس کے بعد جب غذا ہضم ہونے کے بعد معدے سے باہر آنے لگی تو آپ حیران ہوئے اور سمجھ نہ آئی کہ کیا کریں اس وقت آپ پھر استاذ کے محتاج ہوئے جو آپ کو قضائے حاجت اور طہارت کا طریقہ سکھائے انھیں بتائے کہ وہ اس منزل میں عبادت کیسے کریں جسمانی رنگ جو سیاہ ہو چکا تھا اسے سفید کیسے کریں۔ چنانچہ انھیں ایام بیض یعنی مہینے کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخ کا روزہ رکھنے کو کہا گیا چنانچہ آپ کے جسم کی سفیدی واپس لوٹ آئی۔ اس کے علاوہ آپ کو علوم اور آداب سکھائے، چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام، حضرت جبریل علیہ السلام کے شاگرد قرار پائے اور حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے استاذ ہوئے حالانکہ اس سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام، حضرت جبریل علیہ السلام اور باقی تمام فرشتوں کے استاذ بن چکے تھے اور ان کے متبوع قرار پاتے تھے۔ یہ سب کچھ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہونے کی وجہ سے ہوا۔ پھر یہ سلسلہ جاری رہا۔ حضرت شیث علیہ السلام نے اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام سے سیکھا۔ پھر ان کی اولاد نے ان سے علم حاصل کیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی اولاد کو تعلیم دی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو سکھایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَوَصّٰى بِهَا اِبْرٰهِيْمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ — حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے اپنے بیٹوں کو اسی بات (توحید) کی وصیت کی۔

یعنی ان کو حکم دیا اور سکھایا۔ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام نے اپنی اولاد اور بنی اسرائیل کو تعلیم دی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں کو سکھایا پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے (واسطہ بن کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے) ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو اور نماز سکھائی، مسواک کی تاکید کی، اور وہ حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھے مسواک کی تاکید کی اور آپ نے فرمایا حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھے مسواک کی تاکید کی قریب تھا کہ وہ مجھے دانتوں کے بغیر کر دیتے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کے پاس دو مرتبہ مجھے نماز پڑھائی۔ ظہر کی نماز سورج زائل ہونے کے بعد پڑھائی (آگے مکمل حدیث ہے) یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا۔ اس کے بعد تابعین نے صحابہ کرام سے پھر تبع تابعین نے تابعین سے سیکھا۔ یہ طریقہ ہر زمانے اور ہر صدی میں چلتا رہا۔ ہر نبی کا ایک ساتھی رہا جو اس سے ہدایات لیتا۔ اس کے قدم بقدم چلتا اس کے مذہب کی پیروی کرتا پھر اس کی نیابت کرتا اور اس کے قائم مقام ہوتا جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے غلام اور بھانجے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام ان کے جانشین ہوئے۔ حواری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے۔ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین بنے۔ اسی طرح حضرت عثمان غنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے جانشین بنے۔

اسی طرح اولیاء کرام، ابدال اور صدیقین میں بھی استاذ اور شاگرد کا سلسلہ چلتا ہے۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے شاگرد عتبہ بن غلام تھے۔ حضرت سری سقطی کے شاگرد ان کے غلام اور بھانجے حضرت ابو القاسم جنید رحمہم اللہ تھے۔ اسی طرح دیگر حضرات کے شاگرد جن کا ذکر نہایت طویل ہے۔

....

شیخ کی ضرورت

مشائخ کرام ہی اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ اور راہنما ہیں اور یہی وہ دروازہ ہے جس سے داخل ہو کر انسان خدا تک پہنچتا ہے۔ لہٰذا ہر مرید کے لیے ایک شیخ ہونا ضروری ہے جس طرح ہم نے پہلے بیان کیا۔ البتہ بعض حضرات مستثنیٰ ہیں پس جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو منتخب کرے۔ براہِ راست اس کی تربیت فرمائے اور اسے شیطان نیز نفس اور خواہشات سے محفوظ فرمائے۔ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء کرام میں سے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ معاملہ کیا ہم اس کے منکر نہیں لیکن اکثر اور عام طریقہ وہی ہے جو ہم نے بیان کیا یہی سلامتی اور بہتری کا راستہ ہے۔

شیخ سے انقطاع

مرید کے لیے اپنے شیخ سے قطع تعلق جائز نہیں یہاں تک کہ اسے اللہ تعالیٰ کا وصل حاصل ہو جائے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ اس کی براہِ راست تربیت فرماتا ہے اسے ان معانی سے آگاہ کرتا ہے جو شیخ پر مخفی تھے جس کام کے بارے میں چاہتا ہے اسے حکم دیتا، روکتا ہے، فراخی اور تنگی پیدا کرتا ہے کبھی غنی بناتا ہے اور کبھی فقیر، اسے تلقین کرنا اور مختلف اقسام پر مطلع کرتا ہے نیز کاموں کے انجام سے آگاہ فرماتا ہے۔ اس وقت وہ اپنے رب سے وابستگی کی وجہ سے غیر سے مستغنی ہو جاتا ہے بلکہ اسے غیر میں مشغول ہونا ہی نہیں چاہیے۔ اب وہ صرف اپنے رب کے لیے آداب کا لحاظ رکھے۔ اسی کی عبادت اور عزت و توقیر کو پیشِ نظر رکھے۔ پر وہ وقت ہے جب وہ اپنے شیخ سے بالکل الگ ہو جاتا ہے بلکہ بعض اوقات تو اس شیخ کی طرف جانا ناجائز ہو جاتا ہے۔ البتہ کوئی واضح حکم ہو اسی طرح شیخ سے اس کی ملاقات جامع مسجد میں یا راستے میں اتفاقاً ہو جائے تو کوئی بات نہیں لیکن قصداً نہیں ہونی چاہیے۔ یہ تمام باتیں اس کے حال کی حفاظت، اپنے حال پر غیرت کھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بے نیازی، اپنے حال کو برقرار رکھنے، ذلت اور اس حالت کے زائل ہونے کے خوف اور اس پر عذاب کے ڈر کی وجہ سے ہیں۔ یہ اس لیے کہ حکمِ الٰہی شیخ اور مرید دونوں کے لیے یکساں ہے۔ البتہ دونوں کی حالت میں فرق ہے کیونکہ احوال کا تعلق تقدیر سے ہے اور تقدیر مخفی ہے یہ محض اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اور اللہ تعالیٰ کے کاموں میں ہر روز تبدیلی آتی ہے کبھی مقدم فرماتا ہے کبھی مؤخر، مقامِ ولایت عطا فرماتا ہے اور اس سے معزول بھی کرتا ہے۔ کبھی بے نیاز کرتا ہے کبھی محتاج، کبھی عزت عطا فرماتا ہے۔ کبھی ذلت، وہ تقدیر کو اس کے وقت کی طرف چلاتا ہے۔ مخلوق میں سے کسی کو اس کا ادراک اور علم نہیں ہو سکتا۔ رات تاریک ہے، سمندر گہرا ہے۔ دشت و بیابان فراخ ہے، ان تمام باتوں کا علم صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہوتا ہے یا وہ اپنے انبیاء کرام اور رسل عظام اور خاص اولیاء کرام سے جس کو چاہے آگاہ فرما دے۔ لہٰذا جو حالات مقدر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فعل سے متعلق ہیں ان میں داخل ہونے کے بعد ایک راستے پر دو ولی بھی متفق نہیں ہو سکتے۔

پس مرید اپنے شیخ کے ساتھ کیا معاملہ کرے گا حالانکہ دونوں کے راستے مختلف ہیں۔ شیخ کو اللہ تعالیٰ

ایک طرف سیر کراتا ہے اور مرید کو دوسری جانب۔ پس بعض اوقات ان کی پشتیں اور چہرے ایک دوسری کی مخالف سمت میں ہوتے ہیں پس ان کے درمیان صحبت اور اجتماع کیسے ہوگا یہ بہت دور کی بات ہے اگر اتفاق ہو جائے تو وہ شاذو نادر ہے قابل التفات نہیں اور نہ اس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے کیونکہ غالب بات وہ ہے جو واضح اور ظاہر ہو چکی ہے اللہ تعالیٰ شیخ اور اس سچے مرید پر رحمت نازل فرمائے جسے اللہ تعالیٰ اس حالت پر پہنچائے تو اپنے رب کے لیے شیخ سے بھی بے نیاز ہو جاتے۔

مزید آداب

آداب مرید سے یہ بھی ہے کہ شیخ کے سامنے ضرورت کے بغیر باتیں نہ کرے اور نہ ہی اس کے سامنے اپنے ذاتی مناقب بیان کرے۔ شیخ کے سامنے اپنا مصلّٰی بھی نہ بچھائے البتہ نماز کے لیے بچھا سکتا ہے۔ لیکن جب فارغ ہو تو اسی وقت لپیٹ دے۔ شیخ اور ان لوگوں کی خدمت کے لیے کمر بستہ رہے جو شیخ کے سجادہ پر آرام سے بے تکلف بیٹھے ہوں یہ شیخ کی حالت ہے مرید کی نہیں ہو سکتی۔

اپنے سے بلند مرتبہ بزرگ کے سجادہ پر اپنا مصلّٰی نہ بچھائے اپنے شیخ کے مصلّٰی کے قریب بھی اپنا مصلّٰی بچھانے سے پرہیز کرے۔ البتہ مرشد کی اجازت سے ایسا کر سکتا ہے کیونکہ صوفیہ کے نزدیک یہ حرکت بے ادبی شمار ہوتی ہے۔ شیخ کے سامنے کوئی مسئلہ بیان ہو رہا ہو تو مرید خاموش رہے اگر چہ وہ اس کا علم رکھتا ہو اور کامل جواب دے سکتا ہو بلکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے شیخ کی زبان پر جاری فرمایا اسے غنیمت جانے، قبول کرے اور اس پر عمل کرے۔ اگر اس کے جواب میں کوئی کمی دیکھے تو رد نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ اس نے اسے علم وفضل اور نور عطا فرمایا لیکن یہ بات دل میں چھپائے رکھے۔ شیخ کے سامنے باتیں نہ بنائے اور نہ یہ کہے کہ شیخ نے مسئلہ بتانے میں خطاء کی ہے۔ اس کے کلام کو نہ توڑے اور اگر سبقت لسانی سے سوچے سمجھے بغیر کوئی بات نکل جائے تو فوراً خاموش ہو جائے، توبہ کرے اور اس بات کا پختہ ارادہ کرے کہ آئندہ ایسا نہیں کرے گا۔ جس طرح ہم نے کتاب کے شروع میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے توبہ کے ضمن میں بیان کیا ہے پس مرید کی بہتری اسی میں ہے کہ اس راستے میں خاموشی اختیار کرے۔

سماع کے وقت کے آداب

مرید کو چاہیے کہ سماع کی حالت میں شیخ کے سامنے کوئی حرکت نہ کرے البتہ شیخ کے اشارے سے حرکت کر سکتا ہے اور مرید اپنی طرف سے کوئی حالت ظاہر نہ کرے، البتہ اگر اس پر حال طاری ہو جائے جس سے ہوش وحواس باقی نہ رہیں تو کوئی حرج نہیں لیکن جب جوش ختم ہو جائے تو پہلے کی طرح سکون ووقار اختیار کرے اور اللہ تعالیٰ نے اس پر جو اسرار ظاہر کیے ہیں انھیں مخفی رہے جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے۔

قوالی کی حیثیت

اگر چہ ہم رقص وسرود اور قوالی کو جائز نہیں سمجھتے اور اس سے پہلے ہم نے اس کی

کراہت کا ذکر کیا ہے لیکن یہ بات ہم نے اس لیے ذکر کی ہے کہ ہمارے زمانے کے لوگ اپنی مجالس میں سماع کے دلدادہ ہیں البتہ ان لوگوں کا انکار نہیں کیا جا سکتا جو اپنے ارادۂ حال میں سچے ہیں لہٰذا وہ جو کچھ سنیں گے اس کا مفہوم ان کے صدق کی آگ کو بھڑکائے گا اور زیادہ شوق دلائے گا وہ اپنے عشق کی آگ میں جلتے اور اس میں غائب ہو جاتے ہیں۔ ظاہر بیں لوگ ان کے جسم کو متحرک دیکھتے ہیں لیکن وہ قوم کے خیالات سے بالکل الگ ہوتے ہیں۔ لوگ خواہشات اور لذتوں کی باتوں میں مشغول ہوتے ہیں نیز ان میں سے ہر ایک اپنے محبوب کو یاد کرتا ہے جو عرصہ دراز ہوا مر چکا ہے یا وہ زندہ غائب ہے اور اس کا شوق بڑھ جاتا ہے۔ لیکن سچے مرید کی حالت ہی دوسری ہوتی ہے اس کی آگ نہ دھیمی ہوتی اور نہ بجھتی ہے۔ اس کا محبوب اس سے غائب ہوتا ہے نہ دُور اس کا قرب ہمیشہ ترقی پذیر ہوتا ہے اور لذت و نعمت کا حصول جاری رہتا ہے۔ اس کی حالتِ سر در کو سوائے اس کلام کے جس میں اس کا مطلب ہے کوئی چیز نہیں بدلتی اور وہ کلام دراصل اللہ تعالیٰ کا کلام ہوتا ہے۔ اس حالت میں مرید غزل، راگ رنگ، شور و غوغا کرنے والے شیطان کے بھائیوں نفس امّارہ اور ہوا و ہوس کے گھوڑوں پر سوار اور شور و غل کرنے والوں کے پیروکاروں سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

مرید کو چاہیے کہ سماع کی حالت میں کسی پر اعتراض نہ کرے اور وقت کی طلب میں کسی ایسے شخص سے مزاحم نہ ہو جو ایسے شعر پڑھتا ہے جو دنیا سے بے رغبت کرنے والے دل کو نرم کرنے والے جنت اور حوروں کا شوق دلانے والے آخرت میں دیدارِ الٰہی کی امید دلانے والے، دنیا اس کی لذتوں، خواہشوں، عورتوں اور بیٹوں سے دُور کرنے والے، دنیا کی مشکلات و مصائب پر صبر دلانے والے، اولاد کی محبت ختم کرانے والے، اور آخرت کی توجہ پھیرنے والے ہیں تو ان سب کو وہاں موجود شیخ کے حوالے کر دے کیونکہ وہ تمام لوگ شیخ کی ولایت میں ہوتے ہیں۔ البتہ اگر ان سننے والوں میں کوئی مستحق موجود ہے تو ظاہر میں آداب کا لحاظ رکھے اور باطن میں تکلیف سے انکار کرے کیونکہ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ کسی ایسے شخص کو مقرر کر دے جو اس سے دوبارہ پڑھنے کا تقاضا کرے یا اس پڑھنے والے کے دل میں ڈال دے کہ وہ دوبارہ پڑھے تاکہ اس سچے سننے والے کا مقصد اور حاجت پوری ہو جائے۔

شیخ کے ساتھ آداب

مرید جب اپنے شیخ سے ادب سیکھنے کا ارادہ کرے تو وہ اس پر ایمان رکھے، تصدیق کرے اور اس کا یہ عقیدہ ہو کہ اس زمانے میں میرے مرشد سے بہتر کوئی نہیں جس سے وہ اپنے مقاصد میں نفع اٹھا سکے اور اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور اس راز کو جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے اپنے دل میں محفوظ رکھے تاکہ اللہ تعالیٰ شیخ کی زبان پر وہ بات جاری کر دے جو اس کے لیے بہتر ہو اس کی مخالفت سے بالکل پرہیز کرے کیونکہ مرشد کی مخالفت زہر قاتل ہے اور اس کا نقصان عام ہے لہٰذا اس کی مخالفت نہ صراحتہً کرے اور نہ تاویل سے۔ اور چاہیے کہ اپنے احوال و اسرار میں سے کوئی بات بھی شیخ سے نہ چھپائے اور شیخ کے حکم کے بغیر کسی کو کوئی بات نہ بتائے۔ مرشد گرامی سے کسی بات سے رخصت بھی نہ مانگے اور جو چیز رضائے الٰہی کے لیے ترک کی اس کی طرف نہ لوٹے۔ کیونکہ یہ بات اہل طریقت کے نزدیک گناہ کبیرہ اور ارادت کو ختم کرنے کے مترادف ہے۔ ایک حدیث پاک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے ارشاد فرمایا "ہبہ دے کر واپس لینا ایسا ہے جیسے کُتا قے کر کے اسے چاٹتا ہے۔" اگر شیخ اسے کوئی کام بجا لانے کا

حکم دیں تو ان کی اطاعت واجب ہے اور اگر مرشد کے حکم کی تعمیل میں کوتاہی ہو جائے تو لازم ہے کہ مرشد کو مطلع کر دے تاکہ وہ اس کا تدارک کریں اور اس کے لیے توفیق، آسانی اور نجات کی دعا کریں۔

مرید کو آداب سکھانا

شیخ پر مرید کو آداب سکھانا واجب ہے اور وہ اس طرح کہ وہ مرید کو خداوند تعالیٰ کے لیے قبول کرے اپنے لیے نہیں، اس کے ساتھ خیر خواہی کا سلوک کرے۔ شفقت کی نگاہ سے دیکھے اور جب وہ ریاضت کا بوجھ برداشت نہ کر سکے تو نرمی اور آسانی کا سلوک کرے اور اس طرح تربیت کرے جس طرح والدہ اپنے بیٹے کی تربیت کرتی ہے اور شفیق، دانا اور سمجھ دار باپ اپنے بیٹے یا غلام کی پرورش کرتا ہے۔ پہلے اسے آسان اور قابل برداشت کاموں کا پابند بنائے جن کاموں کی اسے طاقت نہیں ان کا بوجھ نہ ڈالے پھر سخت کاموں کا حکم دے۔ پہلے پہل اسے اس بات کا پابند کرے کہ وہ اپنے نفس کی پیروی چھوڑ دے اور شرعی طور پر جن کاموں کی اجازت ہے ان کو اپنائے تاکہ طبیعت کی قید اور حکم سے چھوٹ جائے اور شرعی احکام کی پابندی حاصل ہو جائے پھر آہستہ آہستہ اسے رخصتوں سے عزیمتوں کی طرف منتقل کرے۔ اس طرح رخصتوں میں سے ایک خصلت مٹا کر اس کی جگہ عزیمت سے ایک خصلت ثابت کرے اگر شروع شروع میں مرید میں صدق و مجاہدہ اور عزیمت پر عمل دیکھے اور سمجھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نور، کشف اور اس علم کے باعث ہے جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا فرمایا جس طرح مومنین اولیاء کرام، امانتدار احباب اور علماء کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا طریقۂ مبارک ہے تو کسی بات میں بھی اس سے نرمی نہ برتے بلکہ سخت سے سخت تر ریاضت کا حکم دے کیونکہ اسے معلوم ہے کہ مرید کی قوت ارادہ اس میں کوئی کوتاہی نہیں کرے گی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ شیخ کو معلوم ہو چکا ہے کہ مرید کو اسی مقصد کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور وہ اس کام کے لائق ہے۔ نیز یہ کام اس کے حال سے موافقت رکھتا ہے۔ بنا بریں وہ اسے اس پر آسان کرنے میں کسی قسم کی خیانت نہ برتے۔ شیخ کو چاہیے کہ کسی حال میں بھی مرید کے مال یا خدمت کے ذریعے فائدہ نہ اُٹھائے اور نہ ہی اس کی تادیب و تربیت کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ سے کسی بدلے کی امید رکھے بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اس کے حکم کی تعمیل اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحفہ اور ہدیہ سمجھ کر مرید کو ادب سکھائے اور اس کی تربیت کرے کیونکہ جو مرید شیخ کے پاس جاتا ہے وہ اس کے اختیار اور کوشش کے بغیر محض اللہ تعالیٰ کی ہدایت و راہنمائی سے تقدیر اسے یہاں کھینچ کر لائی ہے لہٰذا یہ اس کے پاس خدا کی طرف سے ایک تحفہ ہے اور شیخ پر لازم ہے کہ اسے قبول کرے اور تادیب و تربیت کے ذریعے اس کے ساتھ بھلائی کرے اور اللہ تعالیٰ کے حکم اور خبر کے بغیر اس کے مال اور جان سے فائدہ نہ اُٹھائے البتہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر ہو جائے کہ اس مال کو قبول کرنے میں مرید کی اصلاح اور نجات مضمر ہے اور یہ مرشد کا مفسوم ہے تو لینے میں کوئی حرج نہیں اور نہ اس سے منہ پھیرنے کی کوئی صورت ہے ہر آنے والے کو مرید بنانے سے پرہیز کرے بلکہ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے فعل اور تقدیر کا منتظر رہے اور جو شخص کسی تکلف اور چاہنے کے بغیر آ جائے تو اسے قبول کرے اور اس کی تربیت کرے اس وقت اسے مرید کی تربیت کی توفیق دی جاتی ہے۔ اور مرید کو بہت جلد کامیابی اور فلاح حاصل ہو جاتی ہے۔ مرشد کو مرید کے حصول کے لیے ہر قسم کی تکلیف اور اختیار سے پرہیز کرنا چاہیے ورنہ مرید کے حق میں توفیق اور حفاظت سے

محروم ہو جائے گا۔
مرشد کو چاہیے کہ ہمت کے ساتھ مرید کی تربیت کرے اور اگر اس میں کوئی خلل یا کوتاہی دیکھے تو اس کی جانب سے خود توبہ کرے شیخ کو چاہیے کہ مرید کے اسرار کی حفاظت کرے اس کے دلی راز جن پر اللہ تعالیٰ نے اسے علم لدنی کے ذریعے مطلع فرمایا یا مرید نے خود ظاہر کیے ہوں یا اس نے مرید کو چھپاتے ہوئے دیکھا دوسروں پر ظاہر نہ کرے کیونکہ یہ اس کے پاس امانت ہیں۔ کہا گیا ہے کہ نیک لوگوں کے سینے رازوں کا قبرستان ہیں، لہٰذا مرشد اپنے مریدین کے لیے آرام گاہ، ان کے رازوں کا خزانہ اور حفاظت کا مقام ہوتا ہے وہ ان کا ماویٰ و ملجا، انھیں قوت دینے والا اور ان کے لیے مددگار ہوتا ہے نیز انھیں حق کے راستے میں ثابت قدم رکھنے والا ہوتا ہے لہٰذا اسے چاہیے کہ وہ ان کو راہِ حق، مصاحبت اور اللہ کی طرف قصد سے متنفر نہ کرے۔ جب مرید میں کوئی خلاف شرع بات دیکھے تو علیحدگی میں اسے سمجھائے اور ادب سکھائے اور اسے دوبارہ یہ کام کرنے سے روکے یہ اس وقت ہے جب وہ شریعت کے اصول و فروع میں اس کی مخالفت کرے ایسی حالت کا دعویٰ کرے جو اس میں نہیں پائی جاتی یا وہ اپنے عمل پر خود پسندی کا اظہار کرے اور ریاکاری کا مرتکب ہو بس چاہیے کہ اسے خود پسندی اور تکبر کی جگہ سے بچائے۔ اپنے اعمال و احوال کو نہایت چھوٹا تصور کرے تاکہ ہلاکت سے بچ جائے کیونکہ تکبر انسان کو اللہ تعالیٰ کی نظر دل سے گرا دیتا ہے۔
جب شیخ مریدین کو اجتماعی صورت میں وعظ و نصیحت کرنا چاہے تو انھیں جمع کر کے یوں گفتگو کرے "مجھے خبر ملی ہے کہ تم میں سے بعض حضرات فلاں دعویٰ کرتے ہیں، فلاں بات کہتے ہیں اور فلاں فلاں کام کے مرتکب ہوتے ہیں اس ضمن میں تمام خرابیوں اور خوبیوں کا ذکر کرے انھیں نصیحت کرے اور ڈرائے لیکن کسی ایک کو متعین کر کے نہ کہے کیونکہ اس سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ اگر مرشد بد خلقی کا مظاہرہ کرے ان کے رازوں کو ظاہر کرے، ان کی غیبت کرے اور ان کی برائیوں کا ذکر کرے تو ان کے دل اس کا قصد اور اس کی محبت اختیار کرنے سے متنفر ہو جائیں گے اور اہل طریقت میں یہ بات ان کے لیے تہمت شمار ہو گی۔ اور مریدوں کے دلوں میں اولیائے کرام کی محبت کا جو بیج بویا تھا، اس میں خرابی واقع ہو گی لہٰذا اس سے بہت زیادہ پرہیز کرے اگر شیخ پر یہ بات غالب ہو جائے اور اس کا تدارک ناممکن ہو تو اس منصب ولایت سے الگ ہو جائے۔ مریدین سے بھی علیحدگی اختیار کرے اور اپنے نفس کے مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول ہو اور ایسا شیخ تلاش کرے جو اس کو ادب سکھائے اسے اعتدال پر لائے، اس کی تہذیب کرے ان بلاؤں میں گرفتار ہونے کے بعد وہ مرشد نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا مریدین سے اللہ تعالیٰ کے وصال کا راستہ نہ توڑے۔

آدابِ صحبت

برادرانِ طریقت اور دوسرے لوگوں نیز اغنیا اور فقرا کی صحبت اختیار کرنے کا طریقہ

بھائیو! (برادرانِ طریقت) کے ساتھ ایثار اور جوانمردی کے ساتھ پیش آئے ان کی خدمت کے لیے کمر بستہ ہو

کسی پر اپنا حق نہ جتائے کسی سے حق نہ مانگے بلکہ اپنے ذمہ ہر ایک کا حق سمجھے ان کا حق ادا کرنے میں کوتاہی نہ کرے۔صحبت کے حق سے یہ ہے کہ ان کی تمام باتوں اور کاموں میں موافقت ظاہر کرنے ہمیشہ ان کا ساتھ دے چاہے ذاتی طور پر نقصان اٹھانا پڑے۔ان کی طرف سے تاویل کرے اور معذرت پیش کرے۔ان کی مخالفت، ان سے نفرت، جھگڑا اور لڑائی نہ کرے ان کے عیب دیکھنے سے اندھا بن جائے اگر ان میں سے کوئی اس کی مخالفت کرے تو ظاہر میں جو کچھ اس نے کہا اس کے حوالے کر دے اگرچہ جو کچھ اس نے کہا ہے حقیقت اس کے خلاف ہے اور چاہیے کہ ہمیشہ اپنے بھائیوں کے دلوں کی حفاظت کرے اور ایسے کام سے اجتناب کرے جو ان کو ناپسند ہوں چاہے وہ جانتا ہو کہ اس میں ان کی بہتری ہے۔ان میں سے کسی سے حسد نہ کرے۔اگر کسی بُرے سلوک کی وجہ سے ان میں سے کسی کے دل پر بوجھ پڑ جائے تو حُسنِ اخلاق کے ساتھ اسے دُور کرے اگر دُور نہ ہو تو مزید احسان اور اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرے یہاں تک کہ دُور ہو جائے اور اگر ان میں سے کسی کی طرف سے غیبت وغیرہ کی بنا پر اس کے دل کو ٹھیس پہنچے تو اپنے آپ سے ظاہر نہ کرے بلکہ اس کے خلاف ظاہر کرے۔

اجنبی لوگوں کی مجلس

اجنبی لوگوں سے صحبت کا تقاضا ہے کہ اپنے راز دل کو ان سے محفوظ رکھے انھیں شفقت و رحمت کی نگاہ سے دیکھے ان کے مال ان کے حوالے کر دے۔ان پر احکام طریقت پوشید رکھے اور جس قدر ممکن ہو ان کے بُرے اخلاق پر صبر کرے اور ان سے الگ تھلگ رہے۔ان پر اپنی فضیلت کا عقیدہ نہ رکھے اور کہے "یہ لوگ سلامتی والے ہیں اور اللہ تعالیٰ انھیں معاف کر دے گا" اور اپنے نفس سے کہے "تو بڑی تنگی میں پکڑا گیا ہے تجھ سے کھجور کی گٹھلی کے دھاگے اور باریک پردے نیز ہر چھوٹی بڑی چیز کے بارے میں پوچھا جائے گا اور صغیر و کبیر پر محاسبہ ہوگا" اور اللہ تعالیٰ جاہل سے اسقدر درگذر فرما دیتا ہے جو عالم سے نہیں فرماتا۔عام لوگوں کو اتنا ڈر نہیں جتنا خاص لوگوں کو ہے۔

مالدار لوگوں کی ہمنشینی

مالدار لوگوں کی مجلس اختیار کرے تو ان پر اپنی قوت کا اظہار کرے، ان سے لالچ نہ رکھے جو کچھ ان کے پاس ہے اس کی امید نہ رکھے اور کسی کو خاطر میں نہ لائے۔ان کے عطیات حاصل کرنے کی خاطر ذلت و رسوائی جیسے اُمور سے اپنے دین کو محفوظ رکھے جس طرح حدیث شریف میں ہے۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص کسی مالدار سے مال حاصل کرنے کے لیے اس کے سامنے ذلت اختیار کرتا ہے۔اس کا دو تہائی دین چلا جاتا ہے"۔ پس ہم ایسے کام سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں جس کے ساتھ دین کو نقصان پہنچے ایسے لوگوں کی مجلس سے بھی پناہ چاہتے ہیں۔جن کی وجہ سے دین میں رخنہ اندازی ہو اس کا قبضہ ٹوٹ جائے ان کے مالوں کی چمک اور دنیا کی تازگی نور ایمان کو زائل کر دے جس طرح حدیث شریف میں آیا ہے۔

البتہ اگر تمہیں کسی وقت سیر و تفریح، سفر، مسجد یا کسی اجتماع میں ان کے ساتھ اکٹھا ہونا پڑے تو حسن اخلاق

سے پیش آنا ضروری ہے یہ عام حکم ہے جو مالدار اور فقیر سب کی صحبت میں اختیار کیا جائے۔ یعنی تجھے مناسب نہیں کہ ان پر اپنی فضیلت کا اعتقاد رکھے بلکہ یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ تمام مخلوق تجھ سے بہتر ہے تاکہ تو تکبر سے بچ جائے۔ اپنے لیے فقر کی فضیلت نہ ڈھونڈ، نہ اس کے لیے دنیا اور آخرت، شرف و عزت کا اعتقاد رکھ اور نہ اس کے لیے کوئی قدر و منزلت خیال کر۔ جس طرح کہا گیا ہے جو آدمی خود اپنی قدر چاہتا ہے اس کی کوئی قدر نہیں ہوتی اور جو اپنے کو بڑا قیمتی خیال کرتا ہے اس کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ پس غنی کا ادب یہ ہے کہ وہ فقیر کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے یعنی اپنی ہتھیلی سے اس کے لیے مال نکالے اور فارغ ہو جائے کیونکہ اس کے پاس جو مال ہے وہ نائب کی حیثیت سے ہے خود مالک نہیں ہے اور فقیر کا ادب یہ ہے کہ وہ غنی اور اس کے مال سے بلکہ دنیا و آخرت سے اپنے دل کو خالی کر دے اور اپنے دل کو کسی چیز کا محل، وطن اور مدخل نہ بنائے بلکہ ان تمام چیزوں سے صاف اور خالی رکھے پھر اپنے رب کے نور سے بھرنے کا امیدوار اور منتظر ہو نہ غیر کے وجود کو سمجھے اور نہ اپنے لیے کوئی طاقت خیال کرے اس وقت اللہ تعالیٰ کا فضل آئے گا اور کسی قسم کی تھکاوٹ اور غم کے بغیر اللہ تعالیٰ کے ساتھ مالداری حاصل ہوگی۔

فقراء کی صحبت

فقیر کی صحبت اختیار کرنے کا تقاضا یہ ہے کہ کھانے پینے کی چیزوں، لباس، لذت والی چیزوں بیٹھنے کی جگہوں حتیٰ کہ ہر نفیس اور عمدہ چیزمیں ان کو ترجیح دے اور مقدم رکھے۔ اپنے آپ کو ان سے کم سمجھے اور کسی بات میں بھی اپنے آپ کو ان سے افضل نہ سمجھے۔ حضرت ابو سعد بن احمد بن عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے تیس سال تک فقراء کی صحبت اختیار کی لیکن اس دوران ہمارے درمیان کبھی بھی ایسی گفتگو نہیں ہوئی جس سے ان کو اذیت پہنچی ہو اور نہ ہمارے درمیان کبھی منافرت پیدا ہوئی جس سے ان کو وحشت ہوتی۔ پوچھا گیا یہ کیسے ہوا؟ فرمایا میں ان کے ساتھ ہمیشہ اپنے نفس کے خلاف رہا اور جب میں ان کے پاس جاتا تو نہایت خوشی خوشی اور نرمی کے ساتھ جاتا تحفے تحائف، مہمان نوازی اور دیگر اسباب کے ذریعے ان کے ساتھ حسنِ اخلاق کا رویہ اختیار کرتا۔

فقراء کے ساتھ جب یہ سلوک کیا جائے تو اس میں اپنی فضیلت کا اظہار نہ ہو بلکہ ان کا احسان مند ہونا چاہیے کہ انھوں نے تمہارے تحائف قبول کیے۔ ان پر کسی قسم کا احسان جتانے یا اسے اپنی طرف سے کچھ سمجھنے سے پرہیز کرو بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں اس بات کی توفیق بخشی اور یہ کام تمہارے لیے آسان ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے تجھے اپنے خاص بندوں اور دوستوں کی خدمت کا اہل بنایا کیونکہ نیک فقراء، اللہ والے اور اس کے خاص بندے ہیں۔ جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اہلِ قرآن، اہل اللہ اور خاص بندے ہیں اور جو آدمی عمل کے بغیر قرآن پڑھتا ہے وہ قرآن کا اہل نہیں ہے"۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص قرآن کی حرام کردہ اشیاء کو حلال سمجھتا ہے اس کا قرآن پر ایمان نہیں"۔ احسان تو اس کا ہے جس نے تیرا ہدیہ قبول کر لیا، تیرا احسان نہیں ہے۔

فقراء کی صحبت کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ تو انھیں اس بات پر مجبور نہ کرے کہ وہ تجھ سے سوال کریں اگر اتفاقاً فقیر کو تجھ سے قرض لینا پڑے تو ظاہر میں قرض دے لیکن بباطن معاف کر دے اور جلد ہی اسے آگاہ

کر دے۔ شروع ہی میں عطیہ نہ دے تاکہ تیرا احسان مند ہونا اس پر گراں نہ ہو۔

ان کی صحبت کے آداب سے یہ بات بھی ہے کہ ان کی مراد جلد پوری کی جائے تاکہ انتظار کی وجہ سے ان کے حالات میں ناخوشگواری پیدا نہ ہو کیونکہ فقیر تو ابن الوقت (حال پر قناعت کرنے والا) ہوتا ہے جس طرح ایک روایت میں ہے "انسان ابن الوقت ہے اس کے پاس مستقبل کے انتظار کے لیے وقت نہیں ہوتا۔

فقراء کی صحبت کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ جب تمہیں معلوم ہو کہ وہ اہل و عیال والا ہے تو صرف اس کے ساتھ اچھا برتاؤ نہ کرو بلکہ اسے اسکی قدر دو کہ جو اسے ان لوگوں کے لیے کافی ہو جن کے معاملات میں اس کا دل مشغول ہے۔

ان کے آداب سے یہ بھی ہے کہ فقیر جو حال بیان کرے اس پر صبر کیا جائے اور جب وہ تم سے مخاطب ہو تو اس سے خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آؤ، ترش روئی، سخت نظری اور درشت کلامی سے پیش نہ آؤ اگر ایسی چیز کا مطالبہ کرے جو ابھی تمہارے پاس نہیں تو اچھے طریقے سے اس کو وقتِ امکان تک پھیر دو۔ قطعی مایوسی کے ساتھ جواب نہ دو تاکہ اسے وحشت نہ ہو اور وہ آئندہ تمہارے سامنے اپنی حاجت کا اظہار نہ کر سکے اس طرح اسے اس بات پر شرمندگی ہوگی کہ اس نے اپنا راز تمہارے سامنے کیوں کھول دیا۔

اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اس کی طبیعت اس پر غالب آجاتی ہے اور نفس کو اس پر کنٹرول حاصل ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کی حالت میں جہالت ظاہر ہوتی ہے اور وہ تم پر ناراض ہوتا ہے اور اپنے رب پر اعتراض کرتا ہے کہ اس نے اس کی قسمت میں فاقہ لکھا اور لوگوں کا محتاج بنا دیا۔ اس وقت اس کا دل اندھا ہو جاتا ہے اور نورِ ایمان کا چراغ گل ہو جاتا ہے اور چونکہ یہ سب کچھ تمہارے سبب ہوا ہے اس کے دل کی شورش اور ترک ادب کا باعث تم بنے لہٰذا اس سلسلے میں تمہارا بھی مواخذہ ہوگا بعض اوقات فقیر مخلوق سے سوال کرنے کے سبب ثواب، معارف، علوم اور مصلحتوں سے پردے میں رہ جاتا ہے اس لیے اس کے حق میں یہی بہتر ہے کہ وہ صبر کرے طریقۂ ادب کو پیش نظر رکھے لوگوں سے سوال نہ کرے تاکہ اسے ہاتھ، دل اور گھر کی مالداری حاصل ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات اور فضل کے لشکر اس کے پاس آئیں اور اسے رحمت، شفقت، راحت اور رعایت کے ہاتھ میں لے لیں اور اس کے حق میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول ثابت ہو جائے :" وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِيْنَ " اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کے کام سنوارتا ہے اس وقت اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کرتا ہے اس پر شفقت کھاتا ہے اور وہ اپنے خالق کی وجہ سے تمام اشیاء سے بے نیاز ہو جاتا ہے اشیاء اس کے پاس آتی ہیں وہ ان کے پاس نہیں جاتا۔ اس کا ارادہ کرنے والے خود اس کے پاس آتے ہیں اور اس کے انوار و اسرار سے باطنی فیض حاصل کرتے اس سے خوشبو پاتے ہیں حالانکہ اسے انکی خبر بھی نہیں ہوتی۔ وہ ان سے پوشیدہ اپنے مولا میں مشغول ہوتا اور حالتِ جذب میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ اسے مخلوق کے ساتھ میل جول کی اندھیریوں، نفس کی موافقت، خواہشات کی اتباع اور دینی و اخروی اشیاء کے ارادے میں مقید ہونے سے بچاتا ہے

اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِىْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ۔ بے شک جنتی آج دل بہلانے میں خوش ہوں

اہلِ جنت دنیا میں جب اپنے نفسوں اور مالوں کو جنت کے بدلے میں بیچ دیتے ہیں جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے :۔

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ
بے شک اللہ نے ایمان والوں سے اُن کی جان، مال کو ان کے لیے جنت کے بدلے خرید لیا ہے۔

اور وہ دنیا میں افلاس پر صبر کرتے ہیں اور اپنی ذات مال اور اولاد میں تصرف کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتے اور اوامر و نواہی کے علاوہ سب کچھ اس کے حوالے کر دیتے ہیں۔ اس کے احکام بجالاتے اور ممنوعات سے پرہیز کرتے ہیں۔ اپنے آپ کو تقدیر خداوندی کے سپرد کر دیتے ہیں اور لوگوں سے الگ رہتے ہیں۔ خواہشات اور ارادوں سے دل کو خالی کر لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں داخل کرتا اور ایسی چیزوں میں مشغول کرتا ہے جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال پیدا ہوا جیسے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے
إِنَّ اَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فَاكِهُوْنَ۔
بے شک جنتی آج دل بہلانے میں خوش ہوں گے۔

اسی طرح فقیر جب دنیا میں اپنا عمل کرتا ہے اور ظاہر قرآن کے مطابق اس کو جنت حاصل ہو جاتی ہے تو اس وقت وہ جنت کو اپنے رب پر بیچ دیتا ہے اور گھر سے پہلے ہمسایہ تلاش کرتا ہے جس طرح حضرت رابعہ عدویہ فرماتی ہیں "پڑوسی مکان سے پہلے تلاش کیا جائے۔" اور جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهُ۔ وہ اس کی رضا چاہتے ہیں اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے سابقہ کتابوں میں ارشاد فرمایا "میرا بہترین دوست وہ بندہ ہے جو کسی عطا کی امید رکھے بغیر میری عبادت کرتا ہے۔ تاکہ وہ میری ربوبیت کا حق ادا کرے" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اگر اللہ تعالیٰ جنت اور دوزخ کو پیدا نہ کرتا تو کوئی شخص اس کی عبادت نہ کرتا۔" حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے "اگر اللہ تعالیٰ جنت اور دوزخ کو پیدا نہ کرتا تو کوئی شخص عبادت کے لیے تیار نہ ہوتا۔" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ۔ وہ تقویٰ اور بخشش والے ہیں۔

جب فقیر میں یہ صفات پیدا ہو جاتی ہیں تو اپنے مولا کے علاوہ وہ ہر ایک سے مفلس ہو جاتا ہے۔ اشیاء کے ساتھ تعلق سے اس کا دل پاک ہو جاتا ہے اور ان چیزوں سے فنا ہو جاتا ہے، حقیقی مرید بن جاتا ہے، غیر خدا سے پوشیدہ ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر واجب ہو جاتا ہے کہ اس کے کاموں کی حفاظت فرمائے اس کی رہنمائی کرے اور اپنی ملاقات تک اسے دنیا میں نعمتیں عطا فرمائے۔ پھر وہ اس میں اضافہ فرماتا ہے اور اسے طرح طرح کے قیمتی لباس، انوار، نعمتیں، حیات طیبہ اور وہ قرب جو اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیائے کرام اور اپنے دوستوں کے لیے تیار کیا ہے جدید سے جدید تر عطا فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔
فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔
اور کسی کو معلوم نہیں جو ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک پوشیدہ رکھی گئی ہے بدلہ اسکا جو وہ (نیک) کام کرتے تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ کچھ تیار کیا ہے جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال گزرا۔" اس کے بعد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِيَ لَهُمْ (تو کسی کو معلوم نہیں جو ان کے لیے پوشیدہ رکھا گیا) اور اگر فقیر تنگ دست جس کا دل غنی ہے اپنے یا اپنی اولاد کے لیے تجھ سے سوال کرے تو وہ اپنے مولا کا حکم بجالاتا ہے اور اپنا حال ظاہر کرنے میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتا ہے اور اس سے ڈرتا بھی ہے لیکن تم سے سوال کرنا نہیں چھوڑتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس بات کی تکلیف دی اور اس میں مبتلا کیا ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:
وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً
اور (اے مسلمانو) ہم نے تمہارے بعض کو بعض

أَتَصْبِرُوْنَ۔ کے لیے آزمائش بنایا گیا (اس آزمائش پر) صبر کرو گے۔
اور یہ حالت ہمیشہ نہیں رہتی بلکہ عنقریب ختم ہو کر وہ غناء اور قرب خداوندی کی وجہ سے دائمی عزت کی طرف منتقل ہو گا جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مقدر کی ہے۔ اے لوگو! جو ظاہر میں غنی اور دل کے فقیر ہو اپنے آپ اور اپنے رب سے جاہل ہو تمہیں اپنے انجام کی خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب میں مبتلا کرے اور تمہارے ہاتھوں سے مال واپس لے کر تمہیں ظاہری فقیر بنا دے جس طرح تم دل کے فقیر تھے پھر تم ہمیشہ چیزوں کے محتاج رہو، تم میں استغدر حرص اور طلب پیدا ہو جائے کہ تم کبھی سیر نہ ہو دنیا چاہنے اور حاصل کرنے کے سلسلے میں تم کو عذاب دیا جائے اور دنیا میں بھی تمہاری قسمت میں نہ ہو۔ جس طرح کہا گیا ہے کہ سب سے سخت سزا غیر مقدر چیز کی طلب ہے۔ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی رحمت کی چادر میں لپیٹ لے، گناہوں پر تمہیں خبردار کرے اور تم مغفرت مانگو اس کے حضور توبہ کرو، اپنی کوتاہی کا اعتراف کرو اور وہ تمہاری توبہ قبول کرتے ہوئے تمہارے گناہ بخش دے لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرو وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا بخشنے والا مہربان ہے۔

فقر میں فقیر کے آداب

فقیر کو چاہیے کہ اپنے فقر پر اسی طرح ڈرے جس طرح مالدار کو اپنی مالداری کا ڈر ہوتا ہے جس طرح مالدار اپنے غنا کو زوال سے بچانے کے لیے تمام ضروری اقدامات کرتا اور کوشش کرتا ہے اسی طرح فقیر کو بھی چاہیے کہ ایسے کام کرے جن سے فقر زائل نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ سے فقر کو تونگری میں بدلنے کا سوال نہ کرے اور نہ ہی اپنے اہل و عیال کے لیے مال کی فراوانی اور مالداری حاصل کرنے کی خاطر اسباب معیشت اور کسب اختیار کرے اور یہ نہ سوچے کہ تنگی کے وقت یہ میرے نفس کی حفاظت کرے گا۔

فقیر کے آداب میں سے ہے کہ جس قدر مال اسے کفایت کرتا ہے اسی پر قناعت کرے اور کسی حال میں زیادہ حاصل نہ کرے اور اس قدر مال بھی محض اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل اور نفس کے گناہ میں مبتلا ہو کر ہلاک ہونے کے خوف سے حاصل کرے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا اپنے نفسوں کو ہلاک نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ تم پر مہربان ہے۔

کیونکہ نفس کو اس کے حق سے روکنا حرام ہے اور اس کا حق کھانے پینے اور لباس سے ایک خاص مقدار ہے جس سے اس کی حاجت پوری ہو جائے اور وہ فرائض کو ان کی شرائط کے ساتھ ادا کرنے سے کمزور نہ ہو جائے۔ مثلاً نماز کے فرائض واجبات اور شرائط کو بجا لانا نیز لذتوں کو چھوڑ دے۔ اگر وہ چیز اس کی قسمت میں ہے، تو اس کی کوشش کے بغیر اللہ تعالیٰ اسے عطا کر دے گا لہٰذا کبھی بھی اپنے نفس کی لذات کے لیے کوشش نہ کرے البتہ بیماری کی حالت میں کوئی چیز بتائی جائے تو اسے بطور دوا اور علاج استعمال کر سکتا ہے۔ بیماری کی حالت میں یہ اس کا حق ہے جس طرح حالتِ صحت میں قوت لایموت کا حاصل کرنا ضروری ہے۔

......

لذتِ فقر

اور چاہیے کہ فقیر کو اپنے فقر کے ساتھ اس سے زیادہ لذت حاصل ہو جو مالدار کو مالداری میں حاصل ہوتی ہے۔ اپنی ذلت و رسوائی کو ترجیح دے اور اگر لوگ اسے قبول نہیں کرتے اور اس کے پاس نہیں آتے تو اس بات کو بہتر جانے۔

فقر کی شرائط سے ہے کہ جب اس کا ہاتھ مال سے خالی ہو تو اس وقت دل حال کی صفائی کے اعتبار سے زیادہ مضبوط ہو، پس جب مال کم ہوگا دل کی پاکیزگی، قوت اور روشنی زیادہ ہوگی اور نیک لوگوں کے شعار کے ساتھ اس کی خوشی میں اضافہ ہوگا۔

اور جب اس کا دل تاریک ہو جائے، وحشت پیدا ہو اور اپنے رب پر ناراض ہو تو سمجھ لے کہ وہ فتنے میں مبتلا ہو گیا ہے اور اس کے فقر میں بہت بڑا گناہ پیدا ہو گیا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرے اور گناہوں کی بخشش مانگے اور اپنے نفس کی تفتیش، سرکوبی اور ملامت میں ہمیشہ کوشش کرتا رہے۔

سکون اور اطمینان

فقیر پر لازم ہے کہ جس قدر اس کی اولاد زیادہ ہو اسی قدر رزق کے معاملے میں اس کا دل پُر سکون اور اپنے رب پر یقین رکھنے والا ہو۔ ظاہر میں اپنے رب کے حکم پر عمل کرتے ہوئے ان کے لیے کسب کرے اور باطن میں اپنے رب کے وعدے پر مطمئن رہے اور یقین رکھے کہ ان کا رزق اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا اور مقرر کیا ہے اور وہ ان تک اس کے ہاتھوں پہنچائے یا کسی دوسرے کے ذریعے سے ضرور پہنچے گا۔ پس وہ درمیان میں واسطہ بننے سے بچے اور بیہودہ نہ بنے کہ لوگوں کے اور خدا کے درمیان داخل ہو بلکہ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرے اور اس پر اعتراض نہ کرے، نہ اس سے ناراض ہو، نہ اس پر تہمت لگائے اور نہ ہی اس کے وعدے میں شک کرے۔ کسی انسان سے شکوہ نہ کرے بلکہ اپنی شکایت اپنے رب کی بارگاہ میں پیش کرے اسی سے حاجت برآری کا سوال کرے اللہ تعالیٰ سے سوال کرے کہ وہ اسے صبر کرنے اہل و عیال کے حق میں اپنا حکم بجالانے، ان کے بارے میں تقدیرِ الٰہی پر راضی ہونے انہیں ساتھ ملائے رکھنے اور ان کی کفالت کی توفیق عطا فرمائے۔ نیز بارگاہِ خداوندی میں سوال کرے کہ وہ اسے ان کا رزق نہایت آسانی سے عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ قریب سے دعا کو سننے والا ہے۔ وہ بندے کو اس لیے آزماتا ہے کہ وہ اس کی طرف رجوع کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس سے گڑگڑا کر دعا مانگتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سوال کرنے سے رب اور بندے، مالک اور غلام نیز غنی اور فقیر کے درمیان تمیز ہو جاتی ہے۔ نیز بندہ تکبر، انکار، بڑائی اور غرور سے تواضع ذلت اور حاجت مندی کی طرف نکلتا ہے۔ اور جب کسی بندے میں یہ صفات پیدا ہوتی ہیں تو اس کی دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کی آخرت کے لیے ثواب بھی جمع ہوتا ہے۔

.....

فکرِ فردا سے آزاد

فقیر کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ مستقبل کی فکر نہ کرے بلکہ حاضر وقت کے حکم میں مشغول رہے دوسرے وقت کو نہ دیکھے۔ حال، اس کی حدود، شرائط اور آداب کی حفاظت کرے۔ اس کے علاوہ سے آنکھیں بند کر لے اور سر جھکا دے۔ نہ اس میں سے اعلیٰ کو دیکھے نہ ادنیٰ کو۔ حالِ غیر کی حرص نہ کرے بعض اوقات اسی سے اس کی ہلاکت واقع ہوتی ہے جبکہ اپنے مال والوں کے لیے یہ بات سلامتی اور نعمت ہے۔ جس طرح غذائیں ہیں۔ بعض غذائیں ایک شخص کی صحت کو بڑھاتی ہیں جبکہ دوسرے کی بیماری میں اضافہ کرتی ہیں۔ لہٰذا مریض کو طبیب کی اجازت کے بغیر اس میں سے کچھ بھی استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ اسی طرح فقیر کو بھی چاہیے کہ کسی حالت کو اس وقت تک اختیار نہ کرے جب تک اسے اس میں داخل نہ کیا جائے اور اس سے پہلے وہ اس میں موجود نہ ہو بلکہ اسے اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور تقدیر پر چھوڑ دے۔ اپنے آپ کسی حال اور مقام کو اختیار نہ کرے ورنہ گمراہ اور ہلاک ہو گا۔ اس ذات کے حکم کی انتظار کرے جس کے قبضۂ قدرت میں موت و حیات ہے۔ وہ ایک حالت سے دوسری حالت میں بدلتا ہے کسی کو عطا کرتا ہے اور کسی سے روکتا کسی کو محتاج کرتا ہے اور کسی کو مالدار، وہی ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی ہونا ہی فقیر کے لیے زیادہ مناسب ہے اور اسی سے وہ اپنے رب کا بہت زیادہ قرب حاصل کرتا ہے۔ ہمارے اسلاف اہلِ علم و طریقت کا یہی طریقہ رہا ہے ان کی پیروی اختیار کرکے نتیجہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے۔

موت کی انتظار

فقیر کو ہر وقت موت کے لیے تیار اور منتظر رہنا چاہیے تاکہ اسے اپنے فقر پر راضی رہنے اور تکالیف کی برداشت پر مدد حاصل ہو کیونکہ اسی (موت کی یاد) کے ساتھ امیدیں کم ہوتی ہیں، نفس ٹوٹتا ہے اور دنیوی خواہشات کا جوش کم ہوتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لذتوں کو ختم کرنے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کرو۔"

فقیر کے آداب سے یہ بھی ہے کہ اپنے دل سے مخلوق کی یاد نکال دے اور جب مالدار اس کے پاس جائے اس کو جو روزی اور پھل حاصل ہے مالدار کو دے اگرچہ کم ہی کیوں نہ ہو کیونکہ وہ قلبی طور پر اسباب سے گریزاں ہوتا ہے لہٰذا اس کا فقیری کو اختیار کرنا مخلوق سے نفع اٹھانے کی بجائے بہتر ہے کیونکہ امیر اپنی مالداری میں قید ہے۔ اور اگر فقیر عیال دار محتاج ہو تو اپنے اہل و عیال پر تنگی نہ کرے اور مال دار کو ترجیح نہ دے۔ البتہ اگر معلوم ہو کہ وہ فقر کو ترجیح دیتے ہیں اس پر دل سے راضی اور متفق ہیں، نیز انہیں صبر، رضا اور معرفت و یقین حاصل ہے اور باطنی انوار ان کی زبانوں اور ظاہری اعضاء پر ظاہر ہوتے ہیں اس وقت خرچ کرے، قربان کرنے اور روکنے کی کوئی فکر نہ کرے۔

فقیر کے آداب سے ہے کہ تنگدستی کے حالات میں بھی پرہیزگاری اختیار کرے اور احتیاط کا دامن نہ چھوڑے اور فقر کی وجہ سے وہ چیز اختیار نہ کرے جو شریعت میں جائز نہیں اور اسی طرح عزیمت سے رخصت کی طرف چلا جائے کیونکہ پرہیزگاری دین کا سرمایہ، طمع اس کی ہلاکت ہے اور شبہات کا استعمال دین میں فساد کا باعث ہے جس طرح

بعض صالحین نے فرمایا، جو شخص فقر کی حالت میں پرہیز گاری اختیار نہیں کرتا وہ نادانستہ طور پر حرام کھاتا ہے لہٰذا اس پر لازم ہے کہ حالتِ فقر میں دین میں تاویلیں نہ کرے بلکہ مشکل ترین اور محتاط کام کو اختیار کرے اور وہ عزیمت ہے۔

فقیر کا سوال کرنا

فقیر کے آداب سے ایک یہ ہے کہ جب تک مال کفایت موجود ہو مخلوق سے سوال نہ کرے اگر ضرورت اور حاجت مجبور کرے تو حاجت کے مطابق سوال کرے اس صورت میں حاجت اس کا کفارہ بن جائے گی اس وقت اس کے لیے سوال کرنا تسلیم کیا گیا ہے اور چاہیئے کہ جب تک ممکن ہو اپنی ذات کے لیے نہ مانگے بلکہ اہل و عیال کے لیے سوال کرے جس طرح ہم نے پہلے ذکر کیا ہے اگر اس کے پاس ایک دانق (ایک سکہ جو درہم کا چھٹا حصہ ہوتا ہے) ہو اور وہ ایک درہم کا محتاج ہو تو جب تک دانق خرچ نہ کرلے اور معلوم چیز سے بالکل خالی نہ ہو جائے اس کے لیے سوال کرنا جائز نہیں جیسے کہا گیا ہے کہ اس وقت تک غیب سے کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی جب تک جیب میں کوئی چیز ہو۔ اور مخلوق سے سوال کرتے وقت بھی ان کو پیشِ نظر نہ رکھے بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو سامنے رکھے اور یوں سمجھے کہ مخلوق وکیل اور امین کی طرح ہے کیونکہ خود ان لوگوں پر مال صرف کیا گیا اور ان پر کام واقع ہوا لہٰذا انہیں اللہ تعالیٰ کے سوا رب نہ سمجھے، ان سے سوال کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کو اپنے اور اہل و عیال کے حال کی خبر دے اپنے رب سے شکوہ نہ ہو اور اپنی روزی کے بارے میں خبر حاصل کرنے کے لیے سوال کرے اور کہے کیا ہمارے لیے بھی نہیں کچھ دیا گیا ہے کیا تمہارے حوالے کچھ کیا گیا ہے اے وکیل! اے خازن! اے امین! اے مملوک! اے فقیر! اے وہ شخص جو میرے ساتھ اس چیز میں برابر ہے جو ہمارے پاس ہے اور اس کا مالک کوئی اور ہے ہم سب اس کی عیال ہیں۔ اگر اس انداز پر سوال کرے تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ ایسے لوگوں کے ہاتھ پر کرامت ظاہر نہیں ہوتی جو مشرک، دجال، ریاکار، بت پرست، طریقت کے راستے سے خارج ہیں۔ مدعی جھوٹے منافق اور زندیق ہیں پھر اگر فقیر کو کچھ دے دیا جائے تو شکر کرے اور اگر نہ ملے تو صبر کرے سچے فقیر کی صفات یہی ہیں سوال کے رد ہونے کی صورت میں نفرت نہیں پیدا ہونی چاہیئے نہ چہرے پر کچھ تبدیلی آئے کہ ناراض ہو کر اعتراض کرے اور رد کرنے والے کی مذمت کرتے ہوئے اس پر ظلم کرے کیونکہ وہ تو مامور اور وکیل ہے اور وکیل اس چیز میں جو اس کے قبضے میں ہے حکم کرنے والے کی اجازت سے تصرف کرتا ہے اور اس کا موکل ہی اصل معطی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ اس سے آسانی کا سوال کرے تاکہ اس کے لیے دل مسخر ہو جائیں اور سخت امور آسان کر دے اور اس کا رزق اور مقسوم اس تک پہنچے بھوک اور تکلیف ختم ہو جائے نیز مالدار لوگوں سے اس کو ذلت نہ پہنچے، اور ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے ہاتھوں سے عطا کرنا روک دیا ہو تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کرے اس کے دروازے کو اختیار کرے اور دعا اور تضرع کے ساتھ پردہ اٹھا دے اور اسے وہی عطا کرے بندوں کا محتاج نہ رہے۔

آدابِ معاشرت

فقیر کو چاہیئے کہ اپنے بھائیوں سے اچھا سلوک کرے کشادہ روئی کا مظاہرہ کرے ترش روئی دکھائے وہ اس سے جو کچھ چاہیں اس میں ان کی مخالفت نہ کرے بشرطیکہ اس کام میں شریعت کی مخالفت، حد سے تجاوز اور

گناہ کا ارتکاب نہ ہو بلکہ شریعت نے اسے جائز قرار دیا ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت دی ہو بھائیوں سے جنگ و جدال نہ کرے اور مذکورہ بالا شرط کے مطابق ان سے ہمیشہ تعاون کرے ان کی مخالفت کو برداشت کرے ان کی طرف سے پہنچنے والی اذیت پر صبر کرے اور دل میں کینہ نہ رکھے۔ ان سے بداخلاقی کے ساتھ پیش نہ آئے کسی قسم کی کھوٹ اور مکر و فریب سے کام نہ لے ان کی عدم موجودگی میں ان کی غیبت نہ کرے منہ پر بھی برا نہ کہے جب وہ موجود نہ ہوں تو ان کا دفاع کرے جس حد تک ممکن ہو ان کے عیب چھپائے اگر ان میں سے کوئی بیمار ہو جائے تو اس کی بیمار پرسی کرے اگر کسی مصروفیت کی وجہ سے بیمار پرسی نہ کر سکا ہو تو (صحت یاب ہونے کے بعد) اسے صحت یابی کی مبارک باد دے۔ اگر خود بیمار ہو جائے اور ان میں سے کوئی عیادت کے لیے نہ آ سکے تو معذور سمجھے اور اس کے بعد اگر وہ شخص بیمار ہو جائے تو بدلہ نہ لے بلکہ اس کی بیمار پرسی کرے ان لوگوں سے بھی صلہ رحمی کرے جو قطع تعلق کرتے ہیں، جو اسے محروم رکھتے ہیں ان کو بھی عطا کرے ظلم کرنے والوں کو معاف کر دے اگر ان میں سے کوئی اس سے برا سلوک کرے تو اس کا عذر قبول کرے اور اپنے آپ کو ملامت کرے۔ اپنے مال کو دوسرے بھائیوں کے لیے ممنوع نہ سمجھے ان کی ملکیت میں ان کی اجازت کے بغیر کوئی فیصلہ نہ کرے اپنی حرکات و سکنات میں پرہیزگاری کو نہ بھولے اگر ان میں سے کوئی خوشی کے ساتھ کوئی چیز دے تو اسے خوش ہو کر فوراً قبول کرے اور اس کے احسان کو اپنے گلے کا ہار سمجھے کیونکہ اس نے اسے اس بات کا اہل سمجھا کہ اس سے فراخی کے ساتھ پیش آئے اور اس کی حاجت بھی پوری کرے۔

جب تک ممکن ہو کسی سے اُدھار نہ لے اگر اس سے کوئی ادھار لے تو حتی الامکان واپسی کا مطالبہ نہ کرے کیونکہ اس نے محض ضرورت کے تحت ادھار لیا ہے اور جواں مردوں کی شان نہیں کہ ادھار دی ہوئی چیز واپس لیں جس طرح شرعی طور پر ہدیہ اور ہبہ واپس نہیں لیا جا سکتا۔

اگر وہ تحفہ دینے پر قادر نہ ہو تو ادھار دینے میں جلدی کرے اور اسے نہ روکے اگرچہ ہر روز دینا پڑے کیونکہ فقیر کے شایانِ شان نہیں کہ وہ لوگوں سے اپنا مال روک کر تنہا استعمال کرے اس لیے کہ وہ محض امین ہے کوئی چیز اس کی ملکیت میں نہیں پس جو اشیاء کا مالک ہے وہی اس چیز کا بھی مالک ہے کیونکہ انسان تو اس کا بندہ اور غلام ہے جس کے ہاتھ میں اس کی باگ ڈور ہے لہٰذا اسے چاہیئے کہ ان تمام اشیاء کو جو اس کے پاس ہیں اللہ تعالیٰ کی ملک سمجھے اور یہ شخص باقی تمام لوگوں سمیت اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں تمام لوگ مساوی ہیں۔

اور جو چیز دوسرے لوگوں کے پاس ہے اس میں شرعی حکم، پرہیزگاری اور حدود کی حفاظت پیش نظر رکھے تاکہ ان زندیق لوگوں کے گروہ میں شامل نہ ہو جائے جو دوسروں کی اشیاء کو بھی اپنے لیے مباح سمجھتے ہیں اگر کسی قسم کی تکلیف یا فاقہ پہنچے تو جس قدر ممکن ہو اپنا حال ان سے پوشیدہ رکھے تاکہ اس کی وجہ سے ان کے دل بھی مشغول نہ ہو جائیں اور وہ اس کے لیے تکلیف برداشت کریں اسی طرح کوئی غم لاحق ہو تو بھی اپنے بھائیوں پر ظاہر نہ کرے تاکہ اس سے ان کی خوشی، آرام اور زندگی کی لذتوں میں خلل واقع نہ ہو۔ اگر اپنے کسی بھائی کو غم میں مبتلا دیکھے اور وہ خوشی اور مسرت کا اظہار کر رہے ہوں تو ظاہر میں خوشی کا اظہار کر کے ان کی موافقت کرے اور ان کو جو پریشانی لاحق ہوتی ہے وہ ان پر ظاہر نہ کرے تاکہ اس بات میں ان کے مقابل نہ ہو جسے وہ ناپسند کرتے ہیں اور اس سلسلے میں ان کی مخالفت نہ کرے۔

آداب معاشرت سے یہ بھی ہے کہ اگر کسی وجہ سے وحشت پیدا ہو تو اچھے اخلاق سے بات کرے اور اپنی اداسی کو اس کی طرف موڑ دے تاکہ وحشت دور ہو جائے، ہر ایک سے اس طرح پیش آئے کہ اسے حد سے زیادہ اور

طبیعت کے خلاف تکلیف نہ دے بلکہ جو کچھ وہ کر رہا ہے اس میں اس کی اتباع کرے بشرطیکہ وہ کام شریعت کے خلاف نہ ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم انبیاء اکرم علیہم السلام کے گروہ کو حکم دیا گیا ہے کہ ہم لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق بات کریں"۔ فقیر کو چاہیئے کہ چھوٹوں کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کرے۔ بڑوں کی عزت کرے اور برابر کے لوگوں سے فضل، ایثار اور احسان کے ساتھ پیش آتے۔

فقراء کے کھانے کے آداب

فقراء کو چاہیئے کہ حرص اور غفلت کے ساتھ نہ کھائیں بلکہ کھاتے وقت دل میں خدا کی یاد ہو اور اسے بھول نہ جائیں نیز کھانا کھاتے وقت اپنے سے بلند مرتبہ لوگوں سے پہل نہ کریں کسی دوسرے کو کھانے کے لیے نہ کہیں اور خدمت و تواضع کے طور پر اپنے آگے سے کوئی چیز اٹھا کر دوسرے کے آگے نہ رکھیں البتہ میزبان ایسا کر سکتا ہے۔ اسے اس بات کی اجازت ہے کیونکہ یہ ایک قسم کی خدمت ہے۔ گھر والے کو نہ کہیں کہ ہمارے ساتھ کھاؤ جب کسی جگہ بٹھا دیا جائے وہیں بیٹھا رہے دوسری جگہ پسند نہ کرے جب تک ہم مجلس کھا رہے ہوں کھانے سے ہاتھ نہ اٹھائے تاکہ وہ شرمندہ ہو کر کھانے سے رک نہ جائیں۔ فقیر جب تک کھا رہا ہو اور کھانے پر اس کی نظر (رغبت) ہو اس کے سامنے سے کھانا اٹھانا مناسب نہیں۔ ساتھیوں کو چاہیئے کہ جس حد تک شریعت کی مخالفت نہ ہو اس کی مدد کریں (ساتھ کھائیں) اگرچہ کھانے کو جی نہ چاہتا ہو دسترخوان پر بیٹھے کسی دوسرے آدمی کو لقمہ نہ دے اور اگر اسے پانی پیش کیا جائے تو ساقی کو واپس نہ دے چاہے ایک قطرہ ہی ہو اگر میزبان خدمت کے لیے کھڑا ہو تو اسے روکنا نہیں چاہیئے۔ اگر وہ ہاتھ دھلانا چاہے تو بھی منع نہ کرے فقیر کو چاہیئے کہ مالدار لوگوں کے ساتھ عزت و وقار سے کھائے اور فقراء کے ساتھ ایثار و قربانی کے جذبہ سے کھائے اور اپنے بھائیوں کے ساتھ خندہ پیشانی سے کھائے۔ کھانا حاضر ہونے سے پہلے دل میں اس کا خیال نہ لائے۔ اگر حاضر ہو جائے تو کھالے لیکن اپنے نفس کو کسی خاص کھانے کا شوقین نہ بنائے ممکن ہے وہ اس کی قسمت میں نہ ہو لہٰذا وہ اسے کبھی نہیں کھا سکے گا، اور اس کے سبب اللہ تعالیٰ سے حجاب میں رہے گا۔ نیز اس شوق کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اپنے حال کے مراقبہ سے محروم ہو جائے گا اگر اس شوق سے بچتے ہوئے اپنے حال میں مشغول ہو گا تو محفوظ رہے گا اگر اس کے شوق کا کھانا اس کی قسمت میں ہے اور وہ اس کے سامنے حاضر بھی ہے تو اسے کھائے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کھانے کو مقصد نہ بنالے کہ دل میں اس کا خیال اور نہ زبان پر اس کے بارے میں گفتگو ہو بلکہ نفس کو اس بات پر آمادہ کرے کہ وہ بیمار ہے لہٰذا اس کی حالت کا تقاضا ہے کہ کھانے پینے اور شہوت سے پرہیز کرے تاکہ بیماری سے صحت یاب ہو جائے اس کی خواہش، ارادہ اور امید مرض ہے اور رضائے الٰہی اس کا معالج ہے لہٰذا جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کے ہاتھ کھانا اور پانی بھیجے تو اسے کھائے پیئے اور یقین رکھے کہ اس کی دوا اور تندرستی اسی میں ہے کسی دوسری چیز میں نہیں۔ اپنے حال اور مراقبہ کی حفاظت میں مشغول ہو اشیاء کی محبت کو دل سے نکال دے اور اپنی تمام حرکات و سکنات میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ سکون و اطمینان حاصل کرے۔

فقراء کے باہمی آداب

فقراء کے باہمی آداب میں سے ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں سے اپنے کپڑے، جائے نماز،

لوٹے اور اس قسم کی دوسری چیزیں نہ روکے اگران میں کوئی اس کے مصلیٰ کو پاؤں سے روندے تو اس سے متنفر نہ ہو اور خود دوسروں کے سجادوں پر قدم نہ رکھے اپنے سے زیادہ مرتبہ والے کے سجادہ پر اپنا مصلیٰ نہ بچھائے

فقراء میں سے کسی سے خدمت نہ لے بلکہ خود ہر ایک کی خدمت کرے فقراء کے پاؤں دبائے اور اگر کوئی دوسرا اس کے پاؤں دبانا چاہے تو اسے نہ روکے اگر فقراء حمام میں جائیں اور وہاں جو آدمی مقرر ہے ان کا جسم ملنا چاہے تو اسے نہ ملنے دیں اور اگر خود فقراء ایک دوسرے کا جسم ملنا چاہیں تو نہ روکیں۔ اگر کوئی فقیر اس کی گدڑی، مصلیٰ یا کسی اور چیز کی طرف رغبت کے ساتھ دیکھے تو اسی وقت اسے دے دے اور اس کو اپنے اوپر ترجیح دے کھانے کے وقت فقراء کو اپنی انتظار نہ کرائے اس طرح ہر کام میں ان کو انتظار کی زحمت نہ دے اس طرح ان کے دل کو ٹھیس پہنچے گی کیونکہ انتظار کرنے والا بوجھ محسوس کرتا ہے اگر کسی فقیر کو کھانا دینا چاہتا ہو تو اسے انتظار نہ کرائے کیونکہ شوربے کی انتظار ذلت و رسوائی ہے ایسی چیز کو جمع نہ کرے جس کا حصول ممکن ہے اگر کھانا کم ہو تو اس وقت تک نہ کھائے جب تک دوسروں سے کچھ بچ نہ جائے اور کوشش کرے کہ جو کھانا فقراء کی خدمت میں پیش کیا جائے وہ ممکن حد تک نفیس پاکیزہ اور ان کے موافق ہو اگر وہ ایک گروہ میں شامل ہے تو ان سے الگ ہو کر کھانا یا کوئی چیز لینا مناسب نہیں اگر اسے کوئی چیز ملے تو اسے سب کے سامنے ڈال دے اگر وہ قافلے میں ہو اور بیمار ہو جائے اور علاج کی ضرورت محسوس کرے تو اس سلسلے میں باقی احباب سے اجازت حاصل کرے اور اگر وہ کسی سرائے یا مدرسہ میں جائے اور وہاں کوئی شیخ یا خادم موجود ہو تو چاہیئے کہ اس شیخ کے حکم سے علاج کرائے ان کی رائے حاصل کئے بغیر کوئی کام نہ کرے اگر کسی قوم کے پاس جائے تو ان کے طریقے پر چلے۔

فقیر کو چاہیئے کہ دیگر فقراء کے درمیان تسبیح و قرأت کے وقت آواز بلند نہ کرے بلکہ ان سے مخفی رکھے یا اس وظیفہ کو غور و فکر اور باطنی عبادت میں بدل دے اگر وہ خواص میں سے صاحب اسرار ہے تو اس کے لیے کوئی ممانعت نہیں کیونکہ ایسے لوگوں کے تمام کام اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ہوتے ہیں وہی ان کو آمادہ کرتا، حکم دیتا اور منع کرتا ہے ان کے لیے دوسرے لوگوں کے دلوں کو مسخر اور مہربان کرتا ہے کبھی ان کے دلوں کو ان خواص کی محبت سے پر کرتا ہے اور کبھی ان کے دلوں میں ان کی ہیبت اور احترام ڈالتا ہے۔

فقیر کو چاہیئے کہ ساتھیوں کے درمیان تسبیح و ذکر کے علاوہ آواز بلند نہ کرے جب گروہ کے درمیان ہو تو کسی ایک سے راز داری میں بات نہ کرے اور فقراء کے درمیان بیٹھے ہوئے جب تک ممکن ہو دنیوی اور کھانے پینے سے متعلق باتیں نہ کرے۔

ایک شرط یہ ہے کہ فقراء کی محفل میں حتی الامکان کچھ نہ لکھے بلکہ لکھے ہوئے پر عمل کرے، اپنے دل اور حال کی حفاظت اور ان میں تفکر کرنے میں مشغول ہو۔ ان کے سامنے زیادہ نفل بھی نہ پڑھے اگر باقی حضرات روزہ رکھیں تو ان کی موافقت کرے اگر روزہ نہ رکھیں تب بھی ان کی موافقت کرے روزہ رکھنے میں ان سے الگ نہ ہو فقراء جاگ رہے ہوں تو نہ سوئے البتہ یہ کہ نیند غالب آجائے تو اس صورت میں ان سے الگ ہو کر اتنی دیر سوئے کہ نیند کا غلبہ ختم ہو جائے۔

دوسروں کو ترجیح دینا

فقیر کے لیے مناسب نہیں کہ وہ دوسرے فقراء سے اپنی مرضی اور اختیار کو مقدم کرے اگر کوئی فقیر اس سے کچھ مانگے تو اس کا سوال رد نہ کرے اگرچہ وہ چیز تھوڑی ہی ہو، زیادہ انتظار کرا کے اس کے دل کو

تکلیف نہ پہنچائے اگر کوئی اس سے مشورہ مانگے تو جلدی جواب دینے کی خاطر اس کی بات نہ کاٹے بلکہ کچھ دیر ٹھہرے تاکہ وہ اپنے مافی الضمیر کا اظہار کر سکے اور انکار کے ساتھ جواب نہ دے جب وہ بات کر کے فارغ ہو اور اس کی بات اچھی نہ ہو تو پہلے اس کی موافقت کرے اور اس کی وجہ بیان کرے پھر نہایت نرمی سے وہ بات بیان کرے جو اس کے نزدیک پہلی بات سے بہتر ہے سختی اور وحشت کا انداز اختیار نہ کرے فقراء کے ادب سے یہ بھی ہے کہ وہ کھانا کھاتے وقت نہ کھانے کی تعریف کریں اور نہ برائی بیان کریں۔

اہل و اولاد کے ساتھ آداب

فقیر اپنی اہل و اولاد سے حسن اخلاق کے ساتھ پیش آئے جس قدر ممکن ہو شریعت کے مطابق ان پر خرچ کرے اگر ایک دن اتنی چیز کا مالک ہو جو اس دن کے لیے کفایت کرتی ہے تو کل کے لیے کچھ بھی بچا کر نہ رکھے لیکن یہ اس وقت ہے جب آج اس کی ضرورت ہو اگر کچھ بچ جائے تو اسے آئندہ کل کے لیے بچوں کی خاطر جمع کرے اپنے لیے نہیں، خود ان کے تابع ہو کر کھائے بلکہ ان کے حق میں غلام اور وکیل نیز مالک کے ساتھ غلام کی طرح ہو جائے اپنی اولاد کی خدمت کرنے کے لیے تکلیف برداشت کرنے اور ان کی بہتری کے لیے کوشش کرنے کو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل اور اس کی اطاعت سمجھے درمیان میں سے اپنی ذاتی خدمت کو نکال دے اہل و عیال کو اپنے اوپر ترجیح دے اگر کھائے تو ان کی خواہش کے ساتھ کھائے انہیں اپنے نفس کی پیروی پر نہ اکسائے اگر فقیر کے پاس سردیوں کے لیے سامان ہے اور گرمیوں میں اسے بیچ کر استعمال کی ضرورت پڑ گئی ہے تو اسے فروخت کر کے کام میں لائے اگر اس کے پاس اتنا مال ہے جو ایک دن کے لیے کافی ہے اور آج کے دن جو کمایا ہے وہ آئندہ کل کے لیے کفایت کر سکتا ہے تو اب کسب نہ کرے بلکہ آج کی کمائی پر کفایت کرے کیونکہ طریقت میں کفایت سے کام لینا اور کل کی تدبیر کو کل پر چھوڑ دینا واجب ہے، اگر وہ قلت مال کے باعث رنج اٹھانے نیز بھوک اور تکلیف پر صبر اور توکل کر سکتا لیکن اس سے اہل و عیال کی موت میں کمی واقع ہوتی ہے تو ان کو اس حالت میں چھوڑنا جائز نہیں بلکہ ان کے لیے مال کمائے اگر دیکھے کہ گھر والے اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار، حسن سیرت کے مالک اور عبادت گزار ہیں تو اس پر واجب ہے کہ حلال اور مباح کمائی سے ان کو کھلائے تاکہ ان کی عبادت اور نیکی بار آور ہو انہیں حرام نہ کھلائے کیونکہ وہ گناہ اور جرم کا موجب ہے ذاتی طور پر بھی اچھے عمل، سچائی اور باطنی طہارت کی کوشش کرے تاکہ اللہ تعالیٰ حسن صبر اور حسن عبادت کے سلسلے میں اس کے اور اہل و عیال کے درمیان معاملات کو درست فرما دے اور موافقت کی توفیق دے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص ان معاملات کو سنوارتا ہے جو اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کے ان معاملات کو بہتر بنا دیتا ہے جو اس کے اور دوسرے لوگوں کے درمیان ہیں اور اس کے اہل و عیال بھی لوگوں میں داخل ہیں۔ اگر کوئی مہمان آئے تو گھر والوں کو بھی وہی کھانا کھلائے جو مہمان کو کھلاتا ہے لیکن یہ اس صورت میں ہے جب اس کے حالات اچھے ہوں اور اس کے لیے ایسا کرنا ممکن ہو لہٰذا دعوت کے لیے زیادہ کھانا تیار کرے تاکہ وہ سب کھائیں اور انہیں پورا ہو کر بچ بھی جائے اور اگر فقر و تنگدستی کی حالت ہو مال کم ہو اور اسے معلوم ہو کہ گھر والے ایثار اور رضامندی کے جذبات سے مالا مال ہیں تو اس وقت مہمانوں کو ترجیح دے اگر ان سے کچھ بچ جائے تو تبرکاً کھالیں۔ اللہ تعالیٰ اس کا انجام بہتر فرمائے گا اور انہیں رزق

میں وسعت عطا فرمائے گا۔ کیونکہ مہمان اپنا رزق خود لے کر آتا ہے اور گھر والوں کے گناہ بھی لے جاتا ہے جیسے حدیث شریف میں ہے۔

اگر فقیر کو کوئی شخص دعوت پر بلائے اور اس کے اہل و عیال کے لیے سامانِ خوراک موجود نہیں تو یہ کوئی مردانگی نہیں کہ وہ گھر والوں کو ضائع کرے خود دعوت پر چلا جائے اور اہل و عیال کے فاقہ پر اپنی خواہش کو ترجیح دے اور شریعت و طریقت میں یہ بھی جائز نہیں کہ اہل و عیال کو دعوت میں ساتھ لے جا کر ذلت و رسوائی برداشت کرے لہٰذا خود بھی دعوت میں نہ جائے اور گھر والوں کے ساتھ صبر کرے اگر صاحبِ دعوت جواں مرد اور دانا انسان ہے اور اسے معلوم ہے کہ مہمان عیالدار ہے تو اس کے لیے مناسب نہیں کہ صرف اسی کو بلائے بلکہ چاہیئے کہ مہمان کے دل کو بال بچوں کے فکر سے فارغ رکھے اور ان کے لیے بھی انتظام کرے اور جو کچھ انہیں ضرورت ہے وہ بھیجے اور مہمان کو اس بات سے آگاہ کرے۔

اہل و عیال کی تربیت

فقیر پر واجب ہے کہ وہ اپنے اہل و عیال کو ظاہری اور باطنی علم سکھلائے اور اس کی پابندی کی ترغیب دے انہیں کم یا زیادہ میں علم کی مخالفت کا موقعہ نہ دے فقیر اپنی اولاد کو بازار میں ہنر سیکھنے کے لیے نہ بھیجے بلکہ انہیں احکام دین سکھائے انہیں ترک دنیا کی ترغیب دے البتہ فقر غالب ہو، صبر نہ ہو سکے، حال کے ظاہر ہونے اور رسوائی نیز روزی کے سلسلے میں مخلوق کی طرف رجوع کا ڈر ہو تو خود بھی کمائی کرے اور اہل و عیال کو بھی کسی کام پر لگائے تاکہ اسے مال حاصل ہو اور وہ لوگوں سے بے نیاز ہو جائے کیونکہ شرعی حدود کا خیال رکھتے ہوئے اس بات کو اپنانا دوسری باتوں سے بہتر ہے۔

فقیر کو چاہیئے کہ اولاد کو حقوق والدین کا خیال رکھنے اور ان کی نافرمانی سے بچنے کی تعلیم دے انہیں حقوق اللہ اور اپنے حقوق بھی سکھائے صبر کی فضیلت اور فرمانبرداری نیز دیگر امور کے بارے میں ادب سکھائے جس طرح ہم نے آدابِ نکاح کے باب میں بیان کیا ہے

سفر میں فقراء کے آداب

ہم نے کتاب الادب میں بیان کیا ہے کہ بری خصلتوں سے اچھی عادات کی طرف نکلنا مومن کا سفر ہے لہٰذا وہ تقویٰ اختیار کرتے ہوئے اپنی خواہشات سے رضائے خداوندی کی طرف سفر کرے۔ اور اگر فقیر اپنے شہر سے سفر کرنا چاہے تو اس پر واجب ہے کہ اپنے مخالفین کو راضی کرے اور اپنے والدین یا ان لوگوں سے جو والدین کی جگہ اس کے حقدار ہیں مثلاً چچا، ماموں اور دادا، دادی وغیرہ سے اجازت حاصل کرے اگر وہ پسند کریں تو سفر پر جائے اگر وہ عیالدار ہے اور اس کے سفر کرنے میں ان کو نقصان پہنچنے اور ان کے ضائع ہونے کا خدشہ ہے تو اس صورت میں جب تک ان کے معاملات کو درست نہ کر دے یا انہیں ساتھ نہ لے جائے سفر کرنا جائز نہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کسی آدمی کے گناہ گار ہونے کے لیے یہی بات کافی ہے کہ وہ جن لوگوں کے رزق کا ذمہ دار ہے انہیں ضائع کر دے۔"

فقیر کے لیے ضروری ہے کہ جب سفر پر جائے تو کامل توجہ سے جائے ایسا نہ ہو کہ اس کے دل میں تعلقات کا تصور باقی رہے اور وہ پس و پیش کے بارے سوچ و بچار کرتا رہے بلکہ اسے چاہیئے کہ جہاں بھی اترے اس کا دل اس کے ساتھ ہو اور

تمام قسم کے خیالات سے خالی ہو جس طرح حضرت ابراہیم بن دوحہ رحمہ اللہ نے فرمایا "میں حضرت ابراہیم بن شیبہ رحمہ اللہ کے ساتھ ایک جنگل میں گیا انہوں نے فرمایا جن چیزوں سے تمہیں علاقہ ہے سب کچھ نکال دو میں نے ایک دینار کے علاوہ سب کچھ پھینک دیا انہوں نے فرمایا جو کچھ تمہارے پاس ہے اس میں میرے دل کو مشغول نہ رکھو جو کچھ ہے پھینک دو۔ میں نے دینار بھی پھینک دیا انہوں نے پھر فرمایا جو کچھ تمہارے پاس ہے سب کچھ پھینک دو میں نے غور کیا تو میرے پاس جوتی کا ایک تسمہ تھا میں نے اسے بھی پھینک دیا فرماتے ہیں خدا کی قسم راستے میں اگر ہمیں ایک تسمے کی ضرورت پڑی تو اسے بھی سامنے پایا۔ حضرت ابراہیم بن شیبہ رحمہ اللہ نے فرمایا، جو آدمی اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچا معاملہ کرتا اسے یونہی صلہ ملتا ہے۔

فقیر کو چاہیئے کہ سفر کے دوران ان وظائف میں کمی نہ کرے جو گھر میں پڑھتا ہے سفر کی حالت میں اس کے اعمال و احوال میں خلل نہیں آنا چاہیئے رخصت تو کمزور لوگوں اور عوام کے لیے ہے طاقت رکھنے والے اور خاص لوگوں کے لیے رخصت نہیں بلکہ ان کے شایان شان یہ ہے کہ ہر حالت میں عزیمت پر عمل کریں توفیق ان کے شامل حال رہے رحمت ان پر نازل ہوتی رہے اور ہمیشہ وہ محفوظ و مامون رہیں دوست ان کا ہم نشین ہو، انس زیادہ ہو، بے نیازی قائم رہے انہیں اللہ تعالیٰ کی مدد مسلسل پہنچتی رہے باطنی امداد ان تک پے درپے آئے اور ان کے پاس جمع ہو پس سفر ان کے حال کی تقویت کا باعث اور اس کام کے زیادہ لائق اور بہتر ہے جس کے پیچھے وہ پڑے ہوتے ہیں کیونکہ سفر میں وہ ان اسباب سے دور ہوتے ہیں جنہیں رب سمجھا جاتا ہے اور مخلوق سے بھی الگ ہوتے ہیں جو ایک طرح کے بت ہیں اور عیسائیوں کی صلیب سے زیادہ نقصان دہ اور شیطان سے زیادہ سخت ہیں۔

فقیر کو چاہیئے کہ وہ سفر کے آغاز میں ہی اپنے دل کا خیال رکھے اور غفلت کے ساتھ نہ نکلے اور سفر میں کوشش کرے کہ اس کے دل سے اپنے رب کی یاد محو نہ ہو جائے اس کا سفر کسی دنیاوی غرض کے لیے نہیں ہونا چاہیئے بلکہ کسی عبادت کے لیے ہو مثلاً حج کے لیے جائے یا اپنے شیخ کی زیارت کے لیے یا مقامات مقدسہ میں سے کسی مقام کی زیارت کے لیے جائے۔

مسافر جب کسی مقام پہ جائے اور وہاں اپنے دل کو مطمئن پائے اور دیکھے کہ یہاں کدورتوں سے پاکیزگی زیادہ حاصل ہوتی ہے اور زندگی اچھی طرح گزرتی ہے تو وہاں ہی رہ جائے اور جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم یا قضاء و قدر کا فیصلہ نہ ہو وہاں سے نہ جائے اس وقت جہاں کا حکم ہو وہاں چلا جائے قضا و قدر جہاں لے جائے چلا جائے البتہ یہ کہ جبکہ مفعولین میں سے ہو ایسے لوگ تقدیر کے تصرف میں ہوتے ہیں ان کی خواہشات اور آرزوئیں زائل ہو جاتی ہیں ارادے ختم ہو جاتے ہیں اور وہ ان سے فانی ہوتے ہیں یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی مراد اور محبوب ہوتے ہیں۔

اگر فقیر کو کسی جگہ مقام و مرتبہ اور قبولیت حاصل ہو جائے تو چاہیئے کہ وہاں سے چلا جائے اور یہ قبولیت اس کے لیے باعث تشویش بن جائے کہ ہو سکتا ہے یہ قبولیت اللہ تعالیٰ سے دوری اور حجاب کا باعث بن جائے اور مخلوق ہی اس کا نصیب ہو جائے، لیکن یہ اس وقت ہوتا ہے جب دنیا کی طرف اس کا میلان ہو اگر یہ خواہش نہ ہو تو اس کے سامنے مخلوق کا کوئی وجود نہیں ہوتا اور نہ ان کی طرف سے قبولیت اثر انداز ہوتی ہے۔ مخلوق ان کے دل سے خارج رہتی ہے اور ان کے درمیان کچھ نگہبان ہوتے ہیں جو مخلوق کی محبت دل میں آنے سے ان کی حفاظت کرتے ہیں تاکہ شرک پیدا ہو کر عقیدۂ توحید کو پراگندہ نہ کر دے۔

فقیر کو چاہیئے کہ سفر میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ حسن اخلاق اور خاطر مدارات سے پیش آئے ہر کسی بات میں ان کی مخالفت نہ کرے اور نہ ان سے جھگڑا کرے بلکہ ان کی خدمت میں مشغول رہے ان میں سے کسی سے خدمت نہ لے اور چاہیئے کہ سفر میں

ہمیشہ باوضو رہے اگر پانی نہ ہو تو جس حد تک ممکن ہو تیمم کرے جس طرح گھر میں باوضو رہنا مستحب ہے کیونکہ وضو مومن کا ہتھیار ہے جیسے حدیث شریف میں آیا ہے ۔ نیز وضو شیطان اور سر موذی سے امان ہے ،

فقیر کو چاہیئے کہ نوجوان لڑکوں کی صحبت سے پرہیز کرے خاص طور پر سفر میں اس کی زیادہ احتیاط چاہیئے کیونکہ اس قسم کے بڑے شیطان کی دوستی اور قبولیت شر، فتنہ ، خواہشات کی پیروی نفس کے ہیجان اور تہمت کے زیادہ قریب ہوتے ہیں اور ان کی صحبت میں بہت بڑا خطرہ ہے ، البتہ اگر فقیر ان شیوخ وعلماء ، ابدال ومعصومین سے ہو جو محفوظ ہیں ہدایت دینے والے ائمہ ، اللہ والے بھلائی کی تعلیم دینے والے ، ادب سکھانے والے ، مخلوق کو (عذاب الٰہی سے) ڈرانے والے اور ان کی تربیت کرنے والے ، اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان واسطہ بننے والے دانا لوگوں میں سے ہو جن کی پیروی کی جاتی ہے تو اس وقت ان کی پیروی کرنے والے جوان ہوں یا بوڑھے ، کوئی حرج نہیں ۔

فقیر مسافر جب کسی شہر میں جائے اور وہاں کوئی شیخ بزرگ ہو تو پہلے اسے سلام کرے اس کی خدمت بجالائے ، انہیں بزرگی ، عزت اور تعظیم کی نگاہ سے دیکھے تاکہ ان سے حاصل ہونے والے فائدے سے محروم نہ ہو ۔ اگر اسے کوئی چیز ملے تو اپنے آپ کو ساتھیوں پر ترجیح نہ دے اگر کسی ساتھی کو کوئی عذر پیش آئے تو اس کے پاس ٹھہرے اسے ضائع نہ کرے اللہ ہی بہتری کی توفیق دینے والا ہے ،

فقیر کے لیے آدابِ سماع

فقیر کے لیے آدابِ سماع میں سے ایک بات یہ ہے کہ تکلف اور اختیار کے ساتھ اس کی طرف نہ جائے اگر اتفاقاً سننا پڑ جائے تو سننے والے کو چاہیئے کہ شرطِ ادب کے ساتھ بیٹھے دل میں یاد خدا ہو اور غفلت ونسیان سے دل کی حفاظت کرے اور جب کوئی بات کانوں میں پڑے تو یوں سمجھے کہ کوئی قاری قرآن پڑھ رہا ہے اور وہ خدا کی طرف سے بولتا ہے اور غیب کی طرف سے اسے ایسی بات بتائی جا رہی ہے جس سے رغبت پیدا ہوتی ہے یا ڈر اور انس کا باعث ہے یا عتاب کا یا وہ بات اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے قیام میں زیادتی کا سبب ہے اس وقت واردات قلبی کی طرف جلدی کرے اور بڑی عجلت کے ساتھ ان اشارات پر عمل پیرا ہو اگر سماع کی کیفیت ایسی ہو کہ گویا پڑھنے والے کی زبان خود اس کی اپنی زبان ہے اور جو کچھ پڑھنے والا پڑھتا ہے اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اسے خطاب فرما رہا ہے تو اس صورت میں جو کچھ دل کو حاصل ہوگا وہ حق عبادت اور آدابِ شریعت کے موافق ہوگا ۔

خلاصہ یہ ہے کہ طریقت اور علم حقیقت میں کوئی چیز ایسی نہیں جو آدابِ شریعت کے خلاف ہو اگر سماع کے اجتماع میں کوئی بزرگ موجود ہوں تو فقیر پر واجب ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکون اختیار کرے اور اس بزرگ کی بزرگی کا خیال رکھے اگر کوئی بات اس پر غالب آجائے تو اس غلبہ کا اندازہ حرکت کرنا جائز ہے ۔ غلبہ کی حالت ختم ہوتے پر سکون اختیار کرنا اور شیخ کی بزرگی کا خیال رکھنا بہتر ہے ۔

فقیر کے لیے مناسب نہیں کہ قاری یا قوال سے کہے کہ اعلیٰ کو ادنیٰ سے بدل دو یعنی قرآن پاک کی بجائے بیت بازی شروع کر دو جس طرح آج کل لوگ کرتے ہیں ۔ اگر ان کے ارادے ، تجرد اور تصرف میں صداقت ہوتی تو ان کے دل اور جسمانی اعضاء کلام الٰہی کے سوا کچھ سننے کے لیے حرکت میں نہ آتے کیونکہ قرآن ان کے محبوب کا کلام اور صفت ہے

اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے نیز پہلے اور پچھلے گزشتہ اور آئندہ اولیاء کرام، محب اور محبوب، مرید اور مراد کا ذکر ہے نیز اس کی محبت کے جھوٹے دعویداروں کی سرزنش اور ملامت ہے جب ان کی سچائی اور ارادے میں خلل ہے اور دعویٰ بے گواہ ہے جھوٹ واضح ہے وہ باطنی چاہت دل کی سچائی، معرفت، مکاشفہ، عجیب و غریب علوم رازوں پر اطلاع، قرب انس اور محبوب تک پہنچے بغیر رسم اور عادت کے پابند ہوتے تو وہ سماع حقیقی سے محروم ہو گئے سماع حقیقی تو ایک الہام ہے۔ اور وہ کلام جو اللہ تعالیٰ اپنے علماء اور خاص اولیاء وابدال کے ساتھ فرماتا ہے۔ اور ان لوگوں کے دل ان تمام باتوں سے خالی ہیں یہ اقوالحین اور اشعار سے وابستہ ہو گئے اور وہی اشعار سننے کو تیار ہوئے جو نفس کو بھڑکاتے اور نفسانی خواہشات میں ہیجان پیدا کرتے ہیں ارواح و قلوب میں کوئی حرکت پیدا نہیں کرتے تو فقیر چاہے حق کا فقیر ہو یا مخلوق کا یعنی معنوی اعتبار سے فقیر ہو یا صورت کا مقصد یہ ہے کہ دنیا کا فقیر ہو یا آخرت کا اسے چاہیئے کہ قوال سے تکرار اور اعادہ کا مطالبہ نہ کرے بلکہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے اگر وہ چاہے تو مطالبے کے لیے کسی کو اس کے قائم مقام کر دے یا خود قوال کے دل میں تکرار کا خیال پیدا کر دے یعنی اس وقت جب فقیر سننے والا صادق ہو اور تکرار میں اس کا روحانی علاج اور بہتری ہو۔

فقیر کو چاہیئے کہ سماع کے دوران دوسروں سے مدد طلب کرے اگر کوئی دوسرا فقیر حرکت میں مدد طلب کرے تو اس کی مدد کرے یہ حالت حال کی سستی پر دلالت کرتی ہے۔

فقیر جب کوئی آیت یا شعر سنے اور اس پر حال طاری ہو تو اس کی مزاحمت کرنا مناسب نہیں بلکہ ضروری ہے کہ اس کی حالت اسی کے سپرد کریں اور اگر کوئی اسے تھام ہی لے تو چاہیئے کہ اس کے تھامتے ہی رک جائے۔

اور جب فقیر کسی آیت یا شعر پر حرکت کرے تو چاہیے کہ اس کے لیے وقت کو تسلیم کریں اور اگر حاضرین کو اس کی کوتاہی یا کمی معلوم ہو تو اس کی پردہ پوشی کریں اور اسے برداشت کریں اگر وقت کا تقاضا ہو کہ اسے آگاہ کیا جائے تو نرمی کے ساتھ اسے سمجھا دیں زبان سے نہ سمجھائیں فقیر کی تقصیرات سے آگاہ ہونے کے لیے قوت حال، باطن کی صفائی علم دقیق، اطلاع، کامل ادب، سخت اور اچھی محافظت کی ضرورت ہے۔

خرقہ اتارنا

اگر فقیر سماع کے دوران اپنی گدڑی یا کسی کپڑے کو اتار دے تو یہ دو حال سے خالی نہیں یا تو یہ خرقہ قاری کو انعام میں دیگا تو قاری ہی کا ہوگا یا اسے مجلس کے درمیان پھینک دے اس صورت میں وہ خود فیصلہ کرے گا اور اس سے پوچھا جائے گا کہ اس سے آپ کا کیا مقصد ہے؟ اگر وہ کہے کہ میں نے اس کا فیصلہ فقراء پر چھوڑا ہے تو یہ اس کا فقراء کے ساتھ حسن اخلاق کا سلوک ہے تو وہ خرقہ ان فقراء کا حق ہوگا وہ جو چاہیں کریں۔ اگر کہے کہ میں نے شیخ کی موافقت کی ہے اس نے بھی خرقہ پھینکا تھا تو اس شخص کا حال نہایت ہی کمزور ہے کیونکہ خرقہ سے باہر آنے میں اپنے شیخ کی موافقت وہ آدمی کر سکتا ہے جو وجد اور حال میں اس کی موافقت کرے اور یہ بات نہایت بعید ہے کہ فقراء میں سے دو آدمیوں کی حالت ایک جیسی ہو۔

آج کل فقراء میں جو رسم و عادت جاری ہے کہ وہ گدڑی اتار پھینکنے میں اپنے شیخ کی موافقت کرتے ہیں اس کی کوئی اصل نہیں لیکن اس کے باوجود اگر اس کی سستی کی وجہ سے یہ کام ہو جائے تو پھینکے ہوئے خرقہ پر رسم کے اعتبار سے شیخ کا حق ہوگا علم و شریعت کے اعتبار سے نہیں۔ اور نہ ہی یہ طریقت و حقیقت کے موافق ہے اگر صاحب خرقہ کہے کہ مجھے حاضرین کی موافقت

مطلوب تھی تو یہ بات پہلی بات سے بھی زیادہ کمزور ہے کیونکہ فعل میں اشتراک تو اس وقت ہوگا جب حال اور وجد میں بھی اتفاق ہو اور اس قسم کا اتفاق قوم میں بہت کم پایا جاتا ہے کہ وہ ایک ہی مشرب اور ایک ہی حال اور وجد رکھتے ہوں لہٰذا اس خرقہ کا وہی حکم ہوگا جو قوم کے خرقوں کا ہوگا اور وہ اس سلسلے میں ان کا پیروکار ہوگا۔ اور اگر کہے کہ اس وقت میری کوئی نیت اور کوئی ارادہ نہیں تھا تو کہا جائے گا اب تیرے فیصلے پر عمل ہوگا لہٰذا جو فیصلہ کرنا چاہتا ہے کرے اور اب اس سلسلے میں حاضرین اور شیخ کا فیصلہ معتبر نہ ہوگا کیونکہ خرقہ والے فقیر نے اپنا ارادہ ظاہر نہیں کیا اور طریقت میں اس کی اصل کوئی نہیں اگر وہ کہے کہ مجھے اشارہ ہوا تھا کہ میں کسی خاص ارادے کے بغیر گدڑی سے باہر آجاؤں تو اس کے لیے طریقت میں دلیل ہے کیونکہ جس شخص کو بادشاہ کوئی لباس پہنائے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اپنا لباس اتار کر وہ لباس پہنے پس اسی طرح اس فقیر کا مسئلہ بھی ہے کہ وہ اپنا خرقہ اتار کر انوار و تجلیات، اقرب اور لطف و کرم کا خرقہ اللہ تعالیٰ نے اسے پہنایا پھر اس کا وہ خرقہ شیخ کے لیے ہوگا اگر وہاں وجود ہو ورنہ حاضرین کو چاہیئے کہ وہ خرقہ قوال یا قاری جو مجلس میں پڑھ رہا ہے اس کو دے دیں۔

ایک قول یہ ہے کہ اس خرقہ کا مالک خود وہ فقیر ہے اور دوسروں کی نسبت اس کا حق زیادہ بنتا ہے۔ لیکن حاضرین مجلس کا یہ طریقہ کہ اس خرقہ کو خرید کر دوبارہ اس کے مالک کو دے دیں یہ بات طریقت میں پسندیدہ نہیں ہے اور اگر خریدنے والا جوانمرد اور فقیروں سے دوستی رکھنے والا ہے اور وہ فقراء سے نیکی کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے جائز ہے اور یہ ایک قسم کا معاوضہ اور لطف و مہربانی کا سوال کرنا ہے لیکن یہ نہایت قابل مذمت بات ہے کیونکہ جب اس نے خرقہ اتارا تو اس نے اپنے حال کے وقت میں اپنے نفس کی سچائی ظاہر کی اور جب اس نے خرقہ واپس لیا تو نفس کو ذلیل و رسوا کیا اور جھوٹا قرار دیا اور یہ بات ناپسندیدہ ہے جو آدمی اپنا خرقہ اتار دے اس کے لیے اسے دوبارہ واپس لینا اور قبول کرنا جائز نہیں ہے اور اگر اس نے شیخ کے اشارے سے واپس لیا یعنی اس نے اسے واپس لینے کا حکم دیا تھا تو وہ شیخ کے حکم کی تعمیل میں علانیہ طور پر واپس لے اور پھر اسے اتار کر کسی دوسرے فقیر کو عطا کر دے۔

فقراء کے درمیان عطیہ کی تقسیم

اگر فقراء کے درمیان کوئی عطیہ آجائے تو واجب ہے کہ برابر تقسیم کریں اگر وہاں شیخ موجود ہو اور وہ حاضرین میں سے کسی گروہ یا ایک آدمی کو خاص کرنا چاہے تو شیخ کو اس کا حق ہے اور اس کی پیروی کی جائے۔

اگر فقیر نے اپنا خرقہ اتار کر پھینک دیا اور پھر اس کی طرف لوٹا دیا گیا حالانکہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ جس چیز کو اتار دے اس کی طرف رجوع نہیں کرتا اور دوسرے فقراء اپنے خرقے واپس لے لیتے ہیں تو اب یہ شخص دیکھے اگر اس کا شیخ بھی اپنے خرقہ کی طرف رجوع نہیں کرتا اور وہ اپنے طریقے پر سختی سے پابند ہے تو اس کو چاہیئے کہ جو کچھ اتارا ہے اسے دوبارہ نہ لے اور جماعت کی اتباع میں اپنی حالت کو نہ توڑے اور اگر وہ فقراء میں سے ایک ہے (اور شیخ موجود نہیں) تو اس کے حال کے زیادہ مناسب اور لائق بات یہ ہے کہ اس وقت جماعت کی موافقت کرے اور خرقہ واپس لے لے تاکہ قوم کو شرمندگی نہ اٹھانی پڑے اور وہ شرمندہ ہو کر اس پر غضب ناک نہ ہو جائیں اس کے بعد پھر حاضرین کو عطا کر دے یہ زیادہ بہتر ہے اور اگر کسی ایسے آدمی کو دیا جو مجلس سے غائب ہے تو بھی جائز ہے۔

جماعت فقراء کے سلسلے میں یہ آخری آداب ہیں جو ہم نے بطور اختصار اور بروقت امکان کے مطابق ترتیب

دیئے ہیں لیکن وہ باتیں جو سرائے اور حمام وغیرہ میں داخل ہونے اور جوتا پہننے سے متعلق ہیں۔ نیز دوسری وہ باتیں جو فقراء نے جاری کر کے ایک رسم پیدا کر دی وہ باہمی میل جول اور خبر نیز اشارے وغیرہ کے ذریعے حاصل ہوں گی ہم اس کو کتاب میں ذکر نہیں کرتے وہ ہم نے کتاب کے درمیان شرعی آداب کے سلسلے میں بیان کر دیا ہے پھر ہم کتاب کو ایک ایسے باب کے ذکر پر ختم کرتے ہیں جو مجاہدہ، توکل، حسن اخلاق، شکر، صبر، رضا اور صدق پر مشتمل ہے کیونکہ یہ سات چیزیں طریقت کی اساس ہیں اور ان سب میں بھلائی ہے۔

طریقت کی اساس

مجاہدہ

مجاہدہ کی اصل اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا۔ اور وہ لوگ جنھوں نے ہماری راہ میں جہاد کیا ضرور انھیں ہم اپنی راہیں دکھائیں گے۔

حضرت ابونضرہ رحمہ اللہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل جہاد کے بارے میں پوچھا گیا آپ نے فرمایا "ظالم بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق کہنا ہے۔" حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ یہ سُن کر رو پڑے۔

حضرت ابو علی دقاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو شخص اپنے ظاہر کو مجاہدہ سے مزین کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے باطن کو مشاہدہ کا حسن عطا فرماتا ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا"۔ (ترجمہ اوپر ہو چکا ہے) اور جو شخص شروع میں مجاہدہ نہیں کرتا (مشقت نہیں اٹھاتا) وہ طریقت کی بُو بھی نہیں سُونگھتا۔

حضرت ابو عثمان مغربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو آدمی یہ خیال کرتا ہے کہ مجاہدہ اختیار کیے بغیر اس پر طریقت کی کوئی بات واضح ہوتی ہے یا اسے کوئی کشف ہوتا ہے وہ غلط کہتا ہے۔ حضرت ابو علی دقاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس کے آغاز میں قومہ نہ ہو اس کی انتہا میں جلسہ نہیں ہوتا آپ ہی نے فرمایا "حرکت میں برکت ہے۔" ظاہر کی حرکتیں باطن کی برکات کا موجب ہیں۔

حضرت حسن بن علویہ فرماتے ہیں حضرت ابو یزید رحمہما اللہ نے فرمایا میں بارہ سال تک اپنے نفس کا آہنگر رہا پانچ سال تک اپنے دل کا آئینہ بنا رہا۔ پھر ایک سال تک آئینہ دل میں دیکھتا رہا تو میں نے دیکھا کہ میری کمر میں ظاہر کا زنار ہے تو میں نے اُسے توڑنے کے لیے دس سال عمل کیا پھر میں نے اپنے باطن میں زنار دیکھا تو اسے توڑنے کے لیے پانچ سال تک عمل کیا اس کے بعد میں نے دیکھنا چاہا کہ اسے کیسے توڑوں تو مجھے کشف ہوا، میں نے مخلوق کی طرف دیکھا تو انھیں مردہ پایا تو میں نے ان پر چار تکبیریں پڑھیں یعنی ان کی نماز جنازہ پڑھی۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے حضرت سری سقطی رحمہ اللہ سے سُنا آپ نے فرمایا، اے نوجوانو! میری عمر کو پہنچنے سے پہلے محنت کرو پھر تم کمزور ہو جاؤ گے اور میری طرح کوتاہی کرو گے حالانکہ اس وقت کوئی نوجوان آپ کی عبادت کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

حضرت حسن قزاز رحمہ اللہ نے فرمایا سلوک کی بنیاد تین چیزیں ہیں۔

(۱) جب تک فاقہ کی نوبت نہ آئے کھانا نہ کھائے۔ (۲) نیند غالب آنے کے بعد سوئے اور (۳) ضرورت

کے وقت کلام کرے۔

صالحین کا درجہ

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب تک آدمی چھ گھاٹیوں کو عبور نہ کرے صالحین کا درجہ نہیں پاسکتا۔ (۱) نعمت کا دروازہ بند کر کے سختی کا دروازہ کھول دے۔ (۲) عزت کا دروازہ بند کر کے ذلت کا دروازہ کھول دے۔ (۳) آرام کا دروازہ بند کر کے محنت و مشقت کا دروازہ کھول دے۔ (۴) نیند کا دروازہ بند کر کے بیداری کا دروازہ کھول دے (۵) مالداری کا دروازہ بند کر دے محتاجی کا دروازہ کھول دے۔ (۶) امید کا دروازہ بند کر دے، موت کی تیاری کا دروازہ کھول دے۔

حضرت ابوعمر بن نجید رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو اپنے نفس کو معزز رکھتا ہے وہ اپنے دین کو رسوا کرتا ہے۔ حضرت ابو علی روذباری رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب صوفی پانچ روز بھوکا رہنے کے بعد کہے میں بھوکا ہوں تو اسے بازار جانا لازم ہے اور اسے حکم دیا جائے کہ وہ کچھ کمائے۔

حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں بندے کے لیے سب سے زیادہ عزت جو اسے اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے یہ ہے کہ ذلت نفس کی طرف اس کی راہنمائی کی جائے۔ اور سب سے زیادہ یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو خواری و ذلت سے بچاتا رہے۔

حضرت ابراہیم خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے جس چیز نے بھی خوف زدہ کیا میں نے اس پر قابو پا لیا اور حضرت محمد بن فضل رحمہ اللہ نے مجھے (مصنف کو) بتایا کہ نفس کی خواہشات سے چھٹکارا پانا ہی اصل راحت ہے۔

تین نقصان دہ باتیں

حضرت منصور بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابو علی روذباری رحمہ اللہ سے سنا آپ فرماتے ہیں تین چیزوں سے مصیبت آتی ہے، طبیعت کی بیماری، عادت کا پڑ جانا اور صحبت کا فساد۔ میں نے پوچھا طبیعت کی بیماری کیا ہے آپ نے فرمایا حرام کھانا۔ میں نے عرض کیا عادت کا پڑ جانا کیا ہے؟ فرمایا بری نظر کرنا، حرام سے نفع اٹھانا اور غیبت۔ میں نے پوچھا صحبت کا فساد کیا ہے؟ فرمایا جب نفس میں ایسی خواہش پیدا ہو جس کی پیروی کی جائے۔

حضرت نصر آبادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں تیرا قید خانہ تیرا النفس ہے جب تو اس سے نکل گیا تو ہمیشہ کا آرام پائے گا حضرت ابوالحسن وراق رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ابوعثمان کی مسجد میں شروع شروع میں، ہمیں جو سب سے بڑا حکم ملتا وہ یہ تھا کہ جو کچھ ہمیں حاصل ہو اس میں دوسروں کو ترجیح دیں اور کسی معلوم چیز پر ایک رات بھی نہ گزاریں اگر کسی سے ہمیں تکلیف پہنچے تو ہم اپنی ذات کے لیے بدلہ نہ لیں بلکہ اس کے ہاں عذر کریں اور تواضع سے پیش آئیں اگر ہمارے دل میں کسی کی حقارت کا خیال پیدا ہوتا تو ہم اس کی خدمت کے لیے کمر بستہ ہو جاتے عوام کا مجاہدہ اعمال کو پورا کرنے میں ہے اور خواص کا مجاہدہ اپنے احوال کو صاف اور پاک کرنے میں ہے، کبھی بھوک، پیاس اور بیداری برداشت

کرنا آسان ہوتی ہے لیکن بُرے اخلاق کا علاج کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

آفاتِ نفس

نفس کی آفات میں سے ایک بات یہ ہے کہ انسان کی طبیعت اپنی تعریف، اچھے ذکر اور ستائش کو بہتر خیال کرے بعض اوقات اس مقصد کے حصول کے لیے وہ عبادت کے بھاری بوجھ بھی اُٹھاتا ہے اور اس پر ریاکاری اور منافقت کا غلبہ ہو جاتا ہے اس کی نشانی یہ ہے کہ جب یہ تصور نہ ہو اور لوگ اس کو اچھا نہ کہیں اس وقت (عبادت میں) سستی اور کمزوری واقع ہو جاتی ہے اور نفس کی آفات، شرکِ خفی اور اس کا جھوٹا دعویٰ اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب دعویٰ کے مطابق اس کا امتحان لیا جائے کیونکہ جب تک وہ خوف میں گرفتار نہ ہو خوفزدہ لوگوں جیسی باتیں نہیں کرتا اور جب تو خوف کے مقامات پر نفس کا محتاج ہو تو تُو اسے مطمئن پائے گا اور نیکوں جیسی باتیں کرے گا جب تک تجھے تقویٰ کے ساتھ آزمایا نہ جائے اور جب تو نفس کا محتاج ہو اور اس سے تقویٰ کی شرائط مانگے، اس وقت اسے مشرک، ریاکار اور خود پسند پائے گا اسی طرح تو عارفین کی صفات بیان کرتا ہے لیکن یہ اسی وقت تک ہے جب تک تو کسی غرض کا محتاج نہیں اور جب تو اس سے انتہا کا مطالبہ کرے گا تو اسے جھوٹا پائے گا اور نفس جب تک اخلاص کے ساتھ نہ آزمایا جائے وہ اہل یقین جیسا دعویٰ کرتا ہے اور اپنے آپ کو تواضع کرنے والوں میں سمجھتا ہے لیکن یہ اسی وقت تک ہے جب تک غصے کی حالت میں اپنے نفس کے خلاف نہ چلنا پڑے اسی طرح نفس سخاوت، کرم، ایثار، مالداری، جوانمردی وغیرہ اچھے اخلاق کا دعویٰ کرتا ہے جو اولیاء کرام، ابدال و اعیان کے اوصاف ہیں لیکن یہ دعویٰ، آرزو، تکبر اور حماقت کے طور پر کرتا ہے اور جب تو اس کا مطالبہ کرے اور اس کا امتحان لے تو تُو اسے صرف سراب پائے گا جیسے پیاسا آدمی پانی سمجھتا ہے لیکن جب وہاں جاتا ہے تو کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اگر وہاں سچائی اور اخلاص ہوتا تو اس کی بات صحیح ہوتی اور زبان پر سچی بات آتی تو مخلوق کے لیے زینت کا اظہار نہ کرتا جو اس کے لیے نفع و نقصان کے مالک نہیں ہیں امتحان کے وقت اس کے اعمال صحیح ہوتے اور قول و عمل میں مطابقت ہوتی۔

نفس کا چراغ

حضرت ابوحفص رحمہ اللہ فرماتے ہیں نفس پورے کا پورا تاریک ہے اور اس کا چراغ باطن یعنی اخلاص ہے اور چراغ کی روشنی توفیق ہے۔ جب آدمی کے باطن میں توفیقِ الٰہی نہ ہو وہاں اندھیرے کے سوا کچھ نہیں ہوتا حضرت ابوعثمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب تک آدمی اپنے نفس کے کاموں کو اچھا سمجھتا رہے وہ نفسانی عیب نہیں دیکھ سکتا یہ چیز وہی دیکھتا ہے جو ہر وقت نفس پر تہمت لگاتا رہتا ہے۔ حضرت ابوحفص رحمہ اللہ فرماتے ہیں سب سے جلدی وہ شخص ہلاک ہوتا ہے جو اپنے عیبوں کی پہچان نہیں رکھتا کیونکہ گناہ کفر کے قاصد ہیں۔

حضرت ابوسلیمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے اپنے نفس کے کسی عمل کو اچھا خیال نہیں کیا کہ اسے شمار میں لاتا۔ حضرت سری سقطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، مال دار لوگوں، بازاری قاریوں اور درباری علماء سے دُور رہو۔ حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں مخلوق میں چھ چیزوں کی وجہ سے خرابی آگئی ہے۔

(۱) آخرت کے عمل میں نیت کی کمزوری (۲) ان کے جسم خواہشات نے گروی رکھ لیے ۔ (۳) موت قریب ہونے کے باوجود امید دراز ہے ۔ (۴) خالق کی رضا پر مخلوق کی رضامندی کو ترجیح دے دی ۔ (۵) خواہشات کے پیچھے پڑ گئے اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو پس پشت ڈال دیا ۔ (۶) بزرگوں کی معمولی لغزشوں کو اپنے لیے حجت بنا لیا اور ان کے کثیر التعداد مناقب کو چھپا دیا۔

مجاہدہ کی اصل

مجاہدہ کی اصل خواہشات کی مخالفت کرنا ہے۔ جن چیزوں سے الفت، خواہش اور لذت پیدا ہو ان سے نفس کو الگ کر دے اور عام اوقات میں جو خواہشات پیدا ہوتی ہیں نفس کو ان کے خلاف اُبھارے جب خواہشات دب جائیں تو اسے تقویٰ اور خوفِ خدا کی لگام ڈالے اور جب وہ سرکشی کرے اور عبادات کے لیے قیام کے وقت ٹھہر جائے تو خوف، مخالفتِ خواہشات اور نفسانی لذتوں سے رکاوٹ کے چابک سے چلائے ۔

مجاہدہ کے لیے مراقبہ کی ضرورت

مراقبہ کے بغیر مجاہدہ مکمل نہیں ہوتا اور اسی بات کی طرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا جب حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ سے احسان کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا:
" احسان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے"۔ کیونکہ مراقبہ کا مطلب ہے بندے کو ہر وقت اس بات کا علم ہو کہ اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے یہ ہر بھلائی کی اصل ہے ۔ اور بندہ محاسبے اور وقت پر حال کی اصلاح، حق کا راستہ اختیار کرنے اللہ تعالیٰ اور اپنے درمیان دل کی اچھی طرح رعایت کرنے اور خدا کی راہ میں نکلنے والے سانسوں کی حفاظت کے بعد اس مرتبے تک پہنچتا ہے اسے یقین ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس کا نگہبان ہے اس کے دل سے قریب ہے ۔ اس کے احوال کو جانتا، افعال کو دیکھتا اور اقوال کو سنتا ہے ۔ اور ان چار باتوں کے بغیر پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچتا۔ پہلی بات اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا ہے ۔ دوسری بات اللہ تعالیٰ کے دشمن ابلیس کو پہچاننا تیسری بات اپنے نفس امارہ کی پہچان رکھنا اور چوتھی بات اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کرنے کی معرفت کا حاصل ہونا ہے ۔ اگر کوئی انسان زمانہ بھر عبادت میں کوشش کرتے ہوئے زندگی گزار دے لیکن عبادت کی پہچان حاصل نہ کرے اور نہ اس پر عمل پیرا ہو اسے عبادت نفع نہیں دیتی وہ جہالت پر رہے گا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے البتہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس پر فضل فرمائے ۔

اللہ تعالیٰ کی معرفت

اللہ تعالیٰ کی معرفت یہ ہے کہ انسان اپنے دل کو اللہ تعالیٰ سے لگائے رکھے اس پر قائم رہے اس کی گواہی دے اور اس پر یقین رکھے نیز یہ عقیدہ رکھے کہ وہ اس کا نگہبان و محافظ ہے اسے پالنے والا بزرگ ہے اس کی بادشاہی میں اس کا کوئی شریک نہیں، وہ اپنے وعدے کا سچا ہے جس بات کی ضمانت دیتا ہے

اسے پورا کرنے والا ہے جس چیز کی طرف بلاتا ہے اسے پورا کرتا ہے اس کا ایک وعدہ ہے جسے پورا فرمائے گا اس کی وعید یں (ڈرانا) سچی ہیں اور پوری ہو کر رہیں گی ۔ خدا کا ایک مقام ہے جس کی طرف مخلوق کی بازگشت ہو گی وہ تمام تصرفات و فیوضات کا سرچشمہ ہے وہ ثواب اور عذاب کا مالک ہے اس کا کوئی شبیہ اور ہم مثل نہیں، وہ کفایت کرنے والا اور رحم فرمانے والا محبت کرنے والا سننے والا جاننے والا ہے ، اس کی ہر روز ایک شان ہوتی ہے اس کا کوئی کام اسے دوسرے کام میں مشغول نہیں رکھتا وہ پوشیدہ بلکہ اس سے اوپر کی بات کو بھی جانتا ہے ۔ وہ چھپی ہوئی باتوں دلی رازوں ، وسوسے ، ہمت ، ارادے ، حرکت ، پلک جھپکنے ، اشارۂ ابرو اور باریک چیزوں کو بھی جانتا ہے بلکہ اس سے اوپر یا نیچے کی باتوں کا بھی علم رکھتا ہے ایسی باتوں کا بھی اسے علم ہے جو باریک ہونے کی وجہ سے پہچانی نہ جا سکیں اور بڑی ہونے کی وجہ سے اس کا وصف بیان نہ ہو سکے اسی طرح جو کچھ ہو چکا اور جو ہو گا وہ بھی اس کے علم میں ہے وہ غالب اور حکمت والا ہے یہ بات ہم نے معرفتِ صانع کے باب میں مکمل طور پر اس سے پہلے بیان کر دی ہے ۔

اور جب وہ اس بات کو اپنے دل میں یقین راسخ اور عمل نافع کے ساتھ اختیار کر لے اور اس کے ہر عضو ، جوڑ ، رگ ، پٹھے ، بال اور چمڑے میں سرایت کر جائے اور اسی طرح اسے یقین ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ اس پر قائم ہے اور اسے جانتا ہے اور اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے کوئی مخفی چیز اس سے پوشیدہ نہیں وہی اس کا خالق ہے اس نے اسے اچھی طرح پیدا کیا پھر بہترین صورت عطا فرمائی جب یہ علم دل میں جاگزیں ہو جائے اس کے ساتھ اس کا عزم صحیح ہو جائے اور عقل حد کمال کو پہنچ جائے اس وقت اس میں محاسبہ ثابت ہو جاتا ہے وہ معرفت کی منزل پر پہنچتا ہے اس پر محبت قائم ہوتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں بلند مقام پر فائز ہوتا ہے اور ان تمام امور میں خوفِ خدا اس کے ساتھ رہتا ہے تو اس وقت اس کے اعضاء اور دل کی حفاظت ہوتی ہے اور یہ تمام امور اس وقت تک حاصل نہیں کر سکتا جب تک تمام مشغولیتوں کو ترک نہ کر دے البتہ وہ بات جو اس سلسلے میں راہنمائی کرتی ہے باقی رہے ۔ اسے ہر وقت اس بات کا خوف رہنا چاہیے کہ کہیں اللہ تعالیٰ سابقہ اور آئندہ گناہوں کی وجہ سے اس کا مواخذہ نہ فرمائے ۔ نیز اللہ تعالیٰ سے حیا کرے کیونکہ وہ اس کے قریب ہے اس کا ہر ارادہ ، ہمت اور دلی خیال صرف اللہ کی رضا جوئی حاصل کرنے کے لیے ہونا چاہیے لہٰذا وہ شخص علم رکھتا ہو اور اس بات پر قائم جو اللہ تعالیٰ کو اس سے پسند ہے اور اس کی ناپسندیدہ باتوں سے الگ ہوتا ہے اس کے دل کا ہر ارادہ ، نظر ، وسوسہ خواہش اور ظاہری و باطنی حرکت وغیرہ تمام امور میں اللہ تعالیٰ کا علم ان ارادوں ، حرکتوں اور وسوسوں سے پہلے ہوتا ہے ۔ یہ ان لوگوں کا مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کا علم رکھتے ہیں اس سے ڈرتے ، اس کی پہچان رکھتے اور پرہیز گار ہیں اور شبہات سے بھی دور رہتے ہیں ۔

شیطان کی پہچان

دشمن خدا ابلیس کی پہچان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ظاہر و باطن اور عبادت و نافرمانی میں ہر جگہ شیطان سے جنگ اور لڑائی کرنے کا حکم دیا ہے ۔ نیز بندوں کو خبردار کیا کہ ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے نیز اس کے بندے ، نبی ، پسندیدہ شخصیت اور زمین میں اس کے خلیفہ حضرت آدم علیہ السلام سے دشمنی کی ، اور انہیں ان کی اولاد کے سلسلے میں نقصان پہنچایا ۔ انسان جب سوتا ہے ابلیس جاگتا ہے انسان غافل ہوتا وہ نہیں ہوتا اور

جب آدمی نیند یا بیداری کی حالت میں بھولتا ہے وہ نہیں بھولتا وہ انسان کو ہلاک کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے اور اس سلسلے میں کسی فریب، حیلے اور مکر کو ہاتھوں سے جانے نہیں دیتا۔ لذیذ خواہشات اس کے آلات شکار ہیں جو عبادت و معصیت کے ضمن میں وہ استعمال کرتا ہے جن سے اللہ تعالیٰ کی بہت سی مخلوق بے خبر ہے اور یہ لوگ عبادت کرتے ہیں لیکن دھوکا اور فریب میں مبتلا ہوتے ہیں اور بہت سے لوگ غافل ہیں۔ شیطان کا مقصد انسان کو محض نافرمانی، ریاکاری اور خود پسندی میں مبتلا کرنا نہیں بلکہ اس کی آرزو یہ ہوتی ہے کہ وہ بھی اس کے ساتھ جہنم میں جائے جس طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّمَا يَدْعُوا حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ۔ وہ اپنی جماعت کو بلاتا ہے تاکہ وہ بھی جہنمی ہو جائیں۔

جب بندہ شیطان کو اس طرح پہچان لے تو اس پر لازم ہے کہ وہ کسی غفلت یا بھول کے بغیر حق و باطل کے سلسلے میں اس کی پہچان رکھے اور اس سے سخت لڑائی کرے اور ظاہر و باطن میں اس سے سخت مقابلہ کرے اس سلسلے میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں ہونی چاہیے اور شیطان جس بھی نیک و بد کام کی طرف بلائے اس سے جنگ کرے نیز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کرے اور اپنی تمام حرکات میں اس کی مدد چاہنے کے سلسلے میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرے تاکہ اللہ تعالیٰ شیطان کے خلاف اس کی مدد کرے۔ انسان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فقر و فاقہ کا اظہار کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی قسم کی قوت حاصل نہیں ہوتی، آہ و زاری کرتے ہوئے اور روتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگے۔ نہایت عاجزی کے ساتھ شیطان کے خلاف اللہ تعالیٰ کی مدد چاہے اور خود بھی کوشش کرے اور یہ کام دن رات، پوشیدہ و ظاہر اور خلوت و جلوت میں ہونا چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے وہ شیطان کو پہچان لے اور اس کا مقابلہ کرنا معمولی بات ہو۔ شیطان اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے مخلوق میں سے سب سے پہلا نافرمان بھی ہے اور سب سے پہلے موت بھی اسے آئی یعنی اس نے نافرمانی کی اور اللہ تعالیٰ کا ہر نافرمان مردہ ہوتا ہے جیسے حدیث شریف میں ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے میری مخلوق میں سب سے پہلے ابلیس کو موت آئی ہے۔ ابلیس ہی اللہ تعالیٰ کے دوستوں یعنی انبیاء کرام، صدیقین اور برگزیدہ بندوں کا دشمن ہے۔

بندے کو یہ یقین رکھنا چاہیے کہ وہ بہت بڑے جہاد میں مصروف ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہے۔ اور اس کی بزرگی بیان سے باہر ہے لہٰذا ثابت قدم رہے اور کمزوری کا اظہار نہ کرے، کیونکہ اگر اس نے کمزوری دکھائی یا تنگ دل ہوا تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور وہ جہنم میں جائے گا نیز اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوگا اور یوں سمجھا جائے گا کہ دشمنِ خدا ابلیس نے اس سے جو خواہش کی اس نے اسے پورا کر دیا اور اس لعنتی کو اپنے اوپر مسلط کر دیا اور انسان کے بارے میں شیطانی خواہشات کی کوئی انتہا نہیں۔ وہ تو اس کے کافر ہونے کا متمنی ہے۔ وہ اسے ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا مستحق ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو شیطان کے حوالے کر دیتا ہے جس کی وجہ سے ہلاک ہوتا ہے اور شیطان کے ساتھ جہنم میں جائے گا۔ انسان پر شیطان سے زیادہ بھاری کوئی مخلوق نہیں لہٰذا اس سے بچو، اس سے بچو! کیونکہ دو ہی صورتیں ہیں یا تو ہلاکت میں پڑے گا یا اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحمت سے اسے نجات عطا فرمائے گا اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو شیطان اور اس کے لشکر کے شر سے اپنی پناہ میں رکھے اور طاقت

د قوت تو صرف اللہ تعالیٰ ہی سے حاصل ہوتی ہے۔

نفس امارہ کی پہچان

نفس امارہ کو وہاں رکھے جہاں اسے اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے اس کا وہی وصف بیان کرے جو اللہ تعالیٰ نے بیان کیا اور اس پر وہی حکم لگائے۔ جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کیونکہ یہ شیطان سے بھی سخت دشمن ہے انسان پر شیطان کی قوت اسی نفس اور اس کی قبولیت کے ذریعے ہوتی ہے لہٰذا انسان کو معلوم ہونا چاہیے کہ نفس کی طبیعت کیا ہے وہ کیا چاہتا ہے کس چیز کی طرف بلاتا ہے کس بات کا حکم دیتا ہے اس کی خلقت کیسی ہے؟ اس کی طمع قوی، حرص زیادہ ہے اور دعویٰ باطل ہے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے خارج ہے حرص و آرزو کا بندہ ہے اس کا خوف امن اور امید، آرزوئیں ہیں اس کی سچائی جھوٹ اور دعویٰ باطل ہے بلکہ اس کی ہر چیز دھوکا ہے۔ اس کا کوئی کام اچھا اور کوئی دعویٰ حق نہیں، لہٰذا وہ بندے کو اس چیز کے دھوکے میں نہ ڈالے جو امیدوں میں سے اس کے لیے ظاہر ہوتا ہے جس چیز کی وہ امید دلاتا ہے۔ بندے کو اس کی امید نہیں رکھنی چاہیے، اگر اس کی زنجیریں کھولی جائیں تو وہ برائی پر آمادہ ہوتا ہے اگر اسے کھلا چھوڑ دیا جائے تو فرمانبرداری نہیں کرتا، اگر اس کا سوال پورا کیا جائے تو ہلاک ہوتا ہے اگر اس کا محاسبہ نہ کیا جائے تو پلیٹھ پھیر لیتا ہے۔ اگر اس کی مخالفت سے عاجز آجائے تو غرق ہو جائے۔ اگر خواہشات کے پیچھے چلے تو جہنم کی طرف جائے گا اور اس میں گر ے گا۔ نفس انسانی باطل پرست ہے وہ بھلائی کی طرف رجوع نہیں کرتا۔ یہ تمام مصیبتوں کا سردار ہے، رسوائی کی کان، ابلیس کا خزانہ، اور ہر برائی کا ٹھکانا ہے اسے اس کے خالق کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس کی صفت وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی۔ جب وہ خوف کا اظہار کرتا ہے تو حقیقت میں وہ امن ہے سچائی کا دعویٰ کرے تو جھوٹ ہے اخلاص کا دعویٰ ریاکاری اور خود پسندی ہے۔ جب حقائق ظاہر ہوں تو اس کا سچ اور جھوٹ واضح ہو جاتا ہے اور آزمائش کے وقت اس کی کلی کھل جاتی ہے۔ ہر بڑی مصیبت اسی میں ہے لہٰذا بندے کو چاہیے کہ اس کا محاسبہ کرے، نگرانی کرے اور ہر اس کام میں اس کی مخالفت اور اس سے جھگڑا کرے جس کی طرف یہ بلاتا ہے اور جہاں یہ داخل ہوتا ہے اس کا کوئی دعویٰ سچا نہیں وہ اپنی ہلاکت اور خرابی میں کوشش کرتا ہے۔ اگر اس کا کوئی وصف بیان کیا جائے تو یہ اس سے بڑھ کر ہوتا ہے، یہ شیطان کا خزانہ، اس کی آرام گاہ، اس کی گفتگو اور حکومت کرنے کا مقام ہے۔ اور اس کا دوست ہے۔ جب بندے کو اس کی صفات معلوم ہو جائیں تو گویا اس نے اسے پہچان لیا اور اس وقت یہ ذلیل و رسوا ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بندے کو اس پر قوت حاصل ہو جاتی ہے۔ جب بندے میں یہ تین خصلتیں جمع ہو جائیں تو وہ اللہ تعالیٰ سے ان کے خلاف مدد مانگے غافل نہ رہے اور نفس کی ہر بات ماننے کیونکہ جب بندے کو طاقت حاصل ہو جائے کہ وہ نفس کو ادب سکھائے اور جس چیز کی طرف اس کا میلان ہے اس کی مخالفت کر سکے۔ تو وہ ان شاء اللہ تمام خصلتوں پر قوت حاصل کرے گا پس اس پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھنے کے قصد کو سب سے مقدم رکھے اور تمام کاموں میں اللہ تعالیٰ کے غیر کی طرف مائل نہ ہو اگر اس نے ایسا کیا تو اسے کسی قسم کی بھلائی کی توفیق حاصل نہ ہو گی اور اللہ تعالیٰ اسے اس کے نفس کے سپرد کر دے گا۔ لہٰذا ان تمام امور میں اللہ تعالیٰ کی مدد چاہیے۔

تمام اوامر و نواہی میں اس کی مرضی پر چلے اور اس کے ساتھ غیر خدا کا ارادہ نہ کرے۔ جب وہ ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ہدایت دے گا، توفیق عطا فرمائے گا اس سے محبت کرے گا برائیوں سے دور رکھے گا اور اللہ تعالیٰ اسے ان برگزیدہ علماء کا لباس عطا فرمائے گا۔ جنھوں نے اس کام کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا علم حاصل کیا۔

اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کی پہچان

اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کی پہچان یہ ہے کہ بندہ اس بات کا علم رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کچھ کام کرنے کا حکم دیا اور بعض باتوں سے منع فرمایا ہے جس بات کا حکم دیا وہ اس کی اطاعت ہے اور جس سے رد کا وہ اس کی نافرمانی ہے اور ان دونوں باتوں میں اخلاص اور قرآن و سنت کے مطابق راہِ ہدایت پر چلنے کا حکم فرمایا کوئی بھی عمل کرتے وقت اس کے دل میں غیر خدا کا تصور نہیں ہونا چاہیے، ان لوگوں میں سے نہ ہو جنھوں نے ظاہری گناہوں کو چھوڑا لیکن باطنی گناہوں سے پرہیز نہ کیا حالانکہ یہی تمام گناہوں کی اصل اور بنیاد ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس بات پر مغفرت کا وعدہ نہیں فرمایا اور نہ اس پر آخرت میں ثواب کی ضمانت دی ہے لہٰذا ایسا نہ ہو کہ بندہ ظاہری عبادت کی کوشش کرے لیکن ارادے اور نیت میں سُقم اور فساد ہو اس وقت تمام عبادات نافرمانی میں بدل جائیں اور وہ دنیا و آخرت کے عذاب میں مبتلا ہو۔ بدن کی تھکاوٹ الگ ہو، مرادکم حاصل ہو اور تمام دنیوی لذتوں سے بھی ہاتھ دھونا پڑیں۔ اس طرح وہ دنیا اور آخرت میں نقصان اٹھائے گا۔ لہٰذا چاہیے کہ عبادت کو اخلاص، تقویٰ اور سچّی نیت کے ساتھ مزیّن کرے۔ محاسبہ کے ذریعے اپنے ارادے کو محفوظ کرے لیکن اس کا مقصد سچی نیت کا حصول ہو۔ اس کا عزم عبادت کرتے وقت تمام اقوال، افعال اور اعمال میں اخلاص اور توحید کی طلب ہو۔ گناہوں سے پرہیز کرے یہاں تک کہ نیت کی معرفت حاصل ہو جائے جس طرح عمل کی معرفت حاصل ہوتی ہے انسان کو چاہیے کہ شیطان کی گرفت سے ہمیشہ بچارہے ایسا نہ ہو کہ شیطان اپنے ہتھیاروں سے اسے ہلاک کرے، اور اپنے دام تزویر میں پھنسالے اور مکر و فریب کے ذریعے اسے تباہ کر دے۔ شیطان کے پاس ایسے آلاتِ شکار ہیں جو دل کو بھلے معلوم ہوتے ہیں پکڑنے کے خفیہ طریقے ہیں، خواہشات ہیں اور جدید و لذیذ اشیاء ہیں جاہل آدمی اسے نور اور یقین خیال کرتا ہے حالانکہ وہ شک اور تاریکی ہے وہ بندے کے لیے عبادت کے ایک سو دروازے کھولتا ہے وہ چاہتا ہے کہ اس کے ذریعے ادنیٰ لغزش میں داخل کر کے اس کے عمل کو تباہ کر دے لہٰذا اس سے بچو اس سے ڈرو۔ اگر وہ شیطانی دھوکے کا علم حاصل کرنے پر قادر ہو جس طرح قرآن پاک سیکھتا ہے تو ایسا کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات کا حکم دیا ہے، بندہ عبادت میں بھی شیطان سے اس طرح بچے جس طرح عبادت میں اس سے پرہیز کرتا ہے اگر اس کے دل میں کسی کی بات کا خیال پیدا ہو یا اسے نفس کسی چیز کی طرف بلائے یا کوئی حرکت پیدا ہو تو علم و معرفت کے بغیر جلدی نہ کرے اور علماء کی طرح نفس کے ساتھ نرمی اور آہستگی اختیار کرے اور ان فقہاء کی مجلس اختیار کرے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے اوامر و نواہی کی معرفت رکھتے ہیں تاکہ وہ اسے اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلائیں، معرفت عطا کریں اور بیماری اور اس کے علاج سے شناسا کریں جس طرح ہم نے توبہ کے بیان میں ذکر کیا ہے کسی آدمی کو نہیں چاہیے کہ وہ عمل کی معرفت حاصل کیے بغیر اپنے قیام کی طوالت، روزوں کی کثرت اور ظاہر نوافل پر مغرور ہو اگر وہ

عبادت کے ساتھ ساتھ نفس کی معرفت رکھتا ہو، اللہ تعالیٰ اور اس کے دشمن کو پہچانے تو اس کا فعل صحیح ہوگا جس سے علم وفقہ حاصل ہوگی۔ ظاہری اور باطنی علم کو دیکھے اگر وہ خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور اس میں صداقت ہے تو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا اور اسے ثواب عطا فرمائے گا۔ اگر عمل میں یہ صفات نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ اسے رد کر دے گا۔
جب یہ صورتحال ہو تو اسے تمام اچھے اخلاق عطا ہوتے ہیں عقل صحیح ہوتی ہے عمل پائیدار اور بردباری زیادہ ہوتی ہے اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کے ان دوستوں اور برگزیدہ بندوں میں سے ہو جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دیکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کلام کرتے ہیں اس کے نام پر لیتے ہیں اور اس کے لیے دیتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ آدمی اپنے نفس کو تہمت لگاتا رہے اور نفس و دین پر خواہشات کو تہمت لگائے اور شیطان پر بھی تہمت لگائے اور اپنی ذات کی معرفت کو بھی تہمت لگائے کہ ابھی تک کماحقہ حاصل نہیں ہوئی تاکہ وہ ان کے مکر فریب سے محفوظ رہے۔

اہل مجاہدہ ومحاسبہ کے دس خصائل

مجاہدہ اور محاسبہ والوں نیز اہل طریقت نے اپنے لیے دس خصلتیں اختیار کی ہیں جب وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان خصائل کو اپناتے ہیں اور ان پر مضبوطی سے کاربند ہوتے ہیں تو مراتب عالیہ تک پہنچتے ہیں۔

پہلی خصلت

انسان اللہ تعالیٰ کی قسم نہ کھائے سچی ہو یا جھوٹی، جان بوجھ کر ہو یا بھول کر، کیونکہ جب اسے اس بات (قسم نہ کھانے) کی عادت ہو جائے گی تو وہ قسم کھانا چھوڑ دے گا چاہے بھول کر ہو یا جان بوجھ کر۔ اور اس عادت کے باعث اللہ تعالیٰ اس کے لیے اپنے انوار و تجلیات کے دروازے کھول دے گا اور اس وقت سے دل سے اس کا نفع محسوس ہوگا، وہ اپنے بدن میں قوت، درجے میں بلندی اور بصارت میں تیزی پائے گا۔ دوست اس کی تعریف کریں گے اور پڑوسی کے نزدیک معزز ہوگا۔ یہاں تک کہ ہر پہچاننے والا اس کا حکم مانے گا اور ہر دیکھنے والا اس کی ہیبت اور دبدبہ محسوس کرے گا۔

دوسری خصلت

جھوٹ سے اجتناب کرے مذاق میں ہو یا سنجیدگی سے، کیونکہ جب وہ جھوٹ چھوڑنے کا مصمم ارادہ کرے گا اور اس کی زبان جھوٹ نہ بولنے کی عادی ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ اس کا سینہ کھول دے گا اور علم میں صفائی عطا فرمائے گا اور وہ یوں ہو جائے گا گویا وہ جھوٹ کو جانتا ہی نہیں اور جب وہ کسی سے جھوٹ سنے گا تو اسے عیب شمار کرتے ہوئے دل سے نفرت کرے گا اور اگر اسے جھوٹ چھوڑنے کی دعوت دے گا تو ثواب حاصل کرے گا۔

تیسری خصلت کسی سے وعدہ کرنے کے بعد بلا عذر وعدہ خلافی نہ کرے یا وعدہ کرنا ہی چھوڑ دے کیونکہ یہ اس کے عمل کو مضبوط کرنے اور سیدھا راستہ اختیار کرنے کا ایک ذریعہ ہے کیونکہ وعدہ خلافی بھی ایک قسم کا جھوٹ ہے اور جب وہ وعدہ خلافی نہیں کرے گا تو اس کے لیے سخاوت کا دروازہ اور حیاء کا زینہ کھل جائے گا سچے لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا ہو گی۔ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی تعریف و توصیف بلند ہو گی۔

چوتھی خصلت

کسی مخلوق پر لعنت نہ بھیجے اور ذرہ سے کم مخلوق کو بھی اذیت نہ دے کیونکہ یہ بات نیک اور سچے لوگوں کی عادت سے ہے اور اس کے باعث وہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہتا ہے اور آخرت میں بلند درجات پر فائز ہو گا اللہ تعالیٰ اسے ہلاکت کی جگہوں سے بچائے گا مخلوق سے محفوظ و مامون رکھے گا نیز اسے بندوں کی شفقت اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو گا

پانچویں خصلت مخلوق میں سے کسی کے لیے بددعا نہ کرے چاہے اس نے اس پر ظلم کیا ہو نہ زبان سے برا کہے اور نہ عمل کے ذریعے بدلہ دے بلکہ اللہ تعالیٰ کے لیے اس ظلم کو برداشت کرے۔ قول و فعل کے ذریعے جوابی کارروائی نہ کرے۔ یہ عادات و خصائل انسان کے درجات کو بلند کر دیتے ہیں۔ جب یہ آداب اپنائے گا تو دنیا و آخرت میں عزت والا مقام حاصل کرے گا۔ دور و نزدیک کی مخلوق کے دلوں میں اس کے لیے محبت اور دوستی کے جذبات پیدا ہوں گے اس کی دعا قبول ہو گی بھلائی میں بلند مقام حاصل کرے گا اور دنیا میں مؤمنوں کے دلوں میں اس کی عزت ہو گی۔

چھٹی خصلت اہل قبلہ میں سے کسی کے خلاف شرک، کفر اور منافقت کی گواہی نہ دے۔ یہ بات رحمت کو قریب کرتی اور درجات کو بلند کرتی ہے یہ بات سنت کی تکمیل اور علم الٰہی میں دخیل ہونے سے دور رکھتی ہے نیز اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچاتی ہے اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور رحمت زیادہ قریب ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے قرب کا یہ نہایت معزز دروازہ ہے اور اس سے بندے کے دل میں تمام مخلوق پر شفقت اور رحم کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

ساتویں خصلت

ظاہری اور باطنی گناہوں کی طرف نظر کرنے اور ان کا ارادہ کرنے سے باز رہے اور ان سے اپنے اعضاء کو دور رکھے، اس بات سے اس کے اعمال کا ثواب دنیا میں دل اور اعضاءِ جسمانی کو جلد ہی حاصل ہو گا اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ اسے آخرت میں بھی ثواب عطا فرمائے گا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ان خصائل کے ذریعے ہم پر احسان فرمائے اور ہمارے دلوں سے خواہشات کو نکال دے۔

آٹھویں خصلت

مخلوق میں سے کسی پر چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا بوجھ نہ ڈالے بلکہ دوسروں کا بوجھ اٹھائے، چاہے وہ اس کی ضرورت محسوس کریں یا نہ کریں کہ یہ عابدین کی عزت اور متقین کی شرافت ہے اس سے نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے پر قوت حاصل ہوتی ہے اور حق کے معاملے میں تمام مخلوق ایک جیسی نظر آئے گی اور جب

انسان میں یہ صفت پیدا ہو گی تو اللہ تعالیٰ اسے فنا، یقین اور توکل کی طرف منتقل کر دے گا وہ اپنی خواہش کے تحت کسی کو بلند نہیں سمجھے گا اور حق کے معاملے میں تمام مخلوق کو ایک جیسا شمار کرے گا اسے یقین ہو جائے گا کہ یہ دروازہ مومنوں کی عزت اور متقی لوگوں کی شرافت کا دروازہ ہے اور یہی دروازہ اخلاص کے زیادہ قریب ہے۔

نویں خصلت

لوگوں سے امید اور طمع ختم کر دے اور جو کچھ ان کے ہاتھوں میں ہے اس کی لالچ نہ کرے، یہی بہت بڑی عزت ہے، خالص غنا ہے، عظیم بادشاہی، فخر جلیل، یقینِ صادق اور صحیح شفا دینے والا توکل ہے یہ اللہ تعالیٰ پر یقین کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے، زہد کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ اسی سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے اور عبادت مکمل ہوتی ہے اور یہ ان لوگوں کی علامت ہے جو تمام تعلقات توڑ کر صرف اللہ سے رشتہ جوڑتے ہیں۔

دسویں خصلت

دسویں خصلت تواضع ہے کیونکہ اس کے ذریعے مرتبہ کی بزرگی مضبوط ہوتی ہے اور درجہ بلند ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے نزدیک عزت و رفعت کی تکمیل ہوتی ہے دنیا اور آخرت کے جس کام کا ارادہ کرتا ہے اس پر طاقت حاصل ہوتی ہے۔ یہ خصلت تمام عبادات کی اصل، فرع اور کمال ہے۔ اسی کے ذریعے انسان ان نیک لوگوں کے درجات حاصل کرتا ہے جو تکلیف اور خوشی کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے راضی رہتے ہیں۔ یہی کمال تقویٰ ہے۔

تواضع کیا ہے؟

تواضع یہ ہے کہ آدمی جس انسان سے ملے اسے اپنے سے افضل سمجھے اور کہے ممکن ہے کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک مجھ سے بہتر اور بلند درجات کا مالک ہو اگر وہ چھوٹا ہے تو کہے اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی اور میں نافرمان ہوں لہٰذا اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ مجھ سے بہتر ہے اور اگر وہ بڑا ہے تو کہے اس نے مجھ سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ہے اگر وہ عالم ہے تو کہے اسے وہ کچھ دیا گیا جس تک میں نہیں پہنچ سکتا اور جو کچھ اسے ملا اب مجھے نہیں ملا، وہ جانتا ہے میں جاہل ہوں اور وہ اپنے علم کے مطابق عمل کرتا ہے، اور اگر وہ جاہل ہے تو کہے اس نے نادانی میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے اور میں نے علم کے ساتھ نافرمانی کی۔ اور نہ معلوم اس کا خاتمہ کس طرح ہو اور میرا خاتمہ کیسے ہو؟ اور اگر وہ کافر ہے تو کہے مجھے معلوم نہیں، شاید یہ شخص اسلام قبول کر لے اور اچھے اعمال پر اس کا خاتمہ ہو جائے اور ممکن ہے کہ (معاذ اللہ) میں اسلام سے نکل جاؤں اور میرا خاتمہ بُرے اعمال پر ہو۔ تواضع در اصل اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا ایک دروازہ ہے جن چیزوں کو اپنانے کی ضرورت ہے ان میں سے یہ پہلی چیز ہے اور بندگانِ خدا کے لیے جن اوصاف کو برقرار رکھنا ضروری ہے ان میں سے یہ

آخری وصف ہے۔ جب انسان میں عاجزی پیدا ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے تباہیوں سے محفوظ فرماتا ہے اور اسے خیر خواہی کے بلند مراتب عطا فرماتا ہے اور وہ شخص اللہ تعالیٰ کے منتخب اور محبوب بندوں میں سے ہو جاتا ہے۔ اور شیطان لعین دشمن خدا کے دشمنوں میں شمار ہونے لگتا ہے۔

تواضع رحمت کا دروازہ ہے اس سے تکبّر کا راستہ اور خود پسندی کی رسیاں کٹ جاتی ہیں۔ تواضع دین، دنیا اور آخرت میں اپنے آپ کو بلند درجہ سمجھنے اور خود بخود باعزت بننے کے وہم باطل کو ختم کر دیتی ہے۔ یہ عبادت کا مغز، زاہدوں کا شرف اور عابدین کی علامت ہے اس سے افضل کوئی چیز نہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ بندہ مخلوق کے ذکر سے اپنی زبان کو روک لے کیونکہ اس کے بغیر عمل مکمل نہیں ہوتا، اس طرح اس کے دل سے ہر حال میں کھوٹ، سرکشی اور تکبر نکل جاتا ہے اس کی زبان ظاہر و باطن میں ایک جیسی ہو جاتی ہے۔ اس کی مشیت میں بھی ظاہر و باطن کا تفاوت ختم ہو جاتا ہے اس کی گفتگو کا انداز بھی یہی ہو جاتا ہے، خیر خواہی میں تمام مخلوق کو ایک جیسا سمجھتا ہے اگر وہ کسی مخلوق کا برائی کے ساتھ ذکر کرتا ہے یا اس کو کسی عمل پر شرمندہ کرتا ہے یا وہ پسند کرتا ہے کہ اس کے سامنے کسی کا برے الفاظ میں ذکر ہو یا کسی کی برائی بیان ہو رہی ہو تو اس کا دل خوش ہوتا ہے تو ان تمام صورتوں میں وہ خیر خواہ نہیں ہو سکتا۔ یہ بات عبادت گذار لوگوں کے لیے آفت اور زاہدین کی ہلاکت کا باعث ہے البتہ اللہ تعالیٰ جس آدمی کی مدد فرماتے ہوئے اپنی رحمت کے ساتھ اس کی زبان اور دل کی حفاظت فرمائے (تو وہ محفوظ ہو جاتا ہے)

توکل

توکل کی اصل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ۔ — اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو وہ اسے کافی ہے۔

نیز ارشاد فرمایا:

وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ — اور اللہ ہی پر بھروسا کرو اگر تم مومن ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے موسم حج میں امتوں کو (خواب میں) دیکھا تو میں نے اپنی امت کو اس حال میں دیکھا کہ ان سے میدان اور پہاڑ بھر گئے۔ مجھے ان کی یہ حالت اور کثرت پسند آئی تو مجھے کہا گیا کیا آپ اس پر راضی ہیں؟ میں نے کہا "ہاں"، کہا گیا ان کے ساتھ ستر ہزار مزید حساب کے بغیر جنت میں داخل ہوں گے یہ لوگ داغ نہیں لگواتے، شگون نہیں لیتے، منتر نہیں کراتے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں [1]۔ اس پر حضرت عکاشہ بن محصن اسدی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! دعا

[1] نیک فال لینا صحیح ہے البتہ بدفالی ناجائز ہے۔ ایسے اسباب کو مؤثر حقیقی سمجھنا اور دورِ جاہلیت کے لوگوں جیسا عقیدہ رکھنے کی ممانعت ہے جہاں تک اسباب کو اختیار کرنے کا تعلق ہے اس میں کوئی قباحت نہیں (حاشیہ صفحہ ہذا آئندہ صفحہ پر)

کیجئے اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے کر دے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی یا اللہ! ان کو ان میں سے کر دے۔ پھر ایک دوسرے صحابی نے کھڑے ہو کر عرض کیا دعا کیجئے اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے کر دے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عکاشہ تم سے سبقت لے گئے۔

توکل کی حقیقت

توکل کی حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے۔ اختیار و تدبیر کی اندھیریوں سے پاک ہو اور تقدیر الٰہی کی طرف قدم بڑھائے۔ اس وقت بندے کو یقین ہو جاتا ہے کہ مقدر میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی اور جو کچھ اس کی قسمت میں ہے اس سے ضائع نہیں ہوگا اور جو کچھ مقدر میں نہیں وہ نہیں ملے گا۔ اس پر اس کا دل سکون اختیار کرتا ہے اور اپنے مالک کے وعدے پر مطمئن ہو جاتا ہے۔ اور اپنے مولا ہی سے سب کچھ حاصل کرتا ہے۔

توکل کے درجات

توکل کے تین درجے ہیں۔ پہلا درجہ توکل کہلاتا ہے، دوسرا تسلیم اور تیسرا تفویض۔ متوکل اپنے رب کے وعدہ پر مطمئن ہوتا ہے۔ تسلیم والا اللہ تعالیٰ کے علم پر اکتفا کرتا ہے اور صاحبِ تفویض اللہ تعالیٰ کے حکم پر راضی ہوتا ہے۔

کہا گیا ہے کہ توکل ابتداء ہے، تسلیم درمیانہ درجہ اور تفویض انتہا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ توکل مومنوں کی صفت ہے، تسلیم اولیاء کی اور تفویض موحدین کی صفت ہے۔ کسی نے کہا توکل عوام کی صفت ہے تسلیم خواص کی اور تفویض خاص الخاص لوگوں کی صفت ہے۔ کوئی کہتا ہے توکل انبیاء کرام کی صفت ہے، تسلیم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اور تفویض ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے۔

توکل حقیقی کامل طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس وقت حاصل ہوا جب انھوں نے حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا مجھے تمہاری حاجت نہیں کیونکہ اس وقت ان کا اپنا وجود ختم ہو چکا تھا یہاں تک کہ اس کا کوئی اثر باقی نہ رہا۔ چنانچہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو نہ دیکھا۔

متوکل کون ہے؟

حضرت سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں توکل کا پہلا مقام یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ

(حاشیہ صفحہ سابقہ) اور نہ یہ توکل کے منافی ہے اگر ڈاکٹر سے علاج کرانا توکل کے خلاف نہیں تعویذ یا دم جو خلاف شرع کلمات پر مبنی ہو اختیار کرنا ناجائز کیوں ہوگا۔ ممانعت کی دو صورتیں ہیں یا تو اس میں شرک پایا جاتا ہو یا اسے ہی مؤثر حقیقی سمجھا جائے علاوہ ازیں اسباب سے قطع تعلق خواص کا کام ہے عوام کا نہیں۔ ۱۲ ہزاروی۔

کے سامنے اس طرح ہو جائے جس طرح مردہ غسل دینے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے وہ اسے جدھر چاہے پھیرتا ہے اس کی اپنی حرکت اور تدبیر نہیں ہوتی۔ جو آدمی متوکل علی اللہ ہوتا ہے وہ نہ سوال کرتا ہے نہ ارادہ، نہ رد کرتا ہے اور نہ روکتا ہے۔ (یعنی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیتا ہے) بعض اکابر کے نزدیک توکل اپنے آپ کو چھوڑنے کا نام ہے۔ حضرت حمدون رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے دامن کو مضبوطی سے پکڑنا توکل ہے۔

حضرت ابراہیم خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں توکل کی حقیقت یہ ہے کہ غیر خدا سے نہ امید ہو نہ خوف۔

ایک قول کے مطابق توکل یہ ہے کہ انسان صرف ایک دن کی زندگی سمجھے اور کل کا غم چھوڑ دے۔

توکل کی رعایت

حضرت ابو علی رودباری رحمہ اللہ فرماتے ہیں توکل کی رعایت میں تین باتیں قابلِ لحاظ ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ جب کچھ ملے شکر ادا کرے اور نہ ملنے پر صبر کرے۔ دوسری بات یہ ہے کہ بندے کے نزدیک ملنا نہ ملنا برابر ہو۔ تیسری بات یہ ہے کہ نہ ملنے پر اس لیے شکر کرے کہ اللہ تعالیٰ کو یہی بات پسند ہے۔

حضرت جعفر خلدی رحمہ اللہ سے روایت ہے حضرت ابراہیم خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ میں مکہ مکرمہ کے راستے میں جا رہا تھا کہ میں نے ایک وحشی صورت دیکھی میں نے اس کے قریب جا کر کہا جنّ ہو یا انسان؟ اس نے کہا جن ہوں میں نے کہا کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا مکہ مکرمہ جا رہا ہوں۔ میں نے کہا سواری اور زادِ راہ کے بغیر؟ اس نے کہا ہاں ہم میں بھی بعض ایسے ہیں جو توکل پر سفر کرتے ہیں میں نے پوچھا توکل کیا ہے؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ سے لینا توکل ہے۔

حضرت سہل رحمہ اللہ فرماتے ہیں مخلوق کو رزق دینے والے کی پہچان توکل ہے اور کسی شخص سے توکل اس وقت تک صحیح نہیں ہوتا جب تک اس کی نظر میں آسمان تانبے کی طرح اور زمین لوہے کی طرح نہ ہو جائے کہ آسمان سے بارش نہ ہو اور زمین سے سبزی نہ نکلے اور اسے اس بات کا یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کے درمیان جس کے رزق کا ضامن ہے اسے فراموش نہیں کرتا۔ بعض علماء فرماتے ہیں توکل یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اس بنیاد پر نہ کرے کہ وہ تجھے رزق دیتا ہے۔ بعض علماء نے فرمایا تجھے توکل سے اتنی بات کافی ہے کہ تو اپنے لیے غیر خدا سے مدد طلب نہ کرے نہ کسی دوسرے کو اپنے رزق کا خازن سمجھے اور نہ غیر خدا کو اپنے عمل کا شاہد خیال کرے۔

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تو کامل طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے اور اس کے سوا سب کچھ ترک کر دے حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تو اللہ تعالیٰ کی تدبیر کے سامنے اپنی تدبیر کو فنا کر دے اور اس بات پر راضی رہے کہ اللہ تعالیٰ تیرا کارساز، مدبّر اور مددگار ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اور اللہ تعالیٰ کافی کارساز ہے۔"

ایک قول یہ ہے کہ ذلیل بندہ، جلیل رب پر اکتفاء کرے جس طرح اللہ تعالیٰ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ پر اکتفا کیا اور حضرت جبریل علیہ السلام کی عنایت کو نہ دیکھا۔

ایک قول کے مطابق توکل یہ ہے کہ زمین و آسمان کے خالق پر اعتماد کرتے ہوئے جد و جہد ترک کر دے۔

حضرت بہلول مجنون رحمہ اللہ سے پوچھا گیا بندہ متوکل کب ہوتا ہے؟ انھوں نے فرمایا جب وہ مخلوق کے درمیان اپنے آپ کو اجنبی سمجھے اور دل کے ساتھ اپنے رب کا قرب حاصل کرے۔

حضرت حاتم اصم رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ آپ کو توکل کا یہ مقام کیسے حاصل ہوا؟ فرمایا چار باتوں سے۔ میں نے جان لیا کہ میرے رزق کو دوسرا نہیں کھا سکتا۔ پس میں اس میں مشغول نہیں ہوتا مجھے معلوم ہے کہ میرا عمل کوئی دوسرا انجام نہ دے گا تو میں اس میں مشغول رہتا ہوں مجھے یقین ہے کہ موت اچانک آئے گی لہٰذا میں اسے حاصل کرنے کی جلدی کرتا ہوں مجھے اس بات کا بھی یقین ہے کہ میں ہر حال میں خدا کے سامنے ہوں پس میں اس سے حیا کرتا ہوں۔

توکل کا نتیجہ

حضرت ابو موسیٰ دبیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے عبدالرحمٰن بن یحییٰ رحمہ اللہ سے توکل کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا اگر تو اژدہا کے منہ میں بھی ہاتھ ڈالے یہاں تک کہ کلائی تک پہنچ جائے تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی قسم کا خوف محسوس نہ ہو۔ حضرت ابو موسیٰ فرماتے ہیں اس کے بعد میں حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ کے پاس چلا گیا۔ تاکہ ان سے توکل کے بارے میں سوال کروں۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو اندر سے جواب آیا اے ابو موسیٰ کیا تمہارے لیے عبدالرحمٰن کا جواب کافی نہ تھا کہ اب میرے پاس آکر سوال کر رہے ہو؟ میں نے عرض کیا اے میرے سردار! دروازہ کھولیے، انھوں نے فرمایا اگر ملاقات ہی کی غرض سے آتے تو میں تمہارے لیے دروازہ کھولتا۔ تم دروازے پر ہی جواب سنو اور لوٹ جاؤ، سنو! توکل یہ ہے کہ اگر وہ اژدہا جس نے عرش کے گرد گھیرا ڈال رکھا ہے تمہاری طرف بڑھے تو تم اللہ کے ساتھ اس سے نہ ڈرو۔ حضرت ابو موسیٰ فرماتے ہیں میں دبیل کی طرف واپس آ گیا۔ وہاں ایک سال رہا پھر زیارت کی غرض سے حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ کے پاس چلا گیا وہاں پہنچا تو انھوں نے فرمایا اب تم زیارت کی غرض سے آئے ہو لہٰذا میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں اندر آ جاؤ، میں ایک سال وہاں رہا مجھے جو بھی واقعہ پیش آتا، حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ میرے پوچھنے سے پہلے بتا دیتے۔ میں نے عرض کیا اب میں جانا چاہتا ہوں لہٰذا مجھے آپ سے کوئی فائدہ پہنچنا چاہیے۔ انھوں نے فرمایا جان لو! مخلوق کا فائدہ کوئی فائدہ نہیں، اب واپس جا سکتے ہو چنانچہ میں نے اس بات کو فائدہ سمجھا اور واپس چلا آیا۔

حضرت ابن طاؤس یمانی رحمہ اللہ اپنے والد طاؤس رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں ایک اعرابی اپنی سواری کے ساتھ آیا اور اسے بٹھا کر باندھ دیا پھر آسمان کی طرف سر اٹھا کر دعا مانگی، یا اللہ! یہ سواری اور جو کچھ اس کے اوپر ہے تیرے حوالے ہے یہاں تک کہ میں واپس آ جاؤں۔ اس کے بعد چلا گیا پھر مسجد حرام میں داخل ہو گیا جب باہر آیا تو سواری اور اس پر سامان سب کچھ چوری ہو چکا تھا اس نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا "یا اللہ! مجھ سے کچھ نہیں چوری ہوا تیرے ہاں سے چوری ہوئی ہے"۔ حضرت طاؤس فرماتے ہیں ہم

اسی طرح اعرابی کے ساتھ موجود تھے کہ ہم نے ابو قبیس پہاڑ سے ایک آدمی کو اترتے دیکھا وہ بائیں ہاتھ سے اونٹ کی مہار پکڑ کر اسے لا رہا تھا اور اس کا دایاں ہاتھ کٹا ہوا گردن میں لٹک رہا تھا۔ وہ شخص اعرابی کے پاس آکر کہنے لگا اپنی سواری اور سامان لیجئے۔ میں نے اس سے ماجرا پوچھا تو اس نے کہا ابو قبیس پہاڑ پر مجھے ایک سوار ملا جو سیاہ وسفید رنگ کی سواری پر سوار تھا۔ اس نے کہا اے چور! اپنا ہاتھ آگے بڑھا۔ اعرابی کہتا ہے میں نے ہاتھ بڑھایا تو اس نے اسے ایک پتھر پر رکھا اور پھر دوسرے پتھر سے کاٹ کر میری گردن میں لٹکا دیا اور کہا پہاڑ سے اترو اور سواری مع ساز و سامان اعرابی کے حوالے کر دو ــــــ

توکل کے ثمرات

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم اللہ تعالیٰ پر پورا پورا توکل کرو تو وہ تمہیں اس طرح رزق عطا فرمائے جس طرح پرندوں کو دیتا ہے صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر لوٹتے ہیں۔

حضرت محمد بن کعب، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی کو یہ بات پسند ہو کہ وہ لوگوں میں زیادہ باعزت ہو تو اُسے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے اور جو شخص سب سے زیادہ بے نیاز ہونا چاہتا ہے اسے اپنے ہاتھ والی چیز کے مقابلے میں اس چیز پر زیادہ توکل کرنا چاہیے جو خدا کے پاس ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسی ضمن میں یہ دو شعر پڑھتے تھے:۔

هَوِّنْ عَلَيْكَ فَاِنَّ الْاُمُوْرَ بِاَمْرِ الْاِلٰهِ مَقَادِيْرُهَا

فَلَيْسَ بِآتِيْكَ مَصْرُوْفُهَا وَلَا هَارِبٌ عَنْكَ مَقْدُوْرُهَا

اپنے آپ پر آسانی پیدا کر اس لیے کہ تمام امور کے اندازے حکم خداوندی کے مطابق ہیں۔ وہ چیز جو روک دی گئی وہ تیرے پاس نہیں آئے گی اور جو کچھ تیرے مقدر میں ہے وہ بھاگ کر کہیں نہیں جائے گا۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا آدمی متوکل کب بنتا ہے؟ آپ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کے کارساز ہونے پر راضی ہو۔ حضرت بشر رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کوئی شخص کہتا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ پر توکل کیا حالانکہ وہ جھوٹا ہے اللہ کی قسم! اگر وہ خدا پر توکل کرتا تو اس بات پر راضی ہوتا، جو اللہ تعالیٰ اس کے حق میں کرتا ہے۔

حضرت ابو تراب نخشبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں بدن کو عبادت میں مصروف رکھنا، دل کو اللہ تعالیٰ کی ربوبیت سے وابستہ کرنا اور اسی پر کفایت کرنا توکل ہے۔ اگر کچھ مل جائے تو شکر کرے اور نہ ملے تو صبر کرے۔

حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں نفس کی تدبیر چھوڑ دینا اور اپنی قوت اور غلبہ سے بھی بے نیاز ہو جانا توکل ہے۔ آپ سے کسی نے توکل کے بارے میں پوچھا تو آپ نے مزید فرمایا اربابِ دنیا اور اسباب پر بھروسہ نہ کرنا۔ سائل نے عرض کیا مزید فرمائیں، آپ نے فرمایا نفس کو بندگی میں لگا دینا اور اربابِ دنیا سے بے نیاز ہو جانا آپ نے یہ بھی فرمایا طمع اور لالچ کو چھوڑ دینا توکل ہے۔

کسب؛ توکل کے منافی نہیں

ظاہری کوشش تو کسب ہے اور یہ سنت ہے اور یہ توکل کے خلاف نہیں جبکہ بندے کے دل میں یہ بات راسخ ہو جائے کہ تقدیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے کیونکہ توکل کا مقام دل ہے اور یہ ایمان کی مضبوطی ہے اور جو شخص کسب کا انکار کرے وہ سنت کا منکر ہے اور جو آدمی توکل کا منکر ہو وہ ایمان کا انکار کرتا ہے اگر کوئی کام مشکل ہو تو اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ایسا ہوتا ہے اور اگر کوئی بات آسان ہو تو اللہ تعالیٰ کے آسان کرنے سے ہے۔ لہٰذا ان کے ظاہری اعضاء حکم خداوندی کی تعمیل میں کسب و کمائی میں مصروف ہوں اور دل اللہ تعالیٰ کے وعدے پر مطمئن ہونا چاہیے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ایک شخص اپنی اونٹنی پر سوار حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ! میں اسے چھوڑ دوں اور اللہ تعالیٰ پر توکل کروں ؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (نہیں بلکہ) اسے باندھو اور خدا پر بھروسا کرو۔"

کہا گیا ہے کہ توکل کرنے والا بچے کی طرح اپنی ماں کے پستانوں کے سوا کہیں بھی پناہ نہیں ڈھونڈتا۔ اسی طرح متوکل بھی صرف اللہ تعالیٰ کی طرف ہی جاتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ توکل شکوک کو دور کرکے اپنے آپ کو تمام بادشاہوں کے بادشاہ کے سپرد کرنا ہے۔ کسی نے کہا اللہ کے پاس جو کچھ ہے اس پر یقین رکھنا اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے ناامید ہونا توکل ہے۔ کسی کا قول ہے کہ تلاش رزق کے سلسلے میں دل کو سوچ و بچار سے فارغ رکھنا توکل ہے۔

حسنِ اخلاق

اس کی اصل اللہ تعالیٰ کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد گرامی ہے:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔ — اور بیشک آپ بہت بڑے اخلاق کے مالک ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا یا رسول اللہ! کس مومن کا ایمان افضل ہے ؟ آپ نے فرمایا جس کا اخلاق زیادہ اچھا ہے۔ انسانی مناقب میں اخلاق حسنہ کی سب سے زیادہ فضیلت ہے اور اسی کے ساتھ لوگوں کے جوہر نمایاں ہوتے ہیں۔ انسان جسمانی بناوٹ کے اعتبار سے پوشیدہ ہے لیکن اپنے اخلاق کے لحاظ سے ظاہر ہے۔

بعض اہل تحقیق فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو طرح طرح کے معجزات کمالات اور فضائل سے نوازا لیکن ان میں سے کسی چیز کے ساتھ اس طرح تعریف نہ فرمائی جس طرح اخلاق کے ساتھ فرمائی۔ ارشاد فرمایا: وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔ بعض علماء فرماتے ہیں آپ کی تعریف اخلاق حسنہ کے ساتھ اس لیے کی گئی کہ آپ نے دونوں جہان بخش دیے اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر اکتفاء کیا۔

کہا گیا ہے کہ خلق عظیم اس چیز کا نام ہے کہ انسان کمال معرفت خداوندی کی بناء پر کسی سے جھگڑا نہ کرے اور نہ

اس سے کوئی جھگڑے بعض نے کہا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اس قدر معرفت حاصل کرلے کہ لوگوں کا ظلم وستم اس پر اثر انداز نہ ہو سکے۔

حضرت ابو سعید خراز رحمہ اللہ فرماتے ہیں اخلاق حسنہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا ارادہ نہ کرے حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے حارث محاسبی رحمہ اللہ سے سُنا فرماتے ہیں ہم نے تین چیزوں کو کھو دیا ہے حفاظت آبرو کے ساتھ کشادہ روئی، امانتداری کے ساتھ خوش کلامی اور وفاداری کے ساتھ دوستی۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جو کچھ تم سے دوسروں کو ملے اسے حقیر سمجھو اور دوسروں سے تمہیں جو کچھ ملے اسے بڑا سمجھو۔

بعض علماء فرماتے ہیں خود تکلیف اٹھانا اور دوسروں کو ایذاء نہ دینا حُسن اخلاق ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا تم اپنے مالوں کے ساتھ تمام لوگوں کو خوش نہیں کر سکتے۔ لہٰذا خندہ پیشانی اور اچھے اخلاق کے ساتھ تو ہر ایک سے پیش آؤ۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ حُسنِ اخلاق

اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن اخلاق کا مطلب یہ ہے کہ تم اس کے احکام بجا لاؤ جن سے روکا ہے ان سے باز رہو اور کسی لالچ کے بغیر ہر حال میں اس کی فرمانبرداری کرو کسی تہمت کے بغیر تقدیر کو اس کے حوالے کر دو، شرک کے بغیر اسے ایک تسلیم کرو اور کسی شک کے بغیر اس کے وعدے کی تصدیق کرو۔

حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کون آدمی سب سے زیادہ غمگین ہے؟ آپ نے فرمایا جس کا اخلاق سب سے بُرا ہے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ، اللہ تعالیٰ کے ارشاد "وَثِیَابَكَ فَطَهِّرْ" کی تفسیر میں فرماتے ہیں اپنے اخلاق اچھے رکھو۔ ارشاد خداوندی "وَاَسْبَغَ عَلَیْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً" کی تفسیر میں کہا گیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے ظاہری اعضاء اور باطنی اخلاق کے اعتبار سے تم پر اپنی نعمتوں کو مکمل فرمایا۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ سے پوچھا گیا "آپ دنیا میں کبھی خوش بھی ہوتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں دو مرتبہ ایک دفعہ اس وقت جب میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک کتے نے آکر مجھ پر پیشاب کر دیا دوسرا اس وقت کہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی نے آکر مجھے طمانچہ مارا۔

کہا گیا ہے کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو جب بچے دیکھتے تو پتھر مارتے آپ فرماتے اگر پتھر مارنا ضروری ہیں تو چھوٹے چھوٹے پتھر مارو تاکہ میری پنڈلیوں سے خون بہ کر مجھے نماز سے نہ روکے۔

کہتے ہیں ایک شخص حضرت احنف بن قیس رحمہ اللہ کو گالیاں دیتے ہوئے ان کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا۔ آپ اپنے قبیلے کے پاس پہنچے تو کھڑے ہو گئے اور فرمایا اے نوجوان! اگر تمہارے دل میں کوئی اور بات باقی ہے تو وہ بھی کہہ دے تاکہ قبیلے کے لوگ سن کر جوابی کارروائی نہ کریں۔

حضرت حاتم اصم رحمہ اللہ سے کہا گیا کہ آدمی ہر ایک کی بات برداشت کر لیتا ہے آپ نے فرمایا ہاں لیکن اپنے

نفس کی بات برداشت نہیں کرتا۔

ایک روایت میں ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے غلام کو بلایا لیکن اس نے جواب نہ دیا۔ آپ نے دوبارہ سہ بارہ بلایا لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا آپ اٹھ کر اس کی طرف تشریف لے گئے دیکھا کر وہ لیٹا ہوا ہے فرمایا اے غلام! تم نے میری بات نہیں سنی؟ اس نے کہا ہاں سنی ہے، آپ نے فرمایا تو نے جواب کیوں نہ دیا؟ اس نے کہا مجھے آپ کی طرف سے سزا کا ڈر نہ تھا لہٰذا سستی ہو گئی۔ آپ نے فرمایا جاؤ تم اللہ تعالیٰ کے لیے آزاد ہو۔

بعض بزرگوں کے نزدیک حسنِ اخلاق یہ ہے کہ تم لوگوں کے قریب رہو لیکن ان کے جھگڑوں سے لاتعلق رہو۔ ایک قول کے مطابق حسن اخلاق اس بات کا نام ہے کہ مخلوق کے ظلم اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو کسی تنگدلی اور ناگواری کے بغیر برداشت کرو۔

کہتے ہیں انجیل میں لکھا ہے اے بندے! غصے کی حالت میں مجھے یاد کر، میں بھی حالتِ غضب میں تمہیں یاد رکھوں گا۔

ایک عورت نے حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ سے کہا اے ریاکار! آپ نے فرمایا تو نے میرا وہ نام پالیا جسے اہل بصرہ بھول چکے تھے۔

حضرت لقمان حکیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا اے بیٹے! تین قسم کے لوگ تین موقعوں پر پہچانے جاتے ہیں (۱) حلیم غصے کے وقت (۲) بہادر لڑائی کے وقت (۳) اور بھائی اس وقت جب اس تک حاجت ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا یا اللہ! مجھے وہ کچھ نہ کہا جائے جو مجھ میں نہیں (یعنی مجھ پر بہتان نہ باندھا جائے) اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی۔ یہ کام میں نے اپنے لیے نہیں کیا تمہارے لیے کیسے کروں (یعنی لوگ مجھ پر بھی تہمت لگاتے ہیں)

شُکر

شکر کی اصل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ۔ اگر تم میرا شکر بجا لاؤ تو میں تمہیں مزید نعمتیں عطا کروں گا۔

حضرت عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو سب سے عمدہ بات دیکھی ہے ہمیں بتائیں۔ یہ سن کر آپ رو پڑیں اور فرمایا آپ کا کونسا کام عمدہ نہ تھا۔ ایک دن آپ رات کو تشریف لائے اور میرے ساتھ آرام فرما ہو گئے۔ (ام المومنین نے بچھونے یا لحاف کے الفاظ فرمائے) یہاں تک کہ آپ کا اور میرا جسم ایک دوسرے کو چھونے لگے۔ پھر فرمایا اے ابوبکر کی بیٹی! مجھے اجازت دے کہ میں اپنے رب کی عبادت کروں۔ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا میں آپ کا قرب پسند کرتی ہوں۔ لیکن آپ کی خواہش کو (اپنی خواہش پر) ترجیح دیتی ہوں۔ چنانچہ میں نے اجازت دے دی۔ آپ پانی کے ایک مشکیزے کے پاس کھڑے ہوئے وضو فرمایا اور کافی پانی استعمال فرمایا (اچھی طرح وضو کیا) پھر نماز کے لیے کھڑے

ہوئے پھر نماز پڑھی اور رونے لگے۔ یہاں تک کہ آنسو مبارک سینے پر بہنے لگے پھر رکوع فرمایا اور روتے رہے پھر سجدے میں روتے رہے اس کے بعد سجدے سے سر اٹھایا اور روتے رہے۔ مسلسل یہی حالت رہی کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر نماز کی اطلاع دی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو کس چیز نے رُلایا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب آپ کے اگلوں پچھلوں کے گناہ بخش دیئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں اور میں ایسا کیوں نہ کروں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا "بے شک زمین و آسمان کی پیدائش میں نشانیاں ہیں"۔

حقیقتِ شکر

محققین کے نزدیک شکر کی حقیقت عاجزی کے ساتھ مُنعِم کی نعمتوں کا اعتراف کرنا ہے اسی معنیٰ کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو شکور فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو شکر کا بدلہ دیتا ہے پس (مجازاً) شکر کے بدلے کو شکر کہا گیا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا۔ برائی کا بدلہ اس کی مثل برائی ہے۔

ایک قول کے مطابق محسن کے احسانات کو یاد کر کے اس کی تعریف کرنا شکر ہے لہٰذا بندے کا شکر کرنا یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کو یاد کر کے اس کی تعریف کرے اور اللہ تعالیٰ کے شکر کا مطلب یہ ہے کہ وہ بندے کے احسان یعنی اطاعت و فرمانبرداری پر اس کی تعریف کرے۔ بندے کا احسان اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اللہ تعالیٰ کا احسان بندے کو نعمتوں سے نوازنا ہے۔ بندے کی طرف سے شکر ادا کرنے کی حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے رب کے انعام پر زبان اور دل سے اقرار کرے۔

شکر کی اقسام

شکر کی کئی قسمیں ہیں اوّل زبان سے شکر کرنا یعنی عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اعتراف کرنا۔ دوسرا بدن کے ساتھ شکر کرنا یعنی وفاداری اور عبادت کے ذریعے شکر ادا کرنا ہے۔ تیسرا دل کے ساتھ شکر ادا کرنا۔

کہا گیا ہے کہ آنکھوں کا شکر یہ ہے کہ کسی ساتھی کا عیب دیکھ کر اس کی پردہ پوشی کرو۔ کانوں کا شکر یہ ہے کہ کسی کا عیب سنو تو چھپاؤ۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں حاصل کر کے اس کی نافرمانی نہ کرو۔

کہا گیا ہے کہ علماء کا شکر کلام کے ساتھ اور عابدین کا شکر فعل کے ساتھ ہوتا ہے جبکہ عارفین کا شکر یہ ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے لیے استقامت اختیار کریں کہ انھیں جو کچھ بھلائی حاصل ہے یا جس عبادت اور ذکرِ الٰہی میں وہ مصروف ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی توفیق، نعمت اور قوت و طاقت کے ساتھ ہے نیز بندے کو چاہیے کہ وہ ان تمام احوال سے الگ ہو کر اللہ تعالیٰ کی ذات میں فنا ہو جائے اور اپنے عجز، کوتاہی اور جہالت کا اعتراف کرے پھر تمام حالات میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔

حضرت ابوبکر وراق رحمہ اللہ فرماتے ہیں نعمت کا شکر یہ ہے کہ احسانِ الٰہی کا مشاہدہ اور حدود کی حفاظت کی جائے ایک قول یہ ہے کہ اپنے نفس کو طفیلی سمجھنا نعمت کا شکر ہے۔

حضرت ابوعثمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں شکر کی ادائیگی سے قاصر رہنے کی معرفت شکر ہے۔ کہا گیا ہے کہ شکر ادا کرنے پر شکر کرنا کمالِ شکر ہے۔ یعنی یہ سمجھو کہ شکر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ادا ہوا ہے اور توفیق کا ملنا بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے لہٰذا اس شکر پر بھی شکر کرو۔ پھر شکر کے شکر پر بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے۔ ایک غیر محدود سلسلہ جاری رکھا جائے۔ بعض علماء نے فرمایا عاجزانہ طور پر نعمت کو منعم کی طرف منسوب کرنا شکر ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں شکر یہ ہے کہ اپنے آپ کو نعمت کا اہل نہ سمجھو۔ کہا گیا ہے کہ موجود پر شکر کرنے والا شاکر ہے اور مفقود پر شکر کرنے والا شکور ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ شاکر وہ ہے جو نفع پر شکر کرتا ہے اور شکور وہ ہے جو نہ ملنے پر شکر کرتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ شاکر عطا پر شکر کرتا ہے اور شکور مصیبت پر شکر کرتا ہے۔ کسی نے کہا شاکر وہ ہے جو نعمت کے ملنے پر شکر کرے اور شکور وہ ہے جو نعمت نہ ملنے پر بھی شکر کرے۔

حضرت شبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں شکر یہ ہے کہ منعم کو دیکھا جائے نعمت کو نہیں۔ کسی نے کہا موجود کو قید رکھنا اور غیر موجود کا شکار کرنا شکر کرنا ہے۔

حضرت ابوعثمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں عام لوگوں کا شکر کھانے، مشروب اور لباس پر ہوتا ہے اور خاص لوگ وارداتِ قلبی پر شکر کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے "اور میرے بندوں میں بہت تھوڑے لوگ شکر ادا کرنے والے ہیں"۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا یا اللہ! میں تیرا شکر کس طرح ادا کروں حالانکہ شکر ادا کرنا بھی تو ایک نعمت ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی اب تم نے میرا شکر ادا کر دیا ہے۔

کہا گیا ہے کہ جب تمہارا ہاتھ بدلہ لینے سے رک جائے تو چاہیے کہ زبان شکر کرنے پر دراز ہو جائے۔ کہتے ہیں جب حضرت ادریس علیہ السلام کو بخشش کی خوشخبری دی گئی تو آپ نے زندگی کا سوال کیا آپ سے پوچھا گیا مزید زندگی کیوں چاہتے ہیں؟ فرمایا تاکہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کروں کیوں کہ پہلے میں مغفرت کے لیے عمل کرتا تھا چنانچہ فرشتے نے پر بچھائے اور ان کو اٹھا کر اوپر لے گیا۔

ایک نبی علیہ السلام ایک چھوٹے سے پتھر کے پاس سے گزرے جس سے کافی پانی نکل رہا تھا۔ آپ کو اس سے تعجب ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے پتھر کو بولنے کی قوت عطا فرمائی تو انھوں نے اس سے وجہ پوچھی۔ پتھر نے کہا جب سے میں نے آیت کریمہ "وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ۔" "جہنم کا ایندھن لوگ اور پتھر ہوں گے) سنی ہے میں خوف خدا سے رو رہا ہوں اس نبی نے دعا مانگی! یا اللہ! اس پتھر کو آگ سے محفوظ فرما۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی "میں نے اسے آگ سے پناہ دے دی ہے" وہ نبی علیہ السلام تشریف لے گئے واپس آئے تو اس پتھر سے پہلے سے زیادہ پانی نکل رہا تھا آپ کو تعجب ہوا اللہ تعالیٰ نے پتھر کو قوت گویائی عطا فرمائی آپ نے پوچھا تو کیوں روتا ہے؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے تجھے بخش دیا اس نے کہا وہ غم اور خوف کا رونا تھا اب شکر اور خوشی کا

رونا ہے۔

بعض علماء نے فرمایا شاکر کو مزید نعمتیں حاصل ہوتی ہیں کیوں کہ اسے نعمتوں کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ۔ اگر تم میرا شکر کرو تو میں تمہیں مزید نعمتیں دوں گا۔

صابر اللہ تعالیٰ کی پناہ لیتا ہے کیونکہ وہ مصیبت کو دیکھتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ اللهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ۔ بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

حمد اور شکر میں فرق

کہا گیا ہے کہ اپنے سانسوں پر اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور حواس کی نعمتوں پر شکر ہے۔

ایک صحیح حدیث میں ہے "سب سے پہلے جنت کی طرف ان لوگوں کو بلایا جائے گا جو اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ حمد کرتے ہیں"۔ کہا گیا ہے کہ جو مصیبت دور ہو گئی اس پر حمد کی جائے اور جو نعمت ملی ہے اس پر شکر کیا جائے۔ ایک بزرگ کہتے ہیں میں نے ایک سفر میں ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جو بہت زیادہ عمر کا ہو چکا تھا۔ میں نے اس کا حال پوچھا تو اس نے کہا میں ابتدائی عمر میں اپنی چچازاد بہن سے محبت کرتا تھا اور وہ بھی مجھ سے محبت کرتی تھی۔ اتفاق سے میرا اس کے ساتھ نکاح ہو گیا۔ میں نے شب زفاف اس سے کہا آؤ رات بھر ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ اس نے ہمیں اکٹھا کر دیا۔ ہم تمام رات نماز پڑھتے رہے اور ایک دوسرے کی ملاقات کے لیے فارغ نہ ہوئے۔ دوسری رات بھی یونہی گزر گئی۔ اب ستر یا اسی سال سے ہر رات ہماری یہی حالت ہوتی ہے اس کی بیوی بھی ساتھ تھی اس نے کہا اسے فلاں عورت! کیا ایسا ہی نہیں؟ بوڑھی نے کہا جس طرح شیخ نے بتایا واقعہ اسی طرح ہے۔

صبر

صبر کی اصل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ اے ایمان والو! صبر کرو اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرو اور اپنی سرحدوں کی حفاظت کے لیے تیار رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ

نیز ارشاد خداوندی ہے:

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللهِ۔ اور (اے محبوب) آپ صبر کریں اور نہیں آپ کا صبر مگر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "صبر پہلے صدمہ کے وقت ہوتا ہے"

ایک روایت میں ہے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا مال چلا گیا اور میں بیمار ہوں

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُس آدمی میں کوئی بھلائی نہیں جس کا مال نہ جائے اور وہ بیمار نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے آزماتا ہے اور جب اس کی آزمائش ہوتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے۔"

ایک دوسری حدیث میں ہے آپ نے ارشاد فرمایا آدمی کے لیے ایک درجہ ہوتا ہے جس تک اپنے عمل کے ذریعے نہیں پہنچتا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اسے جسمانی بیماری میں مبتلا کرتا ہے تو اس کے ذریعے اس درجے کو پالیتا ہے۔

ایک روایت میں ہے جب یہ آیت نازل ہوئی: وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ سُوۡٓءًا يُّجۡزَ بِهٖ ۔ " (جو آدمی بُرا عمل کرے اُسے اس کا بدلہ دیا جائے گا) تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس آیت کے بعد نجات کی کیا صورت ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ تمہاری بخشش فرمائے کیا تم بیمار نہیں ہوتے؟ کیا تم پر کوئی آزمائش نہیں آئی؟ کیا تم صبر نہیں کرتے؟ کیا تم غمگین نہیں ہوتے؟ یہی تو بدلہ ہے یعنی جو مصیبت تمہیں پہنچتی ہے وہ تمہارے گناہوں کا کفارہ ہے۔

صبر کی قسمیں

صبر کی تین قسمیں ہیں ایک اللہ تعالیٰ کے لیے صبر ہے یعنی اس کے احکام پر عمل پیرا ہونا اور جن باتوں سے اس نے روکا ہے ان سے رُک جانا۔ دوسرا اللہ تعالیٰ کے لیے صبر ہے۔ وہ مصائب اور سختیوں میں اللہ تعالیٰ کے قضاء و قدر پر صبر کرنا ہے اور تیسرا اللہ تعالیٰ پر صبر ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے رزق، کشادگی، کفایت، مدد اور آخرت میں ثواب کا جو وعدہ فرمایا ہے۔ اس پر صبر کرنا۔

وَلَنَجۡزِيَنَّ الَّذِيۡنَ صَبَرُوۡۤا اَجۡرَهُمۡ بِاَحۡسَنِ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ۔ اور البتہ ہم ضرور صلہ دیں گے ان لوگوں کو جنہوں نے صبر کیا بسبب ان کے بہترین کاموں کے جو وہ کرتے تھے۔

بعض حضرات فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ثابت قدمی اختیار کرنا اور اس کی طرف سے آنے والی آزمائشوں کی تکلیف کو کشادہ دلی سے قبول کرنا صبر ہے۔

حضرت خواص رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں قرآن وسنت کے احکام پر ثابت قدمی صبر مع اللہ ہے۔ حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں محبین کا صبر زاہدین کے صبر سے زیادہ مشکل ہے۔ تعجب ہے وہ کیسے صبر کرتے ہیں آپ نے یہ شعر پڑھا

اَلصَّبۡرُ يُحۡمَلُ فِي الۡمَوَاطِنِ كُلِّهَا ۔۔۔ اِلَّا عَلَيۡكَ فَاِنَّهٗ لَا يُحۡمَلُ

صبر ہر جگہ برداشت ہو سکتا ہے لیکن اپنے خلاف برداشت نہیں ہوتا۔ بعض حضرات فرماتے ہیں ترک شکایت صبر ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور عجز و انکساری کا اظہار کرنا اور اس کی پناہ چاہنا صبر ہے، کسی نے کہا اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا صبر ہے۔ بعض حضرات نے فرمایا وہ اس کے نام کی طرح ہے نعمت اور مصیبت دونوں حالتوں میں کسی تفریق کے بغیر سکون حاصل رہے تصبر یہ ہے کہ مشقت کا بوجھ اٹھاتے ہوئے آزمائش کے وقت سکونِ خاطر حاصل رہے۔

....

رضا

رضا کی اصل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی ہے۔
رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے۔

نیز ارشاد خداوندی ہے:
یُبَشِّرُھُمْ رَبُّھُمْ بِرَحْمَۃٍ مِّنْہُ وَرِضْوَانٍ۔ ان کا رب ان کو اپنی رحمت اور رضا کی خوشخبری دیتا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اس آدمی نے ایمان کا ذائقہ چکھا جو اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر راضی ہوا۔"
کہا گیا ہے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا (حمد و صلوٰۃ کے بعد) تمام بھلائی رضاءِ الٰہی پر راضی ہونے میں ہے اگر راضی رہ سکو تو ٹھیک ہے ورنہ صبر کرو۔
حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ قرآن پاک کی اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔
وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُھُمْ بِالْاُنْثٰی ظَلَّ وَجْھُہٗ مُسْوَدًّا وَّھُوَ کَظِیْمٌ۔ اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی ہونے کی خبر دی جاتی ہے تو سارا دن اس کا منہ کالا رہتا ہے اور وہ غصہ میں بھر جاتا ہے۔

مشرکین ایسا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان کے برے عمل کی خبر دی ہے۔ مومن کو اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ انسان کے اپنے فیصلے سے بہتر ہے۔ اے انسان! اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو تیرے لیے مقرر فرمایا اور تو اسے ناگوار سمجھتا ہے یہ اس سے بہتر ہے کہ اللہ تعالیٰ تیری پسند کا فیصلہ فرماتا پس اللہ تعالیٰ سے ڈر اور اس کی تقدیر پر راضی رہ۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔
وَعَسٰی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَعَسٰی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْئًا وَّھُوَ شَرٌّ لَّکُمْ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ اور ہو سکتا ہے تم کسی چیز کو شاق سمجھو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو اور ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لیے بری ہو اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔
یعنی اللہ تعالیٰ اس چیز کو جانتا ہے جس میں تمہاری دینی اور دنیوی بھلائی ہے جبکہ تم نہیں جانتے پس اللہ تعالیٰ نے مخلوق سے ان کی مصلحتیں پوشیدہ رکھیں اور ان کو اپنے حکم پر عمل کرنے اور ممنوعات سے رکنے، مقدر کے سامنے سر تسلیم خم کرنے اور اپنے منافع اور نقصانات میں اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنے کا حکم دیا۔ مصالح اور انجام اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیار میں رکھے ہیں۔ پس انسان کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ اپنے مولا کی اطاعت کرے اور جو کچھ اس کے لیے مقسوم ہے اس پر راضی رہے اور کسی قسم کی تہمت نہ لگائے۔

جان لو! مخلوق میں سے ہر ایک کو اسی قدر زیادہ رنج اُٹھانا پڑے گا جس قدر وہ تقدیر کا مقابلہ کرے گا اور اپنی خواہشات کی موافقت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی ہونا چھوڑ دیگا جو شخص قضائے الٰہی پر راضی ہوا اس نے آرام پایا اور جو آدمی اس پر راضی نہ ہوا اس کی بدبختی اور رنج زیادہ ہوگا اور دنیا سے تو وہی کچھ ملے گا جو اس کے مقدر میں ہے جب تک خواہش کی پیروی کی جائے اور اس کا فیصلہ تسلیم کیا جائے۔ انسان تقدیر خداوندی پر راضی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خواہش اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں آتی ہے اس طرح اس کا رنج بڑھتا جاتا ہے۔ لہٰذا راحت کا حصول نفسانی خواہش کی مخالفت میں مضمر ہے کیونکہ اس طرح تقدیر پر راضی ہونا ہے جو لازمی ہے اور مشقت و رنج خواہش کی موافقت میں ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی مخالفت ناگزیر ہوتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کرے خواہش (غالب) نہ ہو اور اگر وہ ہو تو ہم نہ ہوں۔

رضا حال ہے یا مقام

اہل علم و طریقت کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا رضا احوال میں سے ہے یا مقامات میں سے۔ اہل عراق کہتے ہیں یہ احوال میں سے ایک حال ہے اور اس میں بندے کے کسب کو دخل نہیں کیونکہ یہ دیگر تمام احوال کی طرح اللہ تعالیٰ کی جانب سے دل میں اترنے والی حالت ہے۔ پھر وہ حالت واپس آتی اور مفقود ہو جاتی ہے اور اس کی جگہ دوسری حالت آجاتی ہے۔ خراسانی کہتے ہیں۔ رضا مقامات سے ایک مقام ہے اور وہ توکل کی انتہاء ہے جس تک بندہ اپنے کسب تک پہنچ سکتا ہے۔ دونوں قولوں میں تطبیق دینا ممکن ہے یعنی یوں کہا جائے کہ رضا کی ابتداء بندے کا اپنا کسب ہے اور یہ مقامات میں سے ہے اور اس کی انتہاء احوال میں سے ہے جو کسبی چیز نہیں ہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ راضی وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر اعتراض نہیں کرتا۔

حضرت ابو علی دقاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں، رضا یہ نہیں کہ بندے کو تکلیف کا احساس ہی نہ ہو بلکہ رضا یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور فیصلے پر اعتراض نہ کرے۔

مشائخ کرام علیہم الرحمہ فرماتے ہیں تقدیر الٰہی پر راضی رہنا اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا دروازہ اور دنیا میں جنت ہے یعنی جس کو رضا کی توفیق دی گئی اس کو مکمل کشادگی حاصل ہوگئی اور اسے بلند و بالا قرب حاصل ہوگا۔

کہتے ہیں ایک شاگرد نے استاذ سے پوچھا کیا بندے کو پتا چل جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہے؟ استاذ نے فرمایا نہیں اسے کیسے علم ہو سکتا ہے حالانکہ رضا ایک پوشیدہ بات ہے۔ شاگرد نے کہا اسے علم ہوتا ہے استاذ نے پوچھا وہ کیسے؟ اس نے کہا جب میں اپنے دل کو اللہ تعالیٰ سے راضی پاتا ہوں تو جان لیتا ہوں کہ وہ مجھ سے راضی ہے۔ استاذ نے کہا لڑکے! تو نے بڑی اچھی بات کہی ہے اور بندہ اس وقت تک خدا سے راضی نہیں ہو سکتا جب تک خدا اس سے راضی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے

کہتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا یا اللہ! مجھے ایسا عمل بتا جس کے کرنے سے تو راضی ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہیں اس کی طاقت نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ سن کر نہایت عاجزی کے ساتھ سجدے

میں گر پڑے اللہ تعالٰے نے آپ کی طرف وحی بھیجی۔ اے عمران کے بیٹے! میری رضا اس بات میں ہے کہ تو میرے فیصلے پر راضی ہو۔
کہا گیا ہے کہ جو شخص رضا کے مقام تک پہنچنا چاہتا ہے وہ اس چیز کو لازم پکڑے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا رکھی ہے۔

رضا کی دو قسمیں

رضا کی دو قسمیں ہیں۔ اس کے ساتھ راضی ہونا اور اس سے راضی ہونا، خدا کے ساتھ راضی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی تدبیر کو تسلیم کرے اور اس سے راضی ہونا یہ ہے کہ اس کے فیصلے اور حکم پر راضی ہو۔
کہا گیا ہے راضی وہ ہے کہ اگر جہنم اس کی دائیں طرف رکھی جائے تو اسے بائیں طرف پھیرنے کا سوال نہیں کریگا
کہتے ہیں دل کو نفرت سے اس طرح نکال دینا کہ فرحت و سرور ہی باقی رہ جائے، رضا ہے۔
حضرت رابعہ عدویہ رحمۃ اللہ علیہا سے پوچھا گیا بندہ قضاء الٰہی پر کب راضی ہوتا ہے؟ انھوں نے فرمایا جب مصیبت پر بھی اسی طرح خوش ہو جس طرح نعمت پر خوش ہوتا ہے۔
کہتے ہیں حضرت شبلی رحمہ اللہ نے حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ کے سامنے " لاحول ولاقوۃ الا باللہ" پڑھا حضرت جنید رحمہ اللہ نے فرمایا، تمہارا یہ قول سینے کی تنگی کے باعث ہے اور سینہ اس وقت تنگ ہوتا ہے جب انسان تقدیر الٰہی پر راضی نہ ہو۔
حضرت ابو سلیمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں رضا یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو نہ جہنم سے پناہ مانگو

رضا کی علامات

حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں رضا کی علامات میں سے تین باتیں ہیں تقدیر سے پہلے اختیار کو چھوڑ دینا، قضاء کے بعد تلخی کا نہ پیدا ہونا۔ سخت مصیبت میں دوستی کے جذبات کا پیدا ہونا۔
آپ ہی نے فرمایا تقدیر کی کڑواہٹ پر دل میں سرور پیدا ہونا رضا ہے۔
حضرت ابو عثمان رحمہ اللہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کے بارے میں پوچھا گیا " میں قضاء کے بعد رضا کا سوال کرتا ہوں" آپ نے فرمایا قضاء سے پہلے رضا، رضا پر عزم ہے اور قضاء کے بعد راضی ہونا رضا ہے۔
ایک روایت میں ہے حضرت حسین ابن علی رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے نزدیک فقر، غناء سے، بیماری صحت سے اور موت زندگی سے افضل ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے میں تو کہتا ہوں کہ جو آدمی اللہ تعالیٰ کے حسن اختیار پر توکل کرے وہ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ چیز کے خلاف آرزو نہیں کرتا۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ نے حضرت بشر حافی رحمہ اللہ سے فرمایا دنیا میں زہد اختیار کرنے سے رضا افضل ہے کیونکہ جسے رضا حاصل ہے وہ اپنے مرتبہ سے اوپر کی خواہش نہیں کرتا۔ حضرت فضیل رحمہ اللہ نے جو فرمایا صحیح ہے کیوں کہ اس میں حال پر راضی رہنا ہے اور حال پر راضی رہنے میں ہر قسم کی بھلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا:

اِنِّی اصْطَفَیْتُکَ عَلَی النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ وَبِکَلَامِیْ فَخُذْ مَا اٰتَیْتُکَ وَکُنْ مِّنَ الشّٰکِرِیْنَ

(اے موسیٰ علیہ السلام) بے شک میں نے تمہیں لوگوں پر برگزیدہ کر لیا۔ اپنے پیغام اور اپنے کلام سے پس لے تو جو کچھ میں نے تمہیں دیا اور ہو جاؤ شکر گزاروں میں سے۔

یعنی جو کچھ میں نے عطا کیا اس پر راضی رہیں اور اس کے علاوہ مقام نہ طلب کریں اور شکر کرنے والوں میں ہو جائیں یعنی حال کی حفاظت کریں۔ اسی طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی فرمایا:

لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْکَ اِلٰی مَا مَتَّعْنَا بِهٖ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا لِنَفْتِنَهُمْ فِیْهِ۔

آپ حیات دنیا کی ان زینتوں اور آرائشوں کی طرف اپنی آنکھیں نہ پھیلائیں جو ہم نے ان کے مختلف قسم کے لوگوں کو (عارضی) نفع اٹھانے کے لیے دے رکھی ہے کہ اس میں ہم انہیں آزمائیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ادب سکھایا اور آپ کو حال کی حفاظت اور قضاء و عطا پر راضی رہنے کا حکم دیا۔ ارشاد فرمایا:

وَرِزْقُ رَبِّکَ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی۔

اور آپ کے رب کا رزق سب سے بہتر اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے۔

یعنی میں نے آپ کو نبوت، علم، قناعت، صبر، دین کی ولایت و راہنمائی دی ہے وہ اس سے زیادہ بہتر ہے جو کچھ میں نے آپ کے غیر کو دیا ہے پس تمام کی تمام بھلائی حال کی حفاظت اور اس پر راضی رہنے نیز غیر کی طرف توجہ نہ کرنے میں ہے۔ کیونکہ یہ دو حال سے خالی نہیں یا تو تمہارا مقسوم ہوگا یا کسی دوسرے کا، یا کسی کی قسمت میں نہیں ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے بطور آزمائش پیدا کیا ہوگا۔ اگر تمہاری قسمت میں ہوا تو ضرور تم تک پہنچے گا چاہو یا نہ۔ پس مناسب نہیں کہ تمہاری طرف سے اس کی طلب میں بے ادبی اور حرص کا اظہار ہو کیونکہ علم اور عقل کے نزدیک یہ بات قابل تعریف نہیں ہے اگر تمہارے غیر کی قسمت میں ہوگا تو اس چیز کے لیے اپنے آپ کو مت تھکاؤ جو تم تک کبھی نہیں پہنچے گی اور اگر وہ کسی کی قسمت میں نہیں بلکہ محض آزمائش ہے تو کوئی عقلمند کس طرح اپنے نفس کے لیے فتنہ اختیار کرنے پر راضی ہو سکتا ہے

بعض حضرات نے فرمایا تقدیر خداوندی پر راضی ہونا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے سے اپنی پسند اور ناپسند کو ایک جیسا سمجھو۔

بعض علماء فرماتے ہیں تقدیر کی تلخی پر صبر کرنا رضا ہے۔ کسی نے کہا اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بے چون و چرا تسلیم

کرنا رضا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ تدبیر کرنے والے کے اختیار کو مان لینا رضا ہے۔ کسی نے کہا اپنا اختیار ختم کر دینا رضا ہے۔

بعض حضرات فرماتے ہیں اہل رضا وہ لوگ ہیں جو اپنے دلوں سے اختیار ختم کر دیتے ہیں نہ اس چیز کو اختیار کرتے ہیں جیسے ان کا دل چاہتا ہے اور نہ کسی ایسی چیز کو جس کے ذریعے وہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ کریں نہ کوئی سوال کرتے ہیں اور نہ کسی حکم کے نازل ہونے سے پہلے اس پر غور و فکر کرتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم اترتا ہے جس پر نہ انھوں نے غور کیا اور نہ اس کے وہ مشتاق تھے تو وہ اس پر راضی ہو جاتے ہیں اسے پسند کرتے ہیں اور اس پر خوشی کا اظہار کرتے ہیں کسی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جب وہ کسی آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں تو وہ اسے اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت خیال کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے اور اس پر خوش ہوتے ہیں۔ نعمتوں پر خوش ہونے کے بعد وہ دیکھتے ہیں کہ منعم کو چھوڑ کر نعمت میں مشغول ہو جانا کوتاہی ہے۔ چنانچہ نعمت سے صرف نظر کرتے ہوئے ان کے دل منعم میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ پس ان پر آزمائشیں جاری رہتی ہیں اور ان کے دل غائب ہوتے ہیں جب وہ اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں اور استقامت اختیار کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو اس سے اعلیٰ اور بلند مقام کی طرف لے جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بخششوں اور عنایات کی کوئی حد نہیں۔

رضا کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ غیر خدا سے لالچ نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ماسوا سے طمع کی مذمت کی ہے۔ حضرت یحییٰ بن کثیر رحمہ اللہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں تورات پڑھ رہا تھا کہ میں نے اس میں دیکھا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ شخص ملعون ہے جو اپنے جیسی مخلوق پر بھروسہ کرتا ہے۔ بعض روایات میں ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، مجھے اپنی عزت، جلال، سخاوت اور بزرگی کی قسم ہے کہ میں ہر اس آدمی کی امید کو ناامیدی میں بدل دوں جو میرے غیر سے امید رکھتا ہے اور میں اسے لوگوں کے درمیان ذلت کا لباس پہناؤں گا۔ اپنے قرب سے دور کر دوں گا۔ اپنے ساتھ اس کا وصل نہیں ہونے دونگا۔ وہ سختیوں میں میرے غیر سے امید رکھتا ہے حالانکہ مصائب میرے کنٹرول میں ہیں اور میں زندہ ہوں وہ میرے غیر سے امید رکھتا ہے اور اپنے تفکرات میں غیر کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے حالانکہ اسے تالا پڑا ہوا ہے اور اس کی چابیاں میرے قبضے میں ہیں۔

ایک دوسری روایت میں ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے جو شخص مخلوق کو چھوڑ کر میرے دامن رحمت سے وابستہ ہوتا ہے میں اس کے دل اور نیت سے جان لیتا ہوں اگر زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے اسے دھوکا دیں تو میں اس کے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہوں اور جو آدمی مجھے چھوڑ کر مخلوق کے دامن سے وابستہ ہوتا ہے اس کے لیے اوپر سے آسمانی اسباب منقطع ہو جاتے ہیں اور نیچے سے زمین کو شور زدہ کر دیتا ہوں پھر میں اسے دنیا میں ہلاک کرتا ہوں اور رنج پہنچاتا ہوں۔

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا جو آدمی لوگوں کے ذریعے عزت حاصل کرتا ہے وہ ذلیل ہوتا ہے۔" کہا گیا ہے جو شخص اپنے جیسی مخلوق پر بھروسا کرتا ہے وہ رسوا ہوتا ہے اور اسے جو فکر کی پریشانی اور ذلت و رسوائی پہنچتی ہے اس کا واحد سبب طمع ہے۔ اس شخص میں دو باتیں جمع ہو جاتی ہیں۔ دنیا میں ذلت اور اللہ تعالیٰ سے دوری اور اس کے ساتھ یہ کہ اس کے رزق میں ذرہ بھر اضافہ نہیں ہوتا۔ ایک عارف فرماتے ہیں مجھے مریدین اور طالبین کے لیے لالچ سے بڑھ کر کوئی ایسی چیز معلوم نہیں ہوتی جو انھیں زیادہ نقصان پہنچائے۔ ان کے دلوں کو زیادہ خراب کرے انھیں بہت زیادہ رسوا کرے، دلوں

کو تاریک کر دے، خدا سے بہت دور کر دے اور ان کے ارادوں میں پریشانی پیدا کر دے۔ لالچ اس طرح اس لیے ہے کہ لوگ جہاں بھی ہوں یہ (ایک قسم کا) شرک ہے۔ کیونکہ جب کوئی شخص اپنے جیسی مخلوق سے جو نفع و نقصان اور عطا و منع کی مالک نہیں، لالچ کرتا ہے تو وہ بادشاہ کی ملک کو اس کے مملوک کے لیے ثابت کرتا ہے تقوٰی کہاں ہو گا اور اس وقت تک آدمی متقی نہیں ہو سکتا جب تک اشیاء کو ان کے مالک کی طرف منسوب نہ کرے اسی سے طلب کرے اس کے غیر سے نہ مانگے۔

کہتے ہیں طمع کی اصل بھی ہے اور فرع بھی۔ طمع کی اصل غفلت ہے اور اس کی فرع ریاکاری، دوسروں کو سنانا بناوٹ اور لوگوں کے ہاں معزز ہونے کی خواہش رکھنا۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے فرمایا طمع ہلاک کرنے اور ناکارہ بنانے والی ہے۔ بعض عارفین سے منقول ہے فرماتے ہیں میں نے ایک بار کسی دنیوی بات میں لالچ کی تو غیبی ہاتف نے مجھے آواز دی! اے فلاں شخص! کسی آزاد مرید کو زیبا نہیں کہ جب وہ اپنی مراد اللہ تعالیٰ سے حاصل کر سکتا ہے تو بندوں کی طرف مائل ہو، جان لو! بعض بندگانِ خدا ایسے ہیں جن پر ان چیزوں کی طمع پوشیدہ ہوتی ہے جو ان کے قبضے میں ہوتی ہے اور انہیں برکت وہاں سے حاصل ہوتی ہے جس میں وہ طمع نہیں کرتے اور وہ سمجھتے ہیں کہ طمع ہر حال میں نقصان کا باعث ہے۔ اور یہ توکل والے عارفین کے درجات میں سے ادنیٰ درجہ ہے۔ مرید کے دل میں ذرہ برابر بھی طمع پیدا ہو کر اسے اس وقت ساکن کر دیتی ہے جب وہ مکمل طور پر اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاتا ہے اور اس دوری کا باعث اپنے جیسی مخلوق سے طمع کرنا ہے۔ حالانکہ وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مالک اسے دیکھ رہا ہے اس کے باوجود اسے خوفِ خدا اس بات سے نہیں روکتا۔

صداقت

سچائی کی اصل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشادِ گرامی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ۔

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھی بن جاؤ۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ مسلسل سچ بولتا اور سچ کے لیے کوشش کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدیق لکھا جاتا ہے اور انسان مسلسل جھوٹ بولتا اور اس کے لیے کوشش کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کذاب (بہت جھوٹا) لکھا جاتا ہے کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی اے داؤد! جو آدمی خلوت میں میری تصدیق کرتا ہے میں اعلانیہ طور پر مخلوق میں اس کی سچائی کو واضح کرتا ہوں۔

فضیلت صدق

جان لو! سچائی ہر کام کا ستون ہے اسی کے ساتھ کام مکمل ہوتا ہے اور اسی کے ساتھ اس کا نظام قائم ہے اور یہ نبوت کے بعد دوسرا درجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ۔

تو وہ لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا جو انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین ہیں۔

لفظ صادق، صدق سے اسم لازم ہے۔ صدّیق مبالغے کا صیغہ ہے اور یہ وہ شخص ہے جو بار بار سچ بولتا ہے یہاں تک کہ سچ بولنا اس کی عادت بن جاتی ہے اور سچائی اس پر غالب آجاتی ہے۔ باطن وظاہر کا ایک جیسا ہونا صدق ہے پس صادق وہ ہے جس کی گفتگو میں سچائی ہو اور صدیق وہ ہے جس کے اقوال، افعال اور احوال سب میں صداقت ہو کہا گیا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی معیت چاہتا ہے وہ سچائی اختیار کرے پس بیشک اللہ تعالیٰ سچے لوگوں کے ساتھ ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں صادق ایک دن میں چالیس بار بدلتا ہے (یعنی ہر بار سچ بولتا ہے) اور ریاکار۔ چالیس سال تک ایک ہی حالت پر رہتا ہے۔ کہتے ہیں کہ ہلاکت کی جگہوں میں سچی بات کہنا صدق ہے۔ کسی نے کہا دل اور زبان کی یکسانیت صدق ہے۔ ایک قول کے مطابق ناجائز بات سے زبان کو روکنا صدق ہے۔ بعض نے کہا اللہ تعالیٰ کے لیے عمل پورا کرنا صدق ہے۔ حضرت سہل بن عبد اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ شخص صداقت کا خوشبو نہیں سونگھے گا جو اپنے آپ سے یا دوسروں سے منافقت کرتا ہے۔ حضرت ابو سعید قرشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں صادق وہ ہے جو موت کے لیے تیار رہتا ہے اور اپنے راز کے کھلنے پر اُسے کوئی شرم محسوس نہیں ہوتی (یعنی اس کا باطن صاف ہوتا ہے) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ" پس موت کی تمنا کرو اگر سچے ہو۔

کہتے ہیں قصداً توحید کی صحت صدق ہے کسی نے کہا ایسی جگہ سچ بولنا صدق ہے جہاں جھوٹ کے بغیر نجات نہ ہو سکے۔

کسی نے کہا صادق میں تین خصلتیں ہوتی ہیں۔ اس کی عبادت میں حلاوت ہوتی ہے اس میں ہیبت پائی جاتی ہے اور اس کی گفتگو میں خوش مزاجی ہوتی ہے۔

حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ صداقت اللہ تعالیٰ کی تلوار ہے جس چیز پر پڑتی ہے اسے کاٹ کر رکھ دیتی ہے۔ حضرت سہل بن عبد اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ صدیقین کا پہلا جرم اپنے آپ سے گفتگو کرنا ہے۔ حضرت فتح موصلی رحمہ اللہ سے صداقت کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے اپنا ہاتھ لوہار کی بھٹی میں ڈال کر لوہا نکالا وہ آگ میں دہک رہا تھا آپ نے اپنی ہتھیلی پر رکھا تو وہ ٹھنڈا ہو گیا فرمایا یہ سچائی ہے۔ حضرت حارث محاسبی رحمہ اللہ سے سچائی کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا اگر اصلاحِ قلب کی وجہ سے لوگوں کے دلوں سے اس کی قدر و منزلت جاتی رہے تو اس کی بالکل پروا نہ کرے اور اپنے اچھے اعمال میں سے ایک ذرے کی مثال پر بھی لوگوں کے

واقف ہونے کو پسند نہ کرے اور اس بات کو پسند نہ کرے کہ لوگ اس کے بُرے اعمال پر مطلع ہو جائیں گے اس کا اس بات کو ناپسند کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ان کی طرف سے محبت کی زیادتی کا خواہاں ہے اور یہ صدیقین کے اخلاق میں سے نہیں۔

بعض عارفین فرماتے ہیں جو آدمی دائمی فرض ادا نہ کرے اس سے محض وقتی فرض قبول نہیں ہوتے۔ پوچھا گیا دائمی فرض کیا ہے فرمایا "سچائی"۔ کہا گیا ہے کہ جب تو اللہ تعالیٰ سے صدق کے ساتھ طلب کرے گا تو اللہ تعالیٰ تجھے ایک ایسا آئینہ عنایت فرمائے گا جس میں دنیا اور آخرت کے عجائبات دیکھے گا۔

الحمد للہ! آج مورخہ ۲۵ رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ، ۱۲ مئی ۱۹۸۸ء بروز جمعرات دن کے چار بج کر دس منٹ پر یہ ترجمہ پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے وسیلۂ جلیلہ سے اس ترجمہ کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے اور اس ناکارہ کے لیے اُخروی نجات کا باعث بنائے۔ آمین۔

ناچیز:۔ محمد صدیق ہزاروی
جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور۔

شرح صحیح مسلم (۷ جلد)

تصنیف: علامہ غلام رسول سعیدی شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی

اس صدی کی بہترین شرح جس میں عصر حاضر کے جدید مسائل کا محققانہ حل پیش کیا گیا ہے۔

یہ شرح قارئین کو دوسری شرحوں سے بے نیاز کرے گی۔

اشعۃ اللمعات (۷ جلد)

شرح مشکوٰۃ

تصنیف منیف

عارف باللہ شیخ محقق حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

اردو ترجمہ و حواشی

حضرت علامہ مولانا محمد سعید احمد نقشبندی مدظلہ العالی

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی

بخاری شریف مترجم (۳ جلد)

امام المحدثین ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مترجم: مولانا عبدالحکیم خاں اختر شاہجہانپوری

سنن نسائی مترجم (۳ جلد)

امام ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن بحر نسائی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ مولانا دوست محمد شاکر، مولانا حافظ محمد عبدالستار قادری

جامع ترمذی مترجم مع شمائل ترمذی (۲ جلد)

محدث جلیل امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم: مولانا علامہ محمد صدیق سعیدی ہزاروی

مشکوٰۃ شریف مترجم (۳ جلد)

امام ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب رحمۃ اللہ تعالیٰ

مترجم: الفاضل شہیر مولانا عبدالحکیم خاں اختر شاہجہانپوری

سنن ابن ماجہ مترجم (۲ جلد)

امام حافظ ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ القزوینی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم: مولانا عبدالحکیم خاں اختر شاہجہانپوری

طحاوی شریف مترجم مع خلاصۃ مضامین (سیٹ چار جلد پر مشتمل)

محدث جلیل امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم: علامہ محمد صدیق ہزاروی مترجم ترمذی شریف و ریاض الصالحین

تقدیم: علامہ غلام رسول سعیدی شارح مسلم شریف

سنن ابو داؤد شریف مترجم (۳ جلد)

امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم: مولانا عبدالحکیم خاں اختر شاہجہانپوری

ریاض الصالحین مترجم (۲ جلد)

شیخ الاسلام ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی

مترجم: مولانا محمد صدیق ہزاروی مدظلہ

تقدیم: محمد عبدالحکیم شرف قادری

فرید بک سٹال ۳۸ اردو بازار لاہور فون ۷۳۱۲۱۷۳ / ۷۲۲۴۸۹۹